حالات میرزا غالب

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمۂ در المختار

مجیدی جلد ترجمہ درالمختار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد
جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھی فراغت پائی تواب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا
میں سے کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ۱ حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن
۴ وہ جسمیں دونوں حق متعلق ہیں مگر حق العبد غالب ہی سو اول حقوق اللہ مذکور ہوئی یعنی صلوۃ اور زکوۃ اور صیام اور حج
انس کی خلقت سی یہی مقصود ہی اوسکی بعد معاملات شروع ہوئی اونمیں ابتدا نکاح سی ہوئی اسواسطی کہ اوسمیں معنی عبادت کا شمول ہی
معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہی اور شارح کی تقریر سی ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہی لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر تر ہی چنانچہ
ہے کہ ابتداء معاملات بیع سی نہیں بلکہ لقطہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہی ومناسبتہ للوقف
الملک لکن لا الی مالک وھنا الیہ فکانا کبسیط ومرکب اور مناسبت بیع کی وقف سی ازالہ ملک ہی لیکن وقف
کے کسی مالک کیطرف ملک راجع نہیں اور یہاں یعنی بیع میں مالک کیطرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالہ ملک بائع سی مشتری کی
تھی تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کی مانند ہوئی ہم کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہی وجود میں مرکب پر لہذا
بیع کو مرکب کی مانند کہا اسواسطی کہ بیع سے فی الحقیقت مرکب نہیں ہو اسطی کہ ازالہ امر اعتباری ہے توانمیں ترکیب متحقق نہیں ہو
باعتبار کل من البیع والمبیع والثمن انواعا اربعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم بیعہ
تضیعۃ مساومۃ ومرابحۃ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم
نافذ باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ ہم کہتا ہے معنی لفظ بیع کا ...

URDU S
M.A.LIBRARY, A.M.U.
U826

یہ نہین ہی وہ بیع مطلق ہے مراد ہی جو لغۃ اور

وہ صرف ہی اور مراد دین سی یہان نقدین ہین یعنے سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سَلَم ہی یا بیع العین بالعین
اور یہی قسم اکثر خلق مین رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور یہان دین سی وہ
نسیہ دونونکو شامل ہے اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہین یا بیع ثمن اول سے زائد ہی تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے
وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعہ ہی یا بیع اوس ثمن پر ہے جسپر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے
اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہہ ہے کہ مصدر کو بمعنے مفعول لیجئے تو بعد بیع کی مانند مبیع کو بھی بصیغہ جمع ذکر کرنا صحیح ہوگا ہو لغۃ مقابلۃ شیءٍ
بشیءٍ مالًا او لا بدلیل وشروہ بثمن بخس بیع لغت مین عبارت ہی ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھہ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو
بدلیل کلام ربانی کے اور یوسفؑ کے بہائیون نے یوسفؑ کو بیچا ناقص ثمن سے ہم کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تہی اطلاق مال کا انپر
نہین ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی مین مبادلہ مال کا مال سے شرط نہین لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت مین عبارت ہی تملیک المال بالمال سے
اور اصطلاح شرع مین بہی اسیطرح ہی اور اسیطرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بہی تملیک مذکور سے عبارت ہی اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت
لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتی ہین مگر عرف مین لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو
مخصوص ہی انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بہائیون نے ۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تہا اور جسنے خریدا تہا اوسنے عزیز مصر کے ہاتھہ ۲۰ دینار کو بیچا
تہا کذا فی الطحطاوی وھو من الاضداد اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہی یعنی خریدا اور فروخت دونون مین مستعمل ہوتا ہی شرا کے لفظ کی
مانند ویستعمل متعدیا او بمن للتاکید او باللام یقال بعتک الشیء وبعت لک فھی زائدۃ قالہ ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی
مستعمل ہوتا ہی دو مفعولونکے ساتھہ اور من کے ساتھہ تاکید کیواسطی یا لام کے ساتھہ مستعمل ہوتا ہی عرب بولتے ہین بعتک الشیء وبعت لک تو لام
زائد ہے ایسا کچھہ کہا ہی ابن قطاع نے وباع علیہ القاضی ای بلا رضاہ اور بولتے ہین باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اوسکا مال بدون اوسکی
رضامندی کے بیچ لیا ہم کہتا ہی شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بہی متعدی ہوتا ہی اور عدم رضا علی کے لفظ سی ماخوذ ہوئی کہ
مفید عام اختیار ہے وشرعا مبادلۃ شیء مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب کتراب ومیتۃ ودم اور شرع مین بیع عبارت
ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی
چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون ہم کہتا ہے یہہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بہی صادق آتی ہے اسواسطے کہ اونمین بہی مبادلہ ہی مرغوب
کا مرغوب سی اور وہ دونون وجہ مخصوص کی قید سی نہین نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سی ایجاب اور قبول مراد ہی یا تعاطی طحطاوی نے
کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی یعنے مال کو مال سے بدلنا برضا عاقدین یہہ حقیقت ہی بیع کی اور رغبت کا مفہوم
خود مال مین داخل ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اوسکا رکہہ چہوڑنا حاجت کیوقت کیواسطے ممکن ہو
اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیون کے تمول سی یا بعض آدمیون کے تقوم سی اور تقوم ثابت ہوتا ہی مالیت سی اور شرعا اوسکی اباحت
انتفاع سی سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ اور جو چیز لوگون کے نزدیک مال ہو لیکن اوس سے
فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہین چنانچہ شراب اور جبکہ دونون امر یعنے تمول اور اباحت نہوئی تو دونون میں سی ایک بہی ثابت نہوگا چنانچہ
خون کہ نہ اوسکو مال کہتی ہین نہ متقوم بولتے ہین علی وجہ مفید مخصوص ای بایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر
ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سی مراد ایجاب ہی یا تعاطی ہم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہی اور اگر فقط ایجاب مراد لیجئے
تو تبرع من الجانبین بیع مین داخل ہوجاوی اسواسطے کہ فقط ایجاب اوسمین بہی ہوتا ہی فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین
یعنے باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا ہم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ تبرع

سن الکلانہین مبادلہ مین داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہین بلکہ شروع ہبہ ابتدا ہی سے ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلہ پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ مین داخل تھا والھبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہون ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا اسکے بیع نہین لیکن بلحاظ انتہا اسکے بیع ہے وخرج بمفید ما لا یفید فلا یصح بیع درھم بدرھم استویا وزنا وصفۃ اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین بیع درم کی درم سے جبکہ وزن اور صفت مین برابر ہون ہم کہتا ہے اور اگر ایک درم کا وزن دوسری سے کم یا زیادہ ہو تو فاسد ہے بسبب ربا کے نہ بسبب عدم فائدہ کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو چنانچہ ایک سفید ہو اور دوسرا سیاہ تو ایسا بیع جائز ہے بسبب فائدہ کے کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الآخر منہ فیہ اور صحیح نہین بدلنا اور مجاز کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصہ کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیہ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونون کے حصے برابر ہین سو اونکا مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اسمین کچھ فائدہ نہین ولا اجارۃ السکنیٰ بالسکنیٰ اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیہ کے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وھما رکنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے اور یہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہے فتح القدیر مین ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہو قول ہو یا فعل وشرطہ اھلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہے بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہے شرط بیع کی عاقد مین تمیز اور وہ ولایت ہے جو ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اور اسکی اثر کو سمجھتا ہو تو اسکی بیع منعقد ہے اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونون کا وکیل ہو اسکی بیع منعقد نہو گی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہین اور تمام اہل مجلس نے اونکو سنا تو اسکی تصدیق نہو گی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کی بحر الرائق مین چھتر شمار کی ہین جسکا جی چاہے اوسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کہتا ہے بیع مین شرط یہہ ہے کہ مال متقوم شرعا مقدور التسلیم ہو فی الحال یا فی المآل تو مال کی قید سے حر یعنی آزاد نکل گیا اور متقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا مبیع مین یہہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کیوقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علی المباح سے اور ہبہ وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اوسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہے بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہو گی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہو گی ہم کہتا ہے ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہے اور دوسرا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اوسکی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر مبیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور جواز بیع کی حکمت انتظام ہے بقاد معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہے انسان حاجت مند ہے طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کیواسطے کہیت کا جوتنا پھر اوس مین بیج بونا پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کہیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرتا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان ہین اور اسکو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ

[illegible]

ہوتی کوئی بازو پر چھینی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال کرتا یا صبر کرکے مرجاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہین تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع
ہونے مین فقہا کا نقصان محتاجین سے اور دفع حاجات ہی بطریق انتظام معقول کے کذا فی الفتح وصفتہ مباح مکروہ حرام واجب اور بیع کی
صفت یہہ ہی کہ بعضی مباح ہے اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب هم کہتا ہی بیع مباح وہ ہی جو مسلمانون مین کثیر الوقوع ہو اور مکروہ وہ ہی جو اذان
جمعہ کے بعد ہو اور حرام بیع فاسد ہی اور اوسکا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہی اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے مال کے ہلاک ہونیکا
خوف ہو نفقہ کے سبب سے یا اوسکی خود مال تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وثبوتہ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس
اور ثبوت بیع کا قران اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہی هم کہتا ہے قران مین ارشاد ہوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی اللہ نے بیع کو
حلال کیا اور ربوا کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث مین بکثرت ثابت ہی اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے
بیان سے اور قیاس سے یہان قیاس شرعی مراد نہین اسواسطی کہ یہان مقیس اور مقیس علیہ نہین بلکہ استحسان عقلی مراد ہی چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع
امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش مین مستغنی نہین ہوسکتی فالایجاب هو ما یذکر اولا من کلام احد المتعاقدین فالقبول
ما یذکر ثانیا من الاخر سواء کان بعت او اشتریت سو ایجاب وہ ہی جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سی معلوم ہوگیا کہ قبول اوسکا
نام ہی جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا هم کہتا ہے اگر بائع نے اول یون کہا کہ مین نے بیچا اور پھر
بعد مشتری نے کہا مین نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہی اور اگر مشتری نے اول یون کہا کہ مین نے مول لیا اور پھر
بائع نے کہا مین نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہی اور بائع کا قول قبول فتح القدیر مین ہی کہ لغت مین ایجاب بمعنی اثبات ہی مطلقا اور یہان
اثبات فعل خاص سے مراد ہی جو رضا پر اولی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سی اور قبول عبارت ہی اثبات فعل ثانی سے تو
اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے ممتاز ہو جاے الدال علی التراضی قیدبہ اقتداء بالایۃ وبیانا للبیع الشرعی ولذا لم یلزم
بیع المکرہ وانما انعقد ولم ینعقد مع الہزل لعدم الرضاء بحکمہ معہ هذا ایجاب اول کلام اول کا نام ہی جو باہم کی رضامندی
پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرانی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینی کیواسطی ولہذا مکرہ کی بیع لازم نہین ہوتی
اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھہ بیع منعقد نہین ہوتی اسواسطی کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہین خوش طبعی کے ساتھہ اسکو دریافت
کرلے هم کہتا ہے بہتر یہہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضی کہتا اسواسطی کہ تراضی ہوتی ہے دونو جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سی حاصل
نہین ہوتی بلکہ قبول کے ساتھہ تو کنز کی عبارت بہتر ہے جو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی اور قران مجید مین تراضی یون ارشاد فرمائی الا ان تکون
تجارۃ عن تراض منکم شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہی فضولی کی بیع کی مانند اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ بحر الرائق مین مصرح
ہے کہ وہ فاسد موقوف ہی رضامندی پر اور منار اور اوسکی شرح مین مصرح ہی کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھہ بیع منعقد ہو جاتی ہی اسواسطی
کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع مین لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہے تو شارح کا یون کہنا کہ ہزل کے ساتھہ منعقد نہین ہوتی
غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ویرد علی التعریفین ما فی التاتارخانیۃ لو خرجا معا صح البیع اور ایجاب اور قبول دونون کی
تعریفون پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھہ ہی نکلین تو بیع صحیح ہے یعنی اسصورت مین ایجاب کی قبلیت
اور قبول کی بعدیت ثابت نہین تو مصنف کی دونون تعریفین مسلم نہین لکن فی القہستانی لو کانا معا لم ینعقد کما قالوا فی السلام لکن
قہستانی مین ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھہ ہی ہون تو بیع منعقد نہوگی چنانچہ فقہا نے سلام مین کہا ہی یعنی اگر سلام اور اوسکا جواب ساتھہ ہی
نکلین تو جواب ادا نہوگا اعادہ اوسکا لازم ہے یہہ شارح نے استدراک کرکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے تاتارخانیہ
کے موافق انعقاد بیع منقول ہے والدا عام وعلی الاول ما فی الاشباہ تکرار الایجاب مبطل للاول الا فی عتق وطلاق علی مال

ونیجی فی الصلح اور تعریف اول یعنے ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہو کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر
عتق اور طلاق بعوض مال مین مبطل نہین اور اسکا ذکر کتاب الصلح مین آویگا ھم تکرار ایجاب کیصورت بیع مین صاحبین کے نزدیک یون ہو کہ بائع نے
کہا کہ مین نے اسکو ہزار درم کو بیچا پہر بولا کہ مین نے اسکو دوسو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہہ قبول ایجاب ثانی کیطرف
راجع ہوگا اور دوسو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولے نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پہر بولا کہ تو آزاد ہے دوسو دینار پر
سو غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اوسپر دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہان گفتگو ہے تکرار ایجاب مین اور
اسیطرح نظم آیندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی
اور اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اول سے مراد یہہ ہو کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ نسبت غیر قبول ثانی ہو یا یون کہو کہ جب پہلا باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی
گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی المنظومۃ المحبیۃ ؎ وکل عقد بعد عقد جددا ٭ فابطل الثانی لانہ سدی ٭ فالصلح بعد الصلح
اضحی باطلا ٭ کذا النکاح ماعدای مسائلا ٭ منہا الشراء بعد الشراء صحح ٭ کذا الکفالۃ علی المصحح ٭ واذ المراد صلح فی الحقوق ثا
منہا اذا زیادۃ التوثق اور منظومہ محبیہ مین ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ
ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسیطرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسرے نکاح سے مہر بھی لازم نہین آتا مگر چند مسائل مین عقد ثانی باطل
نہین ہوتا از انجملہ خرید بعد خرید کو علمانے صحیح کہا ہے اسیطرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین بموجب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق مین
اسوقت یعنی درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا اصیل سے اور پہلی نسبت پر دوبارہ عقد بیع سے
زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہین وھما عبارۃ عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملک والتملیک ماضیین کبعت اشتریت
او حالین کمضارعین لم یقرنا بسوف والسین کابیعک فیقول اشتریہ او احدھما ماض والاخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہے
ان دو لفظون سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دو لفظین ماضی کی ہون چنانچہ بعت واشتریت یعنی مین
بیچا اور مین نے مول لیا یا دونون لفظین حال کی ہون جیسے لغت عرب مین دو لفظ مضارع کے جن سے سوف اور سین متصل نہین چنانچہ ابیعک یعنی
مین تیرے ہاتھ بیچتا ہون تو مشتری کہے اشتریہ یعنی مین اوسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرط نیت ایجاب فی الحال کے
کذا فی المنح ھم شرح زیلعی مین ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اوس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ مین نے بیچا اور خریدا کیا
یا مین راضی ہوا یا اسکو یہہ بعوض اتنے کے اور برہان مین ہے یا بائع نے کہا کہ کہا اس کھانے کو بعوض درم کے پہر مخاطب نے طعام مذکور کہایا
تو بیع تمام ہوگی اور کہانا اوسکا حلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہہ گہر یا یہہ غلام تجکو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہہ بیع بالاجماع
صحیح ہے اور حاشیہ بنری الذہن مین ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجکو اوسکی قیمت دے تو مین نے اوسکو تیرے ہاتھ بیچا پہر مخاطب نے اوسی مجلس مین قیمت ادا
کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجکو پسند
آئی یا اچھی معلوم ہوتی یا میرے دل نے چاہتی کی تو جائز ہے بحر الرائق مین ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور
تملک حاصل ہونگے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ اونمین معنی معتبر نہین اونمین تو وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کیواسطے
صراحۃ یا کنایۃ موضوع ہین اور جبکہ بائع نے ایجاب مین مخاطب کیطرف خطاب کیا تو قبول مین مخاطب کرنا شرط نہین تو اگر بائع نے اونسے کہا کہ مین نے اسکو
تیرے ہاتھ اتنے پر بیچا اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا اور یون نکہا کہ مین نے تجہہ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وکلن کان یحتاج
الاول الی نیۃ بخلاف الثانی فان نوی بہ الایجاب للحال صح علی الاصح والا لا الا اذا استعملوہ للحال کاھل خوارزم فکالماضی
خلاف ابیعک الآن لتمحضہ للحال ٭ لیکن اول یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کیواسطے نیت کی حاجت نہین بخلاف

ثانی سے یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بلفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہی سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نکی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نکی تو بیع صحیح نہیں مگر جبکہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کیواسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کی مانند ہی عدم اشتراط نیت میں اور ابیعک الآن کی مانند ہے یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اسواسطے کہ یہ محض حال کیواسطے ہے ھم قول اصح کے مخالف وہ قول ہے جو محیط اور شرح قدوری اور تحفہ میں ہے کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی چونکہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جسکو مضارع کہتے ہیں لہذا اوسکے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوتی بخلاف لغت ہند کے کہ اسمیں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچونگا اور مول لونگا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں واما المتمحض للاستقبال فكالامر لا يصح اصلا الا الامر اذا دل على الحال كخذه بكذا فقال اخذت او رضيت هذه بطريق الاقتضاء فليحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کیواسطے ہو یعنے جسپر سوف اور سین سے تو وہ امر کی مانند ہوا وس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اسکو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضا کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم شرنبلالیہ میں ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اسطرح کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اپنا کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید لیا تو بیع منعقد نہوگی جیسے بلفظ استقبال منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اسکو تیرے ہاتھ بیچونگا اور مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انتہے بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا مستدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بالاخذ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کی مانند لیکن مستدعی ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور مستدعی خذہ کا بطریق اقتضا کے انتہی اور تقدیر کلام یوں ہے بعتک فخذہ یعنی اوسکو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اوسکو لے کذا فی الحلبی ہندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے مثلا مشتری کہتا ہے بائع سے کہ تو اسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ مشتری اسکے یوں نکہے کہ میں نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو مبیع دیگا اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے وتصح اضافته الى عضو يصح اضافة العتق اليه كوجهه ورقبته والا لا كظهر وبطن اور صحیح ہے اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اوس عضو کیطرف جسکی طرف اضافت عتق کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور سر مگا اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کیطرف اضافت عتق صحیح نہیں اوسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلا بائع کہے اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہیگا کہ اوسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وكل ما دل على معنى بعت واشتريت يكون نحو فعلت ونعم وهات الثمن ووهبك او وعبدك او فداك او خذه قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت کی مانند اس قول کے کہ مقرین سے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھپر فدا ہے یا اوسکو لے تو یہ سب الفاظ قبول میں ہیں ھم فتاوی عالمگیری میں جو ہے اخلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنے میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دے تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور وجیز کردری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھپر فدا ہے تو بیع تمام ہو گئی لكن في الولوالجية ان بدأ البائع فقبل المشتري ينبغي لم ينعقد لانه ليس بتحقيق وبعكسه صح لانه جواب لیکن ولوالجیہ میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ان الفاظ سے تو بیع منعقد نہو گی اسواسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور برعکس اسکے یعنی اگر مشتری نے ابتدا کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ان کہکر تو صحیح ہے اسواسطے کہ وہ جواب ہے وفي القنية نعم بعد الاستفهام كهل بعت مني بكذا ايجاب ان نقد الثمن لان النقد

دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز فلیحفظ اھ تنبیہ میں ہے کہ ان کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کے ہے کہ کیا تو
مجھسے بیچا ہے اس اتنے درم کے بیع ہے اگر ثمن نقد دیا اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا سو ای فلانی اسکو
خبر کر دے سو غیر شخص نے اسکو خبر کر دی تو جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو
قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ او رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغہما اور موقوف الصحۃ نہیں بیع
کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی
خبر پہنچی بلا کتابت و رسالت اور اوسنے بیع قبول کی تو منعقد نہوگی بالاتفاق مگر جبکہ ایجاب مذکور اسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہنچا تو قبول معتبر
ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس میں ھم کذا فی الہدایۃ و صدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی فلہ الرجوع
لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین نہایہ چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح میں در صورت
قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنیوالیکو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اسواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے
بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ انمیں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنیوالیکو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اسواسطے
کہ یہہ یمین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہے کذا فی النہایۃ ھم طحطاوی نے کہا یہہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنیوالیکو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہے اسواسطے
کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بےمعنی ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہے واما الفعل فی التعاطی وہو التناول
(ایجاب کرنے والا)
قاموس فی خسیس ونفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی القاموس
یعنے باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دیوے اور مشتری بائع کو قیمت دیوے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیز میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف کرخی کے
یعنے انکے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی میں نہ عمدہ کی ھم نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور خسیس کم قیمت سے اور بعضوں نے کہا
کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خسیس ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ہدایہ میں ہے کہ بیع
کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدیر میں کہا وجہ صحت یہہ ہے کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہہ سبکو شامل ہے یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجمالا اسکا
حاصل یہہ ہے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہوں کتنے کو بیچتا ہے اوسنے کہا ایکدرم کو مشتری نے کہا اونکو جدا کر دے سو اوسنے جدا کر دئیے تو بیع
ہوگئی اور اسیطرح اگر قصاب سے کہا اور اوسنے گوشت تول لیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہوگئی یہانتک کہ اگر مشتری ثمن دینے اور گوشت لینے سے
یا قصاب گوشت دینے سے انکار کریگا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلا دیگا انتہی ما فی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح وبہ
یفتی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الفیض ھم فتح القدیر
میں ہے کہ مشائخ میں اختلاف ہے کہ بیع التعاطی میں قبض بدلین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اسواسطے کہ امام محمد نے تصریح کی ہے کہ بیع تعاطی
قبض احد البدلین سے ثابت ہوتی ہے اور یہہ ثمن اور مبیع کو شامل ہے انتہی طحطاوی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع
کی رضامندی سے مبیع لیکر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دیکر بلا تسلیم مبیع چلا جائے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی القول صحیح اھ
لم یصرح معہ بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ البطیخ والبائع یقول لا اعطیہا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے جبکہ
تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دئیے اور خربوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہے کہ میں انکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع
منعقد نہوگی کما لو کان بعد عقد فاسد خلاصۃ وبزازیۃ وصرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بہما البیع قبل متارکۃ
الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولی وعلیہ فیحمل ما فی الخلاصۃ وغیرہا علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگر بعد عقد فاسد کے ہو کذا
فی الخلاصۃ والبزازیۃ اور بحر الرائق میں تصریح کی ہے کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ کے تو بیع التعاطی

بیان مسئلہ

مین بطریق ادہنے بدون چہوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہوگی اور بنابر تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہا مین ہے وہ اسی پر محمول ہی ہم یعنی خلاصہ
کا اطلاق عدم انعقاد عدم بتارکہ پر محمول ہی طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح مین خلاصہ سے یون نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی مین یہہ بہی ضرور ہے
کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل بتارکہ منعقد نہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہی انتہی یعنی تصریح قید بتارکہ
خود خلاصہ مین موجود ہی تو بحر الرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہی اور حموی کیطرح نہر الفائق مین بہی خلاصہ کی روایت منقول ہی و تمامہ فی
الاشباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی على الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد
مین اس قاعدہ کے تحت مین مذکور ہی کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بہی باطل ہوگا اور اس قاعدہ کے تحت مین کہ جسکی بنا فاسد پر ہوئی وہ
خود فاسد ہی یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بہی باطل یا فاسد ہوگا و قیل لابد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین
وعلیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الحلوانی واکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحررت ثلثۃ اقوال
وقد علمت المفتی بہ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ بیع التعاطی مین اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوکا دینا ضرور ہی طرسوسی نے کہا اسی قول
پر اکثر علما ہین اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہی اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہی اور کرمانی نے اکتفا کیا ہی مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھہ تو
اسمین منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کو ہم قول اول یہہ ہی کہ ایک کا دینا کافی ہی خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول
ثانی یہہ ہے کہ تعاطی مین دونوکا دینا ضرور ہی اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہے کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھہ کافی ہی اور منشا اس اختلاف
کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہہ تفسیر تعاطی مین اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضی سمجہے کہ اعطاء جانبین شرط ہی اور بعضی مقام مین اعطاء احد
الجانبین مذکور کیا تو بعضنے یہہ سمجہی کہ ایک کا دینا کافی ہی اور بعضی مکان مین تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضنے یہ بوجہے کہ تسلیم ثمن کافی نہین بالجملہ اعطاء احد الجانبین
کافی ہی اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی وحررنا فی شرح الملتقی صحۃ الاقالۃ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہمنے تحریر کی ہی شرح
ملتقے مین صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع مین خاص نہین ہم شرح ملتقی مین صحت اقالہ احد
الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کی صحت علاوہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ما یستجرہ
الانسان من البیاع اذا حاسبہ على اثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا جو چیزین آدمی لیتا ہی بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ
بائع اوس سے ان چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد اونکے استہلاک اور خرچ کرڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہی ہم بحر الرائق مین ہی کہ معقود
علیہ کی شرائط سے یہہ ہی کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہوگی لیکن اس قاعدہ سے وہ مسئلہ مستثنی ہی جو قنیہ مین ہے کہ جن چیزون کی بقال سے بدون
بیع کے لینے کی عادت ہی علی وجہ الخرج یعنی بطور اخراجات کے چنانچہ مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد معدوم ہونے کے تو صحیح ہی انتہی تو یہان
معدوم کی بیع جائز ٹہری کذا فی الطحطاوی بیع البراءۃ التی یکتبہا الدیوان على العمال لا یصح بخلاف بیع حظوظ الائمۃ لان مال الوقف
قائم ثمۃ ولا کذلک ہنا اشباہ وقنیۃ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبزہ قبل قبضہ من المشرف بخلاف الجندی بحر وتعقبہ
فی النہر بیچنا تنخواہ کی ان چٹہیونکا جنکو متصدیان دفتر عاملون پر لکہدیتے ہین صحیح نہین بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ اونکی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ وقف
کا مال وہان قائم اور موجود ہی اور ایسا نہین ہی یہان یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہین بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے
کذا فی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنیوالی مشرف سے قبضہ کرے جائز ہی بخلاف لشکری
سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہی ہم نہر الفائق مین کہا کہ ظاہرا قنیہ کی روایت ضعیف ہی اسواسطے کہ فقہا کا اسپر
اتفاق ہی کہ بیع معدوم کی صحیح نہین اور اسیطرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبضہ کے مملوک نہین تو اوسکی بیع کہان صحیح ہوگی اور اوسکو یاد رکہنا چاہیئے
و یہان سے کتاب شرب مین لکہا ہی کہ قنیہ کی روایت مخالف قواعد کے التفات کے لائق نہین جبتک کہ دوسرے کی نقل سے اوس کی تائید نہو انتہی ملخصا

وافتی المصنف ببطلان بیع الجامکیۃ لما فی الاشباہ بیع الدین انما یجوز من المدیون اور فتوی دیا ہی مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ
بیچنا باطل ہے اسواسطی کہ اشباہ مین ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہین مگر مدیون سے جائز ہی ہم جامکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہین جو سلطان یا امیر
سے اوسکو واسطے بعوض جنگ اوسکو چوکیداری کے مقرر کی ہے تو اگر سپاہی چاہی کہ دو چار مہینے کی چڑہی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو
جائز نہین اسواسطی کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہی اور دین کا بیچنا غیر مدیون سے جائز نہین اور مدیون سے بیچنے کی صورت یہہ ہی کہ کپڑا بیچا بعوض
غلام کے سوا ایک نے غلام پر تو قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اوسی شخص کے ہاتھ بیچا چند دراہم معینہ کی عوض تو بیع صحیح ہے اور
اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہین اسواسطی کہ یہہ بیع ہی منقول کی اوسکی مقبوض ہونے سی پہلے اور یہہ جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا و
فی الاشباہ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ہذا لا یجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی مصنف
اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہین جیسا کہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدہ کے جائز نہین عوض
لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ مین ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض
کرنا جائز نہین حق مجرد کی قید اسواسطی لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفیہا فی آخر بحث تعارض العرف مع
اللغۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بمال اور اشباہ کی تعارض
عرف اور لغت کی آخر بحث مین ہی کہ ظاہر مذہب یہہ ہی کہ عرف خاص کا اعتبار نہین لیکن بہت علمانے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہی تو بموجب
اسکے فتوی دیا جاتا ہی وظائف اوقاف سے کنارہ کرنیکے جواز کا بعوض مال کے ہم یہہ قول مخالف نہین قول سابق سی کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز
نہین اسواسطی کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہین ظاہر الروایۃ مین اور یہہ قول متفرع ہی قول مفتی بہ پر کہ عرف خاص معتبر ہی بنای
احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سی مراد شعار علم ہی جو سب لوگون مین رائج اور مشہور ہوا اور عرف خاص سی مراد وہ ہی جو
چند لوگون مین رائج ہو چنانچہ فقہا مین خلاصہ یہہ ہی کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہی لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم
اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنی فتاوی مین کہا کہ جواز نزول کیواسطی کوئی اصل معتمد نہین لیکن حکام اور علما سب
کے اسپر چلتے ہین اور بعضی علمانے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہی کہ امام حسن نے معاویہ سے نزول عن الخلافۃ پر صلح کی اور اسقدر مال پر جو
اونکو کافی ہوا در حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وبلزوم خلو الحوانیت فلیس لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارتہا
لغیرہ ولو وقفا انتہی اور بنابر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہی خلو دکاکین کے لزوم پر تو دکانون کے مالک کو صاحب خلو کا خارج کردینا جائز
نہین اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اوسکے سوا کو اگرچہ دوکانین وقف ہون انتہی فی الاشباہ ہم حقیقت خلو یہہ ہی کہ دافع دراہم اوس منفعت کا
مالک ہو جسکے مقابلہ مین اوسنی دراہم دئی خواہ یہہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہہ ہے کہ وقف مین مکانات قریب الانہدام ہون تو واقف
یا ناظر وقف اوس شخص کو بکرایہ دیدے مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کریگا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت
عمارت مثلا اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر مہینہ ایک دانگ ہوا اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جائے تو صاحب خلو دو تہائی مین واقف کا شریک ہوگا
بعد اسکے اگر ان مکانات مین پہر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ مین واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم
کرنا چاہیے کہ جواز خلو مین اختلاف ہی متقدمین حنفی اور جمہور مالکی اوسکو باطل کہتے ہین اور صاحب اشباہ وغیرہ اوسکی جواز اور لزوم کے قائل
ہین اسواسطی کہ اوقاف ناصحی مین جو دکانین بازار کی اراضی جبکہ ان لوگون کے پاس اجارہ ہو جنہون نے دکانون کو بنایا ہی تو وقف جائز ہے
اسواسطی کہ ہمنے ان دوکانون کو اونکے تصرف مین دیکھا کہ اونکو بیچا کرتے ہین اور اونکو بمیراث لیتے ہین سلاطین اور اوسی مزاحمت نہین کرتا انکو
لوگونسے تو فقط خلو اور محصول ہی جو دیا کرتے ہین یہی عادت جاری ہی متاخرین کی مدتہای دراز سی انتہی ولہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دکان کو

اوسکا خارج کرنا اور غیر شخص کو اوسکا اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ دوکان اصل مین وقف ہوا نتھے اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو مین ایک مستقل رسالہ لکہا ہی اور صحت خلو کی شرط یہہ ہے کہ دراہم مسند ولہ جہت وقف مین صرف ہوون سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہین اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہین اور واقع دراہم اسواسطے خلو مقرر کر دیتے ہین تو یہہ خلو صحیح نہین اور فائدہ خلو کا یہہ ہی کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہی تو اوسپر ملک کے احکام جاری ہوینگے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور ادای دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت ہوون تو اوسمین حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ حموی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہے اسواسطے کہ اسپر بکثرت عمل جاری ہوگیا ہے تمام ممالک مین خصوصاً دیار مصر مین تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہئیے از کتاب اخف الضررین اسواسطے کہ حکم بطلان مین تضییع اموال خلق اور کثرت اختصام بین الانام لازم آتا ہی علے الخصوص جبکہ وہ وقف مع خیرات اور حسنات پر ہو اوسکا ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر مختصراً و فی معین المفتی للمصنف معزیاً للوالوالجیۃ عمارۃٌ فی ارضٍ بیعت فان بناءً او اشجارًا جاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی مین ہے والوالجیہ کیطرف نسبت کرکے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی سو اگر عمارت بنای مکان ہے یا درخت ہین تو بیع جائز ہے ہم کہتے فقط عمارت پر بیع واقع ہوتی بلا ذکر ارض چنانچہ کسیکی عمارت وقف کی زمین مین ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھہ اسطرح کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہی کیونکہ مکان اور درخت مال ہین اور ثمن مشتری پر لازم ہی کذا فی حاشیۃ الدر و ان کَرَابًا او کَرْیَ انْھارٍ ونحوہ مما لم یکن ذلک بمالٍ ولا بمعنی مالٍ لم یجز انتھی اور اگر عمارت کہودی جاتی نہ ہین ہے یا نہرونکا کہودنا اور صاف کرنا ہی مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اسکی اوس قسم سے کہ جو چیز نہ خود مال ہے نہ بمعنی مال تو بیع اوسکی جائز نہین انتہی ما فی الوالوالجیہ ہم کہتے اور صاف کرنے کی مانند زمین کا ہموار کرنا ہی اونچ نیچ سے اور لا بمعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہے بطریق خلو کے کذا فی الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لا یصح وکذا رہنھا ولذا جعلوھا الآن فراغاً کالوظائف فلیحرر انتہی فسنذکرہ فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی مین کہا اور ولوالجیہ کی عبارت کا مقتضا یہہ ہی کہ بیع مسکہ جائز نہین اور اسیطرح اسکا رہن جائز نہین اور اسیواسطے اب علما اسکو فراغ قرار دیتے یعنی مسکہ کو بصیغہ فراغ کیا ہی مثل وظائف متعلقہ وقف کے تو اسکی تحریر و تنقیح کرنی چاہئیے انتہی ما فی معین المفتی - اور قریب ہی کہ ہم اسکو بیع الوفا مین ذکر کرینگے ہم درالمختار کے محشیون کا کلام استفادہ مین مختلف ہی لفظاً و معنی طحطاوی نے بیع المسکہ ضبط کیا ہی بحذف میم اور شرح اوسکی یون کی ہی کہ بیع مسکہ یعنی کو جسے غیر نافذ ہو سکے حق مرور کا بیع جائز نہین اور شیخ ابوالطیب اور شیخ عابد سندی مدنی نے مسکہ باضافہ میم ضبط کیا ہی اور اکثر نسخ درالمختار کے اسیکے موافق ہین پھر مسکہ کی مراد مین اختلاف ہی شیخ ابوالطیب نے کہا کہ ظاہراً مسکہ بالضم سے کنوئین کا کھودنا سخت مکان مین مراد ہو کذا فی القاموس تو بیع اسکی ان کی نہر کھودنے کی بیع کی مانند ہے انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسکہ … اور مسئلہ حفر بیر کے لئے فراغ کا لفظ مناسب نہین اسواسطے کہ فراغ اوسکو کہتے ہین کہ کوئی چیز کسی انسان کیواسطے سلطان کیطرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کیواسطے چھوڑ دے کچھہ عوض لیکر تو کنوئین کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجکو نہ معنی معلوم ہوتا ہی تو بہتر یہہ ہے کہ مسکہ سے یہہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر گھر موقوف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دیدے عوض لیکر تو اسکو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہی کیونکہ قاموس مین منجملہ معانی مسکہ کے یہہ بھی مذکور ہے کہ المسکۃ ما یتمسک به اور مفتی ابوالسعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہی کہ مسکہ متعلق بوقف ہی متعلق بحکم برا نتھے واللہ اعلم وینعقد ایضاً بلفظٍ واحدٍ کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفله وشرائه منه فانه یوفور شفقته جعلت عبارته کعبارتین وتمامه فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہی ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع مین اور باپ کے بیچنے مین اپنے طفل سے اور اوسکے مول لینے مین طفل سے اسواسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کے اوسکی عبارت دو عبارتون کی برابر ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اسکا درر مین ہی ہم کہتے یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہو اسطرح کہ کہے کہ مین نے اسکی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خود خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کیواسطے تو جائز نہین کذا فی البحر اور وصی کہ اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجھہ مول لیجئے تو بیع جائز نہین اور اگر وصی اوسکی چیز آپ خرید

کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازیہ یعنی دس درم کی قیمت والی کو پندرہ درم کو خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت میں اپنے
طفل سے منفعت طفل شرط نہیں وہ بوجہ شفقت کے سبب سے فاذا اَوجَبَ واحدٌ قبل الآخر بائعاً کان او مشتریاً فی المجلس لاتٌ
خیار القبول مقیّدٌ بہ پھر جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اوسکو قبول کرے مجلس میں اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید بمجلس
ہے ھ یعنی مجلس ایجاب تک بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب
باطل ہو گا کذا فی البحر طحطاوی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہے جسمین وہ قول اور فعل نپایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ ہو درمیان
جو ایجاب کو فوت کر دے اگرچہ اعراض کیواسطے نہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور
مشتری کا مکان نشست متحد ہے نہ متغیر ہو کلَّ المبیع بکلِّ الثمن او ترکہ لئلا یلزم تفریقُ الصفقۃ مجلس ایجاب میں عاقد ثانی کل مبیع کو کل
ثمن کے ساتھہ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ لازم نہ آوے ھ صفقہ عبارت ہے ہاتھہ کو ہاتھہ پر مارنے سے بیچنے کیوقت اور اب اصطلاح فقہ میں
صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنی خیر کیلی اور وزنی چیز میں یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھہ قبول کرے یا ترک کرے اسمیں بعض مبیع کو بعض ثمن سے
قبول کرنا جائز نہیں تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یوں ایجاب کیا کہ میں نے یہہ دس امرود یا پونڈے یا لیموں چار پیسے کو تیرے ہاتھ
بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس میں چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیموں کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ امرود
یا لیموں کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے الا اذا اعاد الایجابَ والقبولَ ۔ تفریق ایجاب جائز نہیں
مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کریں تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے او رضی الآخر وکان الثمنُ
منقسماً علی المبیع بالاجزاء کمکیل وموزون یا راضی ہو جاوے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر جیسے
مکیل اور موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے ھ مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ
آنے کو خرید کئے اور بائع اسپر راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی سو اس صورت میں قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہوگئی اور ایجاب اول
باطل ہو گیا والا لا وان رضی الآخرُ لعدم جواز البیع بالحصۃ ابتداءً کما حررہ الوالد اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہو تو بیع
جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق بالقبول پر راضی ہو جاوے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا میں جائز نہیں کذا حررہ الوالد المحشی للدرر ھ اگر
انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہو بلکہ انقسام بالقیمۃ ہو یعنی مبیع کے اجزا متفاوت القیمۃ ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑے انکو
بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ بائع راضی ہو جاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا
میں جائز نہیں اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اوسکے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف
باقی کی خرید پر راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہو گی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اوس صورت میں ہے کہ
بائع نے ہر غلام و دوسرے کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ نہ مذکور کی ہو کذا فی الطحطاوی او بیّن ثمنَ کلٍّ کقولہ بعتُہما کلَّ واحدٍ بمائۃٍ وان لم یکرّر
لفظ بعتُ عند ابی یوسف ومحمدٍ وھو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا
یوں کہنا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑے انکو بیچا ہر ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعتُ کا دوبار نکہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم
تکرار لفظ البیع قول مختار ہے ھ چنانچہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے ھ صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلا شرط تکرار
لفظ بیع چنانچہ اوسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ میں تکرار لفظ بھی شرط ہے اسطرح پر کہ بعتک ہذین العبدین
بعتک ہذا بخمسمائۃ وبعتک ہذا بخمسمائۃ یعنی ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھہ میں نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور اس غلام کو پانسو
کی عوض میں نے بیچا اور فتح القدیر میں صاحبین کے قول کو یوں ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے کہ ظاہرا بائع کی غرض

یہہ ہی کہ دونوں میں سے کوئی یک جا ہی اور اگر دونوں کو یکبارگی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بیفائدہ تہا و ما لم یقبل بطل
الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول او قام احدھما وان لم یذھب عن مجلسہ علی الراجح فرد ابن الکمال فانہ کمجلس خیار
المخیرۃ وکذا سائر التملیکات فتح اور جبتک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنیوالے نے رجوع کیا اپنی قول سے قبول
کرنے سے پہلے یعنے یوں بولا کہ میں نہیں بیچتا یا نہیں خریدکرتا یا دونوں میں سے کوئی کہڑا ہوگیا اگرچہ اوس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے
کما فی النہر وبہذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کی مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام سے باطل ہو جاتی ہے اور اسیطرح باقی
تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم نہر الفائق میں ہے اختلاف مجلس اوس عمل کے اشتغال سے ثابت ہوتا ہی جو اعراض پر دلالت کری چنانچہ کہانا اور پینا اور
نماز پڑہنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کہانا یا پانی پینا اوس برتن سے جو ہاتھہ میں تہا ایجاب کیوقت اور سو جانا در صورت نشست
عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہیں بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑہتا تہا سو اوسنے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہی اور اگر
نفل نماز میں دوسری رکعت پڑہکر قبول کریگا تو بہی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دیگا اور چار پڑہکر قبول کریگا تو صحیح نہیں اور چلنا تو مطلقا ظاہر الروایت
میں اختلاف مجلس کا سبب ہی یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کیحالت میں خرید و فروخت کریں تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں
اور طحطاوی وغیرہ کا یہہ مختار ہے کہ اگر فی الفور متصل قبول کیا چلنے کیحالت میں تو جائز ہے اور محیط میں اسکی تصحیح ہے اور خلاصہ میں ہے کہ ایک دو
قدم چلنے میں جائز ہے مجمع التفاریق میں کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور مجتبی میں ہے کہ مجلس متحد وہ ہی کہ جسمیں احد المتعاقدین بجز گفتگوی ایجاب
اور قبول کے اور کام میں مشغول نہوں یا وہ اشتغال نکریں جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گہر کی مانند ہی تو مجلس منقطع نہوگی اوسکے چلنے سے اسواسطے
کہ بائع اور مشتری اوسکے ٹہرانے پر قادر نہیں انتہی اور فتح القدیر میں سوای خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہیں کذا فی الطحطاوی واذا وجدا
لزم البیع بلا اختیار الا بعیب او رؤیۃ خلافا للشافعی اور جبکہ ایجاب اور قبول پائی گئی تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین
سوای خیار العیب اور خیار الرؤیۃ کی بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنی شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسیکو
نقض بیع میں اختیار نرہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کی اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسیطرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہی کہ
بائع اور مشتری دونوں کو بقای مجلس تک اختیار رہی امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہی کہ المتبایعان
بالخیار ما لم یتفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہیں جب تک جدا نہیں ہوئی شارح نے اسکا جواب قول آئندہ میں مذکور کیا وحدیثہ محمول علی تفرق
الاقوال اذ الاحوال ثلث قبل قولہما وبعدہ وبعد احدھما واطلاق المتبایعین فی الاول مجاز الاول وفی الثانی مجاز
الکون وفی الثالث حقیقۃ فیحمل علیہ اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اسواسطے کہ یہاں تین حالات
محتمل ہیں قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت میں مجاز ہی باعتبار انجام کار
کے اور دوسری صورت میں مجاز ہے باعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت میں حقیقت ہی تو اوسی پر محمول ہوگا ہم حدیث مذکور میں تفرق کو
اختیار کی غایت قرار دیا ہی اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجالس نہیں بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یوں کہنا
کہ میں نہیں مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا
اور بعد تمام ہو جانے بیع کے اونکو متبایع بولنا بہی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا تو متشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا یہی حقیقت ٹہرا اور متشاغل
اوسوقت صادق آتا ہی جبکہ ایک ایجاب کرچکا اور دوسرا ہنوز قبول نکری لہذا یہی بالیقین مراد ٹہرا اور یہہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہہ تقریر ہی ابراہیم
نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو مطلب حدیث شریف یہہ ہوا کہ جو دو شخص خرید فروخت کی گفتگو کررہی ہیں ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہیں دوسرا
شخص چاہی قبول کرے یا نکرے اور موجب چاہی ایجاب کو ثابت رکہے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بہی مجاز سے خالی نہیں اسواسطے کہ

کہ جب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایک ہی بائع ثابت ہے نہ مشتری نہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ اول مواضع سے ہے یہان حقیقت بعض لفظ کے معنی سے صادق
آتی ہے جیسے مخبر کی حقیقی معنی صادق نہین مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعۃً حاصل نہین بلکہ علے التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے
بولنے سے مخبر کہنا اوسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث مین تفرق کی اسناد متبایعین کیطرف صریحًا ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہوسکیگا اوسکا
جواب یہہ ہے کہ شرع اور عرف مین تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ یعنے متفرق نہین ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث مین وارد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا
تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث مین افتراق رجال سے صریحًا افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے
دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ ہین اور قیاس قال اللہ تعالے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ یعنے اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور
بیع عقد ہے قبل تخییر کے وقال اللہ تعالے وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ یعنے نہ کہاؤ اپنے اموال کو فیما بینہم
بطریق باطل کے مگر یہہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت بر ضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو
اس آیت مین حق تعالی نے خرید کی چیز کے کہانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنے گواہ کرلو جبکہ باہم بیع کرو
اس آیت مین توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار
ثابت ہوا اور بیع لازم نہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آدیگا لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا تا قرآن اور حدیث کے
مطلب مین اختلاف باقی نرہے اور قیاس کی دلیل یہہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک ان مین سے
عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیار مجلس مجرد اوس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علے ہذا القیاس بیع بہی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر
بتصرف وشرط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن اور بیع صحیح ہونے کیواسطے مشروط ہے بمقدار مبیع اور ثمن کی معرفت ہم مصنف نے لفظ
معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور اونکا ذکر کرنا شرط نہین سو اگر مبیع نہایت مجہول ہوا اور ویسی نادانستگی کے ساتھ
خرید فروخت کا رواج نہو تو بیع صحیح نہین تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گہر مین ہے منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب
کے اور مشتری نہین جانتا کہ اوس مین کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہے تیرے
ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اوسکو نجانتا ہو اسواسطے کہ جہالت ما فی البیت کم ہے جہالت ما فی الدار سے تو نہایت جہالت نہوئی جو مانع ہے
صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ستے سے اتنی مشکین خرید کرے کہ پانی کی مثلا خرید کریگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک معین ہے
تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکہال اور گہڑے کا اور یہہ استحسان ہے اور قیاس مین جائز نہین اگر اوسکی مقدار نہ معلوم ہوا اور یہہ قول
امام کا ہے اور ظاہر یہہ ہے کہ جواز پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اوس صورت مین شرط ہے جبکہ تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہین چنانچہ زید
نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پھر زید نے اوسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اوسکی
مقدار کو نجانتے ہون اور اسیطرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اوسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا
شخص یا بقدر اپنی راس المال کے یا بیچا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اوس ثمن کو نجانا یہانتک کہ جدا ہوگئے اور اگر اوسی مجلس مین علم
حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہے مع الخیار اور اگر کوئی چیز خرید کی سونے سے بوزن اوس پتھر کے تو جائز نہین ہوگی کہ پتھر کا وزن معلوم نہین اور اگر اوسکا
وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکہا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونون کو شامل ہے اسیواسطے
بزازیہ مین کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہہ گہر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خرید کیا اور دس سے مراد درہم اور
دنانیر اور فلوس سے خرید کرنیکا رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ مین سے کوئی چیز ذکر نکی تو گہر کو دنانیر پر اور کپڑے کو دراہم پر

کی ہمیون ہو منعقد ہوگی اور اگر اسکے سوا کوئی اور چیز سے خرید و فروخت کا رواج ہوگا تو اسپر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوئی تو
مقدار معین ہو جائیگا مبیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت مین شک پڑیگا تو بیع تمام نہوگی کذا فی المحیط عن المنتقی
مثلاً دو قسم کے ثمن ہین مصری اور دمشقی اور صحت بیع کیواسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہے چنانچہ درہم کا مصری ہونا یا دمشقی ہم مصنف اور صاحب
کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دے اور بائع
چاہیگا کہ عمدہ دے تو بیع مشروع ہونیکا فائدہ حاصل نہوگا مصنف نے وصف ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ وصف مبیع کی معرفت شرط نہین اور بدائع مین
مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہین بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اوسکی بیع جسکو نہین دیکھا
کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہو شی مین تو موجب ہوا وس شی کے حسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعة چنانچہ روپیہ
یا اشرفی کا کہرا ہونا یا کہوٹا ہونا غیر مشار الیہ لا یشترط ذلك فی مشار الیه لنفی الجهالة بالاشارة معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ
مین شرط ہے اور اوسمین یعنی شرط نہین جسکی طرف اشارہ ہوا بسبب دور ہونے نادانستگی کے اشارہ سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین
اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم لینے دینا بیع مین واجب ہی اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع باہمی کا باعث ہی تو تسلیم اور تسلم نہوسکیگا
اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اوسمین معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہین سو اگر بائع کہے کہ مین نے اس گیہون
کے ڈھیر کو ان درمون کے عوض جو تیرے ہاتھ مین ہین بیچا اور حالانکہ دراہم مذکور نظر آتے ہین پہر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہی اسواسطے کہ جہالت وصف
یعنی مقدار کی نادانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہین کذا فی النہر ما لم یکن ربویا قوبل بجنسه او سلما اتفاقا او راس مال
سلم مکیلا او موزونا خلافا لهما کما سیجیء تا وقتیکہ مشار الیہ ایسا مال ربا نہو جسکا مقابلہ ہوا اپنی ہم جنس سے یا سلم نہو باتفاق امام اور
صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہو اگر وہ مکیل یا موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم مین آویگا ہم پر جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ مین معرفت
مقدار شرط نہین یہ اوس صورت مین ہی جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہو چنانچہ گیہون کے ڈہیر کو دوسرے گیہون کے ڈہیر سے اشارہ
کرکے بدلنا بلا کیل اور وزن صحیح نہین بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈہیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہی
صحت بیع کا اور سلم مین اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہین دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین
کے نزدیک اشارہ اوسمین کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان مین کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او سلما اتفاقا کی کچھ حاجت نہ تہی
کہ اوسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام ہے راس المال مین نہ مسلم فیہ مین اسواسطے کہ مسلم فیہ کیطرف اشارہ نہین ہوسکتا کہ وہ اوسوقت موجود
نہین کیونکہ وہ مؤجل ہے فرع مسئلہ شارح کا لو کان الثمن فی صرة ولم یعرف ما فیها من جنسه جاز ویبقی خیار الکمیة لا
خیار الرویة لعدم ثبوته فی النقود فتح اگر ثمن تھیلی مین ہوا اور جو دراہم اوسمین ہین باہر سے معلوم نہوسکتے ہون تو بائع کو اوسمین اختیار
ہے اور اوسکو خیار الکمیة کہتے ہین نہ خیار الرویة اسواسطے کہ خیار الرویة نقود مین ثابت نہین کذا فی الفتح ہم طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق
مین عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقة مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکہا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہی کہ اگر کہا کہ مین اسکو خرید
کرتا ہون بعوض اس دراہم کی تھیلی کے پہر بائع نے اوسمین وہ دراہم پائے جو اوس شہر مین رائج نہین تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہی اسواسطے
کہ مطلق دراہم بیع مین نقد بلد کیطرف منصرف ہوتے ہین اور اگر اوسمین نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہین بخلاف اوسکے اگر اوسنے کہا
کہ مین نے خرید کیا بعوض اوسکے جو اس خم مین ہی پہر اون درمون کو دیکہا جو اوسمین ہین تو اوسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تھیلی مین
ہے اوسکی مقدار خارج سے معلوم ہوجاتی ہے اور خم مین خارج سے معلوم نہین ہوتی اور اس صورت مین اوسکو اختیار ہوگا اور اس خیار کو
خیار الکمیة کہتے ہین نہ خیار الرویة اسواسطے کہ نقود مین خیار الرویة ثابت نہین وصح بثمن حال وهو الاصل اور بیع صحیح ہی ثمن بلا مدت سے اور

یہی افضل ہے ھم حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف موجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہو مطلب اسکا یہہ ہے
کہ حلول مقتضای عقد ہے اور اجل یعنے مدت ثمن ثابت نہین ہوتی مگر شرط تاجیل سے ومؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح
ہے ثمن موجل سے جسکی مدت معلوم اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پہنچے ھم یعنے اوس ثمن موجل سے بیع صحیح نہین جسکی مدت مجہول ہے کہ باعث
نزاع ہے وجہ نزاع یہہ ہو کہ بائع مدت قریب مین تقاضا کریگا اور مشتری اوسکا انکار کریگا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہو ولو باع مؤجلا صرف
لشہر بہ یفتی اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کیطرف پہیری جاویگی اسیکا فتوی ہو کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول
لنافیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت مین اختلاف کیا تو اوسکا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم مین مثبت مدت کا
قول معتبر ہوگا ھم اختلاف مدت کی یہہ صورت کہ بائع کہتا ہو کہ مین نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہو کہ نہین مدت پر بیع واقع ہوئی ہو تو بائع ہی کا
قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع مین عدم تاجیل اصل ہے اور سلم مین مثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہے فساد سلم کا اسواسطے کہ سلم بلا مدت
کے صحیح نہین ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ تو کمتر مدت
کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃ فیہما للمشتری اور دونو صورتون مین یعنے اختلاف مدت اور مقدار مدت مین
مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کیواسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونون مختلف
ہون مدت کے گذر جانے مین بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی ویبطل الاجل
بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے ھم مدت کا فائدہ یہہ ہے کہ مدیون تجارت کرکے ثمن ادا کرے منفعت سے پہر جب مدت
مقرر کرنیوالا مر گیا تو اوسکا متروکہ ادای دین کیواسطے متعین ہوگیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع بحال ثم اجلہ
اجلا معلوما او مجہولا کنیروز وحصاد ودیاس صار مؤجلا بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پہر اوسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول جیسا کہ
نوروز یا کہیت کی کٹائی تو یہہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی الفتح اور ایک نسخہ مین بجای نوروز وغیرہ نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع فقال اعط کل شہر مائۃ فلیس بتاجیل
بزازیۃ بائع کے ہزار درم ہین مشتری پر بقیہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے مین سو درم دیا کر تو یہہ مدت معین کرنا نہین ہو کذا فی البزازیۃ
یعنے فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف ثمن جعلہ ربہ نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وہی کثیرۃ الوقوع
مشتری پر ہزار درم ثمن بیع کے ہین جنکی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یون کہکر کہ اگر کسی قسط مین خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا
ہو تو دونو کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے ھم حلبی نے کہا ان اخل حال ہے جعل کے فاعل کا بتقدیر قول کے
قلت ومما یکثر وقوعہ ما لو شری بقطع رائجة فکسدت بضرب جدید یلزمه قیمتها یوم البیع من الذهب لانه اذ لا یمکن للحکام الحکم
بمثلها للمنع السلطانی منها ولا یلزم قیمتها من الفضة الجدیدة لانها ما لم یغلب غشها فجیدها وردیئها سواء اجماعا اما ما غلب غشه
ففیه الخلاف کما سیجیء فی فصل القرض فتنبه وبه اجاب سعدی آفندی مین کہتا ہون اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہہ مسئلہ ہو کہ اگر چلن کے روپیون
سے خرید کیا پہر اونکا رواج موقوف ہوگیا دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو ان روپیون کی قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوا سے
اسکو اسواسطے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکمون کو ممکن نہین بسبب منع کردینے سلطان حال کے اونکو رواج سے اور اونکی قیمت نقرئی جدید
سے بھی مشتری ذمہ ی اسواسطے کہ جبتک چاندی کی کہوٹ غالب نہو گی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونون برابر ہین باجماع امام اور صاحبین کے
اور جس چاندی مین کہوٹ غالب ہوگی اوسمین امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل مین آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا
اس مسئلہ کا سعدی آفندی نے ھم طحطاوی نے کہا تعلیقہ غلبہ غش باب الصرف مین مذکور ہے نہ قرض مین اور قرض مین رواج اور کساد وہ مذکور ہے بلا قید غلبہ غش

وهذا اذا بيع بثمن دين فلو بعين فسد فتح اور یہہ یعنے صحت بیع بثمن مؤجل اوسوقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین
مؤجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح ہم ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہے اور
اوسکے دینے کا مثلاً دس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اوسکی ادا میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہے
وبخلاف جنسه ولم يجمعهما قدر لما فيه من ربا النساء كما سيجئ في بابه اور جبکہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونوں کو کیل و وزن شامل
نہو اسواسطے کہ اسمیں تاخیر کا بیاج ہی چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا میں آویگی ہم خلاصہ یہہ ہی کہ بیع بثمن مؤجل درستہی دو شرط سے ایک یہہ کہ ثمن منجملہ نقود
کے ہونہ منجملہ اعیان کے دوسری شرط یہہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو بشرطیکہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہوں چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت
مقرر کرکے صحیح ہے تو بیع نہر کی نہر سے یا من بھر گیہوں کی من بھر گیہوں سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہیں کہ بیاج ہے والاجل ابتداؤه
من وقت التسليم ولو فيه خيار فمذ سقوطه ... اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کیوقت سے ہو اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو
جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اوسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیة یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد سے ہے نہ بعد ایجاب اور قبول
کے ولو باع بثمن مؤجل الى سنة منكر لاجل سنة ثانية مذ تسليم لمنع البائع السلعة عن المشترى سنة الاجل المنكر
تحصيلا لفائدة التاجيل اور اگر کسی نے کوئی چیز ایک سال غیر معین کے ثمن مؤجل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت ہی تسلیم مبیع کیوقت سے ہوگی بسبب
روکنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت میں تاکہ مدت کا فائدہ حاصل ہو ہم خلاصہ یہہ ہے کہ مشتری نے ادای ثمن کیواسطے سال بھر کی مدت
بلا تعیین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب اور قبول کے بعد سال بھر تسلیم مبیع نکی تو تسلیم کے بعد دوسری سال سے اوسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری
مبیع میں تصرف کرکے ادای ثمن پر قادر ہو یہہ قول ہے امام کا خلافاً للصاحبين فلو معينة ولم يمنع البائع من التسليم لا اتفاقاً لان التقصير
منه تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نکیا ہو تو دوسری سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہوگی اسواسطے کہ ایسے مشتری کا قصور
ہے ہم اگر مشتری نے کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسیطرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر
یا رجب تک تسلیم مبیع نکی تو مشتری کیواسطے دوسری مدت بالاتفاق نہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری میں ہی کہ محل اختلاف
امام اور صاحبین در صورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہیں کیا تو ابتدای مدت عقد کیوقت سے ہی بالاجماع والثمن المسمى قدراً لا وصفاً
ينصرف مطلقه الى غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوى لانه المتعارف اور جس ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ وصف تو اوس
ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کیطرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہاں کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے
کہ جسکا رواج غالب ہی وہی متعارف ہی ہم یعنے مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہہ اطلاق اوس شہر کے نقد
غالب کیطرف راجع ہوگا جسمیں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کی شہر کیطرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہی تو مطلق اوسیطرف پہریگا اگرچہ اوس شہر
میں اور دراہم بھی موجود ہوں جنمیں معاملہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر میں ہے کذا فی النہر والطحطاوی مجمع الفتاوی میں لکہا
کہ ایک شخص نے بیع کی ایکمرتبہ اصفہان میں بعوض ... دانیر کے سوا وسنے قیمت نہ رہی یہانتک کہ مشتری بخارا میں ملا تو اوسکو ... عیار
اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہی وان اختلف النقود مالية كذهب شريفي ونبدقي فسد العقد مع
الاستواء في رواجها الا اذا بين في المجلس لزوال الجهالة اور اگر نقود شہر کے مختلف ہوں باعتبار مالیت کے جیسے شریفی
اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہو انکی رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اوسوقت فساد نہیں جبکہ مشتری بیان کردے ایک نقد کو اوسی مجلس میں بسبب
دور ہونے جہالت کے ہم بیع فاسد ہی بسبب جہالت کی جو باعث نزاع ہی اسواسطے کہ ایک دوسری سے اولے نہیں باعتبار رواج کے اور
اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ جہالت دفع ہوگئی قبل اوسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقد

کتاب البیوع ۱۷ جلد ۲

کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہی مشتری کو اختیار ہی جو چاہی ادا کرے اور اسیطرح اگر نقود مالیت اور رواج
دونون مین مختلف ہون یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہے باعتبار اوس نقد کے جو غالب الرواج ہی کذا
فی النہر وصح بیع الطعام هو فی عرف المتقدمین اسم للحنطة و دقیقها کیلاً و جزافاً مثلث الجیم معرب گزاف الجمازفة ۱۲ اور صحیح ہی
بیع طعام کی پیمانہ سے ناپ کر اور بطور تخمین اندازہ کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اوسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم گزاف
فارسی کا معرب ہی بمعنی مجازفت ہم کہتا ہی علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہی تخمین سی بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت
بیع مین عبارت ہی اٹکل سے الحاصل مصنف کے کلام مین طعام سے جمیع حبوب مراد ہین نہ فقط گیہون اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے
حبوب کی بیع اٹکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہوجانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ کی مین ہی سے منقول ہی کہ اٹکل کی بیع مین شرط
یہہ ہی کہ ممیز اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسه ولم یکن رأس مال سلم لشرطیة معرفته کما سیجی او کان بجنسه
وهو دون نصف صاع اذ لا ربوٰ فیه کما سیجی بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہی جبکہ بیع اوسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا
رأس المال نہوا سواسطے کہ رأس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع سے کمتر ہے
اسواسطے کہ نصف صاع سے کمتر مین بیاج نہین چنانچہ باب الربو مین آویگا ومن المجازفة البیع باناء و حجر لا یعرف قدرہ قیل فیهما وللمشتری
الخیار فیهما کذا فی النہر اور منجملہ تخمین ہی بیچنا اوس برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہی کذا فی النہر کہتا ہی نہر الفائق مین
کہا اسواسطے یہہ بیع جائز ہی کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت مین کیل
نہین اور شرط صحت یہہ ہی کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہی کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین
بسبب رواج کے جائز ہی اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمیع النوازل مین ثبوت خیار پر تصریح ہی اس صورت مین کہ خرید کرے اس پتھر
کے برابر سونے سے لیکن اور لائق یون ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بھی اختیار ثابت ہونا چاہئے وهذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر
التفتت فان احتملهما لم یجز کبیعه بقدر ما یملأ هذا البیت ولو قدر ما یملأ هذا الطست یجوز ہی اور یہہ حکم جب ہی کہ برتن
کی بڑی اور پتھر کے [illegible] سے نہ ... اوسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل نہوا اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز
نہوگی چنانچہ اوس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہہ کوٹھری بھر جائیگی اور اگر اوس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بھر دے تو جائز ہی کذا فی السراج وصح فی ما سمی
صاع فی بیع صبرة کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقة علیه ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہی بیع ہر ایک
چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہی اناج کے ڈھیر کی بیع مین اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری
پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین ہم کہتا ہی ایک ڈھیر ہی گیہون یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ مین نے تمکو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے
کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر ہی تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ مقدار مبیع اور ثمن معلوم المقدار
ہی اور بیع فی نفسہ متفاوت چیز نہین اور اسمین بہی زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈھیر کے صاع یا کے سیر کا ہی اور درم یا آنے
کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہوگیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہی کہ ایک صاع
مین بیع لازم ہی بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہی والله اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرره ۱۲ و سمی
جملة قدرها بلا خیار لو عند العقد و به لو بعدہ فی المجلس او بعده عندهما و به یفتی اور صحیح ہی بیع سب ڈھیر مین اگر
اوسکا پیمانہ ہوگیا ہو اوس مجلس مین بسبب دور ہوجانے مفسد کے قبل اوسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاء مجلس زائل ہوگئی یا بائع نے اوس
ڈھیر کے قفیز بیان کردئے تو بیع صحیح ہوگی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس مین ہوا تو بیع باختیار مشتری

ہو گی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہو گی اور اسیکا فتوی ہی ہم کہتا ہی تفسیر اکیا ہمارا یہی شرح ملتقی مین ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوے اس نظر سے نہین کہ امام کی دلیل ضعیف ہی بلکہ اس نظر سے ہی تا خلق اللہ پر آسانی ہو فَاِنْ رَضِیَ ھَل یَلزَمُ البَیعُ بِلَا رِضیً مِنَ البَائِعِ الظَّاھِرُ نَعَم کُھو پہر درصورت خیار اگر مشتری راضی ہوجائے تو کیا بیع لازم ہو گی بلا رضامندی بائع کے ظاہرا جواب یہہ ہی کہ ہان بیع لازم ہو گی کذا فی النہر یہان تک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کری تو اوسکا فسخ معتبر نہوگا اور مشتری سب ڈہیر کو لیگا کذا فی النہر ایضا وفسد فی الکل فی بیع ثلۃ بقیح فتشدید قَطِیعُ الغنم وثوب کل شاۃ ودراع لف ونشر بکذا اور تمام مین بیع فاسد ہی یعنی بکری کی ریوڑ اور کپڑی کی بیع مین اسطرح کہ ہر بکری عوض اتنی کے ہی اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلہ بفتح ثا مثلثہ وتشدید لام عبارت ہی گلہ غنم سے اور شاۃ اور ذراع مین لف نشر مرتب ہی ہم کہتا ہی یعنی بائع نے بہیر بکریون کے طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسمین سے ہر بہیڑ یا بکری ایک روپیہ کو ہی یا کپڑہ کی تہان کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہی تو بالکل فاسد ہی تمام افراد مین امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد یہان مختلف ہین تو قیمت سب پر برابر منقسم نہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تعیین مین بائع چاہیگا کہ مشتری چہوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہون کے ڈہیر کے کہ وہان ایک صاع یا ایکسیر کی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ گیہون کے افراد یعنی اوسکے دانون مین تفاوت نہین یکسان حال ہی مصنف نے کپڑی مین مومی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن محشی نے جامع صغیر مین مضرت تبعیض کی قید لگائی ہی یعنی جس کپڑی کے ٹکڑی ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اسمین بیع مذکور صحیح نہین تو اگر جس تہان سے گز دو گز اوترا موجب نقصان نہو تو چاہیی کہ امام کے نزدیک اسمین ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے گیہون کے ڈہیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہی کذا فی البحر عن غایۃ البیان وَاِنْ عَلِمَ عَدَدُ الغَنَمِ فِی المَجلِسِ لَمْ یَنقَلِبْ صَحِیحًا عِندَہٗ عَلَی الاَصَحِّ اور اگر بہیڑ بکری کا شمار مجلس مین معلوم ہوجائے تو بیع منقلب بصحت نہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے ہم کہتا ہی یعنی بعد عقد کے مجلس مین شمار معلوم ہونے سے صحیح نہوگی وَلَو رَضِیَا بِالعَقدِ بِالتَّعَاطِی ھُوَ نَظِیرُ البَیعِ بِالرَّقمِ فِیھِمَا اور اگر بائع اور مشتری راضی ہوجائین بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور نہ منعقد ہوگی اوسکے بیع بالرقم ہی کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہوجاتی ہی کذا فی السراج ہم رقم کے معنی نقش کہتی ہین جسکو ہندی مین آنک کہتی ہین اور سراجیہ مین ہی بیع بالرقم یہہ کہ بائع کہی کہ مین نے یہہ کپڑا اوسکی رقم کے موافق یعنی جو ثمن کہ کپڑے پر لکہا ہی اور مشتری کو وہ معلوم نہین ہو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکہیگا تو بیع فاسد ہی اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھیگا اور بیع کو پسند رکہے گا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فساد متوکد ہوجائیگا اور بعد اوسکے منقلب بجواز نہوگا انتہے کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر مین ہی کہ بیع بالرقم فاسد ہی اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب عقد مین متمکن ہو گئی ہی مترجم کہتا ہی کہ معلوم نہین کہ ثمن کیا ہی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر مجلس مین ثمن معلوم ہوجائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہے طحطاوی نے کہا یہہ منافی ہی فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ بیع التعاطی مین یہہ ضرور ہی کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر ہو گی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی مگر یہہ کہ اسپر انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے وَکَذَا الحُکمُ فِی کُلِّ مَعدُودٍ مُتَفَاوِتٍ کَالاِبِلِ وَالعَبِیدِ وَالبِطِّیخِ وَکَذَا کُلُّ مَا فِی تَبعِیضِہٖ ضَرَرٌ کَمَصُوغٍ وَاَوَانِی بَدَائِعُ اور اسیطرح غنم اور ثوب کا حکم ہی ہر معدود مختلف مین چنانچہ اونٹ اور غلامون اور خربوزون مین اور اسیطرح جس چیز کے ٹکڑی کرنے مین ضرر ہو چنانچہ ڈہلے برتن کذا فی البدائع وَلَو سَمّٰی عَدَدَ الغَنَمِ وَالذِّرَاعِ اَو جُملَۃَ الثَّمَنِ صَحَّ اِتِّفَاقًا اور اگر بائع نے بہیڑ بکریون کی گنتی اور کپڑون کے گز ون کا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل مین بیع صحیح ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے مترجم کہتا ہی یہہ تسمیہ مفروض ہی قبل عقد کے یا متصل عقد مین اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہین وہان تسمیہ مفروض ہی بعد عقد کے تو دونون صورتون مین کچہہ تناقض نہ ہوا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والضابطۃ لکلمۃ کل اِن دخلت الافراد اِن لم تعلم نہایتھا فَاِن لم یتعلق بھا لہٗ فلا استغراق کیمین بی تعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہہ ہی کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو اگر عدم علم جہالت کا باعث نہو تو وہان لفظ کل استغراق کے واسطے ہی یعنی جمیع افراد مراد ہونگی چنانچہ یمین اور تعلیق ہم کہتا ہی طحطاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت

مراد ہی جو موجب نزاع نہو شاید کو یون کہنا مناسب تہا کہ بجای یہین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود یمین ہی تعلیق کی یہہ مثال ہی کہ کل امراۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی وکلما اکلت اللحم فعلی درہم اور ہر بار کہ مین گوشت کہاؤن تو مجہہ پر ایک درہم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمہ پر درہم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہہ ہی کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر پہنچی مین ایکدرہم دیا کر سو اگر دونے ایک پہنچی سے زیادہ دیئے تو آمر پر وہ لازم ہونگے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ واقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہی تو اگر افراد کی نہایت مجلس مین نہ معلوم ہو تو وہان لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارہ اور ضمانت اور اقرار مین ہم کہتا ہوا اجارہ کی مثال یہہ ہی کہ مین نے اجارہ دیا اپنا گہر کل شہر عوض اتنے کے تو اوسپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہہ ہی کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اوسپر ایک مہینے یا ایکدن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہہ ہی کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری مجہپر کل درہم ہین تو ایکدرہم لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والا فان تفاوتت کالاقراد کالغنم لم یصح فی شیء عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت مین متفاوت ہون چنانچہ غنم تو کسی چیز مین امام کے نزدیک بیع صحیح نہین نہ ایک فرد مین نہ سب افراد مین والا صح فی واحد عندہ کالصبرۃ اور اگر افراد مین تفاوت نہو تو ایک صاع یا ایک سیر مین امام کے نزدیک بیع صحیح ہی چنانچہ گیہون جو کے ڈہیر مین وصححاہ فیہما فی الکل مجبرا اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہی دونون مین یعنی سب غنم اور سب ڈہیر مین کذا فی البحر ہم کہتا ہی صاحبین اور شافعی کی یہہ دلیل ہی کہ بیع معلوم ہو چکی اشارہ کے سبب سے اور جہالت ثمن کی شمار کرنے غنم سے اور ناپ کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہی تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہو وفی النہر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرہان والقہستانی عن المحیط وغیرہا وبقولہما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق مین عیون سے اور شرنبلالیہ مین برہان سے اور قہستانی مین محیط وغیرہ سے منقول ہی کہ اسمین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انہا مائۃ قفیز بمائۃ درہم وہی اقل او اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل وموزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈہیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہی سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہی یا زیادہ ہی تو مشتری کم کو لے اوسکے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہے یعنی مثلا اگر ساٹہہ قفیز گیہون ہون تو ساٹہہ درم کو لے یا چاہے بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہی ہر ایک اوس کیلی یا وزنی چیز مین جسکے پارہ پارہ ہونے مین ضرر نہین ہم کہتا ہی ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا کہ اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بہر ہی پہر وہ وزن مین مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اوسکا مالک ہی یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اوس چیز مین جسکو تبعیض مضر ہی وصف ہی جیسے ذراع کپڑے مین وصف ہی کذا فی الطحطاوی وما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈہیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہی بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنی بیع تو سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہین تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع مثلہ علی انہ مائۃ ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرور اور اخذ الاکثر بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر ولو وصف لا یقابلہ شیء من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ ذرع مثلا سو گز ہی سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سو کے لیگا یا ترک کریگا مگر جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اوسکو دیکہہ لیا تو اوسکو ترک بیع مین خیار نرہیگا بسبب منتفی ہو جانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لیگا بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہی بسبب معیب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہین اور وصف کے مقابلہ مین ثمن کچہہ نہین ہی ہم کہتا ہی توضیح اسکی یہہ ہی کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہی مثلا پہر وہ ساٹہہ یا اسی گز نکلی یا ایکسو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر مین خیار ہی چاہے ساٹہہ یا اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دیکر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایکسو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا

بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اوسمین کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروعین ذراع وصف ہے اور کیلی
اور موزون مین کیل اور وزن وصف نہین نہر الفائق مین ہے کہ اصطلاح فقہ مین وصف شی اوس سے عبارت ہے جو تابع ہو شی کا اور منفصل نہو اوس سے جب
اوسمین حاصل ہو تو اوسکی خوبی کو زیادہ کردے چنانچہ گز ذراع وصف ہے کپڑے مین اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اوسمین
سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ بکیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہین اور دس گز کافی ہے لہذا بعضون نے وصف کی یون تعریف کی ہے کہ وصف
وہ ہے جو تبعیض سے معیوب ہوجائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہے اور جو ایسا نہو وہ اصل ہے انتہے تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب مین اوصاف زائدہ کی مانند
ہے جسکی مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوتا چنانچہ گیہون وغیرہ مین منقسم ہوتا ہے الا انہ اکان مقصوداً بالتناول کما افادہ
بقوله وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرهم اخذ الاقل بحصته لصیرورته اصلا بافراده بذکر الثمن او ترکه لتفریق الصفقة
مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اوسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اوسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع مین کہا کہ ہر گز
بعوض درم کے ہے تو مشتری کم کو اوسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہان اصل ہوگیا بسبب اوسکے علیحدہ کردینے کے ثمن کے ذکر
کردینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے مترجم کہتا ہے یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم ثمن مقرر کیا
اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دیکر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اوسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع
ہوگیا وکذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرهم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد اور اسیطرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا
چاہے فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو مترجم کہتا ہے چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے خرید کرنے مین مشتری کو اختیار ہوا تا التزام مالا یلزم لازم نہ آوے
وفسد بیع عشرة اذرع من مائة ذراع من دار او حمام وصحّحاه وان لم یسمّ جملتها علی الصحیح لان ازالتها بیدهما اور فاسد ہے بیع
دس گز کی گھر یا حمام کی سو گزون مین سے اور صاحبین نے اوسکو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزون کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا
عاقدین کے ہاتھ مین ہے مترجم کہتا ہے فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہہ ہے کہ ذراع حقیقت مین اوس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہین خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے
کا سو وہ حقیقی معنی یہان مقصود نہین مجازاً یہان ذراع سے زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہین ہوسکتا مگر
معین اور مشخص ہوکر اسواسطے کہ اپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے تو اس صورت مین دس گز غیر معلوم ٹھیرے کہ گھر یا حمام کے کس حصے سے مراد
ہین تو یہہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کہیگا کہ مین دس گز فلانے طرف سے دونگا مشتری کہے گا نہین مین فلانے طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر
عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہین تو اوسکا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اوسکی جہالت باعث نزاع نہین اس واسطے کہ وہ دس حصے کا مالک ہوچکا اور ایکا شریک
ہے تمام گھر مین بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا بائع اور مشتری کے اختیار مین ہے
ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو ذکر کرے یا نکرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع کو ذکر کیا تا قول اصح صحیح ہو
اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی لا یفسد بیع عشرة اسهم من مائة سهم
اتفاقا لشیوع السهم لا الذراع فاسد نہین بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے
کیونکہ سہم امر عقلی ہے تو محل کا مقتضی نہین اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان بعینه
وینبغی انقلابه صحیحا لو فی المجلس ولو بعده فبیع بالتعاطی نہر باقی رہی یہہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہوجائین گزون کی تعیین پر ایک مکان
تمام مین تو اسکو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور لائق یہہ ہے کہ بیع منقلب بصحت ہوجائے اگر تعیین مجلس عقد مین ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی
ہوگی کذا فی النہر اشتری عدلا من قیمی ثیابا او غنما جوهرا علی انه کذا فنقص او زاد فسد البیع خرید کیے چند عدد قیمت والی چیزین خواہ
کپڑے ہون یا بھیڑ بکری کذا فی الجوہرہ اس شرط پر خریدے ہوئے کہ اتنے ہین پھر کم نکلے یا زیادہ ہوے تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے مترجم کہتا ہے مثلاً تھان

یعنی جو لازم نہین اوسکو لازم کرلینا ... [illegible]

دس تھان کی گٹھری خریدی بیس روپیہ کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تھان پائے یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اسواسطے کہ نقصان کی صورت
میں ثمن مجہول ہے کیونکہ ثمن کے اجزا قیمت والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جسکو بیس روپیوں سے
کم کر دیجیے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور درصورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے
کی حاجت ہوگی تو اسمیں نزاع واقع ہوگا مشتری نکمے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری ارضا علی ان
فیہا کذا نخلا مثمرا فاذا واحدۃ فیہا لا تثمر فسدت بحر اور اگر ایک زمین خریدی کہ اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کھجور کے درخت پھلنے والے ہیں سوا ایک
غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد ہے کذا فی البحر یعنی فاسد ہے ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں درصورت کمی وجہ اسکی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلا من الثیاب
او غنما واستثنی واحدا بغیر عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیہ چنانچہ کپڑوں کی گٹھری یا چند بکریاں بیچیں اور ان میں سے ایک کپڑا یا ایک
بکری بلا تعیین ٹھہرا لی تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کر لی تو بیع جائز ہے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت استثناء غیر معین بیع فاسد
ہے جہالت کے سبب سے مشتری ادنے کے دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اعلی لینے کا قصد رکھیگا اور درصورت تعیین یہہ جہالت نہیں ولو بین ثمن کل من القیمی
بان قال کل ثوب منہ بکذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا
یعنی اسطرح کہا کہ اس گٹھری میں سے ہر تھان کی یہہ قیمت ہے اور ایک تھان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خرید اور عدم
خرید میں مختار رہیگا بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہے مسئلہ سابقہ میں مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی میں جہالت طاری ہوئی اور یہاں ہر تھان کا
جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت نہوئی مثلاً دس تھان بیچے بیس روپیہ کو اسطرح کہ ہر تھان کے دو دو روپیہ ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھان نکلینگے تو اسکا
ثمن اٹھارہ روپیہ ہوگا ایک تھان کے دو روپیہ کم ہو جائینگے وان زاد ثوب فسد لجہالۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلاً دس تھان کی
شرط میں گیارہ تھان نکلے تو بیع فاسد ہوگی بسبب جہالت مزید کے ہم کہتا ہے درصورت زیادتی جہالت ثمن نہیں بلکہ جہالت مبیع ہے یعنی دس تھان مبیع کی تعیین
میں نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھان کو مشتری مبیعہ میں داخل کریگا اور بائع برعکس اسکے ولو رد الزائد او عزلہ
ھل یحل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا یا اسکو جدا رکھدیا تو کیا باقی اسکو حلال ہیں اسمیں اختلاف ہے ہم کہتا ہے بزازیہ میں ہے کہ
گٹھری خریدی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کپڑے ہیں پھر اسکو زائد پایا اور بائع غائب ہے تو زائد کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال میں لاوے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک
ہو گیا انتہی اور گویا یہہ استحسان ہے ورنہ البیع فاسد ہے جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ اور قنیہ میں مصرح ہے کہ محمد کا یہہ استحسان ہے کہ اسمیں سے ایک کپڑا جدا کر کے
باقی استعمال میں لاوے اور اسمیں قبل اسکے یہہ ہے کہ ایک شی خرید کی سو اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے تو باقی حلال ہے مثلیات میں اور قیمت والی چیزیں حلال نہیں
تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نکرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جسمیں بخل جاری نہو تو اسوقت میں اسکو جدا کر رکھے انتہی کذا فی البحر اور نہر الفائق میں ہے کہ یہہ جو
علمائے نے کہا کہ وہ مالک ہوگیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہے اور خانیہ میں ہے کہ گٹھری خرید کی جسمیں بیس تھان ہیں ہر تھان عوض اتنے کے پھر اسکو
زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو علمانے کہا ہے کہ مشتری اسمیں سے ایک تھان کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہہ استحسان
محمد کا بنظر مشتری کے ہے انتہے کذا فی النہر اور ظاہر یہہ ترجیح ہے کل علما کے نزدیک جدا کر دینے کیوقت بائع کے غائب ہونے میں اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی
تو حلت ما بقی ظاہر امر ہے کذا فی الطحطاوی ولو اشتری ثوبا متفاوت الجوانب فلو لم یتفاوت ککرباس لم یحل لہ الزیادۃ ان لم یضرہ القطع وجاز
بیع ذراع منہ ... خرید کیا کپڑا جسکے جوانب متفاوت ہیں تو اگر جوانب اسکے متفاوت نہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ
لینا حلال نہیں اگر اسکو پھاڑ لینا ضرر نکرتا ہو اور بیع ایک گز کی دس میں سے جائز ہے کذا فی النہر ہم کہتا ہے زاہد عتابی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے
فرمایا کہ یہہ یعنی حلت زیادتی کم از ذراع اور کپڑے میں ہے جو قطع سے معیوب ہو جاتا ہو چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عمامہ اور ... اور اگر کرباس یعنی
تھان ہو جسکو قطع مضر نہیں اور مشتری نے خرید کیا بشرط دس گز ہونیکے پھر اسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اسکے لیے مسلم نہیں بلکہ اسکو بائع کو پھیر دے چنانچہ تکملات

اور معدودات میں پھیرنا لازم ہوا انتہی شلبی نے کہا مشائخ نے کہا ہو کہ اگر ایک گز اس کرباس سے بیچے تو جائز ہو بخلاف بیع نفیر کے ڈھیر سے اسواسطے کہ قطع اور تبعیض کپڑے کو مضر نہیں کذا فی الطحطاوی علی انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرھم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ وزیادۃ نصف بلا خیار لانہ نفع واخذہ بتسعۃ فی تسعۃ ونصف بخیار لتفرق الصفقۃ وقال محمد یاخذ فی الاول بعشرۃ ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعۃ ونصف بہ وھو اعدل الاقوال بحر واقرہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القہستانی وغیرہ قول الامام وعلیہ المتون فعلیہ الفتوی یعنی مختلف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے تھان خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز عوض درم کے تو مشتری اوسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اوسکو نافع تر ہوا اور اسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چاہے نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اوسکو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہو کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتوی ہے ھ امام کی دلیل یہ ہو کہ ذراع وصف ہو اصل میں اور حکم اصل کا ثبوت لیتا ہو جب شرط پائی جائے سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی اصالت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرور اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدیر میں ہو کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہوا اور ذخیرہ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہو طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہو اسواسطے کہ گاہ فتوے قول صحیح پر ہوتا ہے نہ اصح پر یا گاہ غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہو آسانی کیواسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہو اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب

فصل فیما یدخل فی البیع تبعا وما لا یدخل یہ فصل ہے بیچ میں جو بیع یعنی مبیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہے اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا ہے ات مسائل ھذا الفصل مبنیۃ علی قاعدتین احدھما ما افادہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما ھو متناول اسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہو کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدوں پر ہو ایک قاعدہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر میں ہو از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہو عرف میں وہ مبیع میں داخل ہو بدون ذکر کیے ھ شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہو نہ بطریق قید کے اور اسیطرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعمیم کے طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج میں اسم مبیع کو شامل ہو جیسے گھر کو عمارت شامل ہے وہ بدون ذکر کے مبیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہی اسواسطے کہ گھر عبارت ہو زمین اور عمارت سے وذکر الثانیۃ بقولہ او متصلا بہ تبعا لھا دخل فی بیعھا یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار وھو ما وضع لا لان یفصلہ البائع دخل تبعا وما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اوس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہو گھر کے تابع ہوکر یعنی جو متصل ہو بیع سے باتصال قرار یعنی جو اسواسطے نہ رکھی گئی ہو کہ بائع اوسکو اوکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہو بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جسکا ایک سرا زمین میں گڑا ہو وما لم یکن من القسمین فان من حقوقہ ومرافقہ دخل بذکرھا والا لا اور جو دونوں قسموں میں نہو یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہوگی ھ شارح نے قواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کیے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کی طرح تین قاعدے مذکور کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفا وہ مبیع میں بلا ذکر صریح داخل ہو دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہو مبیع کا اور بیع میں بلا ذکر داخل ہو تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں قسموں میں نہو تو اگر حقوق اور مرافق مبیع میں ہو تو بذکر حقوق یا مرافق داخل ہوگا والا نہیں کذا فی الطحطاوی

فیدخل البناء والمفاتیح المتصلۃ اغلاقہا کضبۃ وکیلون ولوصین فیہا یتی لا یتصل لہا دم اتصالہ والسلّم المتصل والسریر والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا مبنیا والبکرۃ لا الدلو والحبل الا بیع قبل مرافقہا او ہیوبہا ای الدار تو گھر کی بیع مین عمارت داخل ہی اور وہ کنجیان جو اپنے اغلاق سے متصل ہین گا ہ جسیدا نہین ہوتین چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہون نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور گھر کی بیع مین داخل ہی نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین مین گڑا اور جما ہی اور چکی اگر اسکا نیچے کا پاٹ زمین مین گڑا ہوا اور کنوئین کی گھرنی داخل اور نہ ڈول اور رسی داخل نہین جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نکہے۔ مترجم اغلاق جمع ہی غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی مین کلیدانہ اور بند در کہتی ہین یعنی آلہ حدید جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کہولنے اور بند کرنیکے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کہنکا کہتے ہین اور بعضے چلمن اور عربی مین اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہین فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر زینہ لکڑی کا ایکطرف زمین مین گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع مین داخل ہی اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہی آور تاتارخانیہ مین ہی کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہون وہ گھر کی بیع مین داخل ہین اور فتح القدیر مین ہی کہ چکی کا نیچے کا پتہر جو زمین مین گڑا ہی بطور قیاس کے اور اوپر کا پتہر بطور استحسان کے بیع مین داخل ہے لیکن دیار مصر مین نیچے کا پتہر زمین مین نہین جماتے بلکہ دونون پتہر منتقل اور متحول رہتے ہین تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہی نہ وہ ڈول اور رسی جو اوس پر معلق ہی انتہی اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمین را نگا اور لکڑیان نکلین تو اگر وہ بمنزلہ عمارت مین استحکام کیواسطے چنانچہ لکڑی کی مجوسی تو اونکا مالک مشتری ہی اور اگر بطور ودیعت کے ہون تو بائع اوسکا مالک ہی آور ذخیرہ مین ہی کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو جیسا بازارون مین ہوتا ہی تو داخل بیع نہوگا مگر بذکر مرافق انتہی وکذا بستانہا او رباغیچہ گھر کی بیع مین خانہ باغ داخل ہی مترجم فتح القدیر مین ہی کہ وہ خانہ باغ مراد ہی جو گھر کے اندر ہی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہی تو ابوسلیمان کے نزدیک داخل بیع نہین اگرچہ اوسکا دروازہ گھر مین ہو اور فقیہ ابوجعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازہ سے چھوٹا ہو اور کہولنے کیوجہ گھر کے جانب ہو تو داخل ہی اور اگر اوسکا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہین انتہی واما البیوت الکائنۃ فی الدار فتدخل فیہ کما سیجیء فی باب الاستحقاق اور وہ کوٹھریان جو گھر مین ہی سو گھر کی بیع مین داخل ہی کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق مین آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین نہ کاسے مترجم دہوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالین کے نقارا مع تپائی کی بہور اور مٹکے اور دہوبیون کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہین وہ صنعت کی بیع مین داخل نہین اگرچہ بیع بحقوق اور مرافق ہوئی ہو مین کہتا ہون کہ لائق یون ہی کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیاء مذکورہ داخل ہون کذا فی فتح القدیر و فی الحمایۃ کا فیہ ان شراہ من المزارعین واہل القری لا من الحضریین اور گدہی کی بیع مین اوسکا پالان داخل ہی اگر گدہی کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والون سے خرید کیا ہو اور اگر گدہی والون سے یعنی جو گدہے بیچنے کی تجارت کرتے ہون ان سے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہوگا طحطاوی نے لکہا شاید اسکی وجہ یہ ہی کہ سوداگرون کی عادت یہہ ہی کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہین و تدخل فی لاذۃ عرفا اور گدہی کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہی باعتبار رواج کے مترجم جو رسی کہ گدہی کے گلے مین بندہی ہی وہ حمار کی بیع مین داخل ہی عرف مین لیکن جہان اسکا رواج نہین وہان داخل نہین اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندہی ہی اور جہول بدون شرط کے داخل بیع نہین کذا فی العالمگیریہ اور گہوڑے کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین فقط نکیل داخل ہی اور کسی کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین کہ گہوڑا بکے اور اوسپر زین ہو بعضون نے کہا کہ زین داخل ہی بلا تنصیص یا بحکم عرف کذا فی فتح القدیر ویدخل ولد البقرۃ الرضیع وفی الاتان لا رضیعا او لا بعلہ لیفنی اور گائے کا دودہ پیتا بچہ گائے کی بیع مین داخل ہی اور گدہی کی بیع مین اوس کا بچہ داخل نہین خواہ دودہ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسیکا فتوی ہے مترجم وجہ اسکی یہہ ہی کہ گائے کا دودہ بغیر بچے کے حاصل نہین ہوسکتا بدون اسکے بچے کے اور گدہی کا دودہ حلال نہین جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہی اور ان ہونیکا مدار عرف پر ہی ویدخل ثیاب عبد وجاریۃ ای کسوۃ مثلہما یعطیہما اہلہ او غیرہا اور غلام اور لونڈی کے کپڑے اونکے بیع

ہین داخل ہین یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہین بائع کو اختیار رہے کہ اونکو وہی لباس دے جو اونکے بدن پر ہے یا سوای اُسکے ھ اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے
ہوں تو داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریۃ لا حلیتہا الا ان سلمہا او قبضہا وسکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع
نہین مگر اسطرح کہ بائع اُسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اوسپر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صیرفیہ مین ہے ف و
یدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر قید فی المسئلتین فبالذکر اولی مثمرۃ کانت او لا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہا علی
شرف القطع فتح اور داخل ہین درخت زمین کی بیع مین بلا شرط بیع اُسی کے خواہ بار آور ہون یا نہون چھوٹے ہون یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع
نہین اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہوتا ہے کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر
دونون مسئلون مین قید ہے یعنی گھر کی بیع مین عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع مین اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہین تو اگر عمارت اور شجر کا
ذکر کیا تو بطریق اولے داخل ہونگے اذا کانت متصلۃ بہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیع مین اوسوقت داخل ہین جبکہ وہ زمین
مین پیوستہ ہون قرار اور دوام کے واسطے مثل عمارت کے فلو فیہا حطب او مقلع من الربع ان من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض
لا الا بالتنصیص علیہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین مین ایسے چھوٹے درخت ہون جو فصل ربیع مین اوکھاڑے جاتے ہون سو اگر جڑ سے
اوکھاڑے جاتے ہون تو زمین کی بیع مین وہ بھی داخل ہین اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہون تو بدون شرط کے داخل نہین اور پورا اسکا بیان شرح
وہبانیہ مین ہے ھ علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین یون مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع مین اور نیشکر داخل نہین کہ بجای زراعت ہے
اور گلاب اور یاسمن اور چنبیلی کے پہول بلا ذکر داخل نہین کہ بجای اثمار کے ہین اور انکے اصول داخل ہین اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہین اور روئی اور کسم
بجای اثمار داخل نہین اور انکی جڑون مین دخول اور عدم دخول کے دو قول ہین اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ قول صحیح یہہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہین
اور ... نے کہا کہ بیگن کی جڑ داخل نہین اور گندنا وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہے وہ داخل نہین اور گاجر اور پیاز اور شلجم رسیدہ بائع کا ہے خواہ
ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہین تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہین اور اسکے اصول مین محمد سے دو روایتین ہین اور جو سبا اور ریحان اور جوار کا
حکم ... کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ شری کرما دخل الوثائق المشدودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض وکذا
الاخشاب المدفونۃ فی الارض اللتی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل بزرکانیۃ الکرم اور قنیہ مین ہے خرید کیا انگور
کے درختون کو تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تھونیان جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہین
جن پر انگور کی شاخین پھیلتی ہین جنکا نام ارض خلیل ہے ... الکرم ہے ھ وثائق جمع ہے وثیقہ کی یعنی رسیہ ... کی رسی اور بعضے نسخون مین بجای اہل
اوتار ہے جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیان جو گھر کے ستونون مین تانی جاتی ہین کپڑے لٹکانے کو جنکو بعض اہل ہند الگنی کہتے ہین یہان مراد وہ رسیان ہین جن پر
انگور کی شاخین پھیلتی ہین ھ وفی النھر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شئ من الثمن لکونہ کالوصف وذکر المصنف فی باب الاستحقاق
قبیل السلم اور نہر الفائق مین ہے کہ جو چیز بیع مین بالتبع داخل ہو اوسکے مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف کی مانند ہے اور مصنف نے اسکو
باب الاستحقاق مین باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے ھ نہر الفائق مین کہا ولہذا قنیہ مین ہے کہ ایک گھر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی
اسواسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدیر مین ہے جیسے بیع مین اشیا داخل ہوتی ہین بلا تسمیہ بالتبع اسیطرح بیع سے چند چیزین بلا تسمیہ خارج ہو جاتی ہین چنانچہ قریہ
کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہوجاتی ہین خلاصہ مین ہے قریہ بیچا جسمین مسجد ہے اور اسکو مستثنا کر دیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہے یا نہین
اختلاف مشائخ ہے اور اسیطرح جبانہ کا حکم ہے اور قبرستان مین ذکر حدود ضرور ہے مگر یہہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہو انتہی ما فی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع
الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہین زراعت زمین کی بیع مین بدون نام لینے
زراعت کے مگر جبکہ کھیت جما ہو اور اوسکی کچھ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح مین کذا فی شرح المجمع ھ زراعت اسواسطے بیع ارض مین

نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل بالاتصال قرار نہین بلکہ اوسکا اتصال فصل کے واسطے ہی یعنی آدمی نے اوسکو بہ نیت قطع بویا ہی تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی
فتاوی عالمگیری مین ہی کہ مالک نے زمین مین بیج ڈالا پہر زمین کو بیچا اگنے سے پہلے تو بیج بیع مین داخل نہین اسواسطے کہ جبتک بیج نہین جما تو اوسپر تابع ہونا ثابت
نہین اور اگر جما ہی اور بیچے قیمت ہی تو صواب یہہ ہی کہ داخل ہی چنانچہ ظہیریہ مین ہے انتہے اور دریافت قیمت کا یہہ طریقہ ہی کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت
کے اور پہر قیمت کی جاوے مع زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہی کذا فی فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین
کی قیمت بلا زراعت سو درم ہون مثلاً اور زراعت سمیت ایکسو دس درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت
ہر صورت سو درم ہون تو زراعت بلا قیمت ہی ولا الثمر فی بیع الشجر بلا الشرط عبر ههنا بالشرط وثمه بالتسمیة لیفید ان
لا فرق وان هذا الشرط غیر مفسد وخصه بالثمر اتباعا لقوله صلی الله علیه وسلم الثمرة للبائع الا ان یشترطه
المبتاع اور نہ پہل داخل ہی درخت کی بیع مین بدون شرط کرلینے مشتری کے مصنف نے یہان یعنی دخول ثمر مین شرط کر تعبیر کی اور وہان یعنی دخول زراعت
مین تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ مین کچہہ فرق نہین اور تا معلوم ہو کہ یہہ شرط مفسد بیع نہین اور باوجودیکہ دونون لفظین یعنی لفظ شرط کو ثمر کے ساتہہ
خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری اوسکو شرط کرلے مصنف نے شجر کو مطلق رکہا تو ہر شجر
ثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہی کہ مادہ کہجور کی غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کہجور کا شگوفہ اوسمین ڈالا جاوے کہ اس
طریق سے خوب پہل آتا ہی دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہی جو امام محمد نے اصل مین روایت کی کہ من اشتری ارضا فیها نخل فالثمرة للبائع الا ان یشترط المبتاع
یعنی جو کوئی ایسی زمین خرید کرے جسمین کہجور کے درخت ہین تو پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری شرط کرلے یہہ حدیث مطلق ہی اسمین تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہین
اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کہجور کے پہل مین تابیر شرط ہی یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پہل کا بائع مالک ہی اور نہین تو مشتری مالک ہی اسواسطے کہ صحاح
ستہ مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع مروی ہی کہ من باع نخلا مؤبرة فالثمرة للبائع الا ان یشترط المبتاع کہ جسنے کہجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہوچکی
ہی تو پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری شرط کرلے حنفیہ کہتے ہین اس حدیث سے صریحاً یہہ ثابت نہین ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پہل کا مالک نہین اور مفہوم
صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہین کما فی الاصول تو حدیث اولی اپنے اطلاق پر باقی ہی اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اوس
حدیث کی تصحیح پر دلیل ہی واللہ تعالی اعلم ویؤمر البائع بقطعهما ای الزرع والثمر وتسلیم المبیع ای الارض والشجر عند وجوب تسلیمهما فلو لم ینقد
الثمن لم یؤمر به نهایه اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونون کے قطع کرلینے کا یعنی زراعت اور پہل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ
ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد نہ دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہوگا کذا فی النہایہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہین
ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خرید کرنا تین صورت سے خالی نہین ایک صورت یہہ ہی کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کہودنے اور اوکہاڑ لینے کیواسطے
تو مشتری کو اوسکے کہود لینے کا حکم ہوگا اور اوسکو اختیار ہی کہ جڑون سمیت کہودلے کیونکہ جڑ بہی بیع مین داخل ہی لیکن کہودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور
یہہ جائز نہین کہ جڑ کی باریک باریک ریشیون تک کہودتا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع مین بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت
دیوار کے قریب ہو یا اسیطرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے
درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہی اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اب شاخین نکلین گی انکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہہ ہی کہ درخت
خرید کیا اسی شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم نہوگا اور اگر کہود لیگا تو اوسکو اختیار ہی کہ دوسرا درخت وہان جماوے تیسری صورت یہہ ہی کہ
درخت خرید کرے اور کچہہ شرط نہ کرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک زمین بہی بیع مین داخل ہی صدر شہید نے کہا فتوی اسی پر ہے
کہ زمین داخل ہی چنانچہ محیط مین ہی بحر الرائق مین کہا ہی کہ یہی قول مختار ہی اور یہہ بالاتفاق ہی کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اوسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی
چنانچہ نہر الفائق مین ہی اور اگر درخت قرار و ثبات کیواسطے لیا تو بالاتفاق بیع مین زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جہان زمین تحت الشجر داخل ہی ۲

تو اُتنی داخل ہو جتنا دہ درخت موٹا ہی بیع کے وقت یہان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اُسقدر سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہی کہ اُو تنا چھیل
ڈالے اور جہان تک شجر کی عروق اور شاخین پہنچی ہین وہ داخل تحت بیع نہین اور اسی پر فتوی ہے محیط مین کذا فی العالمگیریہ وان لم یظہر صلاحھا
لان ملك المشتری مشغول بملك البائع فیجبر علی تسلیمہ فادعا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہی اگرچہ اُسکی صلاحیت لائق انتفاع
ظاہر نہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہی تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جیسا کہ اُسکے کہا او وضعی بیمل الرجل او علیہ
نسقہ حیث یجبر الوارث علی قطع البسر ھو المختار من الروایۃ و لوالجیۃ وما فی الفصولین باع ارضا بدون الزرع فھو للبائع
باجر مثلھا محمول علی ما اذا رضی المشتری ھو چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختون کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل مین
تو وارثون پر زبردستی کیجائیگی گدر پھل کے قطع کرنے مین یہی روایت مختار ہی کذا فی الولوالجیہ اور جو فصولین مین ہی یہ روایت ہی کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے
تو زراعت بائع کی ہو زمین کی اجرت مثل دیکر اوسپر محمول ہی جب کہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے ھکذا فی النہر یعنی اگر راضی نہو تو قطع زراعت واجب ہے
ومن باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظھور فلا یصح اتفاقا ظھر صلاحھا او لا صح فی الاصح اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اُسکی صلاحیت ظاہر ہوئی
ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہے اصح قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہین ہم بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہی اور باقی میں
اتفاق ہی اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اوس پھل کے جو لائق انتفاع ہی تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار
ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلون کو درخت پر رہنے دے قطع نکرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی
بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہی اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اوسمین شیخین اور
محمد مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہی جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز
نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمرہ کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہی کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہی کہ اوسمین پختگی
اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین مین انس سے روایت ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو
صلاحھا وعن بیع النخل حتی تزھو قیل ما تزھو قال تحمار او تصفار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہان تک کہ اُنکی
صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہانتک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہی
کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اُسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے
حدیث مرفوع ہی کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہانتک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہے جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو جسکی
یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ مشتری اُسکی شرط کر لے تو حدیث مین پھل کو مشتری کا ٹھیرایا بشرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقا
ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراط مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک
الظاہر ہے اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہی اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہ ہی کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط
ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہون گے چنانچہ اس عوض پر وہ حدیث دلالت کرتی ہی جو نسائی وغیرہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہونے دے کسطرح لیگا اپنے بھائی کا مال تجھکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئے
تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہی تو اسمین احتمال مذکور کی گنجائش نہین تو حدیث نہی اسکو
شامل نہوئی اور جبکہ محمل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھیرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہی اور اس تقریر سے
ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہی بلکہ ایک حدیث دوسری کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف ولو برز
بعضھا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہین اور

کچھ نہیں تو ظاہر مذہب مین بیع صحیح نہیں اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہی اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہی اگر اکثر پہل ظاہر ہو گئے ہون کذا فی شرح الزیلعی م
قید اکثر بیت مین شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق مین حلوانی کا فتوی ہے کل ثمار مین منقول ہے اور یہی قول ہی امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت
عقد اصل مبیع ہوا اور جو اسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہی خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہی بسبب تعامل اور عرف کے کذا فی الطحطاوی
ویقطعہا المشتری فی الحال جبرًا علیہ اور پہلون کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرلے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار مین ہم قطع
بعد البیع اسواسطے لازم ہی تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہوجاوے وان شرط ترکہا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی
البائع حاوی اور اگر مشتری نے پہلون کا قائم رکہنا درختون پر شرط کرلیا تو بیع فاسد ہو گی چنانچہ بائع پر قطع شرط کرلینے سے بیع فاسد ہوتی ہے
کذا فی الحاوی القدسی وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناہت الثمرۃ للتعارف فکان شرطا یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار
لکن فی القہستانی عن المضمرات ان الفتوی علی قولہما فتنبہ اور بعضون نے کہا قائل اس قول کے محمد ہین کہ بیع ثمار کی بشرط ترک
علی الاشجار فاسد نہین جب کہ پہل بڑہ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہہ شرط ایسی ہی جسکو عقد بیع مقتضی ہی اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی البحر
عن الاسرار لیکن قہستانی مین مضمرات سی منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہان دو
قول مفتے بہ ہین تو مفتی یہان فتوی دینے مین مخیر ہی محشی مدنی نے کہا شارح سے یہان بے تاملی واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی مین شیخین کے قول کا فتوی
نہایہ سے منقول ہی اور محمد کے قول کا فتوی مضمرات سے قید باشتراط الترک لانہ لو شراہا مطلقًا وترکہا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ
وان بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتہا مصنف نے فساد بیع مین اشتراط ترک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر پہلون کو مشتری نے مول لیا مطلقًا یعنی
بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پہلون کو درختون پر قائم رکہا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پہلون مین زیادتی ہو گی وہ مشتری کو حلال ہے
اور اگر بغیر اذن بائع کے پہلون کو درختون پر رہنے دیا تو جسقدر پہلون کی ذات مین زیادتی ہوئی ہو اسکو تصدق کر دے فقیرون پر ہم زیادتی معلوم
ہونے کا یہہ طریقہ ہی کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پہر جب پختہ ہون پہل تب قیمت کرے تو جسقدر متفاوت ہوگا باہم مین وہی زیادتی ہی کذا فی العینی مثلا
تیس روپیئے قیمت رہی بیع کے دن اور چالیس قیمت ہی بعد پختگی کے تو دس روپیہ زیادہ ٹہیرے اتنے خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک
بدون اسکی اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہوگئی وان بعد ما تناہت لم یتصدق بشیء اور اگر پہلون کے بڑہ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے
پہلون کو درختون پر رکہا تو کچہہ خیرات نکرے یعنی اسواسطے کہ ثمار کی ذات مین کچہہ تغیر نہین ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ
کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استاجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء
الاذن ولو استاجر الارض لترک الزرع فسدت لجہالۃ المدۃ ولم تطب الزیادۃ ملتقی الابحر لفساد الاذن بفساد الاجارۃ
بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ اور اگر ثمار کی بیع مین درخت کو اجارہ لے پہل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہے اور زیادتی پہل کی حلال
ہی بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کہیت کی حلال
نہو گی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ہی ملتقی کی شرح مین ہم وجہ فرق اجارہ
باطلہ اور فاسدہ مین یہہ ہی کہ اجارہ باطلہ مین اذن مقصود بنفسہ ہو گیا ہی اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعًا ثابت نہین اور معدوم صلاحیت تضمن کی نہین
رکہتا بخلاف اجارۂ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹہیرا تو تضمن کی لیاقت رکہتا ہی تو جب متضمن بالکسر فاسد
ہوگا تو متضمن بالفتح بہی فاسد ہوگا والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جزءا من الف جزء اور پہلون کے خرید کرنے اور درختون پر
رکہنے کا یہہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہی ہزار حصون مین سے ہم معاملہ اور مساقاۃ بہی
اشجار کو سینچنے کے واسطے کچہہ پہل مقرر کرکے شرح ملتقی مین ہی کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ مینے تجہسے یہہ درخت بطریق معاملہ لیئے اس

شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہی اور ایک کم ہزار میرے حصے ہیں انتہے لیکن اسمین یہہ خلل ہے کہ مشتری نے پھل قیمت دیکر لئے سو اوسکو بطور معاملہ بیجز کرلے گا ہان مگر یون کہیئے کہ ثمن بطریق احسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے وَاَنْ یَشْتَرِیَ اُصُوْلَ الرَّطْبَةِ کَالْبَاذِنْجَانِ وَالْبِطِّیْخِ وَالْخِیَارِ لِیَکُوْنَ الْحَادِثُ لِلْمُشْتَرِیْ اور ثمار حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا یہہ حیلہ ہے کہ اصول رطبہ خرید کرے یعنی بینگن کے اور خربوزے اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہون وہ مشتری کے مملوک ہون ہم جو شخص خربوزے وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درختون مین لگے رہین تاکہ بڑہین یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہین وہ میرے مملوک ہون تو اوسکا یہہ طریقہ ہے کہ پھلون کو اونکے درختون سمیت مول لے بشرطیکہ زمین کا مالک بقای اشجار کا اپنی زمین مین اذن دے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الزرع والحشیش یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیہا الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گہاس مول لینے اور قائم رکھنے کا یہہ طریقہ ہے کہ جسقدر موجود ہے اوسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اوس مدت معین تک جسمین کھیت کی پختگی معلوم ہو مثلاً چالیس روپیہ کو ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپیہ کو کھیت مول لے اور دس روپیہ اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وَفِی الْاَشْجَارِ الْمَوْجُوْدَۃِ وَیُحِلُّ لَہُ الْبَائِعُ مَا یُوْجَدُ اور ثمار اشجار کے مول لینے مین یہہ حیلہ ہی کہ موجود پھلون کو مول لے اور بائع مباح کردے اون پھلون کو جو ہنوز پیدا نہین ہوئے یعنی اباحت کے بعد اسکا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختون پر قائم رہین کذا فی الطحطاوی فَاِنْ خَافَ اَنْ یَّرْجِعَ یَقُوْلُ عَلٰی اَنِّیْ مَتٰی رَجَعْتُ فِی الْاِذْنِ تَکُوْنُ مَاْذُوْنًا فِی التَّرْکِ پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر پلٹ جاے اور کہے کہ اب بقای ثمار وغیرہا کا اذن نہین دیتا تو اوسکا یہہ طریقہ ہی کہ بائع یون کہے کہ جب مین اذن مین رجوع کرون تو تو ماذون ہے ترک مین یعنی درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہی کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث مَا جَازَ اِیْرَادُ الْعَقْدِ عَلَیْہِ بِانْفِرَادِہٖ صَحَّ اِسْتِثْنَاءُہٗ مِنْہُ اِلَّا الْوَصِیَّۃَ بِالْخِدْمَۃِ یَصِحُّ اِفْرَادُہَا دُوْنَ اِسْتِثْنَائِہَا اشباہ جو چیز بلا انضمام تنہا بک سکتی ہے مثلاً اوسکا نکال لینا مبیع سے صحیح ہی مگر خدمت کی وصیت کی تنہا ہی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ نہ اوسکا نکال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی الاشباہ ہم اور جس چیز پر ایراد عقد بیع تنہا نہین ہوسکتا چنانچہ حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اوسکا استثنا کر لینا مبیع سے صحیح نہین تو اگر بائع یون کہے کہ مین نے اس لونڈی کو بیچا سواے اسکے حمل کے یا بچہ و نیز بیچا سواے اسکی چکتی کے یا ہاتھ پانون کے تو یہہ استثنا صحیح نہوگا اور وصیت بالخدمۃ کے استثنا کرنیکے قاعدہ مذکورہ سے کچھہ حاجت نہی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ عقود مین جاری ہے اور وصیت عقد نہین لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے ہی جائز ہی اور عقد بعد موت کے صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن الفتح والنہایۃ ثم فرع علی ہٰذہ القاعدۃ بقولہ لصح استثناء قفیز من صبرۃ وشاۃ معینۃ من قطیع وارطال معلومۃ من بیع ثمر نخلۃ لصحۃ ایراد العقد علیہا ولو الثمرۃ علی رؤس النخل علی الظاہر پھر مصنف نے اس قاعدہ پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہی استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کہجور کے پھلون کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگرچہ پھل درختون پر لگے ہون بنا بر ظاہر مذہب کے وَصَحَّ بَیْعُ بُرٍّ فِیْ سُنْبُلِہٖ بِغَیْرِ سُنْبُلِہٖ اِلَّا لِاحْتِمَالِ الرِّبٰوا چنانچہ صحیح ہی بیع گیہون کی اسکی بالی مین گیہون کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہون بالی کے اندر ہو اور معوض غیر جنس اسکی بیع ہو تو صحیح ہی اور اگر گیہون کی بالی کو گیہون کی بالی دیکر خرید کرے تو صحیح نہین اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہون کی مانند جو اور جوار کی بیع اونکی بالیون مین صحیح ہے وَبَاقِلَّاءَ وَاَرُزٍّ وَسِمْسِمٍ فِیْ قِشْرِہَا اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع اونکے چھلکون مین صحیح ہی وَجَوْزٍ وَلَوْزٍ وَفُسْتُقٍ فِیْ قِشْرِہَا الْاَوَّلِ وَہُوَ الْاَعْلٰی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع اونکے پہلی چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین درست ہی خلافاً للشافعی وَعَلَی الْبَائِعِ اِخْرَاجُہٗ اِلَّا اِذَا بَاعَ بِمَا فِیْہِ اور بائع پر لازم ہی اوسکا نکال دینا یعنی گیہون وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اوسپر نہین وَہَلْ لَہٗ خِیَارُ الرُّؤْیَۃِ لِوَجْہِہٖ نَعَمْ فَتْحٌ اور ایسی بیع مین مشتری کو خیار الرویۃ ہے یا نہین دلیل

ہاکہ منقضی ہو کہ ہاں ہم کو دیکھنے کے بعد اختیار رہے لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع ما فی تمر
وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانہ معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے
دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا برعرف اور رواج کے ہم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ گیہوں وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح
ہے اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونوں غلاف میں ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ
عرف میں کالعدم ہیں اسواسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہہ خرما اور یہہ روئی ہے اور یوں نہیں بولتے کہ یہہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر اور یہہ بنولہ ہے روئی کے
اندر اور یوں بولتے ہیں کہ یہہ گیہوں ہیں بالی کے اندر اور یہہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یوں نہیں کہتے کہ ان چھلکوں میں بادام ہے بلکہ اسکے
طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح واجرۃ کیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور
گز سے ناپنے کی مزدوری بائع پر ہے اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہیں
ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن ونقدہ وقطع ثمر واخراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور
اسکے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ہم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر
الروایۃ ہے کذا فی الخانیۃ خلاصہ میں ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اسوقت ہے جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کردیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن
ثم جاء یردہ بعیب الزیافۃ مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ کرچکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اسواسطے کہ
اب پرکھنا اسواسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ہے کذا فی المنح ف ع مسئلہ مترجم شارح کا ظہر بعد نقد الصراف ان الدراهم زیوف ردّ الاجرۃ
وان وجد البعض فبقدرہ عن اجارۃ البزازیۃ صراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہیں تو صراف پرکھائی کی مزدوری
پھیرے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلیں تو اوسکے بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ البزازیۃ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا
فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف وتمامہ فی شرح الوهبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہہ حکم ہے کہ
اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہے اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے
بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور
پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے ویسلم الثمن اولا فی بیع سلعۃ بدنانیر ودراهم ان احضر البائع السلعۃ اور اول دیا جائے ثمن
متاع کی بیع میں دیناروں اور درہموں سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کردیا ہو یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں سے اور
بائع نے اشیاء مبیعہ کو حاضر کردیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن میں معین ہوجائے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع میں بمجرد عقد کے متعین
ہوگیا کیونکہ مبیع اسکی ملک میں داخل ہوگئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہانتک کہ اگر مبیع ہلاک ہوگی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ
ہوجائیگی اور بائع کا حق ثمن میں بدون قبض کے متعین نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثمن میں تعین مشروط نہیں یہانتک کہ اگر ایک سو روپیہ اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے
تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دیدے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہو تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم
نہیں اور اگر مشتری کچھ ثمن دیدے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو
بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون اذن بائع قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقض
تصرف مشتری صحیح ہے اگر وہ تصرف ایسا ہو جو فسخ کا محتمل ہو نہ چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ الاتقانی عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی
چیز خریدی کہ جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اوسپر قبضہ نہیں ہوا اور نہ ثمن دیا یہاں تک کہ مشتری غائب ہوگیا تو بائع کو اوسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری
ثانی کو اسکا باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہوگیا اور بازاروں میں اکثر ایسا ہوا کرتا ہے اور

بائع کو حبس مبیع تا استیفای کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایکدرم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہی لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہوگئی ہو تو روک نہین سکتا اور اگر بعض
ثمن حال ہے اور بعض موجل تو تا استیفای ثمن حال حبس کا اختیار ہوا ور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط
نہین ہو اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہوا اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اوسکا حق ساقط
ہوگیا اب بائع مبیع کو پہیر واپس نہین کرسکتا تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنیکے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اسکی
غیبت مین تو یہہ قبضہ ہوگیا اور اسیطرح ہر کیل اور موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن مین رکہیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور
اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اوسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اوس پر قبضہ نکیا یہان تک کہ اوسکو دوسری آدمی نے لیلیا تو اگر امر بالقبض
کے وقت مشتری اوسکو لے سکتا تہا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہین اور زمین مین قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہی اور مال منقول مین الیسیہ ہ دوسری
مکان مین بہیجنے سے قبضہ ثابت ہوتا ہی جو مکان بائع سے اختصاص نہین رکہتا اور اگر بائع نے گہوڑا بیچا اور مشتری کو اوسپر قبضہ کرنیکا امر کیا اور بائع
اوسکی لگام پکڑی ہوئے تہا اور گہوڑا دونون کے ہاتھ سے بہاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسیطرح ہوتی ہے کذا فی
الطحطاوی والمضمرات بیع سلعة بمثلها او ثمن بمثله سلّما معًا لم یکن احدهما دَینًا کسَلَم وثمن مؤجّل اور متاع
کی بیع مین اُسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع مین اُسکی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونون ساتہی تسلیم کرین جبتک کہ احدالبدلین
دین نہو جیسا کہ مسلم فیہ اور ثمن موجل ہو یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیون کا معاوضہ
اشرفیون یا روپیون سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتہی بلا توقف تسلیم کرین اسواسطے کہ دونون متاع متعین ہین یکسان اور دونون
ثمن غیر متعین ہین برابر تقدیم ایک کی دوسری پر ترجیح بلا مرجح ہے ہان مگر بیع سلم مین مسلم فیہ کی تسلیم ساتہی نہین اسواسطے کہ اسمین تاجیل شرط ہی
اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہی اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچہہ مدت مقرر کرلی ہی تو اوسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہین قبل مدت کے اور بائع مبیع
کو حبس نہین کرسکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اوسکا حق در باب حبس ساقط ہوگیا بحر الرائق مین ہے کہ درصورت خیار مشتری بہی بائع مطالبہ ثمن کا قبل
سقوط خیار نہین کرسکتا تو شارح کو مناسب تہا کہ اسکو بہی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیة علی وجه یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل
بعد اسکے دریافت کرنا چاہئے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اسطرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل سکے ہم تخلیہ بلا مانع
سے یہہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہہ ہی کہ اوسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطًا ثالثًا
ان یقول خلّیت بینک وبین المبیع فلو لم یقله او کان بعیدًا لم یصر قابضًا والناس عنه غافلون فانهم یشترون قریة
ویقرّون بالتسلیم والقبض وهو لا یصح به القبض علی الصحیح وکذا الهبة والصدقة خزانیة وتمامه فیما علقناه علی
الملتقی اور اجناس مین عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بہی مشروط کی ہی وہ یہہ ہو کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تخلیہ کردیا تیری
مابین اور مبیع کے مابین مین تو اگر یون نکہے گا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹہیریگا اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین اسواسطے کہ
مثلا گانون کو خرید کرتے ہین اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہین یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہی اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے حالانکہ
تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہین ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسیطرح ہبہ اور خیرات مین قبضہ صحیح نہین ہوتا تخلیہ بعید بخلاف تخلیہ قریب کے
کذا فی الخزانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقے مین کیا ہی ہم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہین ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہان مگر
مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہین اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری
ثمن کو پہیر لیگا اگر ثمن دیچکا ہو کذا فی شرح الملتقے بحر الرائق مین ہے کہ اگر گیہون کو بالیون مین بیچا اور بائع نے اوسکو تسلیم کیا بالیون سمیت تو
تسلیم صحیح نہین کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم تمار شجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہو اور اگر کوٹہری کے گیہون خرید کئے

اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نکیا تو قبض نہین اور کنجی وہی گھر کی بیع مین تسلیم ہے
اگر مشتری بلا تکلف اوسکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ مین نے گھر تجھکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مینے اوسپر قبضہ کیا تو
یہہ درحقیقت قبضہ نہین اور اگر گھر قریب ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہے کہ مشتری اوسکے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اوسکو قریب
کہین گے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہے کذا فی الطحاوی وَیَجِدُ ۲ ای البائعُ الثمنَ زُیُوفاً لیس له استرداد السلعة وحبسها به لسقوط
حقه بالتسلیم وقال زفر له ذلک کما لو وجدها رصاصا او ستوقة او مستحقا وکالمرتهن منه بائع نے ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جسکا
لینا دینا سوداگرون مین رائج ہے مگر سرکار بادشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع پہیرلینی اور اوسکے حبس کر رکہنے کا اس سبب سے اختیار نہین بسبب
ساقط ہوجانے حق بائع کے تسلیم کردینے سے اور زفر نے کہا اوسکو اوسکا اختیار ہے چنانچہ اگر دراہم رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر
ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہے اور چنانچہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی المنیہ ہم یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا
کئے پہر وہ دراہم کہوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ انکو پہیرے اور مرہون پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدل
دراهم الجیاد التی کانت له علی زیدٍ زیوفا علی ظن انها جیاد ثم علم بانها زیوف یردها ویسترد الجیاد ان کانت قائمة و
الا لا یردّ ولا یستردّ م خالد نے اپنے کہرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تہے کہوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کہرے ہین پہر معلوم
ہوا کہ وہ کہوٹے ہین تو انکو پہیرے اور کہرے پہیرلے اگر موجود ہون اور اگر کہوٹے روپیے خرچ ہوگئے ہون تو نہ پہیرے اور نہ پہیرلے کما
لو علم بذلک عند القبض چنانچہ اوس صورت مین پہیرنے کا اختیار نہین جب کہ اوسکو قبضہ کرنیکے وقت اونکا کہوٹا ہونا معلوم ہوگیا ہو قال
ابو یوسف یردّ مثل الزیوف ویرجع بالجیاد کما لو کانت رصاصا او ستوقة اور ابو یوسف نے کہا اگر کہوٹے روپیے صرف ہوگئے
ہون تو ویسے اور کہوٹے پہیردے اور کہرے پہیرلے چنانچہ اگر رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر ہو تو پہیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئا
وقبضه ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوة للغرماء وقال الشافعی هو احق به کما لو لم یقبضه المشتری فان البائع احق
به اتفاقا ولنا قوله علیه الصلوة والسلام اذا مات المشتری مفلسا فوجد البائع متاعه بعینه فهو اسوة للغرماء شرح مجمع للعینی
خریدی کوئی چیز اور اوسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہوکر مرگیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہی باقی قرضخواہون کے یعنی واماندہ اور
قرضخواہون کے مانند بائع کو بھی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ ترحقدار ہے اوس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نکیا
ہوا اور مفلس مرگیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہوکر مرے
پہر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی ہم امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ من ادرک
ماله بعینه عند رجل قد افلس فهو احق به من غیره یعنی جو اپنا مال بعینه مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوس مال کا زیادہ ترحقدار ہے اوسکے غیر سے
اور حنفیہ کی دلیل یہہ حدیث ہے جو شارح نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داود مین مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر
ہے اور شافعی کی حدیث مجمل اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے اتم حقق کی کچہہ حاجت نہین وتمامہ فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی باع نصف
الزرع بلا ارض ان باعه الاکار لرب الارض جاز وبعکسه لا الا اذا کان البذر من الاکار فینبغی ان یجوز خانیة نصف
کہیت بدون زمین کے بیچا اگر اوسکو کاشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدہا کہیت کاشتکار کے
ہاتھ بیچا تو جائز نہین مگر جبکہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیہ باع شجرا او کرما مثمرا لا یدخل الثمر بلا تسمیة فلو
قطع الشجر الی الاجر بالکسر فلو ابی المشتری اجارته خیّر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع الفصولین قال فی
الفتح ولا فرق بین ان یظهر بین المشتری والبائع پہل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پہل داخل بیع نہوگا اور یہہ قبضہ مین درخت عاریتا لیا جائیگی

پہل پکنے تک پہل اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا پہلون کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین شرح الفائق مین لکہا کچہہ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین جو یعنی عن قریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری فقط پہل خرید کرے بدون درخت کے تو اوسپر فی الحال پہل توڑنا واجب ہے در صورت عدم اعارۂ بائع اگرچہ پہل خام ہون اور یہان بائع ابطال بیع اور قطع ثمر مین مختار ہے اور مشتری مختار نہین حالانکہ مشتری اور بائع مین کوئی وجہ فرق ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

یہہ باب ہے خیار الشرط کے احکام مین خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہین بیع کو قائم رکہین چاہین توڑ دین ترجمہ تقدیمہ ہم بیان تقسیمہ مبنی فی الدر یعنی خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اوسکی تقسیم کے بیان کے ساتھہ درر مین مصرح ہے جو صاحب درر نے کہا کہ بیع گاہے لازم ہوتی اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہے جسمین اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اوسکو پہلے ذکر کیا اوسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پہر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط تین قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجہکو اختیار ہے یا مجہکو چند روز اختیار ہے یا مجہکو ہمیشہ اختیار ہے اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجہکو تین دن یا اس سے کمتر مین اختیار ہے اور ایک قسم مین اختلاف ہے وہ یہہ ہے کہ یون کہے کہ مجہہ کو اختیار ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی البحر واضح ہو کہ معلوم کرنا چاہیئے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تہا اور اوسکے سر مین زخم لگا تہا تو اوسکے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تہا اوس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اوسکی زبان ثقیل ہو گئی تہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہدیا کر لا خلابۃ یعنی مجہکو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گہر والون کے طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہہ تو گران قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجہکو بیع مین اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور ابن ماجہ اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط مین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہونچا ہے الثلاثۃ المبوب لہا ان مین سے تین خیار وہ ہین جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہو سکے ہین یعنی باب خیار الشرط اور باب خیار الرؤیۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وغبن ونقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض مبیع واجازۃ عقد الفضولی وظہور المبیع مستاجرا او مرہونا اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہہ ہے کہ دو یا تین غلام نیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کر لیوے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار ہے اور اختیار نقد یہہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہہ کہ خرید کی بعوض ان دراہم کے جو اس برتن مین ہین پہر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکہا تو اوسکو اختیار ہے اور یہہ خیار الرؤیۃ نہین اسواسطے کہ نقود مین خیار الرؤیۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک ٹہیرے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دہوکا کہا وے چنانچہ بکری یا گائے کے تہن چند روز باندہ رکہنا تاکہ بہت دودہ دار نظر آوے تو موجب ایک روایت کے مشتری کو پہیر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہہ ہے کہ خرید کی بعوض سونے کے جو اس پتہر کے ہموزن ہو اور خیار کشف حال مین خیار التکشف بہی داخل ہے وہ یہہ ہے کہ اناج کا ڈہیر بیچا ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہے ایک صاع مین لیکن بسبب تفریق صفقہ مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم نکہانے سے

خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن سے لے چاہے سے لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہہ کہ بیع التولیہ مین با مور مذکورہ خیانت ثابت
ہو تو مشتری مختار رہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہی اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب
ہی یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن دیکر لے لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض
مبیع کے اور یہہ نہین ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہی مالک کو یا ہو جاری سکے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونیکے
ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہی تو مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہی اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے
معلوم ہوا کہ مبیع مرتہن کے پاس گرو ہی تو مشتری کو اختیار ہی اور اگر مستاجر یا مرتہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہین کذا فی الاشباہ من احکام الفسوخ
قال ذلقہم باقالۃ و بتحالف فبلغت سبعۃ عشر سببا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہی اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کی اسباب کا
اونیس کو پہونچا ہم اقالہ یہہ ہی کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہوجائین اور تحالف کی صورت یہہ ہی کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونون کی مقدار مین اختلاف ہوا
اور دونون گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی نہوا تو دونون سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کر دیگا ایک
عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہین سوای تحالف کے کہ اوسکو قاضی فسخ کرتا ہی کذا فی الحلبی عن الاشباہ و اکثرھا ذکرھا المصنف
یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہی جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہو وہ جانتا ہی صح شرطہ للمتبایعین
ولاحدھما و لو وصیا ولغیرھما ولو بعد العقد لا قبلہ تتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھ اور دونون مین سے ایک
عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کیواسطے صحیح ہی اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح نہین قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ
ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح
شرط کری کہ مینے تجھکو اختیار دیا اوس بیع مین جسکو مین منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلہ او بعضہ
کثلثہ او ربعہ ولو فاسدا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع مین یا بعض مین چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی مین اگرچہ وہ عقد جسمین شرط ہوئی ہو فاسد ہو
ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذھب اور اگر بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے نہونے مین تو اوسکا قول معتبر ہی جو
اختیار کی نفی کرتا ہی بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل سے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہی تین دن یا اس سے
کمتر مین ہم تین دن کا اختیار اوسوقت صحیح ہے جبکہ مبیع سریع الفساد نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد
سڑ جاتی ہی تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہہ ہی کہ مشتری پر کچھہ جبر نہین لیکن استحسان مین مشتری سے یون کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور
تجھپر ثمن کا دینا واجب نہین یہانتک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہو جاے تاکہ بائع کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی و فسد عند
اطلاقہ او تابیدہ اور بیع فاسد ہی اطلاق یا ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد
حلبی نے کہا توقیت مجہول بھی تابید کے مانند ہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر اطلاق خیار بسبب عقد مین ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد
مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھکو اختیار ہے تو یہہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھکو اقالہ بیع کا اختیار ہی ولا اکثر فیفسد فلکل فسخہ
خلافا لھما صحیح نہین تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اوسکے فسخ کرنیکا اختیار ہی بخلاف
صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط درصورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبدالرزاق نے انس سے روایت کی کہ
ایک مرد نے اونٹ خرید کیا اور چار روز کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا کہ اختیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار
تین ہی دن ہی کذا فی العینی ملتقط الفائق ہندوستان کے سود اگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح مین جاکڑ کہتے ہین اور بعضے تین دن سے زیادہ جاکڑ لیتے
ہین سو شرعا جائز نہین عبرا انہ یجوز ان اجاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین مگر

چار دن یا تین دن سے زیادہ مدت لینا جائز نہین ۱۲

یہہ کہ بیع جائز ہو جاویگی اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاویگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے هم اسواسطے کہ
مفسد دفع ہو گیا قبل اپنے تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابع میں ہو تا عدم طلوع فجر اور یہہ قول حنفیۂ عراق کا ہے اور حنفیۂ خراسان نے کہا کہ عقد
موقوف تہا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہو گی تو وہ فاسد ہے فائدہ خلاف کا یہہ ہے کہ بقول اول مباشرت عقد
حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحطاوی وصح شرطہ ایضاً فی لازم یحتمل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ
مین بہی هم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ موصی وصیت مین اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہے اور موصیٰ لہ کو قبول اور عدم قبول مین
اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کمزارعۃ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مالٍ ولو بغیر عینہ وکتابۃ
وخلع ورہن وعتق علی مالٍ لو شرط لزوجۃ وراہن وقنٍ عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ
اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہوا ہو زوجہ کیواسطے
خلع مین اور راہن کے واسطے رہن مین اور مملوک کے واسطے عتق مین هم زوجہ اور راہن اور مملوک کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے جانب سے عقد لازم
محتمل الفسخ ہے بخلاف زوج اور مولے کے کہ اونکے جانب سے عقد لازم ہے لیکن محتمل فسخ نہیں اسواسطے کہ یمین ہے اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اوسکی جانب
سے عقد لازم نہیں مرتہن کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ونحوھا ککفالۃ وحوالۃ وابراءٍ وتسلیم شفعۃٍ بعد الطلبین و
وقف عند الثانی اشباہ واقالۃ بزازیہ فہی ستۃ عشر اور مانند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابرا اور تسلیم شفعہ دو طلب کے بعد یعنی
طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیہ تو یہہ سولہ عقود ہین بیع کو
ملاکر جنمین شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے هم مطلق ضمانت مین خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہے بزازیہ مین ہے کہ ضامنی مین
دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہے بخلاف بیع کے اور وقف بہی ضمانت کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی لا فی نکاحٍ وطلاقٍ ویمینٍ ونذرٍ وصرفٍ
وسلمٍ واقرارٍ الا الاقرار بعقدٍ یقبلہ اشباہ ووکالۃٍ ووصیۃ نہر فہی تسعۃ صحیح نہین شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور
نذر اور صرف اور سلم اور اقرار مین مگر اوس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہے تو اوس اقرار مین شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت
اور وصیت مین شرط خیار صحیح نہین کذا فی النہر یہہ نو عقد ہوئے هم جب اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درم ہین اس شرط پر کہ مجھکو تین دن اختیار ہے تو اقرار
لازم ہو گا اور شرط خیار باطل ہو گی اسواسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار نہین ہان اگر یون اقرار کریگا کہ مجھپر ہزار درم ہین اوس
مبیع کی ثمن کے جسکو مین نے بشرط خیار خرید کیا تو یہہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہو گا اگر بائع اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع ان عقود سے
ہے جو قابل خیار ہین کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للبیری وقد کنت غیرت ما نظمہ فی النہر فقلت ۔ یاتی خیار الشرط فی
الاجارۃ + والبیع والابراء والکفالۃ + والرہن والعتق وترک الشفعۃ + والصلح والخلع کذا والقسمۃ + والوقف والحوالۃ
والاقالۃ + لا الصرف والاقرار والوکالۃ + ولا النکاح والطلاق والسلم + نذر وایمان فہذا یغتنم ۔ اور مین نے
بدل دیا الانہر الفائق کی نظم کو اور یون کہا ہے کہ شرط خیار آتی ہے اجارہ مین اور بیع اور ابراء اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح مین
اور اسیطرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ مین نہ صرف اور اقرار اور وکالت مین اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین
مین اس نظم کو غنیمت جاننا چاہیے هم شارح نے نہر الفائق کی نظم مین کچھ بہی تغییر نہین کی سوا اسکے کہ بجای حوالہ قسمت لایا اور کوئی عقد اوسپر زیادہ
کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہر ہے قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم مین داخل نہین اور قسم ثانی سے
وصیت فان اشتری شخص شیئاً علی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلثۃ ایامٍ فلا بیع صح استحساناً خلافاً
لزفر فلو لم ینقد فی الثلثۃ فسد فنفذ عتقہ بعد قبضہ لو فی یدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خرید کی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری

اگر اوسکا ثمن نہ دے تین دن تک تو بیع نہین یہہ صحیح ہی بطریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن مین نہ دیگا تو بیع فاسد ہو گی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سوا اوسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم اور اسیطرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہین یہہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت مین مشتری کو اختیار ہی اور دوسری صورت مین بائع کو خانیہ مین ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہین تو اگر مبیع غلام ہوا اور مشتری اوسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہی کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھہ مین ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ وان اشتری کذلک الی اربعۃ ایام لا یصح خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسیطرح چار دن تک تو بیع صحیح نہین بخلاف محمد کے ہم یعنی مشتری نے اسطرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ بیع صحیح نہین اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہی اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہین فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جاویگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہی خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ہم یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان نقد مین فا تفریع نہ لاتا تو خوب تھا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ خیار الشرط مین داخل نہین بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہی اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اسکی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کنز اور درر غرر نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ہے ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقا فیھلک علی المشتری بقیمتہ ای بدلہ لیعم المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہین جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل مبیع سے تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت مین کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اوسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوئی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنیکے بعد مضمون بالقیمۃ ہی جتنی اوسکی قیمت پہونچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن مسمے سے قیمت زیادہ ہو ضمان اوسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اوسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ ہم در صورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہو گئی ہو بہر صورت اوسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء مین بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون مین ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور وہ تلف ہو گیا تو اوسپر ضمان نہین اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اوسکی قیمت کا اوسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہے اور یہہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونون کا خیار ہوگا یا مشتری نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر الفائق مین ہی کہ مشتری پر قیمت اسواسطے لازم آتی ہی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو گئی اور بیع نافذ نہین ہو سکتی بدون محل کے تو یہہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اوسمین ہلاک ہونے سے قیمت ہی قیمتی مین اور مثل ہے مثلی مین یہہ اوس صورت مین ہی کہ جب مدت خیار مین ہلاک ہوا اور اگر ہلاک ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہی نہ قیمت کا انتہے ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالسوم اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھہ مین ہلاک ہوا تو وکیل اوسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جب کہ موکل نے وکیل کو اوسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ہم وکیل شراء نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اوسنے پسند نکیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اوسکا ضمان قیمت وکیل پر ہی موکل سے نہین لے سکتا مگر اوس صورت مین لے سکتا ہی جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنیکا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقا اور جسپر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اوسکا تاوان مطلقا

لازم نہین خواہ اوسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہوا ہو ھم سَوۡمُ النظر یہہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہہ کپڑا مجھکو دے تا مین اسمین نظر اور تامل کرون یا غیر کو
دکھاؤن پہر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے نزدیک اوسپر کچھہ تاوان نہین یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تہا اور اگر یون کہے گا کہ یہہ کپڑا مجھکو دے اگر
مین راضی ہونگا تو اسکو لونگا پہر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ یہہ قبض علی سوم الشرا ہوا سوم النظر باقی نرہا وجہ فرق یہہ ہے کہ پہلی
صورت مین اوسنے تامل اور غیر کے دکھانیکے واسطے دیا تہا اور یہہ بیع نہین اور دوسری صورت مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہوا ور خرید کرے اور یہہ
بیع ہی کذا فی النہر وعلی سَوۡمِ الرَّھۡنِ بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی باتچیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور
دین مین اوسکا ضمان لازم آویگا ھم صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک شخص پر دین تہا سو اوسنے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے
اوسپر قبضہ کیا رہن کی باتچیت پر پہر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اوس چیز کی قیمت دین سے
اقل ہے تو اوسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اوسکا ضمان لازم ہی تو رہن کی گفتگو نے حقیقت رہن کے ہوئی کذا فی الطحطاوی
وعلی سَوۡمِ القرض بقرض سَاوَمَہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی باتچیت پر مقبوض ہوئی تو اوسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے ھم صورت اوسکی
یہہ ہی کہ زیدنے خالد سے دس روپیے قرض مانگے خالد نے اوسکو مثلا ایک تلوار دی کہ اسکو دس پر رہن رکھلے پہر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی
تو زید پر دس روپیہ کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اسمین اور رہن کے مسئلہ مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہہ کہ دین ثابت ہی راہن کے ذمہ پر اور
مستقرض کے ذمے پر ثابت نہین دوسری یہہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض مساوم علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وعلی سوم
النکاح لامۃ بقیمتہا ھم اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی باتچیت پر تو ضمان بقدر اوسکی قیمت کے ہی کذا فی النہر ھم یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی
لونڈی پر تا اوسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اوسکے پاس تو اوسکی قیمت کا ضمان اوسپر لازم ہے وَخَرَجَ عن ملکہ ای البائع
ھم خیار المشتری فقط فہلک فی یدہ بالثمن اور مبیع خارج ہوجاتی ہی بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتہہ تو ہلاک ہوگی مبیع
مشتری کے ہاتہہ مین بعوض ثمن کے ھم اسواسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہین اور وجود عیب مانع رد ہی تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد
ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا ثمن اور قیمت مین یہہ فرق ہی کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس
شی کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا بعیب لا یرتفع کقطع ید ما نند معیوب ہوجانے
مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا چنانچہ ہاتہہ کاٹنا ھم یہہ تشبیہ ہی معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتہہ دونون صورتون مین یعنی در
صورت خیار بائع اور درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت مین موجب قیمت کا ہی اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا
کذا فی المنح فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخہا لبیع واخذ نقصان القیمی لا المثلی لشبہۃ الربوا حدادی تو مشتری کو
عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنی درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا شبہہ
سود کے سبب سے کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچہہ عیب اوسمین لاحق ہوا با وجود باقی
رہنے اوسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنہ فی الثانیۃ اور درصورت ثانی یعنی درصورت خیار مشتری
عیبدار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا ولو یرتفع کمرض فان زال فی المدۃ فہو علی خیارہ والا لزمہ العقد لتعذر الرد
ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہی چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہی چاہے جاری
پھیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اوسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پہیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکہ المشتری خلافا لہما
لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ہی التی لا ملک فیہا لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہہنا ویلزم اجتماع البدلین العوضین
علی موضوعہ بالنقض بشراء فرسہ اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا ذکرہ

مشتری اوسکا مالک ہوجاتا ہی تا مبیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹہر جای اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سی خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری
بہی اوسکا مالک نہو تو پہر مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کے طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسیکی ملک نہو اور علاقہ
ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آویگا اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہی بواسطے منقوض
ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم وہ صورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین
موجود ہے اسواسطے کہ در صورت عدم خریدہ کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی
ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجی جیسا صاحبین کا مذہب ہی تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی
ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک
مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہہ ہے کہ خیار اسواسطے مشروع ہوا ہی تا عاقد غور اور تامل کرکے
اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہوجاوی اور مبیع ذی قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہوجای بلا اختیار
مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی
المحیط والبحر ولا یخرج شئ منہما ای من مبیع وثمن من ملک بائع او مشتر عن مالکہ اتفاقا اذا کان الخیار لہما وایہما
فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی
ملک سے نکل نہین جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور ان مین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ
ہوجاویگی اور جو دونون مین سے بیعکو جائز رکہے گا تو فقط اوسیکا اختیار باطل ہوگا نہ دوسریکا ہم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا
ثمن مین بجای فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہوجاویگی اور اگر ایک سی فسخ ثابت
ہوا اور دوسری سے اجازت تو بیع باطل ہے بہر صورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح وبہذا الخلاف یظہر ثمرۃ فی
عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ ان یحق عزلہ فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہی دس مسئلون مین جنکو علامہ
عینی نے اپنے اس قول مین یعنی عزلہ فخم مین جمع کیا ہی بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامۃ لو شراہا
بخیار وہی زوجتہ بقی النکاح الف اشارہ ہے امۃ سی یعنی اگر لونڈی کو خریدکیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہی مشتری کی تو نکاح باقی
ہی یعنی اسواسطے کہ بسبب خیار مین زوجہ زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک نکاح فسخ ہوگیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پہر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولے کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے
نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من الاستبراء لو حاضت فی المدۃ لا یعتد بہا استبراء اور سین اشارہ ہی استبراء سے
تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبراء معتبر نہوگا ھم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو یہہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا
امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پہیر دیجاوے
تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر والحاء من المحرم فلا یعتق محرمہ
ح اشارہ ہی محرم سے تو مشتریکا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک
بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے والقاف من القربان لمنکوحتہ المشتراۃ فلہ ردہا الا اذا نقصہا بہ ق اشارہ ہی قربان بالکسر سے
یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار مین اوس سے قربت کی تو مشتریکو اوسکا پہیر دینا جائز ہے مگر جبکہ اسمین نقصان لگ
گیا ہو قربت سی ہم پہیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا

[illegible]

مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر مخصوص نرکھا اسواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا موجب قرار دیا ہو اور صاحبین کے نزدیک وطی ہلاک ہین ہوئی نکاح فسخ ہوگیا اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو کہ نقصان بھی لاحق نہوا ہو نہر الفائق مین درایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اسمین کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو ع ومن المودع یعنی ومن اودعہ بائعہ فیہلک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کی اذن سے پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے سے بواسطے عدم ملک کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اوسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی بابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہی تو اوسکی ودیعت صحیح ہے اوسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری کے ہاتھ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ ع ومن الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتری لزمہ العقد لان الولادۃ عیب درر وابن کمال زوجۃ سے اشارہ ہو زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر وابن کمال ہم اسیطرح شرح وقایہ مین بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی تو اوسکی ام ولد ہوجاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمین عیب آگیا تو اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا سو وہ اسکی مملوک ہوگئی وفی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم تنقصہا الولادۃ لا یبطل خیارہ واقرہ المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اوسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہو کذا فی الطحطاوی ع ومن الکسب للعبد فی المدۃ فہو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہو کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اوسنے کچھ مال کمایا مدت خیار مین تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور درصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہو کذا فی الطحطاوی ع ومن الفسخ لبیع الامۃ فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہو فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبرا واجب نہین اسواسطے کہ استبرا واجب ہوتا ہو اوسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسری ملک کیطرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ مشتری اسکا مالک نہین ہوا بخلاف صاحبین کے ع ومن الخمر فلو شراہ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدہما فہو للبائع عینی وتبعہ المصنف لکن عبارۃ ابن الکمال اسلم المشتری خ اشارہ ہی خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسری ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اوسکا تابع ہوا ہو لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہو کہ مشتری مسلمان ہوگیا ہم شرح وقایہ مین بھی اسلام مشتری مذکور ہے حلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر لیکن بائع اسواسطے شراب مذکور کا مالک ہی کہ اگر بیع باطل کی جاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اوسکا مالک ہو کر تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کیواسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہو اور خیار باطل ہے اسلیے کہ اگر خیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہا اور پھیر دینا تملیک ہی اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ ع ومن الماذون لو ابرأہ البائع عن الثمن صح استحسانا وبقی خیارہ لانہ یلی عدم التملک کل ذلک عندہ خلافا لہما رمز ہو ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کردیا یعنی مدت خیار مین تو صحیح ہو بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون مالک ہونیکا

اختیار رکھتا ہی یہہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک درصورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی
نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اوسکو رد کرنیکی ولایت ثابت رہی تو اوسکا رد کرنا تملیک بلاعوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلاعوض
کی ولایت نہین اور امام اعظم کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اوسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو عدم تملک کی ولایت
ثابت ہی اسواسطے کہ جب اسکو کوئی چیز ہبہ کیجاوے تو اوسکو قبول نکرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایہ قلتُ وَزِدْتُ علی ذلک مسائل منها
التعلیق کان ملکتہ فہو حرٌّ فشراہ بخیارٍ لم یعتق مین کہتا ہون اور مسائل مشروحہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کئے گئے ہین از انجملہ تعلیق
ہی جسکا اشارہ ت ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پھر اوسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ
آزاد نہوگا بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت و استدامۃ السکنٰی باجارۃ او اعارۃ لیس باختیار ت اشارہ ہی استدامت سی یعنی
دوام سکنے بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہین ہم صورت اسکی یہہ کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اوسکا ساکن پہلے بواسطے اجارہ
یا عاریت مانگنے کے پہر سکونت مستدام ہوئی خواہرزادہ نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنٰی ملک مین اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے
جامع الفصولین مین ہی کہ درصورت ابتداء سکنے خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیارٍ فاحرم یبطل البیع ص اشارہ ہی صید سی یعنی شکار خرید کیا
بشرط خیار پہر حج کا احرام باندہا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی مبیع بائع کو پہیر دیجاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہی
اور اگر بائع کا اختیار ہی تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ز والزوائد الحادثۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع ز اشارہ ہے
زوائد کا یعنی جو چیزین زوائد پیدا ہون مدت خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اونکا حدوث مشتری کی
ملک مین نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اونکا مالک مشتری ہی حلبی نے کہا زوائد عام ہین زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلہ کے علیحدہ ذکر
کرنے کی کچھ حاجت نتھی اسواسطے کہ یہہ آٹھوین مسئلہ مین داخل ہے یعنی کسب مین جسکی رمز کاف ہی ر والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ
فسد خلافا لهما فینبغی ان یرمز لها لفظ تتصدر ویضم الرمز الی الرمز ولم ار لاحد فلیحفظ ر اشارہ ہی عصیر سی یعنی اگر دو
مسلمانون نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہہ ہی کہ ان مسائل خمسہ کو
بلفظ تتصدر رمز سمجہیے اور یہہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور مینے یہہ نہین دیکہا کہ کسی نے ان مسائل کو باین لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکہنا
چاہئے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہہ ترکیب ہوئی اَرحق عِزَّکَ فَخَم تتصدر یعنی اپنی عزت کو رگڑ ڈال حق تعالی کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی
اور لوگون کی تعظیم کر بقدر اونکے مراتب کے تا حق تعالے اور لوگون کے نزدیک تو صدرنشین ہو اجاز من له الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع
جَهلِ صاحبه اجماعا الا ان یکون الخیار لهما وفسخ احدهما فلیس للاخر الاجازۃ لان المفسوخ لا تلحقه الاجازۃ جسکے واسطے
اختیار دیا تہا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اوسنے بیع کو نافذ کردیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتہی کے بالاتفاق مگر یہہ کہ بائع اور مشتری دونو
کو اختیار ہوا اور ایک نے بیع فسخ کردی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہین ہوتی ہم صاحب اختیار
کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا علم ضرور نہین مانند طلاق اور
عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الاخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پہر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول کر
تو صحیح نہین جبتک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ شخص ثانی واقف نہ رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت مین بیع فسخ کی اور اوسکے ساتہی
کو علم نہوا تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکہی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور فسخ باطل ہے
والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیه عینی اور تدبیر فسخ کی یہہ ہی کہ مضبوطی کیلیے
صاحب اختیار اپنے ساتہی سے ضامن لیوے اوسکے غائب ہوجانیکے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اوس شخص کو قائم کرے جسپر رد بیع کیا جاوے

كذا ذكره العيني هم جب معلوم ہوا كہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہین ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہوجاے
تو مجھکو فسخ کا اختیار نرہیگا تو اوسکی یہہ تدبیر ہے کہ اوس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اوسکی طرف سے مخاصم
قرار دے پھر صاحب اختیار مبیع یا ثمن اوسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر
قیدنا بالقول لصحته بالفعل بلا علمه اتفاقا کما افاده بقوله شارح کہتا ہے ہمنے عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی کیونکہ اسلیے
صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اوسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مصرح کیا ہے هم فسخ بالفعل کی مثال یہہ ہے
کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرفات مالکانہ شروع کیے مثلا مبیع اگر غلام ہے اوسکو آزاد کردیا یا اوسکو بیچ ڈالا یا لونڈی
سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہہ فسخ فعلی ہے اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہہ افعال کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی نقد
نقود نہو اور مشتری اوسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا درصورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح وغیرہ وتم العقد بموته اور
بیع تمام ہوجاتی ہی اوسکی موت سے هم یعنی جسکے واسطے اختیار مشروط تہا وہ مرگیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار
مرگیا تو ثمن اوسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تہا تو مبیع اوسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن
نہ پایا ہوگا تو اوسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مرگیا جسکے واسطے اختیار مشروط نہ تہا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہی کذا فی
الطحطاوی اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہی کذا فی النہر ولا یخلفه الوارث کخیار رؤیة وتغریر ونقد لان الاوصاف لا تحتمل الانتقال
اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا مورث کا جیسے خیار رؤیت اور خیار تغریر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات
مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی هم یعنی بیع منفسخ نہین ہوتی وارثون کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہوسکتی ہے اوسکی
حیات مین اسواسطے کہ اختیار عبارت ہی ارادہ اور مشیت سے سو ارادہ مورث کا اوسکی موت سے منقطع ہوگیا جیسے اور تصرفات اوسکے منقطع ہوگئے
مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہہ ہے کہ ارث اوسمین جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ اوسمین جسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے
منح الغفار مین ہے کہ خیار تغریر یہہ ہے کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر
کی ظاہرا بحث ہی مصنف کی اور خیار النقد بحث ہی صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تہا کہ انکو بطور تفریع ذکر کرتا وانما یخلفه فی خیار العیب والتعیین
وفوات الوصف المرغوب فیه فیخلفه الوارث فیها لانه یرث خیارا درر اور خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب
کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنی مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ مین یہہ نہین کہ مورث کی خیار کا وارث ہوتا ہو کذا فی الدرر اسکو یاد
رکہنا چاہیے هم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہے تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیونکر ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ وارث
کو یہہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلا خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہے اسواسطے کہ مورث اوس مبیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم
ہے اسیطرح اوسکا وارث بہی اسواسطے کہ وہ اوسکا قائم مقام ہے تو عند التحقیق مورث عین مبیع ہی بصفت سلامت عیوب اور اسیطرح خیار التعیین وغیرہ
علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہ کی کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار العیب
اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہے تو ظاہرا ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین وصح الملک ان لم یعلم بعض اقرباءه والاعتاق ولو بعضه
وتوابعه وکذا کل تصرف لاینفذ او لایحل الا فی الملک کالبیع والوطء بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرجه داخلا بشهوة والقول للمنکر
الشہوة فیتم اور بیع پوری ہوجاتی ہی مدت خیار کے گذرجانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد
کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہوا اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسیطرح ہر ایک اوس تصرف سے جو نافذ
نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونیکے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح مین اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو

شہوت سے دیکھنا اور درصورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا نے الفتح ھم اجارہ اور نظر مین لف نشر مرتب ہے یعنی اجارہ ایسا تصرف ہی جو بدون ملک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون ملک کے حلال نہین مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دھلانا کھیت کا سینچنا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل خیار اور اتمام بیع کے سبب ہین کذا فے المحیط ومفادہ انہ لو شراھا بالخیار علی انھا بکر فوطیھا لیعلم اھی بکر ام لا کان اجازۃ ولو وجدھا ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بھذا العیب ھم وسیجیئ فی بابہ اور قاعدۂ مذکورہ کا مقتضا یہہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خریدا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہی پھر اوس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہین تو یہہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فورًا قربت سے باز رہا بلا توقف تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہوگیا کذا فی النہر اور عنقریب یہہ مسئلہ خیار العیب باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نکرسکیگا ھم جبکہ یہہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنیسے جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہوجاتی ہے اور خیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کیواسطے اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہی لیکن یہہ حلال نہین بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعۃ وان لم یاخذھا معراج بھا ای بدار فیھا خیار الشرط بخلاف خیار رؤیۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہوجاتی ہی شفعہ طلب کرنے سے بواسطے اوس گھر کے جسمین خیار شرط ہی اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج ھم صورت اوسکی یہہ ہی کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اوسکے پڑوس مین دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانۂ اول کے خانۂ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانۂ اول کی بیع تمام ہوگئی بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رؤیت کے خرید کیا اور اوسکے ہمسایہ مین دوسرا گھر بواسطے شفعہ کے لیا تو اوسکو اختیار ہی کہ رؤیت کے بعد خانۂ اول کو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر ھو ای المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اوسکے واسطے مشروط ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اوسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہین ہوسکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہوگئی وعو شرط المشتری او البائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ عاقدا کان اوغیرہ بھذا صح استحسانا وثبت الخیار لھما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البہنسی تو یہہ صحیح ہے بنابر استحسان کے اور اسصورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا خارج نے کہا اس حکم مین بائع بھی مشتری کے مانند ہی چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہی اور اسیکا یقین کیا بہنسی نے ھم قیاس یہہ ہی کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہوا سواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہہ ہی کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی اوسکا نائب ٹھیرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین مصرح ہی کہ احد المتعاقدین کو غیر کیواسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے جیسے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا سواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہوچکا دکذا فی البحر طحطاوی نے کہا اوسکی صورت یون ممکن ہی جب کہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسری مشتری کیواسطے یا ایک بائع دوسری بائع کیواسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدھما من النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقہ الاخر پھر جبکہ نائب اور منیب مین سے ایک نے بیع کو لازم کردیا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اوسکے ساتھہ موافقت کی فان اجاز احدھما وعکس الاخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے برعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت

یا فسخ نافذ ہی اسواسطے کہ ہر وقت معارض نہیں اور شخص متاخر کا فعل لغو ہے ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح من الجمیع لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی ان دونون میں پائے گئے تو فسخ زیادہ تر ثابت ہی قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہی اور فسخ پذیرا اجازت پذیر نہین ہوتی واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع ابتداء اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیرا اجازت پذیر ہوتا ہی اسواسطے کہ مبسوط مین ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہوگئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود فی عقد کے اعادہ پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا یعنی اجازت کی حقیقت ہی اس اعتراض کا یون جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہین مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہی بلکہ یہہ دوسری بیع ہے سر نو سے ہے نہر الفائق مین ہے کہ فسخ کا اولے ہونا یہہ روایت ہی کتاب المأذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہہ روایت ہی کہ تصرف مالک کا اولے ہی اور بعضون نے کہا اول قول ابو یوسف ہی اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو خیار رہے ایک غلام مین اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اوس غلام کو معین کر دیا جسمین اختیار شرط کیا تو بیع صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ بائع نے کہا کہ مین نے تیری اتھ یہہ دونون غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص مین اختیار رہے وان لا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اوس غلام کی جسمین اختیار شرط کیا تعیین نکی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل کی بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ہم عدم تعیین اور تفصیل سطرح کہ بائع نے کہا کہ مینے دو غلامون کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام مین مجھکو اختیار رہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ جسمین اختیار شرط ہی وہ خارج ہے بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہین پس سبب ہے کہ جسمین خیار شرط ہی وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیزین ثمن مبیع پر برابر منقسم نہین ہوتا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتاتی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کیواسطے مشروط ہو اوسمین بھی چارون صورتین حاصل ہوتی ہین ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خرید کیے اور ایک غلام مین اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن وتعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہین یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہین بسبب جہالت کے فرع ہم مسئلہ ملحقہ بشارح لو وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المأمور بخلاف البیع فتح وسیجیء فی الفضولی والوکالۃ فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار مین سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہین اور اگر وکیل کیا خرید کرنیکے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہی وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونون صورتون مین یہہ ہی کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اوسکی رضامندی کے زائل نہین ہو سکتی لہذا اوسکی مخالفت سے بیع نافذ نہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزون مین نہ مثلیات مین بسبب نہ تفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد مین تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکی افراد یکسان ہون بلا تفاوت چنانچہ مکیل اور موزون پہر جب مثلیات مین تفاوت نہوا تو اونمین خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہی ولو للبائع فی الاصح کما فی خیار التعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح مین کذا فی الکافی

هم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر
کہ انمین سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام
خریدا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے قول اصح کی یہہ وجہہ ہے کہ یہہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھہ تو بائع کی خیار کے ساتھہ بھی جائز
ہو گی فتح القدیر مین اسکو رد کیا ہے اسطرح پر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کر کے جسکو
اپنے موافق اور مناسب سمجھے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھہ حاجت نہیں اسلیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اسکو اوسکا حال بخوبی
معلوم ہے اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا لانه قد يرث قيميا ويقبضه وكيله ولا يعرفه فيبيعه بهذا الشرط فمست الحاجة
اليه فهما اسواسطے کہ بائع کبھی قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اوسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اوس چیز کو نہیں پہچانتا
تو اوسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت مین بائع کو حاجت پڑی خیار تعیین کی تا اوسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النهر
ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ یہہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط احکام نوادر پر نہیں کذا فی الطحطاوی فيما دون الاربعة لاندفاع الحاجة بالثلثة
لوجود جيد وردي ووسط خیار تعیین صحیح ہے چار چیزون سے کمتر مین بسبب حاجت روائی کے تین چیزون سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص
اور متوسط کے ہم یعنی خیار التعیین دفع حاجت کیواسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیزون مین بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا
ہونا تین مین حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے ومدته كخيار الشرط اور خیار التعیین کی مدت خیار
الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن مین تعیین کر دی تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین تو تعیین کرنے کے واسطے
اوسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھہ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اوسکو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت کے ایک کو
خیار التعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النهر ولا يشترط معه خيار الشرط في الاصح فيه اور خیار التعیین کے ساتھہ خیار
الشرط کا ہونا مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح ہم منح الغفار مین ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار التعیین کے لیا اور قبضہ کیا پہر ایک کو
عیب لگ گیا تو معیوب مین بیع لازم ہوگئی ثمن معین کے ساتھہ اور دوسرا مبیع امانت ہے اور اگر دونون ساتھہ ہی ہلاک ہوگئے تو دونون میں سے ہر ایک کا
نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا مختلف ولو اشتريا شيئا على انهما بالخيار فرضي احدهما بالبيع صريحا او دلالة لا يرده الاخر
بل تبطل خياره خلافا لهما اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خریدی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہے پہر ایک شخص بیع سے راضی ہوگیا خواہ صریحا
یا دلالة اسطرح پر کہ دوسرے نے تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اوسکو رد نہین کر سکتا بلکہ اوسکا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک
بخلاف صاحبین کے وكذا الخلاف في خيار الرؤية والعيب فليس لاحدهما الرد بعد رؤية الاخر اور رضاه بالعيب خلافا لهما لضرر البائع
بعيب الشركة اور اسیطرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پہیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد
جائز نہین بسبب مضر ہونے بائع کے شرکت کے عیب سے ہم عیب شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہے یعنی اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک
خریدی بشرط خیار پہر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پہیر نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رؤیت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب
مین راضی ہوگیا تو دوسرا پہیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پہیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو جسمین نصف نصف
اسمین صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اوسکا مالک تہا اب اوسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہہ عیب ہے اسواسطے کہ مشترک مین
ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کر سکتا کما یکن ہم البحر لو اشترى رجل عبدا من رجلين صفقة واحدة على ان الخيار لهما للبائعين
فرضي احدهما دون الآخر فليس لاحدهما الانفراد اجازة او ردا خلافا لهما بجمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو
مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور عدم بیع مین پہر ایک بائع راضی ہوا اور دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع تنہا نہین

جائز نہین بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی
تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت سے خود راضی ہو گیا اشتری عبدًا بشرط خبزٍ او کتبۃٍ ای
حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ
لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اوسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اوسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر
ہوا اسطرح پر کہ ہمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جس پر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنے رتبہ صادق آوے تو مشتری اوسکو اگر چاہے پوری ثمن سے لے یا
اوسکو چھوڑ دے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم درصورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا
کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اوسکے نہونے سے رد
بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بد خط
لکھہ لیتے ہین اسقدر فعل سے اوسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم
ذلک وکذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہین یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اوسپر قبض بیع
کے واسطے زبردستی نکیجائیگی یہان تک کہ اوس وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلاً معلوم ہو جاے اور یہی حکم ہے باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ولو
امتنع الرد بسبب ما تقوم کاتبًا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب
اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون مین اوتنا مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح مین ہم مثلاً کاتب کی قیمت سو
درم ہو اور غیر کاتب کی ساٹھہ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دئیے ہون تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او
تحلب کذا رطلاً او یخبز کذا صاعًا او یکتب کذا قدرًا فسد لانہ شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہا حلوب او لبون
جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودہ دیتی ہے یا غلام اتنے سیرون کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے
ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہہ شرط فاسد ہے وصف نہین ہے یہان تک کہ اگر یہہ شرط کریگا کہ مثلاً بکری دودہ والی ہے یا شیر دار ہے تو بیع جائز
ہوگی اسواسطے کہ یہہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو
یا ریح یا بیماری اسیطرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا
ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ
جس وصف مین غرر نہو یعنی اوسکے وجود مین تردد نہو تو اوس کا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہے اوسکا اشتراط صحیح نہین مگر بمعنی برات
وجود اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہے وکذا فی الطحطاوی عن الحموی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاہر اور قول منکر کا
معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنابر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہین ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا
لہذا نفی کرنیوالے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت اور اوسکے گذر جانے اور
اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی مین منکر کا قول معتبر ہے ہم یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر
ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادتی کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتون مین منکر کا قول
معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا بدلہا قائلاً انہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتری
بیمینہ وجاز للبائع وطیہا ادرد وانعقد بیعًا بالتعاطی ف خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اوسکے دوسری لونڈی پھیر دی یون
کہکر کہ یہہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہہ نہین ہے اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور بائع کو اوس لونڈی سے

قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدرر۔ اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ہم جب یہہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا واجب ہے اور ہر مبیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہہ حکم ہوا تو اسکے غیر میں بطریق اولے یہی حکم ہے اسواسطے کہ فرج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہئے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھہ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھنے والا اسکا منکر ہے اور اوسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اوسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہرا عاریت اور اجارہ کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع

عند ردہ کان یحسن ذلک لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری لان الاصل عدم الخبز والکتابۃ فکان الظاہر شاہدا لہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہہ وصف اوسمیں نہ پایا گیا اور مشتری نے اوسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے ہم صفات عارضہ میں عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ ہیں لہذا اوسمیں مشتری کا

قول درصورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتابۃ وخبز وکان یحسن ذلک فنسیہ فی ید البائع ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مر انہ لا وصف لا یقابلہا شیء من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اوسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب تغیر ہو جانے بیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باینہمہ اوسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے مقابل کچھہ ثمن نہیں پڑتا ہم باوجود عدم شرط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اوسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باعتبار دلالت حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر **فروع** مسائل لحقہ شارح کے باع دارا بما فیہا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شیء من ذلک لا خیار للمشتری گھر بیچا ان چیزوں کے ساتھہ جو اوسمیں داخل ہیں منجملہ شہتیروں اور دروازوں اور لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پھر اوسمیں یہہ چیزیں نہ نکلیں تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اسوجہ سے کہ دار عبارت ہے عرصہ سے اور اشیاء مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل میں کچھہ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار حاصل نہیں لہذا اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرؤیۃ البتہ اوسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءہا آجر فاذا ہو لبن او ارضا علی ان شجرہا کلہا مثمر فاذا واحدۃ منہا لا تثمر او ثوبا علی انہ مصبوغ بعصفر فاذا ہو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اوسکی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اوسکے سب درخت پھلتے ہیں سو اوسمیں سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اوسپر کسم کا رنگ ہوا ہے اور اوسمیں زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ہم اسواسطے کہ صفات مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتی ہیں اور اختلاف غرض بمنزلہ اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی انہا بغلۃ مثلا فاذا ہو بغل جاز ومخیر وبعکسہ جاز بلا خیار لکونہ علی مفیدۃ من المشتر وطۃ مجتبی فلیحفظ الضابطہ اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے اور اوسکو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط میں مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اسواسطے کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہئے ہم قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اوسمیں ہو تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا المبیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلاثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے بتیس مقام میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اوسکا یوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہے جسکا عقد مقتضی ہے

بلاشرط تو ہمکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کی مناسب ہے یعنی موجب عقد کی موکد ہی اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع مین اسکا جواز ثابت ہی چنانچہ شرط خیار اور شرط تاجیل اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند شرع مین اسکا جواز وارد نہیں لیکن اوسکا رواج ہی چنانچہ پہنا ہوا موزہ خریدا اس شرط پر کہ بائع اسکو درست کر دے یا پرانا پہٹا کپڑا خریدکر اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کر دے کہ یہہ قیاسا جائز نہیں لیکن استحسانا جائز ہی چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے اور مختار النوازل مین ہے کہ شرط مفسد وہ ہی کہ معاوضات مین ہو اور اوسکی نہیں تبرعات مین انتہی اور ملحق کرتے ہین اہل المتعاقدین کا نفع ہی بلا عوض کذا فی المحیط وعن ابی یوسف و آور منجملہ شروط مذکورہ کی اشباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیچا کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازانجملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسیکو ضامن دے آور ازانجملہ شرط بے عیبی مبیع آور ازان جملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے آور ازانجملہ پہیر دینا بیع کا اگر اسمین عیب ہو آور ازانجملہ گای کا شیردار ہونا اور گہوڑی کا تیز قدم ہونا وغیرہ ذلک شرط علی انہا مغنیۃ ان للتبری لا یفسد وان للرغبۃ فسد بدائع بیع مین یہہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہہ شرط بیزاری کے واسطے ہی تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدائع ہم سرود ازبسکہ شرعا حرام ہی لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حبلہا ان المشترط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلاد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع مین اوسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہہ شرط مشتری کی طرف سے ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کیطرف سے ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہی تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برات کیواسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہہ شرط اوس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین راغب ہین اونکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط حمل کو براءت عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہو سکتا ہے اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موہوم ہی پس احتمال ہے کہ معلوم نہین کہ حمل ہے یا بیماری کذا فی المحیط وفی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاصح قلت والضابط للاوصاف ان کل وصف لا غرر فیہ فاشتراطہ جائز لا ما فیہ غرر الا ان یرغب فیہ اور اگر یہہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیردار ہی تو بیع جائز ہے بنا بر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہہ ہی کہ جس وصف مین تردد نہو چنانچہ شیردار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اس کا شرط کرنا جائز ہی نہ اوس وصف کا جو محتمل الوجود ہے چنانچہ حمل مگر از راہ پہلے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اوسکی شرط مفسد نہیں وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متی قابض ما یعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اوس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہی تو احتمال فریب کا دور ہو گیا ہے اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اسمین سیر بھر گھی لت کیا ہے اور تقابض بدلین ہو چکا پہر مشتری اوسکو کہتا ہی پہر ظاہر ہوا کہ بائع نے اوسکو آدہ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اوسکو پہیر نہین سکتا اسواسطے کہ یہہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پہر جب معاینہ کیا تو فریب نرہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پہر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تہا اور مشتری نے صابون کو خریدنے کے وقت دیکھا تہا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے تیار ہوا ہے پہر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہی تو مشتری کو اختیار نہین پہیر دینیکا فرع اسکی کثیر ہین اور اہل تقصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہو تو کثیر بھی بے فائدہ ہی کذا فی النہر

باب خیار الرؤیۃ

یہہ باب خیار الرؤیۃ کے احکام مین یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشیء الی شرطہ فغیر ظاہر لما سیجیء ان لہ الرد قبل الرؤیۃ اضافت خیار کی رؤیت کے طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہے سبب کی طرف اور وہ جو بعضون نے کہا ہی کہ منجملہ اضافت شئے کے ہی اپنی شرط کے طرف یہہ غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پہیر دینا جائز ہے قبل رؤیت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رؤیت سبب ہے ثبوت اختیار کی نہ شرط ویثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیء بعینہ لان کلا منہا معاوضۃ فلیس فی دیون

و نقود و عقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرؤیۃ فتح خیار الرؤیۃ ثابت ہی چار مقام مین اعیان کی خریداری اور اجارہ اور قسمت اور صلح مین
یعنی وہ صلح جو شئے معین پر ہوئی ہو مال کے دعوے سے اسواسطے کہ ہر ایک ان چارون مین سے معاوضہ ہی لیکن دیون اور نقود اور ان عقود
مین جو فسخ کرنے سے فسخ نہین ہوتے خیار الرؤیۃ نہین کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے کہ جب دیون مین خیار الرؤیۃ نہوا تو مسلم فیہ مین نہوگا اور
نقود سے اثمان خالصہ مراد ہین تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اوسمین خیار رہیگا اور عقود غیر منفسخہ چنانچہ مہر اور بدل صلح قصاص سے
اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو صح الشراء والبیع لما لم یریاہ صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اوس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے
نہین دیکھا ہم خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای الی المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذلک
لم یجز اجماعا فتح و بحر وفی حاشیۃ اخی زادہ لا تصح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کے طرف یا اوسکے مکان کیطرف شرط ہی جواز کی اور اگر
مبیع یا اوسکے مکان کے طرف اشارہ نکیا تو بالاتفاق بیع جائز نہین کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے حاشیہ مین قول اصح یہہ ہے کہ
بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے ہم خلاصہ مین ہی کہ اگر گیہون شہر مین دو جگہہ ہون تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہی اور منتقی مین ہی کہ اگر
گیہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہون تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک مین ہون اور محیط مین ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہون بیچے اور اشارہ
اونکے طرف نکیا تو جائز ہی انتہی یہہ نقول دلالت کرتی ہین کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہو اور مشار الیہ نہو اور اسیطرح اطلاق
متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الرملی ختم الفائق مین بعد ذکر اشتراطہا
حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارہ کے شرط جواز ہونے مین علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم وللہ ای للمشتری ان یردہ اذا
راٰہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پھیر دی جب اوسکو دیکھے ہم ابن ابی شیبہ اور بیہقی مین مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہی جب کہ دیکھے اگر چاہے تو لے
اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا اور حدیث مین رؤیت
سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمین فقط رؤیت کفایت نہین کرتی چنانچہ مبیع جب کہ
سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اوسکو اختیار ثابت ہی سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اوسکو اختیار ہے سونگھنے
کے وقت بعد رؤیت کے اسیطرح اگر چیز کو دیکھکر خرید کیا پھر اوسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رؤیت معرفت مقصود مین کافی نہین اور اسیطرح
اعمی کی خرید مین اختیار ثابت ہی جب کوئی اوس مبیع کا حال اوس سے بیان کرے تو اوسکے حق مین بیان شخص غیر بجای رؤیت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا
یردہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ لیکن بعد رؤیت کی مشتری کو اختیار ہی مگر جبکہ مبیع کو بائع اوٹھا لایا مشتری کے گھر تو اوسکو پھیر نہین سکتا جبکہ اوسکو دیکھے مگر اسیطرح لیجا کے پھیر سکتا
ہی جبکہ مبیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود للمعلق قبل
الشرط خیار الرؤیۃ ثابت ہی اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اوسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رؤیت کے ساتھ بنص حدیث مذکور
اور معلق بالشرط کا وجود نہین قبل شرط کے ہم رضای قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رؤیت پائی جائے اسطرح کہ اوسمین تصرف کرے تو اختیار اوسکا زائل
ہوگا کذا فی النہر بلالیہ ولو فسخہ قبلہا قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ
کیا قبل رؤیت کے تو صحیح ہی فسخ اوسکا قول اصح مین کذا فی البحر بسبب لازم ہونے بیع کے بجہالت مبیع کے سبب تو بیع مستحکم ہی نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ
مشتری قبل رؤیت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ الا ان یوجد ما یبطلہ وهو الاصح عنایۃ لاطلاق النص عن الحد
یعنی حتی یوجد مبطلہ اور خیار الرؤیۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار
ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے نص مذکور کے تاوقتیکہ مبطل اختیار

نہ پایا جاوے ہم اور غیر اصح یہہ قول ہو کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہی رؤیت کے بعد وَهُوَ مُبطل خیارِ الشرطِ مطلقًا وَمفیدُ الرِضٰی یَبطل
الرؤیۃ لا قبلہا درر اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہی ہو جو خیار الشرط کا مبطل ہے مطلقًا یعنی صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہو رضامندی کا بعد رؤیت کے
نہ قبل رؤیت کے کذا فی الدرر جیسے مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فَلَهُ الاخذ بالشفعۃ ثم ردہ
بالرؤیۃ درر مین خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رؤیت مبطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہی لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا
بسبب رؤیت کے کذا فی الدرر مین باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مشتری نے گھر بن دیکھے پہر دوسرا گھر اوسکے پاس بکنے لگا تو اوسکو
بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر اسکے بعد پہلا گھر دیکھا تو اوسکو پھیر سکتا ہی وَتَشترط لفسخہ علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونیکے
واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تا دہوکھا نہ پڑے یعنی خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہی تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہین کرتا لہذا
علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دہوکھا نہ کھاوے وَلاخیار للبائع وان لم یرہ کذا فی الاصح اور اختیار نہین اوس بائع کا جسنے مبیعکو بن دیکھے بیچا قول اصح مین
ہم ایک شخص کو ایک چیز وراثت مین ملی اور اوسنے بدون رؤیت کے بیچ ڈالی تو بعد رؤیت اوسکو فسخ بیع مین اختیار نہین ہدایہ وغیرہ مین تصریح ہی
کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تہا پھر آخر کو عدم خیار کیطرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہو ہرگز معتبر نہین
ہوتا تو شارح کو یہہ کا صحیح کہنا مناسب نہتہا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہی وَکفیٰ رؤیۃ ما یُؤذِن بالمقصود کوجہ صبرۃ ورقیق اور اوسقدر کا دیکھنا کفایت
کرتا ہی جس سے مقصود معلوم ہوجاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا موتنھہ دیکھنا ہم یعنی تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہین بسبب تعذر کے لہذا اوتنا
دیکھنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہوجاوے ڈھیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ لیا تو اب اوسکو بسبب خیار
الرؤیۃ کے پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا سبکا دیکھنا کہلاتا ہے ہان اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اوسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا
نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری مین ہون تو بعضکا دیکھنا کافی نہین اسواسطے کہ اسکی افراد مین تفاوت کثیر ہوتا ہی تو جب تک سبکو نہ دیکھے گا
اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق مین ہے لونڈی غلام کی ہتیلیان اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہین شرنبلالیہ مین ہے کہ بنی آدم مین
اگر جمیع اعضا دیکھے سوای چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی وَوجہ دابۃ تُرکب وکفلہا ایضًا فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور
اوسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہے قول اصح مین یعنی چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہے ہم سواری کی قید سے بکری گای نکل گئی اور اسکا حکم آویگا وَ
رؤیۃ ظاہر ثوب مطوی وقال زفر لابد من نشرہ کلہ وھو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا
کافی ہی اور زفر نے کہا اوس کپڑے کا کھولنا ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی ایسا یہہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم قول زفر اسواسطے
مختار ہوا کہ اس زمانہ مین ثیاب کے ظاہر اور باطن مین بہت اختلاف ہوتا ہی کذا فی الفتح عن المبسوط وَداخل دار وقال زفر لابد من رؤیۃ داخل
البیوت وھو الصحیح وعلیہ الفتوی جوھرۃ وھذا اختلاف زمان لا برھان وبمثلہ الکرم والبستان اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا
کافی ہی اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھڑیون کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہی اور یہہ بنابر تغیر
زمان ہی نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسیطرح حکم ہے باغ کا انگور اور درخت ہون یا فرق ہم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا
کافی ہے اور صحیح یہہ ہی کہ یہہ بنا بر ادی عادت کے ہے اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف ہوتے تہے مگر خردی اور بزرگی مین یا قدیم یا جدید ہوتے تہے
بخلاف ہمارے دیار کے کہ اونمین نہایت تفاوت ہوتا ہی اسواسطے کہ مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف
ہوتے ہین تو اب ان سبکا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق مین تو معلوم ہوگیا کہ یہہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ
باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسیطرح باغات مین بھی خارج سے دیکھنا کافی نہین کذا فی النہر وکفی جس شاۃ لحم اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی
ہی یعنی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بہیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اوسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہوا اسواسطے کہ اسی طرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی

معلوم ہو جاتی ہو تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہی اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے معلوم نہیں ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ونظر جمیع جسد شاۃ قنیۃ للدر والنسل مع ضرعہا ظہیریہ اور جو گوسفند پالو دودھ اور بچہ لینے کے واسطے ہو
تو اوسکے تمام بدن کا دیکھنا تھنوں کے ساتھہ کافی ہے کذا فی الظہیریہ وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ لانہ المقصود جوہرۃ اور گای اور اونٹنی شیردار
کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اسواسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی
چیز کا سونگھنا کافی ہی کما فی البحر دار وصحنہا علی المفتی بہ کما مر اور رؤیۃ دہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہیں خارج دار اور دار اوسکے
صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا شیشے میں کافی نہیں بسبب وجود حائل کے وکفی رؤیۃ وکیل قبض او
کافی ہی دیکھنا وکیل قبض کا ہم وکیل قبض وہ ہی جس سی موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں و وکیل شراء
اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلانی چیز خرید کر لا رؤیۃ رسول المشتری وبیانہ فی
الدرر لا کافی نہیں رؤیت مشتری کے پیامی کی اور بیان اوسکا درر میں ہے ہم صورت رسالت یہہ ہی کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا
قبضہ کرنیکا تو وکیل قبض کی رؤیت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی رؤیت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا
ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وهو کالبصیر الا
فی اثنتی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اوس نے غیر کیواسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا
بصیر کے مانند ہی مگر بارہ مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں ہم از انجملہ اوسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ لیجانے والا پاوے اور بقول معتمد لائق
شہادت مطلقا نہیں اور نہ لائق قضا نہ امامت عظمی یعنی بادشاہی اور اوسکی آنکہہ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہی اور اوسکی امامت نماز میں مکروہ
ہی مگر اوس وقت مکروہ نہیں جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اوسکا آزاد کرنا کفارہ سے صحیح نہیں اور اوسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم میں نے
نہیں دیکھا اور وصف مبیع بجای اوسکی رؤیت کے ہے کذا فی الاشباہ وسقط خیارہ بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور
اندھے کا اختیار ساقط ہی مبیع کے ٹٹولنے اور اوسکے سونگھنے اور چکھنے سے اون چیزوں میں جو معلوم ہو جاتی ہیں اس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے
ووصف عقار وشجر وعبد وکذا کل ما لا یعرف بجس وشم وذوق حلادی اور ساقط ہوتا ہی خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام
کی صفت بیان کرنے سے اور اوسیطرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اوسمیں ذکر وصف بجای رؤیت مسقط خیار ہے ہم بیان
وصف اسقاط خیار مذکور تا پایہ وجوہ ممکنہ لازم ہو تا اعمی کے نزدیک ذکر وصف بمنزلہ رؤیت ہو او بنظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار
اندھے کا ساقط ہوتا ہی اوسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اوسکو اختیار نہیں مبیع کے فسخ کرنیکا
ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خریدی پھر وہ اندھا ہو گیا تو اوسکا اختیار بیان وصف کیطرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا وجدت
المذکورات کلہا للاعمی وکذا لرؤیۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوہا قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات
لانہا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح ما لم یوجد منہ ما یدل علی الرضی من قول او فعل
او تعیبت او ہلاک بعضہ عندہ ولو قبل الرؤیۃ یہ سب کچھہ اوس وقت ہی جبکہ اشیاء مذکورہ چنانچہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور
اوسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اوسکے خرید کرنیکے یعنی اگر قبل خرید اعمی نے سونگھہ یا چکھہ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار
فسخ بیع ساقط ہی اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اوسکو بواسطہ اشیاء مذکورہ کے خیار ثابت ہی یہہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط خیار ہی
جیسا کہ بعضوں نے اسکو غلط سمجہا ہی تو اسکا خیار ممتد رہیگا تمام عمر بنابر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نپائی جاوے جو رضامندی
پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیبدار ہو جاوے یا بعض مبیع ہلاک ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاک قبل رؤیت ہو

[illegible]

عیب اسواسطے پہیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس اسمین عیب نہتا تو اب پہیرنے مین اوسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی یہہ صورت ہے مثلا دو کپڑے مشتری نے خرید کئے پہر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پہیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان یزرعہا قبل الرؤیۃ فزرعہا بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ حلیمی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پہر اوسنے اسمین زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی ولو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رؤیۃ ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پہر اسمین سے مشک نکال لیا تو مشتری کو نہ پہیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج سے اسمین عیب ظاہر داخل کردیا کذا فی النہر مطلقا وہی ہے کہا بحر الفائق مین خیار العیب کو نہین اس مسئلہ مین لیکن حکم یہی ہے جو شارح نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب ثابت تک رہیگا بیشک مشتری کے پہیر دوسرا عیب پیدا ہوا ہوا اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا ومن رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الاخر فلہ ردہما لا الثانی لانہ لا یرد الاخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکہا پہر دونون کپڑے خرید کئے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکہا تو اوسکو دونون کا پہیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے پہیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین یکشست لیکر پہر بعض کا لینا اور بعض کا پہیر دینا ممنوع ہے ولو اشتری ما لم یرہ قال کونہ قاصدا لشرائہ عند رؤیتہ فلو راہ لا لقصد شرائہ ثم شراہ قیل لہ الخیار ظہریۃ ووجہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید بہر قال المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ فالما بانہ مرئیہ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم بہ خیر لعدم الرضی درر فلا خیار لہ الا اذا تغیر فیخیر اور اگر خرید کیا اس مبیع کو جسکو بسبب قصد خرید دیکہا تہا خریداری کے وقت یہہ جانکر کہ یہہ مبیع وہی کل کی دیکہی چیز ہے تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ تو اب اوسکو اختیار ہوگا اگر مبیعکو بلا قصد خریداری دیکہا پہر اسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اسکو اختیار ہے کذا فی الظہیریۃ اور وجہ اسکی ظاہر ہے اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہین دیکہتا وہ خوب تامل نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رویت کالعدم ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل منقول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شراکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہہ نجانے کہ اوسکو مین نے دیکہا ہے تو اسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر وقایہ اور کنز مین یہہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکہی چیز کی خرید مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے یہہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے یہہ جانا ہو کہ یہہ میری دیکہی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن مین رویت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل سے اعتماد قید مذکور کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہے اور مشہور عدم علم کی یہہ صورت ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکہی پہر نقاب دار لونڈی خرید کی اور اوسکو معلوم نہوا کہ یہہ وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکہ چکا ہون پہر معلوم ہوا کہ یہہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار رہوگا یا ایک کپڑا دیکہا پہر یہی کپڑا دوسرے کپڑون مین لپٹا ہوا خرید کیا تو فسخ بیع مین مختار ہوگا ولو رای ثیابا فرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین وثمنہما متفاوت لانہ ربما یکون الاردی بالاکثر مثلا دیکہی چند کپڑے پہر بائع نے کوئی کپڑا اوٹہا لیا پہر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑیکو نہین پہچانتا تو اوسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور اسیطرح اگر دو کپڑے کپڑے مین لپٹے ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب عشرۃ لا خیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر مثلا ثیابہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلا معین ہوگئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر ہذا لو المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ فالقول للمشتری عملا بالظاہر فی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتہ جبکہ بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر ہوجانے مین یہہ اوس وقت ہو کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اوس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کی مانند مین ایکمہینہ قلیل ہے عمل بالظاہر دونون مسئلون کا ظاہر القلیل ہے یعنی مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہے لہذا

مشتری کا قول معتبر ہوا مترجم کہتا ہے کہ یہ اسلئے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیاء کے اور تغیر اشیاء سال کے اندر ہوتا ہے اور جانوروں کا تغیر اس سے کم مدت میں ہوتا ہے چار و غیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی مدت کو نہیں کی اور اسیطرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الحاوی کما ان القول للمشتری مع یمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ لانہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونوں اصل رؤیت میں مختلف ہوں یا اسواسطے کہ مشتری منکر ہے رؤیت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہے وکذا لو انکر البائع کون المردود مبیعاً فی بیع بات او فیہ خیار الشرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسیطرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہیں بیع قطعی بلا خیار میں یا اوس بیع میں جسمیں خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے ہم یعنی بیوع ثلثہ مذکورہ میں جب تعیین مبیع میں اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہے اور بیع بلا خیار میں پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بظہور خیانت تولیہ یا مرابحہ میں یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا ولو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر اور اگر بیع میں خیار العیب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق یہہ ہے کہ مشتری فسخ بیع میں منفرد ہے اول قسم میں یعنی جسمیں مشتری کا قول معتبر ہے یعنی مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ میں نہ قسم ثانی میں یعنی خیار العیب میں اسواسطے کہ خیار العیب میں عقد منفسخ نہیں ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری بھی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الحاوی واشتری عدلا من متاع ولم یرہ وباع او لبس ثوبا منہ او باعہ بعد القبض او وھب وسلم رد لا بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط لان الاصل ان رد البعض یوجب تفریق الصفقۃ وھو بعد التمام جائز لا قبلہ وخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامھا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہیں اور ایک کپڑا اوسمیں سے بیچا بعد قبضہ کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کروا دیا تو اوسکو پھیر سکتا ہے خیار العیب سے نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا یہہ ہے کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ ہے اور تفریق بعد تمام ہوجانے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقہ تمام ہونیکے مانع ہیں اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وھل یعود خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ عن الثانی لا کخیار شرط وصححہ قاضیخان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خیار الرؤیۃ بعد اوسکے ساقط ہونیکے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہیں کرتا جیسے خیار الشرط بعد سقوط کے عود نہیں کرتا اور اوس قول کو قاضیخان وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنی اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پہر مشتری نے دوسرے کے ہاتھہ بیچی یا ہبہ کی اور اوسپر موہوب لہ کا قبضہ کروا دیا پہر اوسکی طرف اوسکی چیز عود کیا بسبب فسخ بیع یا رجوع ہبہ کے تو اب اوسکو بائع اول کیطرف پہیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہے کہ رضا پر دلالت کرتا ہے اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہے جب خیار ساقط ہوگیا تو اوسکا عود دلیل سے ہوگا نہیں ہوتا کذا فی الحاوی فروع مسائل متفرقہ شتی شرائط لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خرید کی تو بائع ثمن کو قبل رؤیت کے طلب نہیں کرسکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہیں ہوئی ہے ولو تبایعا عینا بعین فلھما الخیار مجتبی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلا متاع کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کو واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر احد مشتری ہے اوس عوض کا جو اسکو حاصل ہوگا کذا فی الحاوی وعن البحر شری جاریۃ بعبد ولم یرہ فتقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ لما مر انہ لا خیار فی الدین خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام اور ہزار درہم کے پہر دونوں نے باہم قبضہ کیا پہر لونڈی کے بائع نے غلام کو پہیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ تو بیع باطل نہوگی لونڈی میں بقدر حصہ ہزار درہم کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ خیار نہیں دین میں یعنی زر نقد میں آزاد بیع ضیعۃ ولا یکون للمستاوم خیار الرؤیۃ ان لم یرھا ولو اقر بثوب لانسان ثم باع الثوب مع الضیعۃ ثم اقر لہ یستحق الثوب المقر لہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وھو لا یجوز الا فی الشفعۃ ولوالجیہ ارادہ کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار رہے فسخ کا تو تدبیر اوسکی یہہ ہے کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کیواسطے پہر اوسی کپڑے کو زمین کے ساتھہ بیع کرے پہر مقر لہ اوس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار زمین میں باطل ہوجاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں کذا فی الولوالجیہ مترجم کہتا ہے یہاں تفریق عقد سے کچھہ ضرر نہیں اسواسطے کہ اگر مشتری دونوں مبیع کو بغیر دیکھے لیتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہوں سے اوسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال میں ماخوذ ہے علاوہ اسکے یہہ ضرر خود بائع کے اقرار سے پیدا ہوا اوسکے اقرار کرنے سے تمام ہی شترا شیئین وقبضھما ثم وجد باحدھما عیبا اخذھما او ردھما لا الاخر وہ دو چیزیں خرید کیا دونوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر

تنہا کر چکا ہی تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہی اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا ہم مذکور یہہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کر نیکے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے ہو اسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحطاوی و اللہ اعلم

باب خیار العیب

یہہ باب ہو خیار العیب کے احکام مین ھو لغۃ ما یخلو عنہ اصل الفطرۃ السلیمۃ عیب لغت عرب مین وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہوتی جو اصل خلقت مین داخل نہو و شرعًا ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب وہ ہی جسکو مصنف نے اپنی آیندہ قول مین ذکر کیا من وجد بمشتریہ ما ینقص الثمن و لو یسیرًا جوہرۃ عند التجار المراد بھم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ و صنعۃ قالہ المصنف اخذا بکل الثمن اور جس نے اپنی خریدی چیزین ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوھرہ تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اوسکو پھیر دے سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہو ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھہ مصنف نے کہا ہی اپنی شرح مین پس تو معلوم ہوا کہ فقہ مین عیب اوسکا نام ہی جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفکارون کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع مین نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہی اگرچہ منفعت مین کچھہ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب مین داخل ہی تجار کو عام اسواسطے کیا کہ گاہی مبیع مصنوعات سے ہوتی ہی تو وہان کاریگرونکا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت مین اوسکی لوگ معتبر ہین اور صنعت مین اوسکے اہل کا اعتبار ہی انتہی اور یہہ مراد نہین کہ عیب وہ ہی جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہین اگرچہ اونکی تجارت اور صناعت مین سے نہو مشتریکو رد معیب مین اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھہ ثمن نہین پڑتا ہان اگر بیع کے بعد بایع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اوسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اوسکے لینے کا ارادہ کریگا اور مسئلہ خیار العیب مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہہ ہی کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتریکے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ازالۂ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اگر مشتری قادر ہوا ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑی سے خون کا دہو ڈالنا در صورت عدم نقصان تو عیب ثابت ہوگا ۵ عدم شرط برات ایک عیب یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سواگر زائل ہوگیا ہو چنانچہ آنکہہ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا تپ زائل ہو جاوے تو مشتریکو پھیر دینے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحطاوی و مالم یتعین امساکہ کما لاتین فاحرما او احدہما بصورت عیب اوس وقت تک اختیار ہے جبتک امساک بیع متعین نہوگیا ہو چنانچہ دو حلال فردون مین سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پہر دونون نے احرام باندہا یا ایک نے تو اب رد بیع ممتنع ہے بقدر نقصان پہیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی و فی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف و قیمتہ ثلثۃ الاف لم یردہ بعیب بخلاف خیار الشرط و الرؤیۃ اشباہ للاضرار بالیتیم و موکل و مولی و فی النہر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکۃ کفنا و وجد بہ عیبا و لو تبرع بالکفن اجنبی لا یرجع اور محیط مین ہی وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اوسکی تین ہزار ہین تو رد بیع نکری بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیت کے کہ اوسمین رد بیع کر سکتا ہی کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولے کے اور نہر الفائق مین کہا ہی لائق یون ہی کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہی مانند اوس وارث کے جسنے ترکہ سے کفن خرید کیا اور اوسمین عیب پایا اور اگر کفن دینے مین شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھہ تو رجوع بالنقصان نہین و ھذہ احدی ست مسائل لا رجوع فیھا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہہ یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہی اون چھہ مسئلون سے جنمین رجوع بالنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین و ذکر نا فی شرحنا للملتقی معزیا للقنیہ انہ قد یرد بالعیب و لا یرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقی کی شرحین قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہی کہ گاہی بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہی اور ثمن نہین پہیر لیا جاتا ہم چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اوسکو تسلیم کر دیا پہر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہوگیا یا وکیل نے یون کہا کہ مینے ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہوگیا اور وکیل پر ضمان نہین پہر اگر مشتری نے

غلام مین عیب پایا اور اوسکو پہیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہین پہیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لیسکتا ہے کیونکہ
وہ امین ہے اور عاقد نہین کذا فی النہر عن القنیۃ کالاباق الا اذا ابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب یعنی
غلام مین بہاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بہاگا اور اوسی شہر مین بائع کے پاس گیا اور اوسکے پاس چہپ نرہا تو یہہ بہاگنا عیب نہین یعنی اگر
دوسرے شہر مین بائع کے پاس بہاگے گا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہے بیل کے بہاگنے مین کہ عیب ہے
یا نہین اور قول بہتر یہہ ہے کہ بیل کا بہاگنا بہی عیب ہے ھم اسمین تین قول ہین ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہہ کہ بہاگنا عیب نہین تیسرا قول کہ ہمیشہ
بہاگنا عیب ہے دو تین بار کا بہاگنا عیب نہین اور ظاہرا اور جانورون کا بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن
قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہین کذا فی شرح ابن ملک القنیہ
والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی او کسیرا کفلس وفلسین اور بچہونے پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر
جب کہ کوئی چیز کہانیکے واسطے چرا وے مولے سے یا کمتر چیز چرا وے جیسا پیسہ یا دو پیسے تو عیب نہین ھم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کہانے سے زیادہ چرا وے
یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چرا وے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے
مشتری کے پاس بہی چوری کی سو اوسکا ہاتہہ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پہیر لے اسبب اوسکے مقطوع ہونیکے دونون چوریون سے ملاکر ھم ربع ثمن کے رجوع کی
یہہ وجہ ہے کہ غلام کے ہاتہہ کا خونبہا اوسکی نصف قیمت ہے اور یہہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب
متنصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام
کے لینے سے تو مشتری تین ربع اوسکے ثمن کے پہیر لے یعنی لون قیمت کذا فی العینی وکلہا تختلف صغرا ای مع التمییز وقدرہ بخمس سنین
او یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لانہا فی الصغر لقصور عقل وضعف
مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب ہین طفلی اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بہاگنا
اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی مین بہاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے ہے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا
عیب ہے طفلی سے مراد طفلی باتمیز ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہے یا بلا اعانت تنہا کہانے پہننے لگے اور پورا بیان اوسکا جوہرہ مین ہے سو اگر وہ
بذات خود نکہاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بہاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اوسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فیتحد اتحاد الحالۃ بان
ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے مین سطرح پر کہ غلام کا بہاگنا ثابت ہوا
بائع کے پاس پہر مشتری کے پاس دونون بار کا بہاگنا اوسکی طفلی مین ہوا یا جوانی مین تو مشتریکو اوسکا پہیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ھم جب طفلی یا جوانی دونو مین
اسکے پاس ہی بہاگیگا تو اوسکا سبب ایک ہی ٹہہرا طفلی مین قصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پہیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہہ عیب ہی ثابت ہوا فقط
مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ وہ ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتریکو پہیر دینے کا اختیار نہین ہے اسواسطے
کہ وہ نیا عیب ہے ھم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بہاگنا بائع کے پاس حالت طفلی مین اور مشتری کے پاس جوانی کے حال مین تو اب مشتری اوسکو اس عیب سے پہیر نہین
سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہے اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوای اوس عیب کے
جو قبل اسکے بائع کے پاس تہا اور پہیر دینا جائز نہین مگر اوس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد حم عند بائعہ ثم حم عند مشتریہ ان من نوعہ
لہ ردہ والا لا علیٰ چنانچہ غلام کو تپ آئی بائع کے پاس پہر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہو تو اوسکو پہیر دینا جائز ہے اور
اگر دوسری قسم سے ہو تو جائز نہین کذا فی شرح العینی ھم خانیہ مین مذکور ہے کہ نوع متحد سے مراد یہہ ہے کہ ایک ہی وقت مین دونون کے پاس تپ آئی ہو
اور اگر اسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پہیر دینا جائز نہین یہی محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی وبقی لو وجد المبیع ثم تعیب رجع بالنقصان

ثم بلغ هل للبائع ان يسترد النقصان لزوال ذلك العيب بالبلوغ ينبغي ان لا يسترد كذا في الظهيرية ۔ یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر پیشاب کرتا پایا پھر اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہانتک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی کہ نقصان پھیرلے مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہہ ہی کہ نہ استرداد نقصان جائز ہی کذا في الفتح عن الظهيرية ۔ والجنون هو اختلال القوة التي بها ادراك الكليات كذا في التلويح اور منجملہ جنون یعنی دیوانہ ہوجانا ۔ جنون عبارت ہی اوس قوت کے اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہی کذا في التلويح ۔ هم یہہ تعریف جنون کی صاحب بحر کی ہے اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اوس قوت کے اختلال سے جو مميز ہے اشیاء حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی مدرک ہی کذا في الطحطاوي وبه علم تعريف العقل انه القوة المذكورة ومعدنه القلب وشعاعه في الدماغ ۔ هم اسی جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہوگئی کہ عقل عبارت ہی قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ تمیز کرنیوالی ہی اوسکا نام عقل ہی اور اوسکی کان دل ہے اور اوسکی روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا في الدرر ۔ والجنون لا يختلف بهما لاتحاد سببه بخلاف ما مر وقيل يختلف ايضا ۔ اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی مین بسبب ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اون کے جو عیوب کہ مذکور ہوچکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہے کذا في شرح النقاية ۔ هم جب اختلاف سبب نہوا تو اگر غلام مجنون ہوا طفلی مین بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد جوانی کے تو یہہ عیب وہی اول عیب ہے تو مشتری کو پھیرنے کا اختیار ہی وتقديره اكثر من يوم وليلة اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنی اس قدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہہ کہ جنون مطلق عیب ہے نہ غیر مطلق کذا في البحر ۔ ولا بد من معاودته عند المشتري في الاصح والافلا ۔ الا في ثلث زنا الجارية والتولد من الزنا والولادة فيه اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہی قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودہ عیب پھیرنا جائز نہین مگر تین عیب مین رد مبیع بلا معاودہ جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا في الفتح ۔ هم ولادت اسواسطے عیب ہوی کہ اوس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی کہ کاہے زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے قلت لكن في البزازية الولادة ليست بعيب الا ان توجب نقصانا وعليه الفتوى واعتمده في النهر مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہہ کہ نقصان کی موجب ہوا اور اسی پر فتوی ہے اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی هم پہلا قول بھی مفتی بہ ہی تو بیان قاضی اور مفتی مخیر ہین وفيه الحبل عيب في بنات آدم لا في البهائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین معیب ہی نہ جانورون مین والجذام والبرص والعمى والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عيوب اور ستن بہری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بہینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب ہین فكذا الادر وهو انتفاخ الانثيين والعنين والخصي عيب اور اسیطرح فتق یعنی دونون فوطے پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی هم بہتر یہہ تھا کہ شارح یون کہتا العنة والخصا عيبان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا في الطحطاوي ولذا لو اشترى على انه خصي فوجده فحلا فلا خيار له بحر اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پہر اوسکو تندرست نر پایا تو اوسکو پھیرنیکا اختیار نہین کذا في الجوهرة اسواسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والدفر نتن الابط ولذا نتن الانف بزازية والزنا والتولد منه كلها عيب فيها لا فيه ولو امرد في الاصح خلاصة اور بخر یعنی گندہ دہنی اور دفر یعنی گنده بغلی اور اسیطرح گندہ بینی کذا في البزازية اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہہ سب عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین اگرچہ غلام امرد ساده رو ہو قول اصح مین کذا في الخلاصة ۔ هم اور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہین یعنی لونڈی کی خرید سے ہمبستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہہ اشیا اوسکی مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الا ان يفحش الاولان فيه بحيث يمنع القرب من المولى مگر یہہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین اس شدت تک ہون کہ میان کے پاس آنے کی مانع ہون تو البتہ عیب ہین غلام مین بھی او يكون الزنا عادة له بان يتكرر اكثر من مرتين یا یہہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑگئی ہو اس طرح کہ زنا اوس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے

زیادہ ہو تو عیب ہے غلام میں بھی والتواطۃ بہا عیب فیہ مطلقا اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقا یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر ہو اسواسطے کہ مانع
ہم بستری ہے کذا فی البحر وبہ ایضا لانہ دلیل الابنۃ ولذا یاخیر لا قبیحۃ اور لواطت غلام میں عیب ہو اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت ابنہ کی
دلیل ہے اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہیں کذا فی القنیہ ہم ابنہ اوس علت کا نام ہے جسمیں ایسی کھجل ہو مبرز میں کہ بدون مفعول کے قرار نہ پڑے اور یہہ سخت
عیب ہے یہانتک کہ جانوروں میں بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ
حرص مال کی علامت ہو اور یہہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہیں شرعا اسواسطے کہ شرعا قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیہا اشتری جارا تعالی
الجیران ظاہر فعیب ۱۲ اور قنیہ میں ہو کہ خرید کیا گدہا جسپر گدہے چڑہتے ہیں اگر برضامندی اوسکے یہہ فعل ہوتا ہو تو عیب ہے کہ مرض کی دلیل
اور نہیں تو عیب نہیں واما التخنث بلین صوت وتکسر مشی فان کان قل بالزنا اور زنخا اور ڈھیلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال
مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر سکتا ہے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ والکفر باقسامہ وکذا الرفض والاعتزال بحر بحثا
عیب فیہما ولو المشتری نصرانیا اور ہر قسم کا کفر اور اسیطرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر بحثا لانہما عیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ مشتری نصرانی ہو کذا فی النہر
ہم یہہ کہتے ہیں کہ صاحب بحر نے رافضی سے مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اصحاب سے افضل کہے وہ رافضی جو شیخین کو برا کہے اسواسطے کہ وہ کافر ہے داخل ہے کذا فی الطحاوی وعدم الحیض
لبنت سبعۃ عشر وعندہما خمسۃ عشر ویعرف بقولہا اذا انضم الیہ نکول البائع قبل القبض وبعدہ ہو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا
سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جب کہ
اوسکے ساتھہ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی ولا تسمع فی اقل من ثلاثۃ اشہر عند
الثانی اور مسموع نہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور امام اور زفر کے
نزدیک دو سال سے کمتر میں دعوی مسموع نہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آیسہ میں کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی
مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضۃ والسعال القدیم لا انما ذا اریحا انہ اوقدیم
کہانسی عیب ہے نہ عادت کی کہانسی ہم بحر الرائق میں ہے کہ مرض کی کہانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحاوی والدین الذی یطالب بہ فی
الحال لا المؤجل لعتقہ فانہ لیس بعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر ایسے دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال
مطالبہ ہو نہ وہ دین جس کی میعاد اوس کی آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے ہم
مؤجل بعتق وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن مولے لکن تعبیرہ الکمال وعللہ بنقصان ولائہ ومیراثہ لیس کما ینبغی اور
نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہے ہم وجہ نقصان ولا اور میراث یہہ ہے کہ ارباب دیون مولی اور
عصبات پر مقدم ہیں کذا فی الطحاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیہا فہو عیب معراج کسبل وحوص وکثرۃ دمع والثؤلول
مثلثۃ قرنیۃ بثرۃ صغیرۃ صلب مستدیر علی صور شتی جمعہ ثالیل قاموس وقیدہ بالکثرۃ بعض شراح الہدایۃ اور بال
اور نزول آب آنکہ میں اور اسیطرح ہر مرض آنکہ میں عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور آنسوؤں کا ڈہلکا اور مسا ثؤلول ثاء
مثلثہ بر وزن زنبور چھوٹی سخت پہنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہیں اور جمع اوسکی ثآلیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض
شارحین نے مسے میں کثرت کی قید لگائی ہے یعنی مسون کی کثرت عیب ہے قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسیطرح داغ عیب ہے
اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد
اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب ہے اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتیلی کے ساتھہ ایک عیب ہے والعسار
وہو من یعمل بیسارہ فقط الا ان یعمل بالیمین ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط بائیں ہاتہ سے کام کرے

اگر جو شخص واہنے ہاتھ سے بہی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تہے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے و الشیب و شرب خمر جہرا و قمارا ان عد عیبا اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اسکے کذا فی الخلاصۃ عن البحر و عدم ختانھما لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہیں اور اسیطرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضیخان کے خفاض یعنی کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق میں عیب تہا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی الخلاصۃ و عدم نھق حمار و قلۃ اکل دواب و نکاح و کذب و نمیمۃ و ترک صلوۃ لکن فی القنیۃ ترکھا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدہے کا اور کم کہانا چوپایوں کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جہوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب رد بیع نہیں و فیہا لو ظہر ان الدار مشئوم ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گہر منحوس ہے تو لائق یہہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گہر کے لینے میں خوش نہیں کرتے و فی المنظومۃ المحبیۃ و الخال عیب لو علی الذقن او الشفۃ لا الخد و العیوب کثیرۃ عافانا اللہ منہا اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹہڈی یا ہونٹہ پر ہو نہ گال پر اور اسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالی ہمکو ان سے بچاوے

و ان حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بہ بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن و وجب الارش و اما قبلہ فلہ اخذہ او ردہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پہیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اوسکو لے حصہ نقصان کو کم کر کے یا اوسکو پہیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الچلپی ہم چلپی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ اوردہ سے فقط اور اسکی کچہہ حاجت نہتی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہہ قول خلاف مراد کا موہم ہے یعنی قولہ فلہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہئے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اوسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اوسکو چہوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گہٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اوسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اوسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اوسکو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گہٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی تو اوسکو عیب قدیم کے سبب سے پہیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پہیر دینا بہی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پہیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پہیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہئے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اوسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پہیر لینا پانچوں صورتوں میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا استثنا کر لیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے ہمیں پہیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا بہی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تہا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الکلیم ملخصا و لو برہن البائع علی حدوثہ و المشتری علی قدمہ فالقول للبائع و البینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اوسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں ہم نہر الفائق میں قاضی خان کی شرح سے مصرح ہے کہ در صورت تناقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت خیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ خیار کا منکر ہے انتہی تو بائع کا

قولہ اور سوقت معتبر ہی جبکہ مشتری کے گواہ نہوں اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہین کرتی کما لا یخفی ولا یرد لو جاءوا لہ بحمل و مونۃ الا فی
بلد العقد یعنی اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اوس مبیع کو جسکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو وہین
پھیر دینا جائز ہی باوجود باربرداری کے بھی کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ حاجت باربرداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فیما
استثنی ومنہ ما لو اشتراہ تولیۃ او خاطہ لطفلہ بعلمی او رضی بہ البائع بحر یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا
ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لے مگر ان مسائل مین رجوع نہین جنکا استثنا ہوگیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہوچکے
بزازیہ بھی اور ان ابجملہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے بیچکو بطور تولیت خرید کیا یا اوسکو اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع
ناقص پھیر لینے پر راضی ہوگیا کذا فی الجوہرہ ہم رجوع نقصان کا یہہ طریقہ ہی کہ اول مبیع کی قیمت بلاعیب کیجاوے پھر عیب کے ساتھہ کی جاوے یعنی عیب قدیم کے
ساتھہ اور دونوں قیمتوں مین تفاوت دیکھا جاوے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پھیر لے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی
کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہوا اور قیمت اوسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوان حصہ پھیر لے یعنی ایکدرم اور اگر ثمن دو سو
ہوا اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھہ حاجت نہ تھی کیونکہ بعد اسکے
متن مین موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور ایک
ایک قدیم موجود تھا تو اسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضا بیع تولیت
یہہ ہی کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہی اور قبض مین باپ اوسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو
بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کرسکتا اسواسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کے کذا فی الطحطاوی قولہ الا برضی البائع اور اوسکو پھیر دینا جائز ہی بائع
کی رضامندی سے ہم یعنی اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہی عیب قدیم کے
حصہ کے موافق ثمن پھیر لے چاہے مبیع پھیرے بشرط رضای بائع کے رضای بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے مین ضرر ہی بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع
اوسکی ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر درصورت رضای بائع مشتری مختار ہی پھیر دینے مین
یا رکھہ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبیہ ۲ الا لمانع عیب او زیادۃ کما لو اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب قدیم رجع بہ ای بنقصانہ
لتعذر الرد بالقطع بشرط رضامندی بائع پھیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہی رد کا یا بسبب زیادت مانعہ کے پھیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا
پھر اوسکو قطع کیا پھر مشتری اوسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے اس حالت مین پھیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے
ہم یہہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبلہ البائع کذلک لہ ذلک لانہ اسقط حقہ پھر اگر
بائع نے پھٹا ہوا کپڑا قبول کرلیا تو اوسکو جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنا حق ساقط کردیا ولو اشتری بعیرا فنحرہ فوجد امعاءہ فاسدا
لا یرجع لافسادہ مالیتہ ۱ اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اوسکو حلال کیا اور اوسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے
بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہوگئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہوگیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اوسمین فساد مالیت نہین لہذا اوسمین
رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کلہ او بعضہ او وہبہ بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا لا مخیطا کما
افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہین کرسکتا اگر مشتری نے سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے مبیع کے کاٹکر نہ سیکر
چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین بیان کیا فلو قطعہ المشتری وخاطہ او صبغہ ای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن
او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربو حتی
لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ درر وابن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اوسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی

یا ستو گھی میں ملا لئے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اوس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب یادہ ہو جانے مبیع کے اور یہہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربوا کے یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد مبیع پر راضی ہو جاویں تو حاکم اوسپر حکم نکرے کذا فی الدرر و ابن کمال ہم زیادتی متصل میں امتناع رد اسواسطے ہو کہ اصل مبیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہیں تو پھر صورت فسخ ممتنع ہوئی شارح کو مناسب تہا کہ یوں کہتا لحصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ حرمت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہے سو یہاں دونوں مفقود ہیں کذا فی الطحطاوی ثم لا یرجع لو باعہ ای المبیع بعد رؤیۃ العیب او قبل الرضی بہ صریحا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہے اگر مبیع ممتنع الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکہنے کے بعد قبل اوسکے ساتہہ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت یہ طرح ہے کہ مبیع کو لباس یا کوبہ میں استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہو بیع پر تو بیع کو امتناع میں کچھ تاثیر نہیں تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹہیرا لہذا رجوع نقصان میں اسکو ختیار ہوگا کذا فی الطحطاوی او مات العبد المراد ہلاک المبیع عند المشتری او اعتقہ او دبرہ او استولدہا او وقف قبل علمہ بعیبہ یا غلام مرگیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اوسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو وقف کیا اوسکے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکلہ او بعضہ او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندہما وعلیہ الفتوی بحر وعنہما یرد ما بقی ویرجع بنقصان ما اکل وعلیہ الفتوی اختیار وقہستانی یا مبیع طعام تہا سو مشتری نے اوسکو سب یا تہوڑا کہایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کہلایا یا کپڑا پہنا یہانتک کہ پہٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لیگا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہہ ہے کہ باقی کو پھیر دے اور جسقدر کہانا کہایا ہے اوسکے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاختیار و القہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف میں شرط ہے کہ یہہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب میں بہی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد ذکر کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام میں ہے اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتوی ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق میں استحسان کہا ہے اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی میں یوں مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعائین فلہ رد الباقی بحصتہ من الثمن اتفاقا ابن کمال و ابن ملک و سیجیء قلت فعلی ما فی الاختیار و القہستانی یترجح القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتن میں ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اوسکے حصہ کے موافق ثمن کم کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح و ابن ملک اور یہہ مسئلہ اسی باب میں آویگا میں کہتا ہوں بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہو گیا سو خبردار ہو جاہم قیاس یعنی رجوع نقصان یہی قول صاحبین ہے یہاں شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہو گیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی الحلبی ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ طفلہ او امراتہ او مکاتبہ او ضیفہ مجتبی بعد اطلاعہ علی عیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للعینی فی الرمز لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قبل الرؤیۃ واقرہ شراحہ حتی العینی فیفید البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لا یرجع بشیء لامتناع الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کر دیا یا اوسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بہاگ گیا یا کہانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کہلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن مجمع میں جمیع مسائل میں قبل رؤیت کو ذکر کیا ہے اور اوسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہے

یہان تک کہ عینی نے بہی شرح مجمع مین تو کلام عینی مین بعدیت اوسکے ہونے کی مفید ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ مین مشتری کچھہ بھی رجوع
نہین کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اوسکے فعل سے ھ عینی کے کلام مین تناقض ہے شرح کنز مین بعدیت مذکور ہی اور شرح مجمع مین قبلیت
عینی نے کہا روایت مجمع بہی حق ہے والا ان مسائل مین یعنی اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ مین یعنی بیع اور موت اور اعتاق اور
تدبیر مین کچھہ فرق نہین رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا یرجع اھ اختیار اور قاعدہ کلیہ ان
مسائل مین یہہ ہے کہ جہان کہین بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہی تو وہان مشتری ثمنکو بقدر نقصان پہیر لے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے
اپنی ملک سے والا پہیر سکتا ہی کذا فی الاختیار ھ بحر الرائق مین ہے کہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل
مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور جب رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ کپڑا
ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہوجانا یا زیادہ ہوجانا اسطرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہین کذا فی
الطحطاوی وفیہ الفتوی علی قولھما فی الاکل واقرہ القہستانی اور اختیار مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام مین اور ثابت رکھا
اسکو قہستانی نے ھ ذکر نقصان عنقریب مذکور ہوچکا تو مکرر ہو گیا شری نحو بیض او بطیخ او جوز او قثاء فکسرہ فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علفا
للدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کیے انڈے اور خربوزے کی مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا ککڑی کہیرا
پہر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانورون کا چارا ہوسکے تو اوسکا بقدر نقصان ثمن پہیر لینا جائز ہے اگر اوسمین سے بعد
عیب دریافت ہونے کے کچھہ کہایا ہو یعنی بعد چکہہ لینے کے کچہہ پہیر لینا درست نہین کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اوسکے پہیر لینے
پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اوسکا عیب جان گیا قبل اوسکے توڑنے کے تو اوسکو
پہیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرح پر کہ انڈا گندہ ہو یا ککڑی کڑوی ہو
یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے ہواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی النہر ولو وجد
اکثرہ فاسدا جاز بحصتہ عندھما اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین
نزدیک کذا فی النہر نہایہ مین ہی کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہی ہے جس سے اخروٹ خالی نہوسکتے ہون عادت مین چنانچہ سو مین ایک اور دو اور تو
ایک دس مین کثیر ہی چنانچہ قنیہ مین مصرح ہے اور بعضون نے کہا کہ تین عدد مین یعنی سو مین کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا
فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب عندھما وبہ یفتی اور مجتبے مین ہی کہ اگر گہی پگہلا ہوا اور اوسکو مشتری نے
کہا لیا پہر اوسکے بائع نے اوسمین چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پہیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ھ یعنی طاہر گہی کی
قیمت کیواسطے نجس گہی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پہر قدر تفاوت کو بائع سے پہیر لے کذا فی الطحطاوی باع ما اشتراہ فرد علی المشتری
الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو رد علیہ بقضاء لانہ فسخ ما لم یحدث بہ عیب آخر عندہ فان یرجع بالنقصان مثلا زید نے
بیچا اوسکو جسکو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پہیر دی بسبب عیب کے تو زید اوسکے بائع کو یعنی خالد کو پہیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی
ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوا عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو البتہ مشتری
ثانی نقصان پہیر لیگا ھ مشتری ثانی کے نزدیک بیع کی ہواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پہر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اوسکے پاس پیدا
ہوا اور اوسنے عیب قدیم کا نقصان پہیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اوسکے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پہیر سکتا
ہی اور صاحبین کے نزدیک پہیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وھذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار ولو بخیار رؤیۃ
او شرط در مختار اور یہہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اسوقت ہی جبکہ مشتری ثانی کے قبضہ کے بعد ہوا ہو اور اگر مشتری ثانی نے اسکا قبل

قبض کرنیکے پہیر دیا ہو تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا پہیر سکتا ہی غیر اراضی مین نہ در خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر ھ یعنی اگر مشتری
ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بہی پہیر دینا اوسکے بائع پر مطلقا جائز ہی خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہہ تشبیہ ہی
رد مطلق مین اور اراضی کو اسواسطے مستثنا کیا کہ اوسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کرسکتا بدون حکم قاضی کے کذا فی الخطا ھ وھذا اذا
باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقا بحر اور یہہ یعنی جواز رد اوسوقت ہی جبکہ مشتری اول نے اوسکو بیچا ہو عیب پر مطلع
ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقا رد جائز نہین کذا فی البحر یعنی اگرچہ بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے
رضامندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینھما فلہ الرد مطلقا شرح مجمع اور یہہ یعنی تفصیل مذکور در مبیع مین باعتبار قضا اور رضا کے
نقدین کے سوا غیر مین ہو بسبب متعین نہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقا رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع ھ بحر الرائق مین ہی کہ مبیع مین
تعین ہونیکی قید لگائی تا کہ ثمن سے احتراز ہوجاوے اسواسطے کہ اوسمین رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین تو
گویا کہ دینار درہم سے مول لے پہر دینار دوسرے کے ہاتہ بیچے پہر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اوسکو پہیر دیا تو مشتری اول بائع کو
پہیر سکتا ہی کذا فی الخطا ھ ولو ردہ برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری
اول کی رضامندی سے پہیر دیا بلا حکم قاضی کے تو مشتری اول اوسکو بائع پر نہین پہیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول صحیح مین اسواسطے
کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہی ثالث یعنی بائع کے حق مین کذا فی النہر ھ اور قول غیر اصح یہہ ہی کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو جیسے زائد انگلی
تو اوسکو مشتری اول بائع پر پہیر سکتا ہی اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہی کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تہا کذا فی المنح ادعی عیبا موجبا للفسخ
او حط الثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرھن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ
علی نفیہ ویدفع الثمن ان لم یکن شہود کہ مشتری نے دعوی کیا اوس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہی بعد قبضہ کرنے مبیع کے
تو مشتری پر جبر نہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اوسکا قسم کہاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہوں و
ان ادعی غیبۃ شہودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے
اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کہائی ہو ھ اگر مشتری اسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پہیر لیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر
مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اوسکو مہلت دیوے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بہا قبلت خلافا
لما فیہ اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پہر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا
فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نکہانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہی ما سوای
حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقا ونحوہ مما یشترط فیہ وجود العیب عندھما کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف بائعہ اذا انکر
قیامہ للحال حتی یبرھن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برھن حلف بائعہ عندھما باللہ ما ابق وما سرق وما جن قط
وفی الکبیر باللہ ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا وکبرا مشتری نے غلام کے بہاگنے کا دعوی کیا اور بہاگنے کی مانند وہ عیب ہے
جسکے پہیر دینے کے واسطے وجود عیب کا قدیم کے پاس شرط ہی چنانچہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اوسکے بائع سے جب وہ اوس عیب کے
بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بہاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہہ امر گواہی ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک
اوسکے بائع سے یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبہی نہین بہاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم کہائے کہ قسم
خدا کی کہ وہ نہین بہاگا جب سے کہ وہ جوان مردون کے برابر پہونچا بسبب مختلف ہونے گریختگی کے طفلی اور جوانی مین یعنی طفلی مین گریختگی عیب نہین اور
جوانی مین عیب ہے کما مر سابقا ھ اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اوس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بہی یہہ عیب موجود تہا تو اگر اوسنے

اسکا بہی اقرار کیا تو پہیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اس پر کہ یہہ عیب بائع کے پاس
بہی موجود تہا سو اگر اوسنے گواہوں سے ثابت کیا تو پہیر دیا جائیگا اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیب
انواع خفی وباطن وظاہر حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہیں ایک قسم کا عیب مخفی ہی چنانچہ بہاگنا اور اوسکا حکم معلوم ہو چکا ہم یوں معلوم ہو چکا کہ
کافی متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہی اور کا شرط نہیں اور اوسکو اختیار ہی قبول اور رد میں مگر جبکہ دوسرا عیب
اوسکے پاس پیدا ہو کما تقدم کر کے کی نہ ہو وہ عیب ہے جو معلوم نہو بدوں تجربہ اور آزمائش کے چنانچہ سرقہ اور بول فی الفراش اور جنون کذا فی الخطا و
وظاہر کالعمی والعور والصمم والصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للمتیقن بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر
ہی چنانچہ یک چشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی ردبیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس
جبکہ بائع نے یہہ دعویٰ نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تہا ہم اسیطرح اگر بائع نے دعوے کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تہا خرید کے وقت
یا اوسنے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اوسکا دعوی ثابت ہوا گواہوں سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہیں ہو سکتا والا مشتری سے قسم لیجائیگی پہر اوسنے
اگر قسم کہائی تو پہیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہی کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد فیکفی قول عدل والاثنان احوط بانہ قول
عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا سوای اطبا کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہی ایک عادل طبیب کا قول اور اوس عیب کے
ثابت کرنیکے واسطے اوسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبوں کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اوسکو دریافت کرے کذا فی النہر البدائع
وما لا یعرفہ الا النساء کالرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع یعنی اور چوتہی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا مگر عورتیں چنانچہ عورت کی
شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پہر بائع سے قسم لیجاوے کذا فی العینی ہم عینی میں یوں مذکور ہی کہ قیام عیب فی الحال میں ایک ثقہ عورت کا
قول کافی ہے پہر اگر یہہ اختلاف بعد قبض کے ہی تو رد بیع نہیں عورتوں کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فی الخطا و قلت وبقی خامس ما لا ینظرہ
الرجال والنساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع میں کہتا ہوں باقی رہی پانچویں قسم عیب کی جسکو نہ مرد
دیکہیں نہ عورتیں سو قاضی خان کی شرح میں ہی کہ خریدی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثی ہی تو اس میں بائع سے قسم لیجائیگی یعنی جب اوسکو
نہ مرد دیکہ سکے نہ عورت تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہیں استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل للتفرق
الصفقۃ یعنی مبیع میں غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی میں مختار ہے
چاہی باقی میں بیع قائم رکہے چاہے پہیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل شامل ہے کل مبیع مراد نہیں جیسا بعضوں نے سمجہا ہی اسواسطے کہ بعض مستحق
میں بیع باطل ہے بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہے کذا فی الخطا و وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی انما یتبعض او
اگر استحقاق بعد قبض کے ہی تو مشتری مختار ہی قیمی میں نہ غیر قیمی میں اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ آویگا ہم یعنی اگر استحقاق سے باقی میں
عیب پیدا ہو چنانچہ گہر یا زمین یا غلام تو مشتری باقی میں مختار ہی چاہے اوسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہی پہیر دے اور اگر مبیع دو چیزیں ہوں یا بمنزلہ
شئے واحد کے ہیں حکم میں پہر ایک چیز مستحق نکلی تو بہی اوسکو باقی میں اختیار ہی اور اگر استحقاق سے عیب ثابت ہوتا ہو باقی میں چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو
غلام ہوں پہر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈہیر ہوا اور اوسمیں بعض مستحق غیر ہو تو اوسکی تبعیض میں ضرر نہیں تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہی اوسمیں اختیار
پہیرنے کا نہیں کذا فی المنح وان شری شیئین فقبض احدہما دون الآخر فحکمہ حکمہما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدہما
خیر یعنی اور اگر دو چیزیں خریدیں سوا ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اوسکا حکم وہی جو ما قبل قبض کا حکم ہی یعنی اگر ایک میں استحقاق یا عیب ثابت ہوا تو
مشتری مختار ہی وھو ای خیار العیب بعد ثبوت العیب علی التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی غریب یعنی اور وہ یعنی خیار العیب بعد ثبوت
عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہیں بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی میں ہے سو غریب ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر ہم حاوی میں ہی کہ اگر مشتری نے بعد

عیب دیکہنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکہہ لیا تو یہہ رضامندی ہے یعنی اب اوسکو پہیر دینے کا اختیار نہیں کذا فی الحاجب فلو خاصمہ ثم ترک ثم عاد و
خاصمہ فلہ الرد ما لم یوجد مبطلہ کذا فی الذخیرہ فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جہگڑا کیا پہر جہگڑا چہوڑ دیا بعد مدت پہر آیا اور جہگڑا کیا تو
اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع
بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہان تک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان ثمن کے پہیر لے واللبس والرکوب
والمداواۃ لہ وبہ علیٰ رضی بالعیب الذی یداویہ فقط ما لم ینقصہ برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہے عیب کی اور مبیع کی
دوا کرنا یعنی مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اوسی عیب کی جسکی دوا کی تاوقتیکہ دوا سے اوسکو ناقص نکر دیا ہو کذا فی البرجندی ثم یعنی
اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اوسکے عیب کی دوا کی تو یہہ رضا ہے کیونکہ یہہ دلیل ہے اوسکے رکہہ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریان ہیں اور ایک
بیماری کی اوسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد
تہا اور دوا سکی دوا ہے پر تہہ اوس کا شل ہو گیا یا آنکہہ میں اوسکی سفیدی تہی اور دوا کرنے سے آنکہہ پہوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اوسکو پہیر نہیں
سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس اوسمین دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الحطاوی وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور
اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پہیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پہیر لینے کا مانع ہے ومنہ العرض علی البیع
الا اذا عرضہ اذا وجد مالا یبرا فعرضہا علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیہ ام لا وعرضہ علی
المقومین لیتقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے واسطے سوای دراہم کے جبکہ اونکو کہوٹا پایا پہر اونکو بیع کے واسطے
پیش کیا تو یہہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اوسکی قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے
کرنا قیمت والون کے آگے تا اوسکی قیمت ٹہرائی جاوے رضامندی نہیں ہم اور منجملہ دلائل رضامندی ہے اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع
عیب کے اور صحیح یہہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال لہ البائع اتبیعہ قال نعم لزم ولو قال
لا لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر للملک بزازیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اوسکو بیچتا ہے اوسنے کہا ہان تو بیع لازم ہو گئی
اب خیار العیب سے نہیں پہیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک ثابت
رکہنا ہے کذا فی البزازیہ یعنی یہہ چیز میری مملوک نہیں اسواسطے کہ میں اسکو پہیر دونگا بلکہ یہہ تیری ملک ہے لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع
او لیشتری العلف لہا والسقی والحال ان المشتری لا بد لہ منہ ای الرکوب لعجزہ او صعوبتہا رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پہیر دینے
کے واسطے یا جانور کے چارہ خرید کرنے کے واسطے یا اوسکو پانی پلانے کے واسطے اور حال آنکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور
کی سرکشی کے ہم یعنی مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونے کے نہیں ٹہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل
رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وہل ہو قید للاخیرین او للثلثۃ استظہر البرجندی الثانی واعتمد المصنف
تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینون کی قید برجندی نے
ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرحین درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ھم
مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا لا بد لہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہے تو اول سے اخیرین مراد ہیں
اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجای اول ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنی تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہہ ہو کہ یہان دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور
دوسرے میں تفصیل ہے کذا فی الحطاوی ولو قال البائع رکبتہا لحاجتک وقال المشتری بل لاردہا فالقول للمشتری بحر اور بائع نے
مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کیواسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اوسکے پہیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر رق

الفرس ووجد بها عیبا فی السفر فحملها فهو عذر اور فتح القدیر مین ہی کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پہرا سپر بوجہ لادا تو یہہ عذر ہی یعنی بعد سفر کے
اوسکو پہیر سکتا ہی ہم طحطاوی نے بزازیہ سی نقل کیا کہ بوجہ لادنے سے پہیر نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے راہ مین والدینے سے خوف تلف ہو یا نکا ہو اور
قول ضعیف یہہ ہی کہ پہیر سکتا ہی بقیاس اوسکے چارہ لادنیکے لئے تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہے اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع
او احدهما متعدد لبیان تعیین الثمن علی تقدیر الاول او فی عدد المقبوض فالقول للمشتری لانه قابض والقول للقابض مطلقا
قدرا او صفة او تعیینا اختلاف کیا بایع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے بیع کے عدد مین کہ ایک ہی یا چند عدد تا قیمت منقسم ہو جاوے پہیر نیکی
صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین
یا اوسکی صفت مین یا تعیین مین ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہہ صورت ہی کہ دو غلام خریدے بایع نے مشتری سے کہا کہ تونے دونون غلام قبض کئے
اور مشتری نے کہا کہ مینے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیرده بخیار شرط او رؤیة فقال البایع لیس هو المبیع فالقول للمشتری
فی تعیینه ولو جاء لیرده بخیار عیب فالقول للبایع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضه فتح تو اگر مشتری آیا تا اسکو پہیرے بسبب خیار شرط کے
یا خیار الرؤیة کے اور بایع نے کہا کہ یہہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اوسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اوسکو پہیرے خیار العیب کے سبب سے تو بایع کا قول
معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بایع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت مین
داخل ہے تو اسمین مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہے ظہیریہ مین خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی اشتری عبدین ای شیئین
ینتفع باحدهما وحده صفقة واحدة خریدے دو غلام یعنی دو دو چیزین بصفقہ واحدہ خریدین کہ اونمین سے فقط ایک چیز سے انتفاع ہو سکتا ہی
ہم شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہہ صورت ہی کہ دونون کا ثمن جدا جدا ذکر نہین
کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پہیر دینا جائز ہے وقبض احدهما ووجد به او بالآخر عیبا لم یعلم به
الا بعد القبض اخذهما او ردهما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اوسمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر
قبضہ کرنیکے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پہیرے ہم یعنی فقط عیب والی چیز کو پہیر نا یا رکہہ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ
اسمین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہین ولو قبضهما رد المعیب
بحصته سالما وحده لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونون چیزون پر قبضہ کر لیا تو فقط عیبدار چیز کو پہیرے مبیع سالم کے حصے کے موافق
ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی
عن البحر کما لو قبض کیلیا او وزنیا او زوجی خف ونحوه کزوجی ثور الف احدهما الآخر بحیث لا یعمل بدونه فوجد ببعضه عیبا
فان له رد کله او اخذه بعیبه لانه کشیء واحد ولو فی وعائین علی الاظهر عنایه وهو الاصح برهان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر
جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر جیسے گہی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اوسکے جیسے بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل
دوسرے بیل سے ایسا ہل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اوسکے اور بعض کیلی یا وزنی مین یا ایک موزے یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ
سب کو پہیرے یا عیبدار کو بہی رکہے اوسکے عیب کے ساتہہ اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ شے واحد کی مانند ہین اگرچہ کیلی یا وزنی چیز دو برتنون مین
بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایہ اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان اشتری جاریة فوطئها او قبلها او مسها بشهوة ثم وجد بها عیبا لم
یردها مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انه استوفی ماءها وهو جزؤها خرید کی لونڈی اور اوس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا
اوسکو مساس کیا شہوت سی پہر اوسمین عیب پایا تو اوسکو نہ پہیرے کسیطرح اگرچہ وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہہ دلیل ہی کہ مشتری
نے بسبب قربت کے اوسکی منی نکالی اور منی اوسکا جزو بدن ہے ہم یعنی اگر اب پہیرے تو ایسا ہو کہ گویا اوسکے بعض حصے کو لیا اور باقی کو پہیر دیا کذا فی الطحطاوی

من الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس مین اگرچہ خروج منی نہولیکن چونکہ مقدمہ ہی وطی کا لہذا حکم وطی مین ہی ولو الوطی زوجہا ان ثیبا ردہا وان بکرا لا
یعنی اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہی اگر وہ ثیبہ ہی تو اوسکو پہیرے اور اگر باکرہ ہے تو نہ پہیرے کذا فی البحر ویرجع بالنقصان لامتناع
الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوی تو بقدر نقصان ثمن پہیرے بسبب نہ جائز ہونے پہیر دینے کے وفی المنظومۃ المحبیۃ لو شرط بکارتہا
فبانت ثیبا لم یردہا بل یرجع باربعین درہما نقصان ہذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط
البکارۃ فیردہا لعدم المشروط اور منظومہ محبیہ مین ہی کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پہر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اوسکو نہ پہیرے
بلکہ چالیس درہم نقصان اس عیب کا پہیرے اور حاوی اور ملتقط مین ہی کہ ثیبہ ہونا عیب نہین مگر جبکہ بکارت شرط کی ہو تو اوسکو پہیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہونے
شرط والے کے عدم منظومہ کی روایت مین مراد یہہ ہی کہ اوسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا ما قبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی اور ملتقط کی روایت
اس پر محمول ہی کہ اوسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونون روایتون مین تعارض نرہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلہا البایع
لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ویعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال
المانع درر فیرد المبیع مع النقصان علی الراجح نہر مگر جبکہ بعد وطی مشتری کے بایع نے اوس لونڈی کو قبول کر لیا تو پہیر دینا جائز ہی
امو لیسقط کذا امتناع رد بسبب بایع کے حق کے تہا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پہیر دینا پہر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے
بعد زائل ہونے عیب حادث کے بواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پہیر دی نقصان کے ساتہہ بنا بر قول
راجح کے کذا فی النہر ہم نقصان کے ساتہہ پہیر دی یعنی جبکہ پہیرنا ممنوع تہا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پہیر لیا تہا اوسقدر ثمن کو بہی پہیر دے
کذا فی الطحطاوی ظہر عیب بمشری البایع الغائب واثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ہلک ہلک علی المشتری الا
اذا قضی القاضی بالرد علی بایعہ لان القضاء علی الغائب بلا خصم ینفذ علی الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اوس چیز مین جو خریدی ہوئی
تہی بایع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے مبیع کو شخص معتمد کے پاس رکہوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال
ہلاک ہو گا نہ بایع کا مگر جبکہ قاضی اوسکے پہیر دینے کا بایع پر حکم دے تو بایع کا مال ہلاک ہو گا اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور خصم نافذ ہو جاتی ہی
بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا علی الغائب مین دو روایتین ہین کتاب المفقود مین نفاذ کی روایت کی تصحیح ہی اور کتاب القضا مین عدم نفاذ
کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی مین ہی کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہی جسکے مذہب
مین قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رای پر قرار دیگا حالانکہ اوسکے واسطے کوئی رای نہین باوجود اعتقاد کرنے
اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ملخصا قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او ردۃ او قطع او سرقۃ
ورجع بنصف ثمنہ فیہما واخذ ثمنہ ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اوسکا ہاتہہ کاٹا گیا اوس سبب سے جو
واقع ہوا تہا بایع کے پاس جیسا کہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پہیر دے اور دونون کا ثمن پہیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا
ثمن یا مقطوع کو رکہہ لے اور اوس کا نصف ثمن بایع سے پہیر لے کذا فی المجمع ہم اور اگر غلام نے بایع اور مشتری دونون کے پاس چوری کی اور مشتری کے
پاس اوسکا ہاتہہ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پہیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پہیر لے اور اگر بایع اوسکا پہیر لینا قبول کرے
تو پورا ثمن پہیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعۃ بعضہم علی بعض وان علموا
بذلک تکونہ کالاستحقاق لا کالعیب خلافا لہما اور اگر اوسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پہر اخیر مشتری کے پاس اوسکا ہاتہہ کاٹا گیا یا وہ
مقتول ہوا تو بعض بایعین بعض سے رجوع کرین یعنی ایک بایع دوسری بایع سے ثمن پہیر لے اگرچہ اونکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے
مانند استحقاق کے نہ مانند عیب بخلاف صاحبین کے ہم یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہین ویسے ہی اس کا علم بہی مانع رجوع نہین اور صاحبین کے نزدیک

مشتری اوسپر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہو کذا فی الخلاصہ وصح البیع بشرط البراءۃ
من کل عیب وان لم یسمّ خلافا للشافعی لان البراءۃ عن الحقوق المجھولۃ لا تصح عندہ وتصح عندنا لعدم افضائہ
الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یرد بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونیکے
ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے اونکے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے
نزدیک صحیح ہے اسواسطے کہ عدم تعیین براءت مین منازعت کو نہیں پہنچاتی اور اس شرط مین داخل ہو وہ عیب جو موجود ہی قبل عقد کے اور
جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بسبب کسی عیب کے اوسکو پھیر نہیں سکتا ہم براءت عیب کی یہہ صورت ہو کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہہ غلام تیرے
ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اوسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ غرض اس شرط
سے یہہ ہے کہ عقد لازم ہو جاے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہہ حاصل نہیں ہوتا اگر عیب قدیم اور حادث کی براءت سے خواہ بائع
عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اوسکا واقف ہو یا نہو اوسکے طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصہ محمد و مالک بالموجود لقولہ من کل عیب بہ
اور محمد اور امام مالک نے براءت کو عیب موجود کے ساتھہ مخصوص کیا ہو نہ عیب حادث کے ساتھہ چنانچہ یون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے
ہر عیب سے عیب موجود کے ساتھہ بالاتفاق مخصوص ہے تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس
صورت مین مشتری پھیر سکتا ہو ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث ھذا اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اوس
عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہی یہہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابرا محتمل اضافت کا نہین تو یہہ شرط
فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاب بیع ہی اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اوسمین نرہے کذا فی الحلبی ابرأہ
من کل داء فھو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمدہ المصنف تبعا للاختیار والجوہرۃ لانہ المعروف فی العادۃ
وما سواہ فی العرف مرض اگر بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہی اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہو اور اسی قول
ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اسواسطے کہ لفظ داء عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہو اور سوای بیماری باطن کے
عرف مین مرض مشہور ہی ہم مذہب مشہور یہی ہو کہ داء مطلق مرض ہے اسواسطے کہ لغت مین مرض ظاہر اور باطن دونون کو داء کہتے ہین لیکن
عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المنح ولو ابرأہ من کل غائلۃ فھی السرقۃ والاباق
والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہی ہم ہرچند لغت مین غائلہ بمعنے شر اور بدی ہی لیکن یہہ
تخصیص عرف کی اسواسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہی اشتری عبدا فقال لمن ساومہ ایاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یتفق بینہما
البیع فوجد مشتریہ بہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرطہ ولا یمنعہ من الرد علیہ اقرارہ السابق بعدم العیب لانہ
مجاز عن التّرویج خرید کیا غلام کو پہر مشتری نے اوس سے کہا جو اوس خریداری کی گفتگو کرتا تہا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس مین کوئی عیب نہین پہر
دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پہر مشتری نے اوس غلام مین عیب پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اوسکے بائع کو دیبع کی شرط کے موافق
اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اوسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہی ترویج سے ہم لیعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہو تو قاضی یقین کریگا کہ
نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اوسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولی کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ
شتم پر محمول ہے اور ردبیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الخلاصہ ولو عیّنہ ای العیب فقال لا عور بہ اولا شلل
لا یرد لاحاطۃ العلم بہ الا ان لا یحدث مثلہ کلاصبع زائدۃ ثم وجدھا فلہ ردہ للتیقن بکذبہ اور اگر مشتری مذکور
نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اوس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اوس نے خرید کیا

اور پہر یہی عیب بائع کے یہاں پیدا ہو یعنی ظاہر ہوا تو اب مشتری اوسکو پہیر نہیں سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعۃً چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہین ہے پہر مشتری نے زائد انگلی اوسمین پائی تو اوسکو اس صورت مین پہیر دینا جائز ہے باوجود نفی عیب کے بسبب متیقن ہو جانے اسکے ہونیکے قال لآخر عبدی ہذا ابق فاشترہ منی فاشتراہ وباعہ من اخر فوجدہ المشتری الثانی ابقا لایردہ بما سبق من اقرار البائع الاول مالم یبرھن انہ ابق عندہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہہ غلام بہگوڑا ہے تو اسکو مجہہ سے خرید کرلے سو اوسنے اوسکو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچا پہر مشتری ثانی نے اوسکو بہگوڑا پایا تو مشتری ثانی اوسکو پہیر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہوں سے ثابت نکرے کہ وہ اوسکے پاس سے بہاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصدق نہیں ہو سکتا کذا فی الحاوی اشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا لانہ استخدام خرید کی شیردار لونڈی سو اوس نے دودہ پلایا مشتری کے لڑکے کو پہر اوسمین عیب پایا تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ دودہ پلوانا خدمت لینا ہے یعنی اور خدمت لیکر پہیر دینا جائز ہے بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردہا مع لبنہا وما یعنی من ثمر بل یرجع بالنقصان علی المختار شرح مجمع وحررناہ فیما علقناہ علی المنار بخلاف اوس بکری کے جو کم شیر تہی سو اوسکے بائع نے اوسکے تہن باندہے یعنی دو چار روز دودہ نہ دوہا تا کہ تہنون میں دودہ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودہ والی ہے تو اوس بکری کو نہ پہیرے اوسکے دودہ کے ساتھہ یا ایک صاع کہجور کے ساتھہ بلکہ بقدر نقصان ثمن پہیر لے بقول مختار کذا فی شرح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہے منار کی شرح مین کہا لو استخدمہا فی غیر ذلک ففی المبسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس یتوسعون فیہ وھو للاختبار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان فی نوع اخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس برضی الا علی کرہ من العبد بحر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودہ پلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پہیر دینا جائز ہے اور مبسوط مین ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اسواسطے کہ استخدام مین لوگونکے نزدیک وسعت ہے تنگی نہیں اور استخدام آزمایش کے لئے بہی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کار ہے یا نہیں اور بزازیہ مین ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جبکہ مملوک سے دوسری قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری مین ہے کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کر کے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری لیس بہ بالمبیع اصبع زائدۃ او نحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجد بہ ذلک کان لہ الرد بلا یمین مما مر مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہیں جو اتنی مدت مین پیدا ہو سکے پہر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہے بدون قسم بدلیل گذشتہ یعنی نفی عیب کور مین کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت مین پیدا نہیں ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تہا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجدہ ابقا فلہ الرد ولو قال الا اباقہ لا لانہ فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ بہ فلم یکن اقرارا باباقہ للحال وفی الثانی اضافہ الیہ فکان اخبارا بانہ ابق فیکون راضیا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے جانب اسکے ہر عیب سے سوا گریختگی کے پہر اوسکو مشتری نے بہگوڑا پایا تو اوسکو پہیرنے کا اختیار ہے اور اگر اوسنے کہا کہ مین اوسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوا اوسکے بہاگنے کے تو پہیرنے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کیطرف نہیں کی اور نہ اوسکو موصوف گریختگی کیا تو اوسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اوسکے طرف نسبت کیا تو اوسنے خبر کردی کہ وہ بہگوڑا ہے تو مشتری راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع مین اختیار نہیں [illegible]

كل حق له قِبَلَه دخل العيب لا الدرك ۱۲ درخانيه مين ہى كہ اگر مشترى سنے اپنے ہر ايک حق قبل البائع كى برارت كى تو اس قول مين برارت عيب داخل ہوگى نہ درک ھم يعنى اگر مشترى سنے بائع سے كہا كہ مين نے اپنا ہر ايک حق چھوڑا تو اسمين عيب داخل ہے نہ درک يعنى اب وجود عيب سى پھير نہين سكتا ہى اور اگر مبيع مستحق غير ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشترى ساقط نہوگا يعنى اگر يہ قول كفيل بالدرک سے كہا ہوگا تو كفالت باطل نہوگى شايد اسواسطے كہ حق مشترى ہنوز متحقق نہين ہوا و سكى برارت سے ساقط ہوتا كذا فى الطحطاوى ؕ دوسرى كا مال ہوجانا ۱۲

مشترٍ لعبد او امة قال اعتق البائع العبد او دبره او استولد الامة او هي حرة الاصل و انكره البائع حلف لعجز المشترى عن الاثبات غلام يا لونڈى كے خريدار نے كہا كہ بائع نے غلام كو آزاد كر ديا يا مدبر كيا يا لونڈى كو ام ولد بنايا يا وہ حرة الاصل ہے اور بائع نے اسكا انكار كيا تو بائع سے قسم ليجاوىگى بسبب عاجز ہونے مشترى كے اس دعوى كے اثبات سے يعنى در صورت عدم شہادت قاضى قسم ليگا فان حلف قضى على المشترى بما قاله من العتق ونحوه لاقراره بذلك پھر اگر بائع نے قسم كہائى تو مشترى پر حكم ہوگا بموجب اسكے قول كے يعنى عتق اور ما نند اوسكے اسواسطے كہ مشترى اوسكا اقرار كرچكا ھم يعنى عتق اور تدبير غلام اور استيلاد اور حريت اصلى مملوک كى ثابت ہوجاويگى مشترى كے اقرار كے سبب سے تو ابتك مالک دعوى مشترى كر سكتا ہے نہ ثمن پھير سكتا ہى ويرجع بالعيب ان علم به لان المبطل للرجوع ازالته عن ملكه الى غيره بانشائه او لاقراره ولم يوجد حتى لو قال باعه وهو ملك فلان وصدقه فلان واخذه لا يرجع بالنقصان لازالته باقراره كانه وهبه اور مشترى بقدر نقصان عيب بائع سے ثمن پھيرے اگر عيب كا ہونا اوس غلام يا لونڈى مين معلوم ہو اسواسطے كہ رجوع نقصان كا مبطل مشترى كا ازالہ ہى اپنى ملک سے غير كو مالک كرکے انشاء تمليک سے يا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہين يعنى رجوع نقصان اوس صورت مين درست ہوتا كہ اگر مشترى نے غلام كو غير كا مملوک كر ديا ہوتا بيع وغيرہ سے يا اقرار ملک غير سے سو يہان كوئى بات حاصل نہين تو اگر مشترى نے اسكا دعوى كيا كہ بائع نے غلام كو بيچا اور وہ فلان شخص كى ملک ہى اور فلان شخص نے بہى اوسكى تصديق كى اور اوس غلام كو ليليا تو مشترى بائع سے رجوع بالنقصان نہين كر سكتا بسبب ازالہ اوسكى ملک كے خود مشترى كے اقرار سے گويا مشترى نے اوسكو ہبہ كر ديا و وجد المشترى لغنيمة محرزة بدارنا او غير محرزة لو البيع من الامام او امينه بحر قال المصنف فقيد محرزة فيه لازم عيبا لا يرده عليهما لان الامين لا ينتصب خصما عيب كو پايا اوس غنيمت كے خريدار جو محفوظ ہوگئى دار الاسلام مين آكر يا غنيمت غير محفوظہ ہو اگر مشترى نے خريدى كى امام سے يا اوسكے امين سے كذا فى البحر مصنف نے اپنى شرح مين كہا غنيمت مين محفوظ ہونيكى قيد لازم نہين تو مشترى بعلت عيب امام اور يا اوسكے امين كو نہ پھيرے اسواسطے كہ امين صاحب خصومت نہين ہو سكتا ھم امين سے عام مراد ہى اولىٰ مدعاكى موافق ہوجاتا اسواسطے كہ خود امام بہى امانت دار ہى بيت المال كا كذا فى الطحطاوى بل ينتصب له الامام خصما فيرده على منصوب الامام ولا يحلفه لان فائدة الحلف النكول ولا يصح نكوله واقراره بلكہ اگر مشترى عيب غنيمت كا مدعى ہو تو امام اوسكے واسطے ايک شخص كو مدعا عليہ بنا كر قائم كرى اور مشترى مبيعكو منصوب پر رد كرے اور قسم نلے منصوب سے اسواسطے كہ فائدہ قسم كا نكول ہى يعنى انكار قسم اور حالانكہ نكول اور اقرار شخص منصوب كا صحيح نہين ھم تو اب رد متصور نہين بدون گواہون كے كذا فى النہر فاذا رد عليه المعيب بعد ثبوت بيعه باعه ودفع الثمن الى المشترى الاول والفضل الى محله لان الغرم بالغنم درر پہر جب عيب والى چيز اوسكو پھير دى بعد ثبوت عيب كے تو وہ دوبارہ بيچى جاوىگى اور ثمن مشترى كو ديا جاوىگا اور كمى اگر نو يا دتى پھيرى جاوى اوسكے محل مين اسواسطے كہ نقصان مقابل منفعت كے ہے كذا فى الدرر ھم يعنى امام اوسكو بيچڈالے اگر ثمن ثانى ثمن اول سے كم ہو تو اگر مبيع منجملہ چار خمس كے ہو تو اونہين سے ثمن پورا كرديوے اور اگر خمس مين سے ہو تو اوس مين سے ديوے اور اسيطرح اگر ثمن ثانى ثمن اول سے زيادہ ہو تو زيادتى كو بہى وہين ركہے جہان كى مبيع ہو كذا فى النہر وجد المشترى بمشريه عيبا واراد الرد به فاصطلحا على ان يدفع البائع الدراهم الى المشترى ولا يرد عليه جاز ويجعل حطا من الثمن مشترى نے اپنى خريدى چيز مين عيب پايا اور دونون نے اس امر پر مصالحہ كيا كہ بائع چند دراہم مشترى كو ديوے اور مشترى اوسكو نہ پھيرے تو جائز ہى اور يہ مصالحہ ثمن كا گہٹانا قرار دياجاويگا ھم بحر الرائق مين ہى ... ساقط ہوتا ہى وقت بيع يا وقت قبض كے ...

سلہ
ترجمہ مين يحفظ مرتجم سيطرح فوائد و يصح كين غلام بيچا ہو كيا مگر قالن جو بيچى مشتري سے اپنا حق جو بائع كے ذمہ ہوگا اوس كى برارت كى اور مشتري غلام بيچا كيا و قاعلى جو بائع كا ہوا دعوى ہو دى مشتري سے طرف اور بيچى كى بائع كى طرف ۱۲

صلح کرلینے سو وعلی العکس وھو ان یصطلحا ان یدفع المشتری الدراھم الی البائع ویرد علیه لا یصح لانه لا وجه له غیر الرشوة
فلا یجوز اور بالعکس اوسکی وہ یہہ ہی کہ دونون سپر صلح کرین کہ مشتری چند دراہم بائع کو دیکر مبیع پہیردے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس دینے کی
کوئی وجہ نہین سوای رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سوداگرون کی اصطلاح مین اسکو احمقانہ کہتے ہین سو معلوم ہوا کہ حرام ہے
کیونکہ رشوت ہی ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری مین ہے کہ رشوت اور ہدیہ مین یہہ فرق ہی کہ رشوت وہ ہی جو ایک شخص دوسرے کو کچہہ دے
بشرط اوسکی اعانت کے اور ہدیہ مین اعانت شرط نہین وفی الصغری ادعی عیبا فصالحه علی مال ثم برئ او ظهر ان لا عیب فللبائع
ان یرجع بما ادی ولو زال بمعالجة المشتری لا قنیه اور صغری مین ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے مصالحہ
کرلیا کچہہ مال پر پہر وہ عیب زائل ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ اوسمین کچہہ عیب نہین تو بائع کو جائز ہی کہ جو دیا ہے اوسکو پہیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے
معالجہ کرنے سے تو پہیر لینا جائز نہین کذا فی القنیه رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی به یساوی الثمن
المسمی والا یساوی لا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل مبیع کے عیب سے تو موکل کو یہہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اوس عیب کے ساتھہ جو اوسمین موجود ہی
قیمت مین برابر ہو ثمن مسمی کی اور اگر قیمت اوسکی ثمن معین سے برابر نہو تو موکل کو بیع لازم نہین چاہیے تو پہیر دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی
لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہین چہپانا عیب کا بیع یا ثمن مین اسواسطے کہ غش یعنی
تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہے مگر دو صورتون مین حرام نہین الاولی الاسیر لو شری شیئا ثمه ودفع الثمن مغشوشا جاز ان
کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہان یعنی دار الحرب مین خرید کرے اور کہوٹا ثمن دیدے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ
غلام ہو اشباہ مین جہان سے شارح نے یہہ مسئلہ نقل کیا یون ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب اور ثمن کہوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے
اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہین انتہی اور اسی کی موافق قاضیخان مین یون ہے کہ ایک مرد نے قیدیون کو اہل حرب سے خرید کیا تو
اون کو کہوٹے اور مغشوش درم دینا جائز ہین اسواسطے کہ احرار کی خرید درحقیقت خرید ہی نہین اور اگر قیدی غلام ہین تو کہوٹے درم دینی جائز
نہین انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کرلے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت مین دہوکہا کہایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا
الثانیة یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ ۲ دوسری صورت یہہ ہی کہ کہوٹے اور ناقص درم دینی حاکم کے ظلم مین جائز
ہین کذا فی الاشباہ جبایات ہمارے موحدہ نہ بون چنانچہ بعضے غلط سمجہے ہین اور وہ جمع ہے جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگون سے بظلم مال لیا
جاوے کذا فی الطحطاوی وفیها رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ مین ہی کہ پہیر دینا مبیع کا
عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگون کے حق مین مگر دو صورت مین فسخ نہین ہم سبکے حق مین فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق
مین فسخ ہو اور یہہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد مبیع مشتری کے مملوک ہین تو اونکو اصل کے ساتہہ نہ پہیرے کذا فی الطحطاوی
عن البحر احدهما لو احتال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالة ایک صورت یہہ ہی کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پہر
بائع پہیر دی کسی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہین ہوتا ہم صورت اوسکی ذخیرہ مین یون ہی کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پہر بائع نے اپنے
قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا لینے ثمن پہر غلام مرگیا قبل قبض کے یہان تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پہیر دیا گیا خیار الرؤیة یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل
قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہین استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اوسکو باطل کریگا انتہی مختصرا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح
کی عبارت مین مرفوع ہے تا برقرار رہے کذا فی الطحطاوی الثانیة لو باعه بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز
قبل قبضه ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت یہہ ہی کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اوسکے پہیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی
اور مبیع مال منقول تہا تو یہہ بیع جائز نہین قبل اوسکے قبضہ کرنیکے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی قید سے لگائی

کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اوسکے پاس ہے اور منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے وفی البزازية شرى عبدا فضمن له رجل عهدته فاطلع على عيب وردّه لم يضمن لانه ضمان العهدة وضمنه الثاني لانه ضمان العيوب وان ضمن السرقة او الحرية او الجنون او العمى فوجده كذلك ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہو کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اوسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اوسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہہ ضمانت عہدہ کی ہی اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اوسکو ضامن کہا ہی اسواسطے کہ یہہ ضمانت عیوب ہی اور ضمان عیوب جائز ہی اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اوسکو اسیطرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہوگا وفی جواهر الفتاوى شرى ثمرة كرم ولا يمكن قطافها بغلبة الزنابير ان بعد القبض لم يردّه وان قبله فان انتقص المبيع بتناول الزنابير فله الفسخ لتفرق الصفقة عليه اور جواہر الفتاوی مین ہو کہ خرید کئے پہل انگور کے اور ممکن نہین اونکا توڑنا بہڑون کی کثرت کے سبب اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پہل کم ہوگئے ہون بہڑون کے کہا جانے سے تو اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہی بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پہل خرید کئے تھے وہ پورے باقی نرہی بہڑون کے کہا جانے سے

باب البيع الفاسد

یہہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین ہم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامتی دین مقصود ہے تاکہ تغالب مندفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالف دین ہو اور فاسد مشتق ہی فساد سے جو ضد صلاح ہی اور حاصل معنے لغوی تغیر وصف کیطرف راجع ہے اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اوسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اوسکی صحت کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اسوجہ سے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی بتعدد اسباب کے سبب سے کذا فی النهر المراد بالفاسد الممنوع مجازا عرفيا فيعم الباطل والمكروه وقد يذكر فيه بعض الصحيح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہوگئی اور کبھی اس باب مین بعض اقسام بیع صحیح کی بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ اونکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھہ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنے فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ مین بیع باطل وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہی قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہی مکروہ لغت مین ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہی بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وكل ما اورث خللا في ركن البيع فهو مبطل وما اورثه في غيره فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کی رکن مین وہ مبطل بیع ہی اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد بیع کا ہے شرح بدلیعنی ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو بایطور کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے بعدم اہلیت متصرف کی بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اوسکے ہونیکے مردار یا خون یا آزاد تو بیع باطل ہے بواسطہ عدم اجتماع ارکان یا شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جس کا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہو مثلا یہہ کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہو جو مقتضای عقد کے مخالف ہی تو اسطرح کی بیع فاسد ہی نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے انتہے تو بہتر یہہ تہا کہ شارح یون کہتا کہ جو شئے خلل ہے رکن بیع اور اوسکے محل مین وہ مبطل ہے تو فقہا کی مقتضای کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہو رکن بیع اور مبیع سے یعنی مال متقوم اسواسطے کہ بناء بیع انہین دونون چیزون پر ہی اور اصل شئے اوسیکا نام ہی جسپر اوس شئے کی بنا ہو اور یہہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اوس سے عبارت ہے جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہہ صفت ہو عقد کی کیونکہ

عقد کی تابع ہو اور چنانچہ شرط مخالف مقتضای عقد کذا فی الطحطاوی تبطل بیع ما لیس بمال المال ما یمیل الیه الطبع ویجری فیه البذل والمنع
کالتراب ونحوه باطل ہے بیع اوس چیز موجود کی جو مال نہیں مال وہ ہے جسکے طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اوسمین دینا
بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اوسکے تصرف سے باز رکہنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے چنانچہ خارج ہو گئے
نکل گئے ہم موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکے طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جسکی آدمی
آرزو رکہتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہو تو اگر مٹی قابو درات سے ملکر نفیس ہو جاوے تو اوسکی بیع باطل نہیں چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح
یعنی جیسے کہ بہنے والا خون بخلاف کبد و طحال غیر السائل کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کلیجہ اور
طحال اگرچہ اصل اونکی خون ہے لیکن جاری نہیں والمیتة سوی سمك وجراد ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفها
او بالخنق ونحوه اور چنانچہ مردہ جانور سوای مچھلی اور ٹڈی کے کہ اونکی بیع باطل نہیں اور کچھ فرق نہیں مسلمان کے حق مین اوس مردار جانور مین
جو خود بخود مر گیا یا کسی نے اوسکو گلا دابکے یا کسی اور سبب سے سوای ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والبیع به ای جعله ثمنا بادخال الباء
علیه لان رکن البیع مبادلة المال بالمال ولم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور اوسکے عوض کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع
مبادلہ ہے مال کا دوسرے مال سے سو پایا نگیا اور اوسکے عوض خرید کرنا یعنی حر کو ثمن ٹہیرانا اوسپر با جارہ داخل کرکے ہم لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا
اسطرح ہوتا ہے کہ بعتک الدار بہذا الحر یعنی بیچا مینے گہر بعوض اس حر کے تو حر اس مثال مین ثمن ہے نہ مبیع خلاصہ یہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع
باطل ہے خواہ یہ چیزین مبیع قرار دیجاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علو سقط لانه
معدوم اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنی وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہے تو اوس موقع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم
ہو حق تعلی کی مثال یہہ ہے کہ ایک گہر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونون درجے یا اوپر کا درجہ
گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع علو کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اسواسطے کہ وہ متعلق
ہوا ہے اور ہوا مال نہین کیونکہ مال وہ ہے جسکا رکھہ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہہ امر حاصل نہیں ومنه بیع ما اصله
غائب کجزر وفجل او بعضه معدوم کورد و یاسمین وورق فرصاد وجوزه مالك لتعامل الناس وبه افتی بعض
مشایخنا عملا بالاستحسان وهذا اذا نبت ولم یعلم وجوده فاذا علم جاز وله خیار الرؤیة وتکفی رؤیة البعض
عندهما وعلیه الفتوی شرح مجمع اور منجملہ بیع معدوم اوسکی بیع ہے جسکی جڑ نظر سے غائب ہو جیسے گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم ہو
چنانچہ گلاب اور چمبیلی کے پہول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہین اور توت کے پتون کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگون کے معمول کے سبب سے اور
ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہے قیاس چہوڑ استحسان پر عمل کرکے اور یہہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا تب
ہو جب کہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اوسکا موجود ہونا معلوم نہو پہر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور بعض مبیع کا دیکہنا صاحبین
کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح المجمع والمضامین ما فی ظهور الآباء من المنی اور مضامین کی بیع باطل ہے مضامین جمع
مضمونہ کی یعنی وہ منی جو نر اونٹ کی پیٹھون مین ہو یعنی جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اوسکی پشت سے جدا نہیں ہوا باطل ہے معدوم ہونے کے سبب والملاقیح
جمع ملقوحة ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہے ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ مین ہو والنتاج بکسر النون
وحبل الحبلة ای نتاج النتاج لدابة او آدمی اور باطل ہے بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہے حبل الحبلہ سے یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ
ہم حبل الحبلہ اوس بچے کا بچہ جو ہنوز پیٹ مین ہے زمانہ جاہلیت مین دستور تہا کہ گابہن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تہے یعنی مشتری یون کہتا تہا کہ
اگر بچہ گابہن اونٹنی مادہ پیدا ہو تو اوسکے بچے کو بیچے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن مین ابن عمر سے

روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حبل الحبلہ کی بیع سی نہی فرمائی اور مؤطا مین بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہو اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مر جائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح وبیع أمۃ فاذا ہو عبد وعکسہ بخلاف البہائم اور

اوس لونڈی کی بیع باطل ہی جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس یعنی اوس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہے بخلاف جانورون کے مصنف نے مذکور ابا بسبب ذکر جنس کے والاصل ان الذکر والانثی من بنی آدم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح

ویتخیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ نر اور مادہ بنی آدم مین دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم آدمی مین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھیرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنیمین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ اونمین چندان تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی ومتروک التسمیۃ عمدا ولو من کافر بزازیۃ وکذا ما ضم الیہ لان حرمتہ بالنص اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جسکے ذبح کے وقت نام خدا عمدا متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اوسکو بیچا ہو اور اسیطرح اوس چیز کی بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیہ کے ملا کر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی ہم متروک التسمیہ عمدا امام شافعی کے نزدیک حلال ہی اگر یہ اعتراض ہو کہ اوس کا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل مین ہے تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیہ عمدا مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اوسکے ساتھ ملی ہوئی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اس کا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہوا اور مورد نص مین مساغ اجتہاد نہین تو یہ اختلاف معتبر نہین اور حکم قاضی بھی نافذ نہین وبیع الکراب وکری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بنائہ وشجرہ فیصح اذا لم یشترط ترکہ کما فی الجبتی اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہو اسواسطے کہ یہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہی تو بیع اوسکی صحیح ہے بشرطیکہ ترک کی شرط نکرے کذا فی الولوالجیۃ یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اوس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اوسمین ہل چلایا اوسمین پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ ہوگیا یا اوسکی مدت منقضی ہوگئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہین کیونکہ یہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی وما فی حکمہ ای حکم ما لیس بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیعہم باطل ای بقاء فلم یملکوا بالقبض ابتداء فصح بیعہم من انفسہم وبیع قن ضم الیہم درر اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہی یعنی جو چیز کہ مال نہین ہی جیسا کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی یعنی باعتبار انجام کار باطل ہی تو اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری کے سبب اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود اونکی ذات سے صحیح ہی اور اوس مملوک کی بیع صحیح ہے جو اونکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر حرکی بیع ابتدا اور بقاء دونون طرح باطل ہے کیونکہ وہ اسیطرح محل بیع نہین اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداء باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہین کیونکہ حقیقت حریت انمین موجود نہین لیکن بہ اعتبار انجام کار کے اونکی بیع بھی باطل ہے اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہی کہ اوسکو اوسکے ولد نے آزاد کر دیا اور بسبب حریت مدبر مین فی الحال متحقق ہے بدون کہ لعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہی تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جاوین کذا اسئلہ الطحطاوی وقول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل مع قوتہ ضعفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الاوجہ توقفہ علی قضاء آخر لامضائہ ان لو کان علی وجہ فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل ہو باوجود مضبوط ہونے کے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضامی مکاتب ہو قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضا ہو ام ولد کی بیع مین اور فتح القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہے مین کہتا ہون کہ قوی تر یہ ہے کہ قضاء بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہو حکم اول کے جاری رکھنے مین یا رد کرنے مین کذا فی البیضی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اوس صورت پر محمول ہی جب دوسرے قاضی

قاضی اول کے موافق حکم دیا ہوا اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسرے قاضی نے اوسکو جاری کر دیا ہو حتی بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تہا عمر فاروق اوسکی بیع کے مجوز تہے اور پہلے مرتضے مجوز تہے پہر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پہر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دی تو رافع خلاف سابق ہوگا یا نہیں بعضون کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول استروشی میں ہے کہ قضاء بیع ام ولد مین دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع میں یون ہے کہ قضاء قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہو ورنہ باطل اور یہہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فی الطحطاوی عن العینیہ وفی السراج ولد هؤلاء کهم وبیع مکاتب کذا اور سراج میں ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد اونکے مانند ہے عدم جواز بیع میں اور عبد معتق البعض بھی مکاتب کے مانند ہے بطلان بیع مین ویبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع به ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے نفع لینا مسلم کو شرعا جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکہنا چاہیئے ابن کمال نے کہا کہ تلویح میں مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احراز اور غیر محرز جیسے شکار اور جواہر مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہان مراد ہے کذا فی الطحطاوی کخمر وخنزیر ومیتة لم تمت حتف انفها بل بالخنق ونحوه فانهما مال عند الذمی کخمر وخنزیر مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہیں مرگیا بلکہ گلا دابنا اور مانند اوسکے جیسے مار کر مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور وهذا ان بیعت بالثمن ای الدراهم والدنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکه بالقبض بقیمته ابن کمال اور یہہ یعنی شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون ہے تو مبیع اور ثمن ہر ایک مین بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بہی مملوک نہین ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی بعوض عین یعنی متاع اور اسباب کے تو شراب وغیرہ مین بیع باطل ہے اور اسباب مین فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اوسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال وبطل بیع قن ضم الی حر وذکیة ضمت الی میتة ماتت حتف انفها قید به لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لهما اور باطل ہے بیع اوس مملوک کی جو ملا یا گیا آزاد سے اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملا یا گیا اوس مردار کے ساتہہ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن جدا ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک وقیل الخلاف ان الصفقة لا تتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لابد من تکرار لفظ العقد عنده خلافا لهما وظاهر النهایة یفید ان الثمن فاسد اور امام اور صاحبین کی بنا خلاف یہہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہیں ہوتا مجرد تفصیل ثمن سے بلکہ تعدد مین مکرر کہنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ مین کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہے بخلاف بیع قن ضم الی مدبر ونحوه او قن غیره وملك ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانه کالحر بخلاف الغامر بالمعجمة الخراب فکمدبر اشباه من قاعدة اذا اجتمع الحرام والحلال ای غلب الحرام ۱۲ بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملا یا گیا مدبر اور اوسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتہہ یا غیر کے غلام کے ساتہہ اور بیع مال مملوک کی جو ملا یا گیا وقف کے ساتہہ سوای مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتہہ ملکر بکیگی تو اوسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتہہ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اوسکے ساتہہ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتہہ جائز ہے چنانچہ یہہ تصریح اشباہ میں ہے منجملہ اوس قاعدہ کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکوما بوقفه فی الاصح خلافا لما افتی به المنلا ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بہی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح مین برخلاف منلا ابو السعود مفتی روم کے فتوی کے ہم مفتی مرحوم کا یہہ فتوی ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اوسکے ساتہہ ملک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہے اور

[illegible]

اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہو فیصح بحصتہ فی القن وعبدہ والملک لانہا مال فی الجملۃ تو صحیح ہی بیع بقدر اوسکے حصہ کے غلام مین جو بکے ساتھہ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھہ اور ملک مین وقف کے ساتھہ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف نفی الجملہ مال ہین ولو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کی مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا نکرلیا تو بیع صحیح نہین کذا فی العینی ہم بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور او سمین کی مساجد اور مقابر کو استثنا کرلیا تو قول اصح یہہ ہی کہ ملک مین بیع صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنیٰ ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولے ہے اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہے وہ مشروط کے برابر ہی کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئاً جیسے باطل ہی بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ہم غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہی اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوباً بہ جاز کسرقین وبعر واکتفی فی البحر بمخالطۃ بالتراب اور باطل ہے بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہوا اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہے بحر داوسکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونیکے ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ نقط گوہ مال نہین اور خالص مٹی مال نہین پہر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اسکا جواب یہہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع جائز ہے نہ بدون خلط کے وشعر انسان لکرامۃ الآدمی ولو کافراً ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اوسکو سور کے بال کی بحث مین مذکور کیا ہی وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم وما لہ خطر العدم اور باطل ہے بیع اوس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہی بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہی ہم معقود علیہ کی شرط یہہ ہی کہ مال موجود متقوم مملوک نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اوسکے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اوسکے پاس نہین تو وہ نہ اوسکی ملک ہی نہ مقدور التسلیم ہے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے اوسکی بیع ہی جائز نہین جیسا بچہ حمل اور تہن کا دودہ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزے کے اندر اور گٹہلی کہجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پایہ زندہ بکری کے اندر کے اور کہلی تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صحیح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اوسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اوسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین ہم اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خریدنے کو آتا ہی اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اوس سے بیع کیا کرون پہر اوسکو بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنی نہ بیچ اوس کو جو تیرے پاس نہین ہے کذا فی التیسیر وبطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن وہو المال اور باطل ہی وہ بیع جسمین نفی ثمن کی تصریح ہے بسبب نہونے رکن کے یعنی مال کے اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا والبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ہلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہی یعنی مشتری بیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر مبیع اوسکے پاس ہلاک ہو جائے کیونکہ وہ امانت ہے اور قنیہ مین تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہی ہم حموی مین ہے کہ شمسی کے نزدیک ضمان لازم آتا ہے اور قنیہ مین وجہ صحت ضمان کی مذکور ہے کہ مشتری نے اوسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ مصری الہدایہ مین قاضی خان سے منقول ہی کہ ضمان دینا صحیح ہی تو خلاصہ یہہ ہی کہ دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا بیع الحر لی آبا وابنہ فیقیل باطل وقیل فاسد وفی وصایاہا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل وقیل فاسد وصحح اور قنیہ مین ہی کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہی اور قنیہ کی وصایا مین ہی کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو بنقصان غبن فاحش باطل

اور بعضون نے فرمایا کہ فاسد ہوا اور یہی صحیح ہے اور یہ بعضون کے نزدیک ہے اور فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ جس صورت باطل ہونے کے بعد قبض کے مبیع مملوک نہیں اور فاسد میں مملوک ہے کذا فی التبیین بیع المضطر و شراؤہ فاسد کذا فی القنیۃ اور مضطر کا بیچنا اور خریدنا فاسد ہے اور صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کو کھانا پینا یا پانی یا لباس کی ضرورت یا اضطرار حاجت ہے اور مالک شی مذکورہ کو نہیں بیچا مگر بکثرت ثمن زیادہ کر کے اور اسیطرح مضطر سے خرید کرنا بہت ثمن کو کم کر کے کذا فی المنح ابوداؤد میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ نہی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنی حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التیسیر وفسد بیع ما سکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جسمین سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا مین نے خرید کیا اور دونون نے ثمن کو ذکر نکیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن کی تصریح ہو گئی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کبیع عبد بقیمتہ جیسے بیع مبیع کی بقدر اوسکی قیمت کے فاسد ہے یعنی بلا تعیین ثمن قیمت کے مبیع فاسد ہے وفسد بیع عرض ہو ما لیس الخ کذا فی ابن کمال بخمر و عکسہ فلینعقد فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور اسیطرح عکس کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہو گی اسباب مین نہ شراب مین ہر صورت چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض بمعنی متاع قیمت والی ہے کذا صرح ابن کمال تو روپیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہیں وفسد بیعہ ای العرض بام الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا ملک المشتری العرض لما مر انھم مال فی الجملۃ اور فاسد ہے بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہان تک کہ اگر متعاقدین نے باہمی بدلین کو قبض کر لیا تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہو گا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہین بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ اور فاسد ہے بیع اوس مچھلی کی جو ہاتھ مین نہ آئی شکار کر نیسے پہلے اوسکی بیع اسباب کے عوض ہو اور اگر دراہم و دنانیر یا مکیل و موزون سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا کہ جو مچھلی شکار نہیں ہوئی تو مراد اوس سے یہ ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اسواسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہے اسلئے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہے اور احراز یہان حاصل نہیں او صید ثم القی فی مکان لا یؤخذ منہ الا بحیلۃ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالدی گئی ایسے مکان مین یعنی حوض وغیرہ مین کہ اوسمین سے گرفتار نہیں ہو سکتی مگر جال کے حیلہ سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونیکے تسلیم سے وان اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرؤیۃ اور اگر مچھلی کو پکڑ لیجائے بدون حیلہ جال کے تو بیع اوسکی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ فلو سدہ ملکہ مگر جب کہ مچھلی خود حوض مین گھس گئی اور اوسنے اوسکا مدخل بند نکیا ہو تو اوسکی بیع صحیح نہیں بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اوسنے اوسکا مدخل بند کر دیا ہو تو اوسکا مالک ہو گا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور موجب ملک کا جیسے جال کا پڑنا موجب ملک ہے بحر الرائق مین ہے کہ جب مچھلی حوض مین گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اوسکا مالک ہو گیا اور بیع اوسکی بموجب تفصیل مذکور صحیح ہے یعنی در صورت تسلیم صحیح ہے الا فیصح اور بعضون نے کہا مطلقا بیع صحیح نہیں بواسطے عدم احراز کے اور خلاف اوس صورت مین ہے جب کہ انسان نے وہ حوض شکار کرنیکے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہو گا تو بالاجماع مالک ہو گا کذا فی الطحطاوی ولم یجز اجارۃ برکۃ لیصاد منہا السمک بحر اور جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اوسمین سے مچھلیون کا شکار کیا جائے کذا فی البحر وبیع طیر فی الھواء لا یرجع بعد ارسالہ من یدہ اما قبل صیدہ اصلا فباطل لعدم الملک اور فاسد ہے بیع اون چڑیون کی ہوا مین جو پلٹ نہیں آتین ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور اونکا بیچنا قبل اونکے شکار کرنیکے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے یعنی اگر چڑیا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا مین اڑتی پھرتی ہے اور اوسکی پلٹ آنے کی عادت نہیں تو اوسکی بیع فاسد ہے اور اگر ہنوز اوسکو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کی مانند کذا فی الحلبی وان کان یطیر ثم یرجع کالحمام صح وقیل لا ورجحہ فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اوڑ جاتی ہو اور پھر آتی ہو پلٹ کر چنانچہ کبوتر تو اوسکی بیع اوڑنے کی حالت مین صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی ہے نہر الفائق مین اور وجہ صحت یہ ہے کہ معلوم

بطریق عادت کے واقع ہو کے مانند ہو اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ بیع قبل قبضہ باطل نہیں اور درصورت
عروض ہلاکی بیع فسخ ہو لی ہے اسیطرح یہان درصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہو گی کذا فے الفتح مختصر الفائق مین کہا ہے کہ اعتبر
اسواسطے کہ شرط صحت بیع ہے قدرت ہو تسلیم پر بعد بیع کے ولہذا بندہ گریختہ کی بیع جائز نہین اتقانی نے کہا ہو کہ جواز بیع درصورت عادت معہود
منافی قدرت تسلیم کے نہین اسواسطے کہ جب پہرنے کی عادت ہو ہی طائر کی تو مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہین
اور اگر بعد عقد عدم وثوق ثابت ہو فرض کیجے تو بیع فسخ ہو جاویگی بخلاف بندہ گریختہ کے کہ عادت مین اوسکا عود کرنا معتاد نہین کذا فی الطحاوی عن
الحموی وبیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہو بیع حمل یعنی پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق مین اسکے باطل ہونے کا
یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند ہم مصنف نے باتباع صاحب درر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور درر مین اسکو باطل کہا ہو اسواسطے
کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی ہے اوسکی جیسے جو جانورون کے پیٹ مین ہے اوضع روایۃ احمد والترمذی وابن ماجہ اور مرادہ الو
کرمنکری الاجود ہے کذا فی الطحاوی وامۃ الا حملہا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ ووصیۃ اور فاسد ہو بیع لونڈی کی سواے اوسکے حمل کے
بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہے ولبن فی ضرع وجزم البرجندی
ببطلانہ اور فاسد ہو دودہ کی بیع تہن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فساد بیع کی چند وجوہ ہین اسواسطے کہ تہن مین
دودہ ہے یا ریح ۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت مین غالبا نزاع واقع ہوگا ۳ جائز ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودہ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا
مشتری کے مال سے اسطرحپر کہ تخلیص اوسکی متصور نہین ۴ امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور عدم نقل علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحاوی
ولؤلؤ فی صدفۃ للغرر اور فاسد ہو بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ ہستی کے یعنی اوسکا وجود اور مقدار معلوم نہین وصوف علی ظہر غنم
وجوزہ الثانی ومالک اور فاسد ہو بیع اون کی بہیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اوسکو جائز کہا ہو فساد بیع کا سبب یہ ہے کہ
صوف نیچے سے بڑہتا ہے تو مبیع غیر مبیع سے مختلط ہو گی کذا فی النہر وفی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج
مین ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودہ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو بیع منقلب ہو کر صحیح نہو جاویگی وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان
وقوائم وجذع فی سقف بطیخ لما مر انہ معدوم عرفا اور اسیطرح جس چیز کا کہ اتصال پیدایشی ہو جیسے کہال جانور کی اور گٹہلی کہجور کی اور بیج خربوزے کا
کہ اوسکی بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ یہ شیا مذکورہ عرف مین معدوم ہین وانما صححوا بیع الکراث والرطبۃ والتوت وورقہ
التوت باغصانہا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتون کی بیع شاخون کے ساتھ فقہا نے صحیح کہا ہے فقط رواج کے سبب
سے یہ جواب ہے اوس سوال کا جو فقیہون کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ صوف علے ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے بڑہتا ہے تو اسکی
اور مشتری کی ملک مین اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑہتا ہے حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ گندنا
کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑہتا ہے بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت مین اس تعلیل یعنی تعامل اور رواج کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ وہ
دونوع درخت اوپر سے بڑہتے ہین تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہین ہوتی لیکن قنیہ مین ہے کہ توت کی بیع اوسوقت صحیح ہے
جب کہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحاوی وفی القنیۃ باع اوراق التوت لم تقطع قبلہ بسنۃ جاز وسنتین لا
لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا اور قنیہ مین ہو بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہین ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہے
اور اگر دو سال سے قطع نہین ہوا تو بیع جائز نہین اسواسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف مین مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہے وفی القہستانی عن
... انما فسد المیتۃ فلا ینقلب صحیحا اور کمال اور فاسد ہو بیع ... کی ... مین ...
... قطع کے بھی منقلب بصحت نہین ہوتی کذا شرح ... کمال ... اور ... فاسد ... ناجائز ہو گی کہ ...

بائع کے واسطے اور غیر معین بین دو علتین ہین ایک لزوم ضرر دوسری جہالت جیسا ابن کمال نے عدم انقلاب بصحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ
نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب بصحت نقل کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع وسلم
قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع ککرباس جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہی بیع ایک گز کی اوس کپڑے سے جسکو پہاڑنا
ضرر کرتا ہو چنانچہ عمامہ اور قمیص پہر اگر بائع نے ایک گز اوس کپڑے سے پہاڑ دیا یا کڑی کو چہت سے کہود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پہر کر صحیح ہو
جائیگی اور اگر کپڑے کو پہاڑنا مضر نہو چنانچہ ایک گز کا پہاڑنا تہان سے تو بیع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے ہم مانع بیع وجود ضرر تہا تسلیم کیوقت
سو تہان مین ضرر مذکور حاصل نہین لہذا اوسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پہاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہوگئی کہ
مفسد بیع زائل ہوگیا بعد اوسکے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا فلو قطع او قلع تا شہتیر کا بہی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے
اوس کا ترجمہ زیادہ کر دیا وضربۃ القانص بقاف ونون الصائد اور فاسد ہی بیع شکاری کے ایکبار جال لگانے اور کہینچنے کی قانص بقاف
ونون عبارت ہی شکار کرنے والے سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ شکاری کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ اوسکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کہینچنے میں
نکلے تو یہہ بیع جائز نہین کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہی کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والغائص بغین معجمۃ الغواص اور فاسد ہی
بیع غواص کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنے والا ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکبار غوطہ مارتا ہون
تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی والبیع فیہما باطل للغرر بحر ونہر
والکمال وابن الکمال قال المصنف وقد نظمہ منلا خسرو فی سلک الفاسد فتبعتہ فی المختصر ویجب ان یراد بہ الباطل
لانہ مالیس فی ملکہ کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح مین کہا کہ ملا خسرو
نے درر غرر مین اسبیع کو فاسد کی لڑی مین پرویا سو مین بہی اونکا پیرو ہوگیا اس مختصر مین اور واجب ہی کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہہ بیع اوس
شی کی ہے جو بائع کی ملک مین نہین چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک مین نہین اوسکی بیع باطل ہے سوای سلم کے والمزابنۃ ہی بیع الرطب علی النخل
بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا بحر وسمہ جمع ومثلہ العنب بالزبیب عنایہ للنہی ولشبہۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطبا
جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہی مزابنہ وہ بیع ہی تر کہجور کی کہ جو لگی ہو درخت پر خشک کہجور مقطوع سے برابر اوسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل
سے کذا فی شروح الجمع اور مانند اوسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہو خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہی بسبب نہی شارع کے
اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کہجور نہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہی بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس مین
شبہہ بیاج کا نہین ہم اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہے کہ ہی بیع التمر بالمثلثۃ علی رأس النخل بتمر بالتاء المثناۃ لیکن یہہ خلاف تحقیق ہے کہ ہی اسواسطے
کہ ثمر بثاء مثلثہ عبارت ہی بار درخت یعنی پہل سے اور پہل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہی حالانکہ گدر کہجور کا بیچنا خشک کہجور سے بطریق ظن وتخمین جائز
ہی اختلاف جنس کے سبب سے لہذا تفسیر مزابنہ یہی بہتر ہی جو شارح نے کی والملامسۃ للسلعۃ اور فاسد ہی بیع الملامسہ یعنی بیع مین ہاتھ لگانے سے
بیع کا واجب ہونا ہم معروف یہہ ہی کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو نے میرا کپڑا چہوا یا مین نے تیرا کپڑا چہوا
تو بیع واجب ہوگئی اور منتقی مین امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہہ ہے کہ کہے مین تیرے ہاتھ یہہ متاع بیچتا ہون اتنے کو سو جب کہ مین تجہکو چہوؤن اور ہاتھ لگاؤن
تو بیع واجب ہے یا مشتری اسیطرح کہے کذا فی الطحطاوی وفتح القدیر مین کہا ملامسہ یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چہوے تو چہونے والے کو بیع لازم ہو جاوے
بلا خیار الرؤیہ اور یہہ اسطرح ہے کہ مثلا اندہیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذۃ ای نبذہا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی مبیع کا ڈالنا مشتری کے
سامنے ہم منابذہ یہہ ہے کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیرے طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میرے طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تامل و بلا
خیار نسخ والقاء الحجر علیہا اور فاسد ہی بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع پر ہم القاء حجر کی یہہ صورت ہی کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہون تو جس

کپڑے پر سنگریزہ پڑی اوسپر بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رؤیت و بلا خیار کے اسکے بعد وہی ثمن ہو ع الجاهلية فنهى عنها كلها عيني
لوجود القمار فكانت فاسدة ان سبق ذكر الثمن بحر اور بیع یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اور شرع مین
ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہہ سب بیوع فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہوچکا ہو کذا فی البحر اور ان
بیوع مین وجود قمار ہے بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بایع نے یون کہا مشتری سے کہ جس کپڑی پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگادی
تو مین نے تیری ہاتھہ اوسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو پھر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اسواسطے
قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہی ذکر ثمن کو وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابوسعید خدری سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ
فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابوہریرہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاة سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین
جابر سے بھی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہہ کہ گیہون کو اوسکی بالیون مین بیچے عوض
گیہون کے برابر چلنے مین ظن وتخمین سے کذا فی النهر وبيع ثوب من ثوبين او عبد من عبدين لجهالة المبيع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو
کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ دو کپڑون مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون
غلام مبیع ہی تو منازعت پیدا ہوگی بایع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کسپر قبضہ کرے بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید
لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہے فلو قبضهما وهلكا معا ضمن نصف قيمة كل اذ الفاسد معتبر بالصحيح پھر اگر مشتری نے دونون
کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے
ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمة ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت ہے اور ایک
اولے نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہوگئے کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہہ صورت ہے کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس
شرط سے کہ ایک مین مشتری مختار ہے پھر دونون ضائع ہوگئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے
ثمن بیع صحیح مین کذا فی البحر ولو مرتبا فقيمة الاول لتعذر رده اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اوس کپڑے کا
تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اوسکا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی درصورت تعذر رد مالک اوسکا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا
کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وهذا اذا لم يشترط خيار التعيين فلو شرط اخذ ايهما شاء جاز كما مر اور تعیین مضمون مین ضامن
یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہا اوس نے دعوی کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور یہہ یعنی فساد بیع ایک
کپڑے کی دو کپڑون مین سے اوسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع
جائز ہے چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہوچکا والمراعي اى الكلاء واجارتها اما بطلان بيعها فلعدم الملك لحديث الناس
شركاء في ثلث في الماء والكلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چراگاہ کی اور اجارہ اوسکا بطلان اوسکی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے
بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین ہم ابوداؤد مین حدیث مذکور بایں لفظ ہی کہ المسلمون شركاء
في ثلث في الماء والكلاء والنار بحر الرائق مین ہے کہ پانی کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئین اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور
جانورون کے پانی پلانے کا اختیار رہے اور گھاس کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک
اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگارا لینا بدون اذن مالک
جائز نہین اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنون مین نہ رکھہ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بھر رکھنے
اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے اوسکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہہ بھی محل ہے جب کہ گھاس

خودرو ہوا اور اگر ایک شخص نے پانی سینچکر گہاس جمائی ہو تو اوسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اوسکا مالک ہو چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین ہو اور
یہی قول ہو اکثر فقہا کا خلافاً للقدوری کذا فی العطاوی بتصرف وامّا بطلان اجارتہا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گہاس
کے اجارہ کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہہ اجارہ شئی مباح کے استہلاک پر ہو کذا صرح ابن کمال حالانکہ شئی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہین
چنانچہ گاے کو اجارہ لینا دودہ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز نہوگا کذا فی البحر ہذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بسقی وتربیۃ
ملکہ وجاز بیعہ عینی وقیل لا یعنی گہاس کی بیع نہ جائز ہوتا اوسوقت ہو جب کہ گہاس خودرو ہوا اور اگر اوسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو
تو اوسکا وہ مالک ہو اور اوسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہین قال وبہ التفصیل والرطبۃ
علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ اولیرسل دابتہ فیاکلہ جاز وان لیترکہ لم یجز یعنی سنے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہو
اگر اسواسطے ہو کہ اوسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اوسمین چہوڑ ہو کہ اوسکو کہالین تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہو کہ مشتری اوسکو
قائم رکہے تو جائز نہین ہم تصیل لقاف ومہا دہلہ خوید ہو اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہو ولایت مین اوسکو کہتے ہین فارسی مین اوسکو سپست
کہتے ہین وحیلتہ ان یستاجر الارض لیضرب فسطاطہ اولایقاف دوابہ اولمنفعۃ اخری کمقیل ومراح وتمامہ فی وقف
الاشباہ اور گہاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہہ ہو کہ زمین کو اجارہ لے اپنے خیمے کہڑے کرنیکے واسطے یا اپنے چرپایون کے باندہنے کے
یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آرام دن یادن ڈہلنے کے بعد جانورون کے بٹہلانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے
وقف مین ہو یعنی اس طرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بہی اور وہان کی گہاس بہی وبیع دود القز ای
الابریسم وبیضہ ای بزرہا وہو بزر الفلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہو بیع ریشم کے کیڑیکی اور اوسکے انڈے کی یعنی اوسکو
بیج کی جسکو عرب بزر الفلیق کہتے ہین جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہو والنحل المحرز وہو دود العسل اور جائز ہو بیع نحل محرز کی یعنی شہد
کی مکہی مقدور التسلیم سے جبکہ شہد اور چہتے کے ساتہہ اوسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وہذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وابن
ملک وخلاصۃ وغیرہا اور یہہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اوسکے انڈے اور شہد کی مکہی کی بیع محمد کے نزدیک ہو اور یہی قول ہو ائمہ ثلثہ
مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصۃ وغیرہم نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت
کی چیز ہو حقیقت مین اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکہی ماکول نہین جیسے خچر اور گدہے کی بیع کذا فی الشرح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے
جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہو اور اوسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہو کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق وبہ یفتی کما
مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکہی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیڑی اور جونک کہتے ہین اور اسکا فتوی ہو بسبب حاجت اور
ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرہا من الہوام فلا یجوز اتفاقاً کحیات وضب ومافی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع
بجلدہ او عظمہ والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمدہ المصنف وسنیجی فی المتفرقات بخلاف
اور کیڑون کے سوای ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکہی کے کہ اونکی بیع بالاتفاق جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور اون حیوانات کی جو دریا مین
رہتے ہین کہ اونکی بیع جائز نہین سوای مچہلی کے اور اوس جانور کی جسکی کہال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہہ ہو کہ جواز بیع کا مدار حلت
انتفاع پر ہو کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اسکا بیان باب المتفرقات مین آویگا فرع مسئلہ تحفہ شارح کا الملتقی
الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما وہو بینہما انصافاً فالا ثلاثاً فاسد فمن بزر القز وبقرۃ ودجاجۃ الاخر
بالعلف مناصفۃ فالخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصاً ومثلہ فی
الملتقی کما لایخفی شرکت ریشم مین جائز نہین مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنی پرورش بہی دونون نے

ف

ہوا پھر جو ریشم پیدا ہو وہ دونون مین آدہون آدہ ہو نہ تین تہا و لو آگرایک نے ریشم کا بیج یا گای یا مرغیان دوسرے شخص کو دین نصفا نصف
پرچرای کیکے بدلے تو جو ریشم یا بچے گای ورمرغی کے پیدا ہون گے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے پیدا ہونیکے اوسکی ملک سے اور مالک پرچارہ کی
قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الیسنے ملخصًا اور یہ ایسے مانند ہی انڈے نکال دیا دوسرے شخص کو چنانچہ یہہ پوشیدہ نہین ہم فتاوی
عالمگیری مین باب الاجارہ مین مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہی اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہہ ہی کہ انڈون کا مالک آدہے انڈے اور مرغیون کا مالک
آدہی مرغیان اوس شخص کے ہاتہہ بیع کرے پہر دونون سے ابرار کرے تو اب جو کچہہ پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الحطاوی ولا یجوز
ولو لطفلہ او لیتیم فی حجرہ ولو وہبہ لہما صح عینی وما فی الاشباہ تحریف ہم اور فاسد ہی بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند
صغیر کے یا اوس یتیم سے جو اوسکی گود مین پرورش پاتا ہی ہو اور اگر اوسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ مین ہی وہ تحریف
ہی کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھہ بیع درست نہین ہبہ درست ہی اور خانیہ کے بعضے نسخے مین اسکے برعکس مذکور
ہی اور دوسرے نسخہ مین اسکے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہین ہوا انتہی شارح کو مناسب تہا کہ بعض
نسخ خانیہ کیطرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کیطرف اسواسطے کہ اشباہ کی روایت اسکے موافق ہے کذا فی الحطاوی والنہر الا ان یزعم انہ
ای الابق عند الحصینہ فیجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہی مگر اوس شخص سے بیچنا فاسد نہین جسکو یہہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام
گریختہ اوسکے پاس موجود ہے تو اب اوسکی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تہا پہر جب مشتری نے
اوسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچہہ حاجت نرہی وہل یصیر قابضا ان قبضہ لنفسہ او قبضہ لمالکہ ولم یشہد نعم والا لا
مشتری اوسکا قابض ٹہیریگا یا نہین اوسکا جواب یہہ ہی کہ اگر اوسنے اوس پر قبضہ کیا ہی اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض
ٹہریگا یعنی اسواسطے کہ یہہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجای قبض عن المبیع ہی کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے نہند ولئن اشہد لا لانہ
قبض امانۃ فلا ینوب عن قبض الضمان لانہ اقوی عنایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنیکے وقت لوگونکو
گواہ کیا ہی کہ مین اوسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہون تو وہ قابض نہ ٹہریگا اسواسطے کہ یہہ قبض امانت ہی تو وہ قائم مقام قبض ضمان
نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ ہم اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے
تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والا اذا ابق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یصح لعدم لزوم التسلیم ذخیرہ
اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہی مگر جب کہ غلام بہاگ گیا غاصب کے پاس سے پہر مالک نے اوسکے ہاتہہ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے
کذا فی الذخیرہ ہم یہہ قول معطوف ہی الا ان یزعم پر ولو باعہ ثم عاد وسلمہ یتم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال
وقیل لا یتم علی القول ببطلانہ وہو الاظہر من الروایۃ واختارہ فی الہدایۃ وغیرہا وبہ کان یفتی
البلخی وغیرہ بحر وابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پہر غلام پہر آیا اور مالک نے اوسکو مشتری کے قبضہ مین کر دیا تو بیع
تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسیکی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہہ ہی کہ بعد تسلیم بہی بیع تمام نہین ہوتی اسکے
باطل ہونیکے قول پر یعنی جنکے نزدیک یہہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بہی صحیح نہین ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہی اور اسیکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے
پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسیکا فتوی دیتا تہا کذا فی البحر وابن کمال ہم فتح القدیر مین ہی کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور ثلجی سے
بنا بر ثلثہ وجوہ کذا فی الحطاوی ولبن امرأۃ ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی والرق مختص بالحی ولا حیاۃ فی
اللبن فلا یحلہ الرق اور فاسد ہی بیع عورت کے دودہ کی اگرچہ وہ دودہ برتن مین ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے اسواسطے کہ
دودہ آدمی کا جزو ہو اور مملوک ہونا جاندار کے ساتہہ مخصوص ہی اور حالانکہ دودہ مین حیات نہین تو اوسمین ملک کا حلول نہین وشعر المغازیر

لنجاسة عينه فانه يبطل بيعه ابن كمال وان جاز الانتفاع به لضرورة الخرز حتى لو لم يوجد الا بالثمن جاز
الشراء للضرورة وكره البيع فلا يطيب ثمنه ويفسد الماء على الصحيح خلافا لمحمد قيل هذا في المنتوف اما المجزوز فطاهر
عناية اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اوسکے نجس العین ہونے کے سبب کذا صرح ابن کمال اگرچہ اوس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ گانٹھنے کی
ضرورت سے یہان تک کہ اگر بدون ثمن کے نہ ملے تو اوسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اوسکی بیع مکروہ ہے تو حلال اور پاک
نہین ثمن اوسکا اور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح فاسد یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضون نے کہا کہ یہہ حکم نچے اوکہاڑے بال مین اور
ترا شا بال طاہر ہے کذا فی العنایہ ھ سور کا بال مرسے پر سخت ہوتا ہے اونگلی کے مقدار اور بعد اوسکے نرم ہوتا ہے آگے مین گرہ دینے کی لائق
لہذا زمانہ قدیم مین موچی اوس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسے اب سوزن سے سیتے ہین وعن ابی یوسف کرہ الخرز به لانه
نجس ولذا لم يلبس السلف مثل هذا الخف ذكره القهستاني ولعل هذا في زمانهم واما في زماننا فلا حاجة
اليه كما لا يخفى اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسیواسطے علماء سلف ایسا موزہ
نہین پہنتے تھے چنانچہ اسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے مین تہا اور ہمارے
زمانے مین اوسکی کچھہ حاجت نہین یعنی بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہہ امر پوشیدہ نہین ھ صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت
کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اوسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اوس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی
وجلد ميتة قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم يفصله هٰهنا اعتمادا على ما سبق قاله الواني
فليحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کہال کی اوسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہوا اور اگر بیچے مشتری کی ثمن یعنی چاندی
یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف یعنے صاحب درر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نکی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھہ کہا ہے
وانی محشی درر نے اسکو یاد رکہنا چاہیے وبعده اي الدبغ يباع الا جلد انسان وخنزير وحية اور بعد دباغت کے یعنی
چمڑا پکانے کے اوسکی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وينتفع به لطهارته حينئذ لغير الاكل
ولو جلد ما لا يؤكل على الصحيح سراج لقوله تعالى حرمت عليكم الميتة وهذا جزءها اور جانور مردہ کی کہال
سے فائدہ لیا جائے بسبب اوسکے پاک ہوجانے کے اسوقت مین انتفاع جائز ہے سوای اوسکے کہانے کے اگرچہ کہال ماکول اللحم مردہ
کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ تمپر حرام کردیا جانور مردہ اور یہہ یعنے کہال جزو ہی مردہ کی وفي المجمع ونجيز
بيع الدهن المتنجس والانتفاع به في غير الاكل بخلاف الودك اور مجمع مین ہے کہ ہم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع
اور اوس سے فائدہ لینا سوای کہانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سوای مسجد کے تو ذکر عبارت
ہے چربی اور ہڈیون کے گودے سے کذا فی الطحطاوی كما ينتفع بما لا تحله الحيوة منها كعصبها وصوفها كما مر في
الطهارة جیسے فائدہ لینا مردہ کی اوس چیز سے جائز ہے جسمین زندگی حلول نہین کرتی چنانچہ اوسکا پٹھا اور روان چنانچہ مذکور
ہو چکا کتاب الطہارۃ مین ھ بال اور پر اور چونچ اور سم اور کہر مردہ جانور کے پاک ہین کیونکہ انمین حیات کا دخل نہین کہ موت حلول
کرے اور ہاتہی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتہی سے انتفاع لینا بوجہ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنیکے جائز ہے کذا فی المنح وفسد
شراء ما باع بنفسه او بوكيله من الذي اشتراه ولو حكما كوارثه باقل من قدر الثمن الاول قبل نقد
كل الثمن الاول صورته باع شيئا بعشرة ولم يقبض الثمن ثم شراه بخمسة لم يجز وان رخص السعر للربا
خلافا للشافعي اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل سے بیچی اوسکا خرید کرنا اوس سے جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ

مشتری کے وارث سے خریدکرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ کوئی چیز مثلا دس
درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اوسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہیں اگرچہ اوس چیز کا نرخ ارزان ہوگیا ہو فساد بیع بسبب ربا کے ہے بخلاف
امام شافعی کے مذہب کے جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلاعوض باقی رہے تو یہہ فائدہ ہوا در صورت عدم ضمان کے
حالانکہ یہہ حرام ہے کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل
قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہیں اور کل ثمن کے قبض کی قید اسوسطے لگائی کہ اگر ایکدرم بھی باقی رہیگا تو خرید
جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشراء من لا تجوز شهادته له كابنه وابيه كشرائه بنفسه فلا يجوز ايضا خلافا لهما في غير
عبده ومكاتبه اور خرید کرنا اوسکا جسکی گواہی بائع کے فائدہ کے واسطے جائز نہیں چنانچہ اوسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے
تو اوسکا خرید کرنا بھی جائز نہیں بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوای اوسکے غلام اور
مکاتب کے ولابد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وكون المبيع بحاله فان اختلف جنس الثمن او تعيب المبيع جاز مطلقا
كما لو شراه باز يد او بعد النقد اور ضرور ہے عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن
مختلف ہو یا مبیع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بائع نے
ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراهم والدنانير جنس واحد في ثمان مسائل
منها هنا وفي قضاء دين وشفعة واكراه ومضاربة ابتداء وانتهاء وبقاء وامتناع مرابحة وهاد زكوة وشركات
وقيم متلفات وارش جنايات كما بسطه المصنف معزيا الى العمادية اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہیں آٹھ
مسئلوں میں از انجملہ یہہ مقام ہے اور ادای دین میں اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت میں باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع
مرابحہ میں اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کئے گئے ہیں زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتیں اور جنایات کی دیت چنانچہ
اسکو مصرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ کیطرف نسبت کرکے حکم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تہا
پھر بائع نے اوسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہے دراہم سے تو جائز نہیں اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہاں متحد
الجنس ہیں اور ادای دین کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تہا سو اوسنے ادای دین میں کیلو تہی کیا پھر اوسکے دنانیر قاضی کے
ہاتھ میں پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنانیر کو دراہم سے بدلکر ادای دین کرے اور غیر دنانیر کی اور مال سے قاضی ادای دین نہیں کرسکتا
امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہہ صورت ہے کہ شفیع کو خبر ہوئے کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی
پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہیں یا زیادہ تو اوسکو دراہم کا مطالبہ نہیں پہونچتا اور اکراہ کی یہہ صورت
ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اوسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درم ہے تو یہہ بیع علی حکم الاکراہ ہوا اور
اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اوتنی ہے بیع ہوگی تو یہہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتداء مضاربت کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے
ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کردیا پھر مضارب کو اوتنے درم دیئے جنکی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضاربت صحیح ہے اور
فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسیطرح انتہا اور بقای مضاربت ہے اور امتناع مرابحہ کی یہہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا
پھر اوسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اوسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اوسکو بطور مرابحہ بیع نکرسکے اور اسیطرح اگر دس درم کو خرید کرکے
اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہے تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہہ صورت ہے کہ ضم دراہم کا دنانیر سے اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا
دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکات کی یہہ صورت ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہوں اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہوں تو دونوں میں شرکت عنان

ف تفصیل اعتبار اتحاد جنس دراہم و دنانیر در مواضع محدودہ

منعقد ہوگی اور شیاء متلفہ مین قیمت کرنے والا مختار ہی چاہے دراہم سے اوسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہہ صورت ہے
کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہی اور ہاشمہ مین عشر ہی اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہی اور جائفہ مین ثلث ہی اور دیت یا ہزار دینار مین یا دس
ہزار درم مین تو شیاء مذکورہ مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحاوی وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد
ینفسخ بھلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہا اور خلاصہ مین ہی کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جاتا عوض کی
ہلاکی سے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے تو اوس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اوسکے قبض کے ھ چنانچہ مال منقول کو جب کہ خریدکری تو مشتری کو
اوسین تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اوسین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اوسکے مقبوض ہونے کی جائز
ہی خواہ ثمن متعین ہوجاتا ہو تعیین سے چنانچہ مکیل یا متعین نہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اسکی علت یہہ ہی کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے ہو اسطے
کہ اصل بیع مین مبیع ہی نہ ثمن وجمع البیع فیما ضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شیٔ اخر بعشرۃ فسد فی الاول
وجاز فی الاخر فینقسم الثمن علی قیمتہما ولا یشیع الفساد لانہ طاری ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہی بیع اوس چیز مین جو ملائی
گئی اوسکے طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلا اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اوسکو دوسری چیز یعنی مثلا کپڑے کے ساتھہ دس درم کو مول لیا تو بیع
اول یعنی تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اوسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی مین شائع
ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہی پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اوسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی و
بیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ
بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدرہ وزنہ اور فاسد ہی بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو
تول دے اوسکے ظرف کے ساتھہ اور اوس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل ہو اسطے کہ مقتضای عقد کم کر ڈالنا ہی برتن کے وزن کے برابر
اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز
ہی جیسا یون بھی بیع جائز ہی کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہوجائے ھ زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہی جمیع موزونات کا ہر اوضاع
مین کہا اسواسطے یہہ بیع جائز ٹھہری کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن بسا اوقات معلوم مقدار
سے تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہی اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہی تو بیع صحیح ہے ہو اسطے کہ اس شرط کو
عقد مقتضی ہی تا مقدار مبیع معلوم ہوجاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہوجاوے مبیع کے ساتھہ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ
فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اوسکی مقدار مین تو مشتری کا
قول معتبر ہے قسم کے ساتھہ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ھ طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنے او ہی بمعنے بالعکس اسواسطے کہ کبھی ظرف
کی مقدار واحد ہوتی ہی اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض منکر ہونے کی یہہ
وجہ ہی کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اوسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ
رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہی یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہی تو مشتری قابض
ہی اور قول معتبر نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہی تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا
اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھہ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح
اور صحیح ہے بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوھبانیۃ ولیس لہم قال الامام تقاسم
بلا سبب ولم ینفذ کذا البیع مثل کرہ اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ مین یہہ بیت ہی کہ امام عليه الرحمة نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ کا

جب نافذ نہیں اور اسیطرح اس سبب سے ہبہ بہی مذکور ہے یعنی ہبہ بہی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی ہیکہ معلوم ہوجاوے
کہ کوچہ نافذہ یعنی شارع عام کی بیع بطریق اولے جائز نہین کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا وارتضاہ فی الغاز الاشباہ سوما لک ارض
لیس یملك بیعھا بغیر شریك ثم لو صنہ ینظر ۔ اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسئلہ ہین یہہ بیت ہی اور شبہ کی پہیلیون مین اسکو پسند
کیا ہی کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سوای اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو ہمین تامل ہے یعنی ناظم اسکے
جواب پر مطلع نہین ھم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور بنایہ مین
بہی بیع طریق اور اوسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے محدود ای یبین له طول وعرض اولا وھبتہ ۔ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اوسکی
حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسیطرح اوسکا ہبہ بہی صحیح ہے واذا لم یبین یقدر بعرض باب الدار العظمی اور جب
کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اوس کا عرض بڑی گہر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھیرایا جاوے ھم بہتر یہہ تہا کہ شارح باب الدار
الاعظم کہتا یعنی اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اوس سے پہلا دروازہ ہے گہر کا لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بہی باب الدار العظمی
وارد ہی تو ظاہرا اعظم کہنے کی کچھہ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑی گہر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جسکو ہند مین پہاٹک بولتے ہین واللہ اعلم لا بیع
مسیل الماء وھبتہ لجھالتہ اذ لایدری قدر مایشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اور اوسکا سبب اوسکے
مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پہیلتا ہی اوسکی مقدار معلوم نہین ھم مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پانی
بہتا ہی چنانچہ نہر یا سطح یعنی چہت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جسمین مرور واقع ہے تو مقدار مسیل مجہول ہے لہذا اوسکی بیع
اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہے اگرچہ اوسکی حدود مذکور نہون تو اوسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق
مراد ہی تو اگر زمین پر مسیل ہے سو مجہول ہی اور اگر چہت پر ہے تو وہ حق التعلی ہے جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہے اسکی بیع مین دو روایتین
ہین وجہ بطلان یہہ ہے کہ یہہ مال نہین اور وجہ صحت یہہ ہی کہ اسکے طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہی یہہ اوس
صورت مین ہی جب من حیث المسیل اعتبار ہوا اور اوسکا طول اور عرض نہ بیان ہوا اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجے تو وہ مین
مملوک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے چنانچہ شمنی نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجے لیکن اوسکی حدود مذکور ہون تو بہی اوسکی بیع
جائز ہے بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ للحسن الچلپی وصح بیع حق المرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا
وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححہ ابو اللیث اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے
حق کی بیع زمین کے ساتھہ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور
دوسری روایت مین بیع اوسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ھم حق مرور کی بیع زمین کے ساتھہ صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک شخص
زمین کا مالک ہی اور اوسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اوس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہہ بیع
صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب وظاھر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیہ وشرح وھبانیہ وسنحققہ فی احیاء الموات
اور اسیطرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتھہ بالاجماع اور فقط باری
بیچنا بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہہ قول مشائخ بخارا کا
مختار ہی کذا فی المنح اور ظاہر الروایۃ مین یہہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتھہ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات
کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسییل وھبتہ سواء کان علی الارض لجھالۃ محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلی
وقد مر بطلانہ صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اوسکا خواہ اسیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اوسکے مکان کے چنانچہ مذکور

ہوچکا قبل اسکے یا جیت پر ہو اسواسطے کہ وہ حق نقلی ہے اور اوسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہوچکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو
اول یوم من الربیع تحل فیه الشمس برج الحمل وهذا نیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت و
ملا الی جنب سبعة فاذا لم یبیّنا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہین بیع اوس ثمن سے جو مؤجل ہو نوروز تک نوروز پہلا دن ہے
فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہہ نوروز سلطان ہے اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہے جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور
ہر جند ہی نے سات نوروز شمار کئے ہین پہر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نکی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقد فاسد ہے کذا صرح
ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان هو اول یوم من الخریف تحل فیه الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین
مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہے فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے مہرجان معرب ہے مہرگان کا چونکہ وہ دن بہی متعدد
ہے نوروز کی مانند لہذا بیع صحیح نہین وصوم النصاری وفطرهم وفطر الیهود وصومهم اکتفی بذکر احدهما سراج اور نصاری
کے روزہ رکہنے اور نرکہنے کی مدت اور یہودیون کے روزہ نرکہنے اور رکہنے کی مدت سے بیع صحیح نہین مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیون
کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یدر المتعاقدان النیروز وما بعده فلو عرفاه جاز بیع اوسوقت صحیح نہین جب
کہ متعاقدین نوروز اور اوسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہون اور اگر دونون اوقات مذکورہ کو جانتے ہون علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنی اسواسطے
کہ اب جہالت مدت باقی نرہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومهم للعلم به وهو خمسون یوما بخلاف نصاری کے
روزہ توڑنے کے مدت مقرر کرنا اون کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اوسکے معلوم ہونیکے اور وہ یعنی صوم نصاری کی مدت
پچاس دن ہین ہم ورہ مین مرتاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہین اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی مین پچپن دن اور
قہستانی مین سینتیس دن مسطور ہین ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانها
تتقدم وتتأخر اور صحیح نہین بیع حاجیون کے آنے اور کہیت کاٹنے اور خرمن کو بیلون سے کہلیان یا ندہنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ
امور مذکورہ مین تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنها ای عن هذه الآجال ثم اجل الثمن
الدین اما تاجیل المبیع او الثمن العین فیفسد ولو الی معلوم شمنی الیها صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات
مذکورہ کے پہر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ مین مقرر کی تو یہطرح مدت ٹہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ
مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ہم ثمن دین کی یہطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع ترع
ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد مین واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی هذه الاوقات
لان الجهالة الیسیرة محتملة فی الدین والکفالة لا الفاحشة چنانچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ کمتر جہالت دین
اور ضمانت مین محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور قدوم غائب او اسقط المشتری الاجل فی الصورة المذکورة
قبل حلوله وقبل فسخه وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تأکد الفساد ولا ینقلب جائزا اتفاقا ابن کمال
وابن ملك بخلاف الفاحشة کهبوب ریح ومجیء مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو
ساقط کرے امثلہ مذکورہ مین قبل آنے مدت کے اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق ہوجاوین قبل
اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہوجائیگا اور منقلب بجواز نہوگا بالاتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کی جیسے ہوا چلنے
ورمینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کرے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائهما
وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیره ای غیر المحرم ببیع صید یعنی صح ذلك عند الامام مع اشد کراهة کما صح ما مر

لان العاقد یتصرف باہلیتہ وانتقال الملک الی الآمر حکمی وقالا لا یجوز وہو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرہان ا یسا امر کیا
مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہہ توکیل اور
بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل ہے پہلی صورت مین اور غیر محرم
وکیل دوسری صورت مین تصرف کرتا ہی بیع اور شرا مین اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کیطرف یہہ امر حکمی ہے اور صاحبین نے
کہا کہ یہہ عقد کور صحیح نہین یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان پھر جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا بشدت کراہت کے
ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اوسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق کیا
کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی النادر م اور صحیح نہین یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھہ شارح نے کہا بیع بشرط عطف
ہی نادر پر م بلکہ معطوف علیہ البیع ہے [illegible] اسواسطے فاسد ہے کہ حدیث مرفوع مین بیع اور شرط سے نہی
وارد ہے کذا فی الطحطاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدہما او
فیہ نفع لمبیع ہو من اہل الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ لم یکن
مفسدا کما سیجی م مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکہا جو جامع ہے فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جسکو عقد بیع مقتضی
نہین اور نہ اوسکے مناسب ہے اور اوسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اوسمین فائدہ ہے اوس مبیع کا جو اہل ہے استحقاق منفعت کا اسطرح کہ مبیع آدمی
ہوا اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدی جانور پر سوار نہو تو یہہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اس کا ذکر آویگا م جو شرط
عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا بیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے اور جو شرط عقد سے واجب نہین اور
عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع مشتری کی منفعت نہو
جیسے کپڑا بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نہ کرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اوراسیطرح اگر ایسی شرط ہی جسمین نہ نفع ہی
نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اوسکے کہانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ ولم یرد
الشرع بجوازہ اما لو جری العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط جسکا
اوسکا رواج نہ جاری ہوا ورنہ شرع مین اوسکا جائز ہونا نہ وارد ہوا اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی شراک لگانیکی
شرط کے ساتھہ یا اوس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعہ البائع ویخیطہ قباء
مثال لما لا یقتضیہ العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اوسکی قبا سیدے یہہ مثال ہوا اوس شرط کی
جسکو عقد مقتضی نہین اور اوسمین فائدہ ہی مشتری کا م اور از انجملہ یہہ شرط ہی کہ ملکی بیع مین بائع اوسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنا دے یا زمین کی
بیع مین یہہ شرط کرے کہ بائع اوسمین مسجد بنا دے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اوسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی ۲ او یستخدمہ شہرا مثال
لما فیہ نفع للبائع وانما قال شہرا لما مر ان الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام [illegible] یا یہہ شرط
کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہہ مثال ہے اوس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ ذکر ہو
چکا ہی کہ جب خیار شرط تین دن کا ہو تو اوسمین تین دن خدمت کی شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدر م او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد قبضہ
ولزمہ الثمن عندہ والا لا [illegible] یا یہہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہے اگر اعتاق بعد اوسکے قبضہ
کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ
۲ او یستولدہا ولا یخیر الان عن [illegible] مثال لما فیہ نفع للمبیع یا یہہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا [illegible]

فصل
ذکر بیع بشرط

حرم بنادی یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق وغیرہ کے خارج نہو یعنی اعتاق وغیرہ او س شرط کی مثال ہے جسمین نفع ہی اوس مبیع کا جو مستحق ملحوظ ہو کا هم اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہی اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہے اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہہ آتا ہے کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقوله فیصح البیع بشرط یقتضیه العقد کشرط الملك للمشتری وشرط حبس المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیه ولا نفع فیه لاحد ولو اجنبیا ابن ملك فلو شرط ان یسکنها فلان او ان یقرضه البائع او المشتری کذا فالاظهر الفساد ذکره اخی زاده وظاهر البحر ترجیح الصحة پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے کہ تو بیع صحیح ہے اوس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہی جسکو عقد مقتضی نہین اور اوسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری اوسکو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی کشرط ان لا یبیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابة المبیعة فانها لیست باهل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے یہہ شرط کرنا کہ بیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہے او لا یقتضیه لکن یلائمه کشرط رهن معلوم وکفیل حاضر ابن ملك یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کذا صرح ابن ملک ہم یعنی بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھہ یا اس شخص کو ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہی ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو اگر ایسے اور شرائط نہو تو جائز نہین مگر جبکہ دونون اوسکی تعیین مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاوین اور قبل تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہوا اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہوا اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری العرف به کبیع نعل ای صرم سماه باسم ما یؤول الیه عینی علی ان یحذوه البائع ویشرکه ای یضع علیه الشراك وهو السیر ومثاله تسمیر القبقاب استحسانا للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اوس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور تسمہ ڈال لگا دے اور جیسے مانند کھیلین جڑنا ہی کھڑاون کا اس شرط سے بیع صحیح ہی بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہی تسمے لفظ سین مہملہ وسکون یای تحتانیہ یعنی وہ دوال اور تسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر رہتا ہی ہم صرم لفتح صاد معرب ہی چرم فارسیکا کذا فی الطحطاوی وهذا اذا علقه بکلمة علی وان بکلمة ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقته کخیار الشرط اشباه من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی یہ یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اوس وقت ہی جبکہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہے مگر اس مثال مین کہ بیچنے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہوا ور اوسکی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط کی مانند کذا فی الاشباه من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عبر ابن کمال باذن بائعه صریحا او دلالة بان قبضه فی مجلس العقد بحضرته اور جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اوسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے بطرح کہ مشتری اوسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال نے بیان مین بجای رضای بائع اذن بائع مذکور ہے ہم ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضامندی بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر امر بائع کی ہی اور امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اوس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کی مانند بجای رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود فی البیع الفاسد وبه خرج الباطل وتقدم حکمه مشتری نے قبضہ کیا بائع کے

امرنکلے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل گئی اور اوسکا حکم پہلے مذکور ہو چکا ھ بیع باطل کا یہہ حکم مذکور ہو چکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی
ملک ثابت نہین ہوتی اگر اوسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتوی دیا ہی
وحینئذٍ فلا حاجۃ لقول الہدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان
الفاسد یعم الباطل مجازًا کما مر حقق اخراجہ بذلک فتنبہ اور اسوقت مین یعنی جب کہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہو گئی
توکچھہ حاجت نرہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کی اس قول کی اور بیع فاسد کے دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ
اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب یا ہی اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازًا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہو چکا تو اخراج
باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہو گیا خبردار رہنا ھ حموی نے سعدی کے جواب کا جوابدیا ہی کہ باطل کی افراد سے وہ ہی جو اس قید سے بھی خارج نہین
ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہہ بیع باطل ہی باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی
اس قید کا یہہ ہی کہ یہہ قسم باطل کی فاسد ہی جو قبض سے مملوک ہوتی ہی اور حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ینہہ البائع عنہ ولم یکن
فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو ھ نہی بائع کی قید کی کچھہ حاجت نتھی اسواسطے کہ رضامی بائع
مغنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضروری ہی اسواسطے کہ درصورت خیار شرط کے قبض سے ملک ثابت نہو گی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار شرط سے
ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولی نہوگی ملکہ یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ
کریگا تو اوسکا مالک ہوگا ھ یعنی اوسکی ذات کا مالک ہوگا علمای بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہی اور اگر
اوسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیردے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب
نہوتا اور علمای عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہی نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل وفی شراء الاب من مالہ لطفلہ او بیعہ
لہ کذلک فاسدا لا یملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنیوالے کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے
مین اپنی مال سے اپنے طفل کیواسطے یا باپ کے بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسیطرح یعنی اپنی مال سے اوسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ھ بحر الرائق مین کہا
مسئلہ محیط سے یہ عبارت منقول ہی باع عبدا من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبد النفسہ من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضہ ویستعملہ انتہی یعنی
باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنی ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کیواسطے اسیطرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگی تا وقتیکہ اوسپر قبضہ
نکرے اور استعمال مین نلاوے اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہی تو ملک ثابت نہو گی مگر استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو
تو استعمال ثابت نہوگا مگر جب کہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفلہ فاسدا او شرائہ لنفسہ من مال طفلہ کذلک
لا یملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لا یملکہ بہ اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض
ہی مشتری کے ہاتھہ مین وہ امانت ہی مشتری اس قبض سے اوسکا مالک نہوگا ھ یہہ قول اسپر مبنی ہی کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا
قول یہہ ہی کہ تخلیہ قبض ہی اور خانیہ مین اوسکی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اوسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور تفاریق
مین ہی کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا ملکہ تثبت کل احکام الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا
وطیہا ولا ان یتزوجہا منہ البائع ولا شفعۃ لجارہ لو عقارا اشباہ اور جب کہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگے
سوای پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو کھانا اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا اوسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کیطرف سے
اور شفعہ نہین اوسکے پڑوسی کو اگر مبیع زمین ہو کذا فی الاشباہ ھ مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اوسپر فسخ بیع واجب ہی تو [illegible] اصرار نہ پایا
جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہی فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کی اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین [illegible]

اور یہ جو داوسکے ہی فی الجوہرۃ وشرح المجمع ولا شفعۃ بما فی ساد سنۃ اور جوہرہ اور شرح مجمع مین ہی کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرے زمین کے بطور فاسد ہوئی یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اوسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اوسکو بھی شفعہ نہین لیسکتا ضمنہ مثلہ ان مثلیا والا بقیمتہ یعنی یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کالمغصوب مشتری قبض سے مالک ہوگا مبیع کا مثل دیگا اگر مبیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اوسکی قیمت دیگا یعنی وہ قیمت جو قبض کے دن اوسکی قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اوسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اوسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی یہہ ہی کہ مبیعکو ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ہم اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے رد مین واجب ہی نہ قیمت کذا فی النہر والقول فیہا للمشتری لانکارہ الزیادۃ اور قیمت مین مشتری کا قول معتبر ہی بواسطے انکار زیادت یعنی مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہی اور معتبر قول منکر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہی ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور یہہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن ملک ہم بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا امتناعا عنہ مفعول لہ ہوتا اعدامًا کے مانند کذا فی الحلبی او بعدہ مادام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے جب تک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ مین ہی یہہ وجوب فسخ فساد مٹانیکے واسطے ہی اسلئے کہ بیع فاسد گناہ ہی تو اوسکا دور کرنا واجب ہی کذا فی البحر ہم اور اگر مبیع مین کچھہ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء درر اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہی لہذا فسخ کرنے مین حکم قاضی شرط نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعًا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہین کذا فی الدرر واذا اصر احدہما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع بزازیہ اور جبکہ بائع یا مشتری امساک مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اوسکو فسخ کر دینا بیع فاسد کا دونون پر زبردستی کرکے جائز ہی حق شرع کیواسطے کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کہتا اسواسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہی اسواسطے کہ وجوب جواز مستفاد ہوتا ہی نہ عکس اوسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ او بیع او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبرئ المشتری من ضمانہ قنیۃ ہر جس بیع فاسد کو بہبہ کے مشتری اوسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع یا کسی اور وجہ جیسا کہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو مبیع اوسکے بائع کے ہاتھہ مین تو یہہ بالہم ترک بیع ہی اور مشتری اوسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ہم اگرچہ یہہ متارکہ بیع سے لیکن ظاہر بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ جو چیز کہ مستحق ہوا ایک جہت سے جب کہ وہ پہونچی شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کیطرف سے پہونچے اور اگر اوسکے طرف سے نہ پہونچی تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہی ہم اگر مشتری نے بیع فاسد غیر مالک کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھہ بیچی اور اوسنے مالک کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھہ سے یعنی مشتری کے ہاتھہ نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کئے جنمین بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہی فان باعہ ای باع المشتری المقبوض بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت ہم اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کیطور پر بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اوسکی غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اوسکے بائع سے بیع کی تو یہہ بیع اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کرچکا ہی فی مصنف کے اس قول مین وکل بیع فاسد الخ وفسادہ بغیر الاکراہ فلو بہ ینقض کل تصرفات

المشتری اور حالانکہ فساد اوس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اوسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز ہون گے او وهبه وسلمه او اعتقه او کاتبه او استولدها ولو لم تحبل منه هام عقرها نفاقا مترجم یعنی مشتری نے جبیع بعد کی غیر بائع کو اور قبضہ کروا دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اوسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہو گئی ہو تو اوسکو بیبے اوسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی الشلبی بعد قبضه فلو قبله لم یعتق بعتقه بل بعتق البائع بامره وكذا لو امر بطحن الحنطة او ذبح الشاة فيصير المشتري قابضا اقتضاء فقد ملك المامور مالا يملكه الامر آزاد کیا غلام کو بعد اوسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسیطرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اوسکا جسکا امر کرنیوالا مالک نہین وما في الخانية على خلاف هذا اما رواية او غلط من الكاتب كما بسطه العادي اور جو خانیہ مین برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہی چنانچہ عمادی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم خانیہ مین ہے کہ جب غلام کو بشرا فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اوسکے طرف سے آزاد کر دیا تو یہہ عتق بائع کیطرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسیطرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنح او وقفه وقفا صحيحا لانه استهلكه حين وقفه واخرجه عن ملكه وما في جامع الفصولين على خلاف هذا غير صحيح كما بسطه المصنف یعنی مشتری نے جبیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو مستہلک کیا جب کہ اوسکو وقف کیا اور اوسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایت جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہی سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مفصل بیان کیا ہو ہم جامع الفصولین مین یون ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تا وقتیکہ عمارت بناوے انتہے نہر الفائق مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہی اور یہہ بہتر ہے تغلیط اسکے اور بحر الرائق مین اسکو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی او رهنه او اوصى او تصدق به نفذ البيع الفاسد في جميع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد به الا في البيع مذكور في الاشباه یا مبیع فاسد کو رہن کیا یا اوسکی کسی شخص کیواسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہوجاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق العبد کے اوسکے مگر چار صورتین جو اشباہ مین مذکور ہین ہم اشباہ مین ہے کہ عقد فاسد تعلق حق العبد سے لازم ہوجاتا ہی اور فساد مرتفع ہوجاتا ہے مگر چند مسائل مین اجارہ فاسد ہو یا مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اوسکا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے کرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اوسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اوسکا توڑنا درست ہے مشتری نے جبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اسیطرح اگر نکاح کر دیا انتہے چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری مین ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہین اور اسیطرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہے اور اسیطرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آیندہ قول مین موجود ہو کذا فی الحلبی وكذا كل تصرف قولي غير اجارة ونكاح اور اسیطرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوای اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب نفاذ بیع فاسد کا ہم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح مین خروج عن الملک نہین وهل يبطل نكاح الامة بالفسخ المختار نعم ولوالجية اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہوجاتا ہی اوسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہی کہ ہان باطل ہوجاتا ہی کذا فی الولوالجیہ ہم یہان گفتگو اسمین ہے کہ مشتری نے بعد قبض نکاح کو دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ مین اور کلام ولوالجیہ قبل از قبض مین مفروض ہے تو یہہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا ومتى زال المانع كرجوع هبة وعجز مكاتب وفك رهن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالقيمة لا بعده اور جب کہ مانع فسخ کا دور ہوجاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بہ

فاسد کا حق فسخ عود کر یگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادای قیمت کا حکم کیا ہو اور بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم
قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ اب ابطال قضا لازم آویگا اور یہہ جائز نہین ولا یبطل حق الفسخ بموت احدھما فیخلفہ الوارث
یہ یعنی اور حق فسخ باطل نہین ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اوسکا خلیفہ ہوگا فسخ کرنے مین اوسکا قائم مقام ہے وبعد الفسخ لا
یأخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف ما لو شری من مدیونہ بدینہ شراءً فاسدًا فلیس للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ
نہ ہمارا قول و راہن وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اوسکا بائع نہ لے تاوقتیکہ اوسکا ثمن منقود پھیر دے ثمن منقود سے ثمن
مقبوض مراد ہی خواہ غیر نقدین کو بھی شامل ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خریدی تو
مشتری یعنی صاحب دین کو بعد فسخ مبیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہین ہے اجارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق
دین اور غیر دین کا کافی مین مذکور ہے اور شرح نقایہ مین ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خریدا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا
پھر بائع نے مشتری سے غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہین بخلاف بیع صحیح کے اور اسیطرح اگر اجارہ
فاسدہ دین سابق سے ہو پھر موجر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہین بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
بدین سابق اقول عود بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنی دین کے لینے کے واسطے جائز
ہے اور اسیطرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہے بلکہ یون کہنا تھا بخلاف عقدھا الصحیح کذا فی الطحطاوی ملخصًا
اور اسیطرح بحر الرائق مین ہے فان مات احدھما والموجر والمستقرض والراھن فاسدًا عینی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری ونحوہ احق
بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حق حبسہ حتی یأخذہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا
راہن مرجاوے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اوسکے جیسے وارث مشتری کا جب مشتری مرجاوے اور مستاجر اور مقرض اور مرتہن زیادہ تر
حق دار ہین باقی قرضخواہون سے بلکہ احق ہین قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس عین کا حق ہے یہان تک کہ اپنا مال لے لیوے ھ بعد الفسخ نص علی المتوہم ہے
اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بدرجہ اولی اسلئے عبارت نقایہ کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری احق بالمبیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اوسکی تقدیم ہے
بائع کی حیات مین اسیطرح اوسکی تقدیم ہوگی اوسکی تجہیز پر اوسکی وفات کے بعد اور اسیطرح اگر اجارہ فاسدہ لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور
اوسکے قرض کے کوئی چیز رہن رکھلی تو اوسکو اجارہ کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تاوقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شیء
مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غرماء سے کذا فی الطحطاوی فیأخذ المشتری دراہم الثمن بعینہا لو قائمة ومثلہا لو ھالکة بناءً علی تعین الدراہم
فی البیع الفاسد وھو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لیگا اگر دراہم ثمن کے موجود ہون اور اونکے مانند دراہم لیگا اگر وہ موجود نہون
بنا پر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد مین اور یہی قول تعین کا اصح ہے ھ یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد مین دراہم کا متعین ہونا اصح
قول ہے تو اس سے یہہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہین کیونکہ علت خبث کی یہان تعین مال ہے تو جب ثمن بھی
مبیع کی مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول مین التقاط کرکے
دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایة الصحیحة المقابلة للاصح بل علی الاصح ایضًا لان الثمن فی العقد الثانی غیر
متعین ولا یضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہے وہ فائدہ جو ثمن مین حاصل ہوا ہے وہ روایت
صحیح پر جو مقابل ہے قول اصح کے نہین بلکہ حلت بھی درست قول اصح پر ہے اسواسطے کہ عقد ثانی مین ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ دراہم
نہین اور عقد اول مین ثمن کا متعین ہونا مضر نہین چنانچہ اسکو علامہ سعدی آفندی نے بیان کیا ہے ھ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بائع کو جو اسواسطے نفع
حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی مین غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر مین امام محمد سے یون مروی ہے کہ ایک

ہر ایک لونڈی ہزار درہم کو بعقد فاسد خریدی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض میں امام نے فرمایا کہ جسنے
لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کئے اسکو نفع حلال ہے اسی واسطے مشتری کو نفع حلال نہوا کہ عقد متعلق بمال متعین یعنی جاریہ ہے
تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں بلکہ اسکا مثل ذمہ پر واجب ہے تو خبث اسمین متمکن نہوا تو اسکا تصدق
واجب نہوا یہہ حکم ہر اس خبث کا ہے جو بسبب فساد ملک کے تہا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ مغصوب اور امانات میں جبکہ اسمین امانت دار خیانت کرے تو طرفین
کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جب کہ عرض یا نقد میں تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق
نفع لازم ہے یعنی اگرچہ دونوں نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے جب تک بیع متاع ملک فسخ نہو کیونکہ اسمین دونوں کو نفع
حلال نہیں چنانچہ عقد مسیر میں دونوں کو نفع حلال ہے کذا فی الخلاصہ ولا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بالتعیین بان باعہ بازید لتعلق
العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح ویتصدق بہ حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع میں جو متعین ہو تعیین سے باینطور کہ مبیع مذکور کو
زیادہ پر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع میں تو اسکو تصدق کرے ہم کہتے ہیں طحطاوی نے کہا عدم حلت منعقد اول میں منحصر ہے اور اگر
مبیع بیچکر اسکے ثمن سے تجارت کی اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی میں کما طاب ربح مال ادعاہ علی اخر فصدقہ
علی ذلک فقضی ای اداہ ایاہ ثم تصادقا انہ لم یکن علیہ شیئ لان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا والخبث لفساد
الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اس مال کا جس کا مدعی ہے یعنی دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکی تصدیق کی پہر اسنے
مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچہہ مال مدعی کا نہ تہا اسواسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک تو ہے
بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین میں عمل کرتا ہے نہ غیر متعین میں ہم کہتے ہیں مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جب کہ نقدین کا دعوی
کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض میں تعین ہے نہ نقدین میں صورت مسئلہ جامع صغیر میں یون مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درہم ہیں
اسنے اونکو ادا کر دیے پہر دونون نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور میں تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا تو یہہ فائدہ اسکو حلال ہے اسواسطے
کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پہر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک میں نفع حاصل ہوا پہر جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا
تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہیں کذا فی الخلاصہ واما الخبث لعدم الملک فالغصب
فیعمل فیہما کما بسطہ فخر الاسلام و ابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہے چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرتا ہے چنانچہ فخر الاسلام
اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال ابن الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر میں
کہا کہ اگر مدعی مذکور عمداً دعوی دروغ اپنے دین میں کریگا تو نفع کا ہرگز مالک نہوگا اور نہر الفائق میں اس قول کی تقویت کی ہے ہم کہتے ہیں نہر الفائق میں کہا کہ نقدا لینا
کتاب الاقرار میں تصریح کی ہے کہ اگر مقر اپنے اقرار میں جہوٹا ہو تو مقر لہ کو زبردستی مال لینا حلال نہیں ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو [illegible]
حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک اسوقت میں اسکو نفع حلال نہوگا اور یہان کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ اسکے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے
پہر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تہا سو دونون کا عدم دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا [illegible]
اسکو غور کر لینا چاہئے وفیہ الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب
لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسمین یہ بہی ہے
ہو کر حرام انتقال کرتا ہے ایک سے دوسرے کی طرف مثلا کوئی مسلم دار الحرب میں امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام
کی طرف نکال لاوے تو اسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک میں خبث ہے دیانت کے سبب تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور
نہ اوسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہیں اوسکے عقد کے فساد کے سبب اور جسنے اوس سے خرید کیا اسکو حلال ہے

[illegible]

بسبب اوسکی صحت عقد کے ھ جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی خریداری حرام ہے مگر کہیہ کہ خارج گرا ور خاص سبب
اوسکی تہمت ادا کر دے یا اگر بیچ کو مشاکر دے تو اب اوسکو مول لینا درست ہے کذا فی الطحاوی وفی حظر الاشباہ الحرمۃ تتعدد مع العلم بھا الا فی
حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر مین ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اسکے دریافت ہونے سکے ساتھہ مگر وارث کے حق مین نہین ھ اگر حرمت باعلم
تو اشخاص متعددہ مین بھی متحقق ہوتی ہے سوا ای وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہہ مال ازجہت حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق مین وہ
مال حلال ہے وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وسنحققہ ثمہ اور ظہیریہ مین حلت وارث کو باین قید مقید کیا ہے کہ وارث
ارباب اموال کو نہ جانتا ہوا ور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام مین ھ یعنے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصون کا مال بقہر غصب یا رشوت
لیا ہے تو اوسپر واجب ہے کہ ادنکو یا ادنکے وارثون کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیریگا تو وارث پر وہ مال حرام ہے مجتبے مین ہے کہ مورث مرگیا اور کسب
اوسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اوسنے کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین بلکہ میراث وارثون پر مطلقا حرام ہے انتہے اس قول سے معلوم ہوا
کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نجانتا ہو کذا فی الطحاوی وبتصرف بنی او غرس فیما اشتراہ فاسدا شروع فیما ینقطع
حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتھما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اوس
جسکو فاسد خریدا کیا تو اوسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہوگیا اور فسخ ممتنع ہوگیا شارح کہتا ہے یہہ شروع ہے ان مسائل مین جنمین حق استرداد قطع
ہوجاتا ہے افعال حسیہ کے سبب بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنے اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اوسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا
ینقضھما ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختون کو اوکھاڑے اور مبیع کو پھیرے اور اسی قول کی
ترجیح دی ہے کمال الدین نے ھ کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا یہ جو امام کی دلیل ہے امتناع فسخ مین کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود
ہوتا ہے سو ممنوع ہے اسواسطے کہ اجارہ مین اگر درخت لگاوے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس گاہے دوام کے واسطے ہوتا ہے اور گاہے
نہین وتعقبہ فی النھر بحصولھما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنے دفع کیا ہے نہر الفائق مین بواسطے حاصل ہونے
بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ھ صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اوس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے
کیونکہ اوسمین تسلیط نہین تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہے طحطاوی نے کہا یہہ تعقب الحوقت مسلم ہو جب کہ بائع کے حق سبب فسخ ہو تو یہہ کہنا
ہو سکتا ہے کہ اوسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہوچکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھ فرق نرہا بیع اور اجارہ مین
وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وتجارۃ تعلقت منہ اور اسیطرح
مانع فسخ ہے ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع سے متصل ہے اور اوس سے پیدا نہین ہوئی چنانچہ رنگنا اور دوخت کپڑے مین اور پیسنا گیہون کا اور لت کرنا ستو کا
اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہوگئی مشتری سے ھ طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلا
کولدہا ومتولدۃ کسمن فلہ الفسخ ویضمنھا باستھلاکھا سوی منفصلۃ غیر متولدۃ جوہرۃ پھر اگر زیادتی منفصل ہو یعنی غیر متولد
چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گہی تو اوسکو فسخ کا اختیار رہا اور اوسکا تاوان دے اوسکے استہلاک سے سوای منفصل غیر متولد زیادتی
کے کذا فی الجوہرہ ھ زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہہ ہے کہ چار ونقسم کی زیادتی مین سے فقط متصل غیر متولد زیادتی مین فسخ ممتنع ہے
اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہ باقی مین وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ
اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اھ جامع الفصولین مین ہے کہ اگر مبیع ناقص ہوگئی مشتری
کے ہاتھہ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتھہ یعنے بقدر نقصان کچھہ مال مشتری سے لے اور اگر
نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہوئی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار رہے یعنے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ کرے چاہے

اجمالی ہے کذا فی البحر ذکر محمد رحمہ اللہ فی النوادر لا باس بالبیع عند الاذان الا اذا تبایعا یمشیان فلا باس به لتعلیل النھی بالاخلال بالسعی فاذا انتفی انتفی اور مکروہ ہے بیع صحت کے ساتھہ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین ہے اسواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل انداز ہی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہو گئی ھم قرآن مجید مین منصوص ہے کہ اذان جمعہ کے نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑتی اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہے کذا فی العنایة والنہایة اور شرح نقایہ اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہے لیکن اسواسطے کہ نصوص معانی کذا فی المحیط وقد خص منه من لا جمعة علیه ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہے اوس سے بیع انکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو بھی تحریر ذکر کیا ہے یعنی عورتین اور مسافر اور بیمار دن کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ انپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفتحتین و یسکن ان یزید و لا یرید الشراء او یمدحه بما لیس فیه لیروجه اور مکروہ ہے لاڑپن یعنی نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑھا دے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہین تا کہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑپن نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہے لاڑپن کی نفقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے لا تناجشوا یعنی لاڑپن نکرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النھی محمول علی ما اذا کانت السلعة بلغت قیمتها اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاء الخداع عنایة پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہے اوس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہو گئی اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خرید ثمن کا زیادہ کرنا بقدر قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایة یعنی اس صورت مین بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھہ نقصان نہین کہذا مکروہ نہین والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کا فر ذمی یا مستامن ہو صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مول نچکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنی بھائی کی بیع پر اور پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد ہے نہ ذمی اور مستامن اوسکا جواب یہ کہ اپنے زید قول مین یاد ذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادة التنفیر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج کی واسطے بلکہ زیادتی تنفر کے واسطے ہے کذا فی النہر یعنی مسلم کے ساتھہ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہے وهذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المهر والا لا یکرہ لانه بیع من یزید وقد باع علیه الصلوة والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے کہ یہ بیع من یزید ہوا اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ھم نہایہ مین ہے کہ اتفاق ثمن کی بیع متصور ہے کہ دو شخص مول چکاوین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کیطرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہین انتہے اور جامع ترمذی مین انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گہر مین کوئی چیز نہین اوسنے کہا کیون نہین ایک کمل ہے جسکو کچھہ مین اوڑہتا ہون اور کچھہ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہے جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ انکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درم سے زیادہ دے سو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت نے دونون چیزین اسکو دین اور دونون درم انصاری کو دئیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی

میری باہیں سر پد کر لاسو دہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسمین اپنے دست مبارک سے بینٹ ڈالا پہر فرمایا کہ جا لکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور پندرہ
تجھکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پہر وہ آیا اور اوسکو دس درم حاصل ہوئے سو اوسنے کچھہ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھہ سے کھانا
تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیری مونہہ مین ہو قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی وهم سیدہ حدیث
ہوا زنیلام کی ہو لفظ منہ مین مشہور ہے اصل ہے وتلقی الجلب یعنی المجلوب ۱ والجالب اور مکروہ ہے اناج کی بہرتی کو آگے بڑھکر لینا اور خرید کرنا
جلب القیمین یعنے مجلوب یا جالب ہے هم تلقے جلب کی صورت اسبیجابی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور آبادی
قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلہ مین جا کر ملا اور اوس سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین آکر اوسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ
شہر مین آتا تو اہل شہر کو کشایش ہوتی دبر صورت مذکورہ تلقے جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقے جلب سے ضرر نہو تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت
اسکی یہہ ہے کہ شہر والا قافلہ کو آگے بڑہکر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کر لے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو یہہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ
ہی سبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وهذا اذا كان يضر باهل البلدة او يلبس السعر على الواردين لعدم علمهم
فيكره للضرر والغرر اور یہہ کراہت یعنی تلقے جلب اوسوقت ہے جب کہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانیوالون پر شہر کے نرخ کو مخفی رکہے بسبب اونکی لاعلمی کے
تو مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دہوکہا دینے کے دوسری صورت مین اما اذا انتفيا فلا يكره اور جب کہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون
تو تلقی جلب مکروہ نہین وكره بيع الحاضر للبادي اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنے شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کر کے بیچے صحیح مسلم
وغیرہ مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع کرے اور چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی
دے بعضے آدمیونکو بعضون سے وهذا في حالة قحط وعوز والا لا لانعدام الضرر اور یہہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہے اور اگر قحط نہو تو شخص بیرونی کا
مال بیچدینا بطریق دلالی کے مکروہ نہین بسبب عدم ہونیکے ضرر کے هم یعنے قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اوس سے کہا کہ
تو بیع مین جلدی مکر مین تجھکو گران بیچدونگا تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے قیل الحاضر المالك والبادي
المشتري والاصح كما في المجتبى انهما السمسار والبائع لموافقته آخر الحديث دعوا الناس يرزق الله بعضهم من بعض ولذا عدل باللام
لا مین بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر جیسا کہ مجتبی مین ہے یہہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بائع ہے سبب
موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگونکو تا اللہ تعالی روزی دے بعضونکو بعضون سے اور اسیواسطے ہوگا التعدیہ لام سے متعدی ہوا نہ من سے هم تفسیر ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داود مین ولا بيع من يزيد لما مر ويسمى بيع الدلالة مکروہ نہین بیع من یزید بدلیل الحدیث گذشتہ جسمین پیالہ و کمبل کا
قصہ مذکور ہوچکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع الدلالة کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع
زیادتی ثمن چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہے ولا يفرق عبر بالنفي مبالغة في المنع للنهي عليه الصلوة والسلام
من فرق بين والدة وولدها واخيه رواه ابن ماجة وغيره علي وعن الثاني فساده مطلقا وبه قال زفر والائمة الثلاثة بين صغير
غير بالغ وذي رحم محرم منه اي محرم من جهة الرحم لا الرضاع كابن عم هو اخ رضاعا فافهم اور جدائی نہ کی جائے صغیر غیر بالغ اور اوسکے قریب
محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت کے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بہائی ہو تو اسکو سمجہہ لے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر کے تعبیر کیا
مبالغہ کے واسطے منع بیع مین بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوة والسلام کے اوسکو جو جدائی ڈالے درمیان ماں اور اوسکے بیٹے کے اور درمیان ایک
بہائی اور اوسکے دوسرے بہائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ یہہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت
ولادت ہو یا نہو هم لفظ مین مبالغہ منع کا اسواسطے ہوا کہ تفریق کو محال عدم الوقوع ٹہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کیواسطے لگائی کہ صغیر
مجرد مراہق جو اپنا نفع دری کام کر سکے تو اس قید سے مراد ہے یعنی قریب البلوغ بھی صغیر مین داخل ہے الا اذا كان التفريق باعتاق وتوابعه تدلكا

علی مالٍ او بیع ممن حلف بعتقہ او کان المالک کافراً لعدم مخاطبتہ بالشرائع او متعدداً ولو الاٰخر طفلاً او مکاتبہ فلا بأس او تعدد محارمہ فلہ بیع ما سوی واحدٍ غیر الاقرب والابوین والملحق بہما فتح مگر جبکہ تفریق بسبب اعتاق اور اوسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا ایسی تفریق کے باعث بیع کے سبب تفریق ہو جسنے غلام بیع کے آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اسکا طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محارم چند ہون تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوا ایک محرم کے یا ابوین یا والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ھ اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کا بیع جائز ہو نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کی برابر ہے او بحق مستحق کجز وجہہ مستحقاً یا تفریق بواسطے حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا مستحق نکلا یعنی زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام ایسا دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں وکذا دفع احدہما بالجنایۃ وبیعہ بالدین او باتلاف مال الغیر وردہ بعیبٍ لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالغیر او چنانچہ دیا دو میں سے ایک غلام کو بسبب اوسکے ارتکاب جنایت کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کرڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق جائز ہے اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اوسکے محرم میں منع ہے تو بنظر دفع ضرر کے ہے غیر سے صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں ھ یعنی منظور شرع یہ ہے کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اوسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہو تو درصورت جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت میں قرضخواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف الکبیرین والزوجین فلا بأس بہ خلافاً لاحمد فالمستثنیٰ احدَ عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنیٰ گیارہ ہیں ھ یعنی صغیر اور اوسکے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے اعتاق ۲ توابع اعتاق ۳ اوسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنیکی قسم کھائی ہو ۴ جبکہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جبکہ مالک متعدد ہوں ۶ جبکہ صغیر کے محارم کئی شخص ہوں ۷ جب کہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ پھیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق میں بارھوین صورت یہ زیادہ کی ہے جب کہ صغیر قریب البلوغ ہوا ور اوسکی ماں اوسکی بیع سے راضی ہو وکما کرہ التفریق بالبیع وغیرہ من اسباب الملک کصدقۃ ووصیۃ یکرہ بشراءٍ الا من حربی ابن ملک وبقسمۃ فی المیراث والغنائم جوہرہ اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اوسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے ایسا ہی خریدنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خریدنا مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم میں تقسیم کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ ھ ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم چھوڑ گیا ایک صغیر ہے چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کے حصہ میں پہونچتا ہے تو واجب یہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی اوسکا ثمن قسمت کرلیں اور اگر ایسا نہ کریں اوسکے تقاسم اور تفاوت پر تفریق حرام ہے کیونکہ غائب ہے بمنزلہ مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیع مکروہ کے واعلم ان فسخ المکروہ واجبٌ علی کل واحدٍ منہما ایضاً بحر وغیرہ لدفع الاثم مجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہو ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ بسبب دور کرڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفی السراجیۃ شراء کافرٍ مسلماً او مصحفاً مع الاجبار علی اخراجہما عن ملکہ وسیجی فی المتفرقات واللہ اعلم اور سراجیہ میں یہ بھی روایت ہے کہ ہم صحیح کہتے ہیں شراء کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجبار کے ساتھ اور یہ مسئلہ متفرقات میں آویگا واللہ تعالیٰ اعلم ھ یعنے اگر کافر مسلمان غلام یا مصحف کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جاویگا کہ اوسکو اپنی ملک میں نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے واللہ اعلم بالصواب فصل فی الفضولی فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ھ فضولی کی نسبت ہے فضول کیطرف جو جمع ہے فضل بمعنے زیادت کے چنانچہ الفصاری او راسکی مناسبت ماسبق سے ظاہر ہے مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شی پر موقوف ہے تو فاسد میں قبض پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الحلبی وذکرہ

فی الكنز بعد الاستحقاق لانه من صوره اور کنز مین بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتون مین سے ایک ہے
ہم وجہ اسکی یہہ ہے کہ مستحق دعوے کے وقت یہہ کہتا ہے کہ یہہ مبیع میری ملک ہے اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اوسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی
حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے هو من یشتغل بما لا یعنیه فالقائل
لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیه الکفر فتح وہ یعنی فضولی لغت مین جسکو کہتے ہین جو مشغول ہو بیفائدہ کام مین تو جسنے کہا اوس شخص سے جو
امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر بالمعروف شرعا واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اوسکو فضولی کہنا
ظاہر اسکے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی التحقیق تکفیر نہوئی اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہین ہوتی واصطلاحا من یتصرف
فی حق غیرہ بمنزلة الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج به نحو وکیل ووصی اور اصطلاح فقہ مین فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق مین تصرف
کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہے تو اسمین وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہین اور بغیر اذن شرعی
فصل بمنزلہ جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کے تعریف سے کل تصرف صدر منه تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا
کطلاق واعتاق وله مجیز ای لهذا التصرف من یقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ
وہ تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اوسکا مجیز ہے یعنی اوس تصرف کیواسطے وہ شخص موجود
ہو جو قادر ہے اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کیوقت مین تو یہہ تصرف منعقد ہوگا مالک کے اجازت پر موقوف ہوکر ھ یعنے اگر مثلا زید نے خالد
کے مال کی بیع کی یا اوسکا کسی عورت سے نکاح کردیا یا اوسکی زوجہ کو طلاق دی یا اوسکا غلام آزاد کردیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھیگا تو
بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا ورنہ باطل ہوگا وما لا مجیز له حالة العقد لا ینعقد اصلا بانه صبی باع مثلا ثم بلغ
قبل اجازة ولیه فاجاز بنفسه جاز لان له ولیا یجیزه حالة العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازه بنفسه لم یجز لانه
وقت العقد لا مجیز له فیبطل بالمرتقل او قعته فیصح انشاء لا اجازة کما بسطه العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہین حالت عقد
مین تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اسکی اجمال کی یہہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلا پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اوسنے بیع سابق کو جائز
رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلا اپنی زوجہ
طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اوسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہو گی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اوسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنی
صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نرکھتا تھا اور اوسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یون
نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ھ
ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ غیر کی ملک مین متصرف نہین لیکن چونکہ اوسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اوسکو
فضولی قرار دیا وقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغا عاقلا فلو صغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواهر معزیا للحاوی اور
غیر کے مال کی بیع موقوف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہو گی چنانچہ زواہر الجواہر مین حاوی سے
نقل کرکے ذکر کیا ھ ان باعه علی انه للمالك اور یہہ یعنے توقف بیع اوس صورت مین ہے اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے
یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعه علی انه لنفسه او باعه من نفسه او شرط الخیار فیه
لمالك المكلف او باع عرضا من غاصب عرض اخر للمالك به فالبیع باطل اور اگر اوس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہے یا اوسکو بیچا اپنی
ذات سے یعنے خود خرید کیا یا اس بیع مین اوسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اوس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب
کی عوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہے ھ ابو سعود نے حاشیہ اشباہ مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو

غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاع مغصوب کو خریدا یعنی غصب کی ہوئی چیز کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہی سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین مین حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبوں نے دو شخصوں کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونوں مالکوں نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر ایسی حکم ہے دو فضولیوں کا جنھوں نے ایسا کیا تو غصب کچھ قید نہیں اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصبوں نے ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کر دینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود عقود و ضمانات مین متعین نہین کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعه موقوف الا فی هذه الخمسة فباطل اور حاصل کلام یہہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہوتی ہے مگران پانچ صورتوں مین باطل ہے ہم چار صورتین تو یہی ہیں جو ابھی مذکور ہو چکیں اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قیّد بالبیع لانه لو اشتری لغیرہ نفذ علیه الا اذا کان المشتری صبیا او مجنونا علیه فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کریگا تو مشتری یعنی فضولی پر نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اوس سے لے تو دونوں مین بیع التعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر هذا اذا لم یضفه الفضولی الی غیرہ فلو اضافه بان قال بع هذا العبد لفلان فقال البائع بعته لفلان توقف بزازیه وغیرها یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہوتا ہے کہ اوسنے خریداری کو اپنے غیر کے طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی مثلا اس طرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھہ سو بائع نے کہا کہ مین نے اوسکے ہاتھہ بیچا تو اوسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البزازیه وغیرہا لان بیعه لنفسه باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع لانه لم یملکه لان بیعه موقوف اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کا ہم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی یہہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی لمالکه کی یہہ قول تعلیل ہو وکذا شراؤہ لنفسه لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کمامر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفوں کا یعنی ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوا باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہو چکا وعبارة الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسه بدائع واذا شرط الخیار فیه للمالك تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض اخر للمالك به فتح لکن ضعّف المصنف الاولی بمخالفتها لفروع المذهب لتصریحهم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازته علی الظاهر مع ان البائع باع لنفسه لا للمالك الذی هو المستحق مع انه توقف علی الاجازة اور عبارت اشباہ کی یہہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتوں مین باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جب کہ ثمن مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اوس شخص کے ہاتھہ جسنے مالک کی متاع غصب کی عوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اوسکے مخالف ہونیکے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اسکی تصریح ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اوس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھہ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الثانیة ففی النهر وینبغی البناء الشرط فقط قلت وصاحبها کما قاله شیخنا ان بیعه موقوف ولو لنفسه علی الصحیح انتهی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق میں یون ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے میں کہتا ہون اور حاصل کلام مثل ظاہر چنانچہ ہمارے استاد نے فرمایا ہے یہہ ہے کہ بیع فضولی کی درصورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیچے اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی لکن فی حاشیتها لابن المصنف وزید علیه مسئلتان من الحاوی وهما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی هنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہے اور بیٹے اشباہ کے تین مسائل پر دو مسئلے اور زیادہ کیے گئے ہیں حاوی سے اور وہ دونوں یہہ ہیں بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کی

کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوئی یعنی باطل ہے جیسے طحطاوی نے کہا الیٰ ہنا معنی انتہٰی ہے وَوُقِفَ بَیعُ العبدِ والصبیِ المحجورِ علی اجازۃِ المولیٰ والولیِّ و
کذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولے اور ولی کی اجازت پر اور اسیطرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے
و فی العمادیۃ وغیرھا لا ینعقد اقاریر العبد ولا عقودہ و سنحققہ فی الحجر اور عمادیہ وغیرہ میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اوسکے
عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر میں ہم ظاہرا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد
اور جواب اسکا یون ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہی وَوُقِفَ بیعُ مالہ من فاسدِ عقلٍ غیرِ رشیدٍ علی اجازۃِ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے
مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سی قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ہم غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نجانتا ہو وبیعُ المرھونِ والمستاجرِ والارضِ فی
مزارعۃِ الغیرِ علی اجازۃِ مرتھنٍ ومستاجرٍ ومزارعٍ اور جو چیز گرو ہی اور غیر کے اجارہ میں ہے اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی میں ہو اسکی بیع مرتہن اور
مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہین نہ فسخ بیع کے لیکن کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونو کا
مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی ووُقِفَ بیعُ شیءٍ برقمہ ای بالمکتوبِ علیہ فان علمہ المشتری فی مجلسِ البیعِ نفذ والا بطل اور موقوف
ہی بیع شے کی اوسکی رقم پر یعنی ثمن کی علامت اوسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کرلیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو باطل
ہی ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں اسکے برعکس ہے قلتُ وفی مرابحۃِ البحرِ انہ فاسدٌ یصح
لا بالعکس ہو الصحیح وعلیہ فیحرم مباشرتہ وعلی الضعیفِ لا میں کہتا ہون اور بحر الرائق کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے
جسکو صحت عارض ہوسکتی ہے یعنے علم نے المجلس نہ بالعکس یعنی صحیح عارض الفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی
حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں وترکَ المصنفُ قولَ الدررِ وبیعُ المبیعِ من غیرِ مشتریہِ لدخولہ
فی بیعِ مالِ الغیرِ اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں ہم درر مین
ہے کہ ایک شے زید کے ہاتھ بیچی پہر اوسکو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہیں یہان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کردین تو بہی ثانی منعقد نہو گی لیکن مشتری
کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ مینے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر
کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہوچکا اسواسطے کہ مشتری مبیع کا مالک ہوگیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصًا وبیعُ المرتدِ اور بیع مرتد کی موقوف
ہے اوسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا للصاحبین والبیعُ بما باعَ فلانٌ والبائعُ یعلمُ والمشتری لا یعلمُ والبیعُ بمثلِ ما یبیعُ الناسُ
بہ او بمثلِ ما اخذ بہ فلانٌ فان علم فی المجلسِ صح والا بطل اور بیع موقوف ہے بعوض اوس ثمن کے جسکو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع
اوسکو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اوس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہین یا مانند اوس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر
مشتری مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کرلیگا تو تینون صورتون میں بیع صحیح ہے ورنہ نہیں تو باطل ہے فبیعُ الشیءِ بقیمتہ فان بیّن فی المجلسِ صح والا بطل
والیٰ اور موقوف ہے بیع شے کی اوسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہوگئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامۃ النوح وبیعٌ فیہ خیارُ
المجلسِ اور موقوف ہے وہ بیع جسمین خیار مجلس شرط ہی یعنے اگر مجلس مین اختیار کریگا تو صحیح ہے والا غیر صحیح ووُقِفَ بیعُ الغاصبِ علی اجازۃِ المالکِ
یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مرّ عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے بشرطیکہ غاصب نے اوسکے مالک کے
واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہوچکا ووُقِفَ ایضا بیعُ المالکِ المغصوبَ علی البینۃِ او اقرارِ الغاصبِ
اور بہی موقوف ہے بیع مالک کی شے مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورتیکہ غاصب انکار غصب کا کرے اگر گواہون سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود
غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ورنہ نہین وبیعُ ما فی تسلیمہ ضررٌ علی تسلیمہٖ فی المجلسِ اور بیع اوس چیز کی جسکی تسلیم میں ضرر ہو بائع کا اوسکی تسلیم فی المجلس پر
موقوف ہے ہم چنانچہ چہت کی کڑی بیچنا وبیعُ المریضِ لوارثہ علی اجازۃِ الباقی اور مریض کی بیع اپنے ایک وارث سے واسطے باقی وارثوں کی

اجازت پر موقوف ہے وبیع الورثة التركة المستغرقة على اجازة الغرماء اور بیچنا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہون کی اجازت پر موقوف
ہے وبیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحضرة الآخر توقف على اجازته او بغیبته فباطل اور دو وکیلون یا دو وصیون
یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہے
وما فصله فی النهر الی نیف و ثلثین اور نہر الفائق مین بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ھم نہر الفائق مین اڑتیس قسمین بیع موقوف
کی مذکور ہین از انجملہ مصنف اور شارح نے تینتیس قسمین ذکر کی ہین وحكمه اي بيع الفضولي لو له مجيز حال وقوعه كما مر قبول الاجازة
من المالك اذا كان البائع والمشتري والمبيع قائما بان لا يتغير المبيع بحيث يعد شيئا آخر لان اجازته كالبيع حكما اور حکم
یعنی اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اوسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جبکہ بائع یعنی فضولی اور مشتری
اور مبیع قائم ہو اسطرح پر کہ مبیع متغیر نہوگئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے ھم
تغیر مبیع کی یہہ صورت ہے کہ مثلا کپڑے کی قطع اور دوخت نہوئی ہو ورنہ اجازت مفید نہوگی کیونکہ اب اوس کا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف اسکے کپڑا اگر رنگ
کر دینے کے کہ اسمین اجازت مفید ہوگی ایسا کچہہ لکھا ہے مصنف نے اپنی شرح مین لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کرنیکے اجازت غیر مفید ہے
كذا في الطحطاوي وكذا اشتراط قيام الثمن ايضا لو كان عرضا معينا لانه مبيع من وجه فيكون ملكا للفضولي وعليه مثل المبيع لو
مثليا والا فقيمته وغير العرض ملك للمجيز امانة في يد الفضولي ملتقى اور اسیطرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہے
اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹھہریگا اور خرید فضولیکی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک
ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہین تو قیمت اوسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقود ہے تو وہ
مالک مجیز کی ملک ہے فضولیکے ہاتھہ مین امانت ہے کذا فی الملتقى وكذا اشتراط قيام صاحب المتاع ايضا فلا يجوز اجازة وارثه لبطلانها بموته
اور اسیطرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہین اجازت اوسکے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے اجازت کے اوسکی موت سے وحكمه ايضا ان اخذ المالك
الثمن او طلبه من المشتري يكون اجازة عمادية اور بیع فضولیکا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اوسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیہ
وهل للمشتري الرجوع على الفضولي بمثله لو هلك في يده قبل الاجازة الاصح نعم ان لم يعلم انه فضولي وقت الاداء والا اي علم قنية
واعتمده ابن الشحنة واقره المصنف وجزم الزيلعي وابن مالك بانه امانة مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر
ثمن فضولیکے ہاتھہ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہہ ہے کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت یہہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز
نہین اگر اوسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسیکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور زیلعی اور ابن ملک نے
اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح اور درصورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہین وقول المالك
هو بئس ما صنعت واحسنت او اصبت على المختار فتح اور مالک کا یون کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب
کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی المختار ھم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہین کیونکہ
استہزا کے واسطے بھی بولتے ہین کذا فی الطحطاوی وهبة الثمن من المشتري والتصدق عليه به اجازة لو المبيع قائما عمادية
اور ثمن ہبہ کرنا مالک کو مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ وقوله لا اجيزه رد له
اي للبيع الموقوف فلو اجازه بعده لم ينفذ لان المفسوخ لا يجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجيزه ثم اجاز جاز اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا
بیع موقوف کو انکار و رد کرنا ہے اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہین ہوگی کہ مفسوخ اجازت پذیر نہین ہوتی بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ مین اجازت نہین دیتا اجارہ کو اور پھر بعد اسکے اجازت دی تو جائز ہو
فاذا كان له اجازة الاجارة بالفعل والقول فان للمالك الاجازة والفسخ وللمشتري الفسخ لا الاجازة وكذا للفضولي قبلها في البيع لا النكاح لانه معبر محض

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اوسکا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو
فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کو بیع مین فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح مین کیونکہ فضولی نکاح مین سفیر محض ہے کذا فی
البزازیہ یہہ حکم جب فضولی نکاح مین سفیر ہوا تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہونگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمین فضولیکو للفسخ کا اختیار ہے تا حقوق
اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اوسکے طرف راجع ہونگے یعنے ثمن طالب التسلیم اور
تمام مرد بالعیب ہوگا اور اسمین اوسکا ضرر ہے تو اوسکو لینے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اوسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح وفی المجمع لو اجاز احد المالکین
خیر المشتری فی حصتہ واکثر صحبہ محمدؒ کہا اور مجمع مین یہہ ہے کہ اگر دو مالکون مین سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہے اوسکے حصے لینے مین
اور محمد نے مشتری پر حصہ کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار یہہ ان فضولی لیا باع ملکہ فاجاز ولو یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعتبر
اجازتہ لصدورہ وتبطل بالاجازۃ کالوکیل حتی لیصح حط الثمن مطلقا بزازیہ اگر یہ سنا کہ فضولی نے اوسکا مال بیچا الا سوا اسکو بیع کو
جائز رکھا درحالانکہ اوسکو ثمن کی مقدار معلوم نہین پہر جب اوسکو علم ہوا مقدار کا تو اوسنے بیعکو رد کیا تو اوسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہو جانے
فضولی کے اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اوسکا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنے جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت
دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقا خواہ مالک کو اسکا علم ہو یا نہو کذا فی المنح اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ
المشتری او باعہ فاجاز المالک بیع الغاصب او ادی الغاصب الضمان الی المالک علی الاصح ہدایہ او ادی المشتری
الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی نفذ الاول وھو العتق لا الثانی وھو البیع لان الاعتاق انما یفتقر للملک وقت نفاذہ لا
وقت ثبوتہ خرید کیا غاصب سے غلام کو پہر مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا یا اوسکو بیچا الا پہر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو
بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنے عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اس
واسطے کہ اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونیکے وقت ہم یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تہا مالک کے دفع ضرر کے واسطے اور
بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور اس حدیث شریف مین کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملکہ عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہی ثبوت کے
وقت قیدہ بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکہ بہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اس
واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہین تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اوسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ہم یعنے غاصب کی ملک تاوان سے ثابت
ہوئی نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہین تو عتق اوس وقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہ تہی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اسمین ملک ثابت
ہو گئی بیع کے وقت سے کذا فی العطایہ ولو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع
کالکسب والولد والعقر ولو قبل الاجازۃ یکون للمشتری لان الملک تم لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتہ کاٹا گیا
مثلا غلام مبیع کا اوسکی مشتری کے پاس پہر اوسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسیطرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے چنانچہ اوسکا کسب اور
لونڈیکا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت ان کا حدوث ہو مشتری کے مملوک ہین اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہو گئی خرید کے وقت سے
تو قطع وغیرہ اوسکی ملک مین حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اوسکی ملک تاوان سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے وتصدق بما زاد
علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کے نصف ثمن پر اوسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے
بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اوسکے ضمان مین کذا فی الفتح ہم ایک ہاتہ کی دیت غلام مین نصف قیمت ہے اور مشتری کے ضمان مین ثمن
داخل ہے جو مقابلہ عوض کے ہے تو نصف ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمین شبہہ ہی عدم ملک کا لہذا اوسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی
المعطاوعن الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ فیکما نقاق فبرھن المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد

انه لم یأمره بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع فردت بینته ولو یقبل قوله للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اوسکے امر کے بیچا
پہر مشتری نے گواہ گذرانے مثلا بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولیکو بیع کے واسطے نہ کہا تہا اور مشتری نے مبیع کے
پہیر دینے کا ارادہ کیا تو اوسکے گواہ مردود ہین اور اوسکا قول مقبول نہوگا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنے اسواسطے
کہ محل نزاع بائع اور مشتری مین تو یہی امر ہے هم وجہ تناقض یہہ ہو کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اوسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ
مقبول نہین ہوتی مگر صحیح دعوے پر پہر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بہی مقبول نہونگے کما لو اقام البائع البینة انه باع بلا امر او برهن علی اقراره
المشتری بذلک واصله ان من سعی فی نقض ما تم من جهته لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اوسنے
بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرحکے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اوس چیز کے توڑنے مین جو اوسی شخص کی جہت سے
کامل اور پوری ہوئی ہے تو اوسکی سعی مقبول نہین مردود ہے مگر دو مسئلو مین مقبول هم ایک مسئلہ یہہ ہو کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اوسپر قبضہ کیا
پہر دعوی کیا کہ بائع نے اوسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتہہ بیچا تہا اور اوسپر گواہ لایا تو گواہ اوسکے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہہ ہو کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ
کی اور موہوب لہ نے اوسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اوسکو مینے مدبرہ کیا تہا اور اوسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی پہیر لیگا اور اوسپر محمول ہوگا
کہ اوسنے یہہ فعل کیا پہر وہ تائب ہوا اور اوسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نرہے کذا فی الطحطاوی وان اقر البائع المذکور ولو عند غیر القاضی
بحر بان رب العبد لم یأمره بالبیع فوافقه علیه علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لا یمنع صحة الاقرار لعدم التهمة
فاذا توافقا بطل فی حقهما لا فی حق المالک للعبد ان کذبهما وادعی انه کان بامره فیطالب البائع بالثمن لانه وکیل لا المشتری خلافا
للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اسطرح پر کہ غلام کے مالک نے مجھکو اوسکی بیع کا امر نہین کیا اور عدم
امر پر مشتری بہی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب نہونے تہمت کے اپنی ذات کے
اقرار مین پہر جب متعاقدین موافق ہوگئے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب کرے اور اوس کا
مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تہی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنے اونکے نزدیک
مشتری سے بہی مطالبہ کر سکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے پہیر لے کذا فی الطحطاوی باع دار غیره بغیر امره واقبضها المشتری ثم وادخلها
فی بناء المشتری نفعیة اتفاقی دوسرے اپنے غیر کا گہر بیچا بدون اوسکے امر کے اور اوسپر مشتری کا قبضہ کرا دیا کذا فی النہر اور گہر کا داخل کرنا
مشتری کی عمارت مین جیسا کہ کنز مین واقع ہے سو قید اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الدرر هم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے ثم
اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری لم یضمن البائع قیمة الدار لعدم سرایة اقراره علی المشتری پہر بائع فضولی
نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گہر کی قیمت کا تاوان نہ دیگا بسبب نہ سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر هم عدم سرایت
اقرار بائع اوسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزع دار کی علت ہے یعنے مشتری کے ہاتہہ سے گہر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم
ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہہ علت ہو کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف
کا بہی پہلا قول یہی تہا کذا فی الطحطاوی فان برهن المالک اخذها لانه نور دعواه بالحجة اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گہر کو لیگا اسواسطے کہ
اوسنے اپنے دعویکو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا **فروع** مسائل تحفہ شارح کے باع عبد فضولی واجره اخر او زوجه او رهنه فاجیز
معا ثبت الاقوی فتصیر مملوکة لا زوجة فتح غیرکے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اوسکو اجارہ دیا یا اوسکا نکاح کر دیا یا گرو
رکہا پہر دونون فضولیون کے فعل کی اجازت ہوئی ساتہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح
یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دو کو

جدا جدا بیچا پھر دونوں کے واسطے اجازت ہوئی ساتھ ہی تو نکاح باطل ہوگا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں خیار ہوگا کذا فی المحیط سُکُوتُ المالکِ عندَ العقدِ لیسَ باجازۃٍ خانیہ میں اخر فصل الاقالۃ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ خانیہ میں ہو فصل اقالہ کے اخیر

باب الاقالہ

یہہ باب ہے اقالہ کے احکام میں هم مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہہ ہے کہ اقالہ عبارت ہو رفع عقد سے اور عقد فضولی در صورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے هی لغۃً الرفع مِن اَقالَ اجوفٌ یائی اقالہ لغت میں رفع ہے اقال اجوف یائی سے هم بعضوں نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہو شارح نے مذکور کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہیں قِلتُ البیعَ بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قُلتُ بضم بولتے دوسری وجہ یہہ ہے کہ اسکا مصدر ثلاثی یائی آتا ہے نہ واوی مجموع اللغۃ میں کہا قالَ البیعَ قَیلاً فسخہ تیسری وجہ یہہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہما نے اسکو قاف یای لام کے مادہ میں مذکور کیا ہے نہ قاف واو لام میں وشرعاً رفعُ البیعِ اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا وعمّمہٗ فی الجوہرۃ فعبّرَ بالعقدِ اور جوہرہ میں اقالہ کو عام کہا ہے تو یوں تعبیر کیا کہ اقالہ عبارت ہو رفع عقد سے تو یہہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہے وتصحّ بلفظینِ ماضیینِ وھذا رکنُہا او احدُھما مستقبلٌ کاقِلنی فقالَ اَقَلتُک لعدمِ المساوَمۃِ فیہا فکانت کالنکاحِ اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں سے اور یہہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھسے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھسے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ میں مول چکانا نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا هم یہہ جواب ہو سوال مقدر کا خلاصہ سوال کا یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور صالا نکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اقالہ اسمیں در حکم بیع نہیں اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ میں جاری نہیں بخلاف بیع کے وقالَ محمّدٌ کالبیعِ قالَ البرجندی وھو المختارُ اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے کہا یہی قول مختار ہے وتصحّ ایضاً بفاسختُک وتارکتُ وتارکتُک ورفعتُ اور اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہوئے یعنے میں نے تجھسے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے میں نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اوٹھا ڈالا هم مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اَقَلتُک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احدِ الجانبینِ کالبیعِ ھو الصحیحُ بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ هم یعنے اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا تلفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہو وفی السراجیۃ لابدّ من التسلیمِ والقبضِ من الجانبینِ اور سراجیہ میں ہو کہ تسلیم بیع اور قبض ثمن دونوں جانب سے ضرور ہے هم یہہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنے غیر صحیح ہو وتتوقّفُ علی قبولِ الآخرِ فی المجلسِ ولو کانَ القبولُ فعلاً کما لو قطعہ او قبضہ فورَ قولِ المشتری اَقِلتُک لانّ من شرائطِہا اتحادَ المجلسِ اور اقالہ موقوف ہو طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو چنانچہ بائع نے بیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے هم فور سے مراد یہہ ہو کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہو تو شرط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہو جو قنیہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے بعد خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی بسبب متحد نہونے مجلس کے وتصحّ رضی المتعاقدینِ او الورثۃِ او الوصیِّ اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہو متعاقدین کی یا انکے وارثوں یا وصی کی وبقاءُ المحلِّ القابلِ للفسخِ بخیارٍ فلو زادَ زیادۃً تمنعُ الفسخَ لم تصحَّ خلافاً لہما اور شرط ہو باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنے خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رؤیت کے تو اگر مبیع میں ایسی زیادتی ہو گئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلافاً للصاحبین هم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ رنگنا اور درخت بونا اور زیادت منفصلہ متولدہ چنانچہ ولد اور ثمر و قبض بدلِ الصرفِ فی اقالتہ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا

صرف کرے اقالہ مین وان لا یہب البائع الثمن للمشتری قبل قبضہ اور یہہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نکیا ہو قبل اوسکے قبضہ کرنیکے
علم طحطاوی لکہا مشتری کو کسی غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہین وان لا یکون البیع باکثر من القیمۃ
فی بیع ماذون ووصی ومتولی اور یہہ شرط ہے کہ بیع اوس ثمن سے نہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف
کی بیع مین ہم نے ایک چیز کی قیمت ایک درہم ہے اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہین
برعایت مولے اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر کسی شے القیمت کو بثمن قلیل خریدکیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہین ولصحۃ اقالۃ المتولی
ان خیرا للوقف وما لا فلا الاصل ان من ملک البیع ملک الاقالۃ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء قبل وبالسلم اشباہ
اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہوا اور نہین تو نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہے
مگر پانچ صورتون مین مالک بیع کا مالک اقالہ نہین تین صورتین تو مذکور ہوچکین یعنے بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی صورت خرید کا وکیل
بعضون نے کہا اور پانچوین صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنے مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہین کرسکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک
اوسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوہرۃ اور اقالہ جاری نہین نکاح اور طلاق اور عتاق
مین کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنے طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونیکے مرتفع نہین ہوتی عتاق کے مانند
دور کرنے والا
ولا ابراء بحر من باب التحالف اور اقالہ نہین ابراء مین کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہوگیا اور ساقط معدوم ہوجاتا ہے
وهی مندوبۃ لحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف ہم ابو داود اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ
سلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے خدا تعالیٰ اوسکی زلت اور لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت مین
مسلما نادما وارد ہے کذا فی فتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر فیما اذا غرر البائع یسیرا نہر بحثا فلو فاحشا فلہ الرد کما بحثہ اور
اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد مین کذا فی البحر اور نیز اقالہ واجب ہے جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے بہت زیادہ فریب
دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ آویگا وحکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ہو من موجبات نفس العقد ای احکام العقد اور اقالہ کا
حکم یہہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق مین اوس چیز مین جو بمنزلہ احکام عقد کے ہے موجبات نفس سے احکام عقد مراد ہین ہم موجبات عقد وہ
امور ہین جو نفس عقد سے پیدا ہوتے ہین بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق
مین بیع جدید نہین مگر جب کہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدین کے حق مین اور غیر متعاقدین کے حق مین
بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا اما لو وجب بشرط زائد کانت بیعا جدیدا فی حقہما ایضا کان شری بدینہ المؤجل عینا ثم تقایلا لم یعد الاجل
فیصیر دینہ حالا کانہ باعہ منہ ولو رد بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیہما خانیہ
اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہوئی تو اقالہ متعاقدین کے حق مین بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی جنس
کو خریدکیا پھر متعاقدین نے اوس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نکریگی تو اوسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جاویگا گویا صاحب دین نے
اوس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضی پھیرا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر
ثابت ہوگی کیونکہ یہہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہین اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون مین عود نکریگی کذا فی الخانیہ
یعنی اقالہ اور رد بالعیب مین کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہہ ہے کہ بیع مین مدت اور کفالت کا اعادہ نہین بعد اقالہ کے اور رد بالعیب مین مدت کا اعادہ ہے
نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونہا فسخا فروعا فالاول انہا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا
للشرع لا قبلہ مطلقا ابن الملک پھر مصنف نے بسبب ہونے اقالہ کے فسخ چند فروع ذکر کیے فرع اول یہہ ہے کہ اقالہ باطل ہوجاتی

بعد ولادت مبیع کے بواسطے متعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بنظر حق شرع شریف نہ قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت
قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت متصلہ ہو منفصلہ خلاصہ تفریع یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل
نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع والثانی تصحیحہ بمثل الثمن الاول وبالسکوت عنہ اور فرع ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر
اور ثمن کے سکوت سے یعنے درصورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہوتا اور ہر کہ بمثل المشروط فلو
المقبوض احسن او اکثر ؟ اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت
کھوٹا ھم اگر ثمن دس دینار تھا اور مشتری نے اوسکے عوض درم دیئے پھر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ارزان ہوگئے تو مشتری دینار
لیگا نہ درم کذا فی النہر ولو تقایلا فرد کساد ثمنہ کا اکاسد اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہوگئے تو کاسد پھیرے کذا فی النہر عن
الفتح الا اذا باع المتولی او الوصی للوقف او للصغار شیئا باکثر من قیمتہ او اشتریا شیئا باقل منہا للوقف او للصغار لم تجز اقالتہ
واو بمثل الثمن الاول ولذا الماذون کما مر ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولے نے وقف کیواسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے
کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خریدی وقف یا صغیر کیواسطے اسکی کمتر قیمت سے تو اقالہ اوسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی
مثل سے اقالہ ہوا اور اسیطرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا وان وصلیۃ شرط غیر جنسہ او اکثر منہ او اجلہ وکذا فی
الاقل الا م تعیبہ فیکون فسخا بالاقل لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص قیل الا بقدر ما یتغابن الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے
اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ شرط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن میں مگر مبیع کے معیوب ہو جانیکے
ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہو تو یہ فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ تر نہ کمتر بعضوں نے کہا مگر اسقدر کی زیادتی اور کمی میں کچھ ہرج
مضائقہ نہیں جس میں لوگ مغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا ان شرطکا ان وصلیہ ہو نہ فصلیہ ھم ان شرط متعلق ہو ماقبل سے تا سی تو اسکی تقدیم اقتضا یہ
مناسب ہوگی کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ کما سیجی اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد
سے اگرچہ اوسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا ھم تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزان
خریدا سو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو وہ اوسکے ہاتھ بیع کیجیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیچی تو بیع ثانی منعقد نہوگی سو اسطے کہ یہ
اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والرابع جاز للبائع بیع المبیع منہ ثانیا بعدہا قبل قبضہ ولو کان بیعا فی حقہما لبطل کبیعہ
من غیر المشتری عینی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوسری بار بعد اقالہ کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع
ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہو لی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا ضیا العینی ھم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ یہ کہ
منقول ہے قبل اوسکے قبض کے والخامس جاز قبض المکیل والموزون منہ بعدہا بلا اعادۃ کیلہ ووزنہ اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ
کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اوسکے کیل اور وزن کے یعنے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہوتا والسادس
یجوز ہبۃ المبیع منہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہما لما جاز کل ذلک اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کیواسطے
بعد اقالہ قبل القبض کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں فروع ستہ میں یہ کچھ جائز نہوتا ھم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ بیع فسخ ہو جاتی ہے
اگر مشتری بائع کو بیع ہبہ کرے قبل القبض وانما ہی بیع فی حق ثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالۃ فلو قبلہ فہی فسخ فی حق الکل فی غیر العقار
اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہو اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق
میں ماسوائے زمین کے ھم زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاسخۃ او متارکۃ
او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاسخہ یا متارکہ یا تراد یعنے باہم پھیر دینے کے ہوگا تو باتفاق اماموں کے

ہم فسخ کرنا ہم ترک کرنا

مثلاً پہلے ثمن کے بیچ ٹہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع سے ہم بلفظ بیع اقالہ کی یہہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتہہ بیچ جسکو
تو نے خریدکیا و مثرتہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارًا فسلم الشفیع الشفعۃ ثم تقایلا یقضی لہ بھا لکونہ بیعًا جدیدًا فکان الشفیع لثالث
اور اسکا ثمرہ یعنے حق ثالث میں اقالہ کے بیع ہونیکا ثمرہ چند مواضع میں ہے سو موضع اول یہہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہوا اور شفیع نے شفعہ سے انکار کردیا پہر بائع
و مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلایا جاویگا بسبب اسکے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا۔ و
الثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمہ بعد ھا لانہ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کرسکتا بسبب
اس عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اسکے حق میں ہم تشنے جب کہ مشتری نے مبیعکو دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونوں میں
اقالہ ہوا پہر معلوم ہوا کہ مبیع میں عیب تہا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اسکو پہیردے بائع اول کو تو اسکو یہہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہہ اسکے
حق میں بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح والثالث لیس للواھب الرجوع اذا باع الموھوب لہ الموھوب
من اٰخر ثم تقایلا لانہ کالمشتری من المشتری منہ اور موضع ثالث یہہ ہے کہ واہب کو ہبہ پہیر لینا جائز نہیں جب کہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے
شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونوں میں اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من اٰخر قبل نقد
الثمن جاز للبائع شراءہ منہ بالاقل اور موضع رابع یہہ ہے کہ مشتری نے جب کہ مبیعکو بیچا دوسرے کے ہاتہہ قبل نقد ثمن کے تو بائعکو اوس سے خرید کرنا
کمتر ثمن سے جائز ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہیں دیا پہر اسکو دوسرے کے ہاتہہ بیچا پہر بائع ثانی اور مشتری
ثانی میں اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پہر آئی پہر بائع اول نے مشتری مذکور سے اسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے
گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی والخامس اذا اشتری بعروض التجارۃ عبدًا للخدمۃ بعد ما حال علیہا الحول و
وجد بہ عیبًا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوٰۃ فالفقیر ثالثھما اذا الرد بعیب بلا قضاء اقالۃ
اور موضع خامس یہہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام میں کوئی عیب نکلا مشتری
نے اسکو بغیر حکم قاضی کے پہیر دیا اور اجناس کو پہیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئیں مالک کے ہاتہہ میں تو انکی زکوٰۃ ساقط نہوگی پس یہاں فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا
اسواسطے کہ بوجہ عیب کے پہیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ہم غلام میں خدمت کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اسکی خرید سے ہلاک
نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہیں اور غیر قضا کی قید کا یہہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق میں فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہوئی اور جب
ہلاک ہوگئیں تو زکوٰۃ واجب نہوگی اور رد بعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق میں تو گویا یہ بیع اول سے نہاس کا استہلاک ہے لہذا زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا تو فقیر کے حق میں بیع اول ہی مرتفع ہوجاتا
کذا فی الطحطاوی وزاد التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء لانہ حق اللہ تعالیٰ فاللہ ثالثھما عند الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر
تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبراء حق اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ تیسرا ٹہیرا متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ ہم وجوب استبراء
کی یہہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اسپر قبضہ کیا پہر اقالہ بیع ہوا تو یہہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو وطی اسکی جائز نہوگی
بعد استبراء کے والاقالۃ بعد الاجارۃ والرہن فالمرتہن ثالثھما فہی سبعۃ اور مواضع مذکورہ پر زیادہ ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن
کے تو مرتہن تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے نو ہوئے ہم نہر الفائق میں کہا کہ مجہکو سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو میں نے جواب
دیا کہ اقالہ موقوف ہے میں نے نہ بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پہر اقالہ
کیا تو یہہ اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر وہ اجازت دے
رکہا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے مشائخ کو یوں کہنا مناسب تہا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہیں کذا فی الطحطاوی والاقالۃ یمنع ہلاک المبیع و ان ہلکہا
کا باقی اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا اگرچہ ہلاک حقیقۃ نہیں بلکہ حکمی ہو چنانچہ بہاگ جانا غلام کا ہم اور اگر ہلاکی مبیع کی بعد اقالہ کے ہو تو اقالہ

تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہو گی کذا فی البحر لا الثمن ولو فی بدل الصرف فیہ نہ ہلاکی ثمن کی اگرچہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف میں واقع ہو ہم جو کہ اصل بیع میں
مبیع ہو نہ ثمن لہذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاکی ثمن کی وھلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا
نہیں بقدر باقی کے جزو کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے ہم اسی جملہ سے ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اوسکے
حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اسکو قنیہ سے ذکر کریگا ولیس منہ ما لو شری صابونا فجف فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت
نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے
جائز نہیں واذا ھلک احد البدلین فی المقایضۃ وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منھما وعلی المشتری قیمۃ الھالک ان
قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ھلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ احد البدلین مقایضہ اور اسیطرح سلم میں ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح باقی بدل میں اور مشتری
پر ہالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک لازم ہے اگر وہ مثلی ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل
نہیں ہم مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثنا منقطع ہے تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز
عن تسلیمہ او ھلک المبیع بعدھا قبل القبض بطلت بزازیہ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اوسکی
تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہو گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا مشجرۃ فقطعہ او عبدا فقطعت یدہ واخذ
ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شیئ للبائع من ارش الشجر والید ان عالما بہ بقطع الید والشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم
خیر بین الاخذ بجمیع الثمن او الترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اوسکا
تاوان بھی لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اسکو لازم ہے اور اوسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت
سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القنیہ وفیہا شری ارضا مزروعۃ ثم حصدھا
ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اوسکے حصے کے برابر ہم
یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اسواسطے
کہ عقد خرید پر وارد ہے نہ گیہوں پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطئ المبیعۃ ردھا واخذ ثمنہا اور قنیہ میں ہے کہ دونوں نے
اقالہ کیا پھر انکو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہے تو اوسکو پھیر دے اور اوسکا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ میں
ہے کہ پھیر دینے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اوسکے غیبت میں کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت میں پایا نہیں جاتا کذا فی
الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا البیع ثم تقایلاھا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون
المسلم فیہ دینا سقط والساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اوٹھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوائے اقالہ سلم کے
کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اسواسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفیہا رأس المال بعد الاقالۃ
کھو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدھا کقبلہا اور اشباہ میں ہے کہ رأس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو جیسے تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز
نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض رأس المال کے جیسے تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض رأس المال کے تصرف
جائز نہیں یعنی کوئی چیز رأس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدھا فلا یتحالفان حکم رأس المال کا قبل اقالہ اور
بعد اقالہ کے یکسان ہے مگر دو صورت میں یکسان نہیں ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا رأس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم
نہ ہوگی ہم اس صورت میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائینگے یعنی درصورت عدم بینہ کذا فی الطحطاوی
ولو تفرقا قبل قبضہ جاز الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے رأس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں

ھم اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثنا منقطع ہے کیونکہ
کلام راس المال میں ہے وفیہا اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور شاید
ہر کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہو قلت الا فی مسئلۃ اذا
ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد فادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں کہ
فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا
قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے ھم اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادائے ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اسواسطے کہ
ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجود دیکہ یہاں صحت اور فساد میں خلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا
ولو یحلفنہ ما تحالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استھلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے بالعکس ہو دعوی یعنے بائع مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے ثمن اقل
ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم لازم آویگی لیکن بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جب کہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا
ہو تو دونوں پر قسم نہیں ھم جبکہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہے مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ
قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی المحیط وفی الخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب بخلاصہ
میں ہے یہہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پھل کھایا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں ھم نزل بضم نون و زاء
معجمہ اگرچہ بمعنے روزی وبہالی کے ہے لیکن یہاں پھل انگور کا مراد ہے

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما فرغ
عن المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جب کہ بیع مثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ھم یعنی ابتک اون بیوع کا بیان تھا جنمین جانب مبیع ملحوظ
تھا اب اون بیوع کا بیان شروع ہوا جنمین جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اسواسطے ہوئی کہ بیع میں مبیع اصل
ہے نہ ثمن نہر الفائق میں ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کیطرف اسواسطے حاجت ہے کہ ناواقف محتاج ہے تاجر واقفکار کی فعل کیطرف تاکہ اوسکی مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنیسے اوسکی
کی خاطر جمع ہوگی اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اونٹ خرید کئے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع
التولیہ ہمکو دو صدیق نے کہا وہ آپکے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن کر ولم یذکر المساومۃ والوضیعۃ لظھورھا اور مصنف نے مساومہ اور وضیعہ کا ذکر نکیا بسبب
ظاہر ہونیکے ھم مساومہ وہ بیع ہے جسکے ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہو تو اسمین ثمن اول کیطرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور
اس کا رواج سوداگروں میں کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض منافع ہے المرابحۃ مصدر رابح ھم مرابحہ مصدر ربح کا ھم عرب بولتے ہیں باع المتاع او
اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا وشرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بھبۃ او ارث او وصیۃ او
غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع میں
مرابحہ عبارت ہے اوس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہوگیا ہے منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جبکہ اوسکا ثمن یعنے قیمت
ادنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مملوک اوسکو حاصل ہوا اور ساتھہ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مقصود مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ مزد دہوبی کی اور
پھر بائع اوسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط ھم خلاصہ یہہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ مبیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ ظاہر
عبارت کنز اور وقایہ سے پیدا ہے بلکہ ہر مملوک چیز میں مرابحہ جاری ہے سو اگر مبیع خرید ہی بائع کی تو اسمیں مرابحہ یوں ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑہا کر بیچے اور اگر بائع کو بطور
ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہے تو اوس میں مرابحہ یوں ہے کہ اوس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے طحاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا
مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور حاشیہ زیلعی میں عبائع سے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت یہہ ہے کہ
مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اوسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اوسکو بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے

یعنی تمام ان پر نفع لیکر چلپی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہی بیع مملوک شے
ساتھہ ثمن اول اور زیادتی منفعت کے اور یہہ عبارت ٹھیک تہی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی
اور کارساز مقرر کیا وشرعا بیعہ بثمنہ الاول ولو حکما یعنی بقیمتہ وعبر عنہا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اسکے
ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اوس چیز کی قیمت ہی اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا ہو اسلئے کہ تولیہ ثمن میں اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید
کرنا اوتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہی لیکن ظاہرا یہہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہتی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے
ثمن کو عام ٹہیرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اسکو بھی شامل ہو جاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ
ہی جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے وشرط صحتہما کون العوض مثلیا او قیمیا مملوکا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے
صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنے ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلی چنانچہ دراہم اور دنانیر اور کیلی اور موزونی اور عددی
متقارب اور مثلی تو ظاہر ہی اسواسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو چنانچہ کپڑا العوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ
قیمت مجہول ہے ہاں اگر مشتری اوسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تہا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی سے بہی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہہ ہے کہ گھر خرید
کیا عوض کپڑے کے اور اوسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھہ بعوض
اوسی کپڑے اور کچہہ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اوسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر بتصرف ولو کان الربح شیئا معلوما ولو قیمیا مشارا الیہ
کہذا الثوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع
للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز مشار الیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کریگا دہ یازدہ
کے نفع پر یعنے دس کو بعوض گیارہ کے بیچا تو جائز نہوگا مگر یہہ کہ مشتری کو ثمن اوسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اوسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا
فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ بیچنے سے کل ثمن اوسکا معلوم نہوا لہذا بیع جائز نہوئی ویضم البائع الی راس المال اجر القصار والصبغ بای
لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی
الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملاوے بائع راس المال کیطرف مزدوری دہوبی اور رنگ
کی کوئی رنگ کیوں نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈوری بٹنے کی مزدوری اور غلہ اوٹہانیوالے اور بکریوں کے ہانکنے
کی مزدوری اور شوب اور دوختگی کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور کہیت اور سینچائی انگور کی اور اسکی جاروب کشی اور بندوں
اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گہر کی چونہ کاری ہم اور اسیطرح لکڑی سے دروازہ بنالے اور رمولی میں سد باندھ کرنے کی مزدوری اسکے ثمن
کے ساتھہ ملاوے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان السلعۃ وصاحبہا المشروط فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر ورجح فی
البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھہ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تہی اسی قید پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں اطلاق
کو ترجیح دی ہی سمسار وہ شخص ہی جو متاع اور صاحب متاع کو بتاوے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچہہ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار
اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہا میں دونوں میں فرق ہو سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھہ متاع
غالبا نہر الفائق میں ہو کہ عدم ضم اجر دلال بالاجماع ثابت ہو وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ
التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اوسکی قیمت میں زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام
اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنے جسکو سوداگر اپنے عرف میں راس المال
کے ساتھہ ملاتے ہوں اسکو ملانا چاہیئے ویقول قام علی بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب اور بائع یہہ کہے کہ یہہ چیز مجکو اتنے کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ خریدی ہے

اتنے کو خرید کی اسواسطے کہ یہہ جہوٹ ہے ھ مثلاً ایک کپڑا چار روپیے کو خرید کیا اور ایک روپیہ اوسکی سلائی مین صرف ہوا تو مالک اوسکے بیچنے کے وقت
یون کہے کہ یہہ قمیص یا یہہ قبا مجکو پانچ روپیے کو پڑی اور یون نکہے کہ مینے پانچ کو خرید کی کہ صاف جہوٹ ہے یہہ اونمین صورت مین ہے جب کہ یہہ تصرف مرابحہ
یا تولیہ کے منظور ہوا اور اگر بطریق مساومہ بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوّم الموروث ونحوہ وباع برقمہ
لو صادقا فی الرقم فتح اور اسیطرح مرابحہ جائز ہی جب کہ شے موروث وغیرہ کی قیمت ٹہرا دی ہو پہر بیچا اوسکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم مین سچا ہو کذا فی
الفتح ھ رقم عبارت ہی اوس علامت سے جو کپڑے وغیرہ پر لکہی ہو اور ثمن پر دلالت کرنے صدق فی الرقم سے مراد یہہ ہے کہ مشتری رقم کو نہین جانتا ہے
اور کپڑے پر دس روپیے کی رقم لکہی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہہ دس کی رقم ہی مین اسپر اتنا نفع لیکر بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو
جائز ہوا اور اگر دس کو گیارہ بتاویگا تو بیع صحیح ہو گی لا یضم اجر الطبیب والمعلم درر ولو العلم والشعر فیہ ما فیہ فلذا علّلہ فی المبسوط بعدم
التعارف: ملادی طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت مین جو کچھ کہ ہے سو ہے اسواسطے مبسوط مین عدم
ضم تعلیم کی جہت مین عدم عرف کو علت قرار دیا ہی ھ بعضے علمانے عدم ضم کی علت یہہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک مین زیادہ نہین ہو جاتی لکن
انکا یہہ مخلول ہی بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہی یعنے اگر رواج ہو ضم کرنیکا تو ملادی والا نہ ملادیو کذا فی الفتح ملخصا و
الدلالة والراعی اور نہ ملاوے رأس المال کے ساتھہ اجرت دلال اور چرانے والے کی ولا نفقة نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ھ یعنی جو کہ اگر
کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت مین سفر تجارت کے اندر اسکو بہی راس مین حساب نکرے ولا اجر عمل بنفسہ او تطوع بہ متطوع اور نہ ملاوے
اجرت اوس عمل کی جو بذات خود کیا ہے مثلاً اپنا رنگنا اور سینا حساب کرے یا کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اسکی اجرت بہی نہ ملاوے وجعل الآبق وکراء بیت
الحفظ بخلاف اجرة المخزن فانها تضم کما صححوا وکانہ للعرف والا فلا فرق یظھر فتامّل اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور حفاظت
الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اوسکو راس المال کے ساتھہ ملادے چنانچہ فقہانے اوسکی تصحیح کی ہے اور گویا کہ ضم جہت مخزن اور عدم ضم
کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہی اور اگر یہہ علت نہین تو کچہہ فرق ظاہر نہین ہوتا بیت الحفظ اور مخزن مین سو تامل کرے وما یؤخذ فی الطریق من
الظلم الا اذا جرت العادة بضمّہ ھذا ھو الاصل کما علمت فلیکن المعوّل علیہ کما افادہ کلام الکمال اور نہ راس المال کے ساتھہ
ملاوے اوس خرچ کو جو لیا جاتا ہی راہ مین ظلم سے مگر جسوقت ملانا چاہے جبکہ رواج ہو اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہی ضم اور عدم
ضم مین چنانچہ معلوم کر چکا اہتمام بعضے وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہی چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلالت کرتا ہی ھ ملادی کے لئے کہا کہ
عموم اعتبار عرف اسکو مقتضی ہی کہ در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بہی راس المال کے ساتھہ ملادے فان ظہر خیانتہ فی مرابحة باقرارہ او برھان
علی ذلک او بنکولہ عن الیمین اخذہ المشتری بکل ثمنہ او ردہ لفوات الرضی پہر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ مین اوسکے اقرار سے یا گواہون
سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اوسکو لے اوسکے پورے ثمن سے یا اوسکو پہیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنے در صورت خیانت مشتری اوس
بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اوسکو لینے نلینے مین اختیار ہوا انہ المنافی مین ہی بات جو کہ ثمن کے ساتھہ اوسکو ملادی جسکا ملانا جائز نہین یا جہوٹ کہا
مثلاً خرید کی نو کو دس درہم کی بتادی وله الحط قدر الخیانة فی التولیة لتحقق التولیة اور مشتری کو اختیار ہی بمقدار خیانت کا کم کر دینا تولیہ مین
تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ھ یعنے اگر خیانت کو کم نکرے تو تولیہ ثابت نہوا اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ پر [illegible]
مرابحہ کے ولو ھلک المبیع او استھلکہ فی المرابحة قبل ردہ او حدث بہ ما یمنع منہ یعنی الرد لزمہ بجمیع الثمن المسمّی وسقط خیارہ
اگر مبیع ہلاک ہو یا اوسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ مین اوسکے پہیرنے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہو ردکی چنانچہ عیب یا زیادت مانند تو مبیع اوسکو
لازم ہوگی تمام ثمن مقررہ سے اور اوسکا اختیار ساقط ہو گا وقدّمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیبا ثم حدث عندہ آخر له الرجوع بالنقصان
اور ہم اول ذکر کر چکے ہین کہ اگر تولیہ بیع مین عیب پایا پہر دوسرا عیب اوسمین پیدا ہوا تو قدر نقصان کو پہیر لے ھ تو تولیہ مفعول ہو تولیہ سے رجوع بالنقصان

ہو سطرح جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تساوی عقدین کا مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی وشراه ثانیاً بجنس الثمن الاول
بعد بیعه بربح فان ذلک طرح ما ربح قبل ذلک خرید کیا اسکو دوبارہ ثمن اول کے ہمجنس سے بعد اوسکے بیچنے کے نفع لیکر پہر اگر اوسکا مرابحہ کیا چاہے تو
کم کر ڈالے اوسقدر کو جو نفع لیچکا ہے قبل اسکے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پہر وہ پندرہ کو بیچا پہر اوسکے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو
خرید کیا تو اگر اب دوسرے بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یون کہے کہ یہہ کپڑا مجکو پانچ کو پڑا پہر اسپر جتنا چاہے نفع
لے اور قید ہمجنس ثمن کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہو اور ثمن ثانی دس درم ہون تو اسکو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے ہو اسواسطے کہ خرید
ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی لزا اوسکا طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ مین دخل نہیں کذا فی النہر وان استغرق الربح ثمنه
لم یبعه مرابحة خلافاً لهما وهو الاقوی وقوله اوثق بحر اور اگر فائدہ اوسکے ثمن کو مستغرق ہو سطرحپر کہ دس درم سے خرید کرکے بیس درم کو بیچی بطور مرابحہ
پہر اوسکو مشتری ہی سے خرید کرے بعوض دس درم کے تو اب دوسری بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونون صورتون
مین ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہہ قول خلق پر سہلتر ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر ولو کان ذلک او باع بغیر الجنس او تخلل
ثالث جاز اتفاقاً فتح اور اگر اسکو بیان کردے سطرحپر کہ مینے اسکو بیچا تہا اتنا نفع لیکر پہر اتنے کو خرید کیا اور اب مین اتنے نفع پر بیچتا ہون تو بیچے یا غیر جنس ثمن
اول کے یا تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو یعنے زید نے خالد کے ہاتہہ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتہہ پہر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام
اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح ذا بحر ای جاز ان یبیع مرابحة لغیره سید شری من مکاتبه او ماذونه ولو المستغرق دینه لرقبته
فاعتبار هذا القید لتحقیق الشراء فغیر المدیون بالاولی علی ما شری الماذون کعکسه نفیاً للتهمة مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ غیر شخص سے
بیع کرنا جائز ہے اوس مولے کو جسنے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے
بالعکس اسکے یعنی ماذون اگر اپنے مولے سے خرید کرے تو مرابحہ مولے کی خرید پر کرے تہمت دور کرنیکے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنے استغراق دین کا اعتبار
خرید کی تحقیق کے واسطے ہے ہو سطرح کہ اگر غلام ماذون مدیون نہوگا تو مولے کا اوس سے خرید کرنا صحیح نہوگا کیونکہ وہ مولے کا مال ہے تو غیر مدیون مین بطریق اولے
یہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پہر اوسکے مولے نے اوس سے پندرہ درم کو مول لیا تو مولے دس
درم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولے نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پہر اوسکے غلام مذکور نے اوس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیچے گا باتفاق
امام اور صاحبین کے ہو اسواسطے کہ یہہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ مالک عین بقبضہ کو مفید ہے مگر اسمین عدم عقد کا شبہہ ہے ۱۲ اسواسطے کہ غلام کا مال حق مولے سے
خالی نہیں تو گویا مولے نے اپنی ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ مین اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنیکے واسطے
کذا فی النہر وکذا کل من لا تقبل شهادته له کاصله وفرعه ولو کان ذلک ذا بحر علی شراء نفسه ابن الکمال اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس شخص کا جسکی گواہی
اوسکے حق مین مقبول نہیں جیسے اسکی اصل اور فرع اور اگر مولے یا غلام یا اصل یا فرع بیان کردے کہ مینے اسکو اپنے غلام یا مولے سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا
ہے تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال ہم اس حکم مین سب الزوجین اور احد المتفاوضین اصل اور فرع کے ساتہہ برابر ہین اور یہہ مذہب ہے
امام کا خلافاً للصاحبین کذا فی الطحطاوی ولو کان مضارباً معه عشرة بالنصف اشتری بها ثوباً وباعه من رب المال بخمسة عشر باع الثوب مرابحة
رب المال باثنی عشر ونصف لان نصف الربح ملکه وکذا عکسه کما سیجئ فی بابه وتحقیقه فی النهر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جسکے
پاس دس درم ہین بالمناصفہ نفع پر اور انہین درمون سے اوسنے کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال کا
ساڑہے بارہ درم کو بیچے ہو اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑہائی درم ملک ہے صاحب مال کی اور اسیطرح اسکے برعکس مین حکم ہے یعنے جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری
چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربة مین آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق مین ہے ذا بحر مرابحة بلا بیان ای من غیر بیان انه اشتراه سلیماً اما بیان نفس العیب
فواجب تعیب عنده بالتعیب بآفة سماوية او بنقصه المبیع ووطی الثیب ولم ینقصها الوطی کقرض فار وحرق نار للثوب المشتری و

قال ابو یوسف وزفر والثلثة لا بد من بیانه قال ابو اللیث وبه نأخذ ورجحه الکمال واقرہ المصنف مرابحہ لفع لیکر بیچے بلا بیان یعنی بیع
جائز ہی بدون اسطرح بیان کرنیکے کہ اسنے جسکو سہلامت خرید کیا تہا سو اسمین عیب لگ گیا اوسکے پاس لحوق عیب کی سبب آفت سماوی کے یا بسبب فعل
اور ثیبہ کے جماع کے بشرطیکہ جماع سے اسمین کچھ نقصان نہو گیا ہو جیسا کچھ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خسرہ کے کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع
نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب کی کا بیان کر دینا مرابحہ میں ضرور ہی فقیہ ابو اللیث
نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بہی اسیکو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بہی اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی ہم بیان نفس عیب
اسواسطے واجب ہی تا فریب دینا لازم نہ آوی خلاصہ مین ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اسپر بیان کر دینا واجب ہی بعض مشائخ نے کہا
کہ در صورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہے معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الحلالکو ووجب بیانه بالتعییب ولو بفعل غیرہ بغیر امرہ
وان لم یأخذ الارش وقیدہ آخذہ فی الہدایة وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق
ہوا تو بیان اسکا مرابحہ میں واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا تاوان بہا اور نقصان
نہ لیا ہو اور قید یون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسیرہ بنشرہ وطیه لتصیر دراہم الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف ولذا قال ولم ینقصها الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کر کے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے کا نہ کہ اسکے کہولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی
بسبب ہوجانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسیواسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہ قید لگائی کہ عدم بیان موقت ہی جب کہ جماع سے اسمین نقصان نہو گیا
ہو ہم ہرچند اوصاف کے مقابل ثمن نہیں پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہین تو انکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت
کا موجب ہی لہذا اوسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اس
واسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہیں ہوتی اشتراہ بالف نسیئة وباعہ بربح مائة بلا بیان خیر المشتری اور ہزار کو خرید کیا ہزار
درم سے ادہار اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہی کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک
کرے فان تلف المبیع بتعیب وتعییب فعلم بالاجل لزمه کل الثمن حالا پہر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پہر مشتری کو
علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو ادہار خرید کیا تہا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیة فی جمیع ما مر اور اسی
طرح مرابحہ کی مانند تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنی درصورت معیوب کر دینے اور واسطے باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیبدار ہو جانیکے
آفت آسمانی سے اور واسطے ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہیں اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی ادہار خرید مین بہی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل
ما بین الحال والمؤجل بحر ومصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پہیر لینا ہی زیادتی کا جو ما بین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہی کذا فی البحر
شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال مثلا پندرہ ہون اور ثمن مؤجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پہیر لے ولی رجلا شیئا اشترا بما قام
بتولیة بما قام علیه او بما اشتراہ به ولم یعلم المشتری بکم قام علیه فسد البیع لجہالة الثمن وکذا الحکم المرابحة وخیر المشتری بین
اخذہ وترکه لو علم فی مجلسه والا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنی اسکو بطرز تولیہ بیچا بعوض اسقدر کے جتنا اوسپر پڑا از قسم ثمن اور
مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اوس ثمن کے جس سے اسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ کتنا اوسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہی بسبب معلوم نہ ہونے ثمن کے
اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اسکے لینے اور چہوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس مین معلوم نہ ہو تو بیع
باطل ہے ہم بطلان بیع سے مراد فساد مقرر ہی کیونکہ یہہ بیع باطل نہیں فاسد ہی کذا فی الحواشی عن البحر واعلم انه لا رد بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت
تقویم المقومین فی ظاہر الروایة وبه افتی بعضهم مطلقا کما فی القنیة ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیه اکثر روایات المضاربة
وبه یفتی ثم رقم وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فله الرد والا لا وبه افتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال وتصرفه

فی بعض المبیع قبل علمه بالغبن غیر مانع منه فیرد مثل ما تلفه ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتہی ملخصًا جاننا چاہئے کہ رد بیع نہیں ظاہر الروایۃ میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت ٹھہرائی ہوا لوگوں کی قیمت مقرر کرنے میں داخل نہو اور اسی عدم رد کا بعضوں نے فتوی دیا ہے مطلقاً خواہ اسکو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیۃ پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھی اور کہا اور غبن فاحش میں پھیر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنیکے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربۃ کی اکثر روایات ہیں اور اسیکا فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھی اور کہا کہ اگر اسکو دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اسکو دلال نے دھوکا دیا تو اسکو رد بیع کا اختیار ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوے دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض مبیع میں قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اوسکا مثل پھیر دے جسقدر اوسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے بنا بر صواب قول کے انتہے قول القنیۃ ملخصا هم جسقدر تصرف کیا اوسکے رد مثل کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اوسکا قول مردود رہے جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہے اوسکے حصہ کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی بقی لو کان قیمیا لم آره باقی رہی یہ بات کہ اگر بیع قیمت والی چیز ہو اور اسمیں غبن فاحش ہوا ہو تو میں نے اس مسئلہ کو مصرح نہیں دیکھا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححه الزیلعی وغیره میں کہتا ہوں قول اخیر یعنی اگر غبن فاحش فریب دینے سے ہو تو رد جائز ہے والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا میں اور اسکی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے هم صاحب قنیہ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مغبون رد نکرے ولیکن یہ حکم اوس مغبون میں ہے جسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اسکو فریب ہی سے غبن ہوا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے انتہے صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کیطرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباه عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور لا یوجب الرجوع الا فی ثلث منها هذا اور اشباہ کی کتاب الکفالۃ میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکا پڑنا موجب رجوع نہیں مگر تین صورتوں میں انجملہ ایک یہ صورت ہے جو متن میں مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش سے رد ہے اگر اوسکا دھوکا دیا ہو وضابطها ان یکون فی عقد یرجع نفعه الی الدافع کودیعة واجارة فلو هلکتا ثم استحقتا رجع علی الدافع بما ضمنه اور قاعدہ اوسکا یہ ہے کہ غرور ایسے عقد میں ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوں پھر مستحق غیر نکلیں تو دافع سے پھیر لے جسقدر اوسنے تاوان دیا ہے دافع تھا اوسے بائع اور مشتری اور مودع اور موجر کہو اسواسطے کہ ودیعت لینے والا اپنی حفظ مال سے اور موجر اجرت سے منتفع ہوتا ہے ودیعت کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کرکے کہ میں اسکا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان پھیر لے کیونکہ اوسنے اسکو دھوکا دیا اسطرح پر کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت اجارہ یہ ہے کہ مثلا جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کرکے کہ یہ میرا مملوک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اوس سے تاوان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی عاریة وهبة لکون القبض لنفسه اور رجوع نہیں فریب دینے سے عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات کے واسطے ہے یعنی مستعار اور موہوب شے اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلی اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونوں اس شخص معیر اور واہب سے رجوع نہیں کرسکتے کیونکہ مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر اور موہوب کے طرف راجع تھا نہ معیر اور واہب کے طرف الثانیة ان یکون فی ضمن عقد معاوضة کما لو قال بایعوا ابنی فقد اذنت له ثم ظهر انه ابن الغیر رجعوا علیه بالغرم لما کان الابن حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غرور عقد معاوضہ کے ضمن میں ہو چنانچہ مثلا زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام یا بیٹے سے خرید فروخت کرو مقرر میں نے اسکو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے نہ زید کا تو اہل بازار زید سے پھیر لیں بسبب غرور کے بشرطیکہ بیٹا جسکو اذن دیا ہے آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو اوسکے آزاد ہونیکے بعد پھیر لیں وهذا ان اضافه الیه وامرهم بمبایعته اور یہ حکم کہ دھوکا دینے والے سے پھیر لینا اسوقت ہے کہ جب اوسنے اذن کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اوسکے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو ومنه لو بنی المشتری او استولد ثم استحقا رجع علی البائع بقیمة البناء والولد اور منجملہ غرور عقد معاوضہ کی یہ صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر میں عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی

پھر گھر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت پھیرے ہم بائع سے قیمت لینا عمارت کا جو وقت ہو جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دی لیکن تسلیم
ولد کو فقہانے ذکر نہیں کیا مگر ان کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہو کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھیریگا اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دیگا اور بائع سے واپس
قیمت کو پھیریگا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومنه ما تأتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد بخلاف ارتهنی اور از انجملہ وہ مسئلہ ہی جو باب الاستحقاق میں آویگا
کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید کر لے کہ میں غلام ہوں بخلاف یون کہنے کے کہ مجکو رہن رکھلو ہم نے اسکے کہنے سے اسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب
بغیبت معروفہ ہو تو فریب دینے والے پر کچھ نہیں والاشتری ای سے پھیرے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کرکہ درالمختار کے نسخے یہاں مختلف ہیں اکثر نسخوں میں
یون ہی کہ اشترنی فانا عبد ارتهنی اور بعضے نسخوں میں یون ہے بخلاف ارتهنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسکو
اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ میں مصرح ہے کہ خرید کرنے میں رجوع ضمان ہے نہ رہن رکھنے میں واللہ اعلم الثالثة اذا كان الغرور بالشرط كما لو زوجه امرأة
على انها حرة ثم استحقت رجع على المخبر بقيمة الولد المستحق وسيجئ آخر الدعوى تیسری صورت یہہ ہے جبکہ غرور بسبب شرط کے ہو جیسا کہ ایک شخص نے
دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہے پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے پھیرے اور یہہ مسئلہ کتاب الدعوی
کے آخر میں آویگا **فرع** مسئلہ لمحقہ شارح کا هل ينتقل الرد بالتغرير الى الوارث استظهر المصنف لا لتصريحهم بان الحق المجرد لا تورث
قلت وفی حاشية الاشباه لابن المصنف وبه افتی شيخنا العلامة على المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمناه فی خيار الشرط فتذكر
اللہ ایسا کیا انتقال کرتا ہے ردبیع فریب دہی سے وارث کیطرف یعنے اگر مورث کو فریب یا ہو تو اوسکا وارث اوسکو پھیر سکتا ہے یا نہیں مصنف نے اپنی شرح میں عدم
انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہیں ہوتے حالانکہ یہہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت سے فقط ارادہ اوسکا
میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یون ہے کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے میں کہتا ہوں
اور ہم اسکو پہلے ذکر چکے ہیں خیار الشرط میں دوسری نقل کرکے لکن ذكر المصنف فی شرح منظومته الفقهية ما يخالفه ومال الى انه يورث كخيار العيب
ونقل عنه ابنه فی كتابه معونة المفتی فی كتاب الفرائض وايده بما فی بحث القول فی الملك من الاشباه قبيل التاسعة ان الوارث يرد بالعيب
ويصير مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح میں جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہے وہ جو اسکے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا
اسکے طرف کہ ردبیع غرر دوسرے موروث ہوتا ہے خیار العیب مانند اور مصنف سے اسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی میں کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونیکو نقل
کیا ہے اور اسکی تائید کی ہے اشباہ کی نویں قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رد بیع کرتا ہے بسبب عیب کے اور مغرور ٹھیرتا ہے بخلاف وصی
کہ وہ مغرور نہیں ہوتا بسبب عدم ملک کے سوا اسکو تامل کر ہم دیتا تائید یہہ ہے کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو چاہتا ہے کہ خیار الغرر موروث ہو تا ہے یعنی وارث مغرور ٹھیرا
مورث کی دہوکہ دینے سے وقدمنا عن الخانية انه متى عاين ما اشتراه فلا خيار له بالعيان اسقط الغرر وقد ثبرا اور ہم نے مقدم ذکر کیا ہے باب خیار الشرط میں خانیہ سے کہ جب
اوسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہوجاتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ بیع ساقط ہو جاتا ہے غور کرلے **فصل** فی التصرف فی المبيع والثمن قبل القبض
والزيادة والحط فيهما وتأجيل الديون یہہ فصل ہے مبیع اور ثمن کے تصرف میں قبل قبضہ کرنیکے اور زیادہ اور کم کرنے دونوں میں اور دیون کی مدت
مقرر کرنے میں صح بيع عقار لا يخشى هلاكه قبل قبضه من بائعه لعدم الغرر لندرة هلاك العقار حتى لو كان علوا او على شط نهر ونحوه كان
كمنقول فلا يصح اتفاقا بیع عقار کی یعنے اوس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونیکا خوف نہیں قبل سپاہت کے اوسکے بائع سے لینا قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم
خطرہ المفسد عقد کے برتقدیر ہلاکی کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہوندی کے کنارے پر محتمل السقوط اور اسی مانند اسکے جیسا کہ خوف ہوزمین کے بہ
جانیکا رہت ہے تو ہو وقت میں غیر منقول کے ہو کا عدم صحت بیع میں تو اسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہیں ہم امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل
قبض کے جائز نہیں کیونکہ شے غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے شیخین کہتے ہیں کہ نہی کی علت یہہ ہے کہ برتقدیر ہلاکی مبیع کے انفساخ بیع محتمل ہے اور ہلاکی عقار میں نادر
اور نادر کا کچھ اعتبار نہیں فتح القدیر میں ہے کہ مصنف نے تعبیر صحت کی نہ نفاذ اور لزوم سے اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضامندی بائع پر موقوف ہیں تو

بائع کو قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہی نہ بیع سے کالکتابۃ والاجارۃ وبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما
سیجئی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے مقبوض ہونیکے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب
متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ وتدبیرہ وھبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورھنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد
وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنیسے پہلے اور اوسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے
کے دوسرے شخص کو اوسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہی محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے ھم یعنی اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا تو اوسکا عتق اور
تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہی خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہہ ہی کہ یہہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے
اور غیر بائع مشتری کا نائب ہوتا ہی قبض میں تو قبضہ اوسکا گویا قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالۃ اپنی ذات کیواسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف
بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تمامیت بیع قبل قبض کے فاسد ہی اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی
صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد ینفسخ بھلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فجائز عینی اور صحت
تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہی ہلاکی عوض سے قبل اسکے مقبوض ہونیکے چنانچہ بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو
تو ایسی تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فاسخ نہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو ایسی تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہی کذا فی العینی والمنقول
لو وھبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح ھذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الھبۃ مجاز عن
الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقا جوھرۃ قلت وفی المواھب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتھی ونفی الصحۃ یحتملھما فتبصر اور بیع
منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اوسکے مقبوض ہونیکے سو بائع نے اوسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول ٹوٹیگی
اسواسطے کہ ہبہ مجاز ہی اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہی کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے لقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہی مطلقا
خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کی باطل ہی انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہی غور کرلے ھم یعنی بیع
منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہی اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اوسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح نہیں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی
غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اسی بیع کا ظاہر ہی اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی بیع اور ثمن ثابت ہیں فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد در صورت
ھلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہی اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بفسادہ وبانہ لا یقال لآکلہ انہ اکل
حراما لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خرید کیا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہی یعنی مکروہ تحریمی ہی اوسکا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اوسکو ناپ لے اور البتہ علما نے اسکے
فساد کی تصریح کی ہی اور یہہ بھی کہ اوسکے کھانیوالے کو حرام خور نکہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنے فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اوسکو مشرح بیان کیا ہی حرام خور اسواسطے نہ کہینگے
کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانیوالا ہی مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اوسنے کیل کرنیکے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ھم ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ
الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اوسمین دو صاع جاری ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور اسی مضمون کو بزار اور عبد الرزاق اور
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہی اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہی لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہی کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت نقہی کو شارح آگے بیان کریگا
ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لاحتمال الزیادۃ وھی للبائع اور مکیل کی مانند ہی موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور زیادتی کا
بائع کا حق ہی ھم یعنی جب مکیل اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اسمین تصرف کرنا قبضہ کرنیکے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنیکے جائز نہیں کیونکہ شاید زیادہ ہو مثلا
بائع نے کہا کہ یہہ چیز دس صاع ہی یا دس سیر ہی تو اگر واقع میں بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ٹھیرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کرلینا واجب ہوا تا غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم
نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہہ ہی کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اوتنا ثمن کم کرڈالے فتح القدیر میں کہا کہ معدود سے عددی متقارب مراد ہی چنانچہ انڈہ
اور اخروٹ بخلاف متفاوت کے لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل اور موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کی چنانچہ ایک ڈھیر

گیہون کا خرید کیا تو اوسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہو تو اسمین احتمال زیادتی کا نہین وقید بقولہ غیر الدراہم والدنانیر لجواز التصرف فیہما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیہ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور مصنف نے موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنیکی مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ موزونات مین بارہ مشتری کو وزن کرنیکی حاجت نہین کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہوگیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ہم خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات مین دو صورت مین مشتری کو دوسری بار وزن کرنا شرط نہین ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف مین اسواسطے کہ اونکی مقدار مقرری مین غالبا تفاوت نہین ہوتا اور دوسری بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دئے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہو گی بطریق تعاطی کے کذا فی البحر و کفی کیلہ من البائع بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا و بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرۃ رجل شراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانہ سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقا خواہ اسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اوسنے مکیل کو خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اوسکے کیل کرنیکے تو جائز نہین اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو بواسطے عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض نہین ٹھیرا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ہم حضور مشتری مین کیل بائع اسواسطے کافی ہوا کہ بیع معلوم ہوگئی کیل اور قبضہ اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اوسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون پر صحیح نہین ولو کان المکیل او الموزون ثمنا جاز التصرف فیہ قبل کیلہ ووزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اسمین تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کی قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہین جب ثمن مین تصرف قبل قبضہ کے جائز ہوا تو قبل متممات بطریق اولی جائز ہو لا یحرم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرطہ الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فہو فی حرمۃ ما ذکر کموزون والاصل ان الذراع وصف لا قدر فیکون کلہ للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من المذروعات ما یضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہین بیع مذروع کی قبل اسکے ناپ کرا اگرچہ اسکو بشرط پیمایش خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کی مانند ہوگیا اور قاعدہ اسکا وہی جو چند بار مذکور ہوگیا کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنے ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے مذروعات سے اوس مذروع کو مستثنی کیا ہے جسکو تبعیض یعنے ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب مذروع مین وزن مقدار رہا اور وصف ہوگیا ہم مضرۃ تبعیض مذروع چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع پیسی لائق استعمال کے نہین رہتا تو اس وقت مذروع مین تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو مناسب یہ تھا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بہبۃ او بیع او غیرہما لو عینا ای مشارا الیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیکہ ممن علیہ الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیرہ ای من ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنے اوسکے طرف اشارہ ہوسکتا ہو متاع مولف ہو اور اگر ثمن دین ہو تو اسمین تصرف اوسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اسطرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کری عوض ثمن کے جو دین ہے اور تملیک دین جائز نہین غیر مدیون سے کذا شرح ابن ملک سواء تعین بالتعیین کمکیل او لا کنقود فلو باع ابلا بدراہم او بکر بر جاز اخذ بدلہما شیئا اخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہے خواہ ثمن معین ہو جاتا ہو معین کرنے سے چنانچہ مکیل یا متعین نہوتا ہو تعیین سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہون سے بیچا تو درم اور گیہون کے عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ہم عبداللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع مین بیچتے تھے تو درم کی جگہہ دینار اور بجای دینار درم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو جائز کہتے تھے کذا فی المنح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمہر واجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق بمال وموروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلہا قبل قبضہا عدا صرف وسلم فلا یجوز اخذ خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہے ہر دین مین قبل اوسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا عتق اور ارث اور وصیت کے چیز خلاصہ یہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون مین

قبل قبضہ کے اسمیں تصرف کرنا جائز ہے کذا فی العینی سوائے صرف اور سلم کے کہ ان میں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے انکی شرط کے ہے یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہے
تو قبل اسکے تصرف انمین جائز نہیں وتصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ من المشتری او وارثہ خلاصہ ولفظا ابن مالک او من اجنبی اور صحیح
ہے زیادہ کردینا ثمن میں اگرچہ زیادتی انکی خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد میں ہو یا بعد اسکے مشتری کیطرف سے زیادتی ہویا اوسکے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے
کہا یا زیادتی اجنبی کیطرف سے ہے ہم اگر اجنبی کی زیادتی بامر مشتری ہو تو مشتری پر واجب ہے نہ اجنبی پر اور اگر اسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کرلی تو اسپر لازم ہے
ورنہ باطل ہے اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنیکے وقت مشتری کیطرف سے ذمہ کرلیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگر یہ بامر مشتری تھا تو اجنبی مشتری سے پھیر لے اور
نہیں تو نہیں کذا فی المحیط عن البرہان فی غیر صرف وقبل البائع فی المجلس ولو بعدہ بطلت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بائع اسکو
زیادتی کی مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہوجائیگی کذا فی الخلاصہ ہم صرف میں زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود ہے وفیہا لو
التزم الزیادۃ اجبر خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ثمن زیادہ کرنیکے بعد پھیرا دی تو اسپر جبر کیا جائیگا یعنے حاکم بزور لائیگا وکان المبیع قائما فلا تصح بعد ہلاکہ
ولو حکما علی الظاہر بان باعہ ثم اشتراہ ثم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاکی حکمی ہو بنا بر
قول ظاہر کے بایطور کہ مشتری نے اوسکو بیچا پھر اسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں ہم بعکو ہلاک حکمی اسواسطے کہا کہ اختلاف ملک اختلاف ہلاکی کے برابر ہے
اور اگر بیچنے کے بعد [illegible] ثمن زیادہ کریگا تو بطریق اولے جائز ہے کذا فی المحیط وزاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو باع بعد
القبض او دبر او کاتب او ماتت الشاۃ فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف ما لو آجر او رھن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام
الاسم والمعنی [illegible] المنافع اور خلاصہ میں زیادتی ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنے ہونا مبیعکا محل مقابلہ زیادتی در انحالیکہ مقابلہ حقیقے ہو مشتری کی حق میں
[illegible] خارج ہوگئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مرگئی پھر مشتری نے ثمن زیادہ کردیا
تو جائز نہیں [illegible] محل بیع کے بخلاف اسکے کہ اگر مبیعکو باجارہ دیا یا اسکو رہن کیا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں میں زیادہ کرنا
جائز [illegible] اسم اور معنی [illegible] اور بعض منافع مبیع کے ہم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت اور موت
ہلاک حکمی میں [illegible] کذا فی المجلس وصح الحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہے کم کردینا ثمن کا یعنے بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع
اور قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد فیبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہو بطریق استناد کے یعنے
گویا زیادتی [illegible] ابتدا عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کردینا ہم وجہ بطلان یہہ ہے کہ اسمیں اصل عقد کی تبدیل ہوتی ہے بلکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا گرادینا
یا ہبہ ہے یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلعی واثر الالتحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وہلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما
یظہر فی الشفعۃ [illegible] زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور استحقاق اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف
میں لیکن شفعہ میں فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا ہم مثلا اگر اول دس کو خریدی تھی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن میں زیادہ کردیئے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم
کریگا اور [illegible] صورت کمی ثمن [illegible] باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھہ پھیر لے اور بائع کو حبس مبیع
تا قبض زیادتی اختیار ہے اور [illegible] میں زیادتی اور کمی [illegible] اور شفعہ میں شفیعکو زیادتی اسواسطے لازم نہوگی کہ اوسکا حق ثابت ہوچکا تھا بیع اول سے
تو لزوم زیادت میں اسکے حق کا ابطال ہے اور بائع اور مشتری اسکے ابطال کے مالک نہیں وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعہا ان فی غیر سلم
زیلعی وقبل المشتری اور مبیع میں زیادہ کردینا صحیح ہے بائع کیجانب سے اور بائعکو اوسکا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہو کذا فی الزیلعی اور مشتری
اسکو قبول کرے ہم زیلعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے اوسکو تو موجود فرض کیا ہے مسلم الیہ کی دفع حاجت کے واسطے اور
مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اوسکی حاجت کا دفع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں ویلتحق ایضا بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط
حصتہا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہو تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہوگئی قبل قبض کے تو اوسکا حصہ ثمن سے

ساقط ہوگا ہم مثلاً تین درم کو چہ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دئے پہر تین سیر تلف ہوئے قبل قبضہ کے تو مشتری کو دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم
ساقط ہوجائیگا وکذا لو زاد فی الثمن عرضاً فہلک قبل تسلیمہ انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اسطرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کردیا پہر وہ تلف ہوگیا
قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ہم مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی جسکی قیمت پچاس
درم تھی پہر کتاب ضائع ہوگئی قبل تسلیم کے تو مبیعکی ایک تہائی میں بیع فسخ ہوگی کذا فی المنح یعنے اسواسطے کہ پچاس ڈیڑہ سو کی تہائی ہے طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قائم
ہی تو اسکا مقتضے یہہ ہی کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہو واللہ تعالے اعلم ولا یشترط للزیادۃ کما قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن کما مرّ اور شرط نہیں
یہان کی زیادتی میں یعنی زیادت مبیع میں قائم رہنا مبیعکا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اوسکی ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ ثمن میں قیام مبیع شرط ہی چنانچہ عنقریب مذکور
ہوچکا ویصح الحط من المبیع ان کان المبیع دیناً وان عیناً لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح بخلاف الدین … فی براءۃ
الاسقاط لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقاً اور صحیح ہے کم کر دینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہی اور
اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اوسکا اسقاط صحیح ہے تو پہلے جو اوسنے دیا تہا براءت اسقاط میں نہ براءت استیفا میں بالاتفاق ہم مثلاً یہہ کہ معین گیہون
پیمانہ بہر خرید کئے پہر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کردئے قبل قبضہ کرنیکے تو جائز نہیں اسواسطے کہ گیہون عین ہین یعنے معین مشار الیہ ہین اور حالانکہ اسقاط عین
صحیح نہیں اور اگر گیہون کے ڈہیر سے بقدر ایک پیمانہ کی خرید کئے پہر چہارم ساقط کئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے اسواسطے کہ گیہون یہان دین ہین اور اسقاط دین صحیح ہی …
براءت اسقاط کی مثال یہہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفا کی مثال یہہ کہ میسنے تجکو بری الذمہ کیا …
براءت استیفا اور قبض کے کذا فی البحر ولو اطلقہا ففیہا قولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کی تو اسمین دو قول ہین یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع …
اختلاف ہی واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو ہبۃ او حطاً فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی فیتأمل عند الفتوی …
ابرا ثمن کی طرف مضاف ہو وہ تو صحیح ہی اگرچہ ابرا بطریق ہبہ یا کم کردینے ثمن کے ہو تو مشتری پہلے جو اوسنے ثمن دیا تہا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے
فتوی دینے کے وقت کذا فی البحر ہم یعنے شیخ الاسلام کے نزدیک ابرا مین تفصیل ہے کہ براءت اسقاط میں رجوع نہ براءت استیفا میں اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک ابراء ثمن بعد
استیفا اور قبض کے صحیح ہی تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہی اور جب براءت استیفا میں رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط میں بطریق اولے جائز ہوگا اور جب یہان اختلاف ہوا تو
مفتی پر تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ میں رجوع کرنا براءت اسقاط میں اور عدم رجوع براءت استیفا میں باتفاق علما نقل کیا ہی سو خلاف واقع ہی
کذا فی الطحطاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنے سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفی البزازیۃ باعہ علی ان یہبہ من الثمن
کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ کذا جاز للحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ میں ہی بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کرے تو صحیح
نہین اور اگر اس شرط پر بیچی کہ ثمن سے اتنا کم کرڈالے تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوای ہبہ کے کہ ہبہ اصل عقد سے لاحق نہین ہوتا والاستحقاق
للبائع والمشتری والشفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد وبتعلق بالزیادۃ ایضاً ولو رد بعیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا
اوسی سے متعلق ہوتا ہی جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بہی متعلق ہی تو اگر عیب وغیرہ سے مبیع پہر جاے تو مشتری سب پہیر لیگا یعنی ثمن اور زیادہ ہم سبب تعلق کل سے متعلق ہوا تو
بالکل پہیر لیگا … اختیار رہی یا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پہیر لے اور جب شفیع مبیعکو بحق شفعہ لے تو اوس زیادتی کے ساتہہ لیگا
مبیع پر زیادہ کیا ہو … کذا فی الطحطاوی وتاجیل کل دین الا القرض … اور لازم ہی میعاد مقرر کرنی ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے … جب
عقد سے ہلاک … کذا فی الطحطاوی … تنہر الفائق مین ہی تاجیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن مبیع ہو یا سوا اسکے اسواسطے کہ دین … کرنا جائز ہی تو تاخیر مطالبہ
بطریق اولے جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدتکو قبول کرے تو دین حال یعنے بلا … باقی رہیگا اور … اگر مدیون نے کہا کہ میسنے مدتکو باطل کیا یا اوسکو چہوڑا تو دین
حال ہوجائیگا اور اگر مدیون نے کہا کہ مین مدت سے بری ہون یا مجکو اوسکی کچہ حاجت نہیں تو دین باطل … الآتی … مداینات … الاشباہ …
ثمن وسلم … عندنا فالقرض … وما اتصل بہ الشفیع ودین المیت والقرض … تاجیل … لازم نہین … الاشباہ کی مداینات مین ہی

صرف۔ یہہ دونون عوضون مین اور سلم مین یعنی رأس المال مین اور ثمن مین اقالہ کے وقت اور اوسکے بعد اور اوس قرض مین جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین میت مین اور ساتوین قرض مین ہم بحرالرائق مین ہے کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہین خلاصہ مین ہے کہ اگر مدیون مرگیا اور دین حال ہوگیا اور دائن نے اوسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہین نہرالفائق مین ہے کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ مین تاجیل صحیح نہین نہ یہہ کہ صحیح غیرلازم ہے چنانچہ ظاہر بحرالرائق اسپر ناطق ہے کیونکہ مصنف نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھہ ملحق کیا ہے فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرضکی لازم نہین ہے وجہ اوسکی یہہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ اور صلہ ہے ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہین وہ قرض دینے کا بھی مالک نہین چنانچہ وصی اور صبی اور ولی اور مکاتب اور عبد ماذون پھر جب عاریت ٹہیرا تو اسمین تاجیل لازم نہوئی کیونکہ معیر کو اگر اوسنے عاریت کی مدت ٹہیرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کے قرض معاوضہ ہے کیونکہ اسمین رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہین کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے ادہار ہوا اور یہہ مفضی بسوی ربا ہو حالانکہ یہہ خلاف اجماع ہے لہذا علمائے حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیرلازم ہے کذا فی الزیلعی وفی النہر یعنی اگر قرض مہینہ بہر کے وعدہ پر دیا ہو تو مقرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کرسکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجحودا تاجیل قرض لازم نہین مگر چار صورتون مین لازم ہے جب کہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو اور مقرض کو عدم شہادت ہو تو اوسکی یہہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ مین تیرے قرضکا اقرار نکرونگا تاوقتیکہ تو اوسکی کچھہ مدت مقرر کردے یا اصل مال سے کچھہ کم کردے پہر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو ثابت لازم ہوگی کہ اوسکا فی الحال مطالبہ نہین کرسکتا یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ اوسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ گواہون کے روبرو یہہ کہا تو مقر نے فی الحال ماخوذ ہوگا کذا فی الحطاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثبوت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک او احالہ علی آخر فاجلہ المقرض او احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبرئۃ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کے واسطے کچھہ مدت مقرر کردی یا مقرض نے اپنا اوس مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہے اسواسطے کہ حوالہ بری الذمہ کردیتا ہے محیل کا ہم حوالہ کی دونون صورتین ہاکر ایک مسئلہ ہین ہے مسئلہ رابعہ یعنے وصیت مین دو صورتین ہین والرابع الوصیۃ اوصی بان یقرض من مالہ الف درہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ولیسامحم فیہا نظرا للموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ فیصح ویلزم یہہ تین صورت لزوم تاجیل قرض مین وصیت ہو یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ اوسکے مال سے ہزار درہم فلانے شخص کو قرض دیئے جائین سال بہر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اوسکے ثلث مال سے اور آسانی کیجاویگی سال کی مدت مین بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اوس قرض کی جو زید پر ہے سال بہر کی مدت ٹہیرانیکو وصیت کی تو صحیح ہوا اور مدت لازم ہے والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدل صرف وسلم وصحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ وشفیع ودین میت ولازم فیما عدا ذلک وا قرہ المصنف وتعقبہ فی النہر بان الملحق بالقرض تاجیلہ باطل اور خلاصہ یہہ ہے کہ تاجیل دین کی تین طرح ہے بدل صرف اور سلم مین تو تاجیل باطل ہے اور تاجیل صحیح غیرلازم ہے قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت مین اور تاجیل لازم ہے سوائے ان مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکہا ہے لیکن نہرالفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے کہ ملحقات قرض یعنے اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہے ہم قولہ صاحب نہر کا سابق مفصلاً مذکور ہو چکا قلت ومن حیل تاجیل القرض کفالتہ مؤجلا فیتاخر عن الاصیل لان الدین واحد بحر فی خامسۃ فلتحفظ مین کہتا ہون اور منجملہ تدابیر تاجیل قرضکے ضمانت ہے قرضکی مدت ٹہیرا کر تو مطالبہ قرض کا اصیل سے ضمناً متاخر ہو جائیگا اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہہ پانچوین صورت عدم جواز تاجیل قرض سے مستثنے ہوئی اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم یعنے اگر زید نے مثلاً سو درہم خالد سے قرض لئے اور چاہا کہ ادائے قرض کی کچھہ مدت مقرر ہو جاوے تو اوسکا طریقہ یہہ ہے کہ زید محمود کو ضامن دے اور محمود ایکسال یا ایک مہینہ کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمناً زید سے مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہرالفائق مین سراج سے منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک اس صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہوگا مگر مستقرض سے فی الحال مطالبہ ہے تو شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وفی حیل الاشباہ حیلۃ تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا ویصدقہ الطالب انہ کان مؤجلا علیہا ویقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا والا لاجبر الوارث بالبیع للدین وھذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین اذا استغرق المدیون لا یحل علی کفیلہ

اشباہ کے باب الحیل میں تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب یعنی
اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اسکے کفیل پر دین مؤجل تھا اور طالب یہہ اقرار کرے کہ میت نے کچھہ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اوسکے بعد الیٰ
کا ادای دین کیواسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہے کہ جب دین مؤجل فی الحال واجب الادا ہوجاتا ہے مدیون کی موت سے تو میت کے
کفیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا ھم عنقریب کور ہوچکا کہ ضامن پر دین مؤجل ہوجاتا ہے اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی
ہے علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہے تو اس تکلف کی کچھہ حاجت نہیں خلاف واقع ظاہر کرکے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجیٔ آخر الکتاب انہ لو حل بموتہ
اداءہ الا قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضیٰ من الایام وھو جواب لمتأخرین میں کہتا ہوں آخر کتاب میں آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت
سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اوسکی مدت کے آنیکے ادا کردیا تو اوسکے واسطے منافع تجارت سے کچھہ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہہ جواب ہے
متاخرین فقہا کا یعنی جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیچ میں اوس میں سے مدیون کچھہ نفع نہ پاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیہ۔

فصل فی القرض یہہ فصل ہے قرض کے بیان میں ھو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ چیز ہے جسکو تو دے تا اوسکا تقاضا کرے ھم چیز
عام ہے قیمی اور مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہے بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وھو اخصر
من قولہ اور شرع میں قرض وہ ہے جسکو تو دے منجملہ مثلیات کے تا اوس کا تو تقاضا کرے اور یہہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آیندہ سے ھم طحطاوی
نے کہا لیکن یہہ تعریف بہر ہی صادق آتی ہے جسمیں عین شئ کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مال
بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لآخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وھبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص اپنا
مال پھیردے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اوسکے چنانچہ یون کہنا کہ مجکو اتنے درم دیتا ہوں تمکو مثل اوسکی پھیردو اور دفع مال بمنزلہ جنس کے ہے
اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کی قید سے مانند ودیعت اور ہبہ نکل گئے ھم ودیعت کی مانند عاریت ہے کیونکہ ودیعت اور عاریت
میں رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبہ کی مانند صدقہ ہے کہ دونون میں رد نہیں ہے نہ رد مثل وصح القرض فی مثلی ھو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک
اور صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کرڈالنے سے اوسیکے مانند تاوان دینا پڑے ھم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیز اور عددی متقارب جیسے
انڈہ اور اخروٹ نہ حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ میں قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیریۃ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکسان
ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزون میں چنانچہ حیوان اور
لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہونے رد مثل کے ھم چونکہ مثلیات کے سوا قیمتی میں رد مثل نہیں ہوسکتا لہذا قرض او نمین صحیح نہ ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے
متفاوت چیز میں قرض صحیح نہیں چنانچہ ریاحین رطبہ اور بقول میں لیکن حنا اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے کچھہ مضائقہ نہیں واعلم ان المقبوض
بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کرکہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہے وہ بعینہ
فاسد مقبوض کی برابر ہے تو اوس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اوسکا بیچ ڈالنا حرام نہیں بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ھم قرض فاسد جیسے گہر کا قرض لینا بلکہ
سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی آئین اجازت نہیں اگرچہ متعاقدین راضی ہوجاوین کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض الدراہم
والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقاربا فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عدداً ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجیٔ تو صحیح
ہے قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اوس چیز کا جسمین پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہے یا اوسکا شمار ہوتا ہے بشرطیکہ متقارب ہو پس صحیح ہے قرض لینا
اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کرکے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربوا میں آویگا ھم طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے مستقرض میں
فقہا نے عمدگی اور کمی یا فرزیادتی کو معتبر نہیں کہا استقرض من الفلوس الرائجۃ والعدالی فکسدت فعلیہ مثلہا کاسدۃ ولا یغرم قیمتہا وکذا
کل ما یکال ویوزن لما مر انہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ بغلائہ ورخصہ ذکرہ فی المبسوط من غیر خلاف وجعلہ فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام

وعند الثانی علیہ قیمتہا یوم القبض وعند الثالث قیمتہا فی اٰخر یوم رواجہا وعلیہ الفتوی ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لئے پھر ان کا رواج
جاتا رہا تو اوسپر مانند اوسکے غیر مروج فلوس لازم الادا ہین اور وہ شخص اونکی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسیطرح ہر کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اسواسطے کہ
مذکور ہوچکا کہ قرض مین ضمان المثل ہے تو کچھہ اعتبار نہین اسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط مین اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ مین وجوب مثل کو امام اعظم کا
قول ٹھیرایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اوسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اوسپر لازم ہے اور اسی قول پر فتوی ہے یہ حکم
گرانی اور ارزانی کا تو وقت اعتبار نہین جبکہ قرض لینا اور ادا ئی قرض کرنا ایک ہی شہر مین ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا غایہ مین ہے کہ ظاہرا عدالی جمع ہے عدلی کی اور
بحر الرائق کے باب الصرف مین بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ و تخفیف دال مہملہ و لام مکسورہ وہ دراہم ہین جو عدال کیطرف منسوب ہین شاید عدال بادشاہ کا
نام ہے جسکی طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی الہدایہ قال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض بمکۃ فعلیہ قیمتہ
بالعراق یوم اقترضہ عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ کذا فی البزازیہ سیطرح امام بزازیہ نے کہا اور اسیطرح
مسئلہ فلوس کے مانند ائمہ ثلثہ مین خلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیہون یا مطلق اناج قرض لیا عراق مین پھر مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ مشرفہ مین تو اوسپر
قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق مین تھی اوسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور
صاحب قرض پر لازم نہین کہ مستقرض کے ساتھہ پھر جا عراق کیطرف اور وہان اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ مین قیمت عراق اور قیمت مکہ معظمہ کا حال بیان نہین کیا سو اگر
دونون شہرونکی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھہ اعتبار ضرور نہین اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام
ببلد الطعام فیہ رخیص فلقیہ المقرض فی بلد الطعام فیہ غال فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب ویؤمر المطلوب بان
یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد الذی اخذ منہ اور اگر اناج قرض لیا اوس شہر مین جسمین اناج ارزان ہے پھر قرض دینے والے نے اوس
شہر مین قرض لینے والے سے ملاقات کی جسمین اناج گران ہے اور طالب نے اپنے حق کا اوس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہین اور مطلوب کو حکم
ہوگا کہ اپنا دکرا دے ضامن دیکر تا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اوس شہر مین جس مین اوس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکہ کیلا او وزنا فلم یقبضہ
حتی انقطع فانہ یجبر صاحب القرض علی تاخیرہ الی مجئ الحدیث الا ان یتراضیا علی القیمۃ لعدم وجودہ بخلاف الفلوس اذا کسدت کذا
فی الخلاصۃ والتاتارخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپکر پیمانہ سے یا تولکر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا نکیا یہان تک کہ میوہ منقطع ہوگیا یعنی اوسکی فصل جاتی رہی تو صاحب
قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تا تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہہ کہ دونون اوسکی قیمت پر راضی ہوجا دین بسبب معدوم ہونے میوہ کے بخلاف فلوس کے
جب کہ اونکا رواج جاتا رہے تو اونکی قیمت دینا جائز نہین کیونکہ فلوس غیر مروجہ ناپیدا نہین اور پورا بیان اسکا خانیہ کے باب الصرف مین ہے ویملک
المستقرض القرض بنفس القبض عندہما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فلہ رد المثل ولو قائما خلافا لہ بناء علی انعقادہ بلفظ
القرض وفیہ تصحیحان وینبغی اعتماد الانعقاد لافادتہ الملک للحال بحر اور مالک ہوجاتا ہے مستقرض قرض کا بمجرد قبضہ کرنیکے امام اور
محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک تا قیام قرض اوسکا
رد مثل جائز نہین طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنے بدون اوسکے استہلاک کئے اور اسمین انعقاد اور عدم انعقاد دونو قولونکی
تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اوسکے مفید ہونیکے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنے بمجرد لفظ قرض اور قبضہ کے ملک معین فی الحال
ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہین فجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراہم مقبوضۃ
فلو تفرقا قبل قبضہا بطل لانہ افتراق عن دین بدین بزازیہ فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے
بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونون شخص متفرق ہوئے قبل قبض دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہہ افتراق عن الدین بالدین بلا قبض کذا فی البزازیہ
قلم خرید مستقرض از قاد ملک پر متفرع ہے یعنے جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اوسکے ذمہ پر مثل ثابت ہوگیا تو اب اوسکو اوسکا خرید کرنا بعوض نقد

جائز ہوا بحر الرائق میں ہے کہ بیع الدین بالدین جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف میں یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف میں کذا فی الطحطاوی و اقرض
صبیا محجورا فاستہلکہ الصبی لا یضمن خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعہ او اودعہ ومثلہ المعتوہ قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اسکو
تلف کیا تو اوس پر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے اور اسیطرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اوسکے پاس امانت رکھی اور اوسنے تلف
کر ڈالی اور صغیر کے مانند مرد بیہوش ہے ہم ابو یوسف کی نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاوی عالمگیری میں مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی
ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یؤاخذ بہ قبل العتق خلافا للثانی وہو کالودیعۃ سواء خانیہ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اوس سے قرض کا
مواخذہ نہیں اوسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم میں برابر ہیں کذا فی الخانیہ وفیہا استقرض من آخر دراہم فاتاہ المقرض
بہا فقال المستقرض القہا فی الماء فالقاہا قال محمد لا شیء علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعۃ فان بالالقاء یعد قابضا
والفرق ان لہ اعطاء غیرہ فی الاول لا الثانی وعزاہ الی غریب الروایۃ اور خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اوسکے پاس دراہم لایا
مستقرض نے کہا کہ انکو پانی میں ڈالدے اور اوسنے دراہم پانی میں ڈالدیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور یہی حکم دین اور سلم کے راس المال کا ہے بخلاف
خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی میں ڈالدینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونوں صورتوں میں یہہ ہے کہ مامور کو غیر کے دینے کا اختیار ہے
پہلی صورتوں میں یعنی قرض اور دین اور راس المال میں نہ دوسری صورتوں یعنی خرید اور ودیعت میں اور صاحب خانیہ یعنی قاضیخان نے اس قول کو روایت غریبہ نادرہ کی طرف
نسبت کیا ہے ہم خرید سے مراد یہہ ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی میں ڈالدے اور ثمن منقود کا پانی میں ڈالنا مراد نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا القرض
لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منہا لا یبطلہ ولکنہ یلغو شرط رد شیء آخر فلو استقرض الدراہم المکسورۃ علی ان یؤدی صحیحا کان باطلا
وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض اور خانیہ میں ہے کہ قرض متعلق نہیں ہوتا جائز شرط سے یعنی تعلیق بشرط کو قرض قبول
نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی ولیکن دوسری چیز کی پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہے تو اگر ٹوٹے ہوئے دراہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح
اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو دوسرے شہر میں ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر
مانند مقبوض کی یعنی ٹوٹے ہوئے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر میں اناج کا دینا جہاں قرض لیا جامع الفصولین میں ہے کہ قرض محل القاضی نہیں اور قرض کا محل معین
ہے کذا فی الطحطاوی فان قضاہ اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا بحر پھر اگر مستقرض نے نہایت کھری جنس ادا کی بدون شرط ہونے
عمدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوس پر زبردستی نہیں کیجائیگی کذا فی البحر ہم قول ثانی
یعنی عدم جبر صحیح ہے جیسے ناقص تر کے قبول میں جبر نہیں کذا فی العالمگیریہ اور اگر دین مؤجل تھا اور اوسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اوسکے قبول میں جبر ہوگا
شارح نے اسکا حکم بیان نکیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دیوے عالمگیری میں ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنوں میں جاری اور مروج ہو جیسا کہ
یکدانگ یعنی بقدر حبہ جو کہ سو درم میں ہو تو جائز ہے نہ ایکدرم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز میں دو قول ہیں اور اگر
ایسی زیادتی موجود ہو جو وزنوں میں جاری اور مروج نہیں اور مدیون اوسکو جانتا ہو تو اوسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اوس چیز
کو تبعیض نقصان دیے اوسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر ہو تو جائز نہیں اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اسطرح پر کہ اونمین کوئی خفیف الوزن
درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہیں اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے اسلئے کہ مشاع اور تبیین المحارم میں ہے کہ اگر مستقرض نے زیادتی
ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہیں کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمۃ میں جائز نہیں اور غیر محتمل القسمۃ میں جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام
والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ اور خلاصہ میں ہے کہ شرط کرکے قرض دینا حرام ہے اور شرط لغو ہے اسطرح کہ قرض دیوے اس شرط پر
کہ مستقرض اوسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تا اوسکا دین وہاں دیا جاوے ہم اور اگر استقراض مطلقا بلا شرط ہوا اور بعد اوسکے ایفاء دین دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ
نہیں کذا فی العالمگیریہ اس صورت کو ہندوستان میں ہنڈوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ میں آویگا وفی الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام فکرہ

الرَّاهِن فَسَكَن المُرتَهِن فِيهِ بِاذنِ الرَّاهِن اور شباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے تو مرتہن کو گروی مکان میں راہن کے اذن سے رہنا مکروہ ہو یعنی اسواسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن میں بیان کریگا ہم کرخی نے کہا کہ یہ حکم اوس وقت ہے کہ منفعت مشروط ہوا اور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ تر ادا کرے تو کچھ مضایقہ نہیں اور اگر مقرض نے درہم اسواسطے قرض دیے تا مستقرض اوسکو نجاری کی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرطانی الاستقراض پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز نکرے اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسیطرح حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہہ جو محمد نے کہا ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضایقہ نہیں تو اسپر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہو یا بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال نہیں اور اگر دائن مدیون کے درم پاوے بشرطیکہ درم جلی نہوا اور درم عمدہ تر نہون تو اوسکو لینا جائز ہے ورنہ جائز نہیں چنانچہ اگر درم قرض ہون اور اوسکے دینار پاوے تو لینا درست نہیں کذا فی المحیط ملخصًا

فرع بعض مسائل ملحقہ شارح کے استقرض عشرۃ دراهم وارسل عبدہ لاخذها فقال المقرض دفعتہا الیہ واقر العبد بہ وقال دفعتہا الی مولای وانکرالمولی قبض العبد العشرۃ فالقول لہ ولا شیء علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضہا بحق قرض مانگے دس درم اور اپنے غلام کو انکے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ مین نے غلام کو دیدیا اور درم کے لینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ مین نے درم اپنے مولے کو دیے اور مولے نے قبض غلام کا انکار کیا یعنے دس درم غلام کے قبضے میں نہیں آئے تو مولے ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام پر رجوع نہ کر سکیگا اسواسطے کہ غلام مقر ہو کہ اوسنے دراہم بلاواجبی قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر هم واجبی قبض کی مراد یہہ ہے کہ غلام نے بواسطے استقراض مولے کے دراہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولے قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادای قرض اوس پر لازم ہوگا کذا فی الحطاوی عن الہندیہ رجل جاء واستقرض من رجل وامر رجلا بالاخذ لیس لہ ان یطلب منہ الاحصتہ قلت ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیہ پس مرد آیا اور قرض مانگا ایک مرد سے اور ایکسامر کیا اپنے گروہ میں سے ایکسا مرد کے دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہیں کر سکتا اوس شخص سے مگر بقدر اوسکے حصے کے مین کہتا ہون اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیہ هم فتاوی عالمگیری مین کہا خلاصہ یہہ ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہیں اور مستقرض کی پیام رسالی آمر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے تو قرض آمر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنے قرضکو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اسطرح پر کہ مجھکو قرض دے تو فلانے شخص مرسل کیواسطے تو وکیل اپنی ذات کیواسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لیے وہ اوسیکے مملوک ہون گے اوسکو اختیار ہے چاہے موکل کو ندے کذا فی المحیط وفیہا استقراض العجین وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخبز بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ والسلام من خمیرۃ یتعاطاها الجیران ایکون ربا فقال ما راٰہ المسلمون حسنا فهو عند اللہ حسن وما راٰہ المسلمون قبیحا فهو عند اللہ قبیح اور قنیہ میں ہے کہ قرض لینا گوندہے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض کا خمیرہ میں بدون وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا اوس خمیرہ کا جسکو پڑوسی ایک دوسرے کو دیا کرتے ہین کہ کیا یہہ بیاج ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمین اچھا جانیں وہ خدا تعالی کے نزدیک خوب ہے اور جسکو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے هم مختار الفتاوی میں ہے کہ استقراض خمیر بطریق وزن کے قول مختار ہے انتہی بحرالرائق میں ہے کہ وزن کی قید سے اشکال نکل گیا تو اشکال ہے قرض بلا وزن جائز نہیں اور حدیث ما راٰہ المسلمون کی سند احمد میں ابن مسعود سے مروی ہے اور یہہ حدیث موقوف ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا کذا فی الطحاوی عن المقاصد الحسنۃ وفیہا اشتری الشیخ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ کذا فی الشرح هم وفیہ ان اور قنیہ میں ہے کہ کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے انکو اپنی شرح میں بیان کیا ہے هم سکی تنگو عنقریب ذکر ہوگی قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود لو ادان زید العشرۃ باثنی عشر او بثلاثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی

زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا تعطی العشرۃ باثنی عشر ولا یتعامل باکثر من عشرۃ ونصف ونبّہ علی ذلک فلم یمتثل ماذا یلزمہ فاجاب یعزر ویحبس الی ان تظہر توبتہ وصلاحہ فیترک میں کہتا ہون اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین یہہ سوال ہو کہ اگر زید نے دس درہم بارہ یا تیرہ درہم پر قرضہ دئی ہمارے زمانے مین بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہو اس پر کہ دس درہم ساڑہے دس سی زائد پر نہ دیجاوین زید کو ہمیشہ کی بابت کیا حکم ہو اور اوسنے نہ مانا کیا سزا اوس پر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اوسکو تعزیر دیجاوی اور قید کیا جاوی یہان تک کہ اوسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اوسکی خلاصی ہو اور معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالہ مین آویگا صورت اوسکی یہہ ہو کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اوسنے یہہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار مین دس درہم تھے زید کے ہاتھ بارہ درہم کو بیچا پھر زید نے اوسکو دس درہم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درہم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درہم وفی ہذہ الصورۃ ہل یرد ما اخذہ من الربح لصاحبہ فاجاب ان حصلہ منہ بالتراضی ورد الامر بعدم الرجوع لکن یظہر ان المناسب الامر بالرجوع واقبح من ذلک السلم حتی ان بعض القری قد خربت بہذا الخصوص انتہی اور اسی مؤلف مذکور مین سوال ہو کہ کیا حساب دین پھیر دیجاوی جو اوسنے نفع لیا ہی یون ہی تو مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ اگر اوسکو نفع اوس نے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہی لیکن ظاہرا پھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے بدتر سلم ہی یہان تک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص سے ویران ہو گئی انتہی جواب المفتی المرحوم ہم یہان سلم سے ایک قسم خاص مراد ہی یعنے دراہم قلیل دیے اور بہت سے گیہون یا گہی وغیرہ ٹھیرا لیے سطر چیر کہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو مسلم فیہ کا یا کمتر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہہ باب ہی ربوا یعنے سود اور بیاج کے احکام مین ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مین زیادت ہی مگر یہہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ ای ایمان والو بیاج کہاؤ اس آیت مین ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین زیادہ لگا ہے ربوا لغت مین زیادت کو ہی کہتے ہین سے معنے مصدری قال اللہ تعالی واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنے اموال ربویہ کے قرض اور بیع مین زیادہ شی لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصا معلوم ہوا کہ جیسے بیع مین سود حرام ہی ویسے ہی قرض مین بھی حرام ہے تو یہہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہین کہ سود تو فقط بیع مین حرام ہے نہ قرض مین سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ مین ابن مسعود سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کہانے والے اور کہلانیوالے پر ابو داؤد اور ترمذی مین اتنی روایت زیادہ ہی کہ سود کے دونو گواہون اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی مین ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نرہیگا مگر سود کہاویگا اور اگر سود نکہاویگا تو اوسکو اوسکی بہاپ لگی گی اور ایک روایت یون ہی کہ اوسکا غبار لگیگا کذا فی التیسیر ہو لغۃ مطلق الزیادۃ ربوا لغت مین مطلق زیادت کو کہتے ہین یعنے خواہ کیل یا وزن مین زیادتی ہو یا شمار مین یکسے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئۃ والبیوع الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب ردہا فی الربوا والقائم لا ردّ ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیہ وبحر اور شرع مین ربوا عبارت ہو زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی ہی اس تعمیم سے ربوا نسیئہ یعنے تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف مین داخل ہو گئین اسواسطے کہ تمام بیوع فاسدہ منجملہ ربوا مین تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اوسکا تاوان اسواسطے کہ ربوا مین عوض مملوک ہو جاتا ہی قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر اور نسیئہ کی یہہ صورت ہے کہ درہم کو درہم سے بیچا سوا ایکدرم نقد دے اور دوسرے درہم کا وعدہ ہو ایکدن یا دو دنکا تو اگرچہ یہان حقیقے زیادتی نہین لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیئہ سے آدمی نقد لینا پسند کرتا ہے تو واسطے فضل حکمی سے خالی نہین چنانچہ بیع بشرطے فاسد بھی خالی عن عوض خرج مسئلۃ صرف الجنس بخلاف جنسیہ ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اوسکے مخالف جنس سے نکل گیا ہم باب الصرف مین مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہون اور پیمانہ بھر جو اوسکے دو چند گیہون اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گیہون بمقابل جو اور جو بمقابل گیہون واقع ہو گئے تو زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھیری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہی تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہین ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہین مثلا دس گز تو کپڑا یا پانچ گز کو بیچا جائز ہے دست بدست ہو البتہ نسیئہ ربوا نہین کیونکہ معیار شرعی سے متفق ہو اور

اسی طرح ایک انڈے کو دو انڈوں سے دست بدست بیچا ربوا نہیں مشتمر وکذا ذلک الفضل لاحد المتعاقدین ای بائع او مشتر فلو شرط لغیرہما فلیس بربوا
بل بیعا فاسدا اور یہہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کیواسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کیواسطے زیادتی مشروط ہو تو یہہ
ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہی ہم ربوا نہیں یعنے مصطلح ربوا نہیں والا مذکور ہوچکا کہ بیع فاسد ربوا مین داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے
اسواسطے کہ یہہ مشعر ہے اسکا کہ ثبوت ربا شرط فضل پر موقوف ہی حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض
اور مستقرض اور راہن اور مرتہن بہی بائع اور مشتری کے برابر ہین یہین تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل
ثمر یہہ سب حرام ربوا ہی چنانچہ جواہر اور قنیہ مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی فی المعاوضۃ فلیس الفضل فی الہبۃ بربوا فلو شری عشرۃ دراہم فضۃ
بعشرۃ دراہم وزادہ دانقا ووہبہ منہ انعدم الربوا ولم تفسد الشراء وہذا ان ضرہا الکسر لانہا ہبۃ مشاع لا یقسم کما فی المنح عن الذخیرۃ
عن محمد ربوا وہ ہے جسمین فضل مذکور ساومتیکے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ مین ربوا نہیں اگر خرید کئے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ
یعنی چہہ جو کی برابر چاندی ثمن مین زیادہ دے دی اگر یہہ زیادتی بائع کو ہبہ کردی مشتری نے تو ربا معدوم ہوگیا اور خرید فاسد نہوئی یعنے اسواسطے کہ یہہ فضل فے الہبہ
نہ فضل فے المعاوضہ اور فضل فے الہبہ ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اور یہہ یعنے صحت ہبہ اسوقت ہی جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو
مضر ہو اسواسطے کہ یہہ ہبہ ایسے مشاع کا ہی جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد وفی صرف المجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان
محمدا اجاز الحط وجعلہ ہبۃ مبتدأۃ کحط کل الثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینہما خفی عندی اور مجمع کے باب الصرف مین ہے
کہ زیادہ کرنے اور کم کرڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز رکہا ہی اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہی تمام ثمن کے کم کرنیکی مانند اور زیادہ کرنے
کو باطل کہا ہی ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنیکے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہہ مسئلہ مستقلہ ہی موضوع اوسکا یہہ ہی متعاقدین
نے عوضین متساویین پر عقد کیا پہر ایک نے قدرے عوض کم کرڈالا یا زیادہ کردیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع اون دو درمون کے مسئلے کی مانند ہے
جسمین ایک درم کا وزن زیادہ ہی قال وفی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحدہما اکثر وزنا فحللہ زیادتہ جاز لانہ ہبۃ مشاع لا یقسم ولو
باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوہبہ الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ایکدرم کی بیع کی دوسرے
درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پہر زیادہ کو اوسنے حلال کردیا یعنے بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہی اور اگر
گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اوسنے ہبہ کردیا تو جائز نہیں کیونکہ یہہ ہبہ ہے مشاع قسمت پذیر کا
قلت وما نقلنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا
عند الامام سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علی ہذا مین کہتا ہون کہ جو ہمنے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل
کیا وہ صریح ہی عدم فرق مین درمیان زیادہ کرنے اور کم کرنیکے اور بموجب اوسکے تو زیادہ کرنا اور کم کرڈالنا اور عقد سب کچہ صحیح ہے محمد کے نزدیک
اور ایسا ہی امام اعظم کے نزدیک سوای عقد کے کہ وہ فاسد ہی بواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکہنا چاہئے کیونکہ مینے کسیشخص کو نہین دیکہا جسنے اس پر
آگاہ کردیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہان ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کرڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہی جبکہ زیادت ظاہر ہو
گئی ہو احد العوضین مین یعنے بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جب کہ عقد متساویین پر ہوئی ہو پہر احد المتعاقدین نے اپنے عوض مین زیادہ کردیا تو اول
مین ہبہ کی تفصیل جاری ہی اور ثانی مین زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعہود بکیل او وزن
مع الجنس اور علت اوسکی یعنے تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہی جو فقہا کے نزدیک معین ہے کیل یا وزن ہے ساتہہ جنس کے ہم اصطلاح فقہ مین علت
وہ ہی جسکے طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہرچند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بہی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوای کیل یا وزن کے ذراع
اور عدد کو شامل نہ ہی کذا فی الطحطاوی وجنس عبارت ہی مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہی اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل

اصحاب ہین وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین سوای بخاری کے عبادہ بن الصامت سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر
والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء یداً بید فاذا اختلف ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید رواہ مسلم من زاد او استزاد فقد اربیٰ
کذا فی النہر والفتح یعنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہون گیہون سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک
نمک سے بیچو مثل کو بعوض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جب کہ یہ اجناس مختلف ہون تو بیچو تم جا ہو جسطرح بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم مین اتنی زیادہ ہے
کہ جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور مین تماثل کو شرط بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہین
اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرماکر قاعدہ کلیہ کیطرف اشارہ فرمایا اسواسطے کہ سونا چاندی موزون ہین اور گیہون اور جو اور کھجور اور نمک کیلی ہین تو گویا ارشاد
ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیزین مماثلت واجب ہی اور پوری مماثلت دو چیزین دو اعتبار سے ہوتی ہی باعتبار صورت کے اور باعتبار معنے کے تو کیل اور وزن
مماثلت صوری حاصل ہوتی ہی اور اتحاد جنس سے مماثلت معنوی اور بجملہ تتمیم تماثل مساوات ہو تا البدلین مین کیونکہ مال کو مؤخر پر فوقیت ہے مثل مشہور ہے
النقد خیر من النسیئۃ لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنس کے ساتھ فان وجدا حرم الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمد ای
التاخیر کقفیز بر بقفیزین منہ متسا ویًا واحدہما نساءً سو اگر مقدار اور جنس دونون ساتھی پائے جائین تو فضل یعنے زیادت اور تاخیر دونون حرام ہین اور جائز
نہین قفیز بہر گیہون کی بیع قفیز بہر گیہون سے برابر اور حالانکہ ایک عوض مین تاخیر ہو ہم نساء بالمد وفتح نون عبارت ہی تاخیر سے اور اسیطرح اگر دونون عوض نسیہ
ہون تو بھی حرمت ثابت ہی شارح نے فضل پر تفریع نکی بسبب اسکے ظاہر ہونیکے اور اگر فضل اور تاخیر دونون مجتمع ہون تو حرمت فضل کے سبب ہو گی کذا فی
اللہ کہ و ان عدما بکسر الدال من باب علم ابن ملک حلالا کہروی بمروی لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونون
منعدم ہون تو زیادتی اور تاخیر دونون حلال ہین چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسبب نہ علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح
ابن ملک نے قول کیا کہ عدما بکسر دال علم یعلم کے باب سے ہی ہم کپڑی مین نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف
مقصود کے ہی پھر جب علت تحریم کے دونون جزء نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض بھی اسیطرح نسخہ گلستان کو دو نسخون
بوستان سے بیچنا یا گاڑہی کے ایک تہان کو دو ہو تر کے دو چار تہانون سے بدلنا حلال ہی اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیہ وان وجد احدہما ای القدر
وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبدًا بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونون چیزون مین
ایک چیز پائی جائے یعنے فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر
کرکے تو بیع جائز نہوگی بسبب پائی جانے جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقۃ علت تہا تو ایک امر کے ہونے سے شبہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت
فضل حرام ہوئی اور شبہ علت سے شبہ فضل کا یعنے تاخیر اسواسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کے ہی اور حقیقت مین فضل نہین تو اگر ایک پیمانہ بہر گیہون دو پیمانہ بہر
جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہان فقط قدر ہی اسواسطے کہ دونون کیلی ہین مگر جنس متحد نہین لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہون
اور گیہون کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونیکی یہ مثال ہی کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی
یا تخت کی تخت سے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہین اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد مین روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو
فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرے اور مؤطا مین ہے کہ علی مرتضے نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد
جنس محرم تاخیر کا نہین اسکا جواب یہ ہی کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرۃ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے
بطریق نسیہ یعنی بمدت تاخیر کر کے منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جزء یعنے اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہی اور اس حدیث سے اگلی
دو حدیثین متعارض نہین ہو سکتین کیونکہ وہ مبیح ہین اور یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یون ہو سکتا ہی کہ اجازت قبل تحریم ربوا کے ہوگی واللہ تعالے اعلم واستثنی فی البحر والدرر اسلام منقود فی موزون کیلا ینسد اکثر ابواب السلم اور استثنا کیا ہی مجمع اور درر میں

منقود کی سلم کا جائز ہونا موزونوں مین تا اکثر ابواب سلم کے بند نہو جاوین ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہے کہ حدیث مشہور مین وارد ہے کہ در صورت اختلاف
جنس تفاضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقد یعنی دراہم اور دنانیر کو راس المال قرار دینا موزونات مین چنانچہ زعفران اور روئی وغیرہ مین جائز
نہو حالانکہ یہہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات مین بالاجماع مستثنیٰ ہے ورنہ سلم کے اکثر ابواب بند ہو جاوینگے اور ہدایہ مین اسکے
جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تو تولون اور ماشون سے ہوتا ہے اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیرون سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف
ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہوگئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہان ثابت ہے اختلاف معنوی یہہ ہے کہ نقود وزن غیر متعین ہین اور زعفران
اور غیر وزن متعین اور حکمی اختلاف یہہ ہے کہ نقود مین تصرف قبل قبضہ کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہوئی و
نقل ابن الکمال عن الغاية جواز اسلام الحنطة فی الزيت قلت ومفاده ان القدر بانفراده لا يحرم النساء بخلاف الجنس فالبحر وقد مر فی
السلم ان حرمة النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فتنبه اور ابن کمال نے غاية التحقيق سے نقل کیا ہے گیہون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون مین کہتا ہون
اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہین بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم مین گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق
سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال یہہ ہے کہ قد نص علی جواز اسلام الحنطة فی الزيت عندنا انتہی بلفظہ یعنے ہمارے مذہب مین گیہون کا سلم زیتون مین
منصوص ہے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ دونون مختلف القدر ہین کیونکہ گیہون کیلی ہین اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہین کیونکہ
اسلام کیلی کا موزونات مین فرض کیا ہے اور حالانکہ وہ دونون مختلف القدر ہین تو جواز سلام کا موزونات مین یا کیلی کا کیلی مین کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہوگیا
اور کسی کو کچھ تنقیح کی حاجت نرہی اور جب سلم مین یہہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نرہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل
الاول بقوله فيحرم بيع كيلي ووزني بجنسه متفاضلا ولو غير مطعوم خلافا للشافعي كجص كيلي وحديد وزني شارح کہتا ہے پھر اصل اول یعنے در صورت
وجود قدر اور جنس کے مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہمجنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی
کہانیکی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بھی حرام ہے لیکن
مصنف نے یہہ اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیہ لازم ہے بلا عکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہے بلا عکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس يعرف
باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطه الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف
سے چنانچہ شرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے ہم فتح القدیر مین ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہے تو گیہون اور جو دو جنس ہین اور ایسے
ہروی اور مروی دو جنسین ہین بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور تمر جیسے کہجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور
رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہین اور اسیطرح صوف اور بالون کا سوت اور گائے اور بہیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبہ کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی ایسے مختلفہ
ہین اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنسین ہین اور روغن جنکی اصول مختلف ہین وہ اجناس مختلفہ ہین انتہی ملخصا اور لحوم ابل جنس واحد ہین اور ابو یوسف سے مروی ہے
کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کرکے درست ہے اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہو کر بیع نہین ہوتا عادت مین کذا فی النہر وحاصل
[illegible] متماثلا لا متفاضلا اور بیع اسکی یعنی متحد القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھا کر وبلا معيار شرعي فان الشرع لم يقدر بالمعيار بالذرة وبما دون نصف
صاع كحفنة وحفنتين وثلاث وتفاحة بکلمہ نصف صاع اور حلال ہے بیع مع التفاضل جو ان معیار شرعی کے ہو اسواسطے کہ شرع نے تقدیر جواز نصف صاع
سے کم کا معیار مقرر نہین فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ بھر کی دو لپ اور تین اور پانچ سے جبتک کہ نصف صاع کو نپہنچے ہم معیار عبارت ہے پیمانہ سے یعنی وہ آلہ جس سے
مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہوجائے نہر الفائق مین ہے کہ لپ دو لپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہین جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے
واجبات مالیہ مین چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر مین نصف صاع سے کمتر تقدیر نہین فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو جیسا کہ
ربع اور ثمن قدیم مصر مین رائج ہے تو اوسکا تفاضل معتبر نہین یہہ اوس صورت مین ہے کہ جب احد البدلین نصف صاع کو نپہنچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز

نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہوتا ہے وتفاحة بتفاحتین وفلس بفلسین ای اکثر باعیانهما لو اخره لکان اولی لما فی
النهر انه قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدهما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب اور ایک پیسہ کی دو پیسے سے بازیادہ بشرطیکہ
دونوں بدل متعین ہوں شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالوں کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق میں ہے کہ تعیین سب میں
قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین ہو تو بیع جائز نہیں باتفاق شیخین اور محمد کے وتمرة بتمرتین وبیضة ببیضتین وجوزة بجوزتین وسیف
بسیفین ودواة بدواتین واناء باناءین ما لم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل فیه اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے
کی دو انڈوں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دوسرے برتن بعوض
بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح ولو کانا برتین وذرة من ذهب وفضة مما لا یدخل
تحت الوزن بمثلها لجاز الفضل لفقد القدر وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کحفنة بر بحفنتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلة وصحح
الکمال تحریمه وصححه کما نقله الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مماثل بعوض
یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرہ سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ میں بسبب نہونے مقدار کے کہ یہ اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہیں اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے
جانے جنس کے یعنے چونکہ بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہانتک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہوں کی بیع جو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا
خواہ فضل ہو یا نہو بسبب معدوم ہوجانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سبکو یعنی امثلہ سابقہ کی بیعکو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال الدین نے
فتح القدیر میں نقل کیا ہے هم فتح القدیر میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہے تحریم ایک سیب
کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر مکائیل بنصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی تہمک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف
پیمانے ۱۲
صاع اسکی مستلزم نہیں کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجیے اور مجھکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ انہیں نے محمد سے روایت کی ہے کہ اونکے نزدیک
مکروہ ہے تر کی بیع دو تر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر میں حرام ہے وہ اوسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہی ملخصا وما نص الشارع علی کونه کیلیا کبر
وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذهب وفضة فهو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطة بحنطة وزنا کما لو باع ذهبا بذهب او فضة بفضة کیلا
ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر نص شارع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور
کھجور اور نمک یا اسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسی طرح ہے تا قیامت کبھی متغیر نہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے تولکر کیونکہ
وہ کیلی ہے چنانچہ اگر سونا بیچے سونے سے یا چاندی چاندی سے کیل کرکے تو صحیح نہیں کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ مساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع
قوی تر ہے عرف سے تو قوی متروک نہوگا ادنی سے هم نص اسواسطے عرف سے قوی ہے کہ رواج کا ہو باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور
چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد از ثبوت باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہو اور نص کل پر حجت ہے کذا فی
فتح القدیر وما لم ینص علیه یحمل علی العرف اور جس چیز کو کیلی یا وزنی ہونے پر شارع نے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنے اگر رواج ہوا وسکے کیل کا تو
وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہو تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحه الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر
طرح سے اگرچہ کیلی نہیں کا رواج مخالف شرع ہوا اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے هم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہوں
وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو نص میں وارد ہوا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں شاید مذکور کیلی یا وزنی مروج تھیں پھر جبکہ رواج
بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیه سعدی آفندی استقراض الدراهم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثله اور ابو یوسف کے قول
پر سعدی آفندی نے استخراج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اوسکی مثل سے تولکر هم یعنے دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض
دراہم اور آٹے کی بیع اوسکی مثل سے تولکر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں الخ

نہیں ہوتا اسی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منع استقراض دراہم گن کر وارد ہے اور ظہیریہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض دیتی تو لکر جائز ہو اگر لوگون میں رواج ہوا اور اسی پر فتوی ہے تواب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی و فی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر وافق المصنف اور کافی میں وارد ہی کہ لوگون کی عادت پر فتوی ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرحین اسکو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان مین گیہون کا بدلنا گیہون سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیون کہ کیل یہان رائج نہین وزن ہی مروج ہے واللہ تعالی اعلم والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف و مصوغ ذہب و فضۃ بلا شرط تقابض حتی لو باع برا ببر بعینہما و تفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف مین اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر مین بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہون گیہون سے بیچے معین کرکے اور بائع و مشتری متفرق ہوئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام مین ولو احدہما دینا فان ہو الثمن فقبضہ قبل الافتراق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اس پر قبضہ کر لے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے ہم مثلا گیہون کو گیہون سے بیچا اور ایک قرض ہے تو اگر وہ ثمن ہے یعنی مدخول باء جارہ ہے اسطرح پر کہ بعت منک ہذا القفیز من الحنطۃ بقفیز حنطۃ اور جو مدخول باء جارہ نہین وہ بیع ہی قبض اسواسطے شرط ہوا اگر دین متعین نہین ہوتا اگر قبض سے والا لا لبقیتہ فالبیس عندنا بحاجۃ اور اگر دین ثمن نہو بلکہ بیع ہو تو بیع جائز نہین کیونکہ بیع ایسی چیز کی ہوا اوسکے پاس نہین کذا فی السراج وجید مال الربوا لا فی حقوق العباد و مردیہ سواء اور ربوا کا کہرا مال اور کہوٹا برابر ہے اور حقوق عباد مین کہرا کہوٹے کے برابر نہین ہم ربوا مین کہرا کہوٹا اسواسطے برابر ٹہیرا کہ اگرچہ وصف اور زیادتی کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسواسطے کہ مثلا گیہون دوسرے گیہون کا مثل نہین ہوسکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف تفاوت شمار نہین کرتے اور اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ جیدہا و ردیہا سواء کذا فی المقدمات ہیر جب کہرا مال اور کہوٹا برابر ٹہیرا تو ایک کی بیع دوسری سے کم زیادہ کرکے جائز نہین مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد مین جودت و رداءت کے برابر نہین تو اگر زید خالد کا مال تلف کریگا تو اوسکی برابر مقدار اور جودت مین زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو والا قیمت اوسکی لازم ہوگی ولیکن مستحق جودت و عقد بیع ہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی اربع مال وقف و یتیم و مریض و فی القلب لرہن اذا انکسر اشباہ مگر چار مسائل مین مال ربوا کی جودت اور رداءت برابر نہین وقف اور یتیم اور مریض کے مال مین اور گروی کے لگن مین جب کہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ ہم مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہے بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے ایک قفیز جید گیہون ردی گیہون کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہین اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیچ کرے تو بیع تہائی مال مین نافذ ہوگی یعنی برعایت حق ورثہ اور اگر گروی کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر جنس کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی باع فلوسا بمثلہا او بدراہم او دنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کا فلوس کو بیچا فلوس کے یا درہم یا دینار کے بدلے اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع و مشتری متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہے کہ یہی مذکور اسواسطے صحیح ہے کہ بیع الفلوس بالفلوس مین اور بیع الفلوس بالنقدین مین تقابض شرط نہین چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد اسمین مختلف ہی انتہی اور بیع الفلس بالفلسین مین شرط التعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع لحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین اما نسیئۃ فلا جیسے جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کی جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جسطرح سے کم ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین کے اور بطریق نسیئہ تو جائز نہین ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد جنس مین تاخیر حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت بکری بیچی تو اگر نسیئہ بکری مین ہے تو بیع سلم ہوئی حیوان مین اور اگر وہ گوشت مین ہے تو بیع سلم ہی گوشت مین حالانکہ حیوان و لحم دونون مین سلم جائز نہین و شرط محمد زیادۃ المجانس اور محمد نے شرط کیا ہے زیادہ ہونا ہم جنس کا ہم جنس سے گوشت مقطوع مراد ہے تاکہ جو گوشت جانور کی گوشت کی مقابل ہوا اور کچھ گوشت اوسکے جگر اور طحال وغیرہ کی مقابل ہو والا ربوا ثابت ہوگا کذا فی الحلبی ولو باع مذبوحا بحیۃ او بمذبوح جاز اتفاقا ولکن المسلوخ ان تساویا وزنا ابن ملک واراد بالمسلوخ المفصول عن السقط کالکرش و الامعاء پہر اور اگر مذبوح جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو بالاتفاق

بشمین اور مجکسکے جائز ہے اور اسیطرح کہال اور اوجہڑی دو جانور وزن کی باتفاق بیع جائز ہے اگر دونون وزن مین برابر ہون کذا ذکرہ ابن ملک اوجانو
رے مسلوخ سے اوس جانور کا ارادہ کیا جو اوجہڑی اور انتڑیون وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر علامہ طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین ضمیر اُرا طحاوی کیطرف راجع ہے
شارح کو مناسب تہا کہ اوسکا کلام ذکر کرتا تا اسکا ربط اوسسے ہو جاتا شیخ الغفار ہین کہ مقدار المفتحین وہی سیپر گوشت کا نام مطلق قصین ہوتا پس چنانچہ کہال اور اوجہڑی
اور واشرایع اور تلی ذکا نجاذ بعم کردیا ہین بقطن وغزل مطلقا کیف ما کان لاختلافہما جنسا اور جیسی جائز ہے بیع روئی کی کپڑے کی روئی اور سوت سے
مطلقا جسطرحسی ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونون کے باعتبار جنس کی یعنی اسواسطے کہ کپڑا بعد ادہیڑنے کے سوت اور روئی نہین ہوجاتا کذا فی البحر کبیع قطن
بغزل القطن فی قول محمد وہو الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقا محمد کے قول مین اور یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی
وفی القنیۃ لاباس بغزل قطن بثیاب قطن یدا بید لانہما لیسا بموزونین ولا جنسین وکذلک غزل کل جنس بثیابہ اذا لم توزن اور قنیہ
مین ہے کہ کچہہ مضائقہ نہین روئی کے سوت کی بیع مین روئی کے کپڑون سے دست بدست اسواسطے کہ دونون موزون نہین جو زیادتی جائز ہو اور دونون مختلف جنس
نہین کہ دست بدست شرط ہو اور اسیطرح مطلقا دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس کے سوت کی اوسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہوتا ہو ہم مسئلہ سابقہ
سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہین تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بطریق نسیئہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہے
کہ تفاضل جائز ہو نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب او بتمر متماثلا کیلا لا وزنا خلافا للعینی فی الحال لا المآل خلافا لہما فلو باع مجازفۃ
او متساویا وزنا لم یجز اتفاقا ابن ملک اور جیسے جائز ہے بیع تر کہجور کی تر کہجور سے اور خشک کہجور سے برابر برابر کیل کی روسے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ
تماثل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار مین بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک فی الحال کی تساوی
کافی نہین ہے جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور مجازفہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین کذا صرح ابن ملک ہم صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ
کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہین کہ رطب کم ہو جاتا ہے خشک ہوکر انجام کار مین اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور ثانیا
حال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہین بشرطیکہ موجب اوسکا امر خلقی ہو تساوی کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تماثل وزن سے مساوات معلوم نہین ہوتی
اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بہاری ہوتی ہے ترازو مین اور پیمانہ مین ہلکی ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب کہ بغداد مین وارد ہوے تو اہل حدیث نے
سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہین امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہین کہ رطب تمر ہے یا نہین اگر تمر ہے تو عقد جائز ہو بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر
تمر نہین ہے تو بہی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پہر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ مین زید بن عیاش
عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہو جاتا ہے خشک ہوکر لوگون
نے کہا ہان تو اسنے ہمکو منع فرمایا انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین بعضون نے
یون جواب دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیئہ مراد ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور حاکم اور دار قطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار
مین یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی
منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے وتمامہ فی فتح القدیر وعنب بعنب او بزبیب متماثلا کذلک اور چنانچہ جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سے خشک
انگور سے برابر برابر اسیطرح یعنی فی الحال نہ المآل وکذا کل ثمرۃ تجف کتین ورمان یباع رطبہا برطبہا وبیابسہا اور اسیطرح جو پہل کہ خشک ہو جاتا ہے جیسے انجیر اور
انار اوسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع بر رطبا او مبلولا بمثلہ وبالیابس جیسے جائز ہے بیع تر یا بہگوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع
تمر او زبیب منقوع بمثلہ او بالیابس منہما خلافا لمحمد زیلعی اور اسیطرح جائز ہے بیع بہگوئی خشک کہجور یا انگور کی اوسکی مانند سے یا دونون کی خشک سے بخلاف محمد کے
کذا فی الزیلعی کہ اونکے نزدیک حنطہ یابسہ کی بیع مبلول سے جائز نہین بشرط انتفاخ والا جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ وفی العنایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب
والتمر والجید والردی فہو ساقط الاعتبار وکل تفاوت بصنع العباد کالحنطۃ بالدقیق والمقلیۃ بغیرہا یفسد کما سیجیٔ اور

علہ دخول بعض نسخون مین نہین ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے [illegible]

غایہ بین ہی کہ جو تفاوت پیدائشی ہی چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور عمدہ اور ناقص لیس وہ ساقط الاعتبار ہی یعنی اونمین تفاضل جائز نہین اور جو تفاوت کہ آدمیون کے
فعل سے ہی چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بہنی گیہونکی بیع بہنے ہوئے سے وہ معتبر ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وکبیع لحوم مختلفة بعضها ببعض متفاضلا یدا
بید اور جیسے جائز ہے بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کرکے دست بدست هم لحوم مختلفہ مین تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہی
بسبب اتحاد قدر کے ولبن بقر وغنم اور جائز ہے بیع گای کے دودہ کی بہیڑ بکری کے دودہ سے بڑہاکر دست بدست بخلاف بکری اور بہیڑ کے دودہ کے کہ اونمین تفاضل
جائز نہین کہ دونون ایک ہی جنس ہین کذا فی الطحطاوی وخل دقل بفتحتین ردی التمر وخصه باعتبار العادة بخل عنب اور جائز ہے ناقص کھجور کے سرکہ کی
بیع انگوری سرکہ سے بڑہاکر وقال الفتح والدقل خرما ناقص کھجور سے اسکو مخصوص کرلیا اعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکہ کا یہی حکم ہے لیکن عادت
یہہ ہو کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہین لہذا فقط اوسیکو مذکور کیا وشحم بطن بالیة بالفتح ما یسمیه العوام لیة او لحم اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبہ کی چکتی
یا گوشت سے اگرچہ دنبہ کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی الیة بفتح الالف وہ ہی جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہین وخبز ولو من بر بکر او دقیق ولو منه اور جائز ہے روٹی کی
بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو تو بہی یا دلی جائز ہی اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہوگئی بکیل نرمی بخلاف گیہون
اور آٹے کے کہ وہ دونون کیل مین قدر اور جنس دونون مفقود ہین یہانتک کہ بیع بطریق نسیئہ بہی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ
ودهن مربى بالبنفسج بغير المربى منه متفاضلا و زيت كان لاختلاف اجناسها فلو اتحد لم يجز متفاضلا الا فى لحم الطير لانه لا يوزن
عادة حتى لو وزن لم يجز زيلعى اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑہاکر یا تولکر جسطرح ہو بسبب مختلف ہونے انکی
اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیعمین تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہین اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہین مگر چڑیون کے گوشت مین
باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہی کیونکہ انکا گوشت موزون نہین رہا ہین اگر اوسکا بہی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہین کذا فی الزیلعی وفی الفتح تعلم الدجاج
والاوز وزنا فی عادة مصر وفی النهر لعله فی زمنه اما فی زماننا فلا والحاصل ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصفة
فليحفظ اور فتح القدیر مین ہی کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت مین اور نہر الفائق مین ہی کہ شاید وزنی ہونا اوسکے زمانے مین ہوگا ہمارے زمانے مین تو (یعنی صاحب فتح ۱۲)
مصر مین وزنی نہین اور خلاصہ یہ ہی کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اسکو یاد رکھنا چاہیئے هم اختلاف اصل چنانچہ گای کا
گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبہ کی چکتی ہین اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الاخبار و لو
الخبز نسيئة به يفتى درر اى اذا اتى بشرائط السلم لحاجة الناس والاحوط المنع اذ قلما يقبض من جنس المسمى اور جائز ہی تاخیر سے یعنی روٹی
کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹیکی تسلیم مین تاخیر ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر یعنی تاخیر اوسوقت جائز ہے جب سلم کی شرائط پائی جاوین فتوی اسواسطے ہی
بسبب حاجت آدمیون کی اور زیادہ تر احتیاط منع سلم مین ہے اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہے اسی جنس سے جسکا اکثر ہوا ہو کہ سلم ہوا ہی گیہونکی روٹی مین
مقبوض ہوکی روٹی ہوتی ہے تو اسمین استبدال مسلم فیہ کا اسکے قبضے ہونے سے پہلے اور یہہ جائز نہین وفی القهستانی معزيا للخزانة الاحسن ان يبيع
خاتما مثلا من الخباز بقدر ما يريد من الخبز ويجعل الخبز الموصوف بصفة معلومة ثمنا حتى يصير دينا فى ذمة الخباز ويسلم الخاتم ثم يشترى
الخاتم بالبر اور قہستانی مین خزانہ سے منقول ہی کہ بہتر طریقہ گیہون کی سلم کرنیکا روٹی مین یہہ ہی کہ مثلا انگوٹھی نانبائی سے بقدر ارادہ روٹیکے اور روٹیکو
جو موصوف بصفت معین ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نانبائی کے ذمہ پر دین ہوجاوے اور انگوٹھی اسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کرلے یعنی اس طریق سے شرائط سلم
ہونگی وفيه معزيا للمضمرات يجوز السلم فى الخبز وزنا وكذا عددا وعليه الفتوى وسيجىء جواز استقراضه ايضا اور قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ سلم
جائز ہے روٹی مین تولکر اور اسیطرح گنکر اور اسی پر فتوی ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا هم سلم کا جواز روٹی مین گنکر قہستانی مین مذکور نہین علاوہ اسکے
روٹی معدود منضبط نہین تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو سعود مین نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی مین سلم ابو یوسف کی نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہی
اونکی نزدیک سلم جائز ہی بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بيع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد والاسم حاوی اور جائز ہی دودہ کا بیچنا پنیر سے

بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کہ لفظ الحادی کا بھی نہیں ہے اَلْبَرِّیَّۃ دَقِیْقٌ وَسَوِیقٌ ہو المجروش ولا بیع دقیق بسویق مطلقاً و نو متساویاً لعدم التسویۃ
فیحرم لشبہۃ الربوا اخلافاً لھما جائز نہیں گیہوں کی بیع گیہوں کے آٹے یا اوسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسیطرح اگرچہ دونوں برابر ہون اسواسطے کہ دونوں
برابر کردینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہا ونکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کو جائز ہے
دیسٹ بمذہب ھم گیہوں کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں تفاضل اسواسطے جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہین کیونکہ آٹا اور ستو گیہوں کے
اجزا ہین اور تساوی اسواسطے جائز نہیں کہ معیار دونون مین کیل ہے اور کیل سے تسویہ ممکن نہین ہو سکتا کیونکہ گیہوں پیسنے سے زیادہ ہوجاتا ہے وامّا بیع
الدقیق بالدقیق متساویاً کیلاً اذا کانا مکبوسین فجائز اتفاقاً قال ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطۃ مقلیۃ بمقلیۃ وامّا المقلیۃ بغیرھا ففاسد
لیکن آٹے کی بیع آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ دونوں کو پیمانہ مین دابا کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق اماموں اور صاحبین کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی ستو
سے اور بھنے گیہوں کی بیع بھنے گیہوں سے جائز ہے اور بھنے گیہوں کی بیع غیر بھنے سے فاسد ہے چنانچہ گزر گیا ہم بھوننے سے گیہوں ہلکا ہوجاتا ہے لہذا اوسکی
بیع غیر بھنے سے فاسد ہے اور امام محمد سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے نیچے تو کر کے تو اسمین دو روایتین ہین ولا الزیتون بالزیت والسمسم بالشیرج
حتی یکون الزیت والدھن اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالثفل وکذا کل ما لثفلہ قیمۃ کجوز بدھنہ ولبن بسمنہ وعنب
بعصیرہ وان لم یکن لہ قیمۃ کبیع تراب ذہب بذہب فسد بالزیادۃ لربوا الفضل اور جائز نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع تیل
سے یہانتک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ ہو اوس روغن سے جو زیتون اور تل مین ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل مین ہو اور روغن زائد کھلی کے
مقابل ہو اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکی کھلی اور پھوک کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اوسکے تیل سے اور دودھ کی اوسکے گھی سے اور انگور کی اوسکے
شیرہ سے اور اگر پھوک کی قیمت نہو جیسے سونا آلودہ مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی کے بیاج کی ویستقرض الخبز وزناً وعدداً
عند محمد وعلیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ المصنف تیسیراً اور روٹی قرض لینا جائز ہو تولکر اور گنکر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے
کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین آسانی کے واسطے وفی المجتبی بایع رغیفاً نقداً برغیفین نسیئۃ
جاز وبعکسہ لا وجاز بیع کسیرۃ کیف کان اور مجتبی مین ہے کہ ایک نقد روٹی بیچی اور دو ادھار دو روٹیوں سے تو جائز ہے اور اوسکا عکس یعنی نقد دو روٹی
ایک روٹی اودھار سے جائز نہیں اور روٹی کے ٹکڑون کی بیع ہر طرح جائز ہے یعنی نقدا ور نسیئہ ولا ربوا بین سید وعبدہ ولو مدبراً او ام ولد اور بیاج نہین درمیان
مولے اور اوسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو یا ام ولد ہو کیونکہ جب ہم غلام کا مال مملوک ہے مولے کا جسطرح چاہے لے یہان ربوا کو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ بجای حر کے ہے
قبض اور تصرف کی راہ سے اذا لم یکن دینہ مستغرقاً لرقبتہ وکسبہ فلو مستغرقاً یتحقق الربوا اتفاقاً ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر عن المعراج التحقیق الاطلاق
وانما یرد الزائد کالمشتری لتعلق حق الغرماء غلام اور میان کے مابین اوسوقت بیاج نہین جب کہ غلام کا دین اوسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو تو بیاج
ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنی ہر طرح بیاج نہین خواہ اوسکا دین مستغرق ہو یا نہو
اور غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر پایا جاتا ہے تو بیاج کے سبب سے نہیں بلکہ قرضخواہون کے حق متعلق ہونیسے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا تبایعا من
مالہا ای مال الشرکۃ زیلعی اور بیاج نہین دو متفاوض اور عنان کے دو شریکون مین جب کہ دونوں نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی الزیلعی
قید مذکور شرکت عنان میں ہے اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہین دونوں صورتوں مین بیاج اسواسطے ثابت نہیں کہ ثمن اور بیع مین
دونوں شریک ہین تو بعد العوضین کا فضل اوسکی ملک سے خارج نہیں ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ثمۃ ولو بعقد فاسد او قمار ثمۃ لان
مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقاً بلا غدر خلافاً للثانی والثلثۃ اور بیاج نہین کافر حربی اور اوس مسلم مین جو حربیون کا مستامن ہے اگرچہ عقد فاسد یا قمار
سے ہو بیاج نہین وہان یعنی دار الحرب مین اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب مین مباح ہے مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اوسکی رضامندی سے ہر طرح بدون دغا
بازی کے بخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے ہم حلت ربوا مین دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین آ دیگا اور مسلمان ایک درہم

تو فرض کرو دو درہم کے بیع کی تو بالاتفاق جائز ہوگا اذ ابا حت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جائز اسوقت نہیں جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور رہا نا کہ جائز
عام ہے خواہ زیادت مسلم کیطرف ہو یا حربی کے طرف سے اور ربوا یہ مسئلہ عامہ دونون صورتونکو شامل ہے کذا فی الکفایہ فتح القدیر مین ہے کہ ابو یوسف و ائمہ
ثلثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص متعلقہ ربوا مطلق ہین خواہ دار الحرب میں لیا ہو یا دار الاسلام مین اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب
اور یہ حدیث اگرچہ غریب ہے مبسوط مین کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مرسل ہے اور مکحول ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ
قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبہ روم کی فارس پر مشرکین کیساتھ شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب
اہل روم فارس پر غالب ہوئی تو صدیق نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اسوقت دار الحرب تھا اقول تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل
حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور علماء مذہب نے درس میں التزام کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی
مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہے انتہے ملخصا وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کالحربی لان المسلم
الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا فاجتمع الثلث قلت وعنہ یعلم حکم من اسلما ولم یہاجرا اور جو حربی مسلمان
ہو گیا دار الحرب میں اور اوسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نکی اوسکا حکم حربی کی مانند ہے تو مسلم کو اوسکے ساتھ بیاج درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے
اسواسطے کہ اوسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہین اگر اوسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کے طرف تو ربوا بالاتفاق نہین کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون
مصنف کے قول سے معلوم ہو گیا حکم ان دونون شخصونکا جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کیطرف انہون نے ہجرت نکی کیونکہ دونون حربی کے مانند ہین
حکم مین ہم یہہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ در صورت اسلام و ہجرت ربوا نہین سو غلط ہے ٹھیک یہہ ہے کہ اس صورت مین بالاتفاق ربوا جائز نہین چنانچہ صحیح
بہرہ ہے کہ فتح الولی اور اسیطرح نہر الفائق مین ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اوسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا اونکے طرف تو اوسکے ساتھ بیاج جائز
نہین والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الست مسائل اور خلاصہ یہہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھہ مسئلون مین حرام نہین ہم صواب یہہ تھا کہ شارح
چھہ کی جگہہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کرکے ۱ میان کو اپنی غلام کے ساتھہ ۲ و شریک مفاوض ۳ و شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں
۵ مسلم کو اوسکے ساتھہ جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اوسنے ہجرت نکی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجئے تو صحیح ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی
الطحطاوی

باب الحقوق

فی البیع اخرہا لتبعیتہا کونہا تبعیۃ ترتیبا للجامع الصغیر یہہ باب ہے بیع کے حقوق مین مصنف اس باب کو مسائل
بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے ہم حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ مین حق وہ چیز ہے جو مبیع کا تابع ہو اور اسکے
واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب سے چنانچہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد
مسائل بیع کے لایا والقیاس یہہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع مین قبل خیارات کے اسکو ذکر کرتا اشتری بیتا فوقہ آخر لا یدخل فیہ العلو ملک الیمین
ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر ہو لہ منہ او فیہ الا ان المشتری لا یستتبع مثلہ خرید کی کوٹھری جسپر دوسری کوٹھری ہے تو اس خرید مین بالاخانہ
داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیچ وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہوتا وقتیکہ تصریح نکرے بالاخانہ کی بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع
نہین ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہین اور لام بہر حال ساکن ہے ہم دریافت کرنا چاہیئے کہ یہان تین چیز کا
معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کیواسطے وہ بنا ہوا اور بعضونکے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا
بھی شرط ہے اور حکم اوسکا یہہ ہے کہ بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہین ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر اوسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کی مانند ہے
مستقل اور شب باشی مین اور شے اعلی کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق ہے اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہے
جسمین آدمی رہین اور مطبخ اور پاخانہ بھی ہو مگر اوسکا صحن غیر مسقف نہین اور اصطبل نہین اور دار نام ہے اوس ساحت کا جسکے گرد حدود ہون
اور وہ مکان بیوت اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح کذا لا یدخل العلو بشراء منزل ہو مثلہ الا بتبطیل فیہ الا بکل حق ہو لہ او بمرافقہ

اکے حقوقه کطریق وحوه وعند الثانی المرافق المنافع اشیاء اور اسیطرح بالاخانه داخل نہین منزل کی خرید مین منزل وہ ہے جسمین اصطبل نہین مگر ال جتی ہو گیا یا
بذکر مرافق البته بالاخانه داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہین چنانچه راه وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہین کذا فی الاشباه هم مرافق
جمع ہے مرفق کی بکسر میم وفتح فا مرافق عبارت ہین توابع سے چنانچه شرب اور مسیل اور حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل او رکثیر کا لفظ الطریق میں مذکور ہوتا ہے
تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اور اسکی متصل چیز دن سے اور جامع الفصولین مین ہے کہ حقوق عبارت ہین مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع
دار ہین اور ظاہر الروایه مین مرافق حقوق ہین کذا فی النهر او بکل قلیل وکثیر هو فیه او منه یا بالاخانه منزل کی خرید مین داخل ہوتا ہے کل قلیل وکثیر ہو فیه او منه
مکان
یعنی جو قلیل او رکثیر که منزل مین داخل ہے یا اوس سے متعلق ہے وہ مبیع ہے هم چونکه منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہے لہذا بالاخانه بذکر توابع داخل ہوگا دار
کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہوگا بیت کی مشابہت سے ویدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا ولو الابنیة بتراب او بخیام او قباب
اور داخل ہوگا بالاخانه دار کی خرید مین اگرچه کچھ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانه دار کی بیع مین داخل ہے اگرچه مکانات کا رمٹی کے ہون یا خیمے یا
خرگاه وهذا التفصیل عرف الکوفة وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصور کلها فتح وکافی سواء کان المبیع بیتا فوقه علو او غیره الا دار الملك فتسمی
سرای ٹھہرا اور یہ تفصیل بیت اور منزل اور دار کی بموجب رواج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف مین بالاخانه داخل بیع ہوجاتا ہے بدون اسکے ذکر کے سب صورتون
مین کذا فی الفتح والکافی خواه بیت کے اوپر بالاخانه ہو یا سوای اوسکے مگر دار السلطان سے کہ سرای ہے کذا فی النهر هم استثناء کرنا دار الملك کا کلام سابق سے مرتبط نہین اور
یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اوسکی یہ ہے وفی عرفنا یدخل فی غیر ذکر فی الصور کلها سواء کان البیع بیتا فوقه علوا ومنزل کذلك
لان کل مسکن یسمی خانه فی العجم ولو علوا سوا کان صغیرا کالبیت او غیره الا دار الملك فتسمی سرای انتهی اور چونکہ بنا احکام کی عرف پر ہے تو ہر اقلیم اور ہر زمانے مین
وہان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی وکما یدخل فی شراء الدار الکنیف وبئر الماء والاشجار التی فی صحنها وکذا البستان الداخل وان لم
یدخل لك جیسے داخل ہوتا ہے دار کی خرید مین پاخانه اور پانی کا کنوان اور وہ درخت جو گھر کے صحن مین واقع ہین اوسیطرح داخل بیع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل
ہو اگرچه اوسکی بیعمی تصریح نکی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منها فیدخل تبعا ولو مثلها او اکبر فلا الا بالشرط زیلعی وعینی داخل بیع نہین ہے باغ
گھر کے باہر کا مگر اسوقت داخل بیع ہے بطریق تبعیت کے جب کہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کی برابر ہو یا بڑا تو داخل نہین مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظلة
لا تدخل فی بیع الدار لبنائها علی الطریق فاخذت حکمه الا بکل حق ونحوه مما مر وقالا ان مفتحها فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہین
ہوتا گھر کی بیع مین اسواسطے کہ اوسکی بنا راه پر ہوتی ہے تو اوسنے راه کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اسکے جو مذکور ہوچکا البته چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر
چھتے کا دروازه گھر کے اندر ہے تو گھر کی بیع مین داخل ہے بالاخانه کی مانند ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت ودار مع ذکر المرافق لانه من مرافقها
اور بڑا دروازه داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیع مین ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازه گھر کے مرافق مین داخل ہے کذا فی التتارخانیه لا یدخل الطریق والمسیل
والشرب الا بنحو کل حق ونحوه مما مر داخل بیع نہین راه اور پانی بہنے کی جگہ اور پانی لینے کی باری مگر بانند کل حق کے جو مذکور ہوچکا یعنے بذکر مرافق یا کل قلیل
وکثیر هم عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان کی ملک ہوتی ہے لیکن وه راه جو کوچہ غیر نافذه کیطرف ہو یا شارع عام کی طرف ہے وه داخل بیع ہے چنانچه
بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے اور گھر کی راه کا عرض اوس گھر کے دروازه کے عرض کی برابر ہے اور طول اوسکا شارع عام تک ہے چنانچه قہستانی مین ہے
اور مسیل وه مکان ہے جسپر بارش وغیره کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاجارة فلا ابدا قد
ادیض فتدخل بلا ذکر لانها تعقد للانتفاع لا غیر بخلاف گھر اور زمین کے اجارے کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجاره مین داخل ہے بلا ذکر حقوق اور مرافق
ہو اسواسطے کہ عقد اجاره انتفاع کے واسطے ہوتا ہے سو اوسکے یعنی بغیر طریق وغیره کے انتفاع حاصل نہین بخلاف بیع کے کہ اوسمین قطع نظر انتفاع کے ملک ہی مقصود ہے
والرهن والوقف خلاصه اور بخلاف رهن اور وقف کے کذا فی الخلاصه یعنی رهن اور وقف مین طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہین ولو اقر
بدار او صالح علیها او اوصی بها ولم یذکر حقوقها ومرافقها لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اوسپر صلح کی یا اوس

اور ہمارے عرف مین بالاخانه داخل ہے بدون ذکر کے سب صورتون مین خواه بیع بیت ہو جسپر بالاخانه ہو خواه منزل ... مسکن کو خانه کہتے ہین ... [illegible]

اگر کسی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اوس نمبر کے حقوق اور مرافق ذکر کئے تو راہ داخل نہوگی جیسے بانند و لایدخل فی القسمۃ وان ذکر الحقوق والمرافق الا بذکر صریح بخلاف البیع اور تقسیم میں راہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہون مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی الیعقوبیۃ ینبغی ان یکون الرھن کالبیع اذ لا یقصد بہ الا الانتفاع قلت ھو جید لولا مخالفتہ للمنقول کما مر ولفظ الخلاصۃ وید خل الطریق فی الرھن والصدقۃ الموقوفۃ فی الاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ میں ہے لایق یوں ہے کہ رہن بیع کی مانند ہو اسواسطے کہ مرہون سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کہتا ہون کہ یہہ کلام جید ہے اگر اوسکی مخالفت منقول سے نہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہوچکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق رہن اور صدقہ موقوفہ میں اجارہ کی مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا اتباع ہوکر نھر ینبغی ان تکون الھبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لا یخفی نہر میں ہے لائق یون ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کی مانند ہو عدم دخول طریق میں اور وجہ اسکی مخفی نہیں انتہی ما فی النہر ہبہ وغیرہ میں اسمیں اثنا ہے اور اوس ملک کا جو سابق میں نہ تھی تو اشیاء مذکورہ تابع ہوئیں تو مناسب ہے کہ اونمیں بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی

باب الاستحقاق

ھو طلب الحق یہہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے ہے اور اصطلاح فقہ میں استحقاق عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شی کے حق اس باب کا یہہ تھا کہ تمام ابواب ہوچکنے کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جبکہ استحقاق حقوق سے مناسب ہوا لفظاً و معنےً تو ہذا اوسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی والاستحقاق نوعان احدھما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق والحریۃ الاصلیۃ ونحوھا کالتدبیر والکتابۃ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اسکے چنانچہ مدبر اور مکاتب ہونا ہم معنے جب کہ یہہ ثابت ہو کہ بیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہے وثانیھما ناقل لہ من شخص الی اخر کالاستحقاق بہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان ما فی یدہ من العبد ملک لہ وبرھن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کو نقل کرنیوالی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اوسکے قبضہ میں غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد فی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک والاستحقاق ناقل فسخ عقد کا موجب نہیں بنابر ظاہر الروایۃ کی ہو اسواسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں ہے اور عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تاوقتیکہ رجوع مشتری فسخ عقد نہوگا و الحکم بہ حکم علی ذی الید و علی من تلقی ذو الید الملک منہ ولو مورثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلا تسمع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یعنی حکم دینا قابض پر ہوا اور اوس شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ اونپر حکم ہوچکا یعنی جب حکم استحقاق باقی ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث میں سے ملک الارثہ دعوی نہیں کرسکتا بل دعوی النتاج بلا دعوی تاریخ کا مسموع ہوگا اسطرح کہ بالعین میں سے کوئی بائع کہے کہ [illegible] مستحق کا ذبح [illegible] ہوا اسواسطے کہ بیع میری ملک میں جنی ہے یا میری بائع کی ملک میں تو یہہ دعوی بلا وسیلہ کذا فی المجتبی مخصا ولا یرجع احد من المشترین علی بائعہ ما لم یرجع علیہ ولا علی الکفیل مالم یقض علی المکفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیر لیگا اپنے بائع سے جب تک اوس سے ثمن نہ پھیر لیا جاوے یعنے مشتری یا اسطرح رجوع ثمن کرے تاوقتیکہ مشتری اخیر اوس سے رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پھیرے جب تک کہ اصل عنہ پر قاضی کا حکم نہوا ہو تاکہ دو ثمن ایک ملک میں جمع نہوجاوین اسواسطے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہے ہم اجتماع ثمنین کی تفصیل یہ ہے مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہوتی ہے یعنی بائعین متوسطین یا احد کہ متوسطین میں ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر بیع شخص متوسط ثمن پھیرلے قبل پھیر دینے کے تو اسکی ملک میں دو ثمن جمع ہوجاوینگے اور حالانکہ بیع جائز نہیں لو عتاماًلہ بشی قلیل او ابرأہ عن ثمنہ بعد الحکم لہ برجوعہ علیہ فالبائع ان یرجع علی بائعہ لتحقق زوال المبدل عن ملکہ اور اگر مشتری نے بائع سے کسی چیز پر اثمن سے باہم کو بری الذمہ کردیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہوگیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کو بائع کو اپنی بائع سے ثمن پھیر لینا جائز ہے بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری سے بعد حکم رجوع کے ابرا کردیا ثمن سے تو گویا اوسنے بائع سے لیلیا کذا فی الطحطاوی

ولو حكم للمستحق فصالح المشترى لم يرجع لانه بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامه فى جامع الفصولين اور اگر مستحق کیواسطے حکم ہوا اور مشتری سے
مستحق نے صلح کرلی کچھ ثمن دیکر تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرلے اسواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کردیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے
ھم یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھ تھوڑا ثمن مجھ سے لے اور مبیع مجھکو دیدے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کرسکتا والمبطل موجبة اى يوجب
فسخ العقود اتفاقا اور مستحق فارق مبطل موجب ہے فسخ عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بائعین میں جاری ہوئے ہیں اونکے فسخ ہونے میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا
فى الدرر فلكل واحد من الباعة الرجوع على بائعه وان لم يرجع عليه تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اوس مشتری
ثمن نہ پھیر لیا ہو وہ راجع ہوا ايضا كذلك على الكفيل ولو قبل القضاء عليه لعدم اجتماع الثمنين اذ بدل الحر لا يملك اور مشتری اسیطرح اپنے
بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے ہوا اسواسطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل
کے چنانچہ مذکور ہوچکا والحكم بالحرية الاصلية حكم على الكافة من الناس سواء كان ببينة او بقوله انا حر اذا لم يسبق منه اقرار بالرق فى
اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اوسکے اس قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے
پہلے اوس سے غلامی کا اقرار نہوگیا ہو کذا فی الاشباہ ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں حر اصلی ہوں اور
سابق میں اوسنے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اوسکی حریت اصلیہ کا حکم کردیا تو یہ حکم حریت کا سب کے حق میں ہوگا کذا فی فتح
المجيب فلا تسمع دعوى الملك من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگوں پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعوی اوسپر مسموع نہوگا وكذا العتق وفروعه بمنزلة
الحرية الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہیں ھم فروع عتق کتابت اور تدبیر اور استیلاد ہے اور عتق سے [illegible]
مطلق میں ثابت ہو واما الحكم بالعتق فى الملك المؤرخ فعلى الكافة من وقت التاريخ ولا يكون قضاء قبله كما بسطه شلا وبه فقوا باشبا فى
فان اكثر الكتب هذه عاليه اور عتق کا حکم ملک مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو اور یعقوب پاشا نے
مشرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں ھم خلاصہ یہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں منزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر
حکم ہوا اور ملک مورخ میں عتق کا حکم [illegible] تاریخ کے [illegible] قبل تاریخ [illegible] میں تیرا مالک ہوں [illegible] اور [illegible] اکبر [illegible]
غلام تھا پھر برس کے [illegible] مجھکو آزاد کردیا اور آدمی نے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا دعوی مندفع ہوگا پھر اگر حامد [illegible] غلام
میں تیرا مالک ہوں سات برس سے اور دلوا ثابت کرے میرا مملوک ہے اور اس دعوی کو اوسنے گواہی سے ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہوگا اور یہ حامد کا ہوجائیگا کذا فی
الطحطاوى عن الدرر واختلفوا فى القضاء بالوقف قيل كالحرية وقيل لا فتسمع فيه دعوى ملك اخر ووقف اخر وهو المختار وصححه العمادى اور فقہا نے
اختلاف کیا ہے وقف کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کی مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کی مانند نہیں تو وقف میں دوسری ملک اور دوسرے وقف کا
دعوی مسموع ہوگا اور یہی مختار ہے اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہے وفى الاشباه القضاء يتعدى فى اربع حرية ونسب ونكاح وولاء وفى الوقف يقتصر
على الاصح اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار صورتوں میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولاء میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں مقتصر رہتی بنابر قول اصح کے
ھم یعنی جب قاضی عورت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولاء کا حکم کرے پھر دوسری کا دعوی مسموع نہیں وبثبت رجوع المشترى على
بائعه بالثمن اذا كان الاستحقاق بالبينة لما مر انها حجة متعدية اور ثابت ہوتی ہے ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہو واسطے کہ
گواہی کا شہادت حجت متعدیہ ہے اما اذا كان الاستحقاق باقرار المشترى او بنكوله او باقرار وكيل المشترى بالخصومة او بنكوله فلا رجوع
لانه حجة قاصرة اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اوسکے انکار قسم سے یا مشتری کے خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اوسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا
نہیں ہوا اسواسطے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے نہ متعدیہ والاصل ان البينة حجة متعدية تظهر فى حق كافة الناس لكن لا فى كل شىء كما هو ظاهر كلام الزيلعى
والعينى بل فى عتق ونحوه كما مر فى المعتبسات اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر شے میں نہیں

چنانچہ ظاہر کلام سے یہی سمجھے جاتے ہیں بلکہ عتق اور اوسکی مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے
اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لا الاقرار بل هو حجة قاصرة على المقر لعدم ولايته على غيره نہ اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر
بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر اور چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں لہذا اوسکا اقرار اوسی پر حجت ہے نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت
حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کافہ ناس کے حق میں نافذ ہے کذا فی المنح تبعی کو اجعها فان ثبت الحق بهما قضى
بالاقرار لا الا عند الحاجة فالبينة اولى فتم وظهر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا
جائیگا مگر بحاجت کیونکہ پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولے ہے کذا فی الفتح والنهر هم اجتماع کی صورت یہہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اوسکی
ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو
گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الاشباہ فلو استحقت مبيعة وكانت عند المشترى لا باستيلاده بينة تبعها ولدها بشرط القضاء به اى بالولد
فى الاصح زيلعى وكلام البزازى يفيد تقييده بما اذا سكت الشهود فلو بينا انه للذى اليد وقالوا لا ندرى لا يقضى به فهر پھر اگر وہ مبیع جو جنی شتری کے
پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اوسکا بچہ اوسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول صحیح میں کذا ف الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہے
اس تقیید کا جب کہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یوں کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم نکرے کذا فی النهر فتم
استيلاد لا يمنع استحقاق الولد بالبينة فيكون ولد المغرور حرا بالقيمة يستحقه كما مر فى باب دعوى النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا
استیلاد ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اوسکے مستحق کو ولد کی قیمت دیکر چنانچہ دعوی نسب کے باب میں مذکور ہو چکا
وان اقر والبينة بالحبل لا يتبعها فيأخذها وحدها والفرق ما مر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اوسکا بچہ لونڈی کا
تابع نہوگا تو وہ مرد فقط اوس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہوا اور اقرار حجت قاصرہ وهذا اذا
لم يدع المقر له فلو ادعاه كان له وكذا الحكم فى الزوائد المنفصلة لانها ليست باجزاء وهو المغصوب اور یہہ یعنے نہ تابع ہوا ولد کا مبیعہ کے اوس وقت ہے جب کہ مقر لہ
ولد کا دعوی نکیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پہل درخت کی تابع نہیں اگر مستحق
کے واسطے قابض نے درخت کا اقرار کیا مگر در صورت دعوی مقر لہ اون سب کا مستحق ہے کہ ہلاک زوائد سے ضمان نہیں جیسے زوائد مغصوب کے ولم يذكر النكول لانه
فى حكم الاقرار قهستانى معزيا للعمادية اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نکیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے
عمادیہ کی طرف منسوب کرکے ومنع التناقض اى التدافع فى الكلام دعوى الملك لعين او منفعة لما فى الصغرى طلب نكاح الامة يمنع دعوى
تملکها اور تناقض یعنے مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ صغری میں ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اوسکے مالک ہونیکے دعوی کا مانع ہے
تناقض سو اسلئے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولے نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک
ہونے کا دعوی کرنا پھر اوسکے نکاح کی درخواست کرنا صریحا متناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی یہہ مثال ہے ملک عین کے دعوی کی اور ملک منفعت کی یہہ مثال ہے کہ ایک
عورت کی نکاح کا دعوی کرنا پھر اوسکے نکاح کا پیام دینا وكما يمنعها لنفسه يمنعها لغيره الا اذا وفق اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسیطرح اپنی غیر کے
دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے ہم بزازیہ میں ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہہ چیز میری ہے پھر دعوی کیا کہ دوسرے موکل کی ہے تو یہہ دعوی مقبول نہیں مگر صورت توفیق
اسطرح پر کہ یہہ چیز میری تھی اسنے موکل کی تہی جسنے مجکو خصومت میں وکیل کیا تہا پھر اوسنے میری دوسرے موکل کے ہاتھ اسکو بیچا اور اوسنے بہی مجکو خصومت کیواسطے وکیل کیا
كذا فى البحر وهل يكفى امكان التوفيق خلاف سنحققه فى متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کیواسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بہی
ضرور ہے اسمین خلاف ہے علما کا اور اوسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات میں وفرع هذا الاصل كثيرة سيجى فى كتاب الدعوى ومنها ادعى على اخر
انه اخوه وادعى عليه النفقة فقال المدعى عليه ليس هو باخى ثم مات المدعى عن تركة فجاء المدعى عليه يطلب ميراثه ان قال هو اخى

لم يقبل للتناقض وان قال ابى او ابنى قبل اور اس اصل یعنے منع تناقض کی بہت فرع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اور از انجملہ یہہ ہی کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہہ
میرا بہائی ہے اور اوسپر نفقہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بہائی نہین ہی پہر مدعی کچھہ متروکہ چھوڑ کر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اوسکی میراث طلب کرتا اگر اوسنے
کہا کہ وہ میرا بہائی تہا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اوسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تہا تو مقبول ہوگا ھم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی
کیا اوسکے بطمین مدعا علیہ نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو سہو ہوکہا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے رہ گیا بلکہ مطلب وہان کا یہہ ہے کہ اگر مدعی نے
اخوۃ یعنی بنوۃ یا ابوۃ کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی ملخصا کالحریۃ کلام کا تناقض دعوے حریت کا مانع نہین ہے والاصل
ان التناقض لا يمنع دعوى ما يخفى سببه كالنسب والطلاق وكذا الحرية اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ تناقض اوسکے دعوی کا مانع نہین ہی جسکا سبب مخفی ہی چنانچہ نسب
اور طلاق اور حریت ھم تناقض نسب کی یہہ صورت ہی کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اوسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتہہ بیچا پہر زید نے دعوی کیا کہ
غلام اوسکا بیٹا ہی تو دعوی اوسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہو گی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہی اور یہہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور
ہی اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اوسکا وارث نہین پہر بولا کہ مین اوسکا وارث ہون تو مسموع ہی اگر سبب تناقض مذکور کہے اور تناقض طلاق کی صورت یہہ ہی کہ زوجہ اپنی
زوج سے خلع کیا پہر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تہی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پہیر لیگی اگرچہ کلام تناقض ہے اسواسطے کہ
زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہے اور اوسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنى فانا عبد لزيد فاشتراه معتمدا على
مقالته فاذا هو حر اى ظهر حرا فان كان البائع حاضرا او غائبا غيبة معروفة يدرى مكانه فلا شىء على العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے
کہ مجکو خرید کر کہ مین زید کا غلام ہون سو اوسنے خرید کیا اوسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنے اوسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو یا غیبت
معروفہ غائب ہو یعنی مکان اوسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھہ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنے قابض سے ثمن پہیر لینا متصور ہے ولا لا يرجع المشترى على العبد
بالثمن خلافا للثانى اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اوسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پہیر لیگا بخلاف ابو یوسف کے ھم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ
ایک روایت ہی اون سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنى فقط او انا عبد فقط لا رجع عليه اتفاقا اور اگر اوسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام
ہون فقط تو اوسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فى الدرر ھم عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت مین یہہ ہے کہ کبہی آزاد کی خرید اوسکی خلاصی کیواسطے ہوتی ہی چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل
حرب سے اور عدم رجوع کی وجہ دوسری صورت مین یہہ ہے کہ ایک شخص کا ہر غلام ہوتا ہی کسیکا اور اوسکا خریدکرنا صحیح نہین چنانچہ اوسکا تبہ کی خرید و رجع العبد على البائع اذا ظفر
به اور غلام ثمن پہیر لے بائع سے جب اوسکو پاوے بخلاف الرهن بان قال ارهنى فانى عبده لم يضمن اصلا والاصل ان الغرور يوجب الضمان فى ضمن عقد
المعاوضة لا الوثيقة بخلاف رہن کے اسطرح کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکہلے کہ مین غلام ہون پہر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہی تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہہ
ہی کہ دہوکہا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی نہین ضمان اسواسطے ہی کہ وہ عقد معاوضہ ہی اور رہن مین دہوکا موجب ضمان نہین کہ وہ عقد
وثیقہ ہی نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برهن انه وقف محكوم بلزومه قبل والا لا لانه برد الوقف لا يزيل الملك بخلاف الاعتاق فتح واعتمد
المصنف تبعا للبحر على خلاف ما صوبه الزيلعى فى تقدم فى الوقف وسيجئ آخر الكتاب ایک شخص نے زمین بیچی پہر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوفہ ہی جسکے لزوم وقف کا
قاضی کا حکم ہوگیا ہی تو یہہ تناقض مقبول ہی اور نہین تو نہین یعنے وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین ہی اسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی مزیل ملک نہین بخلاف عتاق کے کذا فی الفتح
اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصویب زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہوچکا اور آخر کتاب مین آویگا ھم اشتراط حکم قاضی
لزوم وقف مین امام کا قول ہے اور فتوی زوال ملک پر ہی مطلقا اشترى شيئا ولم يقبضه حتى ادعاه آخر انه له لا تسمع دعواه بدون حضور البائع والمشترى
للقضاء عليهما خرید کی ایک چیز اور اوسپر قبضہ نہین کیا تہا کہ دوسرے شخص نے اوسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہی تو دعوی اوسکا مسموع نہین بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے
تا حکم قاضی اون پر جاری ہووے ولو قضى له بحضرتهما ثم برهن احدهما على ان المستحق باعه من البائع ثم هو باعه من المشترى قبل ولزم البيع وتمامه فى
الفتح اور اگر مدعی کیواسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پہر بائع یا مشتری گواہ لاوے کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتہہ بیچا تہا پہر بائع نے اسکو مشتری کے

ثابت ہجا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے لا عبرة بتاریخ الغیبة بل العبرة لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند الدعوی غابت عنی ہذہ الدابة منذ سنة فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع من العصمة فقال البائع لی بینة انہا کانت ملکا لی منذ سنتین مثلا وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومة بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہیں کچھ اعتبار غائب ہونیکی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعوے کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہہ جانور غائب ہوگیا ایک برس سے تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اسحال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہیں کہ یہہ جانور میرا مملوک تھا دو برس سے مثلا اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی بلکہ مستحق کیواسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوی کے کہ ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف سے ھم دونوں طرف سے یعنے دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہ ہے کہ منح الغفار میں محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الحاوی والعلم بکونہ مال الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو اشتری ولد مشتراة یعلم غصب البائع ایاہا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن وان اقر بملکیة المبیع للمستحق درر اسکا معلوم ہونا کہ مبیع غیر کی مملوک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک منع نہیں تو اگر مشتری نے ام الولد بنایا اوس خریدی لونڈی کو جسکو جانتا ہے کہ بائع نے اسکو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب نہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیر لیگا بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہوتا وفی القنیة لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ورجع لم یبطل اقرارہ فلو عاد الیہ بسبب امر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا لم یقر لانہ محتمل بخلاف النص اور قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق غیر کی مشتری کے قبض میں اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہ ہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اوسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اوس صورت کے جب کہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار نکیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صریح اقرار کے یعنے اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن یہہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادة انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لابد من الشہادة علی مضمونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنے ثبوت سے کہ یہہ نوشتہ ہے فلانے قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہیں بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے ھم ذخیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس ایک گدہا مستحق غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل پائی پھر بائع کو اوسنے سمرقند میں پایا سو اوسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لیگیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا مستحق علیہ گواہ لایا کہ یہہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس پر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا حکم دینا جائز نہیں تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی ندیں کہ بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتہہ سے گدہا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس بائع سے حکم دیا کذا فی العمادیہ وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادة والوکالة من محاضر وسجلات وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالة وشہادة لانہا لتحصیل العلم للقاضی ولذا لزم اسلامہم ولو الخصم کافرا [illegible] اعتماد کا حکم ہے سوائے نقل شہادت اور وکالت کے بمحاضر اور سجلات اور صکوک کہ اسواسطے کہ اونمیں ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اسواسطے کہ یہ دونوں قاضی کے علم حاصل کرنے کیواسطے ہیں اور اسیواسطے اسلام شہود لازم ہے اگرچہ خصم کافر ہو ھم یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہے اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اوسکے مضمون کے معتبر نہیں نقل شہادت کی یہہ صورت ہے کہ گواہوں نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی آپ حکم نکرے بلکہ گواہی لکھدے تا قاضی مکتوب الیہ اسپر حکم کرے اور مکتوب شہود وطریق کو سپرد کرے اور نقل وکالت کی یہہ صورت ہے کہ مثلا مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی وکالت نامہ لکھکر اوس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہے جسمیں قاضی حضور خصمین اور تداعی اور شہادت لکہی اور سجل وہ ہے جسمیں آکی اسند لکہی اور وہ اوسکے پاس ہوا اور صک وہ ہے جو مشتری اور شفیع وغیرہما کو لکھدے کذا فی الطحطاوی

ولا رجوع فی دعوی حق مجهول من دار صولح علی شیء معین فاستحق بعضها لجواز دعواه فیما بقی ولو استحق کلها رد کل العوض لدخول المدعی فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہین ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی مین جسکا مصالحہ ہوگیا شیء معین پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا اسواسطے کہ جائز ہے کہ مدعی کا دعوی باقی مین ہو مستحق مین اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیرا جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین واستفید منه ای من جواب المسئلة امران احدهما صحة الصلح عن المجهول علی معلوم لان جهالة الساقط لا تفضی الی المنازعة والثانی عدم اشتراط صحة الدعوی لصحته لجهالة المدعی به حتی لو برهن لم یقبل ما لم یدع اقرارا به اور اوس سے یعنے جواب مسئلہ مذکور سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شئے معین پر اسواسطے کہ نادانی شئ ساقط کی منازعت کو نہین پہونچاتی دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اوس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ لاویگا تو مقبول نہونگے جب تک یہہ دعوی کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنے اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا جاویگا کذا فی البحر ورجع المدعی علیه بحصته فی دعوی کلها ان استحق شیء منها لفوات سلامة البدل اور سب گھر کے دعوی مین اگر کچھ اوس مین سے مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر اوسکے حصہ کے پھیر لے بسبب فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دیکر اوس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیرے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سالم نہ رہا قید بالمجهول لانه لو ادعی قدرا معلوما کربعها لم یرجع ما دام فی یده ذلك المقدار وان بقی اقل رجع بحساب ما استحق منه مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا چنانچہ چوتہائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اوسکے ہاتھ مین اسقدر یعنی چوتہائی باقی رہا اور اگر اس مقدار سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب کے موافق مدعی سے پھیرے یعنی مثلا مدعی نے ربع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے پھیر لے کذا فی البحر الرائق **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو صالحه من الدنانیر علی دراهم وقبضها فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان هذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق البدل بطل الصلح فوجب الرجوع بدنانیره او حکم اخر فلینظر اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور درہمون پر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونیکے تو دنانیر کو پھیر لے اسواسطے کہ یہ صلح بمنزلہ صرف کے ہے پھر جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگئی تو اصل یعنے دنانیر کا پھیر لینا واجب ہوگیا کذا فی الدرر اور اوسی کتاب مین اسطرح کئی چند فرع اور مین ازانجملہ جاہیئے و فی المنظومة المحبية مهمة منها اور منظومہ محبیہ مین مسائل مہمہ ضروریہ مین ازانجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہے لو مستحقا ظهر المبیع + له علی بائعه الرجوع + بالثمن الذی قد دفعا + الا اذا البائع ههنا ادعی + بانه کان قدیما اشتری + ذلك من ذا المشتری بلا مرا + اگر ایک مبیع مستحق ظاہر ہوا تو مشتری کو اوسکے بائع سے اوس ثمن کا پھیر لینا جو ادا کر چکا ہے جائز ہے مگر جبکہ بائع نے یہان یہہ دعوی کیا کہ مین نے اس مبیع کو زمان قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر ایسا ہو کہ بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہین بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہو تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی الحواشی لو اشتری خرابة وانفقا + شیئا علی تعمیرها وحققا + ذاك یری بعدها کاملها + ثم استحق رجل تمامها + فالمشتری فی ذاك لیس راجعا + علی الذی خدا لذلك بائعا + ولا علی ذا المستحق مطلقا + بذا الذی کان علیها انفقا + اگر ویران زمین خرید کی اور کچھہ اوسکی مرمت مین خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد لینے اوسکے ٹیلون کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اوس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری کو یہ نہین پہنچتا کہ اوسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا پھیر سکتا ہے اوس مال کو جو اوسکی درستی مین صرف کیا ہے مستحق سے مطلقا رجوع جائز نہین ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہین لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی الحواشی وان مبیع مستحقا ظهرا + ثم قضی القاضی علی من اشتری به فصالح الذی ادعاه + صلحا علی شیء له اداه + یرجع فی ذاك بکل الثمن + علی الذی قد باعه فاستبن + اور اگر ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اوسکے مدعی سے کچھہ اوسکے مال دیکر صلح کر لی تو مشتری اس امر مین تمام ثمن اوسکے بائع سے پھیر لے یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی الحواشی وفی القنیة اشتری دارا وبنی فیها فاستحقت رجع بالثمن وقیمة البناء مبنیا علی البائع اذا سلم النقض الیه یوم تسلیمه وان لم یسلم فبالثمن لا غیر اور قنیہ مین ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اوسمین عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اوسکی تسلیم کے دن قیمت تھی پھیر لے بشرطیکہ منقوض یعنے لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کی قبضہ مین کر دے اور اگر قبضہ نکروا دیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے نہ کچھہ اور کذا لو استحقت

بجمیع بناءھا لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھہ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو حفر بئراً او نقی البالوعۃ او رم من الدار شیئاً ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقۃ کذا فی مسائل الحزا بن محمی لو کتب فی الصک فما انفق المشتری فیہا من نفقۃ او رم فیہا من مرمۃ فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کہودا یا نجاست کا چہ بچہ پاک کیا یا گہر میں کچھ مرمت کی پہر وہ گہر مستحق غیر نکلا تو اس کا صرف اوسکے بائع سے کچھ پہیر لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرفہ کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلے میں مذکور ہوچکا یہاں تک کہ اگر بائع نے بیعنامہ میں لکہدیا کہ جو مشتری گہر میں صرف کریگا اور جہمیں کچھ مرمت کریگا تو وہ بائع کے ذمہ ہے درصورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی ھ فساد بیع کی وجہ یہہ ہے کہ یہہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اسکو مقتضے نہیں ولو حفر بئراً او طواھا یرجع بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فان اشترطاہ فسد اور اگر کنواں کہودا اور اوسکی مین بنائی تو مین کی قیمت پہیر لے نہ کہودنیکی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کر لیں تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیۃ ان تنظر علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ وبالجملۃ فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس بقیمۃ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ جص او طین تمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہر کہودی تو اگر اوسپر پل بنایا تو بنای پل کی قیمت پہیر لے نہ نہر کہودنیکی خرچ کو اور خلاصہ یہہ ہے کہ پہیر لینا تو اسوقت ہے جب کہ اوسمین کچھہ عمارت بنا دی یا درخت لو دیے اوس چیز کی قیمت پہیر لیگا جسکا توڑنا اور بائع کا اوسپر قبضہ کرا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پہیر لیگا اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرہوین فصل میں ہے وفیہا شری کرماً فاستحق نصفہ لہ رد الباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ او فصولین میں ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پہیر دینا جائز ہے اگر باغ اوسکے پاس متغیر نہوا ہو اور اوسنے اوسکا پہل کہایا ہو ولو شری ارضین فاستحقت احدہما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعدہ لزمہ غیر المستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پہیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو اوسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اوسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق العبد او البقرۃ لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب القن او برذعۃ الحمار لم یرجع بشیء وکل شیء یدخل فی المبیع تبعاً لا حصۃ لہ من الثمن لکن یتخیر المشتری فیہ قنیہ اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اوسپر جو خرچ کیا ہے اوسکو نہ پہیر لے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدہے کی پیٹہہ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھہ پہیر لے اور جو چیز کہ بیع میں تبعاً داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اوسکا کچھہ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پہیر دے کذا فی القنیہ ولو استحق من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعۃ ولکل ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف لہ ان یرجع قال الا تری ان المشتری الثانی لو ابرأ الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حراً فلکل الرجوع قبلہ خانیہ اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلے مشتری کی ہاتھہ سے تو یہہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پہیر لے اپنے بائع سے بلا اعادۃ گواہ لیکن نہ پہیرے قبل اسکے کہ اوسکا مشتری اوس سے پہیر لے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف نے کہا کہ اوسکو پہیر لینا قبل رجوع کے بہی درست ہے ابو یوسف نے کہا کیا تو نہیں دیکہتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن معاف کر دے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اپنے پہیر دینے کے کذا فی الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے خبردار رہنا ولو اشتری عبداً فاعتقہ بمال اخذہ منہ ثم استحق العبد لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پہر اوس سے مال لیکر آزاد کر دیا پہر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پہیر لے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اوسکو اوسکا بعینہ پورا مال ملگیا ولو اشتری داراً بعبد واخذت بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گہر خرید کیا عوض غلام کے اور وہ گہر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پہر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہوگیا اور بائع شفیع سے گہر لیگا بسبب باطل ہونے بیع کے

باب السلم

یہہ باب ہے سلم کے احکام میں ھ مصنف نے اوس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کی اور

صرف نہ بجائے مرکب سکے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہے اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس نے آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز میں تو وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہے بہ اعتبار حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کیواسطے بالفعل محتاج ہے اور غنی نفع آئندہ کے واسطے کذا فی الکافی وہو لغۃ التسلیف وزنا ومعنی سلم بفتحتین لغت میں سلف کی مانند ہے وزن اور معنے میں ہم معنی ہیں ہے کہ پیشگی ثمن پیشگی دیا تو عرب بولتے ہیں کہ سلف فی کذا واسلم واسلف کذا فی النہر وشرعا بیع آجل وہو المسلم فیہ بعاجل وہو راس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ مدت والی چیز مسلم فیہ ہے اور بلا مدت راس المال ہے جیسے مثلاً پہلے روپیہ دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہوں یا جو خرید کرنا یہ کلام سلم سے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہی ہے جو بیع کا رکن ہے یعنی ایجاب اور قبول یہاں تک کہ سلم منعقد ہوتی ہے بیع کے لفظ سے قول اصح میں ہے اور قول غیر اصح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن انعقاد بیع بلفظ سلم باتفاق روایات سے سلم میں ایجاب اور قبول اسطرح ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اسلمت او سلفتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی النہایۃ ویسمی صاحب الدراہم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور جس نے دراہم دیئے اس کو رب السلم اور مسلم کہتے ہیں ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلا المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ بولتے ہیں اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ ولرب السلم فی الثمن والمسلم فیہ لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں مسلم الیہ کی ملک ہے اور ثمن میں رب السلم کی ترکیب میں لف ونشر مرتب ہے ہم رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار دین فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہیں کذا فی النہر ویصح فیما امکن ضبط صفتہ بکیل او وزن وذرع وعد اور صحیح ہے سلم اوس چیز میں جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اوس چیز کا عمدہ ہونا اور متعین ہونا ہے مبلغ صفت اور معرفت مقدار ہوسکے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اوسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہ ہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعۃ ہوگی جائز نہیں ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون وخرج بقولہ مثمن الدراہم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافا لمالک اور صحیح ہے سلم اوس چیز میں جسکی صفت ومقدار کا صدود کرنا ممکن ہو چنانچہ مکیل اور موزون جو مثمن ہے مثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ دراہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہیں لیکن یہ اثمان ہیں نہ مثمن تو انمیں سلم جائز نہیں یعنے دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہیں ہوسکتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس ... اولبن بکسر الباء واجر ملبن معین بان صفتہ ومکان ضربہ خلاصہ اور چنانچہ عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور ... اور اینٹ اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جسکی صفت اور پاتھنے کا مکان مصرح ہوگیا ہو کذا فی الخلاصہ ہم عددی متقارب سے مراد وہ چیزیں جسکے افراد قیمت میں متفاوت نہوں اور اوسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق میں کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی ککتوب بین قدرہ وطولہ وعرضا وصفتہ کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام او مصر او زید او عمرو ورقتہ او غلظہ ووزنہ ان بیع بہ فان الحریر کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والخز کلما خف وزنہ زادت قیمتہ فلا بد من بیانہ مع الذرع اور چنانچہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے وہ کپڑا جسکی مقدار مصرح ہوگئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اوسکی مصرح ہوگئی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا یا کتان کا یا دونوں سے مرکب اور اوسکی صنعت کا بیان ہوگیا ہو چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمرو کا اور یہ تصریح ہوگئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اوسکی مشرح ہوگئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسواسطے کہ دیبا جتنا گران وزن ہوتا ہے قیمت اوسکی زیادہ ہوجاتی ہے اور حریر جتنا کہ ہلکا ہوتا ہے قیمت اوسکی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑوں میں وزن کا بیان بھی ضرور ہے گز کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان اسواسطے صحت سلم کی شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہے لا یصح فی عددی متفاوت وہو ما یتفاوت مالیتہ کبطیخ وقرع ورمان ... فلم یجز ہذا بلا ... صحیح نہیں سلم عددی متفاوت میں عددی متفاوت وہ ہے جسکی مالیت میں تفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اوسکے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور موتی اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں لیکن بلا تمیز یعنی بلا ذکر ضابطہ چنانچہ طول یا غلظ یا غیر ذلک ... جائز نہیں کذا فی الفتح وما جاز عددا جاز کیلا ووزنا اور جس میں سلم جائز ہے گنتی کے اعتبار سے اوس میں کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہے کذا فی النہر ...

جسمین کیل جائز ہے اسمین وزن بھی جائز ہے اور جسمین وزن جائز ہے اسمین کیل جائز ہے بقول معتمد اور کچی اینٹ مین کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر و یصحّ فی سَمَكٍ مَلِيحٍ وَمَالِحٍ لغةٌ رَدِیّةٌ اور صحیح ہے سلم خشک مچھلی نمک سود مین شارح نے کہا سمک ملیح لغت فصیح ہو اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہے وَفِي طَرِیّهٖ حِینَ یُوجَد وزناً وضرباً ای نوعاً معیناً لما ... اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی مین اوس وقت جبکہ وہ پائی جاتی ہے وزن سے اور اوسکی قسم بیان کرکے بیانِ وزن اور قسم خشک اور تازہ دونون کی قید ہے ہم طحطاوی نے کہا جواز سلم بوقت وجود ظاہرا تر مچھلی کی قید ہے ہو اسواسطے کہ خشک مچھلی بازارون مین ہر وقت ملتی ہے اگر بعض وقت بازار مین منقطع ہو تو سلم جائز نہین اقسام مچھلی کی بکثرت ہین جیسا سنگھڑ رہو اور چال اور پڑھن وزن اور بیان قسم ہو اسواسطے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہو جاوے لا عدداً للتفاوت جائز نہین سلم مچھلی مین باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنے مچھلی یکسان نہین جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع نہو ولو صغاراً جاز وزناً وکیلاً اور اگر مچھلیان چھوٹی ہون تو اونمین وزن اور پیمانہ دونون جائز ہین یعنے بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع ہو وَفِی الکبارِ روایتانِ مجتبی اور بڑی مچھلیون مین دو روایتین ہین کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن مین مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہین اور متون مین تو جواز ثابت ہو کذا فی الطحطاوی لا فی حیوانٍ ما خلافاً للشافعی سلم جائز نہین کسی جاندار مین بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اسمین جائز نہین ہو اسواسطے کہ حدیث مین نہی وارد ہے سلف فی الحیوان سے اور ہو اسواسطے کہ یہان حیوان منضبط نہین ہو سکتا اگرچہ ضبط ظاہر ممکن ہے کذا فی البحر واطرافِهٖ کرؤسٍ واکارعٍ خلافاً لمالكٍ وجاز وزناً فی روایةٍ اور سلم جائز نہین جانور کے اطراف مین چنانچہ اوسکے کلہ پایون مین بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت مین سلم جائز ہے تولکر ولا فی حطبٍ بالحُزَمِ ورطبةٍ بالجُرَزِ الّا اذا ضُبِطَ بما لا یؤدّی الی النزاع وجاز وزناً فتح اور سلم جائز نہین لکڑیون مین گٹھے باندھکر اور نہ رطبہ مین مٹھی باندھکر مگر جبکہ اسطرح ضبطا اور تعیین ہو جاوے کہ باعث نزاع نہو اور لکڑیون اور رطبہ مین تولکر سلم جائز ہے کذا فی الفتح ہم تعیین قاطع نزاع کی یہہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہے اوسکا طول مصرح ہو جاوے اسطرح مقام گفتگو باقی نہ رہے حُزَم بضم حاء حطی وفتح زا معجمہ جمع ہے حزمہ کی یعنے گٹھا اور جرز بضم جیم وفتح را مہملہ جمع ہے جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحطاوی وجوهرٍ وخرزٍ اور سلم جائز نہین جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ہم خرز بالتحریک وہ چیز ہے جو گلے مین پہنی جاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہرا جواہرات اور موتیون مین بطریق وزن کے بھی سلم جائز نہین ہو اسواسطے کہ دو موتیون مین تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت مین اگرچہ عدد اور وزن مین اتفاق ہو کذا فی الطحطاوی الّا صغارَ لؤلؤٍ تباعُ وزناً لانّه انّما یعلم بہ مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہین تولکر ہو اسواسطے کہ اونکی قیمت تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحطاوی نے کمی سے نقل کیا کہ یہی حکم چھوٹے سنار جواہر کا ومنقطعٍ لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور اوس نایاب چیز مین سلم جائز نہین جو بازارون مین نہین ملتی عقد سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار مین نہو اور گھرون مین ہو تو اوسکا اعتبار نہین ولو انقطع فی اقلیمٍ دون اٰخر لم یجز فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم مین نہ دوسری اقلیم مین تو سلم جائز نہین منقطع مین یعنی اقلیم عدیم الوجود مین شئ منقطع کی سلم جائز نہین ہو اسواسطے کہ اوسکا لانا بدون مشقت عظیم کے متصور نہین تو عجز عن التسلیم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق خُیّر ربُّ السلم بین انتظار وجودہٖ والفسخ واخذ رأس مالہٖ اور اگر مسلم فیہ منقطع ہوئی بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اوسکے پیدا ہونیکا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور راس المال لے ولحمٍ ولو منزوعَ عظمٍ وجوّزاہ اذا بیّن وصفہ وموضعہ لانہ موزون معلوم وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ وعلیہ الفتوی فی بحر وشرح مجمع اور گوشت مین سلم جائز نہین امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے جبکہ اوسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا ہو مطلب کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر وشرح المجمع ہم اتقانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت مین سلم جائز ہے بشرط بیان جنس اور سن اور نوع اور صفت اور موضع اور مقدار کے یعنی گائی کا گوشت یا بکری کا جانور کیسا ہو خصی یا کم و بیش نر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم و بیش کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی انّہ یصحّ فی المنزوع بلا خلافٍ انّما الخلاف فی غیر المنزوع فلیتنبّہ لیکن قہستانی مین ہے کہ ایسے ہی گوشت مین سلم جائز ہو بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اوس گوشت مین ہے جسکی ہڈی جدا نہین ہوئی خبردار رہو لکن صحّح غیرُہ بالرّوایتین فتدبّر لیکن غیر قہستانی نے تقریر کی ہے دو روایتونکی سوال کرتا ہم یعنی امام سے دو روایتین ہین ایک روایت مین مطلقاً سلم جائز نہین اور دوسری روایت مین تفصیل کر

یعنے وہ نو لکن جو شارح کے کلام میں ہیں ۱۲

ہو گا شاید اسنے کہا کہ سند لکن کا حذف کرنا بہتر تہا یعنی اوسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہو الثواب استدراک کی کیا ضرورت ہی تو گوشت کیوجہ جوازہ کا حکم اتفاقاً ہو اذیہ او راگر قاضی
جواز سلم لحم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فے البزازیہ وفی العینی انہ ینبغی عندہما مثلیٌّ عندہما اور عینی میں ہی کہ گوشت امام کے نزدیک قیمی ہے اور صاحبین کے نزدیک
مثلی ولا بمکیالٍ وذراعٍ مجہولٍ قید بہما اور جائز نہیں سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول وہ لزن کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ھم علمی نے کہا پیمانہ معین اور
گز معین مراد ہی اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفا متعذر ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا تو سلم جائز ہی وجوّزہ الثانی فی الماء قربًا
للتعامل فتح امام ابو یوسف نے سلم کو جائز رکہا ہی پانی میں مشکون بہر کے بسبب رواج کے کذا فے الفتح ھم یعنے سقے سے چند مشکین پانی کی خریدکرنا معین مشک سے جائز ہے
ولا فی طعامِ قریۃٍ بعینہا او ثمرِ نخلۃٍ معیّنۃٍ الّا اذا کانت النسبۃ لثمرۃ او نخلۃ او قریۃ لبیان الصفۃ لا لتعیین الخارج کقمح مرجی او بلدی بہ بلادنا فالمانع و
المقتضی العرف فتح اور جائز نہیں سلم مخصوص کاؤن کے گیہون اور معین کہجور کے درخت کے پہل میں مگر جب کہ نسبت پہل اور کہجور کے درخت اور گاؤن کے بیان صفت
واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شئے خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہون کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی سلم کا عرف ہی ہے
ھم یعنے اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہی تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پہل میں سلم اسواسطے ناجائز ہے
کہ شاید کسی آفت سے گیہون اوس گاؤن میں یا پہل اوس درخت میں نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہے تو اسمین احتمال فسخ عقد کا ہی لہذا صحیح نہیں علاوہ برین وہ چیز
فی الحال معدوم بہی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کیطرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہہ احتمال کہ شاید اقلیم میں بہی گیہون نہ پیدا ہون احتمال
ضعیف ہی ولا فی حنطۃٍ حدیثۃٍ قبل حدوثہا لانہا منقطعۃ فی الحال وکونہا موجودۃ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہیں سلم نئے گیہون میں قبل
اونکے پیدا ہونیکے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا اونکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت مشروط ہے کذا فی الفتح ھم فتح القدیر میں ہے کہ مسلم فیہ کا
موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی تو اگر عقد کے وقت منقطع ہوا اور حلول کیوقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونون وقتون کے مابین میں منقطع ہو
اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہیں اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہی وفی
الجوہرۃ اسلم فی حنطۃ جدیدۃ لا وفی ذرۃ حدیثۃ لم یجز لانہ لا یدری ایکون فی تلک السنۃ شیء ام لا فلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم
من قولہ جدیدۃ عامہ مفسد لہ ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ میں ہی عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چنے میں تو جائز نہیں کیونکہ
معلوم نہیں کہ اوس سال میں وہ پیدا ہوگا یا نہیں میں کہتا ہون اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقہ سلم میں یہہ قول لکہا جاتا ہی کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد
سلم ہے یعنی مفسد ہی قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہیں وشرطہ ای شروط صحتہ التی تذکر فی العقد سبعۃ
بیان جنسٍ کبرٍ او تمرٍ وبیان نوعٍ کسقیٍ وبعلیٍ وصفۃٍ کجیدٍ وردیٍ وقدرٍ ککذا کیلًا لا ینقبض ولا ینبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط جو عقد میں
مذکور ہوتی ہین سات ہین ا بیان ہی مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون یا کہجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ آدمیون کی سینچی یا بارش تہا تیکی سینچی ۳ بیان اوسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ادنیٰ خالص گیہون یا گیہون
کیل کا جو نہ سکڑے نہ پہیلے ۴ بیان مقدار مسلم فیہ کا لفظاً یعنی کیل ہوگی اس کیل سے جو سکڑے اور پہیلے نہیں واجلٍ واقلّہ فی السلم شہرٌ بہ یفتی ۵ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم میں ایک مہینہ ہی اسیکا فتوی ہے ھم مقدار مدت میں اختلاف
اور اصح وہ ہی جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہی کیونکہ ادنے عاجل اور اقصے آجل ہے اور ماخوذ ہی مسئلہ یمین سے یعنی جو قسم کہائی کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اوسنے قبل تمام
مہینہ کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ مادون مہینہ کے حکم عاجل میں ہے اور مہینہ اور مافوق اوسکے آجل ہے علما نے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر (قولہ)
الحاوی لا بأس بالسلم فی نوعٍ واحدٍ علی ان یکون حلول بعضہ فی وقتٍ وبعضہ فی وقتٍ آخر اور حاوی میں ہے کہ سلم کرنیکا کچہ مضائقہ نہیں نوع واحد میں
اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایکوقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت میں ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیأخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالًا
لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولذا اشترط دوام وجودہ لتدام القدرۃ علی تسلیمہ بموتہ اور باطل ہو جاتی ہی مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب
السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لیگا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسیواسطے یعنے ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے کیواسطے
دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہی صحت سلم میں تا اوسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اوسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو

بیان شروط صحت سلم

وبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کما فی مکیل وموزون وعددی غیر متفاوت واکتفیا بالاشارۃ کما فی مذروع وحیوان اور مقدار رأس
المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو رأس المال کی مقدار سے چنانچہ کیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان
میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب رأس المال کے طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اوسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر رأس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی
ہے اسواسطے کہ مذروع میں گزون کا معلوم ہونا شرط نہیں کیونکہ عقد اوسکی مقدار سے متعلق نہیں ہوا اسواسطے کہ مسلم فیہ گزون کی شمار پر تقسیم نہیں ہوتا اسواسطے اگر گز بڑھ
جاوے یا اسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اوسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الکافی قلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد رأس
المال ابن کمال ہم جواب دیتے ہیں امام کے طرف سے کہ کبھی مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کے تحصیل میں تو رأس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صرح ابن کمال یعنی
اگر مقدار رأس المال کی معلوم نہو گی تو تنازع واقع ہوگا وقد ینفق بعضہ ثم یجد باقیہ معیبا فیردہ ولا یستبدل لہ رب السلم فی مجلس الرد فینفسخ
العقد فی المردود ویبقی فی غیرہ فیلزم جہالۃ المسلم فیہ فیما بقی ابن ملک فوجب بیانہ اور کبھی مسلم الیہ بعض رأس المال کو خرچ کر ڈالتا ہے پھر باقی رأس المال کو
عیب دار پاتا ہے تو اوسکو پھیر دیتا ہے اور رب السلم مجلس رد میں اوسکا بدل نہیں دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا اوسقدر رأس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود میں
تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی ملتقی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان رأس المال کی مقدار کا والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل ومؤنۃ
اور ساتویں ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اوس مسلم فیہ میں جسمیں باربرداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی باربرداری میں کلفت اور مشقت ہو وہاں بیان مکان
ایفا شرط ہے مانند مشک اور سوتی کے ومثلہ الثمن والاجرۃ والقیمۃ اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قیمت ہے ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو
مکیل یا موزون کے عوض بیچا اور ادھار خرید کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گہر یا جانور اجارہ لیا بعوض مکیل یا موزون
کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گہر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زیادتی
کے مکیل یا موزون کسی شے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الکافی وعیّنا مکان العقد وبہ قالت الثلاثۃ
کالبیع والقرض والاتلاف والغصب قلنا ہذہ واجبۃ التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفا مسلم فیہ کے اور یہی
مذہب باقی تینون اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور
غصب کا متعین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کے طرف سے کہ بیع یعنی مبیع اور قرض وغیرہا واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا اونمیں وہی مکان متعین ہوگیا بخلاف پہلی صورتوں کے یعنی
سلم اور ثمن اور اجرت اور قسمت ثم شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلۃ منہا بریٔ ولیس لہ ان یطالبہ فی
محلۃ اخری بزازیہ ایفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اوسکے برابر ہیں ایفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اوس شہر کے کسی محلہ میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار
نہیں ہے کہ اوس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیہ وفیہا فلو شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین
الاجارۃ والتجارۃ اور بزازیہ میں قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لا کر پہونچانا اپنے گہر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں کیونکہ جمع
ہو جاتے ہیں دو عقد ایک یعنی اجارہ اور تجارت ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہے وما لا حمل لہ کمسک وکافور وصغار
لؤلؤ لا یشترط فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا ویوفیہ حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اوٹھانے کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ
مشک اور کافور اور چہوٹے موتی تو اوسمیں مکان ایفاء مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچا دے جہاں اوسکا جی چاہے قول اصح میں اور ابن
کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے ہم حمل اور مؤنت اوس چیز میں نہیں جسمیں پیٹہ پر لادنے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول مختار ہے کذا فی البحر
ولو عینا فیما ذکر مکانا تعین فی الاصح فتح لانہ یفید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر لیا اوسمیں جو مذکور ہوچکا یعنی جسمیں باربرداری کی حاجت نہیں تو مکان
مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح میں کذا فی الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطرہ راہ کی مفید ہے ویبقی من الشروط قبض رأس المال ولو عینا قبل الافتراق
بابدانہما وان ناما او مشیا فرسخا او اکثر اور باقی رہا شرط سے رأس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ رأس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین

سکو ہون بقدر فرسخ یا زیادہ وسا ہی چلے گئے ہون ھم مصنف اور شارح نے بیان شروط مین تغیر اسلوب ہواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہین ہین جنکا ذکر کرنا شرط
ہو بلکہ اونکا وجود بلا ذکر کافی ہو ولو کان خل لیخرج الله الداهم ان تواری عن المسلم الیه بطل وان بحیث یراه لا اور اگر رب السلم مکان مین داخل ہوا تا درہم
نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم باطل ہو گیا اور اگر ایسی جگہ داخل ہوا ہو کہ اوسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہین وصحت الکفالة والحوالة لو کان بدل
مالِ السلم بلا دین اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ھم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن اور رب السلم سے
قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور درصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ
باطل ہین اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال علیہ کے طرف متوجہ ہو گا کذا سے فے المحیط وھو شرط بقائه علی الصحة لا شرط
انعقاده بوصفها فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت لا
درصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہو گا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو ابی المسلم الیه قبض راس المال اجبر علیه خلاصه اور اگر
مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اوسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقی من الشروط کون راس المال منقودا وعدم الخیار وان لا یشتمل البدلان
احد علتی الربوا وھو القدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء تتحقق به اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور
نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتون سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کی ہونے سے ھم
قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہون مین اور اسیطرح زعفران اور گھی مین صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین مین وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہو کہ
نقود کی باٹ علیحدہ ہین اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا مین ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدھا العینی تبعا للغایة سبعة عشرا ور عینی نے باتباع
غایة التحقیق کے سلم کی شرطین سترہ شمار کی ہین ھم ازانجملہ چھہ شرطین راس المال مین یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اوسکا منقود اور مقبوض
ہونا اور نو شرطین مسلم فیہ مین یعنے بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو تعیین سے اور منضبط ہو
وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جسمین خیار الشرط نہو اور ایک
شرط بنظر بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتون مین سے ایک علت کا نہونا کذا سے فے المحیط ومن المنح وزاد المصنف ونقل القدرة علی تحصیل المسلم فیه اور اپنی شرح
مین مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ھم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہین باوجود اشتراط عدم انقطاع کے
نہر الفائق مین کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع علی الشروط الناص بقوله فان اسلم مائتی درهم فی کر بقیم فلشد یستقن ن
تعلاز وا القفیز ثمانیة مکاییك والمکوك صاع ونصف ای میمحال کون الماثنین مقسوم مائة دینا علیه ای علی المسلم الیه ومائة نقدا نقدها
رب السلم وافترقا علی ذلك فالسلم فی حصة الدین باطل لانه دین بدین وصح فی حصة النقد ولم یشع الفساد لانه طاری حتی لو نقد الدین فی
مجلسه صح فی الکل پھر مصنف نے شرط امن یعنی قبض راس المال پر اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درہم کا ایک کر گیہون مین حالانکہ دو سو یا نظر حق
مقسوم ہین کہ ایک سو درہم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایک سو نقد جنکو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہے کیونکہ
مبادلہ ہے دین کا دین سے اور یہ جائز نہین اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد
اوسکے بقدر دین باطل ہو گیا تا اینکہ اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درہم مین سلم صحیح ہو گا شارح نے کہا کہ بعض کا ف فلشد یہ ... عبارت ہے شاہ
قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ھم اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایکسو تیس درہم کا ولو اضافها الی الدین
او علی غیر العاقد فسد فی الکل اور اگر دو سو مین آدھے بیان رہوان اور ایکسو درہم یا ایکسو درہم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہو ولا
یجوز التصرف للمسلم الیه فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیه قبل قبضه بنحو بیع وشرکة ومرابحة وتولیة ولو ممن علیه حتی لو وهبه منه
کان اقالة اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے جیسے بیع اور شرکت اور مرابحہ اور

تو لیہ کے اگرچہ تصرفات مذکور تاسی شخص سے کرے جو اوسپر راس المال یا مسلم فیہ ہی یہان تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو ہبہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرے علم راس المال ہین اسواسطے تصرفات جائز نہین کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد مین اور تصرف کرنا اوسمین قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہی اور مسلم فیہ مین اسواسطے تصرف درست نہین کہ وہ مبیع ہی اور مبیع منقول مین قبل قبضہ کے تصرف جائز نہین شرکت کی یہ صورت ہی کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو مجکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہوا اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہی کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھہ مجکو فائدہ زیادہ کر دیدے یا اوسکے برابر دے تو مسلم فیہ مخصوص تیرا ہو و فی الظہیریۃ اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری مین ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنے بعض سلم مین اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو جیسے نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اوسکے کذا فی المحیط و لا یجوز لرب السلم شراء شئ من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہین رب السلم کو خریدنا مسلم الیہ سے کوئی چیز راس المال کے بعد اقالہ کے سلم صحیح کے عقد مین اگر سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون مین جائز ہو قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او راس مالک ای الا سلمک حالۃ قیام العقد او راس مالک حال انفساخ فامتنع الاستبدال خرید مذکور جائز نہین قبل قبضہ کرلینے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نہ لیگا تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنے اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہوگیا م یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہی اور اوس حدیث کو سمین گفتگو ہی لیکن یہ حدیث ابو داود اور ابن ماجہ اور ترمذی مین بالمعنے باین لفظ ابو سعید خدری سے مروی ہی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شئ فلا یصرفہ الی غیرہ یعنے جو ایک چیز مین سلم کرے وہ اسکو اوسکے غیر مین نہ پھیرے اور یہ مقتضی ہی کہ اسکو کچھ نہ لے مگر اوسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لجواز تصرفہ فیہ بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اوس سے استبدال جائز ہی لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس مین بسبب جائز ہونے اوسکے تصرف کے بدل صرف مین بخلاف سلم کے یعنے راس المال مین تصرف جائز نہین ہم یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہی کہ بدل صرف پر قبضہ کرلیا ہو اقالہ کی مجلس مین اسواسطے کہ صرف مین تعیین حاصل نہین ہوتی بدون قبضہ کے کیونکہ اوسکا استبدال جائز ہے تو اوسمین قبض سے مجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اوسکے اقالہ مین استبدال جائز نہین تو اوسمین تعیین بالقبض کی حاجت نہین لہذا اوسمین نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی المحیط و لو شری المسلم الیہ فی کر [illegible] و امر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء عما علیہ لم یصح الا ان یکیل مرتین ولم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر مین اگر اوسنے ایک کر گیہون مثلا خرید کیے اور خریدار مذکور نے رب السلم کو امر کیا اوسکے قبضہ کرلینے کا اپنے اوپر [illegible] اگر بیچکے واسطے تو صحیح نہین بسبب لازم ہونے کیل کے دوبار اور حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا م بیان ناپنا دوبار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع ہوے ایک عقد مسلم الیہ اور رب السلم مین اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور اوسکے بائع مین اور دونون عقد بشرط کیل تھے سو یہان حاصل نہین لہذا صحیح نہین اور اصل اسمین وہ حدیث ہی جسمین بیع طعام سے نہی وارد ہی تاوقتیکہ اوسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہی جب کہ دو عقد مجتمع ہون اور ایک عقد مین تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہی موزون اور معدود کا کذا فی المحیط و صح لو کان الکر قرضا و امر بقبضہ لانہ اعارۃ لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہوا اور اپنے مقرض کو وہ قبض کا امر کیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہی نہ بدلنا م صورت قرض یہ ہی کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہون قرض لیے پھر زید نے ایک کر گیہون خرید کیے اور خالد کو اوسپر قبضہ کرنیکا امر کیا ادای قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر جب مدت اوسکی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اوسپر قبضہ کرنیکا تو مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ [illegible] منہ ثم لنفسہ ففعل فانہ [illegible] لزوال المانع جیسا کہ قبض صحیح ہی اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اوسکے بائع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اوسکے امر کیا رب السلم کو واسطے قبض کرنیکا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اوسکو دو بار پیمانہ کیا یعنے ایکبار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے تو

یہہ قبض صحیح ہے بسبب دور ہوجانے بائع کے یعنی بائع قبض عدم کیل مرتین تہا سو یہاں دوبار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان
یکیل المسلم فیہ فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہا ای فی وعاء رب السلم بغیبتہ لم یصر قابضا فیصیر قابضا بالتخلیۃ وامر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ
ظرف البائع ثم لم یکن قابضا للحقیقۃ بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ شبہہ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ
مسلم فیہ کو ناپ کر میرے ظرف میں ڈالو سو ناپا اوسکے ظرف میں یعنے رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپا تو وہ قابض
ہوجائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسطرح کے ناپنے کو سو اوسنے ناپدیا بائع کے ظرفین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا
بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کے ظرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہے اور اول یعنے رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے
ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہاں سلم اور خرید میں فرق ہے کہ در صورت مذکورہ مشتری قابض ٹہریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود معین ہے تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کے
تو بائع اوسکا وکیل ہوگیا امساک ظرف میں بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اوسکا مالک نہیں ہوسکتا بدون قبضہ کے پہر جب
قبض صحیح نہ ٹہرا تو مسلم الیہ مستعیر ظرف ہوگیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کیواسطے کیل العین المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری ف
قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدی عین کا پہر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونوں کا بہر دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے
عین کو ہم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہوں کے ایک کر میں پہر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے متعین گیہوں بقدر ایک کر کے خریدے پہر
رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیہوں یعنے دین اور عین اسمین بہر دے تو اگر اوسنے پہلے عین گیہوں کا پیمانہ کیا ظرف میں تو عین کا قابض
ہوا کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بہی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے
قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہیں اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹہرا کہ مالک کا خلط ہوگیا قبل التسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الکفایہ و مصفا و
عکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیرہ بان نقض البیع والشرکۃ اور اسکے بالعکس یعنے پہلے دین کا پیمانہ کرنا قبض نہیں اور صاحبین نے مشتری کو مختار
کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اوتنے مال میں بائع کا شریک ہوجاوے ہم
امۃ فی کر بر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ وماتت فتقایلا لا یصح لبقاء المعقود علیہ وہو المسلم فیہ
وعلیہ قیمتہا یوم القبض فہو ما فی المسئلتین لانہ سبب لضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہوں میں اور لونڈی پر قبضہ کیا پہر رب السلم اور مسلم الیہ نے
سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مرگئی اوسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود
علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تہی اسواسطے کہ قبض ہی سبب ہے ضمان کا لہذا
یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ میں اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہے تا اینکہ وہ مقبوض ہو اور اسمیں
کچہ شک نہیں کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمہ باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہیں کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہے لہذا اوسکی قیمت
واجب ہوئی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور یہی حکم ہے مقایضہ میں ہم یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہوگیا
بیع میں کی عین کے بدلے
اسواسطے کہ بیع المقایضہ میں ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹہریگا بخلاف الشراء بالثمن فہلاک الامۃ
اصل فی المبیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ لونڈی اصل ہے بیع میں ہم یعنے اگر لونڈی کو مثلا ہزار درہم سے خریدا پہر لونڈی مرگئی
بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اوسکی موت کے بعد تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں لونڈی اصل ہے ثمن نہیں کیونکہ وہ مبیع ہے اور مبیع کا ہلاک
قبل القبض مبطل بیع ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی راس المال تہی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف المبیع
اور حاصل یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونیکے بخلاف بیع کے کہ اسمیں اقالہ جائز نہیں دونوں طرح کے ہلاک میں تقایلا البیع فی
عبد ثم ابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ اگر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام میں پہر غلام بہاگ

گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری کا در رہنہو او سکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال خود قائم ہے کذا فی القنیہ والقول لمدعی الرداءۃ والتاجیل لا لنافی الوصف وھو الرداءۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا ہے یعنی اگر ایک شخص کہے کہ مینے ردی یعنی ناقص شرط کیا تھا اور دوسرا کہے کہ مینے کچھہ شرط نہین کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا اور رداءت یعنی نقصان بیان بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہے تقدیر اجل سے لیکن یہان تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندھما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے او سکے ساتھی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اوسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ھم تعنت لغت مین اوس سے عبارت ہے کہ انسان وان گرے جہان سے نکل نہ سکے لیکن یہان تعنت سے مراد یہ ہے کہ اوسکا منکر ہو جو او سکے حق مین نافع ہے تعنت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھہ شرط نہین کیا تو یہان مسلم الیہ کا قول شرط الاجل مین معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ رأس المال پر عادت مین زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ مدت نہتھی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مسلم الیہ متعنت ہے اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنی مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یون کہنا کہ مینے ردی شرط کیا تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مینے کچھہ شرط نہین کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہتھی اور مسلم الیہ نے کہا بلکہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتمد ہے کہ مدعی صحت ہے اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب درر نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک دونون صورتون مین یعنی تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تھا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندھما للمنکر کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کیطرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کیطرف نہر الفائق مین ہے امام اور صاحبین کا مذہب کی تنبیہ مصرح ہے طحطاوی نے کہا عقد واحد پر اتفاق ہونا چنانچہ اسمقام مین ہے اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہے کیونکہ سلم بلا شبہ سلم فاسد ہوگا دوسرا عقد نہین بخلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور درصورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ھم طالب سے مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے وای برھن قبل وان برھنا فبینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونون گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہون پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ الا ان یبرھن الاخر وان برھنا فبینۃ المطلوب اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے مین تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے مگر جب کہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونون سلم مین اختلاف کرین یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہوا اور دوسرا مدعی ہو تو دونون قسم کہائین بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع ھو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا ھم یہہ لغوی معنی مین اور شرعی معنی استصناع یہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر چنانچہ موزہ گر کفشگر یا ٹھٹھیرہ سے کہے کہ مجکو اتنا تنا جوڑا موزہ کفش بنادے یا ایسی ایسی چیزین اتنا اتنا بنادے اور وزن اوسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنادے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر باجل ذکر علی سبیل الاستمھال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما سلم فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہے اگر اسمین مدت علی سبیل الاستمھال مذکور ہو نہ بطریق استعجال کیونکہ اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہین ہوجاتا پھر جب استصناع مؤجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی

قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیرہ ذلک ھھ اگر استصناع میں سلم کی مانند مدت ہو چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر اوسمین تعامل خلق جاری ہوا اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہوا اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو مثلاً جبکہ اوسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسوں تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ تو فراغت کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کیواسطے شرح زیلعی وغیرہ میں ایسا ہی کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس بات میں موضوع ہے جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہیں کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہوسکتا کیونکہ استیجار اوس عمل پر ہوا جو غیر کی ملک میں ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اوٹھا لیجا اس مکان سے اوس مکان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہ ہوگا اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں ولیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز کہا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو رائج ہے اجماع کی طرح زمانہ رسالت سے ابتک بلا انکار اور اسطرح کا تعامل احادیث میں مندرج ہے کہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور جسمین تعامل نہیں اوسمین عدم جواز بنظر قیاس مذکور ہے چنانچہ جولاہے سے بنوانا اور سکے سوت سے کمیص سلوانا درزی سے اوسکو سوت سے کذا فی فتح القدیر ویجری فیہ تعامل ام لا وقالا الاول استصناع استصناع مؤجل بأجل معلوم سلم ہے خواہ اسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہوا اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جسمین تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ سلم ویجوز فیہ ای الاجل فیما فیہ تعامل الناس کخف وقمقمۃ وطست بمھملۃ وذکرہ فی المغرب بالشین المعجمۃ وقد یقال طسوت جمع لا استصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول لوگون کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہو اور مغرب مین اسکو بشین معجمہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ طسوت بھی بولتے ہیں ھھ طست لغت طی میں طس بسین مشدد وتھا ایک سین کو تاء مثناۃ فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یون کہتا ویقال فی جمعہ طسوت تو شیئا تھا کذا فی الطحطاوی وبیعا لا عدۃ علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح جو مصنف نے اوسکے بیع ہونے پر تفریع کی اپنے آیندہ قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الآمر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر بنانے پر زبردستی کیجائیگی اوسکے بنانے پر اور بنوانے والا اوس سے پھر نہیں سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع ھو العین لا عملہ خلافا للبردعی اور استصناع میں بیع خود وہ شی مصنوع ہے نہ عمل اوسکا برخلاف ابوسعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اوسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اوسکا لینا صحیح نہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور مبیع متعین نہیں ہوجاتی آمر کے واسطے بدون اوسکی رضامندی کے تو صحیح ہے بیچ ڈالنا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اوسکے آمر کے اور اگر مبیع اوسکے واسطے متعین ہوتی تو اوسکا بیچنا درست نہوتا ولہ ای للآمر اخذہ او ترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ لا خیار للصانع بعد رؤیۃ المصنوع لہ وھو الاصح ھھ اور آمر کو یعنی آمر کو اوسکے لینے یا نہ لینے میں اختیار ہے بسبب خیار الرؤیت کے اور مفاد اوس کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اوس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہے کذا فی النہر ولکنہ یصح فیما لا یتعامل فیہ کالثوب الا بأجل کما مر اور استصناع صحیح نہیں اوسمین جسکو بنوانیکا لوگون مین رواج نہیں چنانچہ کپڑے مین مگر مدت ہو تو جیسا کہ باب السلم مین مذکور ہوچکا یعنی جسمین تعامل نہیں اوسمین فرمایش صحیح نہیں بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھیری تو اب مراعات تمام شروط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وھم لفضل ہندوستان مین طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اور اہل مقدور کتابین چھپواتے ہین تو ظاہر ایسے استصناع صحیح ہے بشرط ذکر قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھ نہ دیجاوے مگر فرمایش میں یہ قید ضرور ہے کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض وطول اتنا اور خط ایسا اور تعیین تعداد نسخ اور تعیین [illegible] منقول عنہ وغیر ذلک اور صاحب فرمایش کو بعد رؤیت کے اخذ وترک کا اور چھاپنے والے کو قبل رؤیت صاحب فرمایش کے بیع کتب مین اختیار ہے اور اگر بشرائط سلم مین مدت بھی ہو تو اوس صورت مین عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالی اعلم فان لم یکمل شرطہ ان ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال وان للاستعجال کعلی ان

[illegible]

لتفرعه عنه اما ان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال و تاخیر المطالبہ مذکور ہوا اور اگر استعجال کے
واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صانع سے یون شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہو تو یہہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ الی آخر
التقدم کیونکہ یہہ مدت بمنزلہ حال کے ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا السلم فی الدابس لا یجوز لما فی اجارۃ جواہر الفتاوی لو جعل الدبس اجرۃ لا یجوز
لانہ لیس بمثلی لان النار عملت فیہ و لذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم در شاب طبخ مین جائز نہین الی
الفتاوی کی کتاب الاجارہ مین مذکور ہے کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہین ہے اسواسطے کہ وہ مثلی نہین کیونکہ آگ نے اسمین اپنا عمل کیا ہے اور اسی
واسطے سلم اسمین جائز نہین تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر عین ہو یعنی بعینہ حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معاینہ اسمین ہو کہا نہین ہم دبس یا شیرہ پکتی
عبارت بہشل ہے سے سلم سمین اسواسطے جائز نہین کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہو کہ جلنے سے بہت گاڑہا ہوجاتا ہو اور کمی سے پتلا تو اوسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن
نہین بخلاف گہی کے کہ اسمین تاثیر آگ کی بحد معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گہی بگڑ جاتا ہے کذا فی الطحطاوی قلت و سیجئی فی الغصب ان الرب والقطر
والسکر والفحم والآجر والصابون والعصفر والسرقین والجلود والصبر بشعیر خلوط بشعیر قیمی فلیحفظ مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب الغصب
کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور پکی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور چمڑی اور کہال اور گیہون جو سے قیمت والی چیزین ہین مثلی نہین اسکو یاد
رکہنا چاہیے ہم شارح کا مطلب یہہ ہو کہ جب شیاء مذکورہ قیمی ہوئین تو انمین عقد سلم جائز نہین طحطاوی نے کہا باب السلم مین کہ رب وہ چیز ہے جو خرنوب سے نکلے
اور قطر ایک قسم ہے عسل قصب اور محشی مذکور نے کتاب الغصب مین کہا کہ رب عبارت ہے ہر پہل کے نچوڑے پانیکا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف مین وہ
جو شکر سے ٹپکے بحر الجواہر مین کہا کہ اصطلاح اطبا مین رب عبارت ہے اوس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پہر گاڑہا کیا جاوے آگ سے جوش دیکر
یا آفتاب مین رکہکر **باب المتفرقات** من ابوابہا و جاءنی الکنز مسائل منثورۃ فی الدرر مسائل شتی والمعنی واحد یہہ باب ہے ان
مسائل کے ذکر مین جو اپنے ابواب سے متفرق ہین اور کنز مین اس باب کو مسائل منثورہ اور درر و غرر مین مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہے ہم
عادت فقہا یہہ ہو کہ جو مسائل کہ ابواب متقدمہ مین چہوٹ گئے اور اپنے مواضع مین مذکور نہوئے تو اون سبکو یکجا مذکور کر دیتے ہین اور اونکو ہما ثلثہ سے کسی ایک نام
سے موسوم کرتے ہین اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ ولا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یصح و یضمن قنیۃ خرید
کیا بیل یا گہوڑا کچی مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہہ بیع صحیح نہین اور اوسکی کچہہ قیمت نہین اور اوسکے تلف کرنے والے پر تاوان نہین اور قول ضعیف
اسکے برخلاف ہے یعنے بیع صحیح ہے اور متلف پر ضمان ہے کذا فی القنیہ ہم جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہین تو اوسکا خریدکرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان
ہوا اسواسطے نہین کہ سیکہہ آلات لہو ہین و فی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف
سے روایت ہے کہ کہلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کہیلنا جائز ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ طرز بیان اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہہ قول بھی ضعیف ہے وصح بیع
الکلب ولو عقورا والفہد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعہا حتی الہرۃ وکذا الطیور علمت اولا سوی الخنزیر وہو المختار للانتفاع بہا وبجلدہا
کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتہی اور بندر اور درندون کی بیع اونکی باقی اقسام کے ساتہہ یہان تک
کہ بلی کی بہی بیع جائز ہے اور اسیطرح درندون پرندون کی خواہ وہ معلم ہون یا نہون سوا سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہو بسبب فائدہ لینے کے ان سے
اور انکی کہالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین پہلے ذکر کر چکے ہین ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقا جائز نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی مسند مین ہیثم عن عکرمۃ عن ابن عباس روایت کی قال
رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کے ثمن مین اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن
حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہے و تمامہ فی فتح القدیر فالنسخ بالمحرم وان کان مما لا ینتفع بہ بل یکرہ کالکلب العقور فحرام وہبانیہ
اور سنسکر یعنی کرنا بند ہے اگرچہ حرام ہو مانع اوسکی بیع کا نہین بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہو چنانچہ انگور کا نچوڑا یا پانی بیچنا شراب بنانیوالے سے کذا فی شرح الوہبانیہ **فرع**

صید مقصد نہ رکھا لا ینبغی اتخاذ کلب لا لحفظ زرع او غیرہ فلا بأس ومثلہ سائر السباع یعنی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا گر چور وغیرہ کی خوف سے
تو کچھ مضائقہ نہیں اور کتے کی مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ہم کہتے ہیں کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں گر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب
صید او ماشیۃ ینقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنے جو کتا رکھیگا سوائے شکار اور مواشی کے کتے کے تو اوسکے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹ جاینگے
وجاز اقتناؤہ لتصید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کیواسطے بالاتفاق کذا فی الفتح بیع
حمام کثیرۃ جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ یہ اقل قیمت بیع سے ہے
قنیہ اور صحیح ہے اوسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ وادنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت
کسرۃ خبز لا یجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیہ یعنے اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہیں کذا فی
الطحطاوی کما لا یجوز بیع ھوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہیں زمین کے کیڑوں کا بیچنا مانند خنافس
اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہے خنافس جمع ہے خنفساء کی بضم خا و جیم سکون نون و فتح فا کہ سیاہ کیڑا ہے گندہ بو سو اسکے فارسی میں اوسکو خبزدوک کہتے ہیں طحطاوی نے
کہا محیط میں ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو مال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے معالجے میں اسکے طرف حاجت ہے ولا
ھوام البحر کالسرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ہے چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے
لہذا اونکی بیع جائز نہوئی کذا فی الطحطاوی عن المجتبی وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع ما لہ ثمن کسقنقور وجلود خز وجمل الماء لو حیا و اطلق
الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے مچھلی کے اونکی بیع جائز نہیں اور قنیہ میں جائز کہا ہے اوسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہے چنانچہ سقنقور اور کھال
خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سقنقور جانور ہے گوہ کی مانند دریائے نیل کے کنارہ پر تقویت
باہ میں بے مثل ہے اور خز بفتح خا و تشدید زا ایک جانور ہے اوسکے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب خیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے
جسکا خصیہ جند بیدستر ہے صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اوس کپڑے کا ہو گیا جو اوسکے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو اللیث بیع الحیات
ان انتفع بہا فی الادویۃ وان لا لا ورد فی البدائع بانہ غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع
البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر اون سے فائدہ حاصل ہو دواؤں میں چنانچہ تریاق فاروق وغیرہ میں اور اگر فائدہ نہیں تو بیع
جائز نہیں اور منقول کو بدائع میں رد کیا ہے اسطرح کہ یہ کلام راست اور درست نہیں اسواسطے کہ جو چیز شرعا حرام ہوا وس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے
جائز نہیں مانند شراب کے تو اوسکی بیع کے مشروع کرنیکی حاجت واقع نہیں ہوتی ہم کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا کہ حرام چیز سے اسوقت علاج کرنا جائز ہے جب
اوسمیں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اوسکے قائم مقام نہو سکے اور توفیق بین القولین یہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا
سانپ کے استعمال میں مخصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالی اعلم ویجوز بیع دہن نجس
ومتنجس کما فی مناہ فی البحر الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات منجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم کو مسائل
بیعیں بیع فاسد کے باب میں سیتے ہم ذکر کر چکے ہیں ہم متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا وینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد کما مر اور فائدہ
لیا جاوے وہ متنجس سے چراغ روشن کرنا اوس مکان میں جو مسجد کے سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کعرف وسلم وربوا و غیرہا
اور کافر ذمی مسلم کی مانند ہے بیعوں میں چنانچہ صرف اور سلم اور ربا و غیرہ میں ہم ذمی مسلم کی مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہے تو جو بیاعات مسلم کو جائز نہیں وہ ذمی کو
بھی جائز ہیں اور جو مسلم کو جائز نہیں وہ اوسکو بھی جائز نہیں سوائے مستثنیات آئندہ کے فاذا الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا بل بخنق او ذبح مجوسی
فانہا کالخنزیر وقد امرنا بترکہم وما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اوس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی
کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہے اور ہم مامور ہیں اونکے عدم تعرض پر اور اونکے معتقدات کے ترک پر ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کا عدم

تعرض ان اشیا مین ہواسطے نہین کہ یہہ چیزین اونکے حق مین شرعًا مباح ہین چنانچہ البعض مین بالاجمرا ونکی حق مین بہی ثابت ہی کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب
باحکام شرعیہ ہین لیکن دو اشیا مذکورہ کی بیع سے روکے نہین جاتے کیونکہ وہ اونکی حرمت کے معتقد نہین اور ہم مامور ہین اونکو اعتقادیات کے عدم تعرض
و عن شرا ای الکافر کاف مصحفا فی البیع القاسد عبدا مسلما او مصحفا او شقصا منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا اور مصحف شریف کا
یا دونون مین سے کچہ حصہ مول لینا یعنے ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین ذکر کرچکی ہین ویجبر علی البیع اور کافر پر زبردستی کیجاویگی یجبر القاضی پر
یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہوگا لیکن حاکم زبردستی اوس سے بکوا ڈالے کیونکہ خست سی غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی سبب بے ادبی کا خوف ہے
ولو المشتری صغیرا اجبر علیہ ولیہ فلو لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اوسکا ولی جبر کیا جاسکے اور اگر صغیر کا کوئی
ولی نہو تو قاضی اوسکے واسطے ولی قائم کرسے تاکہ اوسپر بیعین زبردستی کیجاسکے وکذا لو اسلم عبدا و ابتیہ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جائیگا بیعین اگر کافر کا
غلام مسلمان ہوجاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام مین ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ابیضا اور کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اوسکو
مکاتب کیا تو جائز ہے پہر اگر مکاتب ادای بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو اوسکے مالک پر بہی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا
سعیا فی قیمتہا اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونون محنت مزدوری کرین اپنی قیمت کے ادا کرنے مین ولو
ضرب الولد فیہ مسلمۃ و ذلک حرام اور ذمی مستولد و زنا کیا جاوے مار کہ شرکہ مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہہ وطی حرام ہی فرع مسئلہ
لمحقہ شارح کا من عادتہ شراء المرد ان یجبر علی بیعہ د فعا للفساد عن وغیرہ وکذا المحرم اخذ صیدا ثم احرم ارسالہ لونڈے کا خرید کرنا جسکی عادت
ہی تو اوسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جائیگا دفع فساد کیواسطے کہ زنا فی البھرد غیرہ اور اسیطرح جس محرم نے شکار لیا تو اوسکے چہوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو کان علیہ مستقرض
الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہوگیا تو شراب ساقط ہوگئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو
متعذر ہی اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہوگیا تو دو روایتین ہین ایک روایت امام سی سقوط شراب کی ہی اور دوسری روایت ادای قیمت کی اور یہی قول ہی محمد کا
کذا فی الظہیریۃ وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا
جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اوسکے مشتری نے اوسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہی اوسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے
تو اوسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا لا مجرد نکاحہا استحسانا نہ فقط اوسکا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہی مشتری کا بطریق استحسان کے فلو نقض
البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی وھو المختار مر اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسف کے قول مین اور یہی مختار ہے
وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو ماتت قبل القبض لم یبطل النکاح وان بطل البیع فیلزمہ المہر للمشتری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے
مقید کیا ہی اوس قید سی جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سی نہوا اور اگر بیع کا باطل ہوجانا اوسکی موت سی ہو قبل قبضہ کرنیکے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہوگئی
تو اوسکے زوج پر مہر دینا مشتری کو لازم ہوگا ہم مشتری کیواسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر مین مذکور نہین اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہہ کیونکر ہوگا
کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کی مال سی اور مہر کا مالک مشتری ہوجاوے کہ قول فقہا ہیہ ہی کہ نفع بدلی نقصان کی ہی کذا فی البحر و اشتری شیئا منقولا فغر العقار لا یبیعہ
القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبۃ معروفۃ فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع
المبیع ای باعہ القاضی او ماموری نظر الغائب وادی الثمن وما فضل یمسکہ للغائب وان نقص تبعہ البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری
قبل قبض اور قبل ادای ثمن کے غائب ہوا غیبت معروف یعنے اوسکا مکان معلوم ہے اور اوسکے بائع نے گواہ قائم کئے اسپر کہ اوسنے اسکو بیچا ہی تو غائب کی
تو وہ چیز اوسکے قرض مین نہ بیچی جائیگی ہواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہان ہے تو بیع بیچی جاویگی یعنے
قاضی یا اوسکا نائب بیچے بلحاظ رعایت حال غائب کے اور ثمن بائع کا ادا کرے اور جو ثمن سی زیادہ ہو تو اوسکو غائب کیواسطے رکہ چہوڑے اور اگر ثمن سے
کم ہو تو بائع اوسکا پیچھا کریگا جب کہ اوسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید ہواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے

تو وانسی انکی نالش نہ سنیگی کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا اور مشتری کے نہ ہونے سے مرہون ہے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا اور مرتہن نے اپنے دین کے
واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اوسکی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین وان اشتری اثنان شیئا وغاب
واحدهما فللحاضر دفع کل ثمنه ویجبر البائع علی قبول الکل ودفع الکل للحاضر اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خرید کی اور اونمین سے ایک شخص غائب ہوا لیکن
طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اوسکا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجائیگی کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے
دینے پر وله قبضه وحبسه عن شريكه اذا حضر حتى ينقد شريكه الثمن بخلاف احد المستاجرين اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اوسکا روکنا اپنے
شریک سے جبکہ وہ سفر سے آئے یہانتک کہ اوسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنے اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے
مستاجر حاضر نے سب اجرت دیدی تو اوسکو حبس کرنا ادای اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف
المؤجر اور فرق بیع اور اجارہ مین یہ ہے کہ بائعکو حبس کرنا مبیعکا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف موجر کے
جبکہ بائعکو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنی ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھیرا اور مضطر کو رجوع کا
اور حبس مبیع کا اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونیکے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا مضطر نہوا اسواسطے کہ موجر کو حبس کا
استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر الا اذا شرط تعجیل الاجرة فحینئذ اگر جب کہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی درصورت شرط تعجیل اجرت اجارہ
درحکم بیع ہوگا یہہ بحث ہی صاحب نہر الفائق کی روایت مذہب باع شیئا بالف مثقال ذهب وفضة فلهما نصفان ای بالمثقال فیجب خمسمائة مثقال من
کل منهما لعدم الاولوية کوئی چیز بیچی ہزار مثقال سونے اور چاندی کے بعوض تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے ہزار مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے
بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہے تو جبکہ مثقال کی اضافت دونون کیطرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو
مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق مین کہا لیکن اس صورت مین بیان صفت جودت وغیرہ کا شرط ہے اور اگر یون کہا کہ ہزار درہم و دینار
دانیر ہیں تو بیان صفت شرط نہین کہ وہان جید ہی مراد ہونگے وفی بیعه شيئا بالف من الذهب والفضة فنصفان والمصرف للوزن المعهود فالنصف
من الذهب مثاقيل والنصف من الفضة دراهم اور کسی چیز کی بیع بعوض ہزار کے سونا اور چاندی کے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن
متعارف مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے یعنے پانسو دینار مثقالی اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے
کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی النہر ومثله له علی کر حنطة وشعير وسمسم لزم من كل ثلث كر وهذا قاعدة في المعاملات كلها كمهر ووصية ووديعة
وغصب واجارة وبدل خلع وغيرها في موزون ومكيل ومعدود ومذروع اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یون کہا کہ اوسکا میرے اوپر ایک کر گیہون
اور جو اور تل ہین تو ہر ایک تہائی کر کی تہائی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات مین جیسے مہر اور وصیت اور امانت اور غصب
اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور مکیل اور معدود اور مذروع مین کذا فی العینی مہر کی صورت یہہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور
فضہ سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین کئے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی
اور پانسو درم فضہ کے علی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہا موزون کی مثال جیسے کہ گیہون اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک مین سے
ثلث قنطار واجب ہوگا اور مکیل کی صورت خود شارح بیان کرچکا اور معدود کی صورت یہہ ہے کہ سو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہہ ہے کہ
سو گز کتان اور ریشم اور حریر کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی وقوله وزن سبعة فيه تقدم في الزكوة اور مصنف کا یہ قول وزن سبعہ کتاب الزکوٰۃ مین مذکور ہوچکا ہے یعنی
سبعہ سے مراد یہہ ہے کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہین اور ہر مثقال بیس قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الکمال ان اسم الدراهم
ينصرف للمتعارف في بلد العقد ففي مصر ينصرف للفلوس اور کمال الدین نے [illegible] بیان کیا ہے کہ درم کا نام ہر شہر مین اوسکے طرف جو مشہور ہو [illegible] مصر کے
تو مصر کے شہر مین درم فلوس مراد ہونگے وافاد في النهر ان فيه تختلف باختلاف الازمان فافتى اللقانى بانه [illegible] وثلثة فلوس [illegible]

الوا نقد الذی ہو باعتبار زمنہ ان عرف والا صرف للفضۃ لانہ الا کمل کما لو قیدہ بالنقرۃ کوقف الشیخونیۃ والصرغتمشیۃ ونحوھما فقیمۃ الدرہم
منھما کان اور نہر الفائق مین تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف ازمان کے سو لقانی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہے ساڑہی تین فلوس کے تو اگر وقف
کرنیوالا درم کو مطلق کہے چاندی یا تانبے کی قید نہ لگاوے تو اوسکے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اوسکے زمانے کا عرف معلوم ہوا ورنہین تو درم چاندی کے درم کیطرف
منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنے یون کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندیکا درم مراد ہوگا چنانچہ شیخونیہ اور صرغتمشیہ اور
اونکے مانند مین درم نقرئی کی قید لگائی ہے تو اوسکے درم کی قیمت دو نصف ہی ھم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین لقانی مالکی ہین کذا فی النہر طحطاوی
حموی سے نقل کیا کہ درم کی قیمت دو نصف ہونا یہہ کلام ہی صاحب نہر کا اور یہہ اوسوقت مسلم ہے جبکہ دراہم مذکورہ صاحب نہر متغیر نہو گئے ہون علاوہ
صاحب نہر خود ذکر کرچکا ہی کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہی تو اوس سے عدول کرنا نہ چاہئے وافاد المصنف ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذھب علی الفلوس النحاس بمصر
الآن فلا بد من مرجح فان لم یوجد فالعمل علی الاستیناف القدیمۃ للوقف کما عولوا علیھا فی نظائر کمعرفۃ خراج ونحوہ قال وبہ افتی
المنلا ابو السعود آفندی اور مصنف نے اپنی شرح مین تصریح کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور فلوس مسی پر مصر کے بالفعل کے عرف مین تو درم
نقرئی کی قید مین بہی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نہ پایا جاوے تو وقف کی عطایای قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہا نے نظائر وقف مین اوسپر اعتماد کیا ہے چنانچہ
معرفت خراج اور اوسکی مانند مین مصنف نے کہا اور اسیکا فتوی دیا ہے ملا ابو سعود آفندی نے ھم مرجح آخر کی وہ ہی جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنے اعتبار زمانہ
واقفین اگر معلوم ہوسکے والا بقول مصنف استیناف قدیم معتبر ہوگا استیناف قدیم سے مراد عطا قدیمی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قبض زیفا بدل جید کان له
علی اخرجہا ھلاکہ فلو علم ردہ انفقہ کان قضاء اتفاقا وتفق او انفقہ فلو قائما ردہ اتفاقا فہو قضاء لحقہ اور اگر ایک شخص نے کہوٹے درم یا نقرئی
قبض کیے عوض کہرے درمون کے جو دوسرے شخص پر اوسکے تہے اور درم خرچ ہوگئے یا اوسنے خرچ کرڈالے تو سمجہا اوسکے حق سے ادا ہوجانا ہو طرفین کے نزدیک
سو اگر کہوٹا ہونا اوسکو معلوم ہوا اور اوسنے خرچ کرڈالا تو ادای حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہوا اور اگر باوجود تلف سے کہوٹے درم اوسکے ادا ہوجانا ہو موجود ہون تو انکو
بالاتفاق پہیر دے ھم بحر الرائق مین ابو نصر نے کہا درہم زیف اعتبار سے درم مغشوش سے نہر الفائق مین ہی کہ درم زیف وہ ہی جسے بیت المال نے داخل ہوتا
وقال ابو یوسف اذا لم یعلم یرد مثل زیفہ ویرجع بجیدہ استحسانا کما لو کانت ستوقۃ او نبہرجۃ واختارہ للفتوی ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر
والشرنبلالیۃ فلیہ یفتی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کہوٹا ہونا معلوم نہوا تو بعد خرچ ہوجانے کے اوسکی مانند کہوٹے درم پہیر دے اور کہرے
درم اوس سے پہیر لے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نبہرجہ درم ہون تو ویسا ہی جائز ہے اور یہی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی کے واسطے
مین کہتا ہون اوسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین تو اسیکا فتوی دیا جاوے ھم ستوقہ وہ درم ہے جسمین چاندی کا تہر ہوا اور نبہرجہ وہ
درم ہو دار الضرب سلطانی مین نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسر فیہا ظبی ای انکسر رجلاہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان لکاسرہا
لا للآخذ فہو للآخذ لسبق یدہ المباح اور اگر چڑیا نے بچہ یا انڈہ دیا ایک مرد کی زمین مین یا ہرن کا پاؤن اوسکی زمین خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اوسکا مالک ہوگا جسنے
اوسکو پایا اور لیا کیونکہ اوسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہوگیا تو اگر کوئی مرد اوسکے پاؤن کو توڑیگا تو ہرن اوسکا ہوگا جسنے توڑا نہ لینے والیکا الا اذا ھیأ
ارضہ لذلک فہو له بکر جب کہ تیار زمین کے اپنی زمین کو اسکے واسطے مہیا کرکہا ہو تو صاحب زمین اوسکا مالک ہوگا نہ لینے والا وکان صاحب الارض قریبا من
الصید بحیث یقدر علی اخذہ لو مد یدہ فہو لصاحب الارض لتمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ اور یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو یعنے اگر ہاتہ بڑہاکر تو اوسکو
اوسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتہ پہیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہی بسبب اوسکے قادر ہونیکے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اوسکا مالک نہوگا کذا فی النہر
وکذا اشتمل بما ہو صید لا تعلق بشبکۃ نصبہا للجفاف او دخل دار رجل ودرہم او سکر ذرہ علی ثوب لم یتہیأ له سابقا ولو کفۃ لاجلہا فلہ
وکذا لو کفہ بذلکہ بھذا الفعل اور یہی حکم ہے شکار کی مانند ہے وہ شکار جو پہنس گیا اوس جال مین جو پہیلایا گیا تہا خشک کرنیکے واسطے یا شکار داخل
ہوگیا ایک مرد کے گہر مین اور درم یا شکر جو اوچہالے گئے دولہن والا کے واسطے سو اوس کپڑے پر پڑے جو سابق سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہین کررکہا اور نہ کپڑا

ف بائع از بیعنامہ دادن و گواہ کردن مجبور نیست مگر در صورتیکہ مشتری بیعنامہ و گواہان حاضر آرد

سنتیا گیا بعد اسکے تو اگر درہم اور شکر لینے کیواسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا اسمیں ٹیا ہو بعد پڑنے درہم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درہم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل
سے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے فعسل النحل فی ارضہ ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالہا شہد مکہی کا ہو اوسکی زمین میں تو وہ اوسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ
زمین شہد کیواسطے مہیا ہو یا نہو اسواسطے کہ شہد زمین کی زیادتی پیداوار سے ہوگیا ھم انزال الفتح ہی نزل البنفسین کی شعشنے تریخ دریا دشا نرم وغ کذا فی
الطحطاوی و شرنبلالی اشترے دارا فطلب المشتری ان یکتب لہ البائع صکا لا یجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا جاء بعدول و صک فلیس
لہ الامتناع من الاقرار اگر گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھانا چاہا تو اوسپر زبردستی نکیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد
کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں ھم صک وثیقہ ہے جسمیں اقرار بیع اور قبض ثمن کا
اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور شہادت کے واسطے جبر اسلیئے جائز نہیں کہ یہ مقتضائے عقد بیع نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری کے ہے اسلیے کہ
مشتری عدول ہی شاہدون کو لاویگا مزید احتیاط کے واسطے ورنہ اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر شہادت ضرور نہیں کذا فی الطحطاوی و شرنبلالی
قطنا فغزلتہ امرأتہ فکلہ لہ روئی خرید کی سو اوسکی زوجہ نے اوسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہے ھم چون کہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہیں کی تو لازم
زوج پر اجرت لازم نہو گی المرأۃ اذا کفنت بلا اذن الورثۃ کفن مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو متروکہ
زوج سے پھیر لے ولو اکثر لا ترجع بشیٔ قال رحمہ اللہ ولو قیل ترجع بقیمۃ کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے
جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جائے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے پھیر لے تو بعید نہیں طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر ہمیں مطلع نہیں ہوا
ھم ظاہر مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہان سے شارح نے یہ فروع نقل کی ہیں اور بعید نہیں کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما واشتری بہ او بالدراہم المغصوبۃ
شیئا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وھذا قیاس وقال ابو بکر کلاھما سواء ولا یطیب لہ کسب حرام سے کوئی چیز خرید کیا اور یا دراہم
یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدہ کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہیں دیا تو خیرات نکرے اور یہ قول قیاس
اور ابو بکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونون برابر ہیں اور اسکو فائدہ لینا حلال نہیں ھم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ سے ضمانت بیع اور ہوا اور
ظاہر قول ابو بکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بعوض دو سو غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بعوض عرض کے
بیچا پھر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہو اسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ
کذا لو اشتری ولم یقل بھذہ الدراہم واعطی من الدراہم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خرید کی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خرید کی اور ثمن دیا دراہم
یعنی دراہم مغصوبہ سے ھم فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت میں مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو
امام کے قول میں زائد مال کو تصدق کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اوسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خرید کی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خرید کی
اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہے ابو یوسف کے قول میں اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نکرے کذا فی الطحطاوی و نعم ذلک فی زمانہ کو عمل بھا ھل یجوز اخذ
مالم یعلم انہ اکتسب الحرام اپنا مال بطریق مضاربت کے اوس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اوسکی منفعت لینا جائز ہے جبتک معلوم نہو کہ اوسنے حرام
حاصل کیا ھم طحطاوی نے کہا مناسب یہ ہے کہ وہ مسئلہ جو خانیہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اوسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام لازم ہے یا نہیں تو تامل
کرنا چاہیے کہ اگر بائع اوس شہر اور اوس زمانے میں ہو جسکے بازارون میں اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں اور بنا حکم ظاہر پر رکھے اور اگر غالب
حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من رای لقطۃ لا یحل لہ اخذہ مالم یعلم جسنے دیکھا کہ آدمی نے اپنا کپڑا
پھینکا تو کسی کو اوسکا لینا جائز نہیں جبتک کہ آدمی اپنا کپڑا پھینکے کیوقت یون نکہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے ھم یہ قول ظاہر ابا حت کا ہے کیونکہ موجود
متعین نہیں اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا مبیح کی ملک پر جائز ہے اور جب اباحت کا قول معلوم نہو تو ظاہر الینا جائز نہیں کیونکہ لقطہ اصول ہے کذا فی
الطحطاوی باع الاب ضیعۃ طفلہ والاب مفسد فاسق لم یجز بیعہ ان یقسمتا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہے تو اگر

بیع جائز نہیں بطریق استحسان کیونکہ تصرفت لطفلها على ان لا ترجع عليه بالثمن جاز وهو كالهبة استحسانا ماں نے اپنے طفل کیواسطے کوئی چیز خریدی کی اس شرط پر
کہ صغیر پر رجوع ثمن نکریگی تو جائز ہے اور یہہ خرید ہبہ کی مانند ہو بطریق استحسان کے قال الاسير اشترني او قال فكني فشراه لا يرجع بالذي كان له الا قرضه قیدی نے
دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر یا مجھکو خلاص کر سوا وسنے اسکو خرید کیا تو جو اوسنے دیا ہے پھیر قیدی سے گویا اوسنے اوسکو قرض دیا ہے پھیر لینا احد القولين ہوا ومفتى به
عدم رجوع ہے اور اسیر مانند وہ شخص ہے جسکو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی المحيط وعن جامع الفصولين ولو قال بالف فشراه بالفين لزم يرجع به الفضل لا انه
تخليص لا شراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھکو مثلا ہزار درم سے خرید کر سو اوسنے اوسکو زیادہ ہزار درم سے خرید کیا تو اوس پر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ یہہ خلاص
کرنا ہے نہ خریدنا انتہی جامع الفصولین میں لزوم رجوع فضل مذکور ہے اور تقليل تخليص مفید لزوم ہے نہ عدم لزوم کذا فی المحيط شری دارا ودبغ وتاذى بجيرانه
يدل على الدوام يمنع وعلى الندرة يتحمل منه ایک گھر خرید کیا اور اوس میں دباغی یعنی چمڑا پکانا اور اوسکے پڑوسی اذیت پانے لگے تو اگر دباغی على الدوام کرتا ہو تو منع
کیا جاویگا اور اگر گاہ گاہ کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے ھم جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس یہ ہے کہ جو اپنی ملک خالص میں تصرف کرے وہ منع نکیا جائے اگرچہ
غیر کو ضرر ہو لیکن یہہ قیاس متروک ہے وہاں جہاں غیروں کو ضرر ہو بضرر صریح بعضوں نے کہا ہے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المحيط دی
شری لحما على انه لحم غنم فوجده لحم معز له الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور اوسکو بکری کا گوشت پایا تو اوسکو پھیر دینا جائز ہے
ھم غنم بکری کو بھی شامل ہے سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہے مگر یہہ کہ عرف میں غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہے قال زن لي من هذا اللحم ثلثة ارطال فوزن له
اجبر ومن هذا الجنب فوزن لم يجبر مشتری نے کہا کہ مجھکو اس گوشت سے تین رطل تولدے سو اوسنے تولدیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اوسکے لینے پر اور اگر کہا
اس بدلی میں سے تولدے اور اوسنے تولدی تو اوس پر لینے کیواسطے جبر نہوگا شری بزرا على انه بزر بطيخ فاذا هو بزر البطيخ او شری بزر البطيخ فاذا هو بزر القثاء
ان قائما رده وان مستهلكا فعليه مثله خرید کیا بیج اور وہ ربیکا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزہ کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اوسکو
پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اوسپر اوسکی مثل پھیر دینا جائز ہے ھم پھیر دینے کی وجہ یہہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہے ساوم صاحب الزجاج فدفع له
قدحا لينظر فوقع منه على الاقداح فانكسرت ضمن الاقداح لا القدح ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اوسنے پیالہ دیا کہ اوسکو دیکھے
سو اوسکے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر کہ وہ ٹوٹ گئی تو تاوان دے پیالوں کا نہ اوس پیالہ کا جو گر پڑا ھم پیالوں کا ضمان ہوا اسواسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے
اموال میں خطا معاف نہیں ہے اور اوس پیالہ کا ضمان اسواسطے نہیں کہ وہ مقبوض ہے سوم الشراء اور یا على سوم النظر ہو بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی
لہذا اسلئے مضمون نہیں شری شجرة باصلها وفي قلعها من الاصل ضرر بالبائع يقطعه من وجه الارض من حيث لا يتضرر به البائع ولو هدم
من سقوط حائطه ضمن القالع ما تلف من قلعه ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اوسکے اوکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہو تو اوسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے
جہاں تک بائع کو ضرر نہو اور اگر اوسکے حائط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اوکھاڑنے والا اوسکا تاوان دیگا جو اوسکو اوکھاڑنے سے پیدا ہوا
فكسرها المشتري لا شيء عليه ونعم ما صنع حيث غشه وخانه وكذا لو دفع اليه لينظر اليه فكسره [illegible] مشتری نے [illegible] تو اسپر
تاوان نہیں اور اوسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اوسنے اسکو دغا اور خیانت کی اور اسیطرح اگر اوسنے اوسکو دیا تاکہ اسکو دیکھے اور اوسنے اوسکو توڑ ڈالا تو اوسپر کچھ نہیں
مناسب تہا کہ شارح بجائے مشتری بائع کہتا یا یہہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا بأس ببيع المغشوش اذا بين
غشه او كان ظاهرا يرى وكذا قال ابو حنيفة رحمه الله في حنطة تخلط فيها الشعير يرى لا بأس ببيعه وان طحنه لا يبيعه [illegible] مغشوش
چیز کی بیع میں جبکہ بائع اوسکی ملاوٹ بیان کردے یا وہ چیز ظاہر ہو کہ مشتری اوسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا اوس گیہوں میں جس میں جو ملے ہوں اور جو
ظاہر ہوں اوسکی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ھم اسواسطے کہ پیسنے سے عیب ظاہر نہیں رہتا اور اگر بیان کردے تو بیع جائز ہے وقال
الثاني في رجل معه فضة نحاس لا يبيعه حتى يبين اور ابو یوسف نے کہا اوس مرد کے باب میں جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہو کہ اسکو نہ بیچے مگر یہاں تک کہ بیان
کردے وكل شيء لا يجوز [illegible] انه يباع [illegible] اور جو چیز کہ جائز نہیں سو لائق یہہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اوسکا مالک [illegible] جاوے

جب کہ مشتری کو وہ خرچ کرنی جان بوجھکر شرط کی فلو شاید بہم ندفعہا الیہ وقال هی بذد هلت لا ینفقہا حتی یعدّها پس خریدی کوئی درم تو سو بائع نے اوسکو دیدیے اور کہا کہ یہہ پیسے درم کے عوض ہین تو اونکو خرچ نکری جب تک کہ شمار نکرے هم ظاهر اشمار کرنا اس صورت پر محمول ہو جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس خیال سے ضرور ہوا کہ شاید درم باعیب ہون تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم نہو کہ کتنے پیسے ہین شیر کی بالذهب الولف ورضی بالقل مما یبتذرن بالجید حل له کوئی چیز خرید کی کہوٹے درم سے اور جسقدر کہرے درم سے مول لیتے ہین اوسکے کمتر سے راضی ہوگیا تو اوسکو حلال ہو یعنی ایک چیز کہری درم سے مثلاً سیر بھر کو بکتی ہے اور اوسی کو کہوٹے درم سے آدہ سیر لی راضی ہوکر تو اوسکے واسطے حلال ہے تبری شیئا بعبد اعلی ان یوفی ثمنہ بسمرقند لم یجز الا اذا الاجل کہ ہ نے ایک چیز بغداد مین اس شرط پر کہ اوسکا ثمن سمرقند مین ادا کریگا تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط خراج کلہا علی المشتری فسخنا فاسدۃ ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہو تو بیع فاسد ہے یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین بائعکا فائدہ ہو اخذ الخراج من الاکار له ان یرجع علی الدهقان استحسانا خراج لیاگیا کاشتکار سے تو اوسکو زمیندار سے پہیر لینا بطریق استحسان جائز ہے شری الکرم مع الغلۃ وقبضہ ان رضی الاکار جاز البیع وله حصتہ من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خرید کئی پہلون کے ساتھ اور انپر قبضہ کیا اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہو اور کاشتکار کو بقدر اوسکے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہین تو اوسکی بیع جائز نہین هم مراد کاشتکار سی جسکا پہلون مین حصہ ہے قبضا لادیرهما وقال انفقہ وان زیف علی فقبلہ ولم ینفقہ له رده استحسانا بخلاف جاریۃ وجدبہا عیبا فقال اعرضہا ادبیعہا فان نفقت والا رُدّها فعرضہا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائعکو درم دیئے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہو تو مجکو پہیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نکئے تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہے بطریق استحسان کے بخلاف اوس لونڈی کے جسمین مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیچنے کے واسطے پیش کر پہر اگر بک جاوے تو بہتر ہے ورنہ مجکو پہیر دے سو مشتری نے اسکو بیچنے کے واسطے پیش کیا تو پہیر دینا ساقط ہوگیا هم دونون صورتون مین فرق یہہ ہے کہ درم مقبوض عین حق قابض نہین بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اوسمین اختیار باطل ہے کذا فی المحیط ملخصا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا وطئ رجل امتہ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء وقال ابو یوسف استحب ان لا یقربہا حتی تحیض حیضۃ کما لو اشتراها کما سیجئ فی الحظر والکل من الملتقط

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پہر اوسکا نکاح کر دیا وہین تو زوج کو اوسکی وطی بلا استبرا جائز ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ مین اسکو بہتر جانتا ہون اور زوج اوسکا قربت نکرے جب تک کہ اوسکو ایک حیض نہ آوے جیسے اسکو خرید کرے تو استبرا لازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الحظر مین اور یہہ فرع ملتقط کی ملتقط مین هم امام کے نزدیک زوج پر صرف استبرا لازم نہین مگر مالک پر استبرا واجب ہے چنانچہ شارح نے کتاب النکاح مین ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے شاید ملتقط کی عبارت مین ہوگا والا در المختار مین مذکور نہین کذا فی الحاشیہ وما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ جو باطل ہے فاسد ہوتا ہے کذا فی المحیط و شرط فاسد سے اور اوسکی تعلیق شرط سے صحیح نہین وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابرا عن الدین اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے مهنا اجمالا احلمہا ان کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما لا فلا کالقرض یہان دو قاعدے ہین ایک قاعدہ یہہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ ہو مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہین وہ شرط فاسد سے فاسد نہین ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ هم جو مبادلہ مال کا مال سے نہین اوسکی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے ہو تو وہ شرط سے فاسد نہین ہوتا کہ شرط فاسد ربا سے متعلق ہین اور ربا مبادلات مالیہ ہی سے مخصوص ہے نہ اوسکے غیر سے تو وہان فقط شرط ہی باطل ہوجاویگی ثانیہما ان کل ما کان من التملیکات او التقییدات کرجعۃ یبطل تعلیقہ بالشرط وفی الاصح دوسرا قاعدہ یہہ ہے کہ جو تصرف کہ تملیکات یا تقییدات مین سے ہو جیسے رجعت تو اوسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تملیکات یا تقییدات سے نہین بلکہ اسقاطات یا الحاقات یا ولایات یا تحریضات سے ہو تو اوسکی تعلیق شرط سے صحیح ہے هم رجعت تقیید کی مثال ہے نہ تملیک کی لکن فی اسقاطات والالتزامات یحلف بہا کحج وطلاق یصح مطلقا لیکن اون اسقاطات اور التزامات مین جنسے قسم کہائی جاتی ہے چنانچہ حج اور طلاق تو انکی تعلیق شرط سے مطلقا صحیح ہے یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب هم حج اور طلاق مین لف و نشر غیر مرتب ہے یعنی حج التزام کی مثال

ہے اور طلاق سے ساقط کی دین اطلاقات وولایات وتحریضات بالملائم بزازیہ اور اطلاقات اور ولایات اور تحریضات یعنی ترغیبات میں شرط مناسب سے تعلیق صحیح ہے ہم
اسقاطات چنانچہ اذن دینا تجارت میں اور ولایات جیسے قضا اور امارت اور ترغیب چنانچہ امام کا یون کہنا کہ جو غازی کافر کو مارے وہ اسکا انعام پاوے کذا فی الطحطاوی قال و ل
او بعقد تنعقد علی ما فی الدرر والکنز والبحر والنہایۃ والوقایۃ سوا اول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں سو وہ ہیں بموجب درر اور کنز اور وقایہ کی کتاب الاجارہ کے
علامہ طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ مصنف نے دونوں فصلوں کی تمثیل ساتھ ہی ہی صورتوں فقط فصل اول کی اور جو فصل اول کی امثال ہے
وہ فصل ثانی کی بھی مثال ہو سکتی ہے بالعکس اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہیں وہ مسئلے مذکورہ متن میں منحصر
نہیں بلکہ حجر ماذون اور عزل اور قتل خطا اور جس صلح سے موجب للمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے لیکن الکیۃ ان علقہ بکلمۃ ان لا بعلی علی ما بینا فی البیع
الفاسد چودہ امور سے اول بیع ہے اگر اسکی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی نہ بلفظ علی چنانچہ ہمنے اسکو بیع فاسد میں بیان کیا ہے ہم مگر یہ تصور تعلیق بلفظ ان شرطیہ سے باطل نہیں
چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ میں نے یہ چیز تیری ہاتھ بیچی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہو جاوے ہوا سواسطے کہ اجنبی کیواسطے اختیار شرط کرنا صحیح ہے اور عاقد کا یون کہنا کہ
بشرطیکہ ابھی اسواسطے ہے اور ضروری ہے کہ شرط اوسکے ساتھ متصل نہو والا بیع جائز ہے اور یہ ضرور ہے کہ صلب عقد میں شرط ہو تو الحاق شرط سے الحاق نہوگا
اسی روایت میں اور ذخیرہ میں ہے کہ لکڑیاں خریدیں گانوں میں شرا صحیح اور خریدی کی منفصل بلا شرط یون کہا کہ لکڑیاں میرے مکان تک پہنچادے تو بیع فاسد نہیں
کیونکہ تحسین الکلام ہے کذا فی الطحطاوی والقسمۃ للمثلی اور قسمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے ہر امر جنس واحد ہے اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمی مال کی قسمت
کی مانند ہے تعلیق کی یہ صورت ہے کہ شریک تقسیم کریں اگر فلانا شخص راضی ہوا اما قسمۃ القیمی فتصح بخیار شرط ورؤیۃ اور قیمت والی مال کی قسمت تو صحیح ہے بسبب خیار شرط
اور خیار رویت سے والاجارۃ اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہے کہ اجارہ کیا اس شرط پر کہ مستاجر اسکو قرض دے یعنی مستاجر دکان یا گھر کی عمارت
کرے اور جتنا مرمت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کرلے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی قولہ اذا جاء راس الشھر فقد اجرتک داری بکذا فیصح بہ
ابن عمادیہ تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں کہ جبکہ مہینے کا سر آوے تو میں نے تجکو اپنا گھر اتنے کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہوگا اسی پر اسکا فتوی ہے کذا فی العمادیۃ وقولہ
بناء علی ان زعما والا فاجرتہا کل شھر بکذا جائز کما سیجی فی متفرقات الاجارۃ مع انہ تعلیق لعدم التفرقۃ او بالک سکے اس قول میں صاحب سے کر گزرو
کرتے اور پہلے کرایہ اسکا ہر مہینے میں اتنا ہی جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ میں آویگا باوجودیکہ یہ تعلیق ہے تفریع پر والاجازۃ بالزاء فقول البکر
النکاح ان رضیت امی مبطل للاجازۃ بزازیۃ اور اجازت بزاء معجمہ تو باکرہ کا یون کہنا کہ میں نے نکاح کو جائز رکھا اگر میری ماں راضی ہو مبطل ہے اجازۃ
کذا فی البزازیۃ وکذا کل ما لا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فقصرہا علی البیع تعمیم تمام وتم فی المنح
اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر صحیح نہیں یعنی جس میں تملیک یا تقیید ہے جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اوسکی تعلیق صحیح نہیں شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا
بیع پر دعوی بیان ہے چنانچہ منح الغفار میں واقع ہوا ہے ہم طحطاوی نے کہا منح الغفار میں بیع کی تمثیل واقع ہے اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کلیہ صاحب بحر
نے خود ذکر کیا ہے یعنی تو اب کچھ قصور نہیں والرجعۃ قال المصنف انما ذکرہا تبعا للکنز وغیرہ تبعا لہ شیخنا بحر وہو غلط والصواب انہا لا تبطل
بالشرط لما عنہ اذا لما اصلہا وہو النکاح واطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لا تفتقر الی شہود ومہر ولہ رجعۃ الامۃ علی الحرۃ بعد طلاقہا ف
تبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق
میں کہا کہ رجعت کا بیان ذکر کرنا خطا ہے اور صواب یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل
یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسی ہی رجعت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بحر نے بیان بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے
اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح میں بایطور کہ رجعت میں گواہوں اور مہر کی حاجت نہیں اور مولی کو رجعت کرنا لونڈی کا اور حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد
اوسکی طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہو لیتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمیں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہیں اور نکاح باطل نہیں
ہوتا شرط سے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ اعتراض قوی نہیں کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے یہ لازم نہیں کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم میں بھی اور صحیح

صاحب بحر نے کہا کہ اوس نے صورت نزاع کو مخالفت کی صورتون مین مذکور کیا والشرط ھھنا ان یقول ان اقررت لی بمالی او منعت مالک او عرضہا ورضخ مال کی بعوض مال کے کذا فی الدرر۔ مترجم کہتا ہے کہ و فی النھر
الظاھر الاطلاق حتی لوکان عن سکوت او انکار کان کذالک اذ ان حق المنکر لایجوز تعلیقہ اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر اطلاق سے مراد ہے یعنی صلح کی نسبت یہ مین
بیان کیا ہے کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو بھی یہی فدا ہوگا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ھم نے اسکی تفسیہ اطلاق کیونکہ بیان کیا کہ جو کچھ شرط
فاسد سے باطل ہوتا ہے یعنی معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات ہے نہین اور حرجند اسکی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام سے اوسکے بطلان مین شرط فاسد
والابراء عن الدین لانہ تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہے ایک راہ سے ھم منح الغفار مین ہے کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک
ہے لہذا یہ جاتا ہے مگر لینے سے اگرچہ اسمین معنی اسقاط ہے یعنی سے کہا کہ ابراء عن الدین مین مبادلہ مال کا مال سے نہین تو لایق یہ ہے کہ شرط سے باطل نہو اور تعلیقا
بین اسکا شمار کرنا دالا نستہ نہیں لیکن اسکے بطلان پر تو اس صورت مین مناسب ہے کہ تقسیم ثانی مین ذکر ہوتا الا اذا کان الشرط متعارفا فالتعلیق ابراء صحیح نہین مگر جب
شرط مشہور ہو چنانچہ یون کہا کہ بطریق متعارف کو اگر مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو مجھ بد نکاح کرے بعوض مہر کے اور اوسکا مہر مثل سو درہم ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا بدون
شرط کے کذا لیے الحموی او وعلقہ بامر کائن کان اعطیتہ شریکی نقد ابراتک وقد اعطاہ صح یا ابراء کو معلق کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا یون کہنا کہ اگر تو
فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ مین تجھکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اوسکے شریک کو دیچکا ہو تو تعلیق مذکور صحیح ہے وکذا بموتہ ویکون وصیۃ ولو لوارثہ
علی ماجنتہ فی النھر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہے طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وارث کیواسطے ہو چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق
بحث کے ذکر کیا ہے وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ھم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ مین نے تجھکو معزول کیا بشرطیکہ تو مجھکو تحفہ دے
یا فلانا شخص آوے اور حق تعالی کے واسطے مجھپر اعتکاف واجب ہے اگر میرا بیمار صحت پاوے یا فلانا شخص آوے فانہما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقھما بالشرط اسواسطے کہ عزل
وکیل اور اعتکاف اوس جنس سے نہین جنسے قسم کہاتے ہون تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہوئی وھذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النھر اور یہ یعنے عدم جواز تعلیق دو روایتون
مین سے ایک روایت ہے چنانچہ اسکی شرح بیان کیا ہے کہ نہر الفائق مین ھم نہر الفائق مین ذکر ہے کہ خصی کی روایت مین تعلیق بالشرط جائز ہے اور عدم جواز تعلیق اعتکاف منافی ہے اسکے
جو شرح منا مین مذکور ہوچکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہے اور جب اسکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہوسکتا جامع الفصولین مین ہے
کہ جسکی تعلیق بالشرط جائز ہے وہ شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا انتھی والصحیح الحاق الاعتکاف بالنذر اور لاحق کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی عبادات سے درست ہے صحیح قول ہے
ھم طحطاوی نے کہا یون کہنا اصح تہا کہ صحت تعلیق اعتکاف صحیح ہے کیونکہ وہ عبادات سے اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہے اسواسطے کہ وہ عبادات سے ہے نہ سید کہ وہ
ملحق بعبادات ہے والمزارعۃ اور مزارعت چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنی زمین تجھکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجھکو اتنا قرض دے یا فلانا شخص آوے والمعاملۃ
ای المساقاۃ لانھما اجارۃ اور معاملہ یعنے درختون کی سینچائی چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجھکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض مزارعت اور مساقات کی تعلیق
اسواسطے صحیح نہین کہ دونون اجارہ ہین والاقرار اور اقرار اسطرح کہ زید کے مجھپر ہزار درہم ہین اگر وہ مجھکو قرض دے یا فلانا شخص آوے بحر الرائق مین کہا کہ اقرار چونکہ
معاوضات مالیہ سے نہین لیکن اسکی تعلیق صحیح نہین اور وہ باطل ہوجاتا ہے شرط فاسد سے الا اذا علقہ بمجئ الغد او بموتہ فیجوز ویلزم الحال یعنی اقرار باطل ہوتا ہے شرط
مگر جب اسکو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرین تو جائز ہے اور فی الحال اسپر لازم ہو جاتا ہے کذا فی العینی ھم اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درہم ہین جب کہ مہینہ پورا ہو یا ایک سو قسم
فطا ذکر کرے تو یہ اقرار جائز ہے اور وہ بوی مدت کا باطل مگر جب مدت ہوتا یا طالب کے اقرار سے ثابت ہوا اقرار کیا کہ گواہ رہیو کہ فلانے شخص کے مجھپر ہزار درہم ہین اگر مین
مر جاؤن تو اسپر ہزار درہم ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے کذا فی الحماد والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہین چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنا گھر وقف کیا اگر
فلانا شخص سفر سے آوے والرابع عشر التحکیم بقول المحکمین اذا اقدم الشھر فاحکما بیننا لانہ صلح معنی فلا یصح تعلیقہ ولا اضافتہ عند الثانی
وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیہ اور چودھوین تحکیم ہے چنانچہ محکمین کا یون کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو ہمارے درمیان
اسواسطے کہ تحکیم صلح ہے فی الحقیقت تو اسکی تعلیق اور زمانہ مستقبل کیطرف نسبت کرنا صحیح نہین امام ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب
القضاء مین ہے ھم تو ضیح اسکی یہ ہے کہ تحکیم تو ولیت اور معنے صلح ہے تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہین اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو تعلیق اور

جتنا اسکے ساتھ صحیح نہیں اور محمد کے قول پر غیر مفسد ہے ہم مین اسکی تعلیق اور رضا فسخ صحیح ہو وکفی ابطال الاجل ففی البزازیة انه یبطل بالشرط الفاسد وکذا الحجر علی الماذون
کا شاہد ہو اور اوان کل سیہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہین ابطال مدت باقی رہا سو بزازیہ مین ہے کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہی اور اسیطرح عبد ماذون کے تصرف کو روکنا
بموجب اوس روایت کے جو مشہور بادہ ہین ہے ہم ابطال اجل کی صورت یہ ہو کہ مدیون نے کہا کہ مین نے وہ مدت جو سیکر ادای دَین کی مقرر ہے باطل کر دی اس شرط پر کہ دائن
مجھکو فلانی چیز ہبہ کر دے اور دائن راضی ہو گیا تو یہہ ابطال باطل ہے اور مدت باقی ہو ومایصح ولا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضة المالیة سبعة وعشرون
علی ما عدہ المصنف تبعا للعینی وزدت ثمانیة اور جو مسائل کہ صحیح ہوتے ہین اور شرط فاسد سے باطل نہین ہو جاتے بسبب عدم معاوضہ مالیہ کے وہ ستائیس ہین چنانچہ
مصنف نے اپنی شرح مین شمار کیا ہے عینی کا تابع ہوکر اور مین نے آٹھ مسائل اور زیادہ کئے ہین ہم تو مجموع مسائل ماتن اور شارح کے پینتیس ۳۵ ہوئے چنانچہ رقم اعداد سے
معلوم ہو گا القرض والهبة والصدقة والنکاح والطلاق والخلع والعتق والرهن ازانجملہ اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عتق ۸ رہن ہم
مقرض نے کہا کہ مین نے تجھکو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہین ہو گا واہب نے کہا کہ مین نے یہہ لونڈی تجھکو ہبہ کی اس شرط
دی اس شرط پر کہ اسکے پیٹ کا بچہ میرا مملوک ہو زوج نے کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہین تو نکاح صحیح ہو اور شرط فاسد ہے اور مہر مثل واجب ہے زوج نے
کہا کہ تو مطلقہ ہو اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کیجیو مین نے تجھسے خلع کیا بشرطیکہ مجھکو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار رہے تو طلاق واقع ہو گی اور مال بھی واجب ہو گا مولی نے
کہا غلام سے کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجھکو اختیار رہے راہن نے کہا کہ مین نے اپنا غلام تیرے پاس رہن کیا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر
مین اسکو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤن تو وہ غلام تیرا ہے تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہو کذا فی البحر والایصاء کجعلتك وصیا علی ان تتزوج بنتی ۹ کسیکو
اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجھکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کر لے والوصیة ۱۰ وصیت چنانچہ یون کہنا کہ میری تہائی مال
کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنی ولد کا نکاح میری بیٹی سے کر لے تو ایصاء اور وصیت صحیح ہو اور شرط لغو ہی والشرکة ۱۱ شرکت چنانچہ یون کہنا کہ تجھکو مین نے اپنا شریک کیا
بشرطیکہ تو مجھکو اپنا تحفہ دے والمضاربة ۱۲ مضاربت اسطرح کہ اسکو ہزار درم دئے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایکسال زراعت کیواسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط
باطل ہے اور مضاربت صحیح ہو کذا فی النهر والقضاء والامارة کولیتك بلد کذا علی ان تشرب الخمر وبطل الشرط فله عزله بلا جنحة اور اسیطرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴
حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا کہ مین نے تجھکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دائمی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اوسکے معزول کرنیکا بلا قصور اختیار حاصل
ہم ولایت سو بدہ مرادیہہ ہے کہ کبھی اسکو معزول نہ کرے وهل یشترط لصحة عزله کما یشترط لعدم السلطان ان یقول رجعت عن التأبید افتی بعضهم بذلك
والمختار فی النهر اطلاق الصحة اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنیکی صحت مین مدرس کے جسکو ہمیشہ کیواسطے سلطان نے مقرر کیا یون کہنا کیا شرط
ہو کہ مین نے ابدا یعنی ہمیشہ منصوب کیا ہے سے رجوع کیا بعضے علمانے اسکا فتوی دیا ہے اور نہر الفائق مین طلاق صحت کو پسند کیا ہو یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نکرے ہر وقت
معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہو وفی البزازیة لو شرط علیه ان لا یرتشی ولا یشرب الخمر ولا یمتثل قول احد ولا یسمع خصومة زید صح التقلید والشرط
اور بزازیہ مین ہے کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہہ شرط کرے کہ وہ رشوت نہ لے اور شراب نہ پئے اور کسیکا کہنا نہ مانے اور زید کی مثلا خصومت نہ سنے تو تولیہ قضا اور شرط دونون
صحیح ہین ہم یعنی اگر ان مین سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہو گا اور زمان گذشتہ کا اوسکا حکم باطل نہو گا اور اوسکا حکم خصومت زید مین نافذ نہو گا اور سلطان پر واجب
ہے کہ اگر اوسکا مقدمہ پیش ہو تو آپ فیصل کرے کذا فی البحر عن البزازیة والکفالة ۱۵ ضامنی اسطرح کہ مین تیری غریم کا ضامن ہون اگر تو مجھکو قرضہ دے والحوالة
۱۶ حوالہ اسطرح کہ مین نے تیرا روپیہ فلانے پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ دوسرا انکار یا موت زید کے تو مجھسے مطالبہ کرے الا اذا شرط فی الحوالة الاعطاء من ثمن دار
المحیل فتفسد لعدم قدرته علی الوفاء بالملتزم کما عزاہ المصنف للبزازیة واجاب فی النهر بان هذا من المحتال وعد وانس الکلام فیه فلیحرر حوالہ
شرط فاسد سے جائز ہے مگر جب حوالہ مین شرط ہو محیل کا گھر بیچکے قرضہ ادا ہو تو حوالہ فاسد ہے کیونکہ محتال علیہ قادر اوسکے ادا پر نہین جسکا اوسنے التزام کیا چنانچہ اسی طرح
مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہو اور نہر الفائق مین جواب دیا کہ یہہ قول محتال کیجانب سے وعدہ ہے اور وعدہ مین کلام نہین تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے
شارح نے اشارہ کیا کلام مذکور مین تنقیح ہی کیونکہ یہہ شرط ہے نہ وعدہ اور یہہ شرط محتال علیہ کیجانب سے ہے نہ محیل کیطرف سے کذا فی البحر وتأکد کلامه اوکا

اسطرح پر کہ مین نے تجھکو وکیل کیا بشرطیکہ تو اپنے دین سے مجھکو بری الذمہ کرے ۱۸ والاقالۃ ۱۸- اقالہ اسطرح پر کہ عاقدین اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو اول سے
یا کمتر تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ ۱۹ کتابت اسطرح کہ مثلاً اپنے غلام سے کہے مین نے تجھکو مکاتب کیا ہزار درم پر بشرطیکہ تو شہر سے
باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ نکرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہے کذا فی المنح الا اذا کان الفساد فی صلب العقد ای
لفی البدل ککتابتہ علی خمر فتفسد بہ وعلیہ یحمل اطلاقہم کما حرر لاخسرو مگر جب کہ فساد صاحب عقد مین یعنی نفس بدل کتابت مین ہو جیسا کہ اوسکا مکاتب
کرنا شراب پر تو اس سے کتابت فاسد ہو جاتی ہے اور اسی پر اطلاق فقہا محمول ہے چنانچہ اسکو ملا خسرو درر مین تحریر کیا ہے ھم عمادی اور بہشتی وغیرہما نے کہا کہ
کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہو جاتی ہے ملا خسرو نے کہا کہ یہ اطلاق اوس فساد کے بطلان پر محمول ہے جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہ
روایت اس حمل کے مخالف ہے کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اوسکا حمل داخل کتابت نہین تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ کتابت شرط فاسد سے باطل
ہو جاتی ہے انتہی تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحطاوی واذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا
کہ مین نے تجکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ تک تجارت کرے یا فلانے امر مین تو یہہ اذن تمام تجارت اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ودعوۃ الولد لا کذا
الولد منی ان رضیت امرأتی ۲۱ ولد کے نسب کا دعوی کرنا چنانچہ یہہ لڑکا میرا ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہے اور شرط باطل والصلح عن دم العمد
۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اوسکا ولی قاتل سے کسی شی پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے یا تحفہ دے تو صلح صحیح ہے اور شرط فاسد ہوکر قصاص
ساقط کیونکہ اسقاطات سے ہے اور شرط کا محل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ ولم یذکروہ اکتفاء بالصلح درر ۲۳- اور اسیطرح قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے
باطل نہین ہوتا اور فقہا نے ابرا کو مذکور نہین کیا صلح پر کفایت کرکے کذا فی الدرر ھم وجہ کفایت یہہ ہے کہ صلح اور ابرا مین جنبہ ان فرق نہین اسواسطے کہ جب ولی نے
قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نرہے یا اوس سے صلح کرلے تو ابرا اور صلح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وعن الجراحۃ التی فیہا
القود والا کان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اوس زخم سے جسمین قصاص لازم ہے اور اگر ایسا زخم ہے جسمین دیت لازم ہو تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت
مین اموال کا طریقہ جاری ہے تو گویا وہ معاوضات مالیہ مین ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جنایۃ غصب وفی ودیعۃ وعاریۃ اذا ضمنہا رجل وشرط فیہا الحوالۃ
او کفالۃ درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن
ہو اور انمین حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر ھم یعنی غاصب مغصوب مین اور امانت دار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے اور کچھ بدل پر صلح کرے
ادا ہو بدل صلح مین کوئی شخص جانی کا ضامن ہو اور ضامن حوالہ یا ضمانت انمین شرط کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا مین ضامن ہوا بشرطیکہ
فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والنسب والحجر للماذون ۲۸ نسب ۲۹ ماذون بندہ
پر تصرف کا روکنا کذا فی النہر ھم نسب دعوۃ ولد مین مذکور ہو چکا لیکن وہ ولد مین خاص ہے اور یہہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل نہوگا والغصب وامان النفس اشباہ ۳۰ غصب ۳۱ امان
نفس کذا فی الاشباہ ھم یعنی حربی کو امان دینا بشرط کے تو صحیح ہوا اور شرط باطل بعض نسخون مین بجای امان نفس امان القن مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان ذات مغصوب بشرط مراد ہے
والا تو غصب مین اشتراط شرط بلا وجہ ہے وعقد الذمۃ ۳۲ عقد ذمہ اسطرح پر کہ بادشاہ کہے اوس کافر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ کہتا ہے
کہ مین نے تجھپر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھکو کچھہ تحفہ دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وتعلیق الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین عیب
پاؤن گا تو تجھکو پھیر دونگا بشرطیکہ تو مجھکو بعض ثمن سے بری الذمہ کرے طحطاوی نے کہا یہہ مثال مناسب مقام ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بخیار
الشرط ۳۴ و بخیار شرط کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین بیعکو تین دن مین جاری نکرون تو تجھکو پھیر دون بشرطیکہ مین تجھکو تحفہ دون یا تو مجھکو تحفہ دے
طحطاوی نے کہا یہہ مثال مناسب مقام ہے وعزل القاضی کعزلتک ان شاء فلان فینعزل ویبطل الشرط لما ذکرنا انما کلہا لیست بمعاوضات مالیۃ
فلا تؤثر فیہا الشروط الفاسدۃ ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا قاضی سے کہ مین نے تجھکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط
مذکور باطل ہوگی اسواسطے کہ ہمنے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضات مالیہ نہین تو انمین شروط فاسدہ اثر نہین کرتین ھم

ترجمہ میں مذکور ہوچکا کہ شرط فاسدہ بیاج کی طرف راجع ہیں اور بیاج متحقق نہیں ہوتا مگر معاوضات مالیہ میں ولیقی ما یجوز تعلیقہ بالشرط وہو مختص بالاسقاطات
المحضۃ التی یحلف بہا کالطلاق والعتاق وبالالتزامات التی یحلف بہا کالحج والصلوۃ والتولیات کالقضاء والامارۃ عینی وزیلعی اور باقی رہے وہ تصرفات
جنکی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے اُن اسقاطات خالصہ سے جن سے قسم کہائی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور عتاق اور اُن التزامات سے مختص ہے جن سے قسم
کہاتے ہیں چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہے تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی ہم اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے کما تزاد
فی النہر الاذن فی التجارۃ وتسلیم الشفعۃ والاسلام نہر الفائق میں ما یجوز تعلیقہ میں اذن فی التجارۃ اور تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے وحرر المصنف
دخول الاسلام فی القسم الاول لانہ من الاقرار ودخول الکفر ہنا لانہ ترک اور مصنف نے اپنی شرح میں منقح کیا دخول اسلام کا قسم اول میں یعنے جسکی تعلیق
شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منقح کیا ہے دخول کفر کا یہاں یعنے جواز تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنے ترک اسلام سے ہم اسلام عبارت ہونا اقرار سے
علمائے ہوز نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق قلب سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی
تعلیق شرط سے صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ معلوم ہے کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ غالبا اوس فعل سے نفرت رکھتا ہے تو تعلیق جازم کی تحصیل کا
ارادہ نہیں رکہتا تو اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس نفرت کے جو تعلیق سے اوس نے ظاہر کیا ہے اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام میں بیان کیا ہے کذا فی
الطحطاوی ویصح تعلیق ہبۃ وحوالۃ وکفالۃ وابراء عنہا بملائم اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی ابرا کا شرط مناسب پر ہم بزازیہ کی
کتاب البیوع میں ہے کہ تعلیق ہبہ بلفظ ان شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علے جائز ہے اگر شرط ملائم ہو چنانچہ ہبہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور ہبہ صحیح ہے
اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا تو صحیح ہے اور اگر شرط محض ہے چنانچہ دخول دار اور ہبوب ریح تو کفالت جائز ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما
تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء و
الامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فہی اربعۃ عشر اور جنکا اضافت کرنا زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت
یعنے مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسیکے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ
تصرف ہیں ہم یعنے تصرفات مذکورہ کو آیندہ زمانہ کے طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے
کہ مستاجر تقاضا نہیں کر سکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنیکے وقت اور موجر کو جائز نہیں کہ اوسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی مثال یہ ہے کہ موجر کہے کہ میں نے
تجھکو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینہ کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ میں نے اپنا یہ گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ یہ اجاج الح
شرنبلالیہ میں ہے کہ استیار عدم صحت اضافت معتمد ہو کذا فی الطحطاوی وبقی العاریۃ والاذن فی التجارۃ فیصحان مضافین ایضا عمادیہ اور باقی رہا ذکر عاریت اور
اذن تجارت کہ یہ دونوں بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی العمادیہ وما لا تصح اضافتہ الی المستقبل عشرۃ البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ
والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال والابراء عن الدین لانہا تملیکات للحال فلا تضاف للاستقبال کما لا تعلق بالشرط
لما فیہ من معنی القمار اور جنکی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اوسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور
نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابرا دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے
کیونکہ اسمیں معنے قمار ہیں یعنے مخاطرہ ہے کہ شرط متحقق ہو یا نہو ہم ظاہرا رجعت اور ابرا پر تملیک صادق نہیں کیونکہ رجعت تتمہ ہے اور ابرا اسقاط ہے مگر یوں کہیں کہ رجعت
میں تملیک زوج ہی تمتع سے اور ابرا دین تملیک دین ہے مدیون کو ۱۲ اندیشہ وبقی الوکالۃ علی قول الثانی المفتی بہ اور جنکی اضافت صحیح نہیں اون میں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا بموجب
قول ابو یوسف کے جنکے قول پر فتوی ہے ہم جنکی صحت اضافت وکالت پر فتوی ہوا تو اوسکا شمار کرنا اون تصرفات میں جنکی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہے

باب الصرف

یہ باب بیع الصرف کے بیان میں ہے علقہ بالباب لا بالکتاب لانہ من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب کیا نہ کتاب یعنے
اسکو بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے

کہ اوسمین کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اسطرح ہو کہ بیع کی چار قسمین ہین چنانچہ کتاب البیوع کے شروع مین مذکور ہو چکا یعنی یا بیع العین بالعین ہی یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین بالدین عبارت ہی صرف سے ہے اور دین سے مراد احد النقدین ہے ھُوَ لُغَۃً اَلزِّیَادَۃُ صرف لغت مین بمعنے زیادت کے ہے ھم واسی واسطے حدیث شریف مین نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگا دے تو حق تعالٰی اوسکا صرف اور عدل قبول نکریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور شرع مین معنے شرعی معنے مین موجود ہوا یعنی کہ صرف مین تقابض بدلین شرط ہو تو یہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع عین مین تقابض بدلین شرط نہین وَشَرْعًا بَیْعُ الثَّمَنِ بِالثَّمَنِ اَیْ مَا خُلِقَ لِلثَّمَنِیَّۃِ وَمِنْہُ الْمَصُوْغُ جِنْسًا بِجِنْسٍ اَوْ بِغَیْرِ جِنْسٍ کَذَھَبٍ بِفِضَّۃٍ اور شرع مین ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے ہو اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنے چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمین داخل ہے یعنے اونکی بیع بھی صرف مین داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نہ رہا واسطے عقد مین متعین ہوجاتا ہی کذا فی النہر فتح القدیر مین ہے کہ ثمن وہ ہو جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلہ کے وقت اور نقود مستحق بالعقد نہین ہوتے مگر بطریق دین کے وَیُشْتَرَطُ عَدَمُ التَّاجِیْلِ وَالْخِیَارِ وَالتَّمَاثُلُ اَیِ التَّسَاوِیْ وَزْنًا اور شرط ہے عدم تاجیل اور عدم خیار اور تماثل یعنے دونون عوضونکا برابر ہونا وزن مین ھم عدم تاجیل وخیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا وَالتَّقَابُضُ بِالْبَرَاجِمِ لَا بِالتَّخْلِیَۃِ قَبْلَ الْاِفْتِرَاقِ اور شرط ہے باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیونکے جوڑون سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنے تقابض بالتخلیہ کافی نہین جب تک ہاتھ سے قبض نہوا اور ظاہر اسمین سے قبض تقابض بالبراجم مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی وَہُوَ شَرْطُ بَقَائِہٖ صَحِیْحًا عَلَی الصَّحِیْحِ اور تقابض صرف کی صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنابر قول صحیح کے ھم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنیوالے عاقد نے مدت باطل کردی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہین اِنِ اتَّحَدَا جِنْسًا وَاِنْ وَصَلِیَّۃٌ اخْتَلَفَا جَوْدَۃً وَصِیَاغَۃً لِمَا مَرَّ فِی الرِّبٰوا تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونون عوض ایکہی جنس ہون اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون ہوا اسواسطے کہ باب الربوا مین مذکور ہو چکا کہ مال ربوا مین جید اور ردی برابر ہے ھم جب عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپیہ دیکر خرید کرتے ہین یا چھلا یا آرسی بسبب صنعت یا دہ کاری کے برابر کر کے پیسے سے مول لیتے ہین سو عین ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانون کو اوس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اسطرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل ڈالے یعنی چاندی کو سونے یا پیسون سے خرید کرے وَاِلَّا بِاَنْ لَمْ یَتَجَانَسَا شُرِطَ التَّقَابُضُ لِحُرْمَۃِ النَّسَاءِ اور اگر دونون عوض ہمجنس نہون چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ھم یعنے درصورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہین طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین مین جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچا تو اوسمین قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے نہ دونون عوض کا قبض فَلَوْ بَاعَ النَّقْدَیْنِ اَحَدَہُمَا بِالْاٰخَرِ جُزَافًا اَوْ بِفَضْلٍ وَتَقَابَضَا فِیْہِ اَیِ الْمَجْلِسِ صَحَّ تو اگر نقدین یعنے چاندی سونے مین سے ایک کو بیچا دوسرے سے بنا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کرکے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے ھم یہ تفریع ہو تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس مین فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تخمینی اور فضل دونو درست ہین اگرچہ ایک اشرفی سینکڑے ہزار روپیہ خرید کرے یا ایک روپیہ سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہین پھر اگر اسی مجلس مین تساوی عوضین معلوم ہوگئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہوجائیگی وَالْعِوَضَانِ لَا یَتَعَیَّنَانِ حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقہما او امسکہما بما اشار الیہ فی العقد وادیا مثلہما جاز اور دونون عوض متعین نہین ہوتے بیع العقد مین یہانتک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا اپنے جدا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اوس نقد کو جسکے طرف عقد مین اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہو ھم اسیطرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اوسکا ہم جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی النہر وَیَفْسُدُ الصَّرْفُ بِخِیَارِ الشَّرْطِ وَالْاَجَلِ

لا خلالهما بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف خیار شرط اور مدت مقرر کرنے سے اسواسطے کہ خیار شرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہین یعنی اسواسطے کہ جب تک اختیار باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور خیار اوسکا مانع ہے اسیطرح مدت مانع قبض سے ہے ویصح ثم اسقاطهما فی المجلس لزوال المانع اور صرف صحیح ہے دونون کے ہتا طرف کے ساتھ بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنے اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اوسی مجلس مین دونون کو ساقط الاعتبار کر دیا تو بیع صحیح ہوگی یعنے بشرط تقابض البدلین فی المجلس وصح خیار الرؤیة والعیب فی مصوغ لا النقد اور خیار رؤیت اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن مین صحیح ہے نہ نقدین مین خیار الرؤیة نقد مین صحیح نہین کیونکہ انعقاد عقد نقدین کے مثل پر ہوتا ہی نہ نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقدین مین خیار العیب بھی نہین ہوتا حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ خیار العیب نقدین مین داخل ہوتا ہے تو اگر بسبب عیب کے مجلس مین پھیر دیگا تو صرف باقی ہے اگر اوسکا بدل داخل کریگا اوسی مجلس مین اور اگر بعد افتراق دیگا تو بیع الصرف باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الشرط الفاسد لا یلحق باصل العقد عنده خلافا لهما یعنی شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے امام کے نزدیک خلاف صاحبین کے کذا فی النهر هم مراد وہ شرط فاسد ہی جو بعد عقد کے مذکور ہو ظهر بعض الثمن زیوفا فرده لا ینتقض فیه نقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا سواوسنے اوسکو پھیر دیا تو اوسیقدر مین بیع ٹوٹیگی یعنے اسواسطے کہ اسمین قبض نرا اور دوسرے عوض مین دونون شریک ہو جائینگے بشرطیکہ ثمن کوئی ایسا دینار ہو جو ثمن مردود کی مقدار پر ہو کذا فی الحطاوی لا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضه تو جو به حقا لله تعالی تصرف کرنا نچاہیے صرف کو ثمن مین قبضہ کرنے سے پہلے کیونکہ بسبب واجب ہونے قبض کے حق اللہ کی جہت سے فلو باع دینارا بدراهم واشتری بها قبل قبضها ثوبا مثلا فسد بیع الثوب والصرف بحاله تو اگر بیچا دینار کو بعوض دراہم کے اور دراہم سے مثلاً کپڑا خرید کیا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امة تعدل الفا درهم مع طوق فضة فی عنقها قیمته الف ایضا بین قیمتهما لیفید انقسام الثمن علی الثمن او انه غیر جنس الطوق والا فالعبرة لوزن الطوق لا لقیمته فقدر لا مقابل به والباقی بالجاریة بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درہم کی برابر ہے اوس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اوسکی گردن ہی جس طوق کی قیمت ہزار درہم ہی مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف اسواسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا مثمن پر معلوم ہو یا یہہ معلوم ہو کہ وہ یعنے غیر نقد جنس طوق کی مغائر ہے اور نہین تو وزن طوق کا اعتبار ہی نہ اوسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلہ مین واقع ہوگا هم لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سی برابر ہونا شرط نہین بلکہ اصل یہہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد مجانس کے تو بیہ ضرور ہے کہ نقد مفرد مین یعنی ثمن زیادہ ہو بالفین متعلق بباع ونقد من الثمن الفا او باعها بالفین الف نقد والف نسیئة او باع سیفا حلیته خمسون ویخلص بلا ضرر فباعه بمائة ونقد خمسین فما نقد فهو ثمن الفضة سواء سکت او قال خذ هذا من ثمنهما تحریا للجواز اسی طور ہ اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درہم کے اور ثمن سے ہزار درہم دیئے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اسطور پر کہ ایک ہزار نقد اور ایکہزار کا وعدہ یا تلوار بیچی جسکا زیور پچاس درم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہی سو اوسکو بعوض سو درم کے بیچا اور پچاس درم ثمن مین سے دیئے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری ساکت رہا ہو یا یون بولا ہو کہ یہہ لے دونون کے ثمن مین سے شارح نے کہا ثمن موڈی کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہو جانے کے واسطے هم چونکہ عاقل مسلمان ہین تو باعتبار حسن ظن کے اونکا فعل حتے الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن معجل اوسکا ٹھیرا جسمین شرعا تعجیل شرط ہے اگرچہ اوسنے یہہ نہی کہا ہو کہ یہہ دونون کا ثمن ہی اسواسطے کہ تثنیہ سے کبھی واحد بھی مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید مین ہی کہ نسیا حوتهما اور یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان مفتی ابو السعود نے کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہے کہ یہہ شرط ہی اور انعقاد مسئلہ مین حالانکہ ایسا نہین ہے یعنی ضرر اور عدم ضرر حکم مین یکسان ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف تو کذا لو قال هذا المعجل حصة السیف لانه اسم للحلیة ایضا لدخولها فی بیعه تبعا ولو زاد خاصة فسد البیع لازالته الاحتمال اور اسیطرح مثل سابق چاندی کا ثمن ٹھیرایا جائیگا اگر مشتری نے یون کہا کہ یہہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہے اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع مین تابع ہو کر یعنے تلوار اور زیور گویا ایک ہی چیز ہین اور اگر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون بولا کہ یہہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد

ہوگی اسواسطے کہ اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنے اب اسطرح گنجایش نرہی کہ زیور کو تلوار مین داخل کیجیے فَاِنِ افْتَرَقَا مِنْ غَیْرِ قَبْضٍ تَبْطُلُ فِی الْحِلْیَةِ
فَقَطْ وَصَحَّ فِی السَّیْفِ اِنْ تَخَلَّصَ بِلَا ضَرَرٍ کَطَوْقِ الْجَارِیَةِ وَاِنْ لَمْ تَتَخَلَّصْ اِلَّا بِهٖ بَطَلَ اَصْلًا سو اگر بیع مذکور مین عاقدین کا افتراق ہوا بدون
قبض ثمن تو بیع فقط زیور مین باطل ہے اور تلوار مین صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع
باطل ہے ھ یعنے نہ زیور مین بیع صحیح ہے نہ تلوار مین اسواسطے کہ زیور کا حصہ مثل الافتراق واجب القبض ہے پر جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی
بواسطہ فقدان شرط اور اسیطرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے کہ اسکے جدا کرنے مین ضرر نہین کہ وہان فقط جاریہ یا
تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر وَالْاَصْلُ اَنَّهٗ مَتٰی بِیْعَ نَقْدٌ مَعَ غَیْرِهٖ کَمُفَضَّضٍ وَمُزَرْکَشٍ بِنَقْدٍ مِنْ جِنْسِهٖ شُرِطَ زِیَادَةُ الثَّمَنِ
فَلَوْ مِثْلَهٗ اَوْ اَقَلَّ اَوْ جُهِلَ بَطَلَ وَلَوْ بِغَیْرِ جِنْسِهٖ شُرِطَ التَّقَابُضُ فَقَطْ اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب نقد غیر نقد سے ملکر چنانچہ مفضض اور مزرکش
بیچا جاوے بعوض اوس نقد کے جو اوسکے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع
ہوا وس نقد سے جو اوسکا غیر جنس ہے تو فقط تقابض شرط ہے ھ مفضض وہ ہے جسپر چاندی کا پتر ہو چنانچہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے پتر سے مڑھے اور
مزرکش چنانچہ کمخاب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن مین بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اوسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اوس لکڑی
کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پتر ہے اور در صورت تساوی ثمن اسواسطے بیع فاسد ہے کہ مثلاً لکڑی کے عوض مین کچھ ثمن نہین رہتا اور در صورت عدم علم کمی بیشی کے
اسواسطے بیع فاسد ہے کہ اسمین شبہہ ہے فضل کا اور شبہہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی بیع مثلاً اشرفی وغیرہ سے کی تو یہان زیادت اور قلت اور مساوات کچھ
شرط نہین اختلاف جنس کے سبب سے ہان تقابض البدلین البتہ شرط ہو وَمَنْ بَاعَ اِنَاءَ فِضَّةٍ بِفِضَّةٍ اَوْ بِذَهَبٍ وَنَقَدَ بَعْضَ ثَمَنِهٖ فِی الْمَجْلِسِ ثُمَّ افْتَرَقَا صَحَّ
فِیْمَا قُبِضَ وَاشْتَرَکَا فِی الْاِنَاءِ لِاَنَّهٗ صَرْفٌ اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اوسکا کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقد مین یعنی بشرط قبض طرف پھر دونون
مین جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے سقدر مین جسمین قبض ہوا اور دونون شخص برتن مین شریک ہو گئے کیونکہ یہہ صرف ہے وَلَا خِیَارَ لِلْمُشْتَرِیْ لِتَعَیُّبِهٖ مِنْ
قِبَلِهٖ بِعَدَمِ نَقْدِهٖ اور اسمین اختیار نہین مشتری کا بسبب عیبدار ہوجانے برتن کے مشتری کے جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ھ یعنی بوجہ عیب شرکت مشتری بیع
نہین کر سکتا کہ یہہ عیب اوسکی طرف سے ہوا ہے بایع کیطرف سے بِخِلَافِ هَلَاكِ اَحَدِ الْعَبْدَیْنِ قَبْلَ الْقَبْضِ فَیُخَیَّرُ لِعَدَمِ صُنْعِهٖ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض
کہ اسمین مشتری مختار ہے کیونکہ یہہ عیب مشتری کے فعل سے نہین وَاِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُهٗ اَیِ الْاِنَاءِ اَخَذَ الْمُشْتَرِیْ مَا بَقِیَ بِقِسْطِهٖ اَوْ رَدَّ لِتَعَیُّبِهٖ بِلَا
صُنْعِهٖ قُلْتُ وَمُفَادُهٗ تَخْصِیْصُ اسْتِحْقَاقِهٖ بِالْبَیِّنَةِ لَا بِالْاِقْرَارِ فَلْیُحَرَّرْ اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری یا باقی کو بقدر
اوسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے سے مختار ہے بسبب معیوب ہوجانے مبیع کے بلا فعل مشتری مین کہتا ہون اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہونیکا ہے
شہادت سے نہ اقرار سے تو اسکی تلاش اور تحقیق کرنا چاہیے ھ حسب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹہیرا تو در صورت استحقاق اوسوقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ
استحقاق مستحق کے گواہون سے یا بایع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کیجانب سے ہوگا تو اب بایع سے ثمن کو
نہین پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فَاِنْ اَجَازَ الْمُسْتَحِقُّ قَبْلَ فَسْخِ الْحَاکِمِ الْعَقْدَ جَازَ الْعَقْدُ وَاخْتَلَفُوْا فِیْ فَسْخِ الْبَیْعِ اِذَا ظَهَرَ الْاِسْتِحْقَاقُ
وَظَاهِرُ الرِّوَایَةِ اَنَّهٗ لَا یَنْفَسِخُ مَا لَمْ یُفْسَخْ وَهُوَ الْاَصَحُّ فَتْح پھر اگر مستحق بیع کا اجازت دیوے قبل اسبات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہو اور اسمین اختلاف
ہے کہ بیع کب فسخ ہوجاتی ہے جب کہ استحقاق ظاہر ہوا اور ظاہر الروایہ یہہ ہے کہ وہ فسخ نہین ہوتی جبتک فسخ کیجاوے اور یہی اصح ہے کذا فی الفتح وَکَانَ الثَّمَنُ لَهٗ
یَاْخُذُهُ الْبَائِعُ مِنَ الْمُشْتَرِیْ وَیُسَلِّمُهٗ لَهٗ اِذَا لَمْ یَفْتَرِقَا بَعْدَ الْاِجَازَةِ وَیَصِیْرُ الْعَاقِدُ وَکِیْلًا لِلْمُجِیْزِ فَتَتَعَلَّقُ اَحْکَامُ الْعَقْدِ بِهٖ دُوْنَ الْمُجِیْزِ وَیَبْطُلُ
الْعَقْدُ بِمُفَارَقَةِ الْعَاقِدِ دُوْنَ الْمُسْتَحِقِّ مُجْتَبٰی اور ثمن مستحق کا ہوگا بایع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اوسوقت صحیح ہے جب کہ بایع اور مشتری
متفرق نہوگئے ہون بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت مین عاقد یعنی بایع وکیل ہوجائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے مجیز
سے نہ اینکہ عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرہ وَلَوْ بَاعَ قِطْعَةَ نُقْرَةٍ فَاسْتُحِقَّ بَعْضُهَا اَخَذَ الْمُشْتَرِیْ مَا بَقِیَ بِقِسْطِهٖ

بلا خیار لان التبعیض لا یضرہ تھا اور اگر چاندی کا ڈلا بیچا اور اسمین سے کچھ مستحق نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصہ کے لے بلا اختیار رد ہو اسواسطے
کہ کاٹنا ڈلے کو ضرر نہین کرتا ہے مشتریکو اسواسطے اختیار نہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا ضرر ہے لہذا
استحقاق ظرف مین مشتری مختار ہے وهذا لو كان الاستحقاق بعد قبضه ولو قبل قبضه له الخيار لتفرق الصفقة وكذا الدينار والدرهم
جوہرہ اور یہ حکم یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبض ہو تو مشتریکو اختیار ہے بسبب تفرق ہونے عقد کے
اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجوہرہ ہے یعنی اگر دینار یا درہم خریدکرے اور بعض دینار یا درہم مستحق نکلے تو مشتری باقی کو اوسکے حصے کے موافق
لے بلا اختیار اسواسطے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب نہیں کیونکہ سب تقسیما و کل حق عوض ایک ممکن ہے کذا فی الطحطاوی وصح بیع درہمین ودینار
بدرہم ودینارین بصرف الجنس بخلاف جنسه اور صحیح ہے بیع دو درم اور ایک دینار کی ایک درم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی
درم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درم واقع ہوکر صحیح ہوگئی کیونکہ درصورت اختلاف جنس مساوی بدلین شرط نہیں ومثله بيع كر بر وكر شعير بكري
بر وكري شعير اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہے ایک کر گیہون اور ایک کر جو کی بیع گیہون کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیہون کا ایک کر جو کے دو کر کے
مقابل اور دو کر جو کا ایک کر گیہون کے دو کر کے مقابل ہوکر بیع صحیح ہوگئی برابری شرط نہیں وکذا بیع احد عشر درهما بعشرة دراهم ودينار اور اسطرح
صحیح ہے بیع گیارہ درم کی دس درم اور ایک دینار سے ہے اگرچہ یہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہوچکا لیکن مصنف نے اسواسطے اسکو ذکر کیا تا معلوم ہو
کہ دو مقدم مختلف دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مین پائی جاوین یا فقط ایک عوض مین دونون صورتون مین کچھ فرق نہین کذا فی النہر وصح بیع درہم
صحیح ودرہمین غلة بصحیح فتشدید ما یردہ بیت المال ویقبله التجار بدرہمین صحیحین ودرہم غلة للمساواة وزنا وعدم اعتبار
الجودة اور صحیح ہے بیع ایک درم صحیح اور دو درم غلہ کی دو درم صحیح اور ایک درم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ بفتح
غین معجمہ وتشدید لام وہ درم ہے جسکو بیت المال یعنی سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اوسکو لیتے ہون ہم عدم قبول بیت المال ہونے نہین کہ وہ درم کھوٹا
ہو بلکہ دراہم غلہ مقطعہ یکسر ہوتے ہین اونمین سے کوئی ٹکڑا ایک درم ہوتا ہے اور کوئی مثل اور اس سے کمتر اور بیت المال مین نہین لیتے مگر عالی کذا فی الطحطاوی
عن المكي عن البرهان وصح بيع من عليه عشرة دراهم دين ممن هي له اى من دائنه فصح بيعه منه دينارا بها اتفاقا وتقع المقاصة
بنفس العقد اذ لا ربوا في دين سقط اور صحیح ہے بیچنا اوسکا جسپر دس درم قرض ہین اوسکے ہاتھ جسکے درم ہین یعنی اپنے دائن سے تو مدیون کو دائن سے
دینار کا بیچنا بعوض دراہم مذکورہ کے صحیح ہے اور مقاصہ واقع ہوجائیگا بمجرد عقد کے اسواسطے کہ سود نہیں اوس دین مین جو ساقط ہوا ہے خلاصہ یہ ہے کہ زید کے
دس درم خالد پر دین ہین سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور بمجرد عقد مذکور مقاصہ ہوجائیگا یعنی دین
مین مجرا ہوکر عاقدین حساب مین برابر سرابر ہوجائینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آیندہ کے کہ وہان مقاصہ کرنیکی ضرورت ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر ماتن
یون کہتا وصح بیع مدیون العشرة دراہم من دائنه دینارا بہا تو واضح تر اور مختصر تر ہوتا او بعشرة مطلقة عن التقييد بدين عليه ان دفع
البائع الدينار للمشتري وتقاصا العشرة الثمن بالعشرة الدين استحسانا یا صحیح ہے بیع مدیون کی بعوض ایسے درمون کے جو مطلق
ہین قید دین سے بشرطیکہ بائع نے دینار مشتریکو دیا ہو اور دونون نے دس درم ثمن کو دس درم دین مین مجرا بھی کرلیا ہو بطریق استحسان کے ہے درصورت مطلق
دراہم مقاصہ شرط ہے تو اگر عاقدین باہم مجرا نکرینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع نہوگا چنانچہ عنایہ مین مصرح ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اوسکے حادث ہو
القول الصحیح وجہ استحسان یہ ہے کہ جب عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہوگیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا لانہ اضافه الی الدین بطریق اقتضا تا
کہ صحیح ہو کذا فی الطحطاوی وما غالبه فضة فضة وذهب ذهب اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم مین ہے اور جسمین سونا غالب ہو وہ حکم سونے
کے ہے مثلا آٹھ ماشے چاندی ہو اور تین ماشے تانبا تو وہ مثل خالص چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود بواسطے انطباع کے غش سے کمتر خالی ہوتے ہین اور
کامل غش سے خلقی ہوتا ہے جیسا کہ ردی قسم مین لہذا قلیل ساقط الاعتبار ہوا شرعا فلا یصح بیع الخالص به ولا بیع بعضه ببعض الا متساويا وزنا وصح

نہیں خالص چاندی اور سونے کی بیع غالب الفضہ والذہب سے اور نہ بیع اوسکی بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے وکذا لا یصح
الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اور اسیطرح غالب الفضہ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا و
الغالب علیہ الغش منہما فی حکم العروض اعتبارا للغالب اور جسمیں غش غالب ہو یعنی بسبب زیادتی کے چاندی ہونے سے وہ اسباب اور اجناس کے
حکم میں ہے غالب کو معتبر جان کر ہم نے اعتبار بالغالب مسئلہ سابقہ اور لاحقہ دونوں کی علت ہے فیصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش
لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی کے بدلے سے اگر خالص زیادہ تر ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو
اور زیادہ بمقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا وبجنسہ متفاضلا وزنا وعددا ای صرفا للجنس بخلافہ اور بیع صحیح ہے غش کی
کی اپنی جنس سے زیادہ و کم کر کے قول اعتبار سے بسبب پھیرنے جنس کے مخالف جنس کی طرف یعنی مثلا ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہے اور دو تولہ تانبا اور دوسرے
مغشوش میں دو تولہ چاندی ہے اور ایک تولہ یا نصف تولہ تانبا تو ان دونوں کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کے طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے
مقابل کر کے بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لصیرورتہ صرفا بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے
مجلس میں دونوں صورتوں میں بسبب صرف ہو جانے کے ہم دونوں صورتیں یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے لتقابض فی الکل
اسواسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور غش میں تقابض اسواسطے شرط ہوا کہ اوسکے جدا کرنے میں
چاندی یا سونے سے ضرر ہے وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربوا فی الاولین ولاحتمالہ فی الثالث
اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اوس سے کمتر ہو یا معلوم نہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب ربوا کے پہلی دو صورتوں میں یعنی صورت تساوی اور قلت اور بسبب
محتمل ہونے ربوا کے تیسری صورت میں یعنی صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ ربوا بجای حقیقت ربوا ہے اور صورت تساوی میں اسواسطے ربوا ہے کہ چاندی مثلا
کے مقابل برابر چاندی ہوئی اور غش خالی عن العوض باقی رہا وہو ای غالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ [illegible] غالب الغش متعین نہیں
ہوتا معین کرنے سے اگر اوسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اوسکے ثمن ہو جانے کے اوس وقت میں ہم غالب الغش [illegible] اور چلن پر ہو تو وہ عقد
تو جبتک اوسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہو گا [illegible]
عقد نہیں بلکہ اوسکا مثل دیا جائیگا والا یتعین بہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش و جنس کے ہم
اسواسطے ہو گا کہ وہ اصل میں منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اوس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اوسنے
اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اوسکے ہلاک قبل القبض سے عقد باطل ہو گا یہ صورتیں ہی جب کہ متعاقدین اوسکا حال جانتے ہوں اور دونوں عاقد یہ جانتا ہو کہ
عاقد بھی اوسکو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے خبردار نہوں یا خبردار ہوں مگر ہر ایک یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم جاریہ ہے بیع متعلق ہو گی
جب کہ دراہم غیر مروجہ کیطرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الخلاصۃ عن النہر وان قبلہ البعض فکز یوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع حالہ و
الا فبجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعض نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص درہموں کے برابر ہے تو اوسکے ہم جنس ناقص درہم سے عقد متعلق ہو گا اگر
بائع اوسکا حال جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو تو اوسکے ہم جنس عمدہ درہم سے تعلق عقد ہو گا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ عددا بالعرف فیما لا نص فیہ
اور صحیح ہے باہم خرید و فروخت کرنا اور قرض لینا اوس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اسمیں جسمیں تصریح نہیں فان راج وزنا فیہ او عددا
فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اوسمیں وزن رائج ہو یا شمار رائج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح
ہو والمتساوی غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی المنح
اور جسمیں غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضہ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید و فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اسمیں جائز نہیں مگر تول کر لیکن
جب کہ دونوں کیطرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ میں ہم استثنا فقط تبایع کیطرف راجع ہے لئے کہ استقراض بھر سونے یا درہم کے

نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہو اسواسطے کہ صرف کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا وَاَمَّا فِی الصَّرْفِ فَکَغَالِبِ غِشٍّ فِیْہِ یُعْتَبَرُ بِاِعْتِبَارِ الْمَالِ اور بیع صرف
مین تو غالب الغش کے مانند ہو تو صرف صحیح ہوگی اعتبار گذشتہ سے یعنے اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اوس سے اکثر ہو والا جائز
نہیں اور اگر اپنی غیر جنس سے ہو تو تفاضل جائز ہوا اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں مین کذا فی الطحطاوی اِشْتَرٰی شَیْئًا بِہٖ بِغَالِبِ
الْغِشِّ وَهُوَ نَافِقٌ وَبِفُلُوْسٍ نَافِقَةٍ فَکَسَدَ ذٰلِکَ قَبْلَ التَّسْلِیْمِ لِلْبَائِعِ بَطَلَ الْبَیْعُ کَمَا لَوِ انْقَطَعَتْ عَنْ اَیْدِی النَّاسِ فَاِنَّہٗ کَالْکَسَادِ خرید کی کوئی چیز غالب
الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اوسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہوگئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوگئے ہوں لوگوں
کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وَکَذَا الْحُکْمُ فِی الدَّرَاهِمِ لَوْ کَسَدَتْ اَوِ انْقَطَعَتْ بَطَلَ اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر اونکا رواج جاتا رہے یا منقطع ہو
جاوین تو بیع باطل ہے وَصَحَّحَاهُ بِقِیْمَةِ الْمَبِیْعِ وَبِهٖ یُفْتٰی رِفْقًا بِالنَّاسِ بحر و حقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسیکا فتویٰ ہے لوگوں
کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ھم بجای قیمت بیع قیمت کا سد کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا کہ در منثور لقاء عہد قیمت کا سد واجب ہے ابو یوسف کے
نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز مین کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے
اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے لوگون کی آسانی کیواسطے انتہے تو اجمال کہ شارح کے کلام مین ہے اس تقریر سے معلوم ہوگیا
کذا فی الطحطاوی وَحَدُّ الْکَسَادِ اَنْ تُتْرَکَ الْمُعَامَلَةُ بِهَا فِیْ جَمِیْعِ الْبِلَادِ فَلَوْ رَاجَتْ فِیْ بَعْضِهَا لَمْ یَبْطُلْ بَلْ یَتَخَیَّرُ الْبَائِعُ لِتَعَیُّبِهَا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد
یہ ہے کہ اوس سے معاملہ کرنا جمیع بلاد مین متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد مین رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے اوسکے عیب دار ہو جانے کے سبب یعنے اگر بائع
کے شہر مین رائج نہوں تو اوسکو اختیار ہے چاہے اونکو لے چاہے اونکی قیمت لے کذا فی البحر وَحَدُّ الْاِنْقِطَاعِ عَدَمُ وُجُوْدِهٖ فِی السُّوْقِ وَاِنْ وُجِدَ فِیْ یَدِ الصَّیَارِفَةِ
وَفِی الْبُیُوْتِ کَذَا ذَکَرَہُ الْعَیْنِیُّ وَابْنُ الْمَلَکِ بِالْعَطْفِ خِلَافًا لِمَا فِیْ نُسْخَةِ الْمُصَنِّفِ وَقَدْ عَزَاہُ لِلْهِدَایَةِ وَلَمْ اَرَهٗ فِیْهَا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور انقطاع کی حد نہ موجود ہو
بازار مین اگرچہ صرافون کے پاس اور گھرون مین موجود ہو اسیطرح اسکو ذکر کیا ہے عینی اور ابن ملک نے بحرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ بواو عاطفہ مذکور ہے
بخلاف شرح مصنف کے نسخون کے کہ اون مین عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور مین نے ہدایہ مین اسکو نہین دیکھا واللہ اعلم
طحطاوی نے کہا کہ سید عبارت ہدایہ مین اس مسئلہ کے بیان مین مذکور نہیں بلکہ کساد کی بحث مین مذکور ہے وَفِی الْبَزَّازِیَّةِ لَوْ رَاجَتْ قَبْلَ فَسْخِ الْبَائِعِ الْبَیْعَ عَادَ جَائِزًا
لِعَدَمِ انْفِسَاخِ الْعَقْدِ بِلَا فَسْخٍ وَعَلَیْهِ فَقَوْلُ الْمُصَنِّفِ بَطَلَ الْبَیْعُ اَیْ ثَبَتَ لِلْبَائِعِ وِلَایَةُ فَسْخِهٖ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ اور بزازیہ مین ہے کہ اگر دوسری
بار رواج ہوگیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہوگی بیع پھر سے بسبب فسخ نہونے بیع کے بدون فسخ کرنے کے اور بموجب اسکے تو مصنف کا یون کہنا
کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہوگئی اوسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اوسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہے اور حق تعالے توفیق دینے والا ہے وَقَیَّدَہٗ
بِالْکَسَادِ لِاَنَّہٗ لَوْ نَقَصَتْ قِیْمَتُهَا قَبْلَ الْقَبْضِ فَالْبَیْعُ عَلٰی حَالِهٖ اِجْمَاعًا وَلَا یَتَخَیَّرُ الْبَائِعُ اور بطلان بیع مین مصنف نے کساد کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر غالب
الغش کی قیمت کم ہو جاوے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ مین مختار نہیں ہے جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو
غالب النقد کا حکم بطریق اولے ثابت ہوگیا وَعَکْسُهٗ لَوْ غَلَتْ قِیْمَتُهَا وَازْدَادَتْ فَکَذٰلِکَ الْبَیْعُ عَلٰی حَالِهٖ وَلَا یَتَخَیَّرُ الْمُشْتَرِیْ وَیُطَالَبُ بِنَقْدِ ذٰلِکَ الْعِیَارِ
الَّذِیْ کَانَ وَقْتَ الْبَیْعِ فتح اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہوگئی اور زیادہ ہوئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں
اور مشتری سے اسی قدر نقد کا مطالبہ ہوگا جو بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح ھم عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اوسکے قیمت زیادہ ہو
جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وَقَیَّدَ بِقَوْلِهٖ قَبْلَ التَّسْلِیْمِ لِاَنَّہٗ لَوْ بَاعَ دَلَّالٌ وَکَذَا فُضُوْلِیٌّ مَتَاعَ الْغَیْرِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ بِدَرَاهِمَ مَعْلُوْمَةٍ وَاسْتَوْفَاهَا
فَکَسَدَتْ قَبْلَ دَفْعِهَا اِلٰی رَبِّ الْمَتَاعِ لَا یَفْسُدُ الْبَیْعُ لِاَنَّ حَقَّ الْقَبْضِ لَهٗ عینی وغیرہ اور مصنف نے بطلان بیع مین کساد و قبل التسلیم کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ
دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اوسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پوری بھر لیے پھر اونکا رواج موقوف ہوگیا
صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہوگی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب

مسئلہ اسی طرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کرے سوا سنے فلوس خرید کئے اور اون پر قبضہ کیا پھر اونکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی المحیط ناقلاً عن المکی وصح البیع بالفلوس النافقة وان لم تعین کالدراہم اور بیع ہے بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہیں درمون کے نہ ہوں ہم فلوس سے بیع ہوا اسواسطے صحیح ہے کہ وہ بجملہ انواع مال ہیں دراہم کی مانند تا اینکہ اگر ہلاک قبل قبض تو عقد منفسخ نہیں اور اگر فلوس بدل کرے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہیں ہوتے کہ اثمان ہیں جو اصل ہیں اور ثمن نقد کی تعیین واجب نہیں بایں اگر ثمن کو متعین کرے تو بھی متعین نہیں ہوتا اگر جب کہ عاقدین یون کہیں کہ ہمنے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا فی النہر وبالکاسدة لا حتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہیں تاوقتیکہ اوکو معین نکرے چنانچہ قماش اور اسباب سے بیع بلا تعیین صحیح نہیں ہم تعیین اسواسطے ضرور ہے کہ درحالت عدم رواج فلوس مبیع ہیں نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل الفلس لقرض اذا کسدت وا وجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کی مانند کا پھیر دینا واجب ہے جب کہ فلوس کا رواج جاتا رہا ہو اور امام محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب کہی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف اوس صورت میں ہے کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہوں پھر اونکا رواج موقوف ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہوں تو بعینہا اونکو پھیر دینا چاہیئے بالاتفاق کذا نقلہ السید الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ عن شرح المجمع وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایۃ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور نہر الفائق میں ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہے اشتری شیئا بنصف درہم مثلاً فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم او ربعہ خرید کی کوئی چیز مثلاً نصف درم کی فلوس سے تو خرید صحیح ہو بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب کہ معلوم ہے اور مشتری پر اسقدر فلوس واجب ہیں جو نصف درم کو بیچے جاتے ہیں اور اسیطرح ثلث درم یا ربع درم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے ہم زفر کے نزدیک بیع مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس عددی چیز ہیں تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اوسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور بحالیکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہوگیا کہ قول مذکور سے اونکی فلوس کا ارادہ کیا ہے جو نصف درم سے بیچے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہیں کذا فی النہر ولکن لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کفی اور اسیطرح اگر خریدی کوئی چیز ایکدرم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفة نصف وبنصف آخر من الفضة صغیرا الا حبة صح ویکون النصف الا حبة بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درم کبیر یعنی درم کامل دیا پھر بولا کہ دے مجھکو بعوض اوسکے نصف درم فلوس اور چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم بے ایک حبہ کم بمقابل اپنی مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا لفظ فلوسا منصوب صفت ہے نصف کی دلو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبة یعنی دے مجکو بعوض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درم کبیر کے مگر حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب مین بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض رہا نہر الفائق میں ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اوس میں باطل ہے اور اگر لفظ اعطنی کو مکرر کہا یعنی اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبة تو فلوس میں بیع جائز اور چاندی میں باطل ہے وتمامہ فی الفتاوی وبما تقرر ظہر ان الاموال ثلثة الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء اولا قوبل بجنسہ اولا اور جو ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہان تک کہ اوس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہیں قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہو ہر حال میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اوسپر با جارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنے جنس سے مقابل ہو یا نہو ہم سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب اور قسم ثانی وہ ہے

جو بیع ہو ہر حال میں چنانچہ کپڑا اور جانور ہمیشہ بیع ہے ہر حال میں لیجئے خواہ اپنی جنس کے مقابل ہوں یا غیر جنس کے باء جارہ اونپر آوے یا نہ آوے والثالث ثمن
من وجه ومبیع من وجه کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہو دوسری وجہ سے بیع چنانچہ مثلی چیزیں مکیلات اور موزونات سوائے
نقدین کے فان اتصل بها الباء فثمن والا فمبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ باء جارہ متصل ہو اس طرح کہ اشتریت الثوب بالحنطة تو اس صورت میں وہ ثمن ہے اور
اگر متصل نہو تو اس صورت میں وہ مبیع ہے بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ مبیع ہے اور اگر معین نہو اور اسپر باء جارہ آوے اور اسکو مقابل
بیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان رائجة فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو جنس اور قماش کے
مانند ہیں والثمن من حکمه عدم اشتراط وجوده فی ملك العاقد عند العقد وعدم بطلانه ای العقد بهلاکه ای الثمن وصحة الاستبدال
به فی غیر الصرف والسلم لا فیهما اور منجملہ احکام ثمن نہ مشروط ہونا اوسکے وجود کا ہے عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا یعنی
ثمن کے ہلاک ہوجانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی اسکو خرچ کر ڈالنا اور اوسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم میں اور ان دونوں میں یعنی بیع صرف
اور سلم میں ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہیں وحکم المبیع خلافه ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکه وهکذا اور حکم بیع کا
برخلاف ثمن کے ہے جمیع امور مذکورہ میں تو مشروط ہے مبیع کا موجود ہونا عاقد کی ملک میں عقد کے وقت اور اسی طرح باقی امور میں یعنی بیع باطل ہوجاتی ہے مبیع کے
ہلاک ہوجانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہیں ومن حکمهما وجوب التساوی عند المقابلة بالجنس فی المقدرات کما تقدم اور ثمن اور مبیع کی برابری کا
واجب ہونا منجملہ احکام کے ہے مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی مکیلات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہوچکا ہے باب الربوا میں یعنی مکیل یا موزون
میں در صورت اتحاد جنس ثمن اور بیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے تذنیب فی بیع العینة ویاتی متنا فی الکفالة وبیع التلجئة ویاتی متنا فی الاقرار
یہہ کتاب البیوع کا ذیل ہے بیع العینہ کے ذکر میں اور اوسکا بیان کتاب الکفالہ کے متن میں آویگا اور بیع تلجئہ کے بیان میں اور اوسکا ذکر کتاب الاقرار کے
متن میں آویگا هم تذنیب عبارت ہے اوس سے جسکو آخر کلام میں لاویں اور اسکو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مقصد ہے یعنی مفعول اس تذنیب میں بیع العینہ
ذکر کا کچھہ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیوع سے بیع العینہ باقی رہی ہے اور اوسکا ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا کذا فی الطحطاوی وهو ان یظهرا
عقدا وهما لا یریدانه یلجأ الیه لخوف عدو وهو لیس ببیع فی الحقیقة بل کالهزل کما بسطه فی اخر شرحه علی المنار اور بیع تلجئہ یہہ ہے کہ عقد کو
ظاہر کریں اور اوسکا دل میں قصد نرکھیں یعنی عقد کیطرف التجا واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے
مانند ہے چنانچہ اسکو مبسوط بیان کیا ہے اپنی شرح منار کے آخر میں هم مغرب میں ہے کہ تلجئہ عبارت ہے اوس امر سے کہ جسکا باطن مخالف ہو اوسکے ظاہر کے فتاوی
عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ مدفوع الیہ بمنزلہ ہو جاتا ہے اور تلجیہ تین قسم پر ہے ایک قسم یہہ ہے کہ انشاء بیع میں تلجیہ
ہو اسطور پر کہ کسی مرد سے کہے کہ میں یہہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہہ فی الحقیقت بیع نہیں ہے پھر گواہ کریں اور ظاہر میں بیع کریں تو یہہ بیع باطل ہے دوسری
قسم یہہ ہو کہ تلجیہ بدل میں ہو چنانچہ عاقدین باطن میں اسپر متفق ہوں کہ ثمن ہزار درہم ہیں اور ظاہر میں دو ہزار کو بیع کریں تو ثمن وہی ہے جو باطن میں قرار
ہوا اور زیادہ وقت بیع کو گویا اونہوں نے ہزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یوں ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہہ ہے کہ عاقدین
باطن میں اسپر اتفاق کریں کہ ثمن ہزار درم ہے اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں محمد نے کہا قیاس یہہ ہے کہ عقد باطل ہو اور استحسان میں سو دینار سے بیع
صحیح ہے اور اگر دونوں اس پر اتفاق کریں کہ اوس بیع کا اقرار کریں جو نہیں واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور اگر دونوں کی اجازت سے
بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں غموض ہے جسکا ایضاح یہہ ہے ونقلت عن التلویح ان الاقسام ثمانیة وسبعون اور میں نے نقل
کیا شرح مذکور میں تلویح سے کہ بیع التلجیہ کی اٹہتر قسمیں ہیں وعقد له قاضیخان فصلا اخر الاقرار ملخصه انه بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار
اور قاضی خان نے آخر اقرار میں بیع التلجیہ کے بیان میں ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع بالخیار کی مانند وجعله الباقانی
فاسدا اور باقانی نے تلجیہ کو بیع فاسد قرار دیا ہے ولو ادعی احدهما بیع التلجیة وانکر الاخر فالقول لمدعی الجد بیمینه اور اگر ایک شخص بیع التلجیہ کا

دعویٰ کیا اور دونوں مدعی سے ملے اور اسکا انکار کیا تو مدعی تلجیہ کا قول اوسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے ہم مجمل اوسکی کہا شاید یہ اسواسطے ہے کہ تلجیہ اصل یعنی ہزل ان ثانی
اصل ہے لہذا اوسکا قول معتبر ہوا ولو برهن احدهما قبل ولو برهنا فالتلجیة اور دونوں نے سوا اگر کسی گواہ لایا اپنے دعویٰ پر تو گواہی مقبول ہوگی
اور اگر دونوں گواہ لاوین تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی تنبیہ ہو واسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کی اثبات کیواسطے ہے ولو تبایعا فی العلانیة ان اتفقا
علی البناء علی التلجیة فالبیع باطل لاتفاقهما انهما هازلا به والا فلازم ولو لم یحضرهما نیة فباطل علی الظاهر منیة اور اگر وہ دونوں تو علانیہ
بیع کی اگر دونوں اقرار کرین کہ بنا رہی تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہے بسبب متفق ہونے دونوں کے اسپر کہ اظہار بیع کا ہزل کی طور پر تھا اور نہیں تو بیع لازم
ہے یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہوئے یا بنا اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہوئی نہ بنا کی نہ
اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کذا فی المنیة ہم منار بین مصحح ہے کہ در صورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید
یہان دو قول ہین کذا فی التعلیقات بالیقین اس مسئلہ مین دو قول ہین چنانچہ قول منیہ مفتے علے الظاہر اوس پر دلالت کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم قلت فاعتقادا لو
لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرة للمواضعة مین کہتا ہون کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا
کہ اگر عاقدین وفا پر متفق ہوئے قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہین مواضعت یعنی ٹھیرا لینے کا ہم وجہ افادہ
یہ ہے کہ بیع التلجیہ فقط باطل ہے جب کہ دونوں اسکا اعتراف کرین کہ بنا علانیہ تلجیہ پر تھی والا بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اگر انکا عدد وعدہ
وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہے وبیع الوفاء ذکرته هنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو مین نے یہان ذکر کیا درر کا تابع ہوکر وصورته ان یبیعه العین
بالف علی انه اذا رد علیه الثمن رد علیه العین وسماه الشافعیة بالرهن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانة وبالشام بیع الاطاعة او
بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی جنس بیچے ہزار درم کو مثلا اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو جنس مبیع پھیر دیوے اور شافعی مذہب
اسکو رہن معاد کہتے ہین اور مصر مین بیع الامانة بولتے ہین اور شام مین بیع الاطاعة کہتے ہین ہم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اوسکا عود راہن کی طرف
ہونا ہے ایفاء مضمون کے وقت اور بیع الامانة کی وجہ یہ ہے کہ صدر اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دئے اور بائع
نے صاحب درم کو امین سمجھ کر بیع دی کہ جب مین اسکو درم دونگا تو وہ بلا تکرار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعة کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت
معتقد ہے بعد وجود شرط کے قیل هو رهن فتضمن زوائده اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقة رہن ہے تو زوائد اوسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو
منافع مبیع حلال نہین شل مرتہون کے وقیل بیع یفید الانتفاع به اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ مبیع سے فائدہ لینے کی مفید ہو
فی اقالة شرح المجمع عن النهایة وعلیه الفتوی اکثر شرح مجمع کے باب الاقالہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کہ بیع ہونے پر وقیل ان
بلفظ البیع لم یکن رهنا اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہو تو رہن نہوگی ہم اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے
احکام مستقلہ ہین کذا فی الدرر ثم اذا ذکر الفسخ فیه او قبله او زعماه غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جب کہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اوسکے
فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعده علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به لان
المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس وهو الصحیح کما فی الکافی والخانیة واقره خسرو هنا والمصنف فی باب الاکراه وابن الملک
فی باب الاقالة بزیادة اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطور وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدہ کا وفا کرنا لازم ہے ہو واسطے کہ مواعید
کبھی لازم الایفاء ہوجاتے ہین لوگون کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے یہان اور
نے باب الاکراہ مین اور ابن ملک نے باب الاقالہ مین زیادت بیان کے ساتھ وفی الظهیریة لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفة
ولم یذکر انه فی مجلس العقد او بعده اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے
یہ ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط کا بیچ عقد مین ہوا یا بعد اوسکے ہم جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگر چہ شرط بعد عقد کذا فی

در ذکر بیع الوفا

والمشتری وفی البزازیة ولو باعه لآخر باتاً توقف علی اجازة مشتریه وفاءً ولو باعه المشتری فللبائع او ورثته حق الاسترداد اور
بزازیہ مین ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو یہ بیع اوسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف
ہے جس نے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اوسکے بائع اور بائع کے وارثون کو حق استرداد ثابت ہے مشتری کی اجازت پر
اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اوس سے متعلق ہوگیا اور بائع اور اوسکے وارثون کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن قاضی خان وافاد فی الشرنبلالیة
ان ورثة کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثه نظراً لجانب الرهن فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث
اپنے مورث کے قائم مقام ہین بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہے یہی حکم فتاوی عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہے ولو استأجره بائعه لا یلزمه
الاجر لانه رهن حکماً حتی لا یحل الانتفاع به اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اوسکو اجرت لازم نہین اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہان تک
کہ اوس سے فائدہ لینا حلال نہین ہے یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صدرت الاجارة بعد قبض المشتری
المبیع وفاءً ولو للبناء وحده فهی صحیحة والاجرة لازمة للبائع طول مدة التواجر انتهی فتنبه مین کہتا ہون اور ابن الحلبی کے فتاوی مین ہے کہ
اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے مبیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کیواسطے لازم ہے بقدر طول مدت
اجارہ انتہی تو آگاہ ہو جا ہے یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے شرنبلالیہ مین مذکور ہے کہ بیع الوفا مین نو قول ہین از انجملہ بعضے علماء محققین کا یہ قول
ہے کہ بیع الوفا بعضے احکام مین فاسد ہے یہان تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا اختیار رکھتا ہے اور بعضے احکام مین صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے مین اور
بعضے احکام مین بیع الوفا رہن ہے یہانتک کہ مشتری اوسکی بیع اور رہن کا مالک نہین صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یون ہے کہ
فتوی دیجئے مین اس قول جامع سے عدول نکیا جاوے لیکن اور منجملہ منافع اوسکے اجارہ دینا اور حجر لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ مین عدم جواز اجارہ مذکور ہے
تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وعلیه فلو مضت المدة وبقی فی یده فافتی علماء الروم بلزوم اجر المثل
ویسمونه بیع الاستغلال مین کہتا ہون اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے اگر مدت اجارہ منقضی ہوجاوے اور اوسکے ہاتھ مین باقی رہے تو علماء روم نے لزوم اجرت
مثل کا فتوی دیا اور علماء مذہب اوس بیع کو بیع الاستغلال کہتے ہین وفی الدر صحح بیع الوفاء فی العقار استحساناً واختلف فی المنقول اور در
مین ہے کہ بیع الوفا زمین مین صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول مین اختلاف ہے یعنی بعضے صحیح کہتے ہین اور بعضے غیر صحیح ہے اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی
وطی بائع اور مشتری کو حلال نہین ہے اسواسطے کہ دونون کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہوگئی اور ایسا ہی کہنا چاہیے اگر زمین اگر بیع
اکر لی یا اس سے ... کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط والمنیة اختلفا ان البیع بات او وفاء جداً وهزلاً فالقول لمدعی الجد والبتات الا بقرینة الهزل
والوفاء اور ملتقط اور منیہ مین ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہے واقعی بیع ہے یا ہزل اور بیہودگی تو اوس کا قول معتبر ہے جو واقعی
اور لزوم کا مدعی ہے مگر بقرینہ ہزل اور وفا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا ہے قرینہ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو بنسبت مبیع کے کذا فی الطحطاوی قلت
لکنه ذکر فی الشهادات ان القول لمدعی الوفاء استحساناً کما سیجئ فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات مین ذکر کیا کہ بیع الوفا
کے مدعی کا قول معتبر ہے بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات مین آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہے تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع
بعتك بیعاً باتاً فالقول له الا ان یدل علی الوفاء بنقصان الثمن کثیراً الا ان یدعی صاحبه تغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے
ہاتھ بیچی بطریق بیع لازم کے تو اوسکا قول معتبر ہے مگر جبکہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اوس وقت دعوی لزوم بیع معتبر نہین مگر جبکہ مدعی لزوم
تغیر بھاؤ نرخ کا دعوی کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباه فی آخر قاعدة العادة محکمة عن المنیة لو دفع
غزلاً الی حائك لینسجه بالنصف جوزه مشائخ بخارا للعرف ثم نقل فی آخرها عن اجارة البزازیة ان به افتی مشائخ بلخ وخوارزم وابو علی
النسفی ایضاً قال والفتوی علی جواب الکتاب للطحاوی لانه منصوص علیه فیلزم ابطال النص اور اشباہ مین اواخر قاعدہ العادة محکمة کے اندر

سے بھی منقول ہے کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اوسکو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری لینے پر اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پھر تبعا
اشباہ نے اوسی قاعدے کے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتوی دیا ہے مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب
اشباہ الخ اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہی جو کتاب یعنی قدوری مین مذکور ہے تھلے عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے
تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہے ختم مفتی ابو سعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ مجھ
محمد مراد ہے کہ جسکو جاہل بولتے ہین کیونکہ اول عبارت اشباہ مین مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہ ہے کہ اگر آٹا پیسنے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کرکے
تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف وفیہا من البیع الفاسد القول للشامی فی بیع الوفاء
انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ مین بیع الفاسد سے قول
سادس بیع الوفا مین یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہی بسبب حاجت آدمیون کے بیاج سے بھاگنے کیواسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر تنگ نہین ہوا مگر
اوسکا حکم کشادہ ہوجاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فاقول علی اعتبارہ ینبغی
ان یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا
ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر کہنے سے
فتوی دیا ہے تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یون فتوی دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو وہ لازم ہے
اور دوکانون کا خلو اوسکا حق ہوجاتا ہے تو صاحب دوکان اوسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہین اور نہ اوسکے کرایہ دینے کا اوسکے غیر کو اگرچہ دوکان
وقف ہو ھم تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہوچکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال
یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور یہ بھی مین کہتا ہون
عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اوس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے
تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چھوڑ دے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ
کرے تو وہ اوسکا مالک نہین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ انتہی ملخصا وفی زواہر الجواہر بہا فی واقعات الضریری رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع
المتولی امرہ للقاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ
ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویؤمر المستاجر باداء
ذلک ان رضی بہ والا یؤمر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہے اوس
روایت سے جو واقعات ضریری مین ہے کہ ایک مرد ہے کہ اوسکے ہاتھہ مین دوکان ہے منجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہوگیا اور متولی وقف نے اوسکا
حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اوسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص
غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنی خلو کے لینے
مین بھی اولی ہے اور اسکو اسمین اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارۂ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز
رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنیکا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اوسکے باقی رکھنے سے اور اوسکو دوکان
سے خارج ہوجانیکا حکم ہوگا یعنی بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ الہندیہ

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتہا
بالبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ضمانت کے بیعین اکثر اور بسبب ضمانت بالامر کے معاوضہ ہونے کے
ہین ہم ہونیکہ اکثر ضمانت بائع کی طرف سے ہوتی ہی یا تسلیم کی لہذا بیعین ضمانت غالب الوقوع ہی تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عمرا اور بیع الصرف سے مناسبت یہ ہی کہ صرفا آخر کا

یعنی دوکان [illegible] دو زینہ سے بڑا تاکہ اور وظائف اور اسکو مال سے اور اسکا بیان [illegible] صفحہ ۱۰۸ [illegible]

عند الرجوع سا وضہ ہو اور سے جو ذمہ مشتری پر ثابت ہو کذا فی البحر هی لغۃً الضم کفالت لغت میں بمعنے ضم ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور کفالت
لغت میں بمعنے التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل اور ضم سے یہی کذا فی المحیط وحکی ابن القطاع کفلته وکفلت به وعنه بتثلیث الفاء
اور ابن قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے ہم یعنی کفالت متعدی بنفسہ اور متعدی بحروف جارہ دونوں
مستعمل ہے اور عین کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہیں وشرعًا ضم ذمة الکفیل الی ذمة الاصیل فی المطالبة مطلقًا بنفس او بدین او
عین کمغصوب ونحوه کذا فی التبیین لان المطالبة تعم ذلک اور شرع میں کفالت عبارت ہے ملانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کیساتھ مطالبہ میں مطلقًا
خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اسکا ذکر آویگا ہو اسطے کہ مطالبہ شامل ہے اس مذکور کو یعنے نفس اور دین اور عین کو
ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے اور دین ثابت
نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنے ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر اصح ہے طحطاوی نے مصباح سے
نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے اور نہر الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب مالہ اور ما علیہ کی
اہلیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس و رقبہ سے تفسیر کیا ہے صاحب … اور مراد ذمہ سے عہد و میثاق ہے ومن عرفها بالضم فی الدین اراد
التعریف نوع منها وهو الکفالة بالمال لانه محل الخلاف اور جس نے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اس نے تو کفالت کی ایک قسم کا بیان کا ارادہ
کیا ہے یعنے مالی ضمانت کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہا کا اسمیں اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الحلبی وبه یستغنی عما ذکره
مسکین … اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے ہم ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یوں تعریف کی ہے ضم ذمة
الی ذمة فی مطالبة النفس او المال او التسلیم شارح کا مطلب یہ ہے کہ مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہوا تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی ق
ورکنها ایجاب وقبول بالالفاظ الآتیة ولم یجعل الثانی ابو یوسف رکنًا اور ضمانت کا رکن ایجاب قبول ہے الفاظ آیندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن
نہیں ٹہیرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کرے یا نہ کرے وشرطها کون المکفول به نفسًا او مالًا
مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد وقود اور شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اسکی
تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر وفی الدین کونه صحیحًا قائمًا
… لا ضعیفًا کبدل کتابة ونفقة زوجة قبل الحکم بها اور دین کی ضمانت میں ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہے کہ دین کا ساقط ہونا
… ضامن جائز ہے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ہم دین صحیح وہ ہے جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہ
صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درصورت عجز مکاتب ساقط ہوجاتا ہے اور دین قائم کی قید سے میت مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر
کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر واجب
کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ مبنی ہے صاحب نہر کی روایت مذہب فما لیس
دینًا بالاولی … تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم اور رضا اسکی کفالت بطریق اولیٰ صحیح نہیں یعنے جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہ ہوئی
تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحکمها لزوم المطالبة علی الکفیل بما هو علی الاصیل نفسًا او مالًا اور کفالت کا حکم یعنے اثر مترتب لازم ہونا
مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہو باعتبار نفس یا مال کے ہم یعنی اگر ضمانت ضامنی ہے تو ضامن سے حاضر کردینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضمانت
ہے تو ادا کا مطالبہ ہوگا واهلها من هو اهل التبرع فلا تنفذ من مجنون ولا صبی الا اذا استدان له ولیه وامره ان یکفل المال عنه فیصح
ویکون طلب … الاداء … اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنے عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر جس وقت
جیسا اس کے … ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادا کرنے میں کذا فی المحیط

بال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہو تو شرط سے کوئی چیز
زیادہ نہوگی سوا اسکے کہ تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر وفائدتہ ان الصبی یطالب بھذا المال
بمجرد الکفالة ولولاھا لطولب الولی ھذا اور صحت ضمانت صغیر کا فائدہ یہہ ہو کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی
سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں
مگر اوسکے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں وارثوں کا حق متعلق ہوگیا ولا من عبد ولو ماذونا ولا من المکاتب ویطالب بعد العتق الا اذا اذن له
المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو یعنی تجارت کرنے میں اور غلام سے بعد آزاد ہونیکے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ اوسکو آقا نے ضامن ہونے کا
اذن دیا ہو تو در حالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے
نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن المولی اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولے نے اوسکو اذن دیا ہو ھم اصیل اور مکفول لہ کی شرط باقی رہگئی
سو اصیل کی شرط یہہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اوسکا
آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اوسکا عاقل ہونا
شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والمدعی وھو الدائن مکفول له اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جسکے نفع کیواسطے ضمانت ہوئی
والمدعی علیه وھو المدیون مکفول عنه ویسمی الاصیل ایضا اور مدعا علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکے طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل
بھی بولتے ہیں والنفس او المال مکفول به اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمته المطالبة کفیل اور جس کو کفالت سے مطالبہ لازم
ہوا وہ کفیل ہے ھم کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلھا الاجماع وسندہ قوله علیه الصلوة والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت
کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے ھم یہہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں
ہے ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن ہے وذکرھا انحوط مکتوب فی التوراة الزعامة اولھا ملامة واوسطھا ندامة وآخرھا غرامة مجتبی اور ضامنی کہ نہیں
زیادہ تر مقتدا طرح توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اوسکے آخر میں ڈانڈ دینا ھم کذا فی المجتبی ھم ضمانت کا اول
میں ملامت ہوتی ہے خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیون پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا حاضر ضامنی مجھ پر
لازم ہوگیا اور شاید مجھ سے نہوسکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے
اور یہہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارح نے ضمانت کی برائیاں ذکر کین اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ اسمیں عمدہ خوبیاں بھی ہیں از انجملہ یہہ ہے کہ ضامن ہونیسے
طالب حاجت کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر خائف ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور
مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا وکفالة النفس تنعقد بکفلت بنفسه ونحوه مما یعبر به عن البدن
کالطلاق وتقدم تمامه انه متی تعارفوا اطلاق البعض علی الجملة وقع به الطلاق فکذا فی الکفالة نهر اور کفالة نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد
ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں نے ضمانت کی اوسکی ذات کی اور بشبہ اوسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہو مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے
ہیں وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں بولنا بعض کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اوس سے طلاق واقع ہوگی تو اسیطرح کفالت میں کذا فی
الفتح یعنی اگر یہہ بجائے کل بدن کے بولتے ہوں تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اسکے راس کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے ھم وبجزء شائع ککفلت بنصفه
او ربعه اور انسان کے جزو شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے میں نے کفالت کی اوسکے نصف یا ربع کی ھم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو
اگر کفیل اپنے جزو شائع کیطرف اضافت کرے اسطرح کہ تیرے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن السراج وتنعقد بضمنته او علی او
الی او عندی او انا به زعیم ای کفیل او قبیل به ای بفلان او غریم او حمیل بمعنی محمول بدلیله اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ

کہ مین اوسکا ضامن ہوا یا تعالیٰ یا الیٰ یا عندی سے یا مین اوسکا زعیم یعنے ضامن ہون یا اوسکا قبیل یعنے فلانے شخص کا ضامن ہون یا اوسکا غریم یا حمیل ہون یعنے
محمول کذا فی البدائع ھ قولہ علیٰ یعنے مجہپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہے ہواسطے کہ علیٰ کلمہ ہے وجوب کا تو یہہ صیغہ التزام ہوا قولہ الیٰ یعنے چھوڑ اسکو میری
طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنے یہہ شخص میرے پاس ہے مین اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا اور حمیل یعنے کفیل بمعنے قابل ضمان ہو مخطاوی نے کہا ظاہر یہہ ہو کہ
حمیل بمعنے فاعل ہو کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا وتنعقد بقولہ انا ضامن حتی نجتمعا او حتی یلتقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ تتارخانیہ اور منعقد ہوتی
ہو کفالت اس قول سے کہ مین ضامن ہون یہان تک کہ طالب اور مطلوب جمع ہون یا یہان تک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اس کا ضامن غایت تک کذا فی
التاتارخانیہ ھ یعنے یہہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقت ہے تا اجتماع والتقاء طرفین و قیل لا تنعقد لعدم بیان المضمون بہ اھو نفس او مال کما
نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ انا ضامن حتی یجتمعا سے ضمانت منعقد نہین ہوتی بسبب نہ بیان ہونے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت
ہوئی اوس کا بیان نہین ہے کہ وہ کیا ہے ذات ہو یا مال ہے چنانچہ یہہ قول خانیہ مین ابو یوسف سے مروی ہو قال المصنف والظاہر انہ لیس لمذہب لکنہ
استنبطہ منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال و قال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یعطی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ظاہر ہو کہ
امام ابو یوسف کا مذہب نہین لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوی مین استنباط کیا ہو کہ اگر طالب کہے کہ تونے مال کی ضمانت کی ہو اور ضامن کہے کہ مین نے
ذات کی ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہین ھ حلبی نے کہا ہواسطے ضمانت صحیح نہین کہ دونون کا اتفاق ایک امر پر نہین ہوا مخطاوی نے کہا کہ یہہ استنباط منافی ضعف
نہین تو لعلہ معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال و ینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یواخذ باقرارہ فراجعہ پہر مصنف نے کہا کہ
لائق یون ہو کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اوسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ مین کالا تنعقد
فی قولہ انا ضامن او کفیل لمعرفتہ علی المذہب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہین ہوتی ضامنی اس قول مین کہ مین ضامن
یا کفیل ہون اوسکی معرفت اور شناخت کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہین ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہین کیا بلکہ شناخت
اور پہچان کا و اختلف فی انا ضامن لتعریفہ او علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہو اس قول مین کہ مین ضامن ہون اسکی تعریف کا یا اوسکی تعریف
مجہپر ہے اور اسکے پہنچوانے کا ضامن ہون اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہو کذا فی الفتح ھ ہواسطے کہ تعریف متعدی ہو تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو
مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اوس سے ثابت نہین ہوتا مگر پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن
الجملۃ سراج چنانچہ اس قول مین لزوم ضمانت ہو کہ مین اوسکے چہرہ کا ضامن ہون ہواسطے کہ چہرہ سے ساری بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج و فی معرفۃ
فلان علیٰ یلزمہ ان یدل علیہ خانیہ ولا یلزم ان یکون کفیلا بحر اور اس قول مین کہ فلانے شخص کی معرفت مجہپر ہے اسپر بتا دینا لازم ہو اور بتا دینے کو
ضامن ہونا لازم نہین کذا فی النہر و اذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا ابدا حتی یسلمہ لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال
بری و انما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اوسکی تسلیم کرے ہواسطے کہ ملتقط
اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر قول مذکور مین بالفعل مطلوب کو تسلیم کرے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہو ھ یعنے ذکر مدت انقطاع
ضمانت کے واسطے نہین بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو تو تا تسلیم مطلوب یہہ دائمی ضمانت ہو طحطاوی نے کہا کہ ابتدا و ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یون کہے کہ مین حاضر
ضامن ہون آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب وہ دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی نرہیگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو زاد و انا بری بعد ذلک لم
یکن کفیلا اصلا فی ظاہر الروایۃ وھی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ مین بری ہون بعد اسکے یعنے یون کہا کہ تین دن تک ضامن
ہون اور بعد اسکے بری ہون تو بالکل ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین اور یہہ حیلہ ہو اوس کفالت مین جو لازم نہو ھ بالکل ضامن نہوگا یعنی مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت
کے اندر نہ بعد اسکے ہواسطے کہ اعتبار ہوتا ہو آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام مین وہ ضمانت سے بری ہوگیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے
کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو اور پہر اوسنے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہو تو گویا اوسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی

الطحطاوی قلت ونقله فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیه الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انه یصیر کفیلا انتهی
لکن تقوی الاول بانه ظاهر المذهب فتنبه میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام میں ابواللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنی عدم
کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی یہ ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہی کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ
ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا ھم یعنی در صورت تعارض افتا ظاہر الروایۃ کے طرف رجوع لازم ہے ولا یطالب بالمکفول به فی الحال فی ظاهر الروایة
وبه یفتی وصححه فی السراجیة اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول به کا مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذر جانے تین دن کے
ظاہر الروایۃ میں اور اسیکا فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں وفی البزازیة کفل علی انه متی او کلما طلب فله اجل شهر صحت وله
اجل شهر من طلبه فاذا تم الشهر فطالبه لزم التسلیم ولا اجل له ثانیا اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جبھی اور ہر بار کہ
اوس سے مطالبہ ہو تو اوسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہے تو ضامنی صحیح ہے اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جبسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب
اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اوس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول به کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ھم یعنے
مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر باطل نہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقا ھم قال وکفل علی انه بالخیار عشرة
ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناها علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اوسکو خیار ہو یعنی چاہے
مدت میں ضامنی کرے یا نکرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے وان شرط تسلیمه
فی وقت بعینه احضره فیه ان طلبه کدین مؤجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول به کی تسلیم معین وقت میں تو ضامن اسکو اوس وقت میں حاضر کردے اگر
مکفول له طلب کرے جیسے اوس دین مؤجل کا ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہو چکی ھم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تا کفیل اور مکفول له دونوں کی شرط کو شامل
رہے فان احضره فیها والا حبسه الحاکم حتی یظهر مطله پھر اگر کفیل مکفول به کو حاضر کرے مدت مشروطہ میں تو خوب ہے اور نہیں تو حاکم اسکو قید کرے جب تک اسکا
ٹالنا ظاہر ہو ھم شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ اذا ظهر مطله ہوا سیواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ ضامن کو حاکم قید نکرے تا وقتیکہ اوسکا ٹالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی
جزا ہے اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہیں انتہی اور بعضے نسخوں میں حتی یظهر مطله ہے اور یہہ ظاہر ہے خانیہ اور بزازیہ میں ہے کہ حبس اوس وقت ہے جب کہ ضامن مقر ہوا ور
اگر ضمانت کا منکر ہوا اور گواہوں سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اوسوقت اوسکو مجلس میں جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظهر عجزه ابتداء لا یحبسه یعنی اور اگر
ضامن کی عاجزی حاضر کرنے میں شروع سے ظاہر ہو تو اوسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب امهله مدة ذهابه وایابه ولو لدار الحرب عینی وابن ملک
پھر اگر مکفول به غائب ہو تو ضامن کو اوسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول به دار الحرب میں ہو کذا فی العینی وابن ملک ولو لم یعلم مکانه
لا یطالب به لانه عاجز ان ثبت ذلک بتصدیق الطالب یعنی ناد فی البحر او ببینة اقامها الکفیل مستدلا بما فی القنیة اور اگر ضامن مکفول به
کا مکان نجانتا ہو کہ کہان سے شہروں میں وہ گیا ہے تو اوس سے مطالبہ نکیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی
بحر الرائق میں اتنا زیادہ کہا ہے یا ضامن کے گواہوں سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کرکے ھم طحطاوی نے کہا اسمین یہ خلل ہے کہ یہہ گواہی اوس چیز کی نفی پر ہے
جس پر علم شاہد محیط نہیں غاب المکفول به فللطالب ملازمة الکفیل حتی یحضره مکفول به غائب ہوگیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل جائز ہے تا وقتیکہ
اوسکو حاضر کرے وحیلة دفعه ان یدعی الکفیل علیه ان خصمك غائب غیبة لا تدری فبین لی موضعه فان برهن علی ذلك اندفع
عنه الخصومة اور دفع ملازمت کا حیلہ یہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم غائب ہوگیا بغیبت غیر معلومہ نامعلوم سوا اوسکا مکان مجھسے بیان کردے پھر اگر ضامن
اپنے اس دعوی پر گواہی گذرانے تو طالب کی خصومت اوس سے مندفع ہوجائیگی ولو اختلفا فان له خرجة للتجارة مثلا فامر الکفیل بالذهاب الیه
والا حلف انه لا یدری موضعه اور اگر طالب اور ضامن میں اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ میں مکفول به کا مکان نہیں جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے
تو اگر مکفول به سوداگری کیواسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اوس تک جانیکا حکم ہوگا اور نہیں تو اوس سے قسم لیجاوے کہ وہ اوسکا مکان نہیں جانتا

اتوفق كلي موضوع قلنا بذهابه اليه للطالب ان يستوثق بكفيل من الكفيل لئلا يغيب الاخر یعنی جس مکان مین نوضامن نے جسکو کہا اور طالب جانتا ہے یہ کرضامن سے مضبوطی کرلے ضامن لیکر تا کہ دوسرا غائب نہو جاوے ویبرا الكفيل بالنفس بموت المكفول به ولو عبدا اذا مات يه مقدم توہم ان العبد مال فاذا تعذر تسليمه لزمه قيمته وسيجيئ ما لو تكفل برقبته اور بری الذمہ ہوجاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنیسے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب اسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الكفيل وقيل يطالب ارثه باحضاره سراجیہ اور براءت حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے مکفول بہ کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا كذا في السراج لا بموت الطالب بل وارثه او وصيه يطالب الكفيل وقيل يبرأ وهيئا والمفتى به الاول اور ضامن بری الذمہ نہین ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اوسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے کذا فی الوصایا اور فتوی مذہب پہلے پر ہے ویبرأ بدفعه الى من كفل له حيث اى في موضع يمكن مخاصمته سواء قبله الطالب او لا وان لم يقل وقت التكفيل اذا دفعته اليك فانا بريء ويبرأ بتسليمه مرة قال سلمته اليك بجهة الكفالة او لا الا اذا شرط تسليمه منه ثانيا فلا الا ان يقبل ذلك اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کر دینے سے ایسے مکان مین جہان اسکو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب اسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کیوقت یون نکہا ہو کہ جب مین مکفول بہ کو تیرے سپرد کرون تو مین بری الذمہ ہون اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ایکبار کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یون کہا ہو کہ مین نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو مگر جب کہ طالب نے اوس سے مکفول کو طلب کیا ہو اور اگر طلب کیا ہو تو سپرد کہنا ضرور ہے کہ مین نے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ہم مکان ممکن المخاصمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دیہات مین سپرد کیا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب وہان خصومت پر قادر نہین ولو شرط تسليمه في مجلس القاضي سلمه فيه ولم يجز تسليمه في غيره به يفتى في زماننا لتهاون الناس في اقامة الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی مین شرط ہو تو ضامن وہین اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی مین جائز نہین اسکا فتوی ہمارے زمانہ مین ہے بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مدد گاری مین ہم یہ ہذا کا قول صحیح ہے ولو سلمه عند الامير او شرط تسليمه عند هذا القاضي فسلمه عند قاض اخر جاز بحر اور اگر در صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اوسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اوسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شرط تھی سوائے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلمه في السجن لو سجن هذا القاضي او سجن امير البلد في هذا المصر جاز ابن ملك اور اگر اسکو قید خانہ مین سپرد کیا ہو اگر اس قاضی کی قید خانہ ہو یا حاکم شہر کا قید خانہ ہو اس شہر مین تو جائز ہے کذا صحح ابن ملك في شرح المجمع وكذا يبرأ الكفيل بتسليم المطلوب نفسه من كفالته ان ادعاه وبتسليم وكيل الكفيل لقيامه مقامه ورسوله اليه لان رسوله الى غيره كالاجنبي اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہوگیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے اپنے وکیل کی تسلیم سے کیونکہ وکیل ضامن کے قائم مقام ہے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اسواسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کیطرف مثل اجنبی کے ہے اور تسلیم مطلوب نفسہ اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر امر ہو تو بری نہین ہوتا اور غیر طالب کیطرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اسکو اور فلانے شخص کو سپرد کرنا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کی مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کیطرف سپرد کیا اور کہا کہ مین اسکو تیرے پاس ضامن کیجانب سے سپرد کرتا ہون سو اگر طالب اسکو قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہوگیا اور اگر چپ رہے تو ضامن بری نہین کذا فی المحیط وفيه يشترط قبول الطالب ويشترط ان يقول كل واحد منهم لانه سلمت اليك عن الكفيل والا لم يبرأ فقوله في المتن وهي الشرط اور تسلیم رسول مین قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر ایک شخص ان اشخاص مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ مین نے تجھکو سپرد کیا ضامن کیجانب سے کذا فی الدرر اور اسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر اسطرح نکہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کذا شرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہئے فان قال ان لم اوافك

ای ان اتیت بہ غدا فہو ضامن لما علیہ من المال فلم یواف بہ مع قدرتہ علیہ فلو تعذر لحبس او مرض لم یلزمہ المال الا اذا عجز بموت
المطلوب او جنونہ کما افادہ بقولہ پہر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل کے روز نہ لے آؤں تو میں ضامن ہوں اوس مال کا جو تجھے مطلوب پر ہے
نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تہا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اوسپر مال لازم نہیں مگر اوس وقت جب کہ مطلوب کی موت یا دیوانگی [illegible]
حاضر نکر سکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آیندہ قول میں بیان کیا ہے اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہو جانے سے تو مال لازم ہوگا نہایہ میں ہے کہ جب
طالب غائب ہو تو قاضی اوسکی طرف سے وکیل قائم کرے کذا فی الطحطاوی ملخصا او مات المطلوب فی الصورة المذکورة لزمہ المال فی الصورتین لانہ
علق الکفالة بالمال بشرط متعارف فصح مطلوب گیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے
مرجانے میں اسواسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا اور تعلیق صحیح ہے اور مطلوب کی موت سے ضمانت درحق تسلیم باطل ہوگئی نہ درحق مال ولا یبرا
عن کفالة النفس لعدم التنافی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہوگا بسبب عدم منافات کے یعنے مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں منافات
نہیں جو جمع نہو سکیں فلو ابراہ عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال لفقد شرطہ سو اگر صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردیا پہر ضامن
مطلوب کو حاضر نکر سکا تو اوسپر مال واجب نہوگا بسبب اوسکی شرط کے نہ پائے جانے کے یعنے شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تہی در صورت بقاء حاضر ضامنی سو ابراء کے
بعد باقی نہ رہی قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب طلب وارثہ ولو مات الکفیل طولب وارثہ درر مصنف نے موت طالب کی قید [illegible]
کہ اگر طالب مرگیا تو اوسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مرگیا تو اوسکے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث الی الطالب [illegible]
حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکة المیت یعنی پہر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو [illegible] وارث بری الذمہ ہوگیا [illegible]
یہانتک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنے میت کے متروکہ سے مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاة [illegible]
[illegible] فالمال لازم علی الکفیل عنایہ اور اگر دونوں نے مطلوب کی موافات اور عدم موافات میں اختلاف کیا تو طالب کا [illegible]
کیونکہ وہ منکر ہے اور اس صورت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیہ ولو اختفی الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب القاضی وکیلا [illegible]
اگر چہپ رہا طالب سو ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اوسکے طرف سے ایک وکیل قائم کرے تاکہ مطلوب کو سپرد کیا جاوے [illegible] الکفیل علی الموافاة [illegible]
[illegible] اور ضامن کی تصدیق نکیجائیگی موافات پر یعنے مطلوب کے حاضر کرنے پر بدون گواہی کے ادعی علی آخر حقا [illegible] او مائة دینار [illegible]
[illegible] الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا اور [illegible] بیان [illegible]
[illegible] فقال رجل للمدعی دعہ فانا کفیل بنفسہ وان لم اواف بہ غدا فعلی المائة [illegible]
ای التی [illegible] ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چہوڑ دے میں اوسکا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا
نکر گیا تو مجھپر سو دینار [illegible] تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنے وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا ہو یعنی ثابت کیا ہو [illegible]
اقرار سے لان صحة الکفالتین لانہ اذا بین المدعی البیان باصل الدعوی فتبین صحة الکفالة بالنفس فترتب علیہا الثانیة اور صحیح ہونگی دونوں ضمانتیں
یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوے کا بیان ہوگیا تو یہہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی [illegible]
یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنے ہر چند اول دعوی مجہول غیر معین تہا لیکن جب آخر کار اوسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی
جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اوسپر مال ضامنی کی بہی صحت مترتب ہوگئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانہ یدعی صحة الکفالة اور بیان میں [illegible] قول
معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے [illegible] ضمیر لہ میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور رہا الانکہ صواب یہ ہے کہ [illegible] مکفول لہ [illegible]
[illegible] اسواسطے کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی انہ یدعی [illegible] کیونکہ ضمیر مدعی کی مکفول لہ کیطرف [illegible] راجع ہو [illegible] وکلام السراج [illegible]
اقرار المدعی علیہ بالمال فلیحرر اور سراج کا کلام [illegible] مدعا علیہ کے اقرار کے مشروط ہونیکا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہئے [illegible]

جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہ مین ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہین بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد و لو کحد قذف او قصاص مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہین حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی مین مطلقا وقالا یجبر فی قود و حد قذف و سرقۃ لا فی حد زنا و شرب لانہ حق آدمی والمراد بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کیواسطے جبر ہو قصاص اور حد قذف اور سرقہ مین نہ حد زنا اور شراب کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنے ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قود و قذف و سرقۃ جاز اتفاقا ابن کمال فظاہر کلامہما انہا فی حقوقہ تعالی لا تجوز ہر قلت و سیجی انہا لا تصح بنفس حد و قود فالیکن التوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی مین تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہہ ہے کہ ضمانت حق تعالے کے حقوق مین جائز نہین کذا فی النہر مین کہتا ہون آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص مین صحیح نہین تو دونون قول مین اتفاق ہونا چاہئے ہم نفس حد اور قصاص مین ہو اسواسطے ضمانت صحیح نہین کہ استیفا حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہین و تحقیق جواز اور عدم جواز ضمانت مین یہہ ہے کہ جو حد دخالص مین ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ مصنف تو وہ بطریق تبرع کے قائل ہے بخلاف اوسکے جو جواز ضمانت مانع ہو تو اب دونون کلام مین تناقض نہ رہا ولا حبس فیہما حتی یشہد شاہدان مستوران او واحد عدل یعرفہ القاضی بالعدالۃ لان الحبس للتہمۃ مشروع و کذا تعزیر المتہم بحر اور حد اور قصاص مین قید کرنا جائز نہین جبتک دو شاہد مستور العدالۃ والفسق گواہی ندین یا ایک شاہد عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اوسیطرح تعزیر متہم کی مشروع ہے کذا فی البحر فوائد چند فائدے ہین جنکو شارح نے زیادہ کیا لا یلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجتہ لسماع دعوی علیہا الا فی اربع کفیل نفس و سجان قاض والاب فی صورتین فی الاشباہ لازم نہین کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہین اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سننے کے واسطے مگر چار شخصون پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن اور قاضی کے داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتون مین کذا فی الاشباہ تنبیہ یہہ ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اوسکو چھوڑ دیا تو صاحب دین کو داروغہ سے اوسکے حاضر کردینے کا مطالبہ جائز ہے اتھی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میرے بیٹے کا ضامن ہو سو ضامن نے اوسکو طلب کیا تو باپ پر اوسکا حاضر کردینا لازم ہے دوسری صورت یہہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اوسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اوس سے قربت کرچکا ہے یعنے مہر دیچکا ہے اور اوسنے زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اوس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اوسکو حاضر کرے اور نہین تو امین اوسکے پاس بھیجے و فی حاشیتہا لابن المصنف معزیا للاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفلہ اذا تغیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہے احکامات عمادیہ سے نقل کرکے کہ باپ سے اوسکے صغیر کے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید یہہ تصویر تین ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الحطاوی و ہل القاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی وکذا المدعی علیہ الا فی اربع مکاتب و ماذون و وصی و وکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایۃ والوکالۃ اور اشباہ مین ہے کہ قاضی ضامن مدعا علیہ کو حاضر کر دینے کیواسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا اسنے التاتارخانیہ اوسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کیواسطے ضامن لے مگر چار صورتون مین ضامن نہ لے اوسکے مکاتب اور ماذون مین اور وصی اور وکیل مین جب کہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نکی ہو جب کہ مولے نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اوس سے ضامن نلیا جاویگا اور عبد ماذون مین جب مدیون نے اپنے مولے پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولے سے حاضر ضامن نلیا جاویگا اور اگر ترکہ سے وصایت اور وکالت کو ثابت کرچکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضامنی طلب کرے تا اپنے گواہون کو حاضر کرے تو قاضی اوس وقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الطحطاوی و فی شرح المجمع عن محمد اذا کان المدعی علیہ معروفا لا یجبر علی الکفیل و لو کان غریبا لا یجبر اتفاقا بل معہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع مین محمد سے ایک روایت یہہ ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اوسپر جبر نہین ضامن دینے کیواسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جبر نہین بلکہ اوسکا حق فقط قسم مین ہے ہم یہہ روایت ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے برئ الاصیل برئ الکفیل الا الکفیل بالنفس اذا قال لا حق لی قبلہ و لا لموکلی ولا للیتیم انا وصیہ ولا توقف

مسائل الضمانی

الا بمالہ ولیہ فحینئذٍ یبرأ الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کردینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر ضامن کے بری الذمہ کرنے سے اصیل بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت
مین جب کہ طالب یون کہے کہ اسکے جانب میرا کوئی حق نہیں یا ورنہ میرے موکل کا حق اور نہ اوس یتیم کا جسکا مین وصی ہون اور نہ اوس وقف کا جسکا مین
متولی ہون تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واما کفالۃ المال فتصح بہ ولو المال مجھولا اذا کان ذلک المال دینا صحیحا الا اذا کان
الدین مشترکا کما سیجیء لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لا تجوز ظہیریہ اور مال ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو
مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ دین کا قسمت کرنا اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی الظہیریہ
دین مشترک کی ضمانت کی یہہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر بابت ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اوسکے حصے کا ضامن ہوا تو یہہ ضامنی صحیح نہین
اگرچہ دین صحیح ہی کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے اور وہ صحیح نہیں والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ فتصح مع انہا تسقط بموت
وطلاق اشباہ وکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوای دین صحیح ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے میں تو ضامنی
صحیح ہی باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہوجاتا ہو کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ مین استحسان پر عمل کیا ہے حاجت کے سبب نہ قیاس پر
یعنی اگرچہ نفقہ دین صحیح نہیں مگر فقہا نے اسکی صحیح ہے تو یہہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عندنا بزازیۃ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ
والا فہو لا یسقط الا بہ لا یقبل التعجیز تعلیقا ای دین صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ والی دین ضعیف وتصح بہ دین صحیح مین ضمانت صحیح ہو مگر بدل
سعایت مین اگرچہ وہ دین صحیح ہو اسکی ضمانت صحیح نہیں امام کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایۃ کو بدل کتابت کے ساتھہ ملحق کیا اور اگر بدل سعایۃ کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجیے
بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجیے تو صحیح نہیں کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہیں کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہین کہ کون صحیح
دین ہے جسکی ضامنی صحیح نہیں تو جواب ہے کہ بدل سعایۃ ہے اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح ہے تو جواب ہے کہ نفقہ ہے دین مشترک اور بدل سعایۃ
استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہے اور نفقہ کا استثنا بنظر صحت کے ہے ثم الدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل یلزم
سقوط الدین فیسقط دین المہر بمطاوعتہا لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہے جو ساقط نہو کسیطرح بدون ادا یا ابراء کے
اگرچہ ابراء حکمی ہوا وفعل سے جسکو سقوط دین لازم ہو تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی
سے راضی ہو تو مہر اوسکا ساقط ہو بایں سبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط بدونہما بالتعجیز ولو کفل وادی
رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامرہ وسیجیء قید آخر تو ضامنی صحیح نہیں بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابراء تعجیز مکاتب سے ساقط ہوجاتا
اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیرلیگا جتنا ادا کیا یعنی اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور انکے دوسری قید
آویگی ہم قید آیندہ یہہ ہے کہ ضامن بدل اداکرنے کا مکاتب کو مجبور ادا کرنا لازم ہو ضمانت کے سبب بکفلت متعلق بتصح عنہ بالعین مثال للمعلوم ضامنی صحیح ہو
اس لفظ سے کہ مین اوسکا ضامن ہوا ہزار درہم کا یہہ مثال ہے دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا بکفلت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہو ومثال المجہول بالدیۃ
استثنا ما لک علیہ وبما یدرکک فی ہذا البیع وہذا یسمی ضمان الدرک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالین ذکر کین پہلی مثال یہہ ہو کہ مین ضامن
ہوا تیرے مال کا جو تیرا اوسپر ہے دوسری مثال یہہ ہو کہ مین ضامن ہوا اتنے مال کا جو تجھکو اس بیع مین پڑے اور اسیکو ضمان الدرک کہتے ہین ہم درک کا تحقیق مع اسکے تابع
عبارت ہی ثمن پھیر لینے سے وقت مبیع مین استحقاق ثابت ہو کذا فی الصحاح اور ضمان درک ضمان استحقاق بھی کہتے یعنی ثمن پھیرنے کی مشتری سے ضمانت کرنی اگر
مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایۃ للحلبی اور اسیطرح سے منقول ہے کہ جب مبیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب
استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے بائع سے ثمن پھیرے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ مین ضامن سے پہلے خصومت کرنا مشتری کو جائز نہیں وبما بایعت
فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ خانیہ تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی یہہ ہو کہ جو کچھ تو نے بیچا
فلان شخص سے سو مجھپر ہے اور اسیطرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ مین تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جبتک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیہ وما غصبک فلان

لعلی ما ھنا شرطیة ای ان بایعته فعلی لا ما اشار بہ لما سیجیٴ ان الکفالة بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھ سے فلانے شخص نے وہ مجھ پر ہے لفظ
ما کا مثال ثالث اور رابع میں شرطیہ ہے یعنے اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجھ پر ہے نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اوس سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ بیع کی ضامنی صحیح نہیں
ھم ہر لفظ کہ لزوم پر دلالت کرتے وہ ضمانت کی مانند ہی چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھپر ہو وہ مجھ پر ہے یا مجھپر یہ ہے کہ میں ادا کروں جو اوسپر ہو یا میرا لازم کر لیا جو تیرا
دین اوسپر ہی تاتارخانیہ سے معلوم ہوتا ہی کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہی چنانچہ ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک
مرد نے طالب سے کہا کہ میں تیرے دین کا ضامن ہوں کہ اوس سے لیکر تجھکو دونگا تو یہ مال ضامنے نہیں بلکہ ضمان تقاضا ہی کذا فی الطحطاوی وشرط فی الکل القبول
ای ولو دلالة بان بایعه او غصب للحال نہر اور ضمانت کی سب صورتوں میں قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو
اسطرح پر کہ اوس سے بیع کی ہو یا اوس سے غصب کیا ہو کذا فی النہر ھم یہ قبول غیر صریح بحث ہی صاحب نہر کی سے زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خرید کریگا یا جو تجھسے
محمود غصب کریگا اوسکا میں ضامن ہوں پھر فی الفور بیع یا غصب واقع ہوا تو ضامنے صحیح ہی اگرچہ قبول ضمانت صریح نہیں ولو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی
کلما وقیل یلزم الا فی اذا وعلیه القہستانی والشرنبلالی فلیحفظ اور اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہوگی مگر کلما کے لفظ میں لازم
ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ میں لازم نہیں اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم عینی نے مجرد سے نقل کیا کہ
امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اوسنے چند بار بیچی تو اوسپر ضمانت لازم نہیں مگر اول بار کی انتہے اور قول ضعیف میں لفظ کا کلما
مقید ہی کذا فی الطحطاوی ولو رجع عنه الکفیل قبل المبایعة صح بخلاف الکفالة بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے
تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ھم یعنے اگر ضامنی اسطرح کی کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اوسنے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یون کہا کہ
ما ذاب لک علیه فعلی یعنے جو تیرا دین اوسپر واجب اور ثابت ہو وہ مجھپر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیونکہ یہ ضمانت ہی دین متاخر الظہور کی وبخلاف
ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبته او قتلته فانا کفیل فانه باطل امد بر خلاف اس قول کے کہ جو
تجھسے غصب کیے یا جو شخص لوگون میں سے تیرا مال غصب کریگا یا جو شخص بیع کیا تجھسے یا جو شخص تجھکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کیے یا تو قتل کرے تو میں اوسکا ضامن ہوں تو یہ ضامنی باطل ہے ھم
اسواسطے باطل ہے کہ اشیا مذکورہ میں مکفول عنہ کی جہالت ہی مکفول لہ کی کقوله ما غصبک اهل هذه الدار فانا ضامن فانه باطل حتی یسمی انسانا
بعینه چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھسے غصب کرین اس گھر کے لوگ تو میں ضامن ہوں سو یہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک انسان کا نام نلے ھم بخلاف اس قول کے کہ
جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اوس شخص سے بیچ دوگے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامنی درست ہی پھر جو شخص اوس سے بیع کریگا اوس ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا
فی النہر او علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للکفالة باحد امور ثلثة یا ضامنی کی تعلیق ہو ساتھ شرط صریح ملائم کے یعنے وہ شرط جو موافق اور مناسب
ہو ضامنی کے بواسطے کسی امر کے امور ثلثہ سے ھم او علقت عطف ہی کان پر یعنی کفالة المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او کما علقت بشرط بکونه شرطا لوجوب
الحق نحو قوله ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیة ورضی به المکفول جاز
بخلاف ان کان کذا سببه ہونا شرط کا مناسبت سے اسطرح پر کہ وہ لازم ہونے حق کی اصل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا
کہ اگر بیع مستحق غیر نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھسے غصب کرے یا تجھکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھپر دیت ہی اور مکفول
یعنی مکفول لہ اوس سے راضی ہو تو جائز ہی بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجھکو درندہ کہا جاوے تو میں ضامن ہوں ھم لعلہ لشبیھہ میں بجای صید کے صید لک ہو اور دیت سے
مراد وہ ہی جو قیمت کو شامل ہو اور قتل مخاطب سے قتل خطا مراد ہی اسواسطے کہ قتل عمد میں حنفیہ کے نزدیک قصاص ہی نہ خون بہا اگر مستحق کی شرط اسواسطے صحیح نہیں
کہ درندہ مکفول عنہ ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتا اور اسواسطے کہ اوسکا فعل ہدر ہے او شرطا لامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیه من
الدین ای ہو معنی قوله وھو ای والحال ان زیدا مکفول عنه او مضارب او مودع او غاصب جازت الکفالة المتعلقة بقدومه
لانه وسیلة للاداء یہ شرط ہوا امکان استیفا کی یعنے ضامن کو سہل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجھپر ہے وہ دین جو اوسپر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف کے

ابن قوی کی اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہی یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اوسکا غاصب ہے تو وہ حکم میں جو اوسکے آنے سے متعلق ہے جائز ہی بسبب قادر ہونے
ضامن کے ابراء دین پر او شرط لتعذر ای الاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلی واشلتہ کثیرۃ فہذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ
بہا یا شرط ہو کسکے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اوسکا دین مجھپر ہے اور تعذر کی مثالیں بہت ہیں سو یہ بالکل وہ شروط
ہیں جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے ھ منجملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہی تلف ہو یا وہ مرجاوے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ
نہ دے یا تیرا دین چھ مہینہ تک نہ ملے تو مین ضامن ہون ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان هبت الریح او جاء المطر لانه تعلیق بالخطر فتبطل ک
ولا یلزم المال وما فی الهدایۃ بلکہ تھی کا آخرہ ابن الکمال اور ضمانت صحیح نہیں اگر اوسکی تعلیق ہو شرط غیر ملائم سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہہ آوے تو مجھپر ہے
کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اوسکا بالیقین معلوم نہیں تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ میں ہے کہ وہ صحیح ہو چنانچہ ابن الکمال
نے تحریر کیا ہی ھ خلاصہ ہدایہ یون ہی کہ تعلیق بہبوب ریح وغیرہ کے مثل اگرچہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہی کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط ملائم پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے
باطل نہوگی مثل طلاق اور عتاق کے فتح القدیر میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتھ کفالت صحیح نہیں ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال
صحیح ہوتی ہی اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اوسکا کچھ ثمرہ نہیں سوائی اس خلاصے کے کذا فی الطحاوی نعم لو جعلہ اجلا صحت ولزم
المال للحال فلیحفظ ہان اگر شرط غیر ملائم کو ضمانت کی مدت قرار دیوے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھ مدت قرار دینا اس
طرح کہ ضامن کہے کہ میں ضامن ہون تا ہبوب ریح وغیرہ مثلا ولا تصح ای الضمانۃ بجہالۃ المکفول عنه فی تعلیق واضافۃ لا تخییر ککفلت بمالک علی فلان او
فلان فتصح والتعیین للمکفول له لانه صاحب الحق اور صحیح نہیں ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے یعنی تعلیق اور اضافت میں نہ تخییر میں چنانچہ میں ضامن ہون
تیرے اوس مال کا جو فلانے پر ہی یا فلانے پر تو تخییر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار میں ہی کیونکہ وہ صاحب حق ہی ھ تعلیق کی مثال یہ ہی کہ
اگر تجھسے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت ہو اوسکا میں ضامن ہون کذا فی الحلبی لحفظ ارجع
کہ اوسنے مثال کو اضافت کی مثال ٹھیرا یا لا ہیہ اور یہ جو علیہ نے تعلیق کی مثال اوسی کو بنا دیا ہے اور اضافت کی مثال مین ذکر کیا ہی اور حالانکہ یہ بھی ضمانت از
قسم شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہو واللہ تعالی اعلم ولا بجہالۃ المکفول له وبه مطلقا اور صحیح نہیں ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے
ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ھ مکفول بہ سے مراد یہاں نفس ہی نہ مال اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہیں نعم لو قال کفلت رجلا عرفہ
بوجهه لا باسمه جاز فای رجل آتی به وحلف انه هو بری بزازیہ ہان اگر ضامن کہے کہ میں ضامن ہوا ہون اوس مرد کا جسکا مونہہ پہچانتا ہون نہ نام اسکا
تو ضامنی جائز ہو اور جس مرد کو لاویگا اور قسم کہاویگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ وفی السراجیۃ قال لضیفہ وہو
خاف علی دابتہ من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکله الذئب لم یضمن اور سراجیہ میں ہی کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ
مہمان اپنے جانور پر بھیڑئیے سے ڈرتا ہی کہ اگر بھیڑیا تیرا گدہا کھا جائے تو میں ضامن ہون سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں ھ علت عدم ضمان اکل ذئب کل سبع میں یہ
ہو کہ مجھول ذاب ای ما ثبت لك علی الناس او علی احدهم فعلی مثال للاول ونحو ما بایعت احدا من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا
لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجھپر ہے یہ مثال ہی اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی اور مانند اسکے یہ ہی کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون میں سے وہ مجھپر ہے کذا فی معین المفتی
او ما ذاب لك علیك الناس او لا تحضیر لهم تکیک فعلی مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگون کا تجھپر یا کا لوگون میں سے تجھپر سو مجھپر ہے یہ ثانی کی مثال ہی یعنی اوس کی
جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہیں ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے کہ نیابت جاری نہیں
ہوتی عقوبات میں ولا بحمل دابۃ معینة مستاجرۃ له وخدمة عبد معین مستاجر لها ای للخدمة لانه یلزم تغییر المعقود علیه اور نہ ضمانت صحیح ہی
جانور کی بار برداری کی جسکو کرایہ لیا یا بار برداری کیواسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے ہوا اسواسطے کہ ضمانت میں معقود
علیہ کا تغیر لازم آتا ہے ھ تغیر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہی کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اوسکی تسلیم سے عاجز ہی کیونکہ اسکو قدرت نہیں غیر کے جانور پر اور اگر

ضامن اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہیں ہوا کذا فی المحیط اور عن المحیط بخلاف غیر المعیّن لوجوب مُطلق
الفعل لا التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمین ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم کہتے ہیں غیر معین جانور مین مطلق بار برداری
واجب ہے اور ضامن اسپر قادر ہے اسطرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا لادے اور تسلیم اسپر واجب نہیں بخلاف معین جانور کے کہ وہان تسلیم واجب ہے نہ بار برداری شارح نے
عدم وجوب تسلیم سے تعلیل کرنے کی طرف اشارہ کیا جسکو ابو نصر اقطع نے ذکر کیا ہے سطر جبکہ ضمانت حمل دابۃ معینہ ہو اسواسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہوا
تو موجر پر تسلیم جانور واجب ہے نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کریگا تو اوسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین
ہو تو وہان ایسا نہیں کیونکہ وہان موجر پر بار برداری واجب ہے سو اوسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہو لہذا اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی المحیط ولا بمبیع
قبل قبضہ ومرہون وامانۃ باعیانہا اور صحیح نہیں ضمانت عین مبیع کی قبل اوسکے قبضہ کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت
صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہو اصیل پر اسطرح کہ عین مکفول دے یا اوسکے بدل کو اور یہان ایسا نہیں کیونکہ مبیع مضمون بالثمن
اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر فلو بتسلیمہا صح فی الکل درر وفی حجۃ الالماں تو اگر ضمانت ہوا امور مذکورہ
کی تسلیم کی تو سب مین ضمانت صحیح ہے کذا فی الصدر اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اوسکا التزام ضامن کو
ممکن ہے کذا فی النہر فلو ہلک المستاجر مثلا لا شئ علیہ کالکفیل بالنفس تو اگر مستاجر کی ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلا ہلاک ہو جائے تو ضامن
پر کچھ واجب نہیں جیسا کہ نفس کے ضامن پر ہم مستاجر یہان بالفتح جیم سے وجہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کی ہلاکت سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل مطالب بتسلیم نہ رہا اور
واجب تو یہان اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اوسکا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح وصح ایضا لو المکفول بہ ثمنا لکونہ
دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیہ اور یہی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے
ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر ثمن وہ دین صحیح نہیں جب کہ مشتری نابالغ محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہوگا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر
محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اوسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا وکذا لو مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فہو امانۃ کما مر اور اسیطرح
ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہوگیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی در صورت عدم تسمیہ ثمن
ضمانت اوسکی صحیح نہیں کیونکہ امانت مین ضمانت نہیں او مبیعا فاسدا او بدل صلح عن دم عمد وخلع ومہر خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد
یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وجہ صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزین باطل نہیں ہو جاتین ہلاک ہونے عین سے
کیونکہ ضمان قیمت اشیاء مذکورہ اونکے قائم مقام ہو جاتا ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا المعلا ہے وشیء کما اشمل یہ ہے کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تابدل صلح
پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اوسکا بے معنی ہے والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان تین قسم ہیں مضمون یا غیر مضمون تو ہیں
غیر مضمون جیسے ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر جیسے مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہین یعنی در صورت ہلاک ایکے
قیمت واجب نہیں جیسے مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور جیسے رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح نہیں یا اعیان مضمون
بنفسہا ہین یعنی اونکی قیمت واجب ہے در صورت ہلاک جیسے مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اوسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر
وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دینا عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اوسکی یا مثل اوسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصا ولا تصح الکفالۃ
بنوعیہا بلا قبول الطالب او نائبہ ولو فضولیا فی مجلس العقد اور دونون قسم کی ضمانتین یعنی ضمانت بالنفس اور ضمانت بالمال صحیح نہیں بدون
قبول کرنے طالب کے مجلس عقد مین یا قبول کرنے اوسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جاوے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے
تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن پھیر لے اور اگر وہ راضی ہو بعد اوسکے قبول کرنیکے تو نہین لیسکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس مین ضامنی

قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامن ہے کیونکہ اس سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی المحیط و بقول هما الثانی بلا قبول و
به یفتی درر و بزازیه واقره فی البحر و به قالت الائمة الثلثة لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولهما واختاره الشیخ
قاسم هذا حکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہے ضامن کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیه اور ثابت رکھا ہے اسکو
بحر الرائق میں اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے
اس قول کو پسند کیا ہے یہہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشا وضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنها بان قال انا کفیل بمالی فلان علی فلان حال غیبته
الطالب او کفل وارث المریض الملی عنه بامره بان یقول المریض لوارثه اکفل عنی بما علی من الدین فکفل به مع غیبة الغرماء صح …
بلا قبول اتفاقا استحسانا لانها وصیة فلو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت سے اس طرح کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا
ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یہہ خبر دی طالب کے غائب ہونیکے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کیطرف سے اور اسکے امر سے اس طرح کہ مریض
کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اس مال کا جو مجھ پر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں
بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح
نہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع … کفالت وارث ہو اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ
ہوجاویگا اور اسمیں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہو شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکور کی اسلئے ظاہر ہونیکے ہوا اسواسطے کہ اخبار عن العقد انشاء ہی
اوسکے دونوں رکن سے یعنی ایجاب اور قبول سے وفی الفتح الصحة اوجه وحقق انها کفالة لکن یرد علیه توقفها علی المال … ہو کہ ضمانت
اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ ترجیح ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اسپر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ موقوف ہونا کفالت کا مال پر اگر کفالت
ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو له مال علی غائب هل یؤمر الغریم بانتظاره او یطالب الکفیل لم اره وینبغی علی انه وصیة ان ینتظر
لا علی انها کفالة اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کر سکتا ہے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اسکے
وصیت ہونے پر لائق یہہ ہے کہ غائب کا انتظار کیا جاوے نہ اسکی کفالت ہونے پر یہہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض
مذکور کی ضمانت اس طرح ضمانت نہیں ہے اسواسطے کہ وہ صحیح نہیں بدون مال مریض کے بلکہ اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی
اور وصیت نہیں ہے ہر طرح سے اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں وقیدنا بامره لان تبرع
الوارث بضمانه فی غیبتهم لا یصح وروی الحسن الصحة اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض میں اسکے امر کی اسواسطے کہ تبرع وارث کا اسکی ضمانت میں
صاحبان دین کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی البحر اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بھی ولو ضمنه بعد موته صح سراجیه وعلله
قول الثانی لما مر قهستانی اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اسکی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراجیه اور شاید کہ یہہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ ذکر ہو چکا …
… مذکور بعید ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفی البزازیه اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیه میں ہے کہ دونوں نے
اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشا ہونے میں تو مخبر کا قول معتبر ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد بیان کلام کرنا ہے
قرار دیا کذا فی البحر ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان به کفیل او رهن سراجیه او ظهر له مال فتصح بقدره
ابن ملک اور صحیح نہیں ضمانت اس دین کی جو ساقط ہو میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اسوقت دین ساقط نہیں جبکہ دین میت کا کوئی کفیل
ہو گیا ہو اسکی زندگی میں یا رہن ہو کذا فی السراجیه یا اسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہو گی بقدر مال مذکور کے کذا ذکره ابن ملک ھم سقوط دین میت مفلس …
احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہو گی تو جو کفالت اسکی حیات میں ہوئی یا اسکے کچھ رہن رکھدیا تو اب دین اسکا ساقط نہو گا بسبب عدم
ضرورت کے قنیه میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال ضمانت صحیح ہو گی ولحقه دین بعد موته فتصح الکفالة به

بان حفر بئرا علی الطریق فتلف به شیء بعد موته لزمه ضمان المال فی ماله وضمان النفس علی عاقلته لثبوت الدین مستندا الی وقت
السبب وهو الحفر الثابت حال قیام الذمة کذا فی البحر یا میت کو دین لاحق ہوا اوسکی موت کے بعد تو اوسکی کفالت صحیح ہے مثلاً جس طرح کہ میت نے کنواں کھودا تھا
راہ میں یعنے اپنی غیر ملک میں پہر اوس میں کوئی چیز تلف ہو گئی بعد اسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اوسکے مال میں اور ضمان نفس اوسکے اہل محلہ اور برادری
بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور سبب کنواں کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی البحر وهذا عنده وصححاها مطلقا
وبه قالت الثلاثة اور یہ عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقا خواہ اوسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور
یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع به احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطور تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی
المحیط ولا تصح کفالة الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل ببیعه لان حق القبض له بالاصالة فیصیر ضامنا لنفسه اور صحیح نہیں ضامنی وکیل کی ثمن
میں واسطے موکل کے اوس چیز میں جسکے بیچنے کے واسطے اوسکو وکیل کیا ہے اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالة تو وکیل اپنی ذات کے واسطے
ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں هم وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ مضارب سوا صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل ہی تو اب ضمانت
وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفاده ان الوصی والناظر لا یصح ضمانهما الثمن عن
المشتری فیما باعاه لان القبض لهما ولذا لو ابرأه عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی
طرف سے اوس چیز میں جسکو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق اونہیں دونوں کے واسطے ہے ولہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کر دین
ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہوگا هم یہ استنباط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے ولا تصح کفالة المضارب لرب المال به ای بالثمن
لما مر ولان الثمن امانة عندهما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کیواسطے اوس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور
ہو چکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا اونکا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں هم
طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونوں کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح الشریك لشریکه بثمن مشترك بیع مطلقا
ولو بالارث لانه لو صح الضمان مع الشركة یصیر ضامنا لنفسه ولو صح فی حصة صاحبه یؤدی الی قسمة الدین قبل قبضه وذا لا یجوز اور صحیح
نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کیواسطے ضامن ہونا دین مشترک میں کسیطرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق وراثت کے شراکت ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح
ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اوسمین حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں
ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اوسکے مقبوض ہونیکے لازم آتی ہے اور یہ ضمان لنفسه اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں بحر لو تبرع جاز کما لو کان
صفقتین یعنی ہان اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو هم جدا ہی عقد امام کے نزدیک
اسطرح ہی کہ مفصل بعت کہے اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا ذکر ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ
جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نرہی ولا تصح الکفالة بالعهدة لاشتباه المراد بها اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے هم ضمانت عہدہ
اسطرح پر کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہوا اور مشتری اور ضامن اسپر سکوت کریں بیان نکریں کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں
اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اوس دستاویز پر محتمل ہے جو ملک بائع کا شاہد ہوا اور وہ بائع کا مملوک ہی تو اگر اوسکی تسلیم کا ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہوا جسپر قادر نہیں
اور مشتری کے حقوق اور عقد میں اور اوسکے حقوق اور درک اور خیار شرط میں اور چونکہ عمل اوسپر قبل بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے لہذا اوسکی ضمانت صحیح نہیں ہے
باطل ہے کذا فی المحیط ولا بالخلاص ای تخلیص مبیع یستحق لعجزه عنه اور نہ ضمانت خلاص کی یعنے اوس مبیع کو خلاص کرنیکی ضمانت صحیح نہیں جو مستحق غیر ہو
بسبب عاجز ہونے اوسکے ثم لو ضمن تخلیصه ولو بشراء ان قدر والا رد الثمن کان کالدرك یعنی ہان اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہو اگرچہ تخلیص
اوسکے خرید کرنے کے سبب ہو اگر قدرت ہو ورنہ ثمن مشتری کو پہیر دیوے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہ فائدہ ہے

جسکو شارح نے زیادہ کیا یعنی ادّی بکفالۃ فاسدۃ لا یرجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال و نظیرہ لو کفل ببدل الکتابۃ لم یصح فلو رجع بما ادّی لحسبہ
انہ مجبر علی ذلک لضمانہ السابق و اقرہ المصنف فلیحفظ جب کہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے پہیر لیگا کفالت صحیحہ کی مانند کذا
فی جامع الفصولین پہر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اوسکی یہہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہین پس مکاتب سے پہیرے اوس دین کو جو اوسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو
یہہ گمان ہوا ہو کہ مین مجبور ہون اوسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکہا ہے مصنف نے اپنی شرحین تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہے تو معلوم ہوا کہ اگر
ادا کریگا بلا ظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہین و لو کفل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی و ہو غیر صبی و عبد
محجورین ابن ملک اور اگر کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یون کہا ہو کہ میرے طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجہپر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب
صغیر مجور اور غلام مجور نہین کذا صرح ابن ملک ہے تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع کے رجع علیہ بما ادّی ان ادّی ما ضمنہ و الا
فبما ضمنہ لان ادّی ادنی ملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب و کما لو ملکہ بہبۃ او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے پہیرلے جو کچہ اوسنے
ادا کیا ہو اگر اوسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اوسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول بہ جید تہا سو اوسنے زیوف دیا یا بالعکس تو ضمانت کیموافق پہیرلے اگرچہ
اوسنے بد مزاد ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنیکے تو اب ضامن ہو گیا طالب کی مانند درحالیکہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاوے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی
ہے ضامن کے مالک ہونے کی یہہ صورت ہو کہ طالب مرجاوے اور ضامن اوسکا وارث ہو یا طالب نے اوسکو اپنی حیات مین دین مذکور ہبہ کیا ہو اور ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے
اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہین کیونکہ یہان دین منقول ہوا کفیل کیطرف بتقاضای ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی و ان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ
الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو وہ مطلوب سے نہ پہیرلے بسبب اوسکے تبرع کے مگر جب کہ
مطلوب نے مجلس ضمانت مین ضمانت کو جائز رکہا تو مطلوب سے مال مذکور پہیرلے کذا فی العمادیہ و حیلۃ الرجوع بلا امر ان یہب الطالب الدین و یوکلہ بقبضہ
ولوالجیہ اور حیلہ پہیر لینے ضمانت بلا امر کا یہہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کردے اور اسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنے جانب سے کذا فی الولوالجیہ ہے ولوالجیہ
یہہ حیلہ بعض کفالت نفس ذکر کرے ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہہ حیلہ کفالت مال مین بہی ابتداً جاری ہے بعضون نے کہا یہہ حیلہ تو تب جاری ہو جب کہ ضامن نے
بقدر دین دیا اور یہہ ذکر کیا کہ یہہ اصیل کا دین ہے اور اگر اسکو اصیل کا دین کہکر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پہر یہہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی و لا یطالب الکفیل
اصیلا بمال قبل ان یؤدی الکفیل عنہ لانہ تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ نکرے ضامن اصیل
قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کیطرف سے اسواسطے کہ ضامن اوسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہان ضامن کو کوئی چیز گرو مین لینا اصیل سے قبل ادا روا ہے
کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ہو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پہر اگر پکڑا جاوے ضامن تو وہ بہی پکڑے اصیل کو تا اسکو وہ چہوڑا دے
و اذا حبس لہ حبسہ ہذا اذا کفل بامرہ و لم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ و الا فلا ملازمۃ و لا حبس معراج اور جب کہ طالب ضامن کو
قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہہ صورتین ہین جب کہ اوسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر
بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اوس پر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی المعراج و فی الاشباہ اذا ادّی الکفیل یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ مین ہے کہ ضامن
ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءت کا موجب ہے للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا احالہ الکفیل علی مکفولہ و شرط
براءۃ نفسہ فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا ہے دیون قیاس نہ
بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محال علیہ یہی حکم رکہتا ہے و بری الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برہن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرا فقط
کما لو حلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اصیل گواہ لاویگا اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا
چنانچہ اگر اصیل قسم کہائیگا کہ مینے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری ہوگا کذا فی البحر ہے مسئلہ قسم کا منح الغفار مین قنیہ سے منقول ہے تو یہہ جو شارح نے
بحر الرائق کے طرف نسبت کیا ہے سو تکمل ہے ظاہرا یہہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب ہے [illegible] یہہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا

سو کوئی آدمی اوسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہین پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الطالب
الاصیل او اخر عنه ای اجله برئ الکفیل تبعا للاصیل لا الکفیل لنفسه تمامه اور اگر بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اوس سے تاخیر کرے تاکہ ادائی دین
کی کچھہ مدت مقرر کردے تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہو کر مگر کفیل فقط بری ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا حاضر ضامن کی بحث مین وتأخر الدین عنه تبعا للاصیل الا اذا
صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم کفله انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبة المصالح الی عتق الاصیل وله مطالبة الکفیل الآن اشباه اور
متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہو کر مگر جب کہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے
ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنیوالے کا یعنے وارث مقتول کا متاخر ہوجائیگا تا عتق اصیل یعنے مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا
بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ اھ خانیہ مین مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق مین کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگدست ہو تو
طالب اوس سے مطالبہ نہین کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگرچہ وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحطاوی ولا ینعکس لعدم تبعیة الاصل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہین یعنے
براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہین اور نہ تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم لو تکفل بالحال مؤجلا
تاجل عنهما لان تاجیله علی الکفیل تاجیل علیهما ہان اگر فی الحال مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونون سے مطالبہ متاخر ہوجائیگا
اس واسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن دونون پر مہلت دینا ہے وفیه یشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور مین ہے
کہ قبول کرنا اصیل کا ابرا اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا ھ ظاہر الضمیر فیه بحر الرائق کیطرف راجع ہے جو قبل اسکے مذکور ہے اور حالانکہ یہہ عبارت اسمین نہین بلکہ اسمین
یون مذکور ہے کہ ابرا اصیل اور تاجیل اوسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابرا کفیل رد کرنے سے پھر جاتا ہے اور تاجیل اسکی نہین پھرتی انتہی خلاصہ اوسکا یہہ ہے
کہ ابرا قبول پر موقوف نہین لیکن رد کرنے سے پھر جاتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وهبه او تصدق علیه ورنہ قبول کفیل شرط نہین مگر جب کہ طالب اسکو ہبہ کردے
یا اوسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرر ھ ہبہ درصورت غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونیکے قبول اسواسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین مین تسلیط
علی الدیون شرط ہے قلت وفی فتاوی ابن نجیم اجله علی الکفیل یتاجل علیهما وعزاه للحاوی القدسی فلیحفظ مین کہتا ہون اور ابن نجیم کے فتاوی مین ہے کہ
کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونون پر مہلت ہوجاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کیطرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہئیے ھ طحطاوی نے کہا یہہ قول
مستثنی متن پر محمول ہے یعنی لو تکفل بالحال الخ تو اب متن سے کچھہ منافات نرہی وفی القنیة طالب الدائن الکفیل فقال له اصبر حتی یجیء الاصیل فقال
لا تعلق لی علیه انما تعلقی علیک هل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وهو المختار اور قنیہ مین ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اوسنے کہا صبر کرتا کہ اصیل
آجاوے سو صاحب دین نے کہا کہ مجھکو اوسپر کچھہ تعلق نہین میرا تو تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہوجائیگا جواب دیا کہ ہان بری الذمہ ہوگا اور بعضون نے کہا کہ بری نہوگا
اور یہی قول مختار ہے ھ وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منح الغفار مین قنیہ سے یون منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہین کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے
ہین انتہی اور ظاہر مراد اس قول سے تضییق ضامن ہے نہ براءت اصیل واذا حل الدین المؤجل علی الکفیل بموته لا یحل علی الاصیل فلو اداه وارثه لم یرجع
لو الکفالة بامره الا الی اجله خلافا لزفر اور جبکہ دین موجل حال ہوجاوے ضامن پر اوسکی موت سے تو حال نہین ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن کے وارث نے اسکو ادا کردیا تو
اصیل سے پھر نہ لے اگر کفالت اوسکے امر سے ہو مگر اوسکی مدت تک یعنی بعد آنے مدت کے اصیل سے لے نہین سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل المؤجل علی الکفیل اتفاقا
اذا حل علی الاصیل به ای بموته ولو مات الطالب درر چنانچہ حال نہین ہوتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہوا اصیل پر اوسکی موت سے اور اگر ضامن
اور اصیل دونون مرگئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنے اوسکو اختیار ہے چاہے ضامن کے ترکہ سے لے چاہے اصیل کے ترکہ سے صالح احدهما رب المال عن الف الدین علی النصف
صح لا یبرأ الآخر المسئلة [illegible] اصیل یا کفیل نے صلح کرلی صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اوسکے نصف پر مثلا یعنی نصف دین پر صلح کی تو دونون بری الذمہ ہوگئے
مگر مسئلہ صلح کا چار صورتونکو محتمل ہے ھ ایک صورت یہہ ہے کہ دونون کی براءت صلح مین شرط کی ۲ فقط اصیل کی براءت شرط کی ۳ سکوت واقع ہوا براءت سے ۴ فقط کفیل کی
براءت شرط کی [illegible] کہا بلکہ مسئلہ [illegible] آٹھہ صورت کو محتمل ہے چار صورتین باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا اشترط براءتهما او براءة الاصیل

اور سکوت ہوتا تو جب کہ دونوں کی براءت شرط کی صلح میں یا براءت اصیل یا براءت سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہو گئے۔ و اذا اشترط براءۃ الکفیل
وحدہ کانت فسخاً للکفالۃ لا اسقاطاً لاصل الدین اور جب کہ صلح میں فقط کفیل کی براءت شرط کی تو یہ فسخ ضمانت ہے نہ اسقاط اصل دین ہم فسخ
کفالت بمقدار دین میں ہے جس میں صلح واقع ہوئی مثلاً نصف میں نہ کل دین میں فیبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ دون الاصیل فیبقٰی علیہ الالف فیاخذ
علیہ الطالب بخمسمائۃ و الکفیل بخمسمائۃ لو امرہ تو فقط کفیل کی براءت میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہیں گے
تو طالب اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو ولو صالحہ علی جنس آخر رجع بالالف کما مرّ اور اگر کفیل نے صلح کرلی
طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلاً بعوض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہزار ہو اسواسطے لیگا کہ وہ مبادلہ سے دین کا مالک ہوگیا
صالح الکفیل الطالب علی شیء لیبرئہ عن الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ و ہو بالاطلاق یعم الکفالۃ بالمال والنفس بحر صلح
کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کرے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح
بسبب اپنے اطلاق کے مال ضمانی اور حاضر ضامنی دونوں کو شامل ہے کذا فی البحر ہم کفالت نفس میں عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلاً دے
تا اسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض اپنا باتفاق روایات مسلم نہیں اور اسکی براءت میں کفالت سے دو روایتیں ہیں کذا فی البحر والنہر قال
الطالب للکفیل برئت الیّ من المال الذی کفلت به رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کہا طالب نے ضامن
کو برئت الیّ یعنے تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے
طالب کے قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض نکلتا ہے برئت الیّ کی ترکیب سے اسواسطے کہ لفظ الی موضوع ہے انتہاء غایت کے واسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہے اس ترکیب
میں تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے مبدا بھی ہو سو یہاں ابتدا نہیں مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے
یوں کہا کہ تونے مجھکو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہیں لیسکتا تو ضامن اب اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم و فائدۃ براءۃ المطلوب للطالب
لاقرارہ کالکفیل اور مفاد تعلیل براءت مطلوب ہے طالب کی طرف سے بسبب اسکے اقرار کے ضامن کی مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہو سکتا بسبب اقرار
قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دوبار مقبوض نہیں ہوتا و فی قولہ للکفیل برئت بلا الیّ او ابرأتک لا رجوع کقولہ انت فی حلّ لانہ ابراء لا اقرار بالقبض
اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ برئت بدون لفظ الی یعنے تو بری ہو گیا یا یہ کہ تجھکو بری کر دیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لیسکتا چنانچہ اس قول میں
رجوع نہیں کہ انت فی حلّ یعنی تو حلال ہی اور کشادگی میں ہے کیونکہ یہ بری کر دینا ہے طالب کے طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہے ابراء طالب اور ادا
کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ابرأتک میں تو صاف ابتدا اسقاط ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل
مالک دین نہیں ہوتا اگر ایسا ہو تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حلّ
اسقاط ہے باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل براءت بالابراء میں مستعمل ہے نہ براءۃ القبض میں کذا فی البحر خلافاً لابی یوسف فی الاولی ای برئت فالجملۃ
کالاولی ای الیّ قیل و ہو قول الامام و اختارہ فی الہدایۃ و ہو اقرب الاحتمالین فکان اولیٰ قہستانی عن العنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنے برئت
میں اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الیّ کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسکو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا
قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ ہم دو احتمال یعنے براءت ابتداء اور براءت بسبب ادا و اجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقراراً
بالقبض عملاً بالعرف اور اجماع علما ہے کہ اگر طالب لفظ براءت کو کاغذ میں لکھے گا تو یہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل العرف کے ہم یہ راجع ہے مسئلہ خلافی کی طرف یعنی اگر
لفظ برئت طالب لکھدیگا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہو جائیگا بالاتفاق اسواسطے کہ عرف میں کتابت نہیں مگر ایفاء مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھیری کذا فی العلاء
وهذا كله مع غيبة الطالب ومع حضرته يرجع اليه في البيان لمراده اتفاقاً لانه المجمل اور یہ جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب
ہونیکے ساتھ ہے اور اسکے حاضر ہونے کے ساتھ اسکے طرف رجوع ہو گی اسکے مراد کے بیان میں بالاتفاق کیونکہ اسکا کلام مجمل ہے یعنے طالب سے پوچھا جائیگا

پوتے قبول مال کا ارادہ کیا ہو یا نہین اور یہہ لفظ بحر الرائق مین نہایہ سے اور فتح القدیر مین بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ومثل الکفالۃ الحوالۃ ۱۲ وہ بعد
کفالت کے حوالہ ہو یعنی اگر محال نے محتال علیہ سے کہا کہ برئت الی تو محتال علیہ محیل سے مال پھیر لیگا اور اگر برئت کہیگا تو رجوع نہین اور اگر برئت کہیگا فقط قرض
اختلاف ہے وبطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ہنا وفی المتفرقات لکن فی
النھر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور یہی کو
مصنف نے یہان ثابت رکھا ہے اور متفرقات مین لیکن نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی یہہ صورت تعلیق باطل ہے خواہ
شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر لائم وہ شرط محض ہے جسمین طالب کو فائدہ نہین جیسا کہ دخول دار اور مجیئ غد اور شرط لائم جیسا کہ استیفاء بعض المال
انکہ بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت مین کفالت مال کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ کفالۃ النفس مین
تفصیل ہے جو خانیہ مین مذکور ہے ہم مصنف نے قید کفالت مال متن مین مذکور نہین کی تو یہہ مطلب ہے کہ اثناء مسائل کفالت مین اسکا ذکر کرنا بجای تقیید ہے واللہ
اعلم خانیہ مین تفصیل مذکور یون ہے کہ جب حاضر ضامن کی براءت معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ ہین ایک وجہ یہہ ہے کہ براءت جائز اور شرط باطل جیسا کہ
طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دس درم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ یہہ کہ براءت اور شرط دونون جائز ہین جیسا کہ ایک شخص الضامن اور حاضر ضامن
سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہو جا اور تیسری وجہ یہہ ہے کہ براءت اور شرط دونون جائز نہین جیسا کہ فقط حاضر ضامن سے
طالب نے یہہ شرط کی کہ طالب کو دہ مال دے اور مطلوب اسکو بھیجے تو یہہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر ملخصا لایسترد الاصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ
قید فقعہ الی الطالب ان لم یعطہ طالبہ نہ پھیرے اصیل اوس مال کو جو دیا اوس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اسواسطے کفیل کو دیا تا
کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اسکے طالب کو نہ دی ہو باوجود یکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اسکو نہین پھیر سکتا اسواسطے کہ ضمانت بامر اصیل سے
دو دین ثابت ہوتے ہین ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادا ہے تو جب
بعد وجود سبب اداے دین مین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اوسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اوسکو پھیر نہین لیسکتا کذا فی شرح الوقایۃ ولایعمل نھیہ
عن الاداء لو کفیلا بامرہ والا عمل لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر واقرہ المصنف لکنہ قدم قبلہ ما یخالفہ فیحرر اور کچھہ عمل نکریگا روکنا
اصیل کا اداے دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہین تو اوسکا روکنا عمل کریگا اسواسطے کہ اصیل اوس وقت مین استرداد کا مالک ہے کذا
فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لیکن شرح مذکور مین قبل اسکے اس مضمون کو مقدم کرچکا ہے جو اسکے مخالف ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ۱۲ طحطاوی
نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو اب اوسکے مخالف قول کا کچھہ اعتبار نہین یعنی اب تحریر کی کچھہ حاجت نہی فان ربح الکفیل
طاب لہ لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ خلافا للثانی اور اگر مال مذکور مین کفیل کچھہ نفع حاصل
کریگا تو اسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑہوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بر وجہ تقاضا قبضہ کیا ہو تو اگر بر وجہ رسالت قبضہ
کیا ہوگا تو نفع اوسکو حلال نہین کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے برخلاف ابو یوسف کے ہم قبض بطریق اقتضا کی یہہ صورت ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون
کہ کہین طالب تجھہ سے اپنا حق نہ لے تو اس مال کو قبل اسکے ادا کر دے اور قبض بوجہ رسالت اسطرح ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہہ مال لے اور طالب کو دیدے اور اگر
اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے
خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی وندب ردہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ درر فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب
اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصیل کو جب کہ اصیل بذاتہ خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اوس چیز مین پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنے سے جیسا کہ
گیہون نہ اوس چیز مین جو تعیین سے متعین نہ ہوتا ہو جیسا کہ نقود تو وہان رد کرنا مستحب نہین ہم جامع صغیر مین استحباب ردکیواسطے ادای اصیل کی قید مذکور نہین لیکن
درر کی عبارت موہم ہے خلاف مقصود کی کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہہ ہے کہ اسمین خبث آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اوسکے پھیر دینے پر

نحوین کر سکتا کذا فی النہر ولو دکرہ ہل یطیب للاصیل ام لا اشبہ نعم لو غنیا بعنایہ اور اگر لفظ مال کی منفعت کفیل اصیل کو پہیر دے تو کیا اصیل کو وہ مال
طیب ہے یا نہیں قول اشبہ الحق یہہ ہے کہ ان حلال طیب ہے اگرچہ اصیل غنی ہو کیونکہ لہذا پر اگر الاصیل کفیلہ بیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیۃ
لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وہو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض اگر کیا اصیل نے اپنے
ضامن کو بیع العینہ کا یعنی بیچنا عین کا ادھار فائدہ لیکر تا قرض لینے والا اسکو ثمن اول سے کمتر بیچ کے تاکہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خواروں نے ایجاد
کیا ہے اور وہ بیع شرع میں مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اسمیں قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہے ھ عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہے سلف سے اسکو بیع العینہ سہوا
کہا کہ اسمیں میلان ہے دین سے بیع العین کیطرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپیہ کو
ادھار بیچے منفعت حاصل کرنیکے واسطے پہر مشتری وہ کپڑا دس روپیہ کو بیچے اور پانچ روپیہ کا نقصان اوٹھا دے اور بعضوں نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ غبن
کرے زیادہ تر اوسکی قیمت سے تا اوس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پہر بائع اول شخص غیر سے بعوض اوتنے ثمن کے لے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول
شخص غیر کو کمتر ثمن دے اور غیر شخص مشتری اول کو دے مثلا زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپیہ کو ادھار بیچا پہر خالد نے محمود کے ہاتھ دس
روپیہ کو بیچا پہر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ اوسکو دئے محمود نے وہی دس روپیہ خالد کو دیدئے توسط شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا
ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسطرح بیع العینہ کی چند صورتیں اور یہی ہیں محمد نے کہا کہ یہہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کے برابر ہے اسکو سود خواروں نے
اختراع کیا ہے اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعینۃ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید و فروخت بطریق
بیع العینہ کے کروگے اور بیلوں کی دموں کے پیچھے پڑو گے یعنی کہیتی میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب
ہو جائیں گے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے دل میں یہہ آتا ہے کہ جسکو واقع اختراع کرنا
ہے اگر اوسکو ایسی صورت کی ہو گی جس میں وہ چیز سب یا بعض واقع کیطرف عود کر آئے جیسے کپڑا عود کرنا پہلی صورتیں اور چنانچہ یہہ صورت کہ پندرہ روپیہ قرض چاہے
اوسکے ہاتھ دس روپیہ کا کپڑا پندرہ روپیہ کو بیچا اور پندرہ روپیہ جو قرض ہو ملکہ پہیر لئے تو واقع سے خارج نہ ہوئی مگر دس یا جو خارج ہوا تہا اوسمیں سے بعض
تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر نہیں ہے بیع اوسکے طرف راجع نہ ہو تو اوس میں کراہت نہیں مگر خلاف اولے ہے شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر
میں مذکور ہوا وہ از قبیل ابن الہمام کی صلاحیت ہے ابن الہمام سے ظاہر کہ قول محمد مکروہ ہے بیع العینہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ واقع کے طرف کل یا بعض عین پہر آوے
اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اوس صورت پر محمول ہے جب کہ واقع کیطرف کچہہ عود نکرے اسطرح حدیث بہی اسی صورت پر محمول ہے جسپر محمد کا قول محمول ہے اور اب وہ شبہہ
ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیونکر قائل ہوئے باوجود اوس حدیث کے جو کہ مقتضی ہے مذمت کی واللہ اعلم کذا فی المرقاۃ ھ فتح القدیر میں ذکر ہے
کہ جب واقع کے طرف وہ عین جو اوسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کر گئی تو وہ بیع بیع العینہ نہ ہو گی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین سے ترجمہ سے نہ مطلق عین سے واللہ اعلم بیع العینہ
ہو بائع ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل وزیادۃ الربح علیہ لانہ العاقد ولا شئ علی الآمر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل بمجہول و ذلک باطل
پہر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی موجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو بیع مذکور کفیل کے واسطے ہو اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اوسکی مضرت کفیل پر
ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اور اوس بیع کا اور کچہہ لازم نہیں اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یہہ ضمانت ہے نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول
باطل ہے ھ خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کیطرف راجع ہے ضمان خسران ہو اسواسطے باطل ہے کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان
کسی پر مضمون نہیں تو اگر بائع بازار میں کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجہکو لاحق ہوا وہ مجہہ پر ہے یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر تیرا غلام بہاگ گیا تو وہ مجہہ پر تو جائز
نہیں وکالت فاسدہ کی وجہ یہہ ہے کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہیں کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ عبارۃ قال اللہ تعالی بلا دینہ
وفی الہدایۃ وہذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک اس مرد کیطرف سے اوس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور لازم
ہوا اوس مرد پر یعنی اصیل پر یا اوس مال کا ضامن ہوا جسکا قاضی اوسپر حکم کرے یا جو مال کہ اسکو لازم ہو در کی عبارت میں لفظ لازم ہے دان ضمیر کے ہو اور ہدایہ میں بہ

ف ذکر بیع العینہ

سلہ یعنی دس روپیہ کی چیز ایک بار دو شاخ کرے اور بعد چند دن پندرہ میں اوسکو پہیر بیچا دیوے ۱۲

سلہ بیجزاونکے ایک مدینہ کو جسقدر چیز والا دیکر طلب کرے اوسقدر کیا روپیہ میں بیچا دیوا بکے پاس نہیں تو ہاتہ اسکو بیچا دیں اور دام اوسکے مطلوب ہوں ہر دو چاہے ادھار بیچا کر اور لیتے ۱۲ اوسی پائی کو خرید کرسے اور پہر بیچے والے ان کے جو ہے بسد چند دام ادا کرے

یہہ یعنی لفظ ذاب اور نفقہ ماضی ہے اور مراد اوس سے مستقبل ہے چنانچہ امال اسد تعالیٰ کہ مین فغاب الاصیل فبرھن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برھانہ حتی یحضر الغائب فیقضی علیہ فیلزمہ تبعًا الاصیل پر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اوسکی مقبول نہوگی جبتکہ کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اوسپر مال مذکور کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل هم وجہ اسکی یہہ ہے کہ کفیل نے اوس مال کا التزام کیا جو اوسپر قاضی زمان مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ مین تو یہہ ضمانت ہی اوس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ اوسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تہا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہین تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہین کذا فی العنایۃ عن الاتقانی ولو برھن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال و ہو ای الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اوسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو زاد بامرہ قضی علیہما فالکفیل بالوجہ لان المکفول بہ ھہنا مال مطلق فامکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہو غائب کا اوسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا پھر لینا اصیل غائب سے جائز ہے اسواسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہان یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہے تو اوسکا اثبات ممکن ہے بخلاف ماتقدم کے کہ گواہی وہان مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ مین اسلئے کہ وہان مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تہا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہان مکفول بہ مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ شہادت دعوی پر مبتنی ہے حموی نے کہا اگرچہ یہہ قضا علی الغائب ہے مگر یہہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شے ضمنا ثابت ہوتی ہے اور قصدًا ثابت نہین ہوتی کذا فی العنایۃ وفیہ حیلۃ لاثبات الدین علی الغائب اور یہہ یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ اثبات دین کا غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہوجاتا ہے ولو خاف الطالب موت الشاھد یتواضع مع رجل ویدعی علیہ مثل ھذہ الکفالۃ فیقر الرجل بالکفالۃ وینکر الدین فیبرھن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرئ الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرے کسی مرد کے ساتھ اور اوسپر اسطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہوجاوے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند حوالہ ہے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہے کفالتہ بالدرک تسلیم منہ للبیع کفالت بالدرک تسلیم ہے واسطے مبیع کے جانب کفیل سے ہم یعنی جس نے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اوسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اسکے یہہ دعوی کرے کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اوسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ ملک بائع کا اقرار ہے اور بیع کے وقت تو بعد اسکے اپنی ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی العمادیۃ کالشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اوسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اسکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہین کمن کتب شہادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعًا نافذًا باتًا فانہ تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکہنا اوس کاغذ مین جسمین یہہ لکہا ہو کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہہ شہادت بہی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی کما لو شہد بالبیع عند الحاکم قضی بہا او لا کما یہہ بہی ملک بائع کی تصدیق ہے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو حموی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہے باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شہادتہ فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکہنا اوس بیع کے کاغذ مین جو مطلق ہے قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے مراد وہ ہین جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قید بیعنامہ مین نہین تو گواہی لکہنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے

اسواسطے کہ بیع کا ہی غیر مالک سے صادر ہوئی تھی چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کے
واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمیں مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الحلبی ۱۲ وکتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض ا
اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہیں کیونکہ یہہ مجرد اخبار ہے تو کچھہ تناقض نہیں تو اپنے دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع
میں نہ عقد و شرط ہیں اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع کا ہی مالک سے صادر ہوتی ہے کا ہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا
باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھہ مہر کرنا مذکور نکیا چنانچہ کنز وغیرہ میں مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل
زمانہ کے یعنے اہل زمان سابق کی عادت یہہ تہی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کردیتے تھے تا تغییر اور تبدیل سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو
قال الکفیل ضمنته لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ میں اوسکا تجہہ سے ضامن ہوا ہوں
ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسہ ای الحکم المذکور عکسہ
فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الآخر وہو المقر لہ حالۃ لان المقر لہ ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول میں کہ تیرا مجہہ پر سو
ہیں ایک مہینہ کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنے مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہیں نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہے والحیلۃ لمن علیہ دین مؤجل
وخاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول اہو حال او مؤجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جسپر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا
حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے ہو تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجہہ پر حال ہے یا مؤجل پہر اگر وہ کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اوسکا انکار کرکے
اور اس انکار میں اسپر کچھہ حرج نہیں کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب درصورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہے
انکار حلول میں اسواسطے حرج نہیں ہے کہ وہ اسمیں صادق ہے ولا یؤاخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد
الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر تمامہ ۱۲ اور ماخوذ نہیں ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پہیر دینے کا حکم ہو
اسواسطے ضامن ماخوذ نہیں ہوتا کہ مجرد استحقاق سے بیع منتقض نہیں ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع میں مذکور ہوچکا وصح ضمان الخراج ای
الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ والرہن بہ اذ الرہن بخراج المقاسمۃ باطل کذا فی النہر علی خلاف ما اطلقہ
فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہی جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے
اس قول کے قرینہ سے لگائی اور صحیح ہے اسکے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر بخلاف اطلاق بحر الرائق کے
ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جہۃ العباد ہو تو موظف باقی دیون کے مانند ہوگیا مضمون ہونے میں بخلاف خراج
مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہانتک کہ اگر کہیتی تلف ہوجاوے تو کاشتکار پر کچھہ واجب نہیں اور کفالت میں غیر مضمونہ کی جائز نہیں اور صاحب بحر نے اطلاق اور
تقیید دونوں نقل کئے ہیں تو اوسپر کچھہ اعتراض وارد نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وبحوہ الزیلعی الرہن فی کل ما تجوز بہ الکفالۃ لجامع التوثق منقوض
بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اوس چیز میں جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق کے منقوض ہے درک سے بوجہ
جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنے حصول وثوق کفالت اور رہن میں یکسان ہے طحطاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر کی
ہے اور متاخرین مصنفین اوسکے تابع ہیں حموی نے اسکا جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہیں نہ کلیہ اور اونکو کلیہ جو کہتے ہیں تو بایں معنے کہ وہ اصل تحت شئ
نہیں ہیں نہ بایں معنے کہ ہر فرد پر منطبق ہیں وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی یعنے مصیبت و حادثہ یہاں مراد وہ
مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق میں ہے کہ نوائب دو قسم ہیں واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے
سب خلق کو فائدہ ہے اور چوکیدار محلہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیوں کے چہوڑانے کیواسطے
معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہیں اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ

ط یعنی [illegible] کی [illegible] رہن لینا باطل ہے ۱۲

اسلام کی اس امر میں جس میں مصلحت ہو مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال میں کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبہ ہے چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں پر ناحق مقرر ہو گئے ہیں انکی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتویٰ ہے انتہی ملخصا ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتویٰ صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی او ناحق ہوں چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں بلکہ دین سے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لے تو مزارع کو مالک زمین سے اسکا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا ہے ھ درر اور منتقی میں ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے کہ اسپر فتویٰ دینا چاہیے فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا یومیہ یا سہ ماہی سلطان کیواسطے مقرر ہوا ہے تا یہ میں ہے کہ معصیت کبرائی کیسی ہے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اسکی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل لا تصح الا فی مسئلۃ ما اذا امرہ بہ طائعا فلو مکرہا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الکمال اور شمس الائمہ نے رجوع میں یہہ قید لگائی ہے جب اسکو اسکا امر کرے تو خوشی سو اگر اسپر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ میں ھ یہہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جسکے حذف کرنے سے مطلب میں قلق پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہہ ہے کہ جو غیر کے نائبہ کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس سے پھیر لے اگرچہ رجوع شرط نکیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہہ اسوقت ہے جب کہ اسکو اسکا بخوشی ادائے دین کا امر کرا ہو اسنے کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر وعلیہ فلا یفسق حیث عدل وہو نادر اور علماء نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قائم انصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین از رہ انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور اسی قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھیریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی او قال الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذا تقدم فی دیارنا کثیرا وہو ان من قبض علیہ یُسلّم رجلا ویحبسہ فیقول لاخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فحینئذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتدبر کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے کہ کسی شخص نے کہ مجکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسطرح کہا سو اسنے چھڑا دیا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے پھیر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوبہ کا شحنہ پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجکو چھوڑا لے سو وہ اسکو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسی وقت میں مبلغ مذکور پھیر لے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ بمجرد اسکے امر کرنیکے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ہی النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایّاما کان فالکفالۃ صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوا اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ھ قسمت بتفسیر مذکور مصدر ہے بمعنے مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سہ ماہی میں مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی کہ پہلے دو لوگ شریک قسمت کر لیں پھر ایک شریک کا حصہ غیر دخل شدہ رہے سو اسکا کوئی ضامن ہو اور بعضوں نے یوں تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک ٹالے پھر اسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی قال رجل لاخر اسلک ہذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہہ راہ چل اسواسطے کہ اس راہ میں خوف نہیں امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہیں ولو قال ان کان مخوفا واخذ مالک فانا ضامن والمسئلۃ بحالہا ضمن اور اگر یوں بولا کہ اگر یہہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو میں ضامن ہوں اور یہہ مسئلہ دستور مسئلہ سابقہ ہے یعنی بموجب اسکے کہنے کے وہ شخص اس راہ میں گیا اور اسکا مال چھن گیا تو وہ شخص ضمان دیگا ہذا اورد علی ما قال صہ بقولہ

ولا تصح بجہالۃ المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیۃ یہہ اعتراض وارد ہو مصنف کے اور مثل مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہیں مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی
الشرنبلالیۃ ھ بیان صحت ضمان صحت کفالت کی جہت سے نہیں تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہے کہ قائل نے دہوکہا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہو اگر شرط
ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت مین ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ
او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا کذا قاله وتمامہ فی الاشباہ وحرق المرابحۃ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ فریب کہا نیوالا فریب دینے والے سے
اوسی صورت مین رجوع کرتا ہے جب کہ فریب درضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب کہانے والے سے بصراحت ضمانت کرے
کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ دین ہے اور باب المرابحہ مین مذکور ہو چکا ھ عقد معاوضہ احترازی عقد تبرع سے ہے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی
کی مثال متن مین مذکور ہے اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہہ ہے کہ وہ اوسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
ضمان الغرور فی الحقیقۃ ھو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہے نہ ضمان اتلاف کی مانند للکفیل
منع الاصیل من السفر لو کفالۃ حالۃ لیتخلصہ منہا باداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اسکی کفالت فی الحال کی ہو
موجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کرنیے طالب کے ھ تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اوسکو جائز نہیں
اگر ضامن چاہے اوسکے ساتھہ بنا رہے تا حلول مدت وفی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری ای اذا امرہ اور کفیل بالنفس مین تو یہہ حکم ہے کہ
حاضر ضامن اصیل کو پہیر لاوے اوسکے پاس کما فی الصغری یعنے اگر حاضر ضامنی اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان
لم یشترطہ کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ وباطعام عن کفارتہ وباداء زکوۃ مالہ وبان یہب
فلانا عنی الفا جو شخص غیر کیطرف سے مال واجب اوسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اوسکو اوس غیر سے پہیر لے اگرچہ رجوع مال شرط نکیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ
اور اوسکے ادای دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین ۱ پہلا مسئلہ یہہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنی ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ کے کہانا دینے
کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میرے طرف سے ہزار ہبہ کرے ھ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو
مال ہبہ کیا پہر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اوسکے ہبہ کا عوض دے ہو اوسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہہ شخص آمر سے رجوع مال
نکرے مگر بشرط رجوع انتہے اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہین فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال
المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل من الاشباہ جہان کہین کہ جس شخص کو
مال دیا گیا وہ اوس مال کا مالک ہوجاوے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور آمر سے اپنا مال پہیر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع نہین اور پورا بیان اسکا سراج
کی کتاب الوکالۃ مین ہے اور یہہ سب مسائل مذکورہ اشباہ سے منقول ہین ھ مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہے بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے مشتری
تو اگر مشتری نے کسی مرد سے کہا کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور مامور اپنا مال پہیر لیگا مشتری سے اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلاوے تو صحیح
ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی نے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانیکا امر کیا تو یہان
مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہین تو مامور کو یہان اپنا مال پہیر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل بالنفقۃ
بما لہا علی الزوج من الدین لا یبرأ بتجدید النکاح بینہما اور ملتقط مین ہے کہ جو ضامن ہے نفقہ کے اوس مال کا جو اوسکے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ
نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہوجانے سے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اوسکا دین
ہے جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اوس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوجہ کے طرف سے پہر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ
تجدید نکاح تنافی نہین شرط کفالت مذکور ھ نہین ثوب غاب عن دلال لا ضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اوس پر تاوان نہین ھ اسواسطے کہ وہ
وکیل اجرت گیرندہ تو وہ امین ٹہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساومہ واتفقا علی ثمن فعلیہ قیمۃ الثوب

اور اگر کپڑا غایب ہو گیا اور دوکاندار سے اور حالانکہ اوسنے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکاندار ثمن پر متفق ہو گئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فھلک ضمن الدلال بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پھرا پھر اوسکو دوکان میں رکھدیا سو کپڑا ضایع ہو گیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہے اور دلال پہ اسواسطے ضمان ہوا کہ اوسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اوسکی ثابت ہوئی دلال عرف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ بری کسی مشہور دلال سے جسکے ہاتھ میں کپڑا ہے جسکا مسروق ہونا کہل گیا سو دلال نے کہا کہ مین نے کپڑا پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ ہے ولو قال طالب غریمی فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرۃ الملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دیون فلانے شہر میں ہے سو جسوقت کہ تو میرا مال اوس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درہم یا دینار ہیں اوس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط واقتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبایع باطل لانہ وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لا یصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فلیحرر شارح کہتا ہے اور مین نے اسکا فتوی دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بایع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہو جاتا ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم عامل لنفسہ اسواسطے ٹہرتا ہے کہ قبض ثمن کی ولایت اوسیکے واسطے ہے اور ضامن نہیں کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اوسکے مالک کو بتاوے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہے

فائدہ ذکر الطرسوسی فی مؤلفہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر ابا ھریرۃ انتھی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہہ فائدہ ہے جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالدارون سے جایز نہیں مگر بیت المال کے عاملون سے باین استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہہ سوقت ہوا تھا جب کہ فاروق اعظم نے اونکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر اونکو معزول کیا اور بارہ ہزار اون سے لیے پھر اونکو عاملی کے واسطے بلایا سو اونہون نے نمانا حاکم وغیرہ نے یہہ روایت کی ہے ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور میں سورۂ یوسف کی اندر اجعلنی علی خزاین الارض کی تفسیر میں بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجھکو بحرین کا عامل کیا پھر مجھکو معزول کیا اور دس ہزار مجھسے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجھکو بلایا میں نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تجسے تو میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پر پوتے نبی کے اور میں تو امیہ کا بیٹا ہون ڈرتا ہون کہ بیعلمی سے کچہہ کلام کرون اور بے علمی سے کچہہ فتوی دون اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بیعزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی البحر اور واراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون امواله ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کتبۃ الاوقاف ونظارھا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللھو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالھم منہم وعزلھم فان عرف خیانتہم فی وقف معین ردّ المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال کذا فی البحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے بیت المال کے خادم مراد لیے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اونکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشایش اور بہتایت مال میں ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع اونکی خیانت کی دلیل ہے اور اونہیں کے ساتھ متصدیان اوقاف اور اوقاف کے ناظر ملحق ہین جب کہ وہ کشایش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب میں مشغول ہون اور عمارات بناوین تو حاکم کو اونکے مال اون سے چھین لینا اور اونکا معزول کرنا جائز ہے سو اگر اونکی خیانت کسی وقف مخصوص میں معلوم ہو جاوے تو اوس مال کو اوسی وقف میں داخل کرے اور نہیں تو بیت المال میں رکھے کذا فی البحر والبحر ہم سید حموی نے کہا کہ یہہ مسئلہ اوس قسم کا ہے جسکو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہیں کیونکہ یہہ فتوی اونکا جو مستوجب کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاوے تو وہ عمال مذکورین سے اموال کو

چاہیئن لین نہ اوقاف مین اون اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ اونکو لائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اسکو خوب یاد رکھنا
چاہیئے کذا فی الطحطاوی وفی التلخیص لو کفل الحال مؤجلا تأخر عن الاصیل ولو قرضا لان الدین واحد قلت وقد منا انہا حیلۃ لتاجیل
القرض اور تلخیص مین ہی کہ اگر دین سے فی الحال کی ضمانت کری کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہوجائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک
ہی ہو مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہے وسیجئ ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن
منعہ ولکن یسافر معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اوسکا روکنا درست نہین
ولیکن صاحب دین اوسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہوچکے تو اوسکو سفر سے روکے تاوہ ادای دین کرے ھم منتقی مین ہو کہ درصورت
ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادای دین مین ٹال مٹول کرتا ہو تو ضامن لے اور نہین
تو نہین کذا فی الطحطاوی واستحسن ابو یوسف اخذ کفیل شہرا لامرأۃ طلبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف
نے بطریق استحسان جائز رکھا ہے ایک مہینہ کا ضامن لینا اوس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر
فتوی ہے ھم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہو اور بطور قیاس اوسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وقاس علیہ فی المحیط بقیۃ الدیون لکنہ
مع الفارق کما فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہو لیکن وہ قیاس مع الفارق ہو چنانچہ شرنبلالی کی شرح
وہبانیہ مین ہے ھم یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین موجلہ کو قیاس کیا ہو کہ کفالت اونکی لیجاوی بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبدالبر نے کہا کہ یہہ ترجیح قول
ہو صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونیکی وجہ یہہ ہو کہ دیون قوی تر ہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتے بخلاف نفقہ
کے علاوہ برین منتقی مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہو کذا فی الطحطاوی
لکن فی المنظومۃ المحبیۃ ؎ لو قال مدیون مرادہ السفر ۞ واجل الدین علیہ ما استقر ۞ وطلب التکفیل قالوا یلزم ۞ علیہ اعطاء کفیل
یحکم ۞ لیکن منظومہ محبیہ مین ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اوسپر ہنوز مستقر نہین اوسنے تکفیل کی طلب کی
تو فقہا نے کہا کہ اوسکو ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین ؎ لو حبس الکفیل قالوا جازلہ ۞
اذا اراد حبس من قد کفلہ ۞ لانہ قد کان لاجلہ ۞ حبس فلیجازہ بفعلہ ۞ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو
اسکو جائز ہے کیونکہ ضامن کی محبوسی اوسیکے واسطے ہوئی ہے تو چاہیئے کہ وہ اسکو بدلا دے اپنے فعل سے ؎ ثم الکفیل ان یمت قبل الاجل ۞ لا شک
ان الدین فی ذا الحال حل ۞ علیہ فالوارث ان اداہ لم ۞ یرجع بہ من قبل ما التاجیل تم ۞ پھر اگر ضامن مرجاوے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین
دین فی الحال اوسپر واجب الادا ہوگیا تو اگر ضامن کا وارث اوسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھر لے قبل تمام ہونے مدت کے ھم مثال مین لون تھا کہ لم یرجع من
قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہو اور فاعل فعل مقدم ہوگیا اپنے فعل پر اور یہہ بعضون کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہہ باب ہے دو مرد دون کے ضامن ہونے کا ھم چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہو تو بعد فراغت مفرد اسکو شروع کیا دین علیہما لآخر ان
اشتریا منہ عبدا بمائۃ وکفل کل عن صاحبہ بامرہ فما اداہ احدہما لم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف لترجحان جھۃ الاصالۃ علی
النیابۃ دین ہو دو شخصون پر دوسرے آدمیکا اسطرح پر کہ دونون نے اوس سے ایک غلام سو روپئے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر مدیون اپنے ساتھی کا اوسکے
امر سے تو جائز ہو اور نہ پھر لے اپنے شریک سے مگر اوسقدر جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت
پر کیونکہ پہلے جہت دین ہے اور دوسری مطالبہ ھم یہہ حکم مشہور متین ہے جب کہ دونون دین صفت اور سبب مین برابر ہون اور اگر صفت مختلف ہو اسطرح
کہ ایک شخص پر دین مؤجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اوسکی تعیین اپنے شریک کے جانب ہی صحیح ہے اور اوس سے پھر لے اور اوسکے
بالعکس مین رجوع نہین اور اگر سبب مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین مؤدی اپنے شریک کیجانب سے صحیح ہو اسواسطے کہ

دو جنس مختلف میں نیت معتبر ہے نہ جنس واحد میں اور دونوں کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور ضامن ادا کریگا
اور اپنے شریک کیجانب سے اسکو ٹھیرا دیگا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد یہ ہے جو اوسکے حصہ سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی
الطحاوی ولانہ لو رجع بنصفہ لادی الی الدور فلا یرجع اور اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا
کہ اگر نصف شریک کیجانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اوسکو شریک سے پھر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادائی نائب یعنی ادائے
کفیل بامر اصیل بمنزلہ ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسیطرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا دریافت کرنا چاہئے کہ یہاں حقیقت دور
مراد نہیں کیونکہ وہ عبارت ہے توقف الشی علی نفسہ سے اور سنے الحقیقۃ یہاں تسلسل فے الرجوعات لازم ہے ولو کفلا عن رجل بشی بالتعاقب بان
کان علی رجل دین فکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع وھذہ القیود صفات
الاداء اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کے جانب سے بطریق تعاقب اسطرح کہ ایک مرد پر دین تہا سوا وسکے دو مرد ضامن ہوئے اور ان میں سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ
علیحدہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلوں میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اوسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلثہ مذکورہ سے یہہ مسئلہ پہلے مسئلہ سے جدا
ہوگیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہہ پہلا مسئلہ
ہو جائیگا کیونکہ دونوں پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھیرا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا
ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے
جمیع دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا فما ادی احدھما رجع بنصفہ علی شریکہ
لکون الکل کفالۃ ھہنا سو دونوں ضامنوں میں سے جو شخص جسقدر مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اوسکے نصف کو اپنے شریک سے پھیر لیگا کیونکہ یہاں بالکل کفالت ہے ہم جب
بالکل کفالت ہوئی بالاستوا بہ ہالت تو رجحان یہاں ثابت نہوا بخلاف مسئلہ اولے کے کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر او یرجع ان شاء بالکل علی الاصیل
لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال مودی پھیر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے وان ابرا الطالب احدھما اخذ الطالب
الکفیل الاخر بکلہ بحکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کردے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اوسکی کفالت کے جسم
چونکہ صورت مفروضہ یہہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع
دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اوس سے صحیح ہے ولو افترق المفاوضان وعلیہما دین اخذ الغریم ایہما شاء منہما بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ
کما قررنا اور اگر دو شریک مفاوض میں افتراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نرہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین اون میں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ پورا
مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنے ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ میں مذکور ہو چکا ہم کہتے ہیں مذکور ہو چکا ہے کہ غریم
وہ جسکا دین ہو او سپر دین ہو کذا فی الطحاوی یعنی دائن اور مدیون دونوں کو غریم کہتے ہیں ولا یرجع علی صاحبہ حتی یؤدی اکثر من النصف لما مر
اور رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نکرے چنانچہ مسئلہ اولے کی تعلیل میں مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہے نصف میں اور کفیل ہے نصف
باقی میں تو جو ادا کریگا وہ اوسکے دین میں شمار ہوگا بسبب اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو اوسیقدر میں رجوع ہوگا کاتب عبدیہ
کتابۃ واحدۃ وکفل کل من العبدین عن صاحبہ صح استحسانا مولے نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یوں کہا مثلاً کہ میں نے
تمکو مکاتب کیا ایکہزار درم پر ایکسال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے ہم بطریق قیاس یہہ کفالت صحیح نہیں کیونکہ
کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہیں تو در صورت اجتماع بطریق اولے صحیح نہوگی وجہ استحسان یہہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان
تصحیح ہے اور شارع کی رضامندی عتق میں ثابت ہے کذا فی الطحاوی مختصرا وحینئذ فما ادی احدھما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور جس وقت
جو کچھ یہہ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اوسکا نصف مال پھیر لیگا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنے اصالت اور کفالت میں ولو اعتق المولی احدھما

وبمسئلۃ بحالہا صح واخذ ایاً شاء منہما بحصۃ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ ؕ اور اگر مولے نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا
اور مسئلہ بدستور سابق ہو تو صحیح ہو اور مواخذہ کرے مولے دونوں میں سے جس سے چاہے اوس غلام کا حصہ جسکو اوسنے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے
بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام آزاد سے بباعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ بکفالتہ وان اخذ الآخر لا لاصالتہ
پھر اگر مولے نے مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے پھر لے بسبب اوسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ
رجوع نہیں کرسکتا بسبب اپنی اصالت کے ولذا کفل شخص عن عبد مالا لا یؤخذ بہ الا بعد عتقہ لم یظہر فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ
کمال لزمہ باقرار او استقراض او استہلاک ودیعۃ فہو ای المال الذی کفل بہ حال وان لم یسمہ ای الحلول لحلولہ علی العبد
وعدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل مؤجلا تأجل کما مر ؕ اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کے
طرف سے اوس مال کا جسکا دین ہونا حق مولے میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہے بعد اوسکے آزاد ہونیکے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار
یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ لینے مال مذکور حال ہے نہ مؤجل اگرچہ اوسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ
مال غلام سے بسبب اوسکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اوسکا فقیر اور تنگدست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور پھر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی
ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اوس صورت میں مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہوچکا ادعی شخص رقبۃ عبد فکفل بہ رجل فمات
العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ کما مر ؕ دعوی کیا ایک شخص نے غلام کی
گردن کا سو اوسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مرگیا قبل اوسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اوسکا مملوک تھا تو ضامن ضامن ہوا اوسکی
قیمت کا بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہیں اور انہیں قابض پر عین واجب ہے
اور بعد ہلاکی عین رد قیمت واجب ہے اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند تحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہوئی
قیمت عبد مدعا علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد برئ الکفیل
کما مر فی الکفالۃ ؕ اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مرگیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی میں مذکور ہوچکا
یعنی اسواسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق
لہ ؕ اور اگر وہ غلام مدیون مستغرق بالدین نہیں ضامن ہوا اپنے مولے کیطرف سے اوسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولے کیواسطے ثابت ہے ظاہرا
غلام میں لیاقت کفالت نہیں کیونکہ وہ اہل تبرع نہیں مانند صغیر کے مگر مولے کے امر سے اوسکی عدیم التصرفی زائل ہوگئی پھر جب کہ غلام پر دین نہو تو اوسکی مالیت
میں مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن اوسکے ضامن ہونے میں کافی ہوگیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی فاذا عتق
فادی او کفل سیدہ عنہ بامرہ فادی او لو بعد عتقہ لم یرجع واحد منہما علی الآخر لانعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلا منہما لا
یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک ؕ پھر جب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اوسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولے غلام کا ضامن ہوا غلام
کے طرف سے اوسکے امر سے پھر اوسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولی میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے
کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہیں دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہوگی یعنی
اوسکے پیچھے بعد انعقاد غیر موجب کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلنا چنانچہ اگر ایک
ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اوسنے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالت رجوع دین کی موجب نہوگی اوس دلیل کی
جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہیں ہوتا وقالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر
اموالہ ؕ اور علما نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ ہونے ہو ادائی دین کفالت کے واسطے اوسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے

سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہے اوس سے ادا ای دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر **وفائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ ای الدین برقبتہ وھذا لم یثبتہ المصنف متنا فی شرحہ** اور غلام کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے مولے کے جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اسکی گردن سے اور یہہ یعنی فائدہ کفالت مولی بکفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح مین بطور متن کے ثابت نہین کیا یعنے بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم بالصواب استغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالہ

یہہ کتاب ہے حوالہ کے احکام مین ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہہ ہے کہ دونون عقد مین التزام ہے اوس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر یہہ کہ حوالہ مین اصیل کی براءت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح **ھی لغۃ النقل** حوالہ لغت مین بمعنے نقل اور زوال ہے **وشرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ** اور اصطلاح شرع مین حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف **وھل توجب البراءۃ من الدین المصحح نعم فتح** اور کیا حوالہ براءت دین کا موجب ہے قول مصحح یہہ ہے کہ ہان یعنے محیل بری الذمہ ہو جاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ھم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہین اور اگر دین اسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابرا صحیح ہوتا کذا فی النہر **المدیون محیل والدائن محتال ومحتال لہ ومحال ومحال لہ وحویل وزاد خامسا وھو حویل فتح** مدیون محیل ہے یعنے حوالہ کرنیوالا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچوان مزید لفظ حویل ہے کذا فی النہر **ومن یقبلھا محتال علیہ ومحال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول والمال محال بہ** اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین مین اور حوالہ قبول کرنے والے مین فرق بواسطے صلہ کے ہے یعنی دائن مین لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنیوالے مین لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور کبھی اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے ھم تقدیر محتال بصیغہ اسم فاعل محول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محول بفتح واو ہے اور لفظ لہ صلہ کی محتال اسم فاعل کے ساتھہ کچھہ حاجت نہین بلکہ محتال علیہ کو ساتھ صلہ ہے تو دو محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونون کی تفریق بصلہ و عدم صلہ ہے کذا فی الفتح مصور الفاظ مذکورہ (صورت بنانا ۱۲) بطریق تمثیل یون ہے کہ مثلا زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہین سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنے اپنا قرض اسپر اتارا اور زید کو اوس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت مین خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درم محال بہ ہے **فائدہ جلیلہ** رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مینے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے کہ مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہہ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہین تو حوالہ عبد ماذون اور مجبور کا صحیح ہے اور رضای محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال مین بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ غیر صحیح ہے اور ہونا اوسکا مجلس حوالہ مین شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین اور محال علیہ مین عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہین اگرچہ بامر محیل ہو اور گو اوسکا ولی اسکو جائز رکھے ہو اسواسطے کہ یہ امر رضا ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محتال علیہ کا مجلس حوالہ مین اور یہہ شرط انعقاد ہے اور محال بہ مین یہہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہین تو جسکی کفالت صحیح نہین اوسکا حوالہ بھی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر **والحوالۃ شرط لصحتھا رضی الکل بلا خلاف الا فی الاول وھو المحیل فلا تشترط علی المختار شرنبلالیۃ عن المواھب** اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سبکی بلاخلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل مین سو اوسکی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہین کذا فی الشرنبلالیۃ عن المواھب ھم زیادات مین رضای محیل شرط نہین مگر قدوری مین شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہے اور لوگ حسن اداء اور مطل

یعنی مثال بال مین متفاوت ہوتے ہین تو اوسکی رضامندی ضرور ہے کہ اوسکا ضرر لازم آتا ہے اور محتال علیہ کی رضامندی سے آور رضامندی محتال علیہ کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اوسپر دین کا اداکرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اوسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے مین متفاوت ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے آور رضای محیل اسواسطے شرط نہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام اپنے قبول کرنا یہہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کی حق مین اور محیل کا اسمین کچھہ ضرر نہین بلکہ یہین اوسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اوسپر رجوع نہین کرسکتا جب کہ حوالہ بغیر محیل کے ہوکذا فی النہر اور امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَإِذَا أُحِيلَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَحْتَلْ یعنی مالدار کا تقاضا اور ادای دین کو ٹالنا ظلم ہے اور جب تم مین سے کسیکو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیئے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر یہہ ہے کہ یہہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعًا کذا فی الفتح ملخصًا بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضای محیل اسواسطے شرط کی ہے کہ اوسپر رجوع درست ہو تو کچھہ اختلاف نہین روایت مین ہم یہہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہین کرسکتا مگر جب کہ حوالہ اوسکی رضا سے ہوا اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن استظہر الاکمل ان ابتداء الحوالۃ ان من المحیل شرط ضرورۃ والا لا اور اکمل نے عنایہ مین قول ظاہر یہہ کہا ہو کہ ابتدا حوالہ اگر محیل کے طرف سے ہے تو رضای محیل ضرور شرط ہے اور نہین تو شرط نہین ہم یعنے اگر محیل کیجانب سے ہے تو احالہ ہے اور یہہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہین اور یہہ روایت قدوری کا محل ہے اور اگر ابتدا اوسکی محتال علیہ کیجانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضای محتال علیہ سے تمام ہوجاتا ہے بدون رضای محیل اور یہہ روایت زیادات کا محل ہے انتہے خلاصۃ العنایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام مین بمعنے احالہ ہے اور زیادات کے کلام مین بمعنی احتیال ہے کذا فی النہر ملخصًا عن الحموی واراد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ہم اور بعضے نسخون مین قبولہا ہے یعنی قبول محتال اور محتال علیہ شرط انعقاد ہے یہہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اوسکو خبر پہنچے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف آور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقین لاحضورہما واقرہ المصنف لیکن در وغیرہ مین محتال یا اوسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصون کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بزازیہ اور خانیہ مین بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کی قول پر محمول کیجے تو منافات باقی نہین رہتی لیکن مذکور ہوچکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر مجہول مین نہ عین مین جوہرہ مین زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق مین انتہے ہم عین مین اسواسطے حوالہ صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اوسکا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کیطرف نہین ہوسکتا اور یہہ عدم صحت حوالہ مطلقہ مین ہے اور حوالہ مقیدہ تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی مین ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اوسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نکرے چنانچہ اوس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر نہ اوسکا دین ہے نہ اوسکے پاس محیل کا عین ہے کذا فی الطحطاوی وبہ عرفت ان الحوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ غیر محرزۃ لا تصح اور جوہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محرزہ سے صحیح نہین ہے تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولے حوالہ جائز نہوگا وکذا احالۃ المستحق بمعلومہ فی الوقف علی الناظر فہو آلہ اور اسیطرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف سے صحیح نہین کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وہذا فی الحوالۃ المطلقۃ ظاہر واما المقیدۃ ففی البحر ان المالک فی یدالناظر ینبغی ان یصح الاحالۃ علی المودع والا لا لانہا مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا مع الغنیمۃ وعندی فیہ تردد کہ پھر صاحب نہر نے دو ورق کے بعد کہا اور یہہ یعنی عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ مین ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ مختص بدیون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہو تو بحر الرائق مین ہے کہ اگر مال

تو اسکے پاس سے تو لائق یون ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہے اور اگر مال تا فلہ کے پاس نہین تو حوالہ صحیح نہین کیونکہ وہ مطالبہ کیے اور مطالبہ نافلہ پر نہین بدون مال کے اور مقتضای بحث صاحب بحر صحت حوالہ ہی کی غنیمت اور میرے نزدیک اسمین تردد ہے طحطاوی نے کہا کہ موید صحت یہہ ہے ارث ہے یعنی غنیمت محرزہ مین غازی کے ورثہ اوسکا حصہ بطور وراثت پاتے ہین تو ملک اسکی غنیمت مین ثابت ہوگئی تو اب غنیمت و ودیعت کے اشتباہ کی صحت حوالہ مین وَبَرِئَ المُحِيلُ مِنَ الدَّيْنِ وَالمُطَالَبَةِ جَمِيعًا بِالقَبُولِ مِنَ المُحْتَالِ لِلحَوَالَةِ اور بری الذمہ ہوجاتا ہے محیل دین اور مطالبہ سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ہے لیکن معتمد براءت موقت بعدم ہلاک ہے اور فائدہ براءت کا یہہ ہے کہ اگر محیل مرجاوے تو محتال اپنا دین اوسکے ترکہ سے نہین لے سکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اوسکے ارباب دیون سے ضامن لے اس خوف سے کہ مبادا اوسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط براءت ہے اوسیطرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہے کذا فی البحر فَلَا يَرْجِعُ المُحْتَالُ عَلَى المُحِيلِ إِلَّا بِالتَّوَى بِالقَصْرِ وَيُمَدُّ هَلَاكُ المَالِ لِأَنَّ بَرَاءَتَهُ مُقَيَّدَةٌ بِسَلَامَةِ حَقِّهِ تو محتال رجوع کریگا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی براءت بسلامتی حق محتال مقید ہے توی بالف مقصورہ عبارت ہے ہلاک ہونے مال سے اور بعضون نے اسکو بالف ممدود بھی کہا ہے توی بروزن تحلی لغت مین معنے ہلاک ہے اور اسکے معنی اصطلاحی مصنف آگے ذکر کریگا جب براءت مقید بسلامت حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہہ براءت ستیفا ہونہ براءت اسقاط پہر جب استیفای حق متعذر ہوا تو رجوع اصل مدیون پر واجب ہوا وَقَيَّدَهُ فِي البَحْرِ بِأَنْ لَا يَكُونَ المُحِيلُ هُوَ المُحْتَالَ عَلَيْهِ ثَانِيًا رجوع در صورت ہلاک کو بحر الرائق مین اسطرح مقید کیا ہے کہ محیل وہی محتال علیہ نہوا ہو دوسری بار صاحب بحر نے کہا یہہ قید اسوقت لگائی کہ ذخیرہ مین ہے کہ ایک مرد نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پہر محتال علیہ نے اوسکا حوالہ اوسپر جسپر اصل دین تھا کیا تو محتال علیہ اول بری ہوگیا پہر اگر ہلاکی مال ہوگی تو محتال علیہ اول پر عود نہوگا اسکے ایضاح اسکا یون ہے کہ حامد محمود کا مدیون ہے سو حامد نے دین محمود کا حوالہ کیا زید پر پہر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو در صورت ہلاکی حامد پہر دین کا اعادہ زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہوگیا حوالہ ثانیہ سے وَهُوَ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ أَنْ يَجْحَدَ المُحَالُ عَلَيْهِ الحَوَالَةَ وَيَحْلِفَ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ أَيْ لِلمُحْتَالِ وَالمُحِيلِ أَوْ يَمُوتَ المُحَالُ عَلَيْهِ مُفْلِسًا بِغَيْرِ عَيْنٍ وَدَيْنٍ وَكَفِيلٍ وَقَالَا بِهِمَا وَبِأَنْ فَلَّسَهُ الحَاكِمُ اور وہ یعنی ہلاکی احد الامرین سے ہے ایک یہہ کہ محال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کہاوے اور محتال اور محیل کے واسطے شہادت نہو یا محال علیہ مفلس مرجاوے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونون امر مذکورسے اور اسطرح سے کہ محال علیہ کو حاکم مفلس ٹہیرادے وَلَوِ اخْتَلَفَا فِيهِ أَيْ فِي مَوْتِهِ مُفْلِسًا وَكَذَا فِي مَوْتِهِ قَبْلَ الأَدَاءِ وَبَعْدَهُ فَالقَوْلُ لِلمُحْتَالِ مَعَ يَمِينِهِ عَلَى العِلْمِ لِتَمَسُّكِهِ بِالأَصْلِ وَهُوَ العُسْرَةُ زيلعي وَقِيلَ القَوْلُ لِلمُحِيلِ بِيَمِينِهِ فتح اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اسمین یعنے محال علیہ کے مفلس ہوکر مرجانے مین اور اسیطرح اوسکی موت کے اختلاف مین قبل ادای دین اور بعد ادا کے تو محتال کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی ہے کذا فی الزیلعی اور بعضون کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ محتال نے کہا کہ محال علیہ مفلس ہوکر مرگیا اور محیل نے کہا کہ مشرکہ چہوڑکر مرا تو محتال کا قول معتبر ہے اسطرح قسم کہاکر کہ واللہ مجہکو اوسکا مالدار ہونا معلوم نہین اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر یاد نہ رہا یمین علی العلم صحیح نہین کیونکہ اوسمین قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طَالَبَ المُحْتَالُ عَلَيْهِ المُحِيلَ بِمَا أَيْ بِمِثْلِ مَا أَحَالَ بِهِ مُدَّعِيًا قَضَاءَ دَيْنِهِ بِأَمْرِهِ فَقَالَ المُحِيلُ إِنَّمَا أَحَلْتُ بِدَيْنٍ ثَابِتٍ لِي عَلَيْكَ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ بَلْ يَضْمَنُ المُحِيلُ مِثْلَ الدَّيْنِ لِلمُحْتَالِ عَلَيْهِ لِإِنْكَارِهِ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اوس دین کے مماثل کا جسکا محیل نے حوالہ کیا تہا مطالبہ کیا یون مدعی ہوکر کہ اوسکا دین ادا کیا اوسکے امر سے سو محیل نے کہا کہ مین نے تو اوسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تہا تیرے اوپر تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ محیل مماثل دین کا ضامن ہوگا محتال علیہ کے لیے بسبب انکار ہونے محتال علیہ کے ہے تسلیے محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تہا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا وَقَبُولُهُ الحَوَالَةَ لَيْسَ إِقْرَارًا بِالدَّيْنِ لِصِحَّتِهَا بِلَا دَيْنٍ اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہین بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بہی وَلَوْ قَالَ المُحِيلُ لِلمُحْتَالِ أَحَلْتُكَ عَلَى فُلَانٍ بِمَعْنَى وَكَّلْتُكَ لِتَقْبِضَهُ لِي فَقَالَ المُحْتَالُ بَلْ أَحَلْتَنِي بِدَيْنٍ لِي عَلَيْكَ فَالقَوْلُ لِلمُحِيلِ

لانہ منکر ولفظ الحوالۃ یستعمل فی الوکالۃ اذا ساکر محیل نے محتال سے کہا کہ مین نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنے تجھکو وکیل کیا تاکہ دین میری واسطے قبض کرے
اور محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھپر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہی اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ
حوالہ وکالت مین مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز ہے اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ بمعنے وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب یہہ ہے کہ وکالت بلا نیہ
لفظ نہی ہے اسواسطے کہ حوالہ بکالت مین مستعمل ہوتا ہے مجازا کیونکہ وکالت مین نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اوسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی منشا
ہوگی اس مراد مین لیکن قسم کے ساتھہ کیونکہ اسمین کچھہ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بمالہ عند زید حال کہ نہ ودیعۃ بان اودع رجلا الفا
ثم احال بہا غریمہ صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اوس مال کا جو زید کے پاس ہے درانحالیکہ وہ ودیعت ہے اسطرحپر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پہر اونکا حوالہ
کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت بہی داخل ہوئی اور وہ عین مستاجرہ ہے جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ
برئ المودع وعاد الدین علی المحیل لان الحوالۃ مقیدۃ بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرأ لان ہلاکہ یخلفہ پہر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعتدار
بری الذمہ ہوجائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کی وجہ سے بخلاف اوس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہو اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے
محتال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہین ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنے بدل مغصوب اوسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل
ہلاک ہو اسطرحپر کہ وہ حق تلف غیر ثابت ہو جیسا دیت صبی تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا براءت مین کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتصح ایضا بالدین یعنی تصح
الحوالۃ المقیدۃ لانہا ثلثۃ اقسام یعنی حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بہی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہوگیا ہم یعنے ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ
بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح ہے کہ حوالہ کو قرض یا مانند اوسکے اور کسی دین کے ساتھہ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا
المحتال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحتال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہین اور نہ محتال علیہ
محیل کو اوسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین والون کے ساتھہ برابر ہے اوسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مریگا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا
دین محال بہ محیل کے سب ارباب دیون مین حصون کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا مال ہے کہ محتال کا قبض ثابت نہین کیونکہ محتال کا ہی وہ مملوک نہین ہوا
بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ خسرو وغیرہ بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے
ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہی حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ مین یعنے محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا مطالبہ کرسکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دیسکتا ہے اور محتال علیہ
محیل سے رجوع کرسکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اوسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی وفتح القدیر مین ہے کہ حوالہ مطلقہ یہہ ہے کہ محیل طالب سے کہے کہ مین نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر
اور یہہ نہ کہا کہ محال علیہ اوس مال سے ادا کرے جو میرا اوسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محال علیہ کے پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کرسکتا ہے
کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہین ہوا اسواسطے کہ حوالہ اس سے متعلق واقع نہین ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ کے ذمہ پر ہے اور ذمہ مین کشادگی ہی اور گنجائش ہے
یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہہ صورت ہے کہ اوس پر حوالہ کرے جسپر محیل کا دین ہو نہ تو
پاس اوسکا عین ہے انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غیرہ ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ
بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو صحیح
ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان یہہ ہے کہ اوس شرط کو عقد بیع مقتضی نہین اور اسمین بائع کا فائدہ ہے کہ
جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بہی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت مین اکثر اوس
شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہہ جودت ثمن کی شرط کی مانند ہوئی کذا فی الدرر ادی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فہو بالخیار ان شاء رجع علی
المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع ورد الاستحقاق بزازیہ محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ مین تو اسکو اختیار ہے چاہے
اپنا مال محتال قابض سے پہر لے اور چاہے محیل سے پہر لے اور اسیطرح حکم ہے ہرایک اوس مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہونیکا

استحقاق رجوع ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار رہیگا جامع بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال بھیر لے وفیہا وکذا من صور فساد الحوالۃ مالو شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا البحرہ عن الوقایع بالملتزم نعم لو اجاز جازت کما لو قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ ولکن لا یجبر علی البیع ولو باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ میں ہے کہ فساد حوالہ کی صورتوں میں سے دو صورت ہیں جسمیں مثلا محال بہ کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محتال علیہ کے اوسکے دینے سے جسکا التزام کیا ہاں اگر محیل اپنے گھر کا بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اسطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے ولیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادای محال بہ پر زبردستی ہوگی ھ تنبیہ اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اوسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اوسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل بیع کے ہاں اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی البحر ملخصا ولا یصح تاجیل عقدہا فلو قال ضمنت بمالک علی فلان علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے اوس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کر دونگا بعد مہینے کے تو یہہ تاجیل دین کیطرف منصرف ہوگی یعنی ضامن پر ادای دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں کذا فی البحر عن المحیط وکرہت السفتجۃ بضم السین وتفتح وفتح التاء اور مکروہ ہے سفتجہ بضم سین وسکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے ھ سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شی محکم ہے چونکہ اس قرض میں سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہوگئی لہذا اسمی بسفتجہ ہوا وھی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ اپنا مال دوسرے کسی شہر میں ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تاکہ وہ اوسکے دوست یا وکیل کو مثلاً دوسرے شہر میں دے تا اس طریقہ سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنے خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن ابی اسامہ کی مسند میں علی مرتضے رضی اللہ تعالے عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فہو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند میں سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اوسکی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں جس حسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کی مصنف میں عن خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء منقول ہے کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اوس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصا حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہہ ہے کہ یہہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر میں دے تو یہہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل عیاں میں صحیح نہیں فتامل اھ ای اجاز المقرض خطر الطریق علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ تو گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو بمعنی حوالہ ہو گیا ھ شارح نے یہہ وجہ مناسبت سفتجہ کی کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کردی فتح القدیر اور نہر الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت اور حوالہ کے اور محرر آفندی نے علامہ والی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ سے اسجہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اوس مال کا جو مستقرض پر ہے اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے وقالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس بہ اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اوسکا کچھہ مضایقہ نہیں ھ ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلقا ہے چنانچہ اس متن میں اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ سفاتج کراہت جر نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھہ مضایقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتاوی صغری اور واقعات حسامیہ اور کفالۃ شہیدیہ میں اور بزازیہ کے باب الصرف میں بھی اسکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی میں واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا

اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کیطرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ فقہاء نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اُسوقت حلال ہے جب کہ اسکا لینے دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہہ فعل اسواسطے ہوتا ہے یعنی یہہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہی طحطاوی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر علت ہونیکا محل وہ ہے جب کہ اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مثل مشروط کے مانند ہے انتہی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا فی النہر والبحر عن صرف البزازیۃ ولو ان المستقرض وہب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض آئین سے زائد کو ہبہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسمۃ ھ شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہے کہ مدیون سے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط کچھ مضایقہ نہیں اور اسیطرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن میں راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین میں داخل نہو اور بین الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو دائن کو مسلم نہیں بلکہ اسکو پھیر دے اور ایک درم کہ سو درم میں بالاتفاق پھیر دے اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضون نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض آئین سے زائد کو ہبہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہی اور اسکو تامل کرو کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے جو محتمل القسمۃ نہیں پھر میں نے عارف سنان افندی کی تبیین المحارم میں دیکھا کہ اول تو انہوں نے قاضی خان سے بزازیہ کی مانند نقل کیا پھر یہہ کہا کہ جسمیں احتمال قسمت نہو تو جائز ہے یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بقبض دین الحوالۃ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کیطرف سے دین حوالہ کے قبض کرنیکا تو صحیح نہیں ہم کہتے ہیں صحیح نہیں کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے تا ابراء موبد حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعض نسخہ میں بجائے عن المحتال کے علی المحتال ہے تو دائن علی معنی عن ہے ف لو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح وتطالب ایا شاء لان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ خانیہ اور اگر محتال محیل پر ضمان شرط کر دے تو صحیح ہے اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہے کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت محیل حوالہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہا عن المثانی لو غاب المحال علیہ فرجاء المحال وادعی تحول المال لم یصدق وان برھن لان المشھود علیہ غائب فلو حاضرا وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ وجعل تحولہ فسخا اور خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکی انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہو گی اگرچہ اس دعوی کو گواہ سے ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنے محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہوں عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ھ تو اس صورت میں محیل پر دین عود کریگا کیونکہ براءت محیل مشروط بسلامت حق محتال ہے اور یہہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املا صح سراجیہ والا لم یجز کما فی مضاربۃ الجوھرۃ قلت ومفادہ عدم الجواز لو تساویا او تقاربا وبہ جزم فی الخانیۃ والوجہ لہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود انما شرعت للفائدۃ انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو اگر یہہ یتیم کے حق میں بہتر ہو بایں طور کہ دوسرا شخص یعنے محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہے کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربۃ میں ہے میں کہتا ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونو شخص محیل اور محال علیہ متساوی ہوں مالداری اور ادائے دین میں یا دونوں متقارب ہوں اور اسکا یقین کیا ہے خانیہ میں اور دلیل بھی اسکی مقتضی ہے اسواسطے کہ بصورت تساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا ایسی چیز کا اشتغال ہے جو مفید نہیں اور مشروعیت عقود نہیں مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالی اعلم ھ مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ شہر سے اسیطرح غائب ہوگیا کہ اسکا مکان معلوم نہیں بسبب اسکی عسرت اور عاجزی کے سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے پھر لے تو اسکو رجوع بالدین محیل پر جائز نہیں جب تک محتال علیہ کی موت ثابت نہو کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ واللہ سبحانہ اعلم استغفر اللہ الکریم

کتاب القضاء یہہ کتاب ہے مشتمل قضا سے یعنے جھگڑا فیصل کرنے میں لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبہا بما یقطعہا ہرگاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات میں واقع

ہوتے ہین تو مصنف دیون اور بیاعات کے متعاقب سکو لایا جو اونکی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہی دیون سے مراد وہ دیون ہین جنہین کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہے ہو بالمدّ و یقصر لغۃ الحکم قضا بالف ممدودہ ہے اور بالف مقصورہ بھی آیا ہی لغت مین بمعنے حکم ہے ہر چند قضا لغت مین بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و ادا و انہاء و کفایت و بمعنے صنع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اختصار کیا تا معنے لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جائے وشرعاً فصل الخصومات وقطع المنازعات اور اصطلاح شرع مین قضا عبارت ہی فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہے یعنی وہ فیصلہ جو خصومات مین واقع ہو سطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فصل راجح بمعنے قطع ہی تو تعریف مین عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہہ تہا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا ایسا اور پنچ کے حکم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات اور بعضون نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ مین مشرح ہے ہم از انجملہ بدائع مین تعریف یون مذکور ہی کہ قضا عبارت ہی حکم بین الناس بالحق سے جو خدا نکے نزدیک حکم حادثات مین ثابت ہی خواہ حکم قطعی ہو سطرحپر کہ اوس پر دلیل قطعی ہو یعنے نص مفسر کتاب یا سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبۂ ظن کے موجب ہی کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس اون مسائل اجتہادیہ مین ہی جنمین اختلاف فقہا ہے یا جنمین سلف سے روایت نہین تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہی تو وہ جائز نہین کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہے اور اسیطرح موضع خلاف مین وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہے تو جائز نہین کیونکہ حق اون سے متجاوز نہین اور یہہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی یا شافعی پر تو یہہ واجب ہی کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بنسبت اپنی خلاف مذہب کے حکم کرنے مین معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کر گیا جانکر تو اوسکا حکم جاری نہوگا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اوسکا ابطال حکم مناسب ہی اور بعضی روایات مین اوسکی قضا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہی برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر و ارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ ؎ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ؛ ستٌ یلوح بعدہا التحقیق ؛ حکم ومحکوم بہ ولہ و محکوم علیہ وحاکم وطریق اور ارکان قضا کے چھہ ہین چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول مین نظم کئے ہین یعنی اطراف ہر قضیۂ حکمیہ چھہ ہین جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ۱ حکم ہے ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ہم ابن الغرس یعنی محمد فواکہ بدریہ کا مصنف ہی اور اطراف سے مراد ارکان ہین اور قضیہ عبارت ہی حادثہ سے جسکو عرف مین مقدمہ کہتے ہین حکم دو قسم ہے قولی اور فعلی حکم قولی یہہ کہ قاضی کہے کہ مینے تجہپر حکم کیا یا لازم کیا یا تجہپر قضا مین نے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہوگیا یا مین جان گیا اور حکم فعلی اسطرحپر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہین ہوسکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اوسکی شرط یہہ ہی کہ معلوم ہوا اور محکوم لہ یعنی مدعی اوسکی شرط یہہ ہی کہ دعوی اوسکا صحیح ہوا اور مدعی اونمین ہو جنکی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ مین یہہ شرط ہی کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور حاکم یعنے قاضی کی نو شرطین ہین اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کیواسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کیواسطے اور ورع ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہین اور طریق عبارت ہی بینہ یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً واہلہ اہل الشہادۃ ای آدائہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا کا وہ ہی جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادای شہادت علی المسلمین کے لائق ہی کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم ادای شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیت اور کفر کی حالت مین صحیح ہی لیکن ادای شہادت اور مراد یاتن یہہ ہی کہ قضا اور شہادت دونون کا مرجع ایک چیز کے طرف ہو یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا نہ اندہا نہ محدود فی القذف نہ بہرا گونگا ہونا اور چونکہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تہے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اطرش یعنے جو شور کی آواز سنے تو قول اصح یہہ ہی کہ اوسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر ویرد علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اہل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور کلیۂ مذکورہ پر یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہی تا وہ ذمیون مین حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم مین ذکر کیا ہم خلاصۂ اعتراض یہہ ہی کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہین رکہتا اگر اوسکا قاضی ہونا ذمیون پر صحیح ہی تو کلیۂ مذکورہ صادق

نرا یہہ اعتراض ہے صاحب نہر کا جواب اعتراض یہہ ہو کہ یہہ قاضی خاص کی تعریف ہو یعنی قاضی مسلم کی اور یہہ خود ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی بھی
ہو تو فیصلے پر اوسکی قضا بھی جاری ہو گی کذا فی الطحطاوی وشرطها اهلیتها شرط اهلیته فان کلاً منهما من باب الولایة والشهادة اقوی لانها ملزمة
علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشهادة ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہی
اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونون باب ولایت سے ہین اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر ملزم ہے اور قضا خصم پر ملزم ہے
اسی واسطے کہا گیا ہی کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہی کذا صرح ابن الکمال ہم جلبی نے کہا کہ ماتن کا یہہ قول مکرر ہو گیا اوسکے قول سابق کے ساتھ طحطاوی
نے کہا تکرار کا فائدہ یہہ ہے کہ قول آیندہ یعنی والفاسق الخ اوسپر مترتب ہو والفاسق اهل للقضاء فیکون اهله لکنه لا یقلد وجوباً و یاثم مقلده
کفاسق اهل للشهادة به یفتی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہی کہ فاسق کو قاضی نکیجے اور اوسکا قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہی
جیسے اوسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسیکا فتویٰ ہے ہم مغرب مین ہو کہ لغت مین فسق خروج عن الاستقامة کو کہتے ہین اور شرع مین ارتکاب
کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نچاہئے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین مین امانت داری کے لائق نہین
اوسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مصنف یہ کے مقابل وہ قول ہے جو بعضون نے کہا کہ بہتر یہہ ہی کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو
جائز ہی اور وہ قول ہی کہ قضاء فاسق صحیح نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتویٰ دینا لائق ہے
خصوصاً اس زمانہ مین نہر الفائق مین کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجیے تو قضا کا دروازہ بند ہو جاوے خاصکر ہمارے زمانے مین لہذا جو مصنف نے اختیار کیا ذکر
اصح ہی چنانچہ خلاصہ مین ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی وقیده فی القاعدیة بما اذا غلب علی ظنه صدقه
فلیحفظ دیکہ اور قاعدیہ مین قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہی جب کہ قاضی کے گمان مین فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جاوے تو یہ یاد رکہنا چاہئے
کذا فی الملہ یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہو یا صدق اور کذب گمان مین دونون برابر ہون تو اسکو قبول نکرے یعنی بھلا قبول کرنا صحیح نہین واستثنی الثانی
الفاسق ذا الجاه والمروءة فانه یجب قبول شهادته بزازیه قال فی النهر وعلیه فلا یاثم ایضاً بتولیته القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق
بینهما انتهی قلت سیجیء تضعیفه فراجعه اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کر لیا ہے کیونکہ اوسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے
کذا فی البزازیہ نہر الفائق مین کہا تو بموجب اس قول کے اوسکے قاضی کرنیمین بہی گنہگار نہو گا جب کہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہہ کہ ابو یوسف قبول شہادت
اور قضا کی تقلید مین فرق کرتے ہون انتہی ملائے النہرین کہتا ہون تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اوسکے طرف رجوع کر ہم کتاب الشہادة مین فتح القدیر سے ذکر
ہو گا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہین کیونکہ یہہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاة زماننا
فی وجود العدالة الظاهرة ورد الامر بتقدیم الافضل فی العلم والدیانة والعدالة اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین ہی کہ ہر گاہ ظاہر التساوی واقع ہوئی
ہمارے زمانہ کے قاضیون مین وجود عدالت مین تو امر سلطانی وارد ہوا اوسکی تقدیم کا جو افضل یعنی زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت مین ہم یہہ کہتے ہین مقدم
زمانے مین تہا اور اب ہی [illegible] علماء السلف [illegible] موجود نہو تو اب [illegible] مقدم کیجیے معروضات سلف سے وہ مسائل مراد ہین جو مفتی ابو سعود نے کے زمانے مین سلطان کو
[illegible] ہمیشہ امر کیے کذا فی الطحطاوی والعدو لا تقبل شهادته علی عدوه اذا کانت دنیویة ولو قضی القاضی بها لا ینفذ ذکره
یعقوب باشا فلا یصح قضاؤه علیه لما تقرر ان اهله اهل الشهادة قال المصنف وبه افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن
عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہین اوسکے دشمن پر جب کہ دونون مین دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اوسکا
حکم نافذ نہین یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہین اسواسطے کہ ثابت ہو چکا کہ اہل قضا وہ ہے جو اہل ہے شہادت کا مصنف نے
اپنی شرح مین کہا اسیکا فتویٰ دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے قال وکذا سجل العدو لا یقبل علی عدوه کما افتی امین الدین سے
اور اسیطرح سجل عدو کا مقبول نہین اوسکے عدو پر ہم سجل عدو سے مراد قاضی کا مکتوب ہے دوسرے قاضی کیطرف تاکہ کاتب کے دشمن کے مقدمہ مین اسپر عمل ہو وثیقہ موثق کا

مراد نہیں کیونکہ غلط پر عمل کرنا ہمارے مذہب میں نہیں مجھکو اس عبارت کا مطلب بھی ظاہر ہوا اور ضمیر قال راجع ہے مفتی مذکور کے طرف کیونکہ یہہ عبارت مصنف کی اوس
شرح میں موجود نہیں کذا نے الطحطاوی ثم نقل عن شرح الوهبانية انه لم ير نقلها عندنا و ينبغي النفاذ لو القاضي عدلا پھر مصنف نے اپنی شرح میں
علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے یہہ نقل کیا کہ دشمن پر قضاء قاضی کے مسئلے کی نقل نظر نہیں پڑی ہمارے نزدیک اور نفاذ قضا لائق ہے اگر قاضی عادل ہو و
قال ابن وهبان بحثا ان بعلمه لم يجز وان بشهادة العدول بمحضر من الناس جاز انتهى اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا
کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہو یعنے بوجہ اوسکی دانست کے تو جائز نہیں اور اگر بشہادت عدول ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہو انتہی کلامہ قلت
واعتمده القاضي محب الدين في منظومته فقال شعر ولو على عدوه قاض حكم + ان كان عدلا صح ذاك وابرم + واختار بعض العلماء وفصلا
ان كان بالعلم قضى لن يقبلا + وان يكن بمحضر من الملا + وبشهادة العدول قبلا + مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ
مین سو یون کہا اور اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا اگر قاضی عادل ہے تو یہہ حکم صحیح ہے اور مبرم ہے اور بعضے علما نے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی
نے اپنی دانست پر حکم دیا تو مقبول نہوگا ہرگز اور اگر قضا جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہے قلت لكن نقل في البحر والعيني والزيلعي
والمصنف وغيرهم عند مسئلة التقليد من الجائر عن الناصحي في تهذيب ادب القاضي للخصاف ان من لم تجز شهادته لم يجز قضاءه
ومن لم يجز قضاءه لا يعتمد على كتابه انتهى وهو صريح او كالصريح فيما اعتمده المصنف كما لا يخفى فليعتمد وبه افتى محقق الشافعية الرملي
ورد خطه نقلت انه لو قضى عليه ثم اثبت عداوته بطل قضاءه فليحفظ مین کہتا ہون بحر الرائق اور عینی اور زیلعی اور مصنف وغیرہم نے
سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلہ کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی مین ناصحی سے یہہ نقل کیا ہے کہ جسکی شہادت جائز نہیں اوسکی قضا جائز نہیں اور جسکی قضا جائز نہیں اوسکے
مکتوب پر اعتماد نہیں انتہی کلام الناصحی اور یہہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اوس قول مین جسپر مصنف نے متن مین اعتماد کیا چنانچہ یہہ پوشیدہ نہیں تو اسی پر
اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتوی دیا ہے رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے مین نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اوسنے قاضی کی عداوت ثابت کردی
تو اوسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ثم انما تثبت العداوة بنحو قذف وجرح وقتل ولي لا بمخاصمة
نعم هي تمنع الشهادة فيما وقعت فيه المخاصمة كشهادة وكيل فيما وكل فيه ووصي وشريك اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے پھر عداوت
تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت سے ہان مخاصمت مانع شہادت ہے اوس مقدمہ مین جسمین مخاصمت واقع ہوگئی جیسی
شہادت وکیل کی اوس مقدمہ مین جسمین وہ وکیل ٹہیرا اور جیسی شہادت وصی اور شریک کی ہم یعنے وصی کی گواہی اوس امر مین مقبول نہیں جسکی اوسکو وصیت ہوئی
اور نہ شریک کی مال شرکت مین کذا في الطحطاوي والفاسق لا يصلح مفتيا لان الفتوى من امور الدين والفاسق لا يقبل قوله في الديانات ابن
ملك زاد العيني واختاره كثير من المتاخرين وجزم به صاحب المجمع في متنه وله في شرحه عبارات بليغة وهو قول الائمة الثلاثة ايضا
اور فاسق صلاحیت نہیں رکھتا مفتی ہونیکی یعنے امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول
نہیں ہوتا کذا شرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کیا اور اسکو بہت متاخرین فقہا نے اختیار کیا ہے اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہے
اور عینی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ ہین اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہے وظاهر ما في التحرير انه لا يحل استفتاءه اتفاقا كما بسطه المصنف اور
جو تحریر مین ہے اوسکا ظاہر مطلب یہہ ہے کہ فاسق سے فتوے لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شرح بیان کیا ہے و
قيل نعم يصلح وبه جزم في الكنز لانه يجتهد حذار نسبة الخطا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسی قول پر
کنز مین یقین کیا ہے اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہے نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی اوسکو خاطی کہے
طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تھا کہ شارح حذر نسبة الخطا کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنی احذر ہے یعنے بمعنے امر کذا في القاموس ولا خلاف في اشتراط اسلامه
وعقله وشرط بعضهم تيقظه لا حريته وذكورته ونطقه فيصح افتاء الاخرس لا قضاءه اور علما مین خلاف نہیں مفتی کے اسلام اور عقل

یہ شرط ہوسنے ہین اور بعضون سنے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری کی شرط کی ہے نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اوسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہی نہ اوسکی قضا ہم گونگے کا فتوی دینا اوسوقت صحیح ہے جب کہ اوسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جاوے کہ یہہ چیز کیا جائز ہے پھر وہ سر ہلا دے یعنی ہان کہدے تو اوسکے اشارہ پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہے سزاوار یہہ ہی کہ مفتی نیک اخلاق مروت والا منزہ ہو نقیۃ النفس سلیم القلب حسن المعرفت ہو اور صحیح یہہ ہے کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہی اوس شخص کا جو اوسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہی کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اوسکو جو لیاقت نہین رکھتا اور شرائط فتوے سے یہہ ہی کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکھے اغنیا اور اعوان سلطان اور امرا کے طرف میلان نکرے بلکہ پہلے اوسکا جواب لکھے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہہ ہی کہ کاغذ استفتا کو بجستے لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہوجاوے پھر جواب لکھے اور یہہ شرط ہے کہ کاغذ کو پھینک نہ دے جیسے کہ بعض لوگون کی عادت ہی کیونکہ اوسمین اللہ تعالے کا نام ہے اور تعظیم اسم مقدس کی واجب ہی اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہہ ہی کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکھے اور واجب ہی کہ مفتی حلیم رزین نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوی کے واسطے احتیاج کرے اور اگر فتوے دینے مین چوک جاوے تو رجوع کرے اور اس سے عار اور ننگ نکرے اور یہہ شرط ہی کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے اور اوسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرے اور واجب نہین افتا اوس امر مین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوے نہ دے اوس حالت مین جبکہ اہل اوسکے متغیر ہون اور بہتر یہہ ہی کہ بلا اجر فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہی باوجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نلے اور اگر اہل شہر اوسکے واسطے کچھہ روزی مقرر کر دین تو جائز ہے اور حاکم پر لازم ہی کہ مدرس اور مفتی کیواسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہے بول چال مین تو متعلقات لفظ سوال اہل شہر کو فتوی دینا اوس مفتی کو جائز نہین جو اونکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہی ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب اون سے کوئی مسئلہ پوچھا تو پوشاک پہن عمامہ باندھکر بیٹھے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال فرمایا کہ جب اوسکا صواب اکثر ہو اوسکی خطا سے اور بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہہ ہی کہ اوسکے جواب کے بعد واللہ الموفق یا باللہ التوفیق لکھے کذا فی النہر ویکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت والزمت بعد دعوی صحیحۃ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی پر حکم بعد دعوی لازم ہی تو یہہ گونگے کے اشارہ کرنے سے نہین ہوسکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہوچکا واما الاطرش وہو من یسمع الصوت القوی فالاصح بخلاف الاصم اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول سے بخلاف اوس بہری کے جو مطلق نہین سنتا ولیفت القاضی ولو فی مجلس القضاء ہو الصحیح ... الیہ ظہیریۃ وسیتقدم اور فتوی دے قاضی ... پاس فیصلہ کرنے نہین آیا کذا فی الظہیریۃ ... مسئلہ واضح ہوگا فتوی دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ اما مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی البحر و یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقا یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھہ متفق ہون یا نہون ہم جامع الفصولین مین ہے اور اگر ایک مسئلہ مین ہمارے اصحاب مختلف ہون تو اگر ابو حنیفہ کے ساتھہ صاحبین مین سے کوئی ہو تو دونون کے قول لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے نہین اور اگر صاحبین نے خلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف اونکا بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت مین بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اس پر متاخرین کا اجماع ہی اور اسکے سوا مین بعضون نے کہا کہ مجتہد مخیر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضون نے کہا کہ بیان ابی حنیفہ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وہو الاصح منیہ و سراجیہ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ پھر ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پھر

ف مفتی کو کیا کیا باتین ضرور ہین

محمد کا قول لے پھر اسکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المنیہ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق سے ظاہر ہوتا
کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو خبردار ہو یعنے مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور منیہ اور سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد کو جمع
میں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتوی دے اور یہہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں
قولوں کا فتوی دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا و صحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور
حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر م تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح را مصدر میمی
بمعنی ادراک یعنے دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہو اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کے طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل
صاحب نہر نے قول اول یعنے منیہ اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہیں
کر سکتا علاوہ اسکے گمان ہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اسکے برخلاف ہوا ہو یا جسب دلیل قوت معلوم ہوتی ہو اور
صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر یہ شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی قدسی اس صورت میں ہو جب کہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین
دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتوی دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ
یہہ شبہہ مجھپر مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں اونکے کلام سے وہ یہہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل
کیا کہ کسیکو فتوی دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک یہہ نجانے کہ ہمنے کہاں سے کہا ہو اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تہے تو
اوسکا یہی سبب تہا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تہے کیونکہ امام کی دلیل اونکو معلوم ہوتی تہی اور اونپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اوسکے
موافق فتوی دیتے تہے سو میں کہتا ہوں کہ یہہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تہی یعنی اسواسطے کہ اونکو رتبہ اجتہاد حاصل تہا اور ہمارے زمانہ میں تو فقط
یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے تو اب فتوی دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور موجب اس
تقریر کے جس قول کی حاوی میں تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہہ حاصل ہوا کہ ہم اپنے
مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہو کیونکہ انہوں نے برخلاف قول امام فتوی دیا بسبب فقدان شرط کے اونکے حق میں یعنی
واقف ہوا امام کی دلیل پر اور ہم پر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ اونکی دلیل نجانیں انتہی مضمون البحر کذا فی الطحاوی ولا یخیر اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد
متی خالف معتمد مذہبہ لاینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب وفی
اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جب کہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اوسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے
فتوی کیواسطے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کر چکے
ہیں اور آگے بھی مذکور ہوگا وفی القہستانی وغیرہ اعلم ان کل موضع قالوا الرای فیہ للقاضی فالمراد قاض له ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی
وغیرہ میں ہے معلوم کر کہ جس مقام میں علما نے کہا کہ اسمیں قاضی کی رای ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصۃ وانما
ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ میں ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہو اسمیں تو جبھی حکم قاضی نافذ
ہوتا ہے جب کہ قاضی کو یہہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہہ معلوم نہو تو حکم اوسکا نافذ نہیں ہے یہہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اسواسطے کہ ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع
معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہو یا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسوجہ سے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع ہو اور اسکا حکم مخالف ہوجاے
کذا فی الطحاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما بعد ان یکون اورعہما سراجیہ اور جب کہ دو مفتی ایک مقدمہ کے
جواب میں مختلف ہوں تو فقیہ تر کا قول لے بعد متقی تر ہونیکے کذا فی السراجیہ یعنی جو دونوں میں زیادہ تر فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اوسکے قول پر قاضی
عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا رای له فیہ شاور العلماء ونظر احسن اقاویلہم وقضی بما رآہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون

حیثیة آتوفی فی الفقه وصحبوا الاجتهاد فیجوز ترک رأیه برأیه اور ملتقط مین ہو اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اوسکی رای اوسمین نہو یعنی اوسکا اجتہاد کسی مسئلے پر واقع نہو تو علما سے مشورہ لے اور اونکے اقوال مین سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جسپر قول کو بہتر جانے اوسپر حکم کرے اور اوس قول پر کہ اوسکے سوا ہو مگر یہہ صورت مین جب کہ غیر قاضی فقیہ اور وجوہ اجتہاد مین قویتر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اقوی کے جائز ہے ہم یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اطراف و جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ مین اور اگر قاضی مجتہد نہین ہو تو درصورت اختلاف جو اوسکے نزدیک فقہا اور کوئی ترجیح ہو اوسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علما سے مشورہ لینا بہتر ہے قال قد ان لم یکن مجتہدا فعلیه تقلیدهم واتباع رأیهم فاذا قضی بخلافه لا ینفذ حکمه پھر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اوسپر تقلید اصحاب مذہب اور اونکی رای کا اتباع واجب ہے تو اگر برخلاف اوسکے حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا ہم تنبیہ درصورت اتفاق اپنا جمیع اصحاب واجب ہے اور درصورت اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم ہے کذا فی الخطاب المصری ثم لیس الفقه بشرط لنفاذ القضاء فی ظاهر الروایة وفی روایة النوادر لا ینفذ فی القری دفعه عقار لا فی ولایته علی الصحیح خلاصه وبه یفتی بزازیه شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونیکی شرط ہو ظاہر الروایة مین اور روایة النوادر مین شہر کا ہونا شرط نہین تو حکم اوسکا جاری ہوگا دیہات مین اور وہ جو زمین ہو اوس قاضی کی حکومت مین واقع نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصہ اور اسی قول غیر ظاہر الروایة پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اخذ القضاء برشوة للسلطان او لقومه وهو عالم بها او بشفاعة جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم او ارتشی هو او اعوانه بعلمه غیر بلا لیة وحکم لا ینفذ حکمه قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اوسکی قوم کو رشوت دیکر اور حالانکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہو یا سفارش کرا کے قضا لی کذا فی جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اوسکے مددگار نے قاضی کی دانست مین اور حکم کیا تو اوسکا حکم نافذ نہین ہم جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اوسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہین حدیث مین راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت وارد ہم راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رائش وہ جو دونون مین متوسط ہو جسکے ہاتھ رشوت حاصل ہوئی ہو حموی نے کہا کہ اس زمانہ کے قاضیون کو اس لعنت کی بشارت سننا چاہئے خصوصا مصر کے قاضیون کو طرفہ ماجرا یہہ ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت دیکر قضا لیتا ہے اگر اوسکو ملامت کیجیے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہین تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتھ مین نہ پڑے اور حق تعالے پر کوئی چیز مخفی نہین سراج وہاج مین ینابیع سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگون مین حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس اوسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اوسکو لائق ہے کہ اوسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ مین ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی نے یا اور کوئی شخص قاضی کی علم مین بحر الرائق مین ہے کہ اگر قاضی کے عملہ مین سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نا دانستگی مین تو اوس صورت مین قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہہ جو مصنف نے بیان کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہین ہوتا یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق مین فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہہ ہے کہ جس مقدمہ مین رشوت لی اوسمین حکم نافذ نہین اور اوسکے سوا اور مقدمات مین نافذ ہو اور یہہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ دونون مین حکم نافذ نہین اور تیسرا قول یہہ ہے کہ دونون مین نافذ ہو اور یہہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر مین اوسکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق موجب عزل نہین تو ولایت اوسکی قائم ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی تتمہ رشوت بضم وفتح وکسر اول مرا بر فیہ مجہول ہے بعضون نے کہا کہ رشوت بہ دو

در تقسیم رشوت و احکام آن

جسکو پیشہ ور لا جانتے دی اور ہدیہ وہ ہے جسمین اول شرط نہو رشوت چار قسم ایک قسم وہ ہے جو آخذ اور معطی دونون یعنی دینے والے اور لینے والے دونون پر حرام ہے مثلا تقلید قضا و وزارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہہ بھی آخذ اور معطی دونون پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اوسکا امر درست کردے اور اوسکا کام بنادے سلطان اور حاکم کے نزدیک جو دفع ضرر ہو یا جلب منفعت یہہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اوسکا کام سلطان کے یہان بنا دے تو معاف نہوگا کہ یہہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونیکا حیلہ لینے والے کے واسطے یہہ ہے کہ آخذ کو ایک رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھلے کہ یہہ اجارہ صحیح ہے

تو اوسکے منافع ملک کے ہو جائینگے پہر اوسکو سلطان کے پاس فلانے کام کیواسطے بہیجے اور حوادث فتویٰ سے یہہ ہے کہ اوس باشانے اپنی ذات کا اجارہ کیا تہا
یعنے امر یسے ہو واسطے کہ فلانے شہر مین اوسپر سے دفع ظلم کیا کرین پہر اوس باشا مر گیا تو یہہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو مین نے اسکا
کا جواب یون دیا کہ یہہ اجارہ صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ اجارہ ہے اوس طاعت پر جو اوسپر واجب متعین تہی یعنی وہ شخص ناظم ملک تہا اور ناظم پر حفاظت رعایا
اور رفع ظلم واجب ہی اور دلیل اس جواب کی وہ ہی جو خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہی کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو دونون جانب سے حلال ہے صرف محبت کے
واسطے دوسری قسم وہ جو جانبین کو حرام ہے یعنے ہدیہ لینا ظلم کی مدد گاری کے واسطے تیسری قسم یہہ کہ لینے والیکی طرف سے حرام ہو نہ دینے والیکی
طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا اور حیلہ اوسکا یہہ ہو کہ اوس سے اجارہ کرلے تین دن کا کام کرنیکے واسطے پہر وہ اوس سے کام لے بشرطیکہ وہ
کام کرنا اوسپر جائز ہو لیکے اور بلا ملک اس فعل کا اوسکو یعنے اولیس باشا کو اجارہ کرنا جائز نہین چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنے دفع ظلم ناظم پر واجب ہے تو جائز
کہ اوسکا اجارہ جائز ہو چوتہی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کیواسطے دی یعنے ظالم مدفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہہ رشوت دینے
والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ مین اسی قسم رابع سوم کو ٹہہرایا ہو جسکو شاعر لینا ہو کذا فی النہر فتاویٰ عالمگیری مین ہے اور رشوت
کی ایک قسم یہہ ہے کہ ایک مرد دوسرے کو کچھہ مال بطریق ہدیہ دیتا ہو تا اوسکا مطلب سلطان سے درست کر دیوے اور اوسکی حاجت کا ساعی ہو اور یہہ دو وجہ پر ہے
ایک یہہ کہ حاجت اوسکی حرام ہو تو اس صورت مین دینے والیکو دینا اور لینے والیکو لینا حلال نہین اور دوسری یہہ کہ حاجت اوسکی مباح ہو اسکی بہی دو صورتین
ہین پہلی صورت یہہ کہ شرط کرے کہ ہدیہ اسواسطے دیتا ہو تا اوسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت مین لینے والیکو لینا حلال نہین اور اسمین اختلاف ہی
کہ دینا حلال ہے یا نہین بعضون نے کہا کہ حلال نہین اور بعضون نے کہا حلال ہے اور حیلت عطا اور اخذ کا یہہ حیلہ ہے سبکے نزدیک کہ اوسکو بقدر وقت
ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرے تاکہ وہ اوسکا کام کرے بعوض اوس مال کے جو اوسکو دیا چاہتا تہا تو یہہ اجارہ صحیح ہی اور اجیر مستحق اجر ہوگا پہر مستاجر کو
پہونچتا ہے چاہے اوس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہہ حیلہ اوس وقت صحیح ہی جب کہ وہ کام جسکے واسطے اوسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جسمین
استیجار صحیح ہو چنانچہ پہلے بیان ہو چکا اور مانند اسکے اور اگر یہہ اجارہ بیان نہو گا تو اجارہ صحیح نہین اور دینے والیکو اعطا یعنی اس حیلہ کے حلال ہونے مین
اختلاف ہی بعضون کے نزدیک حلال نہین اور بعضون کے نزدیک حلال ہے اور یہہ یعنے حلت عطا کا قول اصح ہی یہہ اسوقت ہی جب کہ اوسنے قبل ہدیہ
مقدمہ دیا ہو اور اگر ابتدا بغیر ہی مقدمہ اور رعایت حاجت از ظلم دیا تو دینے والیکو دینا حلال ہے اور لینے والیکو لینا حلال ہی محیط مین کہا کہ یہی قول اصح ہی دوسری
صورت یہہ ہی کہ اسمین مقدمہ کو صریحًا شرط نکرے لیکن مطلب اوسکا یہہ ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اوسکی اعانت کرے اس صورت مین اختلاف
مشائخ ہی اکثر مشائخ کا یہہ قول ہے کہ یہہ مکروہ نہین کیونکہ نہونا ہی سب کہ قبل اس مقدمہ کے دونون مین مہاداۃ نہوتی یعنے باہم ہدیہ دینے لینے کی عادت
نہو اور اگر دونون مین مہاداۃ کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پہر وہ ہدیہ دیا چنانچہ قبل اسکے دیتا تہا پہر وہ اوسکا مقدمہ درست
کرلے تو یہہ خوب بات ہی کیونکہ یہہ ہو چکے احسان کا احسان ہے اور کرم کا کرم ہے انتہی فتح القدیر مین ہو کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو ولیکن یقینًا معلوم ہو کہ
اسواسطے یہہ لایا ہی کہ اوسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے کہتے ہین کہ اسکا کچھہ مضائقہ نہین اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کر دے پہر بعد
اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اسمین کچھہ مضائقہ نہین اور عبداللہ بن مسعود سے جو اسمین کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقویٰ ہے انتہی و فیہ ما
لو جعل لمولیہ مبلغا فی کل شہر یاخذ ذمته ویتقی من الیہ قضاء حاجته فانه فی المصنف لکن فی الفتح من قبل بہ مسئلة الشفعاء کمن قال
احتسابا ومثلہ فی البزازیہ بزیادة وان لم یجعل المطلب بالشفعاء اور یہی مراد ہو یہہ حکم مین کہ جو کسی نے کہا کہ آدمی عہدہ قضا کی دینے والیکے لیے کچھہ رقم مقرر کردے کہ ہر
مہینے مین تم یہہ لیلیا کرو اور کسی پرگنہ کی قضا میرے حوالہ کر دو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر مین ہی کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ ایسے مانند مفتی
جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ مین ہے اتنی زیادتی کے ساتہہ اگرچہ طلب قضا سفارشیون کے واسطے سے حلال نہین ہی پہر
استدراک ہو جامع الفصولین کا جو قبل اس فصل کے مذکور ہو چکا و لو کان عدلا ففسق بأخذها او بغيرها لا ينعزل ويستحق العزل وجوبا

وقیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک اور اگر قاضی عادل تھا پھر فاسق ہو جاوے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق
معزولی کے ہوگا بنا بر وجوب کے تعنی سلطان پر اوسکا معزول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود بخود معزول ہو جاتا ہے
بدون معزول کرنیکے اور اسی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال وابن الملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق
ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے ہم عادل وہ ہے جو احکام شرع بجا لاوے اور اوسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہہ کہ حکم الٰہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کر کے جیسے
استماع غنا اور رقص و اخذ رشوت وغیر ذلک فسق قاضی برشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اوسکا بیٹا یا کوئی اور قرابتدار جسکی گواہی اوسکے
حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی اوسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر
فہو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ فی البحر اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جاوے پھر صالح
اور بینا ہو جاوے توبہ اور اسلام سے یا اوسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اوسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بحر الرائق
میں اعتماد کیا ہے یہہ قول مبنی ہے اوس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا طرطوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے
وہ اوسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اوسکی معزولی کا قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی
الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانہا مبنیۃ علی القہر والغلبۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے عدم
انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بنا امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لکن فی اوائل دعوی الخانیۃ الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب
الدعوی میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تم اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جاوے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل
ہے معزول نہیں ہوتا تو یہہ مستدرک ہے عدم عزل والی کے اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ
والآثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہہ ہے کہ قاضی موثوق بہ اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے
علم میں ہم عفاف یعنی پاکدامنی عبارت ہے محرمات اور خوارم مروت سے باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہے اوس قوت سے جو مدرک کلیات ہو یعنی قاضی
کامل العقل چاہئے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہیں خصاف نے کہا کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہو نہ پردہ در نہ صاحب تہمت مستقیم الطریقہ سلیم الناحیۃ کامن الاذی
قلیل السوء ہو نہ شارب نبیذ نہ ستابہ جال نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور فہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس انسانی کسب آرا اور رسطا
کیواسطے مستعد ہوتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے وہ طرق
مراد ہیں جن سے فقہ مستنبط ہوتی ہے اور وہ اصول جن پر بنای فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ مستحب
کی شرط ہیں والاجتہاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہمارے زمانے میں وجود اجتہاد ہر زمانے میں متعذر ہے
اور قضا کی ضرورت ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہئے کہ اجتہاد لغت میں عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی
چیز کے حاصل کرنے کے واسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح میں کہا بذل طاقت
سے مراد یہہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اوس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جاوے اور شرط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع
اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بالطرق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا عالم
ہونا اور یہہ شرائط مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو نہ دوسرے حکم میں تو اوس پر معرفت
اوسیقدر کی لازم ہے جو اوس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر موقوف نہیں اور یہاں اجتہاد سے مراد اول
مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عندنا الا کثر فیصح تولیۃ العامی ابن کمال ویحکم بفتوی غیرہ علامہ
خالی ہونا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور حکم کرے

۱ یعنی لاسیدا لڑکا درست بڑی کا ہے ۱۲ یعنی سنے والا ۱۲

۲ یعنی غیبت والا سرور آدمیوں کو نکالی دینے والا اور ان کا بھید عورتوں کو ظاہر کرنے والا

قاضی جاہل غیر شخص کے فتوی سے حکم دے اسواسطے کہ مقصود قضا سے یعنی حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب فوائد نے
کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ تا قلیل علم اور فہم قدر درست اور کمتر مرتبہ مجتہد ہو کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام
شرعیہ کا کتب مذہب اور مسند و مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور حوادث اور مجمع میں کیفیت اتحاد اور تضادات سے واقف ہوا ہو کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی
ایمان البزازیۃ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاهر دل علی ان الجاهل لا یمکنه القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی
البلاد والقری عالما دینا کالکبریت الاحمر واین الکبریت الاحمر واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی
ظاہر پر حکم کرتا ہے یہہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہیں تو ... اور فروج میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہے اور
اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت احمر اور کہاں علم انتہی کلام البزازی ہم کہتے ہیں جب یہہ ثابت ہوا کہ بنای فتوی دیانت پر ہے یعنی
فیما بینہ و بین اللہ اور بنای قضا ظاہر لفظ پر ہے اور جسپر قرائن دلالت کریں تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی حصر مقلدیہ میں مشہور
اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانۃ ہو ... اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونوں میں خونریزی اور اختلاف انساب سے ضرر زیادہ ہے طحطاوی
کہا بعضوں نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ افتا سے وہ مراد ہے جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو
تو وہ اسمیں کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے نہ ہر مسئلہ میں تنبیہ قال فی الدر المختار والمفتی کالقاضی فی الاوصاف المذکورۃ اور قاضی کی مانند اوصاف مذکورہ
میں مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثق ہونا سزاوار ہے عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں وهو عندنا الاصولیین المجتهد
واما من یحفظ اقوال المجتهد فلیس بمفت وفتواه لیس بفتوی بل هو نقل کلام کما بسطه ابن الهمام اور مفتی اصولیوں کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے
اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اوسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر میں مشرح بیان کیا ہے فتح
القدیر میں ہے رای اصولیین اسپر مستقر ہوگئی ہے کہ مفتی وہی جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور جب اوس سے کوئی سوال کرے
تو اسپر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلا امام ابو حنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علما موجودین کا فتوی درحقیقت فتوی نہیں بلکہ
وہ کلام مفتی کی نقل ہے اور اوسکے نقل کرنیکے دو طریقے ہیں یا یہہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ ثقات معتمدین اسکو پہنچا
یا ناقل نے کسی کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند اونکے تصانیف مشہورہ معتمدہ مجتہدین سے کیونکہ
کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر مشہور کے ہیں ایسا کچھہ ذکر کیا ہے رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبه ولا یسأله بلسانه اور نہ خواہش کرے
قضا کی اپنے دل سے اور نہ اوسکا سوال کرے اپنی زبان سے ہم یہہ نفی بمعنی نہی ہے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کیطرف سے توفیق خیر اسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو
زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اوسکے طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ای عبد الرحمن بن سمرہ امارت کا سوال نکیجو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اوسکے طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجھکو امارت دیجائیگی
تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہیں حرام ہے اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوئی تو سوائے خذلان ... کے
اور اوسکا کیا ثمرہ ہو اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ ملہم خیر ہوگا
فی الخلاصۃ طالب التولیۃ لا یولی الا اذا تعین علیه القضاء او کانت التولیة مشروطة له او ادعی ان العزل من القاضی الاول بغیر حق
نہر اور خلاصہ میں ہے کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجاوے مگر جب کہ طالب پر قضا متعین ہو یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو یا متولی یا قاضی جدید
یہہ دعوی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں ہے کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسے ہی تولیت بھی طالب کی جائز
نہیں اور ان میں کچھہ فرق نہیں یعنی قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہہ تنفیذ شرط کی طلب ہو

در صورت دعوی بقصور ری اگر قاضی جدید کے بحالی عہدہ قدیمہ طلب کری تو قاضی اوس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اوسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر
ثانی شخص ہون مستحق کہ اوسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکہتا ہو تو اب اوسپر طلب قضا واجب ہی تا حقوق مسلمین محفوظ رہین اور ظلم ظالمین دفع ہو انتہی
والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہی طلب قضا کو شخص گمنام کے واسطے تاکہ اوسکا
علم ظاہر ہو و یختار المقلد الاقدر والاولی بہ اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اوس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنے غیر
سے یعنی تنفیذ قضا مین قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور علم مین افضل ہو اسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی مین ابن عباس سے مروی
ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امور مسلمین ہو کسی شی مین پھر وہ حاکم اور عامل کرے ایک مرد کو اور حالانکہ وہ جانتا ہی کہ انہین
یعنی مسلمین مین کوئی شخص اوسکے لائق ہی اور اوس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا تو البتہ اوس نے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور
جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلی موصلی مین مروی ہے اور سلطان کو لازم ہی کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر
کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور صفہ رد الا ہو اور اگر کچھ نلے اور فقط عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اس مین قول ہی اللہ تعالی کا
مال یتیم مین جبکہ وصی اوسکی کارندگی کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو
فقیر ہو تو دستور کے موافق کہاے عمر فاروق نے سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدہ قضا پانسو درم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت اونکی عیال کے اور شریح قاضی کو مشاہرہ
در مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضی شریح کو پانسو درم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کے عیال فاروق اعظم کے وقت مین کم تھے اور غلہ ارزان تھا اور خلافت مرتضوی
مین اونکے عیال بکثرت تھے اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی مین کچھ تقدیر اور حد نہین بقدر کفایت چاہیئے کیونکہ یہہ اجرت نہین اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہین
کذا فی الفتح ولا یکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غصہ آلود ناحق پسند
معاند حق نہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یعنی احکام شریعت کے جاری کرنے مین خلیفہ ہے ہم عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہی اور اخلاق
مذکورہ تو آپ ہی فساد ہین وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف کذا فی التاتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام رکھنے مین خلاف ہی کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون کے
نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنے پر محمول ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین شاید اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص
بانبیاء علیہم السلام ہے مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے وکرہ تحریما اللہ تعالی ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز یکفی احدہما
الکراہۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اوس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز مین سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہی کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اکثر نسخ درمختار مین کرہ التقلید ہی اور مصنف کی شرح مین کرہ التقلد ہی اور یہی مناسب ہی اور ... والتقلد رخصۃ ہی اور یہی ... والتقلد رخصۃ
کذا فی الطحطاوی ولن تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اوسکے واسطے متعین
ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بیخوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہین کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اوسی شخص مین منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہین تو فرض کفایہ ہی
ہم فتح القدیر مین ہی کہ محل کراہت اوس وقت ہی جبکہ قضا اوسپر متعین نہو اور اگر اوسی پر منحصر ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اوسپر واجب ہی کہ ظالم وغیرہ
سے نہ ڈرے مگر یہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولی عدمہ اور
قضا کا قبول کرنا رخصت ہی یعنی مباح ہی اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم درصورت عدم خوف ظلم
قبول قضا مکروہ نہین اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ مین ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا مین داخل ہونا جائز نہین مگر بجبر
اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہی اور صحیح یہہ ہے کہ داخل ہونا رخصت ہی اور امتناع رخصت انتہی تو موجب اسکے اوسلئے عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہہ ہے
کہ دخول فی القضا عزیمت ہی اور امتناع رخصت ہی بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہین اور فتح القدیر مین اسی پر یقین کیا ہی اس دلیل سے کہ اکثر خطا
پڑتی ہی اوس شخص کے گمان مین جو اپنے نفس پر عدل کا گمان رکہتا ہی پہر اوسی سے خلاف اوسکے ظاہر ہوتا ہی کذا فی النہر و یحرم علی غیر الاھل الدخول

فیہ قطعًا من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہونا اہل پر داخل ہونا قضا مین یقینًا بلا تردد فی الحرمۃ تو اسمین احکام خمسہ ہین ہر خلاف
یہہ ہی کہ قبول قضا کا ہو فرض عین ہوتا ہی اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہی واسطے متاہل کے جب کہ اوسکے سوا اور لوگ بھی لیاقت
قضا رکھتے ہون اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے اور صورت بیچ فی ظلم و نیت
انصاف کذا فی النہر اب چند احادیث درباب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ان النبی صلے
اللہ علیہ وسلم قال من جعل سطے القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہوگیا ترمذی نے
کہا یہہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل مین ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنے جسنے قضا طلب کی وہ بے
چھری ذبح ہوگیا و لہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ تے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہان تک صبر کیا کہ قید
خانہ مین مرگئے اور محمد بن حسن ہیجو اسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہے کیونکر اوسکے پار ہوسکون تیر کر تو ابو یوسف
نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کاش تجھے ایک قاضی دیکھا یعنی شاید کہ تو قاضی ہوگا صحیح مسلم مین ابو ذر سے روایت
ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای ابو ذر مین تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہون جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکھتا ہون ہرگز نہ حکم کیجیو دو شخصون پر اور
مال یتیم کا متولی نہو جیو اور ابو داؤد مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہین دو دوزخ مین ہین اور ایک بہشت مین ایک
مرد وہ ہی جسنے حق کو دریافت کیا پہر اوسیکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت مین ہے اور ایک مرد وہ ہی جسنے حق کو دریافت کیا اور پہر حکم ندیا اور حکم مین جور کیا
تو وہ دوزخ مین ہے اور ایک وہ ہے جسنے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگون کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ مین ہے اور صحیح ابن حبان مین عائشہ
صدیقہ سے روایت ہی کہ مین نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تہے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کیدن تو شدت حساب مین ایسا گرفتار ہوگا
کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر مین دو شخصون مین فیصلہ نکیا ہوتا اور نسائی مین روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجکو اختیار دیا جاوی میری گردن مارنے مین اور قضا قبول
کرنے مین تو مین اپنی گردن کٹوانا اختیار کرون اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصون پر حاکم ہوا پہر اوس نے اونمین اونکی خوشی
یا ناخوشی کیموافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اوسکا ہاتہہ گردن مین بندہا ہوگا سو اگر اوسنے قرآن کے موافق حکم دیا اور رشوت نلی اپنے حکم مین
اور ظلم نکیا تو حق تعالے اوسکے غل اور بندش کو چھوڑ دیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم مین رشوت لی اور ظلم کیا تو اسمین اوسکا بایان ہاتہہ
داہنے ہاتہہ کیطرف باندہا جائیگا پہر وہ ڈالدیا جائیگا جہنم مین کذا فی فتح القدیر و یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرًا ذکرہ
مسکین و غیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہی
اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جب کہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہے عادل وہ ہی جو ہر شے کو اوسکے مقام پر رکھے اور بعضون نے کہا
جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط مین خواہ توسط عقائد مین ہو یا اعمال مین یا اخلاق مین وقیل غیر ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظلم مین کچھ شک نہین اور حالانکہ
علمای سلف سے اوسکے زمانے مین قضا قبول کی تاتارخانیہ مین ہے کہ اسلام شرط نہین اوس بادشاہ مین جو قاضیون کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافرون کے
قبضے مین ہین وہ بلاشک بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ اونہون نے اونمین کفر کا حکم جاری نہین کیا اور قاضی وہان مسلمان ہین اور ملوک جو اونکی اطاعت
بضرورت کرتے ہین وہ مسلمان ہین اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہین تو فاسق ہین اور جس شہر مین کہ کفار کے طرف سے حاکم مسلم ہے تو اوس مین اقامت جمعہ
اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامے جائز ہے کیونکہ اون پر مسلم مستولی ہی اور طاعت کفر تو مخادعہ ہی اور وہ بلاد جن پر کفار حاکم ہین مسلمانون کو
اون مین اقامت جمعہ اور عید جائز ہی اور قاضی تو قاضی ہوجاتا ہی تراضی مسلمین سے اور مسلمانون پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کرین انتہی اور
مسکین نے اسکو اپنی شرح مین اصل کے طرف نسبت کیا ہی اور ماسنداسکے جامع الفصولین مین ہے کذا فی النہر ولو فقد وال بغلبۃ کفار وجب علے
المسلمین تعیین وال و امام للجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہی معین کرلینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح ہ

فتح القدیر مین ہے کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ جسسے تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین مین اب کافر غالب ہو گئے ہین جیسے قرطبہ مین تو مسلمین پر واجب ہے
کہ سب مسلمین ایک شخص پر اتفاق کرین اور اسکو والی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ اونمین فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹھیرا دین جو انکو
جمعہ پڑھایا کرے انتہے اور یہہ وہ قول ہے جسکے طرف نفس مطمئن ہوتا ہے تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر ومن سلطان الخوارج وأهل البغي وإذا
صحت التولية صح العزل وإذا كتب قضاة الباغي الى قاضي العدل تنفذ وقيل لا وبه جزم الناصحي اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجون کے
بادشاہ اور باغیون سے اور جب کہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو اونکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنے اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی
مقرر کرے تو صحیح ہے اور جب کہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کیطرف تو اسکو جاری رکھے اور بعضون نے کہا کہ جاری نکرے اور اسی پر یقین کیا ہے ناصحی نے
ھم بحر الرائق مین ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح مین فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہے اور
یہی قول معتمد ہے انتہے تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہے فإذا تقلد القضاء طلب ديوان قاض قبله يعني السجلات پھر جب کہ عہدہ قضا سپرد
ہو تو قبل کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ہم دیوان اصل مین بمعنے جریدہ حساب ہے پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہان مراد
وہ تھیلیان اور بستے ہین جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہون دستور یہہ ہے کہ قاضی دو نسخے لکھتا ہے ایک اپنے پاس رکھتا ہے کہ شاید اوسکے طرف لگا ہو حاجت ہو اور
دوسرا خصم کے ہاتھ مین دیتا ہے اور جو خصم کے ہاتھ مین ہے وہ اعتماد کے لائق نہین تو قاضی مقرر دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اوسکے امین سے
کاغذ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اوس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تھیلی مین رکھے تا نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اوسپر مہر کرے تا تغییر کا خوف
سو سجل وہ جسمین خصومت تمامی مین اور اقرار مدعا علیہ یا انکار اور حاکم کی شہادت یا نکول اسطرح پر مذکور ہو کہ شہادت اشتباہ نرہے اور اسکو محضر بھی کہتے ہین آخر
ہم نامہین اور اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینون کو شامل ہے اور حال کے عرف مین سجل وہ ہے جسکو شاہد درج واقعہ مین لکھا اور قاضی کے
پاس لایا اور اوسپر قاضی کا خط نہین اور حجت وہ جسمین سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اوسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اوسکے شاہدون کا خط ہو اور خصم کو
دیا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وينظر في حال المحبوسين في سجن القاضي اور قاضی نظر کرے ان قیدیون کے حال مین جو قاضی کے قیدخانہ مین ہین
ہم یعنی قاضی ایک معتمد کو قیدخانہ مین بھیجے اور وہ قیدیون کے نام اور انکی اخبار اور اونکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کسنے انکو قید کیا
کما وأما المحبوس في سجن الوالي فعلى الإمام النظر في أحوالهم اور جو شخص حاکم کے قیدخانہ مین محبوس ہے تو امام یعنے بادشاہ پر انکے حال کا نظر کرنا لازم ہے
فمن لزمه أدب أدبه وإلا أطلقه سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اوسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہین تو اوسکو چھوڑ دے ہم یون کہنا مناسب تھا
جیسا کہ بحر الرائق مین شرح ادب سے ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اوس سے قضیہ متعلق ہو ولا يبيت
أحدا في قيد إلا رجلا مطلوبا بالدم اور کسیکو شب باش نہونے دے قید مین مگر اوس مرد کو جو خونریزی مین ماخوذ ہو ونفقة من ليس له مال في بيت
المال بحر اور اوس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہین بیت المال مین ہے کذا فی البحر یعنے مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال مین ہے اور یہی حکم ہے
مشرکین کے محبوسون کا اور نزدیک ہمارے یہہ ہے کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اونکے نام لکھے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے
ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن أقر بحق أو قامت عليه بينة ألزمه الحبس خبر مسكين وقيل الحق سو محبوسین مین سے جو حق کا اقرار کرے
یا اوسپر گواہی قائم ہو تو اوسکو حبس لازم رکھے اسکو مسکین نے شرح مین ذکر کیا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اوسپر حق لازم کرے یہہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہے
وإلا نادى عليه بقدر ما يرى ثم يطلقه بكفيل بنفسه فإن أبى نادى عليه شهرا ثم أطلقه اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اوسپر منادی کرائے
جسقدر کہ مدت قاضی کی رائے مین آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے مگر اوس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اوسپر مہینہ بھر منادی کرا دے
پھر اسکو چھوڑ دے ہم طریقہ منادی یون ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلہ مین منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچھہ دعوی ہو وہ حاضر
ہو تا اوسکی سر دبکاری ہو وعمل في الودائع وغلات الوقف ببينة أو إقرار ذي اليد اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی

یا قابض کے اقرار سے ہم جو ہی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں ہر سوال و وقف نا ظروں کے تحت میں ہیں اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضے میں ہیں اور اگر یہ فرض کیجئے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسکے موافق عمل کرے جیسا کتاب میں مذکور ہے ولم یعمل المولی بقول المعزول کالمعاینة بالرعایا وشھادة الفرد لا تقبل خصوصًا بفعل نفسه ومراده ومفاده ردّها ولو مع آخر فهی اور قاضی منصوب عمل کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق ہوجانے معزول کے رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجئے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصًا اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصًا کا سقا دار شہادت معزول کی اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ ہوئی اور اسکو ہم نے بھی دیکھا ہے قلت الذی اقول ان ما یحل الهدایہ بقبولها تبعه ابن نجیم فتبینه میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت ذکور کا فتوی دیا ہے اور ابن نجیم نے اسکا اتباع کیا ہے اور کہا ہے طحطاوی کہتا بحر الرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاوی میں قبول شہادت کا فتوی مذکور ہوا الا ان یقر ذو الید انه ای المعزول سلمها ای الودائع والغلات الیه فیقبل قوله فیهما لانه ثبت بالاقرار ان الید کانت للقاضی فصح اقراره کانه فی یده فی الحال الا اذا بدأ ذو الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیه فاقر القاضی بانها لآخر فیسلم للمقر له الاول ویضمن المقر قیمته او مثله للقاضی باقراره الثانی وسلمه الی من اقرّ له القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جب کہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کئے ہیں تو اب ودائع اور محاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کیواسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کئے جائیں گے اور تاوان دے مقر قیمت کا اگر وہ ودیعت قیمتی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو دوسرے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے ویقضی فی المسجد ویختار مسجدا فی وسط البلد تیسیرا للناس ویستدبر القبلة کخطیب ومدرس خانیہ اور قاضی مسجد میں بیٹھکر حکم کرے اور ایسی مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہوکر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے ہم چونکہ قضا عبادت ہو لہذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نکرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقاد کے ہے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح ہے اور ہمارے زمانہ میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں والجامع اولی کذا فی الخانیة علی المتبادر وفی الخانیة علی المختار وهو الصحیح اور اجرت حاضر کرنیوالے کی مدعی پر ہو یہی قول اصح ہو کذا فی البحر عن البزازیة اور خانیہ میں ہو کہ اجرت مدعی پر ہے اور یہی قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنیوالے کی بیت المال میں ہے بحر الرائق میں ہو کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اوسی شہر میں نصف درہم سے ایک درہم تک اور خارج شہر میں بحساب فی فرسنگ تین درہم کو چار درہم تک ہے اور بزازیہ میں ہے کہ حاکم کے ہر ان سے حضار کی درخواست کرے وکذا السلطان والمفتی والفقیه اور ایسا ہی سلطان اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہے اوفی داره ویأذن عمومًا یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے علی العموم حلبی نے کہا کہ قاضی مشہور مکان بیت الناس میں جلوس کرے اور دربان اور حاجب نہ مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر منع ازدحام کے واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے بحالت شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت غم غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت میں اور اسی پر درجۂ کمال اور ان گرم نفل روزہ رکھے اور نکسے مسند خیاب اور اعتدال احوال میں کذا فی الطحطاوی فهل یه التنکیر للتقلیل ای کمال الاضحی ہدیہ اور سوغات جو اہل خصومت وغیرہ کی طرف سے آئے تعلیل کے واسطے بہوڑی سی تحقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پھر دینے کے لفظ معلوم ہوا کہ بیت المال میں رکھے اور یہی قول اسکے اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہو کیونکہ طریقہ تھا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالی عنہم کذا فی الطحطاوی وهی ما یعطی بلا شرط اعانة بخلاف الرشوة ابن ملک اور ہدیہ وہ ہو جو دیا جاوے بلا شرط

[illegible]

اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت مین یہہ فرق ہے کہ ہدیہ مین اعانت مشروط نہین ہوتی اور رشوت مین مددگاری اور کاربراری
مشروط ہوتی ہے ولو تأذی المھدی بالرد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والیکو پھیر دینے سے رنجیدہ ہو تو قاضی اوسکو اوسقدر اوسکی قیمت کو عطا
کرے کذا فی الخلاصہ ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او بعد مکانہ وضعہا فی بیت المال اور اگر ہدیہ کا پھیر دینا اوسکی عدم معرفت یا اوسکے مکان کی دوری
سے متعذر ہو تو اوسکو بیت المال مین رکھے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ھدایاہ لہ تتارخانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہہ ہے کہ آپکے
ہدایا آپ کے ملوک تھے کذا فی التاتارخانیہ ھم یہہ نفع دخل ہے تاکہ اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول علیہ السلام کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول
فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نکرے اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص مین اتباع جائز نہین اور وجہ خصوصیت شاید
واللہ اعلم یہہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر مہدی خلاف شرع حضرت سے متصور نتھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہین ومفادہ انہ لیس للامام
قبول الھدیۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیہا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الھدیۃ لانہ انما یھدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی
اور تاتارخانیہ کا مفاد یہہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہین والا خصوصیت نہین رہتی اور تاتارخانیہ مین ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول
کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اوسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے لینے اوسکے ہدیہ لینے مین تو دنیا کی کاربراری کا احتمال ہے ھم
شاید کہ اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونون قولون مین منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کو
ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسری قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ خصائص نبوی سے یہہ لازم نہین آتا
کہ سلاطین ہدیہ قبول نکرین اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کرین اور بیت المال مین رکھدین تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ مین مذکور ہوچکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو
جائز ہے اور اوسکو مصالح مسلمین مین صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہین رہتی الا مین ان یعمل السلطان والبا شا ان شاء اللہ تعالی
وقریبہ المحرم الا ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لھما ہدیہ اگر کسی شخص کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا
کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اوس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت دے ہو اور خصومت نہو دونون کی
کذا فی الدر یعنی بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضا مین رجوع نہو ھم تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے تو اوتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار
اور معتاد دونون کا ہدیہ قبول نکرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اوسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے مین بھی عدم خصومت کی قید لگائی جاوے سلطان اور نائب کا
ہدیہ قبول کرنیکی یہہ وجہ ہے کہ اونکا ہدیہ بیت المال میں سے ہوتا ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف مین سے ہے اور ظاہر قبول ہدیہ مخصوص نہین ہے جبکہ کہ ہیبت اونکی
غالب ہو اور اگر حشمت غالب ہو یا حاجت اور حشمت دونون برابر ہون تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض نہ لے
مگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوستی اور شرکت رکھتا تھا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت اعانت اور بعضوں نے عاریت لینا کذا فی الاصل وقدم انہا
دعوۃ خاصۃ وھی التی لا یتخذہا صاحبہا لولا حضور القاضی ولو من محرم ومعتاد وقیل ھی کالھدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کو اگرچہ محرم
قبول نکرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو دعوت کرنیوالا اگر قاضی نآوے تو نکرے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے
ھم بعضون نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور انکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضون نے کہا دس شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ ہو تو عامہ
اور مصنف کی تفسیر اصح ہے چنانچہ سراج مین ہے اور یہی مستفاد ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم شیخین کا قول ہے اور محمد نے کہا
کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ امین مسئلہ رد ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ ہم نے ابن کمال صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب
بحر نے کہا تو یون کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نکرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج وفی
شرح المجمع ولا یجیب دعوۃ خاصۃ الا من محرم وقریب ومعتاد ولو عامۃ لا تہمۃ اور سراج اور شرح مجمع مین ہے اور قاضی قبول کرے دعوت خاصہ غیر معتاد کی اگرچہ دعوت
عامہ ہو بسبب تہمت کے ھم اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے مین ایکبار پھر وہ ہر ہفتے مین بعد قاضی ہونیکے دعوت کرے تو قبول نکرے اور اگر طعام اکثر

عادت قدیمی سے تو تو قبول کرے مگر مشہور یہی ہے کہ شخص مذکور کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی المحیط عن التاتارخانیہ و یشہد الجنازۃ و یعود المریض ان لم یکن لہما ولا علیہما دعوی شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور یہ مریض مدعی اور مدعا علیہ نہون کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر و یسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا و اقبالا لا اشارۃ و نظرا و یمنع من مسارۃ احدہما والاشارۃ الیہ و رفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعا علیہ کو یکسان رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے اور دیکھنے کے اور بازرہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کو کان میں بات کرے اور باز رہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور کرے ہم امور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اسواسطے واجب ہے تا دوسرے کی دلشکنی نہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور ہم اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بالقضاء بین المسلمین ہو وہ انمیں مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر میں اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ لیکن ابن عمر نے ابو موسی اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تا شریف تیرے ظلم میں طمع نکرے اور ضعیف تیرے عدل سے ناامید نہو اور حدالخصمین سے مخفی بات نکرے اور نہ وہ تجھسے مخفی بات کرے اور ایکو تلقین حجت نکرے بسبب تہمت کے لوازل اور فتاوی کبری میں ہے کہ بادشاہ کی مخاصمت کی ایک شخص کے ساتھ ہو پادشاہ قاضی کے پاس اسکی نشست گاہ میں آکر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہان بٹھائے اور قاضی زمین میں بیٹھکر دونوں میں فیصلہ کرے اور اسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ اونہوں نے امیر المؤمنین علی مرتضی کو اور انکے مخاصم کو اسیطرح بٹھلایا اور باتفاق اہل علم مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنے داہنے اور دوسرے کو بائین نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنا طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھیں دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے روبرو اور چار زانو یا ایڑیوں پر نہ بیٹھیں اور اگر اسطرح بیٹھیں تو بتعلیم قضا کے سبب سے قاضی انکو منع کرے اور اعوان قاضی کے اسکے سامنے کھڑے رہیں بہیبت قضا کے واسطے پھر جب خصمین حاضر ہون تو قاضی مختار ہے چاہے اونسے ابتدا بکلام کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہان تک کہ وہی کلام آغاز کریں پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جاوے تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کرچکے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کرایا جاوے اگرچہ مدعی جواب اوسکا نہ طلب کرے یہی قول اصح ہے تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محسن نے ذکر کیا الفصال دعاوی میں ترتیب فرمایا ہے یعنی اول دعوے اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا وعلی ہذا القیاس اور اسپر ایک امین غیر مرتشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہئے کہ قاضی کے دروازہ پر علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق میں تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نکرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی کے روبرو کھڑا ہونا معروف نہ تھا یعنی سلف صالح میں اسکا رواج نہتا تو یہ بھی اون محدثات سے ہے جسکے طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال والادب ہیں تو قاضی عمل کرے بمقتضاء حال اس امر کا ارادہ کرے نہ حشمت نفس جو تکبر کی طرف پہنچاتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں خوبیہ یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب اور تواضع اور نیکی ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہئے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تا سجل فاسد نہو جاوے بعض شروط کی ترک کرنے سے چنانچہ یہ مشروط کتاب السجلات والمحاضر میں مذکور ہیں کذا فی فتح القدیر ملخصا نہر الفائق میں ہے کہ اطلاق تسویہ بین الخصمین فی الجلوس عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور ذلیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ اگر بادشاہ مدعا علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مخاصم کو وہان بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی والضحک فی وجہہ وکذا القیام لہ بالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسیطرح ایک شخص کے واسطے اوٹھنے سے باز رہے بطریق اولی ہم اسواسطے کہ قاضی کی ضحک سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جاویگا کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی بدون دوسرے کے ضیافت نکرے ہم اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں امام حسن سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضی کے گھر میں آکر اوترا آپ نے اسکی ضیافت کی پھر جب اوسنے یہہ کہا کہ میں یہہ چاہتا ہوں کہ فلانے شخص سے خصومت کرون تو علی مرتضی نے فرمایا کہ یہان سے اوٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہمکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کریں مگر کہ اوسکے ساتھہ اوسکا خصم ہو اور اسکو عبد الرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور ہو اسواسطے کہ اوس مین تہمت
میلان ہے کذا فی الفتح نعم لو فعل ذلک معہما جاز یعنی ہان اگر اسکو دونون کے ساتھہ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر هم نہر الفائق مین ہے کہ ضیافت
مین احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اوسکا یہہ ہے کہ اگر دونون سے سرگوشی کرے یا دونون کے طرف
اشارہ کرے تو جائز ہے انتہی ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقا ولو بغیرہما لانہ یذہب بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی کرے حکم کی مجلس مین مطلقا اگرچہ
خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہین رہتا ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا بأس بہ عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ
کو حجت نہ سکہا دے اور ابو یوسف سے روایت ایک یہہ بھی ہے کہ تلقین حجت مین کچھہ مضائقہ نہین کذا فی العینی هم تلقین حجت اسوا مطلقا جائز نہین کہ اسمین تہمت ہے
اور دوسرے کی دل شکنی ہے ولا یلقن الشاہد شہادتہ واستحسنہ ابو یوسف فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت
نکرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین مین شاہد کو زیادہ دانست حاصل نہو هم ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہہ ہے کہ جس شاہد پر حشمت
اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھہ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت
نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے اور مدعا علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف
کردئیے ہون اور شاہد کو اسسے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق کرلے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہہ بالاتفاق
جائز نہین جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہین اور مبسوط مین ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف منصب قضا پر
اور دیکہا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادای شہادت سے بند ہوجاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین نکرین تو حق ضائع ہوجاوے کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ
فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونیکے سبب سے هم ابن قیم
مین بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا مین اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی
الولوالجیۃ یحکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع
الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویقضی لمن ولاہ و
علیہ ق سیجیئ اور ولوالجیہ مین حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہے کہ مین میلان نہین کیا یعنی مین نہین جہکا احد الخصمین کی طرف
یہان تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین ہارون رشید کے ساتھہ مین دونکو برابر نہین کیا یعنی مجلس مین اور حکم کیا مین نے ہارون رشید پر یعنی
اوسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف رو دئیے انتہی مین کہتا ہون اس حکایت کے مسئلے سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اوس بادشاہ پر جسنے اسکو
قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر مین ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اوس سلطان کے نفع اور مضرت مین جسنے اوسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا **فرع** هم مسائل
لمحقہ شارح کے وفی البدائع من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الاخر بدائع مین ہے کہ منجملہ ادب قاضی یہہ ہے کہ قاضی
کلام نکرے احد خصمین سے اوس بولی مین جسکو دوسرا خصم نہین جانتا یعنی اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التتارخانیۃ والاحوط ان یقول
للخصمین تحکمانی بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ مین ہے اور زیادہ تر احتیاط یہہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعا علیہ
سے کہے کہ تمہارے مابین مین حکم کردون تو اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچھہ خلل ہوگا تو قاضی حکم ہوجائیگا دونون کی تحکیم سے هم تشنۃ قاضی حکم کرنیکی دونون
اجازت چاہے جب وہ کہوین کہ حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہہ ہے کہ اگر تقلید قضا مین کچھہ خلل ہو مثلا رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور تحکیم کے فیصلہ صحیح
ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی بحق ثم امرہ السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اسکو
حکم کیا کہ پھر سرنو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنے دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہین کذا فی البزازیہ هم طحطاوی نے ابو البحر الرائق مین بزازیہ سے
یون منقول ہے کہ قاضی پر یہہ فرض نہین تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے قالت المقضی علیہ کتبنا الیک من المقضی لہ تعرضہ علی العلماء

تا ہو صحیح ہم لانا منتغر الزمة القاضی بذالک جواہر الفتاوی جو اوس نے نسخہ سجل کا انکار اوس سے جو جیتا تا سجل کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہو تا ہے
سو اوس نے نسخہ نہ دیا تو قاضی اوسپر اسکا دینا لازم کر دے مثنے دلائے کذا فی جواہر الفتاوی وہو فی الفتح من ألمکن اقامة الحق بلا ایغار صدور یکان اولی
اور فتح القدیر میں ہے کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو بہتر ہے ہم طریقہ اوسکا مبسوط میں یون مذکور ہے کہ جو شخص کہ اپنا حق اوس سے قاضی عذر
کرے اور وجہ حکم اوس سے بیان کرے اور کہے کہ مینے تیری حجت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع اسیطرح تہا اسکے سوا نہین ہو سکتا تہا یہ عذر اسواسطے ہے
کہ وہ لوگون سے شکایت نکرے اور قاضیکو ظالم بجانے اور لوگ اوسکی شکایت سنکر بدگمان نہون کذا فی الظہیریہ ملخصا وهل یقبل قصص الخصوم
فی مجلس القضاء لا الا اخذها ولا یاخذ بما فیها الا اذا اقر بلفظه صریحا اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نکرے جواب اسکا
یہہ ہے کہ اگر قاضی نے فیصلہ کے واسطے بیٹہ چکا ہے تو قبول نکرے اور اگر ہنوز نہین بیٹہا تو قبول کرے اور حکایات مین کوئی بات نہ پکڑے مگر اوس بات کو جسکا
پکڑ نا مطلوب ہے مثلا صریح اقرار کیا ہم حکایات سے وہ حکایات مراد ہین جو دعوے سے متعلق ہین چنانچہ مضارب کا یون کہنا کہ مین مال مضاربت کو سفر مین لیگیا
اور فلانے شہر مین اسکو بیچا اور اوس سے اجناس کو خرید کیا اور مانند اسکے اور وہ حکایات مراد نہین جو متعلقات دعوے سے نہین مجلس حکم مین سماع حکایات
اسواسطے نہین کہ مجلس سماع دعوے اور بینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے مثلا جبکہ کہے کہ اسکے پاس میرا مال مضاربت تہا سو یہہ سفر مین لیگیا پہر
اوس نے وہان گہبانی نکی سو مال ضائع ہو گیا اب مین اوس سے تاوان چاہتا ہون تو مدعا علیہ جواب مین کہے کہ ہان یا اوسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح یہہ ہے
کہ مضارب کہے کہ مینے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چہوڑا اور مین شہر مین غلے کے لانیکے واسطے گیا پہر جو کنارے پر آیا تو مال نپایا کذا فی
الطلاوی **فصل فی الحبس** یہ فصل ہے حبس کے احکام مین ہم چونکہ حبس منجملہ احکام قضا تہا اور مختص باحکام کثیرہ تہا لہذا مصنف نے اوسکو علیحدہ فصل کر کے
ذکر کیا حبس مصدر ہے بمعنے منع یعنے روکنا اور بند کرنا پہر موضع حبس پر اوسکا اطلاق ہوا کذا فی کہوی اہل ہند حبس کو قیدخانہ اور بندی خانہ اور جیلخانہ بولتے ہین
چونکہ مشروع ہم بقولہ تعالی او ینفوا من الارض جسکی شروع ہونا حق تعالی کے اس قول سے ثابت ہے یا نفی کئے جائین مین سے یعنی قطاع الطریق ہم نفی سے نفی من جمیع الارض
مراد نہین کہ متصور نہین لہذا نفی سے حبس مراد ہے وحبس علیه الصلوۃ والسلام رجلا بالتهمة فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد متہم کو
مسجد مین محبوس کیا ہم رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے مین اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے مین حبس قیدخانہ نہ تہا جاوے دہن مین پابند کر اور
ایک قول یہہ ہے کہ فاروق نے ایک گہر مکہ معظمہ مین چار ہزار درہم کو خرید کیا اوسکو محبس ٹہرایا واحدث السجن علی رضی اللہ عنہ وبناه من قصب وسماه
نافعا فنقبه اللصوص فبنی غيره من مدر وسماه مخيسا بفتح الياء وتكسر موضع التخييس وهو التذليل اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے قیدخانہ
ایجاد کیا اور اوسکو بانس سے بنایا اور اوسکا نام نافع رکہا سو اوسمین کو نقب دیا چورون نے یعنی اور قیدیون کو نکال لیگئے پہر حضرت مرتضے نے اوسکے سوا اور
محبس بنایا مٹی کے ڈہیلون سے اور اوسکا نام مخیس بفتح یا رکہا اور کسرہ یا بہی جائز ہے مخیس موضع تخییس یعنے ذلیل کرنیکا مکان ہم مخیس بضم میم وفتح خا وفتح یا
مع التشدید اسم ظرف ہو یعنی محل تذلیل اور بکسر یا اسم فاعل ہے یعنے ذلیل کرنیوالا وفیہ یقول علی رضی اللہ عنہ الا ترانی کیسا مکیسا بنیت
بعد نافع مخیسا حصنا حصینا وامینا کیسا اور اسی مین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کیا تو مجہکو نہین جانتا یا قائل غیر کا قائل نفسہ والاول ابدا نافع کے مخیس بنایا
مکان مضبوط اور ستہرا اور امانت دار عاقل بنایا ہم خلاصہ یہہ ہے کہ حبس کتاب اور سنت اور خلفائے راشدین کے فعل سے ثابت ہوا اور اسکے جواز پر اجماع امت
قائم ہو کذا فی الزیلعی وصفته ان یکون بموضع لیس به فراش ولا وطاء لیضجر فیوفی صفت قیدخانہ یہہ ہے کہ ایسا مکان ہو جہان فرش اور سوز بچہونا
نہو تا کہ محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے ہم بہتر یہہ تہا کہ مصنف ان یکون موضع کہتا کیونکہ بار جار اور وطا بوزن کتاب و سحاب بمعنی بچہونا ہے چنانچہ قاموس
مین ہے تو شمول ہو کہ فراش اور وطا ایک ہی چیز ہے اور بعضون نے کہا کہ وطا وہ فرش ہے جو سونیکے واسطے مہیا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر
ہوا کذا فی الطحاوی وصفادہ انه لو یجیء له به فیمنع منه اور مفاد تعلیل یہہ ہے کہ اگر محبوس کے واسطے بچہونا لایا جاوے تو منع کیا جاوے ولا یمکن احد ان یدخل
علیه للاستیناس الا اقاربه وجیرانه لاحتیاجه للمشاورة اور کوئی قادر نکیا جاوے اوسکے پاس جانے پر جی لگانیکے واسطے مگر اوسکے اقربا

اور پڑوسی چلنے پاوین جیسے مشورہ کی حاجت کے سبب سے ہم منع نہ ہوا اسواسطے کہ اوسکے مشورہ سے حصول مقصود متصور ہے یعنی ادا میں ہو ولا یمکّن عندنا لاطول مکثہ ومفاد
ان زوجتہ لا تحبس معہ لو فی الحابس وہو الظاہر اور اقارب اور ہمسائی اوسکے نزدیک یا وہ ٹھہرین اور مفاد عدم طول مکث اقارب یہہ ہو کہ مجبوس کی
زوجہ اوسکے ساتھہ بند نکیجائے اگر قید کرنے والی رہی ہو اور یہہ قول ظاہر ہے ہم نے زوجہ اقارب اور جیران مین داخل نہین تو اقارب ذمہ مذکور کہان حاصل ہوا اور
یہہ خلل پیدا ہو انہر الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کرنیسے نہر الفائق مین یون مذکور ہے کہ جب مجبوس جماع کا محتاج ہو تو اوسکی زوجہ یا لونڈی اوسکے پاس جانے
اگر وہان اوسکا امکان ہو اور نہین ولیل یہہ ہے کہ زوجہ اوسکی قید نکی جائے اوسکے ساتھہ اگر وہ حابس ہو اوسکی اور یہہ ظاہر ہے انتہی لیکن اسمین بہی یہہ خلل
ہو کہ حابسہ ہونیکی تقیید ما تقدم سے مستفاد نہین بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہے بحر الرائق مین ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال نساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کے
ساتھہ قید کیجائے کذا فی الطحاوی وفی الملتقی یمکّن من وطی جاریتہ لو فیہ خلوة اور ملتقے مین ہے کہ مجبوس کو قدرت دیجائے اوسکی لونڈی کی قربت پر
اگر محبس مین خلوت ہو ولا یخرج لجمعة ولا لجماعة ولا لحج فرض فعیدٍ اولی اور مجبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت کیلئے اور نہ فرض حج کے واسطے تو عید ضرور
یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولے نہ نکلے ولا لحضور جنازة ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخلاصة یخرج بکفیل لجنازة اصولہ وفروعہ
لا غیرہم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونیکے واسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ مین ہے کہ ضامن دیکر نکلے اپنے اصول اور فروع
جنازہ کے واسطے نہ سوائی اونکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضاً اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا بہ یفتی اور اگر بیمار ہو نیسے اسکا
ضعیف اور قریب الہلاک کردیا اور نہین پاتا کسیکو جو اوسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنی سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت کرنیوالا ہو یا ضامن
تو نہ نکلے اسیکا فتوی ہے ولا یخرج لمعالجة وکسب بل ولا یکتسب فیہ ولو لہ دیون تخرج لیقضیہا ثم یحبس خانیہ اور نہ نکلے علاج اور کمائی کیواسطے
بلکہ حبس مین بہی کسب نکرے اور اگر مجبوس کے لوگون پر قرضے ہون تو خصومت کے واسطے قاضی کے پاس جائے پہر قید کیا جائے کذا فی الخانیہ ولا یضرب فی المحبوس الا فی
ثلاث اذا امتنع عن کفارة الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباہ
اور نہ مجبوس پر مار پڑے مگر تین صورت مین ایک یہہ کہ کفارۂ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہہ کہ اپنے قرابتدار محتاج پر مال خرچ نکرے تیسرے یہہ کہ اپنی
زوجات کے درمیان باری ترک کرے بعد نصیحت کرنے اور سمجہانیکے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہو کہ جو حق کہ فوت ہوجائے تاخیر سے اور کوئی چیز اوسکے قائم مقام نہو سکے
اوسکے ترک مین ضرب ہو کذا فی الاشباہ ہم غریب امر معلوم ہوئی کہ تاخیر کفارہ مین زوجہ کا ضرر ہو اور زیادتی حبس مین قرابتدار کا ضرر ہے کیونکہ اسکا نفقہ ساقط
ہوگا مدت گذر جانے سے اور اسیطرح حبس مین زوجات کا فوت حق ہے قلت وزادہ ما فی الوہبانیة وان قوسیضرب دون قید یا تہ باء وتارک
فی الفتیا یکرہ مین کہتا ہون اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جائے جو وہبانیہ مین ہے یعنے اور اگر مجبوس بہاگے تو ادب دینے کے واسطے مارا جائے بدون
بیڑی ڈالنے کے اور دروازۂ محبس کو مٹی سے بند کرنا سرکشی مین مذکور ہے ہم یعنی اگر مجبوس سرکش ہو اور بہاگ جاتا ہو تو دروازہ محبوس کا بند کیا جائے اور اگر کوئی
اسمین سے کیا دیا جائے حبس مین تو پانی اسکو دیا جائے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اسمین قاضی کی رائے کو دخل ہے جیسا مناسب سمجہے کرے کذا فی الطحاوی ولا یغل
اذا خاف فرارہ فیقید او یحول الی سجن اللصوص وہل یطین الباب الرأی فیہ للقاضی بزازیہ اور مجبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جائے کہ جب کہ
اوسکے بہاگ جانیکا خوف ہو تو بیڑیان ڈالی جاوین یا اوس محبس مین بدل دیا جائے جو چورون کے واسطے مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی سے چن دیا جائے اسمین قاضی کا
اختیار ہے جیسا مناسب دیکہے کرے کذا فی البزازیہ ولا یجرد ولا یؤاجر وعن الثانی یؤجر لقضاء دینہ اور نہ مجبوس
برہنہ کیا جائے کپڑے اتار کر اور نہ مجبوس پر محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جائے اوسکے ادائے دین کے واسطے ولا یقام بین یدی صاحب الحق اہانة اور نہ
مجبوس صاحب حق کے آگے کہڑا کیا جائے اوسکی ذلت کے واسطے ولو کان ببلد لا قاضی فیہ لا ذمہ لیلا ونہارا حتی یأخذ حقہ جواہر الفتاوی اور
اگر صاحب حق اوس شہر مین ہو جہان قاضی نہین تو مدیون کے ساتھہ لگا رہے رات اور دن یہان تک کہ اپنا حق پاجائے کذا فی جواہر الفتاوی ہم صاحب حق کو ملازمت
مین اختیار ہو اور یہہ اختیار نہین کہ مدیون کو کسب کرنے دے یا گہر مین نہ جانے دے اور اسیکے طرف اشارہ حدیث شریف مین ہو کہ لصاحب الحق الید واللسان ...

مراد ہوا ور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہے بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح وقا
تقییدہ بمکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جب کہ صاحب حق نے تعیین
مکان کا ارادہ نکیا ہو الا اذا طلب المدعی مکانا آخر فیجیبہ لذلک قنیہ مگر جب کہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے کذا
القنیہ وافتی المصنف تبعا لقارئ الہدایۃ بان العبرۃ فی ذلک لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہوکر
کہ تعیین یعنے تعیین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہے وفی النہر ان لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحو اور نہر
الفائق میں ہے لائق یہ ہے کہ قبول نکیا جاوے اگر اسنے مجبوس کرنا مدعا علیہ کا چوروں کے مکان یا مانند اسکے اور سخت مکان میں طلب کیا ہو فرع مسئلہ مختصر شارح
فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء سجن علیحدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے اور عورتوں کے واسطے علحدہ مردوں سے محبس بنایا
جاوے فتنہ دفع کرنیکے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم ببینۃ عجل حبسہ بطلب المدعی بظہور المطل
بانکارہ اور جب کہ مدعیکا حق ثابت ہوگیا گواہی سے اگرچہ اوسکا حق بمقدار ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درم کا تو قاضی اوسکو جلد قید کرے
مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر ہوجانے نادہندگی کے مدعا علیہ کے انکار سے ہم درم ہوتا ہے سترہ رتی اور چھ سرخ تی چاندیکا تو دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی
شہری طحطاوی نے کہا طلب مدعیکی قید اسواسطے لگائی کہ بدون اوسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہیں مگر شرنبلالیہ کے قول میں ولا یثبت ببینۃ بل
باقرارہ لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اوسکی حبس
جلدی نکرے بلکہ اوسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نمانے تو اوسکو قید کرے ہم جب کہ اقرار سے ثابت ہو تو اوسکی نادہندگی ظاہر نہوئی لہذا اوسکی حبس میں
شتابی نکرے اور ادای دین کا اوسوقت ادکرے جب کہ اوسکے ادای دین پر خود قادر ہو اصلح پر کہ مدعا علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا اور
اپنے دعویکو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اوسکے پاس نکلی تو قاضی اوسکو لے اور ادای دین کرے کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے برعکس کہا سرخسی نے
یعنی اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس میں شتابی نکرے اور اقرار میں جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعا علیہ کہہ سکتا ہے درصورت گواہی کہ مجھکو اسکا دین معلوم
نتہا مگر اب معلوم ہوا اسوسطے اب ادا کرونگا اور یہہ احتمال اقرار میں نہیں ہوسکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والدرر واستحسنہ الزیلعی اور کنز
اور درر میں ثبوت گواہی اور اقرار میں برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے ہم یعنے گواہی اور اقرار دونوں میں حبس کی تعجیل کرے اسواسطے
کہ ایفاء دین محتمل ہے تو حبس میں شتابی نکرے تا وقتیکہ اوسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ والمجمع
الیہم قال فی البحر ہو المذہب عندنا انتہی اور قول اول یعنے متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے
نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی منیۃ المفتی لو ثبت ببینۃ یحبس فی اول مرۃ وبالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن
التوفیق میں کہتا ہوں اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار بعد الامر میں محبوس کیا جاوے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسرے بار
اور تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں تو اب اقوال ثلثہ مذکورہ میں اتفاق ہوجانا چاہیئے ہم یہہ توفیق شستہ ہے قول میں ظاہر نہیں ہوتی
اور نہ سرخسی کے قول میں اسواسطے کہ اوسکے نزدیک حبس مقر میں شتابی ہے نہ منکر میں تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ حبس مقر میں تعجیل ہے دوسری اور تیسری
بار حبس منکر میں تعجیل ہے اول بار اور ظاہر ایہہ قول رابع ہے اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نکیا بحر الرائق میں قال النہی سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت
ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اوسکے حبس کا طالب ہو تو قاضی اوسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی نصا ویحبس المدیون فی
کل دین ہو بدل مال او ملتزم بعقد درر وصحح وملتقی مثل الثمن ولو منفعۃ کالاجرۃ والقرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ
ولو بالدرک وکفیل الکفیل وان کثروا بزازیہ لانہ التزمہ بعقد کالمہر وہذا ہو المعتمد خلافا لما فی الفنون تامیحال لتقدیم المتون والشرح
علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاوے مدیون ہر ایک اوس دین میں جو عوض ہو مال کا یا لازم کرلیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع الملتقی اند مثل مبیع کے ثمن

ثمن یعنی بیع مین منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اوسکو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن کثیر ہون کذا فی البزازیہ یہ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور مبیع یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت مین محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہو برخلاف فتوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم کہتے ہیں قاضی خان نے کہا کہ درصورت دعوی افلاس حبس نہین مگر ثمن اور قرض مین اور مہر معجل اور دین کفالت مین حبس کہ بعد اظہار مفلسی مین لیکن یہہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہی لہذا معتمد نہین آشیاء مذکورہ مین حبس کرنیکی وجہ باوجود دعوی افلاس یہہ ہے کہ جب مال اوسکے ہاتھ مین آیا یعنے مبیع اور قرض تو ادائی مین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمین بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیش قدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اوسکا یہہ قول کہ مین محتاج ہون مسموع نہوگا کیونکہ یہہ قول متناقض ہے مانند ہو بسبب وجود دلیل کے شاید درایتی ایکا حاصل اس علت مین حال غالب کو معتبر رکہا والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہین کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نادر پر کذا فی الطحطاوی تعم علی الاختیار بدل الخلع ههنا خطا فتنبه ان اختیار شرح مختار مین بدل خلع کو یہان شمار کرنا خطا ہو آگاہ رہنا ہم بدل خلع کو یہان شمار کرنا یعنے جہان حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انه یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمها کالعین المغصوبة اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعا علیہ محبوس کیا جاوی ہر ایک اوس عین مین جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکہتا ہو چنانچہ مغصوب کی ہر چیز لا یحبس فی غیرها ای غیر ما ذکر وهو نیف و عشرون بدل الخلع و مغصوب و مستهلک و دم عمد و عتق حظ شریک و ارش جنایة و نفقة قریب و زوجة و مهر مؤجل حبس نکیا جاوی اونکی غیر مین یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر مین اور وہ بیس کچھہ اوپر ہین ۱ بدل خلع ۲ بدل مغصوب ۳ مستہلک یعنی جو چیز تلف کر ڈالی ۴ اوسکا بدل دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کردینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت دار ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر مؤجل قلت ظاهره ولو بعد طلاق مین کہتا ہون اوسکا ظاہر اطلاق مہر مؤجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسمین حبس نہین طلاق کے بعد بھی یعنے اگرچہ مہر مؤجل طلاق سے معجل ہوگیا تو بھی حبس نہین وفی نفقات البزازیة یثبت الیسار بالاخبار ههنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کی نفقات مین ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہان یعنی نفقات مین بخلاف باقی دیون کے کہ وہان فقط اخبار سے ثابت نہین ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول له بیمینه ما لم یثبت غناه فراجعه لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا کہ تنگدستی کے منقول کا قول اوسکے قسم کے ساتھ معتبر ہے تا وقتیکہ اوسکی تونگری ثابت نہو تو اوسکی طرف مراجعت کر ہم کہتے ہیں ظاہر یہی کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یون ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ مین ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اوسکے غیر مین شہادت سے کیونکہ اوسکی عبارت مین یعنی نہین کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال وقال الدائن انه ثمن متاع فالقول للمدیون ما لم یبرهن رب الدین طحطاوی ایضا واقره فی النهر اور اگر دونون مین خلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ مجھپر دین بدل مال کا نہین ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول معتبر ہوگا تا وقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نکرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے مبسوط سے نقل کرکے بیان کیا ہے اور نہر الفائق مین اسکو ثابت رکہا ہے ہم مدیون محبوس نہوگا اگر مدعی منکر ہو قولہ لا یحبس فی دین مؤجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد وله السفر معه فاذا حل منعه حتى یوفیه بدائع وقد مناه فی الکفالة مدیون محبوس نہوگا دین مؤجل مین اور اسی طرح سفر جانے سے ممنوع نہین ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اوسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین پہونچے تو اوسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الکفالہ مین ان ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرة اشیاء اربعہ کے غیر مین محبوس نہوگا اگر مدعی علیہ اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلئے کہ اصل تنگدستی ہے ہم کہتے یعنے ہر شخص کے حق مین تنگدستی اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی النہر اور اسلئے امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اوسکا دعوی مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرهن غریمه علی غناه ای قدرته علی الوفاء ولو باقتراض وبتقاضیها غریمه مگر یہہ کہ اوسکا صاحب دین اوسکی مالداری اور تونگری گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادائی دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کو تقاضا کرنے

[illegible]

حاصل یہ ہے کہ شارح نے غنا کو بقدر ما علی الوفا یعنی ادا پر قادر ہونے سے تفسیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غنائے زکوۃ مراد نہیں تو اگر مدیون قرض دینے والا ہے اور وہ قرض جلدی ہو
وہ ظالم ہے محبوس ہوگا کیونکہ حبس جزاء ظلم ہے اور اسکا ظلم ثابت ہو چکا باوجود مقروض ہے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اسکا مال دوسرے پر ہو تو اس سے
تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی سے محبوس ہے تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نکرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن
الحموی ثم یطلقہ حینئذ بلا رای ولو بما امہل للعسر فی قاضی حبس کرے اسوقت مین جسقدر مدت کہ اسکی رای مین آوے کہ اسکی قدر حبس کرے یہی قول صحیح ہے
ہم نے جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی رای پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس مین
آپ کو خلاص کر دیتا تو محبوس سے سوال کرے کہ چھوڑ دے اور محمد کی روایت مین مدت حبس دو یا تین مہینے ہیں اور حسن کی روایت مین چار مہینے سے چھ مہینے تک ہے
مین کہتا کہ صحیح یہی ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رای پر مفوض ہے کیونکہ لوگون کے حال متفاوت ہیں کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال
ابو حنیفۃ اذا کان المعسر معروفا بالعسرۃ لم احبسہ وفی الخانیۃ ولو فقرہ ظاہرا سال عنہ عاجلا وقبل بینتہ علی افلاسہ وخلی
سبیلہ ہے بلکہ ملتقط کی شہادات مین ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور با افلاس ہو تو مین اسکو محبوس نکرون بلکہ اسکے حبس کا حکم نکرون اور خانیہ مین ہے
کہ اگر اسکی محتاجی ظاہر ہو تو اسکا حال جلد لوگون سے دریافت کرے اور اسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی النہر وفی البزازیۃ
قال المدیون لحلفہ انہ ما یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ وان نکل خلاہ واقرہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ
مین ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجھکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی نے قسم کھائی تو اوسکو حبس کرے مدعی کی درخواست
سے اور اگر قسم نکھائی تو اسکو چھوڑ دے اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرای لمن لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ مین کہتا
ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اوس قاضی کی رای کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی رای کا کچھ اعتبار نہیں ہے جاننا چاہیے
کہ شارح اسمین قہستانی کا تابع ہوا ہے مین کہتا ہون کہ ایسا امر یعنی مقدار مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں ہے ثم بعد حبسہ
[illegible] لو حالہ مشکلا عند القاضی والا عمل بما ظہر بحر واعتمدہ المصنف پھر مدیون کو حبس کر نیکے بعد بقدر اوس مدت کے جو اوسکی رای مین آوے اگر
اوسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اوسکی نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگون سے اوسکا حال دریافت کرے اور اگر ظاہر ہو تو بموجب
ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسپر اعتماد کیا ہے سال عنہ احتیاطا لا وجوبا من جیرانہ ویکفی عدل بغیبۃ الدائن پھر بعد
حبس اسکا حال اسکے پڑوسیون سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحبین کی نسبت [illegible] اور
[illegible] ضرور نہیں ہے جو اخبار کہ لائق [illegible] اسمین ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر مین [illegible] دو شخصون سے دریافت کرنا احوط ہے
اور کیفیت اخبار یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجون کا سا حال ہے خوراک اور لباس مین اور حال اسکا تنگ ہے اور [illegible] اور اسکا حال ظاہر اور
[illegible] دریافت کیا ہے کذا فی الطحطاوی واما المستور فان وافق قولہ رای القاضی عمل بہ والا لا انفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور
مخفی ہو تو اگر اوس کا قول قاضی کی رای کے موافق ہو تو اوسپر عمل کرے ورنہ نہیں کذا فی انفع المسائل بحثا مع بحر الرائق مین ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول
نہیں ولا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ الا اذا تنازعا فی الیسار والاعسار قہستانی اور شرط نہیں اخبار مین حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادۃ
[illegible] تنگدستی اور کشادہ دستی مین تنازع کرین کذا فی القہستانی ہے یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ کشادہ دست ہے اور مدعا علیہ کہتا ہو کہ تنگدست ہون تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادۃ ضرور ہے اور
اسیطرح خبر واحد [illegible] متنازع مقبول نہیں [illegible] قلت لکنہا بالاعسار للنفی ہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السوال انفع الوسائل فتنبہ مین کہتا ہون لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی
گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ولہذا اوسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی انفع الوسائل سو خبردار ہو جا بحر الرائق مین منقول ہے کہ بینہ شہادات نفی پر نہیں کیونکہ
بعد حبس کے امر حادث ہو تو بینۃ شہادات امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر اور علامہ [illegible] نے کہا کہ [illegible] کرتے ہیں کہ مدعا علیہ ضیق الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں بلکہ
اثبات ہے کذا فی الفتح فان لم یظہر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا پھر اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے بلا ضامن

مگر تین صورتون مین ضامن نہوگا ایک جبکہ یتیم کا مال ہو اور وقف کا مال ہو دوسرے جبکہ حساب دین غائب ہو ھم مفلس بیچونے کی وجہ سے کہ عیش اوسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ بہت دنونکا قید ہوگیا ہو جب ثابت ہو تو اسکو بعد حکم قید کرنا لازم ہی اور مال وقف کو حساب بحر فی قیاس کیا ہو مال یتیم پر اور علماء متاخرین اوسکی تابع ہوگئی ہین قیاس مین کذا فی الخلاصۃ ثم لا یحبسہ ثانیا للاولی الا بینۃ حتی تثبت غرماء غناہ ایضا کذا فی البزازیۃ پھر جب کسی افلاس کے سبب سے حبس سے چھوٹا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نکریگا اول مدعی کی واسطے اور نہ اسکے غیر کے واسطے تاوقتیکہ مدعی اوسکی مالداری ثابت نکرے کذا فی البزازیۃ وفی القنیۃ لو بین الحبوس علی افلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی ان یسئل الدائن ثانیا اور قنیہ مین ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس کے گواہی دی ان سے مدعی نے اسکا چھوڑ دینا بالتماس اس بات کے کہ قاضی اوسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے کہ اوسکی مفلسی پر حکم کر دینا صاحب دین سے پوچھ لے کہ دوسری بار قید نکرا دے ھم شارح نے یہان ایک جملہ قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضروری ہے یعنے صاحب دین قبل مفلسی اوسکا اطلاق چاہے اور محبوس نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ **فرع** مسئلہ شارح کا اخصم الحبوس الدائن وغاب ربہ ترکیب تطویل حبسہ ان علیہ وقدرۃ اسعدہ ۱۲ او کفیلا وخلاہ خانیہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہوگیا تطویل حبس کا ارادہ کرکے اگر قاضی دین کا اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اوسکو یا بدون کسی ضامن کے اوسکو چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ھم ضامن لیے یعنے مال ضامن اور حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ ۱۲ او احضر الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ مین ہو کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہین مگر اوسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اوسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اوسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت مین جائز ہے ھم بشرطیکہ قاضی کو مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ تتمیم ہے چنانچہ ہمنے اوسکے طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ ابیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ مدۃ ضربت لابلاء الاعذار اور اگر کہا اوس شخص نے کہ جسکے محبوس کرنیکا ارادہ ہو کہ مین اپنا اسباب بیچتا ہون اور دین ادا کرتا ہون تو قاضی اوسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت مقرر کرے اور اسکو قید نکرے اسواسطے کہ تین دن آزمایش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہو گئے ہین یعنے اتنے عرصہ مین ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو لہ عقار یحبسہ ای لیبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجئی تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اسکو حبس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اوسکو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اوسپر ہے اگرچہ بہ ثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر مین ولم یخرج عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جائیں مدیون سے اوسکے دین والے بنا بر ظاہر الروایۃ ھم یہہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہی یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دیگا اور اگر ارباب دیون اوسکے ساتھ رہنے کا قصد کرین تو قاضی اونکو نہ روکیگا یہی ظاہر الروایۃ ہی امام سے بخلاف صاحبین امام کی دلیل یہہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہو تا حصول قدرت ایفاء اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اوسکے ساتھ رہین تاکہ وہ غائب نکر جائے کذا فی الطحطاوی فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین والے مدیون مفلس کے ساتھ رہین دن کو نہ رات کو مگر یہہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہین ھم اور نہ لازم ساتھ رہنے مین بہت قول وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود مین ملازمت کرے اور اوسکو جو روکے اوسکے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو دونون وقت کے کہانے سے روکے اور نہ وضو اور حاجت ضروری سے روکے خواہ دائن آپ اوسکے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہہ جائز نہین کہ اسکو دھوپ مین رکھے یا برف پر یا ایسے مکان مین کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویستاجر للمرأۃ امرأۃ تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کے واسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اوسکے ساتھ رہی ھم کذا فی القنیہ **فرع** مسئلہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب الملازمۃ فالخیار للطالب الا اذا علم القاضی بضرر الطالب ھم اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر مین ہے کہ طالب کو اختیار دیا جاویگا مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اوسکے گھر مین نجانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس راجح ہے کذا فی البحر وتمامہ فی البزازیۃ بتفصیل بالنقیض اور بزازیہ مین حاضر ضامن وغیرہ سے اسکو مکلف کیا ہے ھم بزازیہ مین ہے کہ اگر اوسکی ملازمت مین اوسکی روزی جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اوسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللطالب ملازمتہ بلا امر قاض لو مقرا بحقہ اور طالب کو اوسکی ملازمت کا اختیار ہے بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اوسکے حق کا مقر ہو

ولا يقبل برهانه على افلاسه قبل حبسه لقيامها على النفي وصححه عزمي زاده اور مقبول نهین مدیون کے گواه لانا اپنے افلاس پر محبوس هونے سے پہلے
بسبب قائم هونے گواهی کے منفی پر یعنی نفی غنا پر اور عزمی زاده نے اس قول کو صحیح کہا ہے هم بلا تاکید حبس گواهی نفی پر مقبول نهین اسواسطے کہ جب چند مدت
وه محبوس رہا تو ظاهر هو گیا کہ اگر اوسکے پاس مال هوتا تو حبس کی سختی برداشت نہ کرتا اور اس قول کی صاحب نهایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی
عن الهداية وصحح غيره قبولها اور غیر عزمی زاده اور علما نے قبول شهادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے هم اور اسیکا فتوی دیا ہے محمد بن فضل اور اسمٰعیل
بن حماد بن ابی حنیفه اور نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول عليه رأيه كما مر فان علم اعساره قبلها وإلا لا
نهر فليحفظ اور اعتماد معتمد علیه قاضی کی رائے ہے سو اگر قاضی اوسکا افلاس معلوم کرے تو گواهی قبول کرے اور نهین تو نهین کذا فی النهر تو یاد رکھنا چاہیے
وبينة يساره احق من بينة اعساره بالقبول لان اليسار عارض والبينات للاثبات اور گواهی مالداری مدیون کی احق بالقبول ہے اوسکی
افلاس کی گواهی سے اسواسطے کہ مالدار هونا امر عارض ہے اور گواهیان تو اثبات کے واسطے هین نہ نفی کیواسطے هم یعنی اگر طالب گواه لاوے واسطے ثبوت کی مالداری
اور مطلوب گواه لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت مین مالداری کی گواهی احق بالقبول ہے بدلیل گذشته نعم لو بين سبب اعساره وشهدت به تقدمت
لاثباتها امرا عارضا فتح بحثا واعتمده في النهر هان اگر مدیون اپنے مفلس هوجانے کا سبب بیان کرے اور گواه اوسکی گواهی دین تو اب افلاس کی گواهی
مقدم هوگی بسبب ثابت کرنے شهادت مذکور کے امر عارض کو یعنی یہه گواهی اثبات کی هوئی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر نهر الفائق نے اعتماد کیا وفي
القنية ان لم يبينوا مقدار ما يملك قبلت والا لم يمكن قبولها لانها قامت للمحبوس وهو منكر والبينة متى قامت للمنكر لا تقبل اور
قنیه مین ہے کہ اگر شهود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کرین اوس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواهی مقبول هوگی اور اگر مقدار بیان کرین تو اوسکا قبول
کرنا ممکن نهین اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواهی قائم هوئی ہے اور وه منکر ہے اور گواهی جب منکر کے واسطے قائم هو تو مقبول نهین وابد حبس الموسر
لانه جزاء الظلم قلت وسيجيء في الحجر انه يباع ماله لدينه عندهما وبه يفتى وحينئذ فلا يتأبد حبسه فتنبه اور محبوس مالدار کی دائمی
کہا ہے اسواسطے کہ حبس بدلا ہے ظلم کا مین کہتا هون اور کتاب الحجر مین آگے آویگا کہ مدیون کا مال اوسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور
اسی کا فتوی ہے اور اسوقت مین تو اوسکا حبس دائمی نهین رہتا تو خبردار هو جا هم یعنی بموجب قول مفتی بہ مال بیچکر دین ادا کرینگے وه چهوڑ دیا جاویگا پهر دوام
حبس کهان باقی رہا ولا يحبس لما مضى من نفقة زوجته وولده اذا ادعى الفقر وان قضى بها لانها ليست بدل مال ولا لزمته بعقد على ما
مر حتى لو برهنت على يساره حبس بطلبها اور قید نہ کیا جاویگا زوجه اور بیٹے کے نفقه گذشته کیواسطے جب کہ وه اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچه قاضی نے
نفقه دینے کا حکم بھی کر دیا هو اسواسطے محبوس نهوگا کہ نفقه بدل مال نهین اور نہ اسکو لازم هوا ہے بسبب عقد کے چنانچه مذکور هو چکا یہان تک کہ اگر زوجه زوج کی
مالداری پر شهادت سنوا دیگی تو اوسکی درخواست سے حبس هوگا هم خلاصه یہه ہے کہ نفقه واجبه مجتمعه مین حبس نهین درصورت ادعائے فقر مگر اس صورت مین
جب کہ زوجه اوسکی مالداری ثابت کرے کذا فی المنح بل يحبس اذا برهنت على يساره بطلبها كما لو ابى ان ينفق عليها او على اصوله وفروعه
فيحبس لاحيائهم بلکه زوج محبوس هو جب کہ اوسکی مالداری گواهی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچه اگر وه انکار کرے زوجه اور والدین پر خرچ کرنے
سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاوے اون لوگون کے جلانے کے واسطے قلت وهل يحبس لمحرمه لو ابى لم اره وظاهر تقييدهم
لا لكن ما مر من الاشباه لا يضرب المحبوس الا في ثلاث يفيده فليتأمل عند الفتوى مین کہتا هون اور کیا آدمی محبوس هوتا ہے اپنے محرم کے سبب اگر
نفقه دینے سے انکار کرے مین نے اسکی تصریح نهین دیکهی اور ظاهر تقیید فقها سے یہی ہے کہ محبوس نهو یعنی تقیید زوجه اور اصول اور فروع اسکی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقه
نه دینے سے محبوس نهو لیکن جو روایت اشباه سے مذکور هو چکی کہ نه مارا جاوے محبوس مگر تین صورتون مین سو نفقه محبس ہے تو تامل کیجیو فتوی دینے کیوقت هم منجمله صور ثلثه ایک
صورت یہه ہے جب کہ انفاق کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع هین کیونکه اصول اور فروع اقارب مین داخل نهین اور اقارب مین کسیکا نفقه
واجب نهین مگر قرابتدار محرم کا طحطاوی نے کہا ہے کہتا هون کہ عدول جائز نهین قول صریح سے اور اس تقیید کیطرف جو ذکر کی اور نه فوری رجوع وسيجيء حبس الولي

ذکر مسائل استخلاف قاضی

بدَینِ الصغیر اور آنکے آنے کا محبوس ہونا ولی کا صغیر کے دَین سے نہ بر دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہوا و سکے ادا کرنے سے ولی اوسکا انکار کرے تو ولی محبوس ہوگا
کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصلہ وان علا فی دَین فرعہ بل یقضی القاضی دَینہ من عین مالہ او قیمتہ والصحیح عند صاحبیہ بیع عقارہ کمنقولہ
بحر فالمحفظ نہ محبوس ہوگا اصل اگرچہ اوپر کا ہو یعنے دادا پردادا و امردادا اپنے فرع کے دین مین بلکہ قاضی فرع کا دین اصل کے عین مال سے یا اوسکی قیمت سے ادا
کر دیگا اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اوسکی اراضی کی ہے مانند اوسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے حبس اصل اوسواسطے جائز نہین کہ
حبس عقوبت ہے اور والد اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہین ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا بموجب نص قرآنی کے تو حبس تو اوس سے فوق
ہے اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بہی شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنی اصل کے دین مین اور ایک قرابتدار دوسرے قرابتدار کے
دین مین محبوس ہوگا عین مال اصل سے اوسوقت قضاء دین کرے جب کہ شوہر وحق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے ہوگا جب کہ مال موجود اوسکے حق کی جنس سے
نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاض نائبا الا اذا فوض الیہ صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ہہنا
اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت
فان قاضی القضاۃ ہو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اوسوقت جب کہ بادشاہ کیطرف سے اسکو
نائب کرنا مفوض ہوگیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یون کہنا قاضی سے کہ والی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یون کہنا سلطان کا کہ
تجہکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہان قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور مین قاضی نائب کرنیکا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت
مین نائب کرنے اور معزول کرنے دونو کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول مین کہ والی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی
القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیون مین ہر طرح منصوب اور معزول کرنے مین ہم غیر مفوض کو استخلاف مین اختیار نہین اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے
استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہین
کرسکتا تو توقع فساد نیابت قضا مین زیادہ ہے اور اگر قاضی نے نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کیا اور کتابت اقرار کی اجازت ندی اور نہ حکم دینے کی تو اوس
امر کے موافق کرے اور اوسکو حکم دینا جائز نہین اور بزازیہ مین ہے کہ نائب حکم کرے اوس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو
گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی بخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک وغیرہ بخلاف اوس شخص کے
جو مامور ہوا سلطان کیطرف سے جمعہ کی نماز پڑہانیکے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کرسکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنابر دلالت حال کے کذا ذکرہ
ابن ملک وغیرہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اوسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہوجاوے اور یہہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ
ہے آفات اور بیماریون کا تو گویا سلطان نے اوسکو نائب کرنے مین اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہہ ممکن نہین کہ سلطان سے اذن لیا جاوے اسواسطے کہ
جمعہ تاخیر عن الوقت کا محتمل نہین بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بہی مقتضی ہے چنانچہ خطیب
اگر بیمار ہو جاوے یا اوسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے امام جمعہ کو استخلاف اوسوقت جائز
ہے جب کہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہین اسواسطے کہ سماع خطبہ شرط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اوس امام کے جسکا وضو ٹوٹا
اور اوس نے اوسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نتہا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہان بانی ہے نہ مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ درحق اصل موجود ہے
کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ منلا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ وانما ہو فہم فہمہ من بعض العبارات وقد مر فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے
درر مین ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ اوسکی کچہہ اصل نہین ہے تو اوسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجہا ہے اور البتہ یہہ گفتگو جمعہ مین ہوچکی ہے ملا خسرو نے ذکر کیا
کہ خطیب کو استخلاف ابتداءً جائز نہین بلا اذن امام کے یعنی بلا سبق حدث اور درصورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اوس نے بضرورت جائز کہا
اپنی شرح مین کذا فی الطحطاوی نائب القاضی المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل وہو السلطان وحینئذ فلا یملک

ان یعزلہ القاضی بغیر تفویض منہ للعزل ایضا کوکیل وکل وکذا لا ینعزل ایضا بعزلہ ولا بموتہ ولا بموت السلطان بل بعزلہ زیلعی وعینی
وابن ملک وغیرھم فی الوکالۃ واعتمدہ فی الدرر والملتقی وفی البزازیۃ وعلیہ الفتوی وتمامہ فی الاشباہ وفی فتاوی المصنف وھذا ھو
المعتمد فی المذھب لا ما ذکرہ ابن الغرس لمخالفتہ للمذھب اوس قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہے نہ معزول کرنا وہ نائب درحقیقت یعنی
سلطان کیطرف سے ہے اور اسوقت میں تو قاضی اوسکے معزول کرنیکا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزول کرنیکا بھی مانند اوس وکیل کے جسنے وکیل کیا ہو نیکو
یعنی باذن موکل کہ وہ معزول نہیں ہوتا اوسکے عزل سے اوسیطرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنے سے اور اوسکی موت سے اور نہ سلطان
کی موت سے بلکہ نائب مذکور سلطان کے معزول کرنیسے معزول ہوتا ہے چنانچہ زیلعی اور عینی اور ابن ملک نے کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے اور درر اور ملتقی میں
اوسپر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاوی میں ہے اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن
غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے منقول کے واسطے مذہب کے ھ ابن غرس نے فوائد میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہوتا ہے قاضی کی
معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی عن المنح ونائب غیرہ ای غیر المفوض لہ ان قضی عندہ او فی غیبتہ واجازہ القاضی صح قضاؤہ لو اھلا
بل لو قضی فضولی او ہو فی غیر نوبتہ واجازہ جاز لان المقصود حصول رایہ بحر قال وبہ علم دخول الفضولی فی القضاء اور غیر قاضی
مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا سلطان کیطرف سے مفوض نہیں اوسکا نائب اگر فیصلہ کرے اوس قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اوسکو
جائز کہے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اہل ہو قضا کا یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ
کرے اور بعد قاضی ہونیکے اوسکو جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے کہ مطلب تو اوسکی رای حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب
بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الاشباہ والمنظومۃ المحبیۃ لو فوض لعبد فعتق فلہ القضاء
بتلک التولیۃ ولو حکم بقضیۃ لم ینفذ ولو عتق نقضی بخلاف صبی بلغ اشباہ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اوس
غیر شخص کو جدید لیاقت قضا کرنا ہے تو نیابۃ تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام بکور آزاد ہوا پھر اوسنے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے
جو بالغ ہوا ھ صاحب اشباہ نے احکام صبیان میں بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر نابالغ ہو پھر جب کہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور حاشیہ
قاضی کا ذکر نہیں کیا مگر عموم الوالی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی واذا رفع الیہ حکم قاض اخر حکم ودخل المیت والمعزول الحنفی
لرایہ لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فیعم فافھم امر قید اتفاقی اذ حکمہ بعد قبلہ ذلک کذا لابن کمال نفذہ ای الزم الحکم والعمل
بمقتضاہ اور جب کہ مرافعہ ہو قاضی کیطرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اسکو نافذ کرے اور اوسکے حکم کو اور عمل بمقتضاء حکم کو لازم کردے یعنی اپنے حکم ہو چکے
حکم کو نافذ اور لازم کرنے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہو گیا
اسواسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہو گا جمیع انواع مذکورہ کو سو اسکو سمجھے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ خود اوس
قاضی کا حکم قبل اسکے اپنے قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہئے کذا ذکرہ ابن کمال ھ محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اوسکے حکم کا مرافعہ
ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التحکیم میں
آویگا اور عموم قاضی میں اہل بدعت کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل عدل اوسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو تتارخانیہ میں مفتی
سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اسکو رد نہیں کر سکتا اور اگر ثانی نے رد کر دیا تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری
کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی لو مجتہدا فیہ عالما باختلاف الفقہاء فیہ فلو لم یعلم لم یجز قضاؤہ ولا یمضیہ الثانی فی ظاہر
المذھب بحر وعینی وابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو
اور قاضی جانتا ہو کہ اسمیں فقہا یعنی مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نے یہ نہ جانا تھا کہ اختلاف مجتہدین کا ہے تو اوسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری

کرتو ظاہر مذہب مین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال ثم خلاصہ مقام یہہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہا ہوگیا تو دوسرے قاضی پر اوسکی تنفیذ واجب ہے یہہ صورتین ہے جبکہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اوسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو امام سے دو روایتین ہین یعنے تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اوسکا حکم نافذ نہ ہے اسواسطے کہ اوس نے اوسکا حکم کیا جو خود اوسکے نزدیک خطا ہے اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی نے کہا یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے قنیہ مین ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہین اسواسطے کہ جو اپنا مذہب عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اوس کی تقلید نہین کی مگر اوسکے مذہب کی حجت سے نہ اوسکے غیر کے مذہب سے اور یہہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسی واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابو حنیفہ کے مذہب پر فیصلہ حکم کرے اور وہ خلاف نہین کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اوسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہین مگر امام کے نزدیک خود اوس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی ما فی البزازیۃ اور جو فتح القدیر مین ہے وہی قول معتمد علیہ مذہب مین ہے اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہہ ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اوس قاضی مجتہد کے ہے جس نے نسیاناً اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اوسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولے نافذ نہوگی کذا فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے یہی منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الخلاصۃ ویفتی بخلافہ وکانہ تیسیراً فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہے کہ خلاف اوسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم خلاف اوسکے فتوی دیا گیا ہے یعنی قضا علی المخالف نافذ ہے خواہ قاضی اوس مسئلہ مین اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فواکہ بدریہ مین ہے مین کہتا ہون لائق یہہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نہ ٹھہرایا جائے خصوصاً ہمارے زمانہ مین اسواسطے کہ ہمارے زمانہ کے قاضیون کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جائیکہ علم مذاہب بقیہ مجتہدین پھر اوس نے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہے یعنے جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا مہمل ہے اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر یعنے بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر ثم حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہے الزم کا یعنے قاضی حکم کو لازم کرلے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اوسکے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ ظرف مذکور کو متعلق کرے قول ماتن نفذ حکمہ سے تاکہ ضمیر کی طرف راجع ہو یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اوس وقت نافذ کرے جب کہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور حضور شہود اصل شرط نہین بلکہ اثبات قضا قاضی کافی ہے بزازیہ مین ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مرگیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضائے اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اوس سے مال دلا دے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہوا ہو اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اوسکے نسب کا انتہی قولہ کان قاضیاً فیہ لکن حکم بمذہبہ لا بغیرہ اور اگر ایسا نہین تو یہہ افتا ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اسکے کذا فی البحر ثم حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہے بقرینہ قولہ کان افتاء اور یہہ اسواسطے کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کے طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہو انتہی خلاصہ مطلب یہہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہہ افتا ہے یعنی طلب فتوی ہے نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل مضمون طحطاوی یہہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتا تھا نہ قضا

تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وَسَيَجِيءُ اٰخِرَ الْكِتَابِ وَاَنَّهٗ اِذَا ارْتَابَ فِيْ حُكْمِ الْاَوَّلِ لَهٗ طَلَبُ شُهُوْدِ الْاَصْلِ اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی مین قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہہ پڑے قاضی اول کے حکم مین تو اوسکو اختیار ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہو کذا فی الحلبی قَالَ وَبِهٖ يُعْرَفُ اَنَّ تَنْفِيْذَ زَمَانِنَا لَا يُعْتَبَرُ لِتَرْكِ مَا ذُكِرَ صاحب بحر نے کہا اور اوس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ کی تنفیذات معتبر نہین بسبب ترک کرنے اوس چیز کے جو مذکور ہو چکی ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اسواسطے معتبر نہین کہ بلا دعوی اور بلا حادثہ وہ جاری کر دیا اسطرح کہ صاحب واقعہ گزرا ہو گذرانتا ہے فلانے قاضی کے حکم پر تا قاضی ثانی اوسکو لکھدیوے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اوس نے اوسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق مین ہے مین کہتا ہون اور کبھی یہہ لکھدیا جاتا ہے قاضی اول کے ثبوت پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وَقَدْ تَعَارَفُوْا فِيْ زَمَانِنَا الْقَضَاءَ بِالْمُوْجِبِ اور البتہ رائج ہو گیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیون مین قضا بالموجب یعنی موجب پر حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن غرس سے تو مزید توضیح کے واسطے اصل سے نقل کرنا چاہئے ابن غرس نے فواکہ بدریہ مین کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف مین معروف نہین سلف مین تو صریح فیصلہ ہوتے تھے مثلا یون کہتے تھے کہ فلانے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے کا یا تسلیم مبیعہ کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلک اور اسطرح حکم کرنا ہی اصل ہے اس باب مین پھر قضا بالموجب متعارف ہو گئی تو شیوع اور آسانی کے واسطے پھر تو یہہ ہوگی کہ یہان تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب کے لفظ سے حکم کرتا ہے اگر اوس سے پوچھا جاوے تو اگاہ نہین رہ کہتا ہے کہ مینے حکم بالموجب کیا لیکن مطلقا موجب لغت مین کہتے ہین جسکو کوئی شے واجب کرے اور اسکو مقتضی ہو اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنِ الْمَعْنَى الْمُتَعَلِّقِ بِمَا اُضِيْفَ اِلَيْهِ فِيْ ظَنِّ الْقَاضِيْ شَرْعًا مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ يَقْتَضِيْهِ ہم اور موجب عبارت ہے ایسے متعلق بالعقد سے جو عقد کہ شرعاً مضاف اور منسوب ہے موجب کیطرف قاضی کے ظن مین جس حیثیت سے کہ قاضی اوسکا حکم کرتا ہے مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اوسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت مین مقتضائے بیع ہے یعنی خارج ہونا مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اوسکا مشتری کی ملک مین اور لزوم تسلیم مبیع اور تسلیم ثمن اور مثل ثمن الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمہ تو یہہ معنی حکم ہے جو مضاف اور منسوب ہے بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے ظن مین شرعاً وہی موجب ہے یہان اور اسکو عقد بیع مقتضی ہوا اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اسواسطے کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہین اور قاضیکو اوسکا دھیان بھی نہین تو یہہ موجب متعلق الحکم نہوا اس راہ سے کہ قاضی نے اوسکا بھی حکم کر دیا فتامل کذا فی الطحطاوی فَاِذَا حَكَمَ حَنَفِيٌّ بِمُوْجَبِ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ كَانَ مَعْنَاهُ الْحُكْمَ بِبُطْلَانِ الْبَيْعِ سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اوسکا حکم ہے بطلان بیع کا ہم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اون مین تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اس بیع کے موجب کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہہ ہوگا کہ یہہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت مین وہ معنے ہین جو اس بیع محکوم بہ کے طرف مضاف ہے شرعاً قاضی کے ظن مین یعنے اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی وَلَوْ قَالَ الْمُوَثِّقُ وَحَكَمَ بِمُقْتَضَاهُ لَا يَصِحُّ لِاَنَّ الشَّيْءَ لَا يَقْتَضِيْ بُطْلَانَ نَفْسِهٖ اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شے اپنی ذات کے باطل ہونیکو مقتضی نہین ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موثق یون کہے کہ مین نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہین حنفی کے نزدیک تو یہہ حکم لغو ہے پس اگر یہہ مقدمہ بعد اوسکے شافعی کے پاس پیش ہوا تو قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دیسکتا ہے اور حنفی قاضی نے جو کیا وہ حکم شافعیکو مانع نہین ہوسکتا ہے اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہو تو مقتضائے بیع مدبر پر حکم متوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضا ہی نہین اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وَبِهٖ ظَهَرَ اَنَّ الْحُكْمَ بِالْمُوْجِبِ اَعَمُّ مِنْهُ بِالْمُقْتَضٰى ہم اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا بخطہ الزہر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس نے فواکہ مین کہا لازم یہہ آتا ہے کہ بیان حکم مین موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کے قضا کی بعض صورتون مین چنانچہ بیع المدبر کی

صورت مین انہو اور موجب اور مقتضا مجتمع ہوجاتے ہین بیع صحیح کی قضا بالموجب مین چنانچہ اول مذکور ہوچکا تو اکہ بحر مین کہا حاصل یہہ ہے کہ موجب وہان مقتضا کی ساتہہ صادق آتا ہے اور بدون مقتضا بہی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہے فلہذا متبادر ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت ہے الی آخر ما قال کذا فی الطحطاوی الا ما عری عن دلیل مجمع درصورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معارض ہو دلیل سے تو اسکو جاری نکرے کذا فی المجمع ہم صاحب مجمع نے اسکو بعد کتاب اللہ اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا معارض الدلیل کی ایک صورت یہہ ہے کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جب کہ چند سال صاحب دین مطالبہ نکرے کذا فی الطحطاوی او خالف کتابا لم یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنے قضا بلزوم حل متروک التسمیۃ عمدا ہم سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق تہے در بیان کرنا چاہو کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیہ عمدا حلال ہے اوسکا کہانا اور بیع اوسکی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمدا حلال نہین نہ اوسکی بیع صحیح ہے بدلیل آیت قرآنی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی اور نکہاؤ اوس جانور کو جسپر اللہ کا نام نہین لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ مین ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہین لہذا اگر شافعی قاضی نے اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اوسکو باطل کریگا جاری نکریگا او سنۃ مشہورۃ کتحلیل بلا وطی لمخالفتہ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے (حلال کرنا زوج اول کو) بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہے ہم سعید بن مسیب کا یہہ مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثہ بمجرد نکاح محلل حلال ہوجاتی ہے بدون اوسکی وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اوسکو نافذ نکرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے اور یہی حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا او اجماعا کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ وکبیع ام الولد علی الاظہر وقیل ینفذ علی الاصح انتہی یا مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع صحابہ کرام کے اوسکے فساد پر اور جیسے ام الولد کی بیع بنا بر قول اظہر اور بعضون نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہے بر قول اصح ہم داؤد ظاہری کا یہہ مذہب ہے کہ ام ولد کی بیع صحیح ہے تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہوگا اور یہی بر قول [illegible] ہے اور یہی قول ہے محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہے اور شیخین کا یہہ مذہب ہے کہ قضا مذکور نافذ ہے کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نآوے اور فتح القدیر مین ہے کہ قضا مذکور دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر موقوف ہے بدائع مین ہے کہ اگر قاضی ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہوگیا تو جاری نکرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی ومن ذلک ما لو قضی بشاہد ویمین المدعی لمخالفتہ الحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے یہہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کیا بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اوسپر ہین جو دعوی کرے اور قسم اوسپر ہے جو منکر ہو او بقصاص بیمین الولی واحدا من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب قسم کہانے ولی مقتول کے ایک شخص اہل محلہ سے ہم بعض علما نے کہا کہ یہہ مالکیہ اور شافعی کا قول قدیم ہے کہ جب مدعا علیہ مین اور مقتول مین عداوت ظاہر ہو اور اسکی عداوت بغیر مدعا علیہ معلوم نہو اور شہر یا مدعا علیہ محلہ مین موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم ولی مقتول سے اوسکے دعوی پر لیکر جب وہ قسم کہائے تو اوسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے نزدیک [illegible] ہے اور قسامہ ہے تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اوسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہہ قضا مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ او بصحۃ نکاح المتعۃ والموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نکرے او بصحۃ بیع عبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نکرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا اسمین ہمارے اصحاب سے کچھ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول ہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہہ قضا فصل مجتہد فیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحۃ طلاق الدائر وبقاء النکاح [illegible] یا تا بہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقاء نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین او قضاء عبد او صبی او طفل

[illegible marginal notes]

اور قضا غلام اور صبی کی مطلقا نافذ نہین یعنی خواہ حر پر حکم کرین یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر پر کذا فی الحلبی و قضاء الکافر علی مسلم ابدًا و ینفذ فی ذلک
کالتفریق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ لا ینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور نافذ اوسکے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی
کی گواہی سے نافذ نہین ہوا قضا کے جمیع مسائل مذکورہ مین وعدّ منہا فی الاشباہ نیفا و اربعین اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے اشباہ مین چالیس اور چند
مسائل شمار کئے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ مین بطریق حصر کے مذکور نہین ہم نے کہا اور جن مسائل مین قضاء قاضی منقوض ہوتی
ہو اونکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور فتح القدیر مین ہے جسکا جی چاہے وہ کتب مذکورہ کیطرف مراجعت کرے و ذکر فی
الدلیل ما لا ینفذ سبعۃ عشر منہا ما لو قضت المرأۃ بالحد او بالقود سیجئ متنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحًا اور درر مین قضاء نافذ کی سات صورتین
مذکور کین اور مین سوا ایک صورت مشہور ہو کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ متن مین آویگا کتاب القاضی الی القاضی مین اوسکے برخلاف جسکو مصنف
نے شرح مین ذکر کیا ہم کہتے ہین در قول مین خانیہ مین نفاذ مذکور ہے اور بزدوی نے تفنا جامع کے مقدمہ مین عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی و الاصل ان
القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ قضا صحیح ہی
موضع اختلاف مین نہ موضع خلاف مین اور اختلاف اور خلاف مین فرق یہ ہے کہ اختلاف کیواسطے دلیل ثابت ہی تو خلاف کے واسطے ہم یہ تفرقہ عرفیہ ہی والا
فقد قال تعالی وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب اور حالانکہ اہل کتاب کے واسطے کچہ دلیل نہین اور مراد شارح
یہ ہی کہ موضع خلاف مین کوئی دلیل صحیح نہین مخالف کی نظر مین والا اوسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہم کذا فی الطحطاوی وہل اختلاف الشافعی
معتبر الاصح نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہہ ہی کہ ہان معتبر ہے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ میں ہے
ہدایہ مین کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہہ ہی کہ یہہ شرط نہین تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لا یدخل تحت القضاء
بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہین یعنے اوس سے کوئی حکم متعلق نہین بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہی اور اوسکی تاریخ
معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہی اعتبار تاریخ مین کذا فی الطحطاوی فلو برہن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برہنت امرأۃ ان المیت نکحہا بعد ذلک
الیوم یقضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پہر کوئی عورت گواہ لائی کہ میت مذکور نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو ثبوت نکاح کا
حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث اوس کے ساتھہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہین اور استحقاق میراث بسبب ثبوت
علی الموت نہی ہوا اور تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہو گئی لہذا دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونون گواہون
پر عمل ممکن ہے ولو برہن علی قتلہ فیہ فبرہنت ان المقتول نکحہا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پہر عورت گواہ لائی
کہ مقتول نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اوسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا
جمیع العقود والمداینات اور اسیطرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات ہین ہم عقود جیسے بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہ اور مداینات جیسے قرض
اور ودیعہ استہلاک جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہی تعلق قضا مین کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجیۃ التی معہا ولد فانہ تقبل بینتہا
بتاریخ متاخر لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اوس زوجہ کے مسئلے مین جسکے ساتھہ لڑکا ہے اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے
اوس تاریخ کے ساتھہ جو متاخر ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اوسکی دلوالجیہ مین یون ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا
کہ اوس نے اوسکے باپ کو عمدًا اوراسی قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور مین اوسکا وارث ہون کوئی اوسکا وارث نہین سوا میرے اور اس دعوے کو گواہون سے
ثابت کیا پہر ایک عورت آئی اور اوسکے ساتھہ ایک لڑکا ہے سو اوس نے گواہی قائم کی اس پر کہ پندرہ برس گذرے کہ اوس مدعی کے باپ نے مجھہ سے نکاح کیا اور یہہ
لڑکا اوس کا ہے اور اوسکا وارث ہے پاس بیٹے کے ساتھہ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین یہہ مستحسن جانتا ہون کہ عورت کے گواہون کو جائز رکہون اور ولد کا
ثابت النسب کہون اور قتل کے گواہون کو باطل کردون اور یہہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب سے ہو اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا

ساتھ نہ لادی تو ابن مدعی کے گواہ مقبول ہونگے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی المحیط واستثنیٰ مشائخنا من الاصل مسائل
منها اذا ادعیا میراثا فلا یستحقها تاریخا اور اشباہ کے محشیوں نے مستثنیٰ کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنے یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ
کہ دو شخصوں نے ایک چیز میں میراث کا دعویٰ کیا تو میراث اوسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق ہے ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے میں نے اسکو اپنے باپ
سے میراث میں پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے میں ہے تو یہاں تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں نے تاریخ مذکور نکی یا دونوں نے ایک ہی
تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونوں میں نصفا نصف ہوگی کذا فی المحیط برهن الوکیل علی وکالته وحکم بها فادعی المطلوب موت الطالب قبل الدفع
قبض و بیع کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر یوں مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعویٰ کیا یعنی طالب مرگیا بعد
توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنے وکیل اب مطالبہ نہیں کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبض باقی نہیں ہے منها طوطا وصی کہسا
یہان حکم کہان ہے جو کہیں کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں ہے تو فقط دفع ہے دعویٰ کا برهن انه اشتراها من ابیه منذ سنة وبرهن ذو الید
علی موته منذ سنتین لم تقبل وقیل تقبل مدعی گواہ لایا کہ اوس نے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر
دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی ہم استثنا بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قنیہ میں ہے کہ
یہی قول صواب ہے کذا فی المحیط ویتفرع ان القضاء بالبینة عبارة عن دفع النزاع والموت من حیث انه موت لیس محلا للنزاع لیرتفع باثباته
بخلاف القتل فانه من حیث هو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اوسکا یعنے موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینہ عبارت ہے رفع
نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت ہو کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منعقد ہی موت سے
پہلے تو جسوقت کہ موت ہوگی مال اوسکا وارث پاویگا بلاخصومت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں ہم اعتبار سے میں کہتا
ہوں کہ محمد نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی حق لازم نہیں تو یہ اس اجمال کی شرح ہے کہ قتل لا محالہ
نہیں قصاص یا دیت ہے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخر میں چنانچہ مسئلہ سابقہ میں مذکور ہوچکا اسقاط ہے اوسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ
یہ نہیں ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق میں پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق
اعتبار کے نہوں گے بوجہ تضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہاں عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسلئے
کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجیت کے ساتھ جسطرح حالت انفراد میں وارث ہوتا ہے تو دونوں گواہیوں میں درباب ارث تعارض نہوا اور نہ اوسکے اسقاط اور اثبات
میں لہذا عورت کے گواہ یہاں مقبول ہوئے کذا فی المحیط وینفذ القضاء بشهادة الزور ظاهرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی پر ظاہر اور
باطن میں ہمارے امام کے نزدیک اگرچہ بوجہ سبب معین دعویٰ کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں کذا
فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً شخص نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت پر ہے کہ اپنی ذات
اوسکو تسلیم کرے کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے
اسواسطے کہ رجال غلام ہیں اللہ تعالے کے اور نساء لونڈیاں ہیں اور مولیٰ کو ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکون کے نکاح میں اور ولایت اللہ تعالیٰ
کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتوں پر کذا فی المحیط اور یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا
عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورهم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہوں کے
کذب کو نجانتا ہو ہم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی
کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی المحیط فی العقود کبیع ونکاح
والفسوخ کاقالة وطلاق لقول علی رضی اللہ عنه شاهداک زوجاک قضا بشهادت زور نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ میں

سلہ اور ایک نسخہ میں بعد رضی اللہ عنہ کے لفظ الزوج ہے یعنی جیسا ارشاد کیا گیا ... ۱۲

مانند اقالہ اور طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا ہے امام کی دلیل ہے جو مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اسپر قائم کیے تو آپ نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجیے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہوجاتا آپ کی قضا سے تو آپ بھی نکاح سے امتناع کرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اسمین دونوں کا محفوظ رہنا ہوتا زنا سے اور شہود بلاشبہہ کاذب تھے بدلیل لفظ مذکورہ کذا فی الدرر بیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے غیر پر دعویٰ کیا کہ اسنے اس لونڈی کو اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہہ حکم نافذ ہے باطن میں بھی امام کے نزدیک اور اسکو اسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق مثلث کا دعویٰ کیا اور شہود زور قائم کیے اور قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہیں زوج ثانی کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقة الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اسکو طلاق نہیں دی یا حالانکہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو حقیقت حال نجانتا ہو اسطرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیریة اگر تو کہے کہ امام کا مذہب بہت مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنے شہادت کاذبہ کیونکر سبب امر کی حلت کا ہوا اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھیرایا بلکہ قاضی نے بسبب نفوذ حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنے درصورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہوا ہے اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہے شہادت پر اور اسکے نزدیک شہادت حق ہے بنابر عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مرتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کے جانب سے کذا فی التلویح و… تبصرہ اور امام کی قوی تر دلیل تحریم بالقضا سے یہہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو ظاہر میں اور اسی تو نافذ ہو ظاہر اور باطن میں تو تفریق باطن میں … بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہے حق تعالیٰ کے جانب سے کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلاثة ظاهرا فقط وعليه الفتوى شرنبلالية عن البرهان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلاثہ نے کہا کہ قضا بشہادت زور فقط ظاہر میں نافذ ہو اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان یعنی قضا بشہادت زور ظاہر میں نافذ ہے نہ باطن میں … شہادت زور ظاہر میں حجت ہے نہ باطن میں تو قضا بھی اسیطرح فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کہستانی میں حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن … بحر الرائق و فتح القدیر سے ہے کہ قول ابو حنیفہ ہو الوجہ یعنی قوی ہے کذا فی الطحطاوی وبقيد الاملاك المرسلة اى المطلقة عن ذكر سبب الملك فظاهرا فقط اجماعا لأنه … انشاء املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جو ذکر سبب سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بالاجماع بسبب ازدحام اسباب کے ہے یعنی املاک مرسلہ عقود و فسوخ کی مخالف ہین کہ یہہ ظاہر ہی میں نافذ قضا نافذ ہو وجہ یہی ہے کہ مثلاً نکاح میں نکاح مقدم ہوجاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا پھر دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب ضرور ہے اور بعض سبب لائق نہیں بعض سے بسبب ازدحام اسباب ملک تو یہان اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہیں بطریق اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ نہوئی تو مقضی لہ کو وطی اور اکل وغیرہ حلال نہیں اور مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں کریگا تو لوگ اسکو نسبت بفسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی عن الولوالجية حتى لو ذكر سببا معينا فعلى الخلاف ان كان سببا يمكن انشاءه تو اگر املاک میں سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جس کا انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ہے یعنی اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ فلانی چیز میری ملک ہے بسبب بیع کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی میں نافذ ہوگی نہ باطن میں (و) الا لا يمكن انشاؤه كالارث اور اگر ایسا سبب مدعی نے مذکور نہیں کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن میں کہ اسے الطحطاوی نافذ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہے لیکن ایسا سبب نہیں ہے جسکو قاضی انشا کرسکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اس بات پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہوسکے طحطاوی نے کہا بدائع میں ہے کہ میراث اور … ملک … دونوں برابر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں انتہی دیکھو لو كانت المرأة محرمة بنسب …

اور رد کرد تو وکذا لو علم القاضی بکذب الشہود حیث لا ینفذ اصلا کما لو قضاء بالیمین الکاذبۃ بزیلعی و نکاح الفتح اور چنانچہ اگر عورت محرم یعنی محرم
ہو حرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہا کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہوں کی دروغگوئی سے واقف ہو جاوے کہ وہاں ہم بالاتفاق نافذ نہوگی یعنی کسی قسم کی قضا
سے نہ کذا فی الزیلعی و نکاح فتح القدیر ہم پہر یہہ تہا کہ عورت محرمہ اور عالم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا ارث کے ساتھ تمثیل نہ دیتا کیونکہ دونوں
صورتوں میں اصلا قضا نافذ نہیں نہ ظاہر میں نہ باطن میں بخلاف ارث کے کہ اسمیں فقط باطن میں نافذ نہیں ہوتی کاذب کی یہہ صورت ہے کہ اگر زن نے دعوی کیا کہ
زوج نے اسکو مطلقہ کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اسکا منکر ہے تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اوسنے قسم کہائی انکار پر اور عورت جانتی ہے کہ بلا شبہہ
طلاق واقع ہوئی تو اوسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اوسکی میراث لینا اوسکو درست ہے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اوسکی وطی حلال نہیں
اجماعا کذا فی العطایا کے وطی کے واسطے حلال نہیں کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمین کاذبہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف
رأیہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع ووقایۃ وملتقی وقیل بالنفاذ یفتی
قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں برخلاف اپنی رای کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال تو نافذ نہوگا مطلقا بہول کر نہ عمدا صاحبین اور
ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور یہی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایۃ والملتقی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری میں کافی سے فتوی
منقول ہے کذا فی العطایا وہم یہہ مسئلہ عنقریب شرح مذکور ہو چکا وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتہدا کالحنفیۃ زماننا بخلاف
مذہبہ عامدا لا ینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانہ کے قاضی حنفی المذہب
اوسنے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھکر تو حکم مذکور نافذ نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح اپنا مذہب بھولکر حکم نافذ نہوگا صاحبین کے نزدیک
ہم حکم خلاف مذہب حنفیہ کے یعنی شافعی یا مالکی حکم کر دیا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی ابو یوسف محمد وغیرہما امام کے شاگرد کے قول پر حکم کر دیا
تو یہہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ … جب کہ قاضی کو حکم بمذہب امام کی تقلید نہ واقع ہوئی ہو ورنہ وہ معزول ہو جاویگا کذا
فی العطایا ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب
کے ساتھ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے میں تقلید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہوگی کیونکہ قاضی اسکے معزول حکم مخالف مذہب سے ہو گیا انتہی
وقد قلت بیت الوہبانیۃ فقلت … ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ ما مر اصلا لا یسطر اور البتہ یہہ متغیر کر دیا وہبانیہ
کی بیت کو سو یوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو پہلا صحیح نہیں نہ عمدا نہ ساہیا … قلت واما امر الامیر فہی …
فصل لا تجتہد افیہ نفذ امرہ کما قدمناہ عن سیر التتارخانیۃ وغیرہا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور امیر کا حکم تو جب کہ وہ مسئلہ مجتہد فیہ ہوگا تو امر اسکا
نافذ ہوگا چنانچہ ہمنے سیر تاتارخانیہ وغیرہ سے … تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے لا یقضی علی غائب الا اذا ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی
بہ بحر … حکم دیا جاوے کسی شخص غائب غیر حاضر پر … واسطے … غائب کی … اور منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ ہی نہیں قول
مفتی بہ کذا فی البحر … امام شافعی اور مالک اور … غائب پر حکم کرنا جائز ہے دلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر …
اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کرکے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نکر جب تک دوسرے سے نہ سن لینا جیسا اول سے سنا اور … اور طیالسی اور حاکم نے بہی
روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم ہونا حکم کا مانع ہے اور یہہ ثابت ہی خصم کے غائب ہونے سے یا اوسکے نائب کے غائب
ہونے سے اور ہمواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن سے شہادت کے اور اسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے
معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی فتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہیں
مگر اوسکے نائب کے حضور میں نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور اوسکا وصی اور متولی وقف کا خصم

وکیل خصومت اور دعویکا ہو خواہ حکم کے واسطے اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سوا وسنے کسیکو وکیل مقرر کیا تا اوسپر حکم ہو قنیہ مین ہے اقامت
بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور موکل او سکا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت بینہ ہوئی سو وہ مرگیا اور وارث اسکا حاضر ہوا یا ایک وارث پر
اقامت ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا تو بینہ مذکورہ سے اوسپر حکم ہوگا جو حاضر ہے انتہی اور وصی سے یہ وہ وصی مراد ہے جو میت کے
طرف سے ہو نہ قاضی کے طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہو کذا فی البحر اور افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی
الغائب والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرۃ وکیلہ وبحضرۃ وصیہ جامع
الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثناء کرنے سے یہہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل
مین یون لکھے کہ مین نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان
احد الورثۃ کذلک ینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین واجنبی بیدہ مال الیتیم وبعض الموقوف علیہم ای لو الوقف
ثابتا کما فی البحر اور مصنف نے کاف تشبیہ سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف مین منحصر نہین اسواسطے کہ ایکشخص
وارثون مین سے اسیطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثون کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکون مین سے ایک شریک خصم ہوجاتا ہے دوسرے شریک کیطرف سے
اور اسیطرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ مین یتیم کا مال ہے خصم ہوجاتا ہے یتیم کے جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے اونمین سے ایکدوسرے کا نائب ہوجاتا ہے یعنی اگر
وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف مین مذکور ہوچکا اوفائبہ شرعا کوصی نصبہ القاضی وخرج المسخر کما سیجیٔ یا قضا جائز ہے غائب پر اوسکے
شرعا نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اوسکا ذکر آویگا ہم مسخر وہ ہے کہ قاضی
ایک وکیل قائم کرے غائب کیطرف سے تا وہ مدعی کا دعوے سنے کذا فی الطحطاوی عن البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالۃ فلو شری
امۃ ثم ادعی ان مولاہا زوجہا من فلان الغائب واراد ردہا بعیب التزوج لم یقبل لاحتمال انہ طلقہا وزال العیب ابن کمال او یدعی
علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اوسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرحپر کہ جو دعوے کیا جاے غائب پر وہی لامحالہ بلا احتمال سبب ہے اس دعوے کا جو شخص حاضر پر دعوے کیا
جاے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی کی پھر لونڈی کے مالک پر یہہ دعوے کیا کہ اوسنے لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کردیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو
پھیر دے منکوحہ ہونیکے عیب سے تو دعوی اوسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اوسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہوگیا ہو کذا صرح ابن کمال
ہم شارح نے یہہ تفریع کی لامحالہ کی قید زیادہ کرنیسے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب اور علے
المرۓ کا سبب قطعی نہ ٹہیرا انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرہن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب
فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب الملکیۃ
لا محالۃ اس کی مثال سبب لامحالہ کی چنانچہ دعوے کیا اوس گہر کا جو ایک مرد کے قبضہ مین ہے اور مدعی قابض پر اسبات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اوس گہر کو فلانے شخص غائب
سے خریدکیا پہر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بہی ہوجائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ
خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لامحالہ قطعا ہم اس صورت مین ادعا علی الغائب یعنی شراء دار سبب ہے لازمی ادعا علی الحاضر کا یعنے مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے
خرید کرنا سبب ہے ملک کا لامحالہ یعنے بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکملیۃ ولہ صور کثیرۃ ذکرہا فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب کی نیابت
حکمی کی بہت صورتین ہین اونمین سے مجتبی مین اونتیس صورتین مذکور ہین ہم از انجملہ یہہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اوسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے
اور یہہ شخص حاضر اوسکا ضامن ہے اوسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونون پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہا تو غائب پر حکم نہوگا اور از انجملہ
یہہ ہے کہ مدعی نے دعوے کیا حاضر پر کہ تونے خرید کیا یہہ گہر فلانے غائب سے اور مین اوسکا شفیع ہون اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اور مکی
خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اوس سے خریدکرنیکا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور از انجملہ مسئلہ ذیل ہے اور از انجملہ اثبات حقوق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو

شامل ذکر کریگا کذا فی الطحطاوی عن النہر عن المجتبی ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطا لما یدعیه علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ
انه علق عتقه بتطلیق زوجة زید وبرھن علی التطلیق بغیبة زید لا یقبل فی الاصح اذا کان فیه ابطال حق الغائب فلو
لم یکن کما اذا علق طلاق امرأته بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوی کیا جای غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس دعوی کی
جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے
طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جب کہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین
تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے
تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنے زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونیمین ھم قہستانی نے شرط مین ... اشارہ
ہو اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہ ہے کہ سبب اصل سے نسبت سببیت حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور
ایسا نہین جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت اثبات شرط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا فی صدر الشریعة ومن حیل اثبات العتق علی
الغائب ان یدعی المشهود علیه ان الشاهد عبد فلان فبرھن المدعی ان مالکه الغائب اعتقه تقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے
حیلون مین سے ایک حیلہ یہ ہے کہ مشہود علیہ یعنی مدعا علیہ یہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اوسکے مالک غائب نے اوسکو
آزاد کر دیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلة الکفالة بمهرها معلقة بطلاقها اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کی مہر کی کفالت کا
معلق بطلاق عورت ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تونے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیرے مہر کا ضامن ہون جو
زوج پر ہے سو اوسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو اوسنے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہاں سے
ختم تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر مین غائب کیواسطے جانیکا ہے لیکن
مین ہو کہ باوجود اسکے اگر قاضی نے اسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے ودعوی کفالته بنفقة العدة معلقة بالطلاق اور نفقہ
عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تونے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین نفقۂ عدت کا
ضامن ہون سو اوسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف
ومن اراد ان لا یزنی فحیلته ما فی دعوی البزازیة ادعی علیها ان زوجها الغائب طلقها وانقضت عدتها وتزوجها فاقرت بزوجیة
الغائب وانکرت طلاقه فبرھن علیها بالطلاق یقضی علیها انها زوجة الحاضر ولا یحتاج الی اعادة البینة اذا حضر الغائب اور جو شخص
ارادہ کرے کہ زنا نکرے تو اوسکا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہے کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اوسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی
عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اوس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اوسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر گواہ
طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادہ شہادت کی حاجت نہوگی جب کہ شخص غائب حاضر ہوگا ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر
یہ دعوی مین صحت ہے تو اسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بیموقع ہے اور ظاہر بیان شارح اسکا موہم ہے کہ دعوی دروغ سے بھی یہ حیلہ جاری ہے اور
حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ برہان طلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونون مین تلازم
نہین سو اگر یہ مراد ہو کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو ظاہر ہے انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظهر الروایتین
عن اصحابنا ذکرہ منلا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین مین بیان
کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ھم طحطاوی نے کہا کہ یہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفعت کیواسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب مین بحر
الرائق مین ہے کہ اس قول سے کہ قضاء علی الغائب کی نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگون نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ گمان کرتے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب

میں قضا علی الغائب جائز ہے خواہ حنفی ہو جسکے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر ایسہ فتوی اوس قاضی کے حق میں ہے جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہے یہ اسواسطے
کہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید نے شرح آداب القاضی میں ذکر کیا ہے اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا مذہب لازم آتا ہے
یا فتوی نفاذ کا منعقد ہے کہ حق محکوم لہ کے نہ مطلق غائب میں وقيل لا ينفذ ورجحه غير واحد في الهداية والبزازية وجمع الفتاوى وعليه الفتوى
اور دوسرا قول یہ ہے کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو راجح کہا ہے اکثر علما نے اور منیہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاوی میں کہا اور اسی
قول پر فتوی ہے ورجح في الفتح توقفه على امضاء قاض آخر اور فتح القدیر میں قضا علی الغائب کی موقوف ہونیکو ترجیح دی ہے دوسرے قاضی کے جاری کر دینے
پر یعنی قضا علی الغائب اوسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اوسکو جاری کرے ہم طحطاوی نے کہا بیان شارح اسکا مقتضی ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہے حالانکہ
یہ بعینہ وہی قول ہے عدم نفاذ کا کذا في البحر والنهر ان القضاء على المسخر لا يجوز الا لضرورة وهي في خمس مسائل اور بحر الرائق میں ہے اور قول
معتمد یہ ہے کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب اور یہ ضرورت پانچ مسئلوں میں ہے ہم مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنے جسکو قاضی سامع خصومت
کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے اشترى بالخيار فتوارى پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی چیز بشرط خیار خرید کی سو بائع چھپ رہا ہم یعنی مشتری نے
مدت خیار میں رد بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کیطرف سے وکیل قائم کرے تا اوسکو بیع پھیر دے صاحب
بحر نے اسمیں دو قول نقل کئے ہیں بلا ترجیح اختفى المكفول له دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکفول لہ چھپ رہا ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر ضامن اس
شرط پر کہ اگر اوسکو کل حاضر نکرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہو گیا اور کفیل نے اوسکو نہ پایا یہانتک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال
لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے التماس کی سو اوسنے مکفول لہ کیطرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اوسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا اور
یہ ظاہر الروایہ کے مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعض روایات میں ہے کذا في البحر عن جامع الفصولين حلف ليوفينه اليوم فتغيب الدائن تیسرا مسئلہ یہ ہے
کہ مدیون نے قسم کھائی کہ البتہ اوسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہو گیا ہم خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالانکہ حنث سے ڈرا
غائب کیطرف سے وکیل قائم کرے اور اوسکو دین ادا کرے تو حانث نہو گا شیہ میں کہا اسی قول پر فتوی ہے شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت
نہیں اگر قاضی کو دین ادا کریگا تو حانث نہو گا بر قول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ میں ہے اور اگر وہاں قاضی نہو تو حانث ہو گا بقول مفتی بہ کذا في
الطحطاوي جعل امرها بيدها ان لم يصل نفقتها فتغيبت چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اوسکا نفقہ نہ پہونچے سو عورت
چھپ رہی یعنی بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنیکے واسطے المخاصمة اذا توارى الخصم فالمتأخرون ان القاضي ينصب
وكيلا في الكل وهو قول الثاني خانية پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ جب خصم چھپ رہے دار القضا میں حاضر نہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صورتوں
میں اور یہ قول ہے ابو یوسف کا کذا في الخانية قلت ونقل شراح الوهبانية عن شرح ادب القاضي انه قول الكل وان القاضي يخبره بذلك
ثم اذا لم يحضر نصب له وكيلا اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یہہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین کا قول ہے اور یہہ کہ قاضی خبر کرے
گھر پر پہر کر جسقدر مدت کہ اوسکو مناسب معلوم ہو پہر وکیل قائم کرے ولاية بيع التركة المستغرقة بالدين للقاضي لا للورثة لعدم ملكهم حيث كان
الدين لغيرهم ولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کے واسطے ہے نہ وارثوں کو بسبب مالک نہ ہونے وارثوں کے جب کہ دین وارثوں کے سوا اوروں کا
ہو ہم مثلا متروکہ ہزار کا اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو اب قاضی اوسکو بیچکر ادا دین کریگا نہ اوسکے وارث مگر جب کہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہوں
اور وارثوں کو استخلاص متروکہ کا حق ہے تو اگر وارث استخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دیون سے زبردستی قبول کروایا جائیگا اور اگر وارث
کہیں کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر نکریں تو قاضی کو بیع متروکہ میں اختیار ہے کذا في الطحطاوي يقرض القاضي مال الوقف والغائب واللقطة
واليتيم من ملي مؤتمن حيث لا وصي ولا من يقبله مضاربة ولا مستغلا يشتريه قاضی قرض دیگا مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ
اور مال یتیم مالدار امانتدار کو جب کہ یتیم کا کوئی وصی نہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے

ہم قاضی بسبب کثرت اشغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کر سکتا لہذا مستحب ہو کہ بطریق قرض کے دیوے کیونکہ قرض میں تاوان ہو اور ودیعت میں [illegible]
کو مناسب ہے کہ قرض لینے والوں کا حال دریافت کرے تا اگر کسیکا حال پریشان دیکھے تو اوس سے مال کو لیلے ہو اسواسطے کہ قاضی اگرچہ [illegible] پر قادر ہو مگر غنی ہے
نہ محتاج ہو ولہذا احتیاطاً فقیر کو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو یہہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لیوے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا
ممنوع ہے چنانچہ قنیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہے جسمیں آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کسب کا وَلَہٗ اَخْذُ الْمَالِ مِنْ اَبِیْہِ
مُبَذِّرًا وَوَضَعَہٗ عِنْدَ عَدْلٍ قنیہ اور قاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اوسکو کسی اچھے نامور عادل کے پاس رکھنا کذا فی التہذیب یعنی اسواسطے
کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے وَیَکْتُبُ الصَّکَّ نَدْبًا لِیَحْفَظَہٗ اور تمسک لکہوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والوں سے بطریق استحباب تا قرض یاد رہے حموی نے
کہا کہ صک عبارت ہی مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی سے معرب ہو لَا یُقْرِضُ الْاَبُ لَوْ قَاضِیًا لِاَنَّہٗ لَا یَقْضِیْ لِوَلَدِہٖ نہ قرض دیوے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ
باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہیں کر سکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم نے یہہ اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اوسکی سماعت
اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہیں تو جواز اقراض کی علت منتفی ہو گئی کذا فی الطحطاوی وَلَا الْوَصِیُّ وَ
لَا الْمُلْتَقِطُ فَاِنْ اَقْرَضُوْا ضَمِنُوْا لِعَجْزِهِمْ عَنِ التَّحْصِیْلِ بِخِلَافِ الْقَاضِیْ اور نہ قرض دیوے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دیوے اگر
باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اون پر لازم ہوگا بسبب اونکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے
ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اوس شبہہ کا جو روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اوسکی قاضی کی ولایت سے
عام تر ہے اسواسطے کہ نفس اور مال میں دونوں کی ولایت یکساں ہے مگر مزید شفقت میں باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہرا باپ اوسکو قرض دیگا جو لیکر
منکر ہو جاوے خلاصہ جواب یہہ ہی کہ جواز قرض اور عدم قرض میں قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہیں بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے
بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو پہیر لینے پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہوں کو نپاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم
اور دانست پر حکم کریگا یا بالنکال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال وَیُسْتَثْنٰی اِقْرَاضُهُمْ لِلضَّرُوْرَةِ کَحَرْقٍ وَنَهْبٍ یَجُوْزُ اتِّفَاقًا اَشْبَاہٌ اور عدم جواز اقراض سے
اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنی ہی بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی یا غارتگری کا خوف ہو تو ایسی ضرورت میں بالاتفاق جائز ہی کذا فی البحر وَمَتٰی جَازَ
لِلْمُلْتَقِطِ التَّصَدُّقُ فَالْاِقْرَاضُ اَوْلٰی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہو تو اوسوقت میں قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم شارح نے جب کہ [illegible]
ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو لہذا اوسوقت اوسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہوگا وَقَضٰی بِالْجَوْرِ فَالْغُرْمُ عَلَیْہِ فِیْ مَالِہٖ اِنْ
تَعَمَّدَ وَاَقَرَّ بِہٖ اَیْ بِالْعَمْدِ وَلَوْ خَطَأً فَالْغُرْمُ عَلَی الْمَقْضِیِّ لَہٗ درر اور اگر قاضی نے ظلم اور جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہوا اوسکے ذاتی مال میں اگر
بقصد حکم کیا اور اقرار بہی کیا بقصد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے ... [illegible]
ہو تو دیکہو خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق تعمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی مشہور یہہ کہ حق العبد میں ہو ... [illegible]
رد ممکن ہو مثلاً جیسے کہ مال صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پہر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار ... تو قاضی اپنا حکم باطل کرے
غلام مالک کو دے اور عورت اوسکے زوج کو اور مال مدعا مالک کو اور اگر خطا ... جسکا پہیرنا ممکن نہیں مثلاً جیسے کہ قصاص کا حکم دیا اور ... قصاص ہو چکا
تو مقضی لہ کو قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہہ قضا مانع ہو قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال میں خون بہا واجب ہوگا یہہ حکم اوسصورت میں ہے جب کہ قاضی کی خطا
بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہوا اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہہ مقضی لہ کے حق میں ظاہر نہوگا جبتک یہہ حکم کو مقضی لہ کے حق میں باطل
نکرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی مثلاً جیسے کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پہر ظاہر ہوا کہ شہود [illegible]
یا محدود فی القذف ہیں تو تاوان اسکا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عمداً ظلم کیا حکم میں اور اسکا اقرار کیا تو اوسکے مال میں تاوان ہوگا بسبب وجوہ
مذکور میں اور قاضی پر تعزیر ہو گی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصاً وَفِی الْبَحْرِ عَنِ السِّرَاجِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَوْ قَالَ

انعزلت المحکوم انعزلت عن القضاء وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ ورشوتہ ردت قضایاہ وشہادتہ اور منح الغفار میں ہے کہ بہر حکم فرنسب لڑکے کے مسئلہ کہا کہ اگر قاضی نے کہ یعنی عمدا ظلم کیا تو معزول ہو جائیگا قضا سے اور منح میں ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اوسکے فیصلے اور گواہی مردود ہے فروع مسائل ملحقہ شارح نے کہ القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہے یعنی حکم قاضی مظہر خصم کے حق کا اس واسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہہ صورت میں ہے جب کہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم بشہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی ویتخصص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماع دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہوگا ہم ظہیریہ کی مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایکدن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصومت استثنا کرے یعنی یون کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نکر تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الآن بعدہا الا بامرہ الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ میں کہتا ہوں تو اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جائے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سنا ہوگی اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے اپنے استاذ یحیی منقار سے نقل کیا کہ سلاطین یعنے سلاطین روم اب اپنے قاضیون کو حکم کرتے ہین اپنی ہیبت و لایت مین کہ دعوی نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوای وقف اور ارث کے انتہی اور یہہ بھی قطع حیل اور دفع تزویر کے واسطے ہے اور یہہ جو روایت تیس برس یا چھتیس یا تینتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی میں ہے درباب عدم سماع سو یہہ روایت قبل صدور نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی مختصرا امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک او سخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا جب ہوتا نافذ ہے جب تک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کو پانچوین قاعدہ اور فوائد شتی مین مذکور ہے تو اگر بادشاہ اپنے قاضیون کو شاہدون کی قسم دلانے کا حکم کیا تو عالمون پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کرین اور اوس سے کہیں کہ اپنے قاضیون سے وہ امر نکرا جس سے آپکا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کرین تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کرین تو تیرا غضب ہے ہم صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ طاعت امام غیر معصیت مین واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا ہم تصیر فیہ سے جواز تحلیف منقول ہے یعنے شاہدون سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو سعود نے کہا کہ یہہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے یعنی اسطرح پر کہ وہ صاحب رای ہو یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب الرای نہو تو تحلیف نہیں جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقضاء الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضی مولی من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اوسکا قاضی کیطرف جائز ہے اگر سلطان کے طرف سے قاضی معین نہو ہم باشا امیر کو کہتے ہین روم مین باشا کی قید اس واسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مفتی بہ نافذ ہے چنانچہ ادب القضا مین ہے کذا فی الطحطاوی والمحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرناہا فی شرح الکنز یعنی البحر اور محکم یعنے پنچ قاضی کی مانند ہے مگر چودہ مسئلون مین جنکو ہم نے ذکر کیا ہے شرح کنز یعنے بحر الرائق مین ہم بحر الرائق مین سترہ مسئلے مذکور ہین اسطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے تو فصل مجتہد فیہ مین پھر اوسکا مرافعہ ہو قاضی کے پاس کیطرف تو اگر اوسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور تحکیم پر تراضی خصمین ضرور ہے اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حد اور قصاص اور دیت مین بقول صحیح جائز نہیں اور فسخ یمین مضاف مین جواز تحکیم کا فتوی نہ دیا جاوے اگرچہ قول صحیح مین وہ نافذ ہے اور محکم کا حکم غائب کی طرف متعدی نہیں ہوتا اگر ادعا علی الغائب سبب ہوا دعا علی الحاضر کا اگر ایک مسئلہ مین اور جائز نہین مکتوب محکم کا قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب اوسکی طرف جائز نہین اور محکم حکم نکرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونون خصم راضی ہون اور اگر محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا چنانچہ … سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نکرے تو قاضی

اور دوسرے نے اسکو اور اسکا قبول کرنا درست ہو اور پنچ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثون کے طرف نہین پہونچتا اور محکم کا حکم بنسبت باپ کے اپنے طرف نہین پہونچتا مگر جب کہ وہ تحکیم سے راضی ہوا ہو اور اگر محکم نے وکیل پر عیب بیع کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کیطرف نہین متعدی ہوتا اور حکم اوسکا وصی پر نافذ نہین جسمین صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مقید نہین بلکہ اوسکو حکم جائز ہے جیسے بالاوین بیٹے قید رضامندی کی تھا صہین اور اگر محکم مین اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے ایک گواہ کہتا ہے کہ اسکو خصومت مین وکیل کیا ہے فلانے فقیہ کیطرف اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ دوسرے فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین اور محکم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ مین جلیے سے کہا مثل ان مسائل کا باب التحکیم انتہی محیط میں اور منجملہ مسائل مذکورہ سے یہ ہے کہ لعان بین الزوجین مین محکم کا حکم جائز نہین چنانچہ برجندی مین ہے کذا فی المحیط ؀ و فی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور معزول کیا جاتا ہے اور تعزیر دیجاتی ہے وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلاث لریبۃ ولرجاء صلح اقارب واذا استمہل المدعی اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہو شک اور اشتباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب ہو اور جب کہ مدعی مہلت چاہے تو اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ تین گواہون نے قاضی کے پاس ایکمقدمہ مین گواہی دی اور ہنوز انکی گواہی کے بموجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ ان مین سے بولا استغفر اللہ مین جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر یہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کسنے یہ کلام کیا سو قاضی نے ہر ایک سے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر حکم نکرے اور لسان الحکام مین ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہے کہ انکو تھوڑا اٹھا رکھے اور جلدی حکم نہ کرے شاید وہ باہم صلح کرلین اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہوجاتا ہے بھائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب مین مخصوص نہین بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینہ کا موثر ہوتا ہے حتی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور یہ مخالف نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا موید یہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہے کہ جب قاضی کو اہل خصومت کی توقع ہو تو اونکے ردکرنے مین کچھ مضایقہ نہین اور دونون مین حکم جاری نکرے شاید صلح کرلین اور اونکو دوبارہ نہ لاوے دو دفعہ یا اور اگر توقع صلح نہو تو حکم جاری کردے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہوتی ہے ایسے ہی استمہال مدعا علیہ سے جب کہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر قضا جائز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نکرے اور دوسرے شہر کے علماء سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین ہے کذا فی المحیط ؀ لا یحل لہ ان یرجع عن قضائہ الا فی ثلاث لو بعلمہ او ظہر خطاءہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اوسپر عمل نکرنا اور اسکو باطل کردینا جائز نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر اور حکم کی خطا ظاہر ہوگئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا ہو اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہوگیا کہ اوسکا علم وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونون وہان سے غایب ہوگئے پھر دو شخص نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہی شخص وہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اور شخص سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً حنفی المذہب نے مشاع محتمل القسمۃ کی صحت ہبہ کا حکم دیا پھر اوسکو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا ظاہر ہے ہوا سابق تفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر مین ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کی وقت اوس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہے اوس حق کا علم جو حدخالص اللہ نہین چنانچہ قرض یا ہبہ یا بیع یا طلاق قتل عمد حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اسکے سامنے آوے یا اپنی حالت قضا مین جانا تھا مگر غیر شہر مین پھر اوس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اوسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اوسی شہر مین قاضی ہے پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نکرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بالعلم قاضی بالاتفاق نہ کرے انتہی مختصراً فصل

فصل شرط القضاء بالعلم

القاضی یحکم فلو زوّج الیتیمة من نفسه او ابنه لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں
ہے فعل سے مراد وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلا لفظ و صیغہ حکم نکاح مذکور ہوا اسواسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جب کہ حکم ٹھیرا تو جائز نہوا کیونکہ قاضی کو
اپنی ذات کیواسطے یا اپنے فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں ہے یہ مستثنا ہے قول القاضی حکم سے
[illegible] کذا فی الطحطاوی اذا اذن الولی القاضی بتزویجھا کان وکیلا ایک مستثنیٰ یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل کا
ہے قاضی جب وکیل ٹھیرا تو فعل [illegible] حکم نہوگا تو اگر اوسکے عقد کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی
عن الاشباہ واذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان له اعطاء غیرہ دوسری صورت یہہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے
قاضی کو اوسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے ہم اس مسئلہ میں قید یہہ ہے کہ قاضی نے تعیین کے واسطے [illegible] مقرر کر دیا ہوا اور فقیر قرابت دار کے واسطے حکم کر دیا
والا قاضی ثانی کو [illegible] جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی و امر القاضی حکم الا فی مسئلة الوقف المذکورة فانه امر فلو صرف لغیرہ [illegible] امر قاضی کا حکم
ہے مگر اس مسئلہ وقف میں [illegible] طرف صرف کرے تو صحیح ہے [illegible] قاضی کا یون کہنا [illegible]
[illegible] وقف کیا فقرا پر پھر [illegible] قرابتدار واقف کے محتاج ہوگئے
[illegible] کہ اگر واقف یہہ ارادہ کرے کہ اسکو دوسرے فقیر کے طرف خرچ کرے تو
[illegible] قاضی [illegible] اگرچہ مریض نے اوسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت
[illegible] لا یقبل قول امین القاضی انه حلف المخدرة الا بشاهد
[illegible] ہم بزدوی نے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہے جسکو غیر محارم
[illegible] رجال [illegible] دیکھا چنانچہ بعض بلاد میں عادت ہے وہ مخدرہ نہیں کذا فی
[illegible] اعتمد علی امر القاضی الذی لیس بشرعی لم یخرج عن العهدة [illegible] قاضی کے اوس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدہ سے خارج نہوگا یعنی
[illegible] کلام الاشباہ [illegible] شہر کے فقیر [illegible] دینار خیرات کریں اور وصی دور ہو [illegible]
[illegible] اور وہان تک [illegible] ایک مدیون [illegible] مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیر کو
[illegible] باقی رہیگا [illegible] وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقد منا فی الوقف
عن المنظومة المحبیة معزیا للمبسوط ان السلطان تجوز مخالفته شرط الواقف لو غالبه قری و مزارع وانه یعمل بامرہ وان غایر الشرط فلیحفظ
اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ محبیہ سے [illegible] کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہوں اور یہہ کہ عمل کیا
جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اوسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مفتی ابوسعود نے فتویٰ دیا کہ ملوک اور امرا کے اوقاف میں واقفین
کی شروط کی رعایت نہیں اسواسطے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی ملوک ہو یا بیت المال کے طرف راجع ہے اسطرح پر کہ واقف اوسکا رقیق ہے بیت
المال کا جسکی آزادی ثابت نہیں [illegible] اراضی [illegible] واقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر اونکی ملک ثابت ہو تو شروط کی
مخالفت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف قلت واجاب صنعی افندی بانه متی کان فی الوقف سعة ولم یقصر فی اداء خدمته لا یمنع فتنبه
میں کہتا ہوں اور صنعی افندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں گنجائش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی
[illegible] کرنے میں قصور نکرے تو ممنوع نہیں [illegible] وظیفہ لینا حرام نہیں [illegible] جب کہ وقف واقف کا ملک ہو
[illegible] ظاہر اسی دلیل پر ہے کہ [illegible] بیت المال سے ہو کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیة یحبس لو لی بدین
[illegible] لکن قدم شارحھا عن قاضیخان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الحبس سواء فلیتامل نقیه

هٰذا قالہ الشرنبلالی اور وہبانیہ مین ہے محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین مین یہان تک کہ اسکو ادا کرے اگر صغیر کی محتاجی ظاہر کرے مین کہتا ہون لیکن وہبانیہ
کے شارح یعنی عبد البر نے مقدم ذکر کیا ہے قاضی خان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس ہونے مین برابر ہین تو غور کرنا چاہیے ولی کی نفی حبس کو
یہان بیہہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اوسکا کاہیکو محبوس ہوگا ہم خلاصہ مین ہے کہ صغیر مجور علیہ محبوس نہین کیا جاتا دین استہلاک کے
ولیکن اوسکا باپ یا وصی حبس کیا جائیگا اور ظاہر اوسکی توفیق بین القولین یہہ ہے کہ قاضیخان کا کلام صغیر ماذون مین اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام غیر محجور علیہ
مین ہو چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی قال ولیس للقاضی البیع مع وجود ابیہ او وصیہ فان کانت حسنۃ قلت وھی فی
القنیۃ وحتی باعا فللقاضی نقضہ لو اصلح کما نظم الشارح فضمنتہ للمتن مغیرا لبعضہ فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہین اوجود
باپ یا وصی کے اور یہہ خوب فائدہ ہے مین کہتا ہون اور یہہ مسئلہ تو قنیہ مین ہے اور جب کہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اوسکا توڑنا جائز ہے اگر نقض اصلح
ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہے سو مین نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدلکر سو یون کہا ہے وینقض بیع من ابیہ و وصیہ +
ولو مصلحا الا اصلح النقض یسطر + اور توڑی جاتی ہے بیع باپ یا اوسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہے یہہ حکم مسطور
کتب مذہب مین ہے ویحبس فی دین علی الطفل والدہ، وصی و للتادیب بعض یصدق + اور حبس کیا جاوے طفل صغیر کے دین مین باپ اور وصی اور تادیب کے
واسطے بعض علما حبس صغیر کی بہی صورت بتاتے ہین یعنے بعضون کے نزدیک حبس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہے تاکہ وہ ڈہیٹ نہو جاوے + و فی الدین لا یحبس
ابٌ مکاتب + وعبد لمولاہ کعکس و معسر + اور صغیر کبیر دین مین باپ محبوس نہین ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب اگر دین کتابت
وغیرہ ہو اور نہ غلام اپنے مولیٰ کے دین مین اور نہ مولیٰ غلام کے دین مین اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہے نعم لو العبد مدیونا فیحبس المولی بدینہ لانہ للغرماء ہان اگر غلام مدیون
ہو غیر شخص کا تو مولے محبوس ہوگا اوسکے دین مین اسواسطے کہ کسب غلام کا اب صاحبان دین کا حق ہے یعنی حبس مولیٰ اسواسطے ہے تاکہ انکو وہ دیون حاصل ہو
جاوین جو غلام پر ہین کذا فی الطحطاوی وکذا یحبس بدین مکاتبہ الا فیما کان من جنس الکتابۃ اور اسیطرح مولے محبوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین مین مگر
اوس دین مین محبوس نہین ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلا دس من گیہون ہین اور کتابت ہوئی مثلا دس درم پر تو اس
صورت مین بدل کتابت مغایر ہو دین کی تو مولے محبوس ہوگا اور اگر کتابت بہی دس من گیہون پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے ٹہیرا تو محبوس نہوگا ففی
عتاق الوہبانیۃ سہ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا + مکاتبہ والعبد فیہا مخیر + سو وہبانیہ کی کتاب العتاق مین ہے اور غیر جنس حق مین
محبوس کرے مولے کو مکاتب اسکا اور غلام کتابت مین مختار ہے اپنے چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کردے بدون رضامندی مولے کے کذا فی الطحطاوی وفی
حجرہا سہ ویحبس ذو الکتب لصاحب الصحیح + علی الدین اذ بالکتب ہو معسر + اور وہبانیہ کی کتاب الحجر مین ہے اور صحیح کتابون والا کاتب محبوس ہوگا دین مین
اسواسطے کہ بسبب کتابون کے وہ مفلس نہین ہے قنیہ مین ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اوسکے پاس کتابین ہین تو وہ درحق قضاء دین مفلس ہو ورنہ الا ہی تو وہ محبوس
ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ و وجوب زکوۃ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

یہہ باب ہے تحکیم مین یعنے پنچ مقرر کرنے مین تحکیم بہی قضا کی
فروع سے ہے اور محکم یعنے پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہے جسنے اسکو پنچ بنایا
اور پنچایت حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ مینے کہا یارسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز مین تو میرے پاس آتے
ہین سو مین اونمین حکم کردیتا ہون تو مجھسے فریقین راضی ہوجاتے ہین تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہہ کیا خوب ہے رواہ النسائی کذا فی الفتح ہو لغۃ
جعل الحکم فیما لک لغیرک اور تحکیم لغت مین عبارت ہے اس سے کہ تو اپنے مال مین غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما
یحکم بینہما اور تحکیم عرف مین عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونون مین حکم کردے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع
قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہے یا مخاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کرلینے دوسرے کے یعنی حکم کے اسکو ہم یعنی متخاصمین ایک
مرد سے کہین کہ ہمنے تجھکو حکم مقرر کیا تاکہ تو ہم مین حکم کرے اور وہ اسکو قبول کرے اور مانند اوسکے یہہ ہے کہ محکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور مدعی اور مدعا علیہ

اسکو قبول کرلین محیط مین ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نکرے تو اوسکا حکم کرنا جائز نہین مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطه ای شرط جواز
التحکیم اهلیة المحکّم بالکسر العقل لا الحریة ولا الاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم کا بکسر یعنی پنچ مقرر کرنے والے کیطرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ
مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو پنچ ہونا ذمی کا مسلمین مین باطل ہے اور ذمیون مین ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایة وشرطه من جهة
المحکّم بالفتح صلاحیته للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنی پنچ کے طرف سے لیاقت رکھنا اوسکا ہے قضا کیواسطے چنانچہ اسکا ذکر ہوچکا یعنی پنچ
کی شرط یہ ہے کہ حر مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے
نزدیک انتہی مع ظاہرا فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الاهلیة المذکورة وقته ای التحکیم و
وقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما هو الحکم فی مقلّد القضاء مشددة اللام بخلاف
الشهادة اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کی وقت اور حکم کرنیکے وقت سب حالتون مین تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہوجاے یا صغیر کو پھر
وہ بالغ ہوجاوے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہوجاوے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا جیسا یہی حکم ہے قاضی مین بخلاف شہادت کے یعنی شہادت مین فقط اداے شہادت
کی اہلیت شرط ہے نہ تحمل شہادت کیوقت وقد مر انه لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح وعزاه سعدی آفندی للسغناقی اور پہلے ہم اسکو ذکر کیا ہے
کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جاوے پھر وہ آزاد ہوجاوے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی آفندی نے اس قول کو سغناقی کیطرف نسبت کیا ہے هم طحطاوی نے کہا ہے یہ قول مخالف
متن کے ہے اور ظاہر یہ ضعیف ہے حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا فحکم بینهما ببینة او اقرار او نکول
ورضیا بحکمه صح لو فی غیر حد وقود ودیة علی عاقلة متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اوس نے دونون مین حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور
دونون اوسکے حکم سے راضی ہوگئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت عاقلہ کے غیر مین حکم کیا ہو اور مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین
پنچ مقرر کرین اوسکو جو اول مسجد مین داخل ہو تو بالاجماع جائز نہین بسبب اوسکے مجہول ہونیکے هم شارح نے جو رضامی متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ لگتے متن کی مخالف
اور فتاوی عالمگیری مین صاف مذکور ہے کہ رضا متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا بتحکیمه کو عوض رضیا بحکمه کے لکھتے تو خوب ہوتا کہ تحکیم کرے
نتائج بدہا فتاوی عالمگیری مین ہے کہ تحکیم اوس امر مین صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو خود اختیار ہے یعنی حقوق العباد مین صحیح ہے نہ حقوق اللہ مین تو تحکیم اموال اور
طلاق اور عتاق اور نکاح اور قصاص اور ضمان سرقہ مین جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف مین لکھتے ہین اور اسبیجابی مین ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت
اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ مین اسواسطے صحیح نہین کہ عاقلہ راضی نہین اوسکے حکم سے اور پنچ کا حکم بھی
اوسپر ہے جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی وفی المنح الاصل ان حکم المحکّم بمنزلة الصلح وهذه لا تجوز بالصلح فلا تجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم کا
بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ مذکورہ یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہین صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہونگی ولکل من الخصمین اخذهما بنقضه ای التحکیم بعد
وقوعه قبل الحکم کما یتفرد احد العاقدین فی مضاربة وشرکة ووکالة بلا التماس طالب اور متخاصمین مین سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل
از حکم جیسے اکیلے احد العاقدین مختار ہے نقض عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت مین بلا التماس طالب یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے
خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو فان حکم لزمهما ولا یبطل حکمه بعزلهما لصدوره عن ولایة شرعیة پھر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اوسکا ماننا
لازم ہوگیا اور اوسکا حکم باطل نہین ہوتا دونون کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا یتعدی حکمه الی غیرهما الا فی
مسئلة ما لو حکّم احد الشریکین وغریمه رجلا فحکم بینهما والزم الشریک تعدی الی الشریک الغائب لان حکمه کالصلح اور متعدی
نہین ہوتا حکم محکم کا متخاصمین کے غیر کیطرف مگر اوس مسئلہ مین کہ اگر احد الشریکین اور اوسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھیرایا سو اوس نے دونون مین حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک لازم
کر دیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے تجارت کا تو ہر شریک اسے صلح سے راضی
ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو حکما فی عیب مبیع فقضی برده لیس للبائع رده علی بائعه الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بحکمه فتح

تو اگر بائع اور مشتری نے اوسکو حکم مقرر کیا مبیع کے عیب مین سوا اوس نے رد مبیع کا حکم کیا تو جائز نہین بالکہ اوسکا پہیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی
اور مشتری کے راضی ہو جانے سے اوس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلاث یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات
رواجع و فسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک پہر روایت کرنا چاہیے کہ تین یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثناء کرنا مفید ہوتا ہے صحت تحکیم کا
جمیع مسائل مختلفہ مجتہدین مین چنانچہ کنایات کے رجعی ہونیکا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ہم ازانجملہ یہہ ہے کہ خوشدامن کو شہوت
سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پہر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا کہ وہ دونون مین حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح
ہے کذا فی الطحطاوی و مجمعا لکن هذا یعلم ویکتم وظاهر الهدایۃ انه یجیب بلا تحل فتأمل لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم رکھیے اور چھپائے رکھے اور
ظاہر ہدایہ سے یہہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہین ہے سو تامل کرو یعنی اگر مفتی سے کوئی مسئلہ کا سوال کرے جسکا کتمان عوام کے واسطے واجب ہے تو یون جواب
دے کہ حلال نہین ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچہ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اسواسطے واجب ہے تا عوام الناس ہر مذہب پر دلیر نہو جاوین ق
صح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت مین
اپنی ولایت کی حالت مین یعنی در صورت بقاء تحکیم متخاصمین ہم یعنی اگر مدعا علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اخراج حق کے واسطے یا مدعی علیہ
شاہد کو فاسق کہے اور محکم اوسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے درحالیکہ بقاء تحکیم کیونکہ اوسکا اخبار اس حال مین قائم مقام ہے دو شاہدون کی شہادت کے
کذا فی الطحطاوی لا یصح اخبارہ بحکمه لانقضاء ولایته صحیح نہین اوسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جانے اوسکی ولایت کے تمام حکم کے بعد اسکی ولایت باقی
نرہی تو وہ بمنزلہ رعایا کے ہو گیا تو اب اوسکا اخبار بجائے شہادت شاہدین نہین ہو سکتا ولا یصح حکمه لابویه وولده وزوجته کحکم القاضی اور صحیح
نہین حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہین ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بہائی
اور چچون اور دادکی اولاد اور سسر اور داماد کے واسطے اوسکا حکم صحیح ہے جیسے اونکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہما ای القاضی والمحکم
علیهم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے وتحکیم رجلین فلا بد
من اجتماعہما علی المحکوم بہ مدعی اور مدعا علیہ نے دو شخصون کو پنچ مقرر کیا تو دونون کا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی ایک ایک رائے پر فیصلہ صحیح نہوگا تا وقتیکہ
دونون متفق الرائے نہون وتنفیذ القاضی حکمه ان وافق مذهبه والا ابطله لان حکمه لا یرفع خلافا اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے در صورت
مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہوا اور اگر اوسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہین ہم اسواسطے کہ ولایت محکم مین
قصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اوسکا رافع خلاف ہوگا ولیس له للمحکم تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز
نہین محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہین اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اسکو جائز رکہے تو جائز نہین
مگر متخاصمین کی اجازت سے الیه جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی وحکمه بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیه اور لزوم وقف پر محکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام
نہین بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہہ خلاف مرتفع نہوگا فلو رفع الی موافق
لمذهبه حکم ابتداء بلزومه بشرطه ولا ینفذہ لانه لم یقع معتبرا پہر اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اوس قاضی کے طرف جو محکم کے مذہب کے موافق ہے
تو وہ سر نو سے لزوم وقف کا حکم کرے اوس کی شرط کے ساتھہ اور محکم کے حکم کو جاری نکرے کیونکہ وہ معتبر نہین واقع ہوا ہم لزوم وقف کی شرط یہہ ہے کہ صادر
ہوا ہو اپنے محل مین کذا فی الطحطاوی والحاصل انه کالقاضی الا فی مسائل عدّ فی البحر منہا سبعۃ عشر منہا لو ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج
لتحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے مگر چند مسائل مین قاضی کے مانند نہین اور تین ہیں بحرالرائق مین سترہ مسئلے شمار
کئے ہین ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا پہر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہین ہوتا
ومنها لو ردّ الشهادۃ لتهمۃ فللغیر قبولها اور ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لا یصح

الحبس ولكن الرأي اليه اور لائق یہہ ہے کہ حکم متولی حبس نہو اور یہہ جو اسکو صحیح نہیں کہا ہے یہہ بحث ہے صاحب بحر کی طحطاوی نے کہا صدر الشریعۃ نے تصریح کی ہے کہ حکم کو حبس کا اختیار ہے وکذا لم ان حكم قبول الهدية وينبغي ان لا يجوز ان اهدى اليه وقت التحكيم اور اسطرح سے نہیں دیکہا حکم کے بدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر متخاصمین نے اسکو ہدیہ دیا ہو تحکیم کے وقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

اراد بغيره قوله والمرأة تقضي الخ یہہ باب ہے قاضی کے خط بہیجنے کا دوسرے قاضی کے طرف اور اسمیں شرح وغیرہ کا مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا والمرأة تقضي الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور احکام میں ہم کتاب بمعنی مکتوب ہے اور غیرہ معطوف ہے کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب میں قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بہی احکام اسمیں ہیں القاضی یكتب الى القاضي في كل حق به يفتى استحسانا قاضی مکتوب لکہہ بہیجتا ہے دوسرے قاضی کے طرف ہر ایک حق میں کہ فتوے ہے بطریق استحسان کے ہم یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصا اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نسب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور عین منقولہ اور غیر منقولہ سب حقوق میں خط لکہنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے اور اسی پر متاخرین ہیں اور اسیکا فتوی ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غير حدّ وقود للشبهة قاضی خط لکہے سوائے حد اور قصاص کے بسبب شبہہ کے یعنی شبہہ بدلیت عن الشہادۃ ہے اور اسواسطے کہ حد اور قصاص کی بنا اسقاط پر ہے تو انمیں خط پر عمل کرنا اونکے اثبات کی کوشش ہے کذا فی الدرر فان شهدوا على خصم حاضر حكم بالشهادة وكتب بحكمه ليحفظ الشاہد گواہی دیں خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکہے تا محفوظ رہے ہم یہہ قول مقصود بالذات نہیں بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کا تو طیہ ہے کذا فی الدرر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بہول نجاوے والا تحریر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے حضور خصم سے یا اوسکے وکیل سے مگر جبکہ غائب ہوجاوے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکہنا چاہیئے تا حقدار کا حق ستارہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذا فی الزیلعی ف کتاب الحكم هو السجل الحكمي اي الحجة التي فيها حكم القاضي هذا في عرفهم وفي عرفنا كتاب كبير تضبط فيه وقائع الناس اور حکم کی کتاب وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جسمیں قاضی کا حکم مندرج ہو یہہ اصطلاح تہی سلف میں اور ہماری عرف میں سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جسمیں لوگوں کے وقائع اور مقدمات لکہی جاتی ہیں ہم معرب ہیں ہیں کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہے جسمیں وہ اپنا حکم لکہا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بہیجا یا نہ بہیجا اور محضر وہ ہے جو قاضی کے سامنے اجرا گذرا یعنی وصف دعوے اور ہسامی شہود اور درایہ منتقے اور کفایہ میں ہے کہ محضر وہ ہے جسمیں دعوی لکہا گیا قبل جواب دوسرے کے پہر جب اوسنے جواب دیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ لکہہ تیم شد اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی الطحطاوی ولمن لم يكن الخصم حاضرا لم يحكم لانه حكم على الغائب وكتب الشهادة الى قاض يكون الخصم في ولايته ليحكم القاضي المكتوب اليه بها على رأيه وان كان مخالفا لرأي الكاتب لانه ابتداء حكم وهو نقل الشهادة حقيقة ويسمى الكتاب الحكمي وليس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نکرے کیونکہ یہہ غائب پر حکم ہے اور لکہے گواہی کو اوس قاضی کے طرف جسکی ولایت میں خصم ہو تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی ہوا پنے مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اوسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہہ ابتدا حکم ہے اور یہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی حقیقۃ ہے اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمیں حکم نہیں لکہا اور قاضی کاتب کا مکتوب ہے یعنی کتاب حکمی ہے اور سجل نہیں ہم سجل اسواسطے نہیں کہ اسمیں حکم مندرج نہیں اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقرأ الكتاب عليهم او اعلمهم به وختم عندهم اي عند شهود الطريق اور قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑہے یا انکو فقط مضمون سے مطلع کردے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر اونکے سامنے ہم شہود طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط لیجاتے ہیں دوسرے قاضی کے پاس اور اونکے سامنے خط پڑہنے کا فائدہ یہہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت سے تا ادائے شہادت طرفین کے نزدیک کذا فی البحر اور فتوے اسپر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط نہیں اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہے کذا فی البرہان وسلم الكتاب اليهم بعد كتابة عنوانه في باطنه وهو ان يكتب فيه اسمه واسم المكتوب اليه وشهرتهما اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکہنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہہ ہے کہ اسمیں اپنا نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکہے ہم یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تا وقتیکہ وہ لفظا اور لقب نہ لکہے جسکے سبب سے دونوں مشہور ہیں

باب کتاب القاضی الی القاضی

اسیواسطے کہ نام اور کنیت مین لوگ مشترک ہوتے ہین اور حموی نے کہا کہ یہہ شرط ہی کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہین لیتے اور یہہ شرط ہی کہ مدعی اور مدعا علیہ
کا نام ہر وجہ امتیاز لکھے اور حق اوسمین ذکر کرے اور چاہے تو شہود کا ذکر بہی درج کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان العلوان علی ظاہرہ لم یقبل قیل ھذا فی عرفہم وفی
عرفنا یکون علی الظاہر فیعمل بہ سو اگر عنوان یعنے سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا بعضون نے کہا کہ یہہ انکے عرف مین تہا اور ہمارے
عرف مین عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی العزمیۃ عن الکفایۃ
وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف نے کفایت کی ہی اسپر کہ قاضی کاتب شاہدون کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اوسکا خط ہے یعنی خط کا پڑہنا شہود
طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہین اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ عزمیہ مین کفایہ سے اور ملتقی مین ہے کہ خبر دیکہنے کے
برابر نہین ہم کہتے ہین ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور انہون نے وقائع کو دیکہا اور جسمین مصلحت تہی اسکو معاینہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا
معاینہ نہین ہوا تو معاین تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقراہ
الا بحضور الخصم وشہودہ پہر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اوسکی مہر کو پہلے دیکہے اور اسکو قبول نکرے یعنے اوسکو نہ پڑہے مگر خصم اور اوسکے شہود طریق کے
سامنے ہم تو اگر مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچہہ حاجت نہین اور اگر منکر ہو اور مدعی کہے کہ میرے ساتہہ قاضی کا خط ہے تو اوسے خط کے گواہ طلب کرے
یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود اوسکے سامنے خط پڑہے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین جو اسکی
گواہی دین کہ یہہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولابد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے
شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونیکے مسلم کے فعل پر یعنے اگرچہ مدعی اور مدعا علیہ کافر ہون
تو بہی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہین یعنے قاضی نے اونکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم ای
الشہود مگر جب کہ مدعا علیہ نے دعوے کا اقرار کیا تو شہود کی کچہہ حاجت نہین بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ
لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب مین کہ اسمین شہود کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ وہ ملزم نہین یعنے سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے ہم نے شرح نقایہ
مین عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کیواسطے تو اسکی حاجت نہین کہ شہود گواہی دین کہ یہہ خط دار الحرب کے بادشاہ کا
طرف سے ہے تو بہتر تہا کہ شارح بجای فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان و
یلحق بہ البراات اور اشباہ مین ہی کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہین مگر کتاب الامان کے مسئلے مین اور کتاب الامان سے ملحق ہین فرامین سلاطین در باب
وظائف ہم برات سے مراد فرامین سلطانیہ ہین کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ مدرسین وغیرہ وظائف کے مقرر کرنیکے واسطے اور یہہ الحاق صاحب
اشباہ کے طرف سے ہے منصوص نہین ہے کذا فی الطحطاوی وکذا دفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہین مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری
کے دفتر یعنے اونکے بہی کہاتے پر ہم دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو السعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ
شخص ہے کہ اہل دانش اوسکے قول پر خرید فروخت مین اعتماد کرین اور بیاع سے دلال مراد نہین کیونکہ اوسکے قول پر اعتماد نہین شہادت مین تو کتابت
مین کیونکر معتمد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ مین بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر
بیاع کہے کہ مینے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہین تو اسپر لازم ہوگیا تمرتاشی نے کہا اور ایسا ہی صراف اور سمسار کا حکم ہے تو موضوع
مسئلہ یہہ تصویر نہین ہے کہ جب کاتب مر جاوے دین ہونیکا شہادت کا دین خزانۃ الاکمل مین ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچہہ مال معین لکہا یعنی مجہہ پر فلانے کا اتنا ہے اور
خط اوسکا اہل شہر اور سوداگرون مین معلوم ہے پہر وہ مر گیا اور وارث اوسکا مقابل آیا اور اوسکے وارثون سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہین
تو اوسکے دین کا حکم ہوگا اوسکے ترکہ مین انتہی طرسوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے تو دفتر خط کے اوپر بیان ہی قابل
نہین کیا اسکی وجہ نہین کہی تہی اشباہ مین کہا ابن وہبان نے اسکا جوابدیا کہ وہ اپنے دفتر مین نہین لکہتا مگر وہ دین جو اوسکا ہے اور اسپر جو انہی ہے

بہت وسیع کر دیا جاوے کہ مسائل کتابت کی اصل شیخ اوس میں ہیں جو کاتب پڑھے چنانچہ فصول مستند میں لکھا ہے اگر اوس نے یہ کہا کہ میرا دین فلاں پر آتا ہے اوسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ اوسکو کسی نے نہیں کہا بلکہ لکھا ہے، واقعون نے ابن وہبان کی تعریف سے اسکو سمجھا ہے اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہے کہ کہا اسکو یہ تسلیم کہ معلوم ہوا کہ سوای مال اور مدعا علیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اسواسطے کہ لکھا ہے ورثہ وغیرہ کے سوا بھی لکھتا ہے علی الخصوص جب کہ تاجر معتمد علیہ اور مسلم ہو چنانچہ گذشتہ ایسا ہی ہے اس زمانے میں تو کیونکر عمل کیا جائیگا اوسکے خط پر اوسکے قرض کے ثبوت میں اور جو بیکا فتوی دی وہ باطل ہے اصل نص بزازیہ کی ہے اور منشاء غلط نقل ابن وہبان ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وجوزہ محمد لراو و قاض وشاهد ان تیقن بہ قیل وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز کہا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اوسکا یقین ہو بعضوں نے کہا اور اسیکا فتوی ہے حم خزانۃ اکمل میں ہے کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز کہا ہے جب کہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور واقعہ یاد نہوا انتہی عیون میں کہا اور سرخسی صاحبین کے قول پر ہے درصورت یقین خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں نہوا اسواسطے کہ غلط نادر ہے اور تغیر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن ہے اور کبیر مشتبہ ہونے سے خط ہر وجہ سے تو جب یقین ہو جاوے تو اوسپر اعتماد جائز ہے تا لوگون پر وسعت ہو جاوے تنگی اس میں اتی نرہے کذا فی الطحطاوی عن السراجیۃ بتصرف تتمہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس مین جو سو ایک مرد آیا اور اوس نے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اوسنے صک ظاہر کی جسمین خطوط ہیں عدول اور قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اوس نے حکم طلب کیا اس وثیقہ کا علما نے کہا ہے کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہے اور حجت شہادت ہے یا اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ حجت ہونیکی لیاقت نہیں رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور اسی خانیہ میں ہے کہ اگر کسی پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اوسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں سو اوس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونون کے خط میں بہت مشابہت ظاہر نکلی تو اسمین علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اوسپر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہے انتہی اور یہہ جو جاری زمانہ میں ہے کہ اگر صک کہنہ یا وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اوس وقت کا باقی نہو اور اس میں حکم ہو ساتھ شہادت یا اقرار کے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا ہو کہ یہہ ہی وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہہ وثیقہ قائم مقام دو شاہد عادل کے ہو تو جائز ہے اوسکے موافق حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغییر اور تزویر کی تہمت اوس میں نکرے اور اگر تہمت کرے اور حیلہ اور وثیقہ عدم تزویر کی قسم کہا لے تو بھی اوسکے موافق حکم ہوگا کہ دو شاہد کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نکھاوے تو اقرار اوسکا حجت ہوا انتہی سو یہہ قول جاری کا مخالف قاضیخان کی خانیہ کا ہے جو اصل مذہب کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ فی الظاہر وجوز الثانی بحیث لا یبیت فی بیتہ وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ وسراجیہ اور ضروری ہے مسافت تین دن کی دونون قاضیوں کے مابین میں جیسے شہادت کی شہادت میں ہے مسافت مذکورہ ضروری ہے ظاہر الروایۃ میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادۃ کو جائز کہا ہے اتنی مسافت میں جسمیں آدمی عود نکر سکے شب کو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیۃ ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازۃ الثانی اور باطل ہوجاتا ہے خط قاضی کاتب کی موت اور اوسکی معزولی سے قبل پہونچنے خط کے دوسرے قاضی کے طرف یا بعد وصول خط قبل اوسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اوسکو جائز کہا ہے واما بعدہما فلا یبطل اور بعد وصول کتاب اور بعد قراءت کے اگر کاتب مرگیا یا معزول ہوگیا تو خط باطل نہیں یعنی اوسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالتہ وخروجہ عن الاہلیۃ واجازۃ الثانی اور باطل ہوجاتا ہے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہوجانیسے اور اوسکے حد لگنے سے قذف میں اور اندھا ہونے اور فاسق ہو جانے بعد اوسکے عادل ہونیکے بسبب نکل جانے کاتب کے اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اوسکو جائز کہا ہے وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ عن الاہلیۃ اور اسیطرح خط باطل ہوجاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہوجانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ مگر اوس وقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جب کہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دے یعنی یون لکھے کہ یہ خط ہے فلان قاضی کیطرف سے یا جو وہان کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے بخلاف ما لو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصۃ بخلاف الاسم

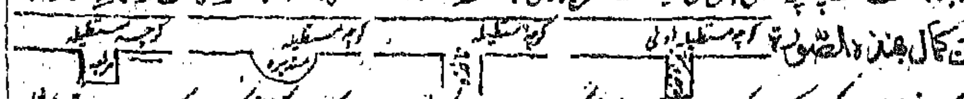
اگر ابتدا سے تعمیم کر دی تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعمیم ابتدائی کو جائز کہا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصہ لا یبطل بموت الخصم ایضاً کان لقیام وارثہ او
وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا خصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اوسکے وارث یا وصی اوسکے مقام پر قلت وکذا
لا یبطل بموت شاہدی الاصل کما سیأتی متنا فی بابہ خلافا لما وقع فی الخانیۃ ہنا فانہ مخالف لما ذکرہ بنفسہ ثمہ فتنبہ لہ ایضا اور باطل
نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادۃ کے باب میں متن کے اندر آویگا بخلاف اوسکے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اوس
قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادت علی الشہادۃ کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے ف خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت
فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الحلبی واعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضاء بعلمہ فی الاشباہ فمن جوزہ جوزہا ومن لا فلا الا ان المعتمد عدم
حکمہ بعلمہ فی زماننا اشباہ اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بسبب اپنی دانست کے مثل حکم کرنے کے اپنے علم و دانست سے ہے قول الاشباہ
میں کذا فی البحر سو جسنے قضا بعلم قاضی جائز رکھی ہے اوسنے کتابت بھی اوسکی دانست سے جائز رکھی ہے اور جسنے قضا بعلم جائز نہ رکھی اوسنے کتابت بھی جائز نہ رکھی مگر یہ
حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ف پھر جب قضا بعلم معتمد نہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتمد ہوگی وفیہا الامام یقضی بعلمہ
فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فعلی الامام یکتب کالقاضی بہ لا
فی الحد ولم اراہ لکن فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی والمختار الآن عدم حکمہ بعلمہ مطلقا میں کہتا ہوں سو کیا سلطان قید سے قضا کا علم
مسئلے میں چنانچہ ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حد وہ میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب یہ ہے کہ حکم قاضی کا اپنے علم سے مطلقا
ف شارح نے شرح وہبانیہ سے یہ استدلال کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف
اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی الطحطاوی کما لا یقضی بعلمہ فی الحدود الخالصۃ للہ تعالی کزنا وخمر مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود
خالصہ اللہ تعالی میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقا خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا پھر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نہوا ہو چنانچہ
اسپر قول آیندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ یعزر من بہ اثر السکر للتہمۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اوس شخص کو جسمین اثر مستی کا بسبب تہمت کے
ف اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرعین وعن الامام ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغصب یثبت الحیلولۃ علی وجہ الحسبۃ
لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ف یعنی اگر قاضی طلاق
اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں تو زوجہ کو امر کریگا زوج کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت ازواج اور مولی کو عدم استخدام مہری اور عدم وطی کا امر
کریگا اور غاصب کو امر کریگا شی مغصوب کا اوسکو کسی امین کے پاس رکھوا دیگا لیکن یہ امر بطریق احتساب اور سیاست ہوگا یعنی بطور تنبیہ نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی
ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام یملک اقامۃ الجمعۃ وقیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی مصر او
رستاق والجمہور علی المصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کیطرف سے بلکہ اوس قاضی کیطرف سے جو متعین ہے سلطان کیطرف سے کہ جو اقامت جمعہ کا مالک ہو
اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کیطرف مقبول ہے اور اس قول پر عتاب کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور کمال الدین نے کتب
کتابا الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاض ولی بعد کتابۃ ہذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایتہ وقت الخطاب
جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اوس شخص کیطرف جسکو پہنچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اوس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد
کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اوس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو
اسکا مخاطب بھی نہ ٹھہرا ف تعمیم ابتدائی بمذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہے دیکھو وجعل الخطاب للمکتوب الیہ لیس لنائبہ ان یقبلہ اور
اوسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کے طرف معین ہو گیا تو اوسکے نائب کو اوسکا قبول کرنا جائز نہیں ف اور اگر نائب کے طرف خطاب ہے
تو منوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی البحر والمرأۃ تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لہا لخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ بحر

قاضی ہو سکتی ہے سوای حد اور قصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بہلا نہوا اوس قوم کا جسنے اپنا کار اپنی عورت
کو دیا ہے بحر الرائق میں لکہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہرگز بہلا نہوگا اوس قوم کا جنہوں نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہہ ہے کہ اونہوں نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا انتہی
... ہو سکیگی وتصلح ناظرۃ لوقف ووصیۃ لیتیم وشاهدۃ فتح وتقدیرها فی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر انتہی
عورت لیاقت رکہتی ہے وقف کی ناظر ہونیکی اور یتیم کو وصی ہونیکی اور شاہد ہونیکی کذا فی الفتح وصحیح ہے مقرر کرنا اوسکا نظارت اوقاف کی شہادت میں اگرچہ
بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال وقد افتیت فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ
صاحب بحر نے کہا اور میں نے فتوی دیا اوس شخص کے بارہ میں جو شہادت کی شرط کی اپنے وقف میں فلانے شخص کے واسطے پہر اوسکے ولد کے واسطے سو وہ شخص مر گیا اور ایک
ایک لڑکی چہوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ہم کہتے ہیں کہ یہہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ عرف واقفین
واجب الرعایۃ ہے اور تمام ایسی صورتوں میں اسکا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اوسکے الفاظ کا صرف کرنا اوسکے عرف پر لیکن واقف کی مراد
شاید کہا جا سکے تو اسکی غیر مراد کے طرف کیونکر اوسکے لفظ کا صرف ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الاشباہ میں احکام الانثی اختار فی المسایرۃ جواز
کونہا نبیۃ بخلاف الرسالۃ لبناہا علی الستر اور اشباہ میں منجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسایرہ میں عورت کے نبی ہونیکو اختیار کیا ہے نہ اوسکے رسول
ہونے کو کیونکہ عورتوں کا حال ستر اور اختفا پر مبنی ہے اور رسول کو اختلاط رجال کی ضرورت ہے تعلیم اور اقامت دلائل کیواسطے اور یہہ نہیں ہو سکتا اگر مردسی
اور جواز ثبوت مقتضی وقوع نہیں بدء الامالی میں کہا کہ عورت کا ہے کو نبی نہیں ہوئی مسایرہ رسالہ ہے علم کلام کا صاحب فتح القدیر نے جسمین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہے
کذا فی الطحطاوی ولو قضت فی حد او قود فرفع الی قاض آخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ بخلاف شریح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد
اور قصاص میں پہر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے طرف جسکے مذہب میں عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے پہر اوس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ
کر دیا تو اوسکے غیر کو اوسکا ابطال جائز نہیں بسبب خلاف شریح کے کذا فی العینی ہم کہتے ہیں کہ عینی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتوں کی شہادت مردوں کے ساتھ حدود اور
قصاص میں جائز ہے انتہی پہر جب اونکی شہادت جائز ہوئی تو اونمیں قضا بہی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا
کما مر والخنثی کالانثی بحر اور ہیجڑے عورت کی مانند ہیں کذا فی البحر یعنی تو اوسکا حکم غیر حد اور قصاص میں صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ لہ او
لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ او لولدہ جاز قضاؤہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیۃ اور روایت کر
کہ جب قاضی یا اوسکے ولد کا کوئی واقعہ حادث ہو پہر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب قاضی یا اوسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اوسکی قضا جائز ہے
چنانچہ اگر قاضی اوس سلطان کیواسطے حکم کرے جسنے اوسکو عہدہ قضا سپرد کیا یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ
کیواسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاؤہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر وا
الملتقط فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اوسکے نفع اور نقصان میں اوسکی قضا صحیح ہے انتہی
برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو ہمکو یاد رکہنا چاہیئے ہم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اوسکے ولد کی قضا کے طرف راجع ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت اوسپر
دلالت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی ولیقضی النائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعکسہ وہو قضاء الاصل بما شہدوا بہ عند النائب فیجوز لل
للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اوسکا جسکی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور بالعکس یعنی
یعنی اصل کا حکم کرنا اوس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دیوے اوس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس یعنی نائب حکم کرے
قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصہ **فروع** مسائل متفرقہ شایعہ کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب من
لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاؤہ بہ اشباہ حکم نکرے قاضی اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جب
قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے اوسکی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ

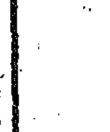
بعض بین الحکام ہین ہو کہ قضا کے ابتدا امانہ مفتی کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو انتہی یعنے جس صورت مین کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے
کذا فی البحر ہی دیہا لا یقضی لنفسہ ولا لولدہ الا الوصیۃ ارشاد ہین کہ حکم کرے اپنی ذات کے واسطے اور اپنی ولد کے واسطے مگر وصیت مین حکم ہو
سکتا ہے یا کہا مگر ایسا بین صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے لئے اقارب پر ہیں کہ حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین پہر وہ صاحب دین
مرگیا پہر دوسری مرد نے دعوی کیا کہ مین میت کا وصی ہون اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان حکم
جائز ہے کیونکہ اس حالت مین قاضی شاہد ہو سکتا ہو تو قاضی بھی ہو سکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ
ہو جائیگا اور اگر قاضی دین دیگا اوس مرد کو جو آپ کو وصی گمان کرتا ہے پہر دینے کے بعد اوسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اوسکی وصایت کا
حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اوسکی نافذ ہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادای دین قاضی اس مرد کا شاہد نہین ہو سکتا کیونکہ اس
گواہی مین قاضی کی منفعت ہو یعنے براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہین اسیطرح قضا بھی صحیح نہین تو اگر قاضی مذکور مرجائے
یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اوسکے حکم کو باطل کریگا اور حکم رجوع الیہ کو دوسرے قرار دیگا اور نہ قاضی اول اوسکے قرار بندار کو بری الذمہ ٹہرایگا کذا فی الطحطاوی
وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ ولامرأۃ ابیہ ولو فی حیاۃ امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ
کی شرح مین صحت قضا ی قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماکیواسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ اور اپنے باپ کی زندگی مین دیا ہو وانہ یقضی فیما تحت
نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اوقاف مین جو اوسکی تحت نظر ہین اور شرنبلالی نے بمضمون مذکور دو بیتین
زیادہ کین سو یون کہا ہے ویقضی لام العرس حال حیوتہا + وعرس ابیہ وھو حی بمحضرہ + اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماکیواسطے زوجہ کی حالت حیات
اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے یہہ حکم محضر مین ہے وبعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ + بمیراث مقضی بہ فلیتدبرہ
اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جسکا اوسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیب میراث سے یعنی جس کا حکم کرے اوسمین قاضی کے واسطے میراث نہو چاہیے
اس وقت مین دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماکیواسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کا کذا نقلہ الطحطاوی قولہ فلیتدبرہ ای بیت ہی یعنی لعبارت حاصل کر
اس حکم کو دریافت کرکے ہے ویقضی بوقف مستحق لرتبۃ + بوصف الفقہا والعلم او کان ینظرہ اور حکم کرتا ہے قاضی اوس وقف مین کہ آدمی کا وصف فقہا
وعلم مستحق ہو یا وقف قاضی کی تحت نظر ہو یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہے تو اسمین قاضی کا حکم کرنا جائز
ہو اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو فقہا یا علم کے وصف سے کذا فی الطحطاوی **ھذہ مسائل شتی** ای متفرقۃ یہہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ مین
شتی جمع شتیت کی ہے معنے متفرق ومختلف قال تعالے (ان سعیکم لشتی) یعنی مختلف الجزا وجاؤا اشتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہین وہ لوگ آئے
متفرق آئے یمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لاٰخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ وھو البیت التحتانی منع کیا جاتا ہے نیچے
مکان والا جبکہ دوسرے شخص کا بالاخانہ اوسپر ہے کہ میخ نہ ٹہوکے بیت تحتانی مین ہم ایک مکان دو منزلہ ہو نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہو اور اوپر
مکان کا دوسرا شخص مالک ہو تو نیچے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار مین گاڑے تو حاکم منع کریگا کما ہو الظاہر کما التصرف دیوار کی تقییدہ حادثہ ہوا کہ زمین یہ
جائز ہی قاضیہ مین ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین مین کنواں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانہ والیکا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک
بعلت ضرر جائز نہین او ینقب کوۃ بفتح او ضم الطاقۃ وکذا بالعکس دعوے المجمع اوسنے تحتانی روزن کہود دے تو منع کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی الدر
المجمع یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بنادے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوہ بفتح وضم کاف دریچہ و عبارت
ہے طاق سے بلا رضی الاخر وھذا عندہ وھو القیاس جبرا یعنی صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کہودنے سے بدون رضامندی دوسرے کے
روکا جائیگا اور یہہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر وقالا لا یمنع مالم یضر اور صاحبین نے کہا دونون مین ہر ایک کو وہ فعل
درست ہین جو دوسرے کو ضرر نکرے ہم ظاہر قول صاحبین یہی پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر

مسائل شتی

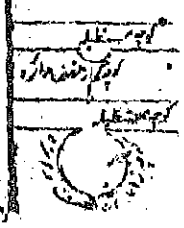
حموی میں ترجمہ سے منقول ہے کہ یہی محل فتوی کے واسطے مختار ہے ولو انھدم السفل بلا صنع ربه لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اوسکے مالک نے بدون کرنے کے تو اوسپر اوسکے بنانے میں زبردستی نہوگی بسبب عدم تعدی کے ولذی العلو ان یبنی ثم یرجع بما انفق ان بنی باذنه او اذن قاض والا فبقیمة البناء یوم بنی وتمامه فی العینی اور حسنا الاخانہ کو جائز ہے کہ بنا دے یعنی نیچے کے مکان کو در صورت انہدام پھر جو اوسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے لیوے اگر اوسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اوسکی قیمت ہو بنانے کے دن اوسکو لیوے اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے حموی خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اوسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اوسپر تاوان نہیں کذا فی الحصاری تراتفعة مستطیلة ای سکة طویلة یتشعب عنها سکة مثلها لکن غیر نافذة الی محلی اخر منعتم اهل الاولی عن فتح باب الدور للاستطراق والریح عینی فی الفصول غیر النافذة علی الصحیح اذ لاحق لهم فی المرور بخلاف النافذة ای اگر مستطیلہ یعنی لمبا کوچہ ہو جیسے دو سرا کوچہ پہوٹا ہو مانند پہلے کوچے کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسرے مکان کے طرف یعنی بند ہو دوسری جانب سے تو روکے جاوینگے پہلے کوچہ والے پہلو کے واسطے دروازہ پہوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ میں بقول صحیح اسواسطے کہ اونکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ کے اوسمیں دروازہ پہوڑنا جائز ہے عینی نے کہا تشنی کے واسطے اور ہوا آنیکے واسطے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ لگانا پہلے کوچہ والوں کو جائز نہیں ہے اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ میں اسطرح کہ اوسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کوٹے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار میں دروازہ نہیں پہوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ میں نکل آیا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہو اور اوسکے واسطے حق مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ میں بلکہ اوسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون کے واسطے ہے ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوچے والون کا شفعہ اوسمیں ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ اونکو شفعہ پہنچتا ہے اور دروازہ لگانا درست ہو کیونکہ اوسمیں اونکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اوسمیں سبکا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب ممنوع نہیں بلکہ مرور ممنوع ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع میں نص محمد صحیح ہے اور یہ اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن اوسکی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعای حق مرور کی تمہید ہو کذا فی فتح القدیر تو معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر صحیح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور شعبہ غیر نافذہ کی حاشیہ پر ہے وفی ۲ اتفعة مستدیرة لزق ای اتصل طرفاها ای نهایة سعته بعوجاجها بالمستطیلة لم یمنعوا لانها ساحة مشترکة فی داخل اور گول کوچے میں جسکے دونوں کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہوں دروازہ پہوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اوس صحن کے ہے جو گھر میں مشترک ہو دونون کنارہ وسعت کی مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ میں حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے غایت امر یہ ہے کہ وہ کج ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ میں مشترک ہیں اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچا ہو کذا فی الفتح فتح باب تبھو فت ہے جب کہ مستدیرہ نصف دائرہ کی برابر ہو یا نصف کم ہو تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اوسمیں فتح باب جائز نہیں تو یہاں دو صورتین تصور کر چاہئیں پہلی صورت میں فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولی میں مستدیرہ صحن مشترک ٹہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اوسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ مثل موضع ٹہرا مستطیلہ کا کا کذا فی شرح الوقایہ ہم تو مستدیرہ میں تین صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ استدارہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعة فانها کسکة فی سکة ولذا یمکنهم رسم تب الوقایة انتهی ابن کمال بهذه الصورة



بخلاف کوچہ شعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اوس کوچہ کے ہے جو کوچہ میں واقع ہو ولہذا اگر کوچہ مربعہ والون کو نصب ہوا یہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح یعنی کوچہ مستطیلہ والون کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ میں دروازہ لگا دیں اور اس محل کی صورتیں نسخون میں مختلف الرقم ہیں لیکن مقام سے قریب الفہم ہیں کذا فی الاحلال چنانچہ مترجم نے سہولت فہم کے واسطے حاشیے پر مفصل مرقوم کر دیں ہیں تتمہ فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہو اور وہان کے لوگون میں







ایک شخص نے گارا بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگون کے چوڑی اور مٹی جلد اوٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نکیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی
دیوار دوسرے شخص کے گھر مین ہے سوا اوسنے اپنی دیوار مین مٹی لیسنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے
گھر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر مین پڑی ہے سوا اوسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے
یا اوسکا نابدان ہے دوسرے کے گھر مین سو اوسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہین بدون اوسکے گھر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہو تو اوسکے ہمسایہ سے
کہا جائے گا کہ یا تو اوسکو داخل ہونے سے منع نکر یا وہ درست کرے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اوسکا مطلب پورا کردے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور یہی
قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑہا کہودا سو اوسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو ہم
زبردستی نہین پہر اگر دیوار منہدم ہوگی تو اوسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر مذہب ہے حکایت ہے کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر
مین کنوان کہودا ہے جسنے میری دیوار کو اوس سے ضرر ہے امام نے کہا تو اپنے گھر مین اوسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کہود سو اوسنے
ایسا ہی کیا تو اوسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہوگیا اور اوسنے ناچار ہوکر کنوان بند کرڈالا امام نے منع جانے کا فتوی نہ دیا بلکہ اوسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا
کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضررا بینا فیمنع من ذلک وعلیه الفتوی بزازیة واختاره فی
العمادیة وافتی به قاری الهدایة حتی یمنع الجار من فتح الطاق وهذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نکیا جائیگا شخص اپنی ملک مین تصرف
کرنے سے مگر جب کہ اوسکے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اوس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اور اسیکو پسند کیا ہے
عمادیہ مین اور اسیکا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کہڑکی اور روزن کہولنے سے اور یہہ جواب ہے مشائخ کا بطریق
استحسان کے ضرر بین سے ضرر صریح مراد ہے جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسے
روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسیکو علما نے فتوی کے واسطے پسند کیا ہے اور اگر اندک منفعت بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہوجاوے رازی نے
کتاب الاستحسان مین ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھرون کے ہے اور اوس گھر کا مالک یہہ ارادہ کرے کہ اسمین تنور بنا دے جسمین ہمیشہ روٹیان پکا کرین وہ کام
کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دہوبیون کے کندی کرنے کی پٹری بنا دے تو جائز نہین کیونکہ اسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاؤ نہین ہوسکتا ہوا اسلئے کہ
تنور کا دہوان بسبب کثرت وشدت دہوان پہیلیگا اور چکی اور کندی کی پٹری سے دیوارین لودی ہوجاوینگی بخلاف حمام کہ وہ مضر نہین مگر بسبب طراوت کے اور اوسمین
بچاؤ ممکن ہے درمیان مین دیوار ڈہاکر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گھرون مین ہوتا ہے حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ بیچ تہذیب قلانسی مین دو قول
پایا جو روزن بنانے کے واسطے اوس عمارت مین جو مشرف ہے کسیکی زمین یا گھر پر لائق اختیار ہے وہ یہہ ہے کہ اگر روزن روشنی یا ہوا کے واسطے ہو تو منع کیا جائیگا
اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو روکا جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت مین روزن ہو تو پہلی صورت ہے اور اگر اعالی عمارت مین ہے یا اوسپر شباک یعنی جالی ہے تو وہ
دوسری صورت ہے کہ ظاہر روشنی کے واسطے ہے کذا فی الخطا وجواب ظاهر الروایة عدم المنع مطلقا وبه افتی طائفة کالامام ظهیر الدین
ابن الشحنة ووالده ورجحه فی الفتح وفی قسمة المجتبی وبه یفتی واختاره المصنف ثم قال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاهر الروایة
انتهی قلت وحیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر اه فتدبر اور جواب ظاہر الروایة کا عدم منع ہے ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا ضرر
صریح ہو یا نہو اور اسیکا فتوی دیا ہے چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اوسکے والد نے اور فتح القدیر مین اسیکو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی کتاب القسمة
مین ہے کہ اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمة مین اسی پر اعتماد کیا ہے سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے مین بیان اختلاف تو
ہوا ہے اور لائق یہہ ہے کہ در صورت اختلاف فتوی ظاہر الروایة پر اعتماد کیا جاوے لکھتے ہین کہتا ہون اور جب کہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہوا تو
عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بارہا سو تامل کرو جواب ظاہر الروایة یہی بنا ہے کہ انسان اپنی ملک کے تصرف مین مختار ہے کسیکا ضرر
ہو یا نہو اور تجہکو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہین یعنے در صورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہے نہ ہر ضرر مین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

قلت وبقي ما لو اشكل هل يضر ام لا وقد حرر محشي الاشباه الغزي تبعا على مسئلة السفل والعلو انه لا يمنع اذا اضر كذا اذا اشكل على المختار للفتوى كما في الخانية قال المحشي فكذا التصرف في ملكه ان اضر و اشكل يمنع وان لم يضر لم يمنع قال ولم ار من نبه عليه فليغتنم فانه من خواص كتابي انتهى مین کہتا ہون اور باقی رہی یہہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہیں اور اسکے اسکے جواب مین محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کرکے کہ صاحب سفل یا صاحب علو منع کیا جائے گا جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسیطرح حکم ہے جب کہ تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر مین بنابر اس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ خانیہ مین ہے محشی نے کہا تو اسیطرح انسان کا تصرف اپنی ملک مین اگر دوسرے کو مضر ہو یعنی ضرر اور عدم ضرر مین تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہیں تو منع نکیا جائیگا محشی نے کہا مین نے نہیں دیکھا اوس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیے کہ یہہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے انتہے کلام المحشی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا اوسی مطلب پر کافی تھا ادعى على آخر هبة مع قبض في وقت فسئل المدعي البينة فقال قد جحدني الهبة فاشتريتها منه او لم يقل ذلك اي جحدنيها ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت مین مثلا یہہ دعوی کیا کہ اوسنے فلانی چیز مجھکو رمضان مین دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اوسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کرکے منکر ہوگیا ہبہ سے تو مین نے اوس سے وہ چیز خرید کرلی یا مدعی نے یہہ کہنا یعنے انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نکیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اوسکے بعد خرید کا ومفاده انه لا اكتفاء بالامكان التوفيق وهو مختار شيخ الاسلام من اقوال اربعة اور مفاد عدم قبول بانکار ہبہ اکتفا ہو بامکان توفیق اور یہہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قول کے ہے جس موضع مین تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اوسکی توفیق یعنے رفع تناقض مین فقہا کے چار قول ہین پہلا قول یہہ ہے کہ دونون کلامون مین بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقا خواہ مدعی کیجانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد نہ متعدد کذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہہ معلوم ہوا تو درایت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کرکے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہوگئی اب تناقض باقی نرہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو میان توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختار الخجندي انه يكفي من المدعى عليه لا من المدعي لان المدعي مستحق وذلك دافع والظاهر يكفي للدفع لا للاستحقاق بزازية اور خجندی نے یہہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی کیجانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دفع کیواسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیہ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور وقوع اوسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع مین حجت ہے نہ استحقاق مین کذا فی البحر فان اقام بينة على الشراء بعد وقتها اي وقت الهبة تقبل في الصورتين یعنی پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کئے یعنی مثلا شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہوگی دونو صورتون مین یعنی ایک صورت یہہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھ سے انکار کیا دوسری صورت یہہ کہ نہ کہا هم بعده وقتها ظرف هو شراء كان اقام كذا في العيني وقبلها لا لظهور التوفيق في الوجه الاول وظهور التناقض في الثاني اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلا شعبان کی خرید پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول نہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول مین اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی مین ہم حاصل مسئلہ یہہ ہے کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلا دعوی کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اوسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلا شوال مین خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین ممکن ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید مین تناقض نہیں کہ اوسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہون نے کہا کہ مدعی نے اوسکو شعبان مین خرید کیا تو اسمین قول مدعی اور شہادت شہود مین تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ مین اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا ملک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی منافی ہے لہذا مقبول نہیں ولو لم يذكر لهما تاريخا او ذكر لاحدهما تقبل لامكان التوفيق بتاخير الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ ذکر نکی یا فقط

ہے یا فقط خرید کی تاریخ ذکر کی تو دعوی مقبول ہے بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور ہو تو احتمال ہے کہ خرید اسکے بعد ہبہ واقع ہوئی ہو او هل یشترط کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط خلاف ویبتنی ترجیح الثانی بحر لان به التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونوں کلام مستناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اسمین خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوا ہے اور علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جبتک وہ قاضی کے نزدیک ثابت نکیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا گویا دونوں مجلس قاضی میں صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامه فی البحر واقره المصنف اور تناقض دفع ہوجاتا ہے خصم کی تصدیق سے اور تناقض کے یوں کہنے سے کہ مینے کلام اول کو چھوڑا اور اب مین یہہ دعوی کرتا ہوں اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے اور تکذیب حاکم کی یہہ صورت ہے کہ زید نے دعوی کیا کہ عمرو اور اسکے مدیون کا ضامن ہے سو عمرو نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اوسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور کفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پہر ضامن نے مدیون مذکور پر دعوی کیا کہ میں اوسکا ضامن ہوا تہا اوسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پہر لینا جائز ہے یعنے مدیون یہہ نہین کہہ سکتا کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تہا اور اب مدعی ضمانت ہے یہہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعا تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی المجتبی کما لو ادعی اولا انها ای الدار مثلا وقف علیه ثم ادعاها لنفسه او ادعاها لنفسه ثم ادعاها لغیره لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلا گہر وقف ہے مجہپر پہر اوسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گہر غیر شخص کا ہے پہر اوسکی ملکیت کا اپنی واسطے دعوی کیا تو مقبول نہین بسبب تناقض کے ہم کہتے ہیں کہ یہہ بعض قول میں جب وقف کا پہر ملکیت کا دعوے کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہین سواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقیل تقبل ان وفق بان قال کان لفلان ثم اشتریته منه رد فی آخر الدعوی اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ مین توفیق دی یعنی مدعی اسطرح پر کہے کہ اول فلانے شخص کا تہا پہر مینے اوسکو خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہے قال لو ادعی الملک لنفسه اولا ثم ادعی الوقف علیه تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعوی ملک اسکا اپنی ذات کے واسطے کیا پہر دعوی کیا کہ وہ مجہپر وقف ہے تو مقبول ہے ہم کہتے ہیں کہ منح الغفار مین اسیطرح ہے اور بحر الرائق اور حموی میں تقیید بلفظ علیه نہیں تو جب عدم تقیید مذکور ہے تو توفیق ممکن ہے اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک تہا پہر اوسنے اسکو وقف کر دیا اور در صورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہے جسمین توفیق نہین مگر بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہے کہ اونکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاها لنفسه ثم لغیره فانه یقبل چنانچہ اگر اوسکا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پہر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو وفی قال لآخر اشتریت منی هذه الجاریة وانکر الآخر الشراء جاز للبائع ان یطأها ان ترک البائع الخصومة واقترن ترکه بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکها ونقلها الی منزله لما تقرر ان جحود جمیع العقود ماعدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے کو کہا کہ تو نے مجہسے یہہ لونڈی خرید کی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اوس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہے اگر بائع نے جہگڑا کرنا چہوڑ دیا ہوا اور ترک خصومت اوس فعل سے متقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکہہ لینا اور اسکو اپنے مکان مین لیجانا اجماع اسواسطے جائز ہے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ جمیع عقد کا انکار سوای نکاح کے فسخ ہے یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک مین داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فلبائع ردها بعیب لتمام الفسخ بالتراضی یعنی تو بائع کو لونڈی کا پہیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہے باعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اوس عیب قدیم سے مراد وہ عیب لیتے ہیں جسکی اطلاع نہوئی تہی قبل بیع کے ورنہ جائز نہین کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب بدرضا العیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو یہہ فسخ ہوا مشتری کے جانب سے پہر جب کہ بائع نے اوسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہو گیا کذا فی الطحطاوی

السراج الوهاج اما النكاح فلا يقبل الفسخ اصلا فلذا لو جحد انه تزوجها ثم ادعاه و برهن على النكاح يقبل برهانه اور نکاح تو مطلق فسخ قبول نہیں کرتا تو اسی
واسطے اگر زوج نے خود بیچ نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اوسکی مقبول ہے ہم نکاح محتمل فسخ نہیں کسی سبب سے
تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہے
کہ اسکے بعد یون کہے کہ مین نے تم دونون مین تفریق کردی یا مرد یون کہے کہ میری زوجہ تھی سو مینے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت سے نکاح کا
دعوی کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر مرد مرگیا اور عورت آئی میراث کا دعوی کرتی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البيع فانه اذا انكر
ثم ادعاه لا يقبل لانفساخه بالانكار بخلاف النكاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوی کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ
ہوجانے بیع کے انکار سے ہو تو بیان نکاح کے ہم بہتر یہ ہوا کہ شارح لفظ بخلاف النكاح کو حذف کرتا کہ اوسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی مین
مناسب تھا مگر یہان انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم قضا اسمین مذکور ہو اقر بقبض عشرة دراهم ثم ادعى انها زيوف او نبهرجة صدق بيمينه لان اسم
الدراهم يعمها بخلاف الستوقة لغلبة غشها اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا پھر مقر نے دعوی کیا کہ دراہم مذکور زیوف ہین یا نبہرجہ تو اوسکی تصدیق
ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے کہ انکو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے انکی غش کے ہم
زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی مین نہ لیا جاوے اور سوداگرون مین اوسکا لینا رائج ہوا اسواسطے کہ خزانہ سلطانی مین کھرا مال لیا
جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونون طرف چاندی حموی نے ابوسعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کے لفظ مین بہ تقدیم
ہر دونون پر چنانچہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولذا لو ادعى انها ستوقة لا يصدق ان كان البيان مفصولا وصدق لو كان موصولا
نهاية فالتفصيل في المفصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر یہ مقر مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہین تو اوسکی تصدیق
نہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اوسی اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النهاية تو تفصیل مذکور مفصول مین ہے نہ موصول مین ہم یعنی
تفصیل زیوف اور نبہرجہ مین اور ستوقہ مین درصورت انفصال بیان ہو یعنے اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطور انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ
کہا تو بطور انفصال تصدیق نہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض
الجياد لم يصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درمون کے قبضہ کرنیکا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق
نہوگی مطلقا اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جب جید کا اقرار کیا تو اب اوسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انه قبض
حقه او قبض الثمن او استوفى حقه صدق في دعوى الزيافة لو بين موصولا ولا لا اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ
کیا یا اوسنے اپنا حق پورا بھر لیا تو اوسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت مین یعنی اگر یون کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان
کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہین کیا تو تصدیق نہوگی ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونیکا دعوی مانند دعوی زیافت کے کیونکہ سبکا حکم ایک ہی جیسے نہایہ مین ہے
کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ ہین یا دراہم رصاص ہین تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الطحطاوی لان قوله جياد مفسر
فلا يحتمل التاويل بخلاف غيره لانه ظاهر او نص فيحتمل التاويل ابن كمال اسواسطے کہ مقر کا جیاد یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف
غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اسمین تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسر وہ ہے جو نص سے زیادہ تر واضح ہو اسواسطے جبر کا اوسکے
ساتھ احتمال تاویل باقی نرہو اور ظاہر وہ ہے جسمین غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمین غیر مراد کا احتمال ابعد تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید
کا احتمال باقی نرہا کیونکہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفا حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اسمین زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال
بعید یا ابعد ہے اقر بدين ثم ادعى ان بعضه قرض و بعضه ربوا و برهن عليه تقبل برهانه قنية عن علاء الدين الترجماني في الا قرار اقرار کیا
دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض ربوا ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اوسکی مقبول ہوگی جیسا کچھ قنیہ مین ہے ملا علاءالدین سے اور آگے کتاب الاقرار

ہیں اگر یوں کہا کہ لا اخرتک علی الف درہم فی ذلک المقر لہ ثم صدقہ فی مجلسہ فلا شئ للمقر لہ الا ان یجدد اقرارا ثانیا وکذا الحکم فی کل ما فیہ الحق لہ
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیری مجھ پر ہزار درم ہیں سو جس کے واسطے اقرار کیا اوس نے اوسکا اقرار رد کیا اور یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درم تیرے ہیں
یا فلانے شخص کے ہیں کذا فی الفتح پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اوسی مجلس میں تو مقر لہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسی
طرح کا حکم ہر ایک اوس اقرار میں ہے جس میں ایک شخص کا حق ہے ہم مقر لہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین پر رد ہو گیا مقر لہ کے رد کر دینے سے اور
بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعوی ہے تو اوسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ تصدیق
اور طلاق اور عتاق یا در نسب اور ولاء کا اقرار رد کرنے سے مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد الرد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کر لیگا پھر رد کریگا
تو مردود نہوگا اسیطرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین قبول کرنے سے تمام ہو جاتا ہی پھر رد کرنے سے رد نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اوس نے قبول کیا پھر
رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبل قبول رد کریگا تو رد ہوگا بتصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا
ایک شخص کے حق کی مثال یہی مسئلہ مذکورہ ہے تو یہاں مقر لہ منفرد برد اقرار ہے بخلاف اوسکے اگر یوں کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا
تو اوسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ بیع میں منفرد نہیں بخلاف ہبہ کے کہ جس چیز میں دو شخصوں کا
حق ہے اگر ایک منکر رجوع کرے تصدیق کیطرف قبل اسبات کے کہ شخص آخر اوسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع اور نکاح اور جسمیں
ہیں ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اوسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہیں کذا فی الحطاوی مفصلا ومن ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیہ
ما کان لک علی شئ قط فبرھن المدعی علی انہ لہ علیہ الف وبرھن المدعی علیہ علی القضاء ای الایفاء او الابراء ولو بعد القضاء
ای الحکم بالمال اذ الدفع بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسئلۃ المخمسۃ کما سیجئ قبل برہانہ لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی
ویبرأ منہ دفعا للخصومۃ اور جب نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھپر کچھ نہ تھا ہرگز سو مدعی اپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار
ہیں اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابرا اور مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضا قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان پر مال دینے کا حکم کیا
اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ میں دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل ثانی میں آویگا
تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابرا میں اسواسطے کہ جھگڑا مٹانیکے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے
اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے ضمنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ میں مال دے چکا ہوں یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اوسکو گواہی
ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر میں تناقض ہے لیکن گواہی مقبول ہے کیونکہ رفع تناقض یہاں متصور ہے اس احتمال سے کہ وہ نہیں مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا
مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ
مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اوسمیں علما کے پانچ قول ہیں وسیجئ فی الاقرار انہ لو برھن علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شھودی
کذبۃ او لیس لی علیہ شئ صح الدفع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستثناء اور کتاب الاقرار میں آویگا یہ کہ اگر
مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ میں دعوی میں جھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا اوسپر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر میں
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استثنا میں ذکر کیا ہے مشتری نے جو اس خریداری کا یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی علیہ فبرھن
المدعی علی القصاص ثم برھن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا
دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص کے پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص کے یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے بعوض مال کے ہو
یہاں بھی کلام مدعی میں رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ وہ بیچ میں پہلے قصاص ہوا مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانیکے واسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص کو
معاف کر دیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی عبودیۃ شخص فانکر فبرھن المدعی ثم برھن العبد ان المدعی اعتقہ یقبل ان لم یکن

اور ایسا ہی حکم ہے دعوی رق مین اس طرح پر کہ دعوی کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اوس نے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اوسکی غلامی پر پھر غلام گواہ
لایا کہ مدعی نے اوسکو آزاد کردیا ہے تو برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر اوس نے صلح کرلی ہو مدعی سے ہم یعنی برہان درصورت عدم صلح مقبول ہے اور اگر اول انکار
کیا پھر کچھ مال پر صلح کرلی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا پر تو اوسکی برہان مسموع نہوگی اسی طرح کذا فی الفتح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ ثم برہن علی الایفاء لم
اور اگر مدعا علیہ نے ایفای دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کرلی تو اوسکا برہان ایفا پر مقبول ہے کذا فی البحر ہم یعنی صلح دعوی ایفا کی قبول
نہین اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے کی ہے غیر حق بھی یا اپنا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ برھن ان لہ اربع مائۃ ثم اقر ان علیہ المنکر
ثلث مائۃ یسقط عن المنکر ثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی لا تسقط لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا لذمتہ غیر مشغولۃ فی
زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق مین ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اوسکے چار سو ہین پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر
تین سو ہین تو چار سو مین تین سو ساقط ہوسکے اور بعضون نے کہا کہ تین سو ساقط نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے
کہ مدعا علیہ منکر ہے اور ذمہ اوسکا مشغول نہین اوسکے گمان مین پھر مقاصہ یعنی باہم مجرا ہونا کہان واقع ہوتا ہے واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا اعرفک
ولا رأیتک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہہ لفظ زیادہ کیا اور مین تجھکو نہین پہچانتا ہون اور مانند اسکے چنانچہ یون کہا کہ مین نے
تجھکو نہین دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول ہے بسبب متعذر ہونے توفیق کے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا
مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور مین تجھکو نہین پہچانتا تھا یا یون بولا کہ مین نے تجھکو نہین دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلطہ نہین اور نہ دینا اور نہ لینا
یا مین اور تو ایک مکان مین مجتمع نہین ہوئے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفا دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کئے تو مقبول نہین کذا فی فتح القدیر
شرح وقایہ مین ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصون کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابرا بدون معرفت کے نہین ہوتا انتہی
وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ قد یتأذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یعمل بنفسہ
لا یقبل اور بعضون نے یعنی قدوری نے کہا کہ ایفا دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو گاہی اذیت ہوتی
ہو اپنے دروازہ کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ کو وہ امر کرتا ہے مخاصم کے راضی کرنیکا اور حالانکہ مخاصم کو نہین پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اسکو معلوم
کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ ان لوگون مین سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہین بلا واسطہ وکیل تو اوسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ہم یہہ
مترجم ہے یعنی قاضی خان کی محتجب وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضون نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے کہ اوسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی
نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال لہ دفع فی آخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار ہان اگر مدعا علیہ اوس
شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر یعنی آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض مانع صحت
اقرار کا مانع نہین ہم طحطاوی نے کہا یہہ قول مرتبط ہے اوس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر محذوف یہہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہو
تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اوس نے کہا کہ مین نے اوسکو کچھ نہین دیا پھر اوس نے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہے کہ شی واحد مین دافع
غیر دافع ہو ہان اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے تو یعنے جو کہ دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہوچکا اوسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح
کہ اوس نے یہہ اقرار کیا کہ دین اوسکو پہونچ گیا ہے مدیون سے یا مدیون نے اوسکو پہونچا دیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی
الطحطاوی یتفرع آخر لبیع عبدا من فلان ثم جحد لا صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل کذا فی البزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کی بیع کا فلان شخص سے
پھر اوسکا انکار کیا تو اوسکا انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار مین ہے ہم صحت انکار کا مطلب
یہہ ہے کہ کلام متناقض نہین اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہین ادعی علی آخر انہ باعہ امتہ منہ فقال الآخر لم ابعہا منک قط فبرھن
المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد ردہا فبرھن البائع انہ ای المشتری برئ الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ

الیکافر للتناقض دعوی کیا دوسرے پر کہ اوسنے اپنی لونڈی اوسکے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ یہ لونڈی میرے ہاتھ نہیں بیچا ہرگز سو گواہ لایا مدعی بائع
سے خریدنے پر پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اور اوسکے پھیرنے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے براءت کرچکا ہے اوس کے
ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ہم وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ براءت بیع سے ہی بیع میں
بیع متصور نہیں وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق ببیع وکیله وابرائه عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب
ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ہم جب اوسکے وکیل نے بیع کی تو یہہ کہنا درست ہوا کہ میں نے بیع نہیں کی یعنی بذات خود میں نے
بیع نہیں ہوا اور براءت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنه واقعة سمرقند اور ازجنس مسئلہ متن واقعہ ہے
سمرقند کا جس میں تناقض واقع نہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو تمام بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انه نکحها بکذا وطالبته بالمھر
فانکر فبرھنت فادعی انه خلعها علی المھر تقبل لاحتمال انه زوجه ابوه وھو صغیر ولم یعلم بذلک یعنی زوجہ نے دعوی کیا کہ اوس نے مجھ سے
نکاح کیا اتنے مہر پر اور اوسسے مہر کا مطالبہ کیا سو اوسنے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اوسنے
عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہے یعنی مرد ہر اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا
نکاح اوسکے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصه ہم یہ ہے اوسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور
نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہیں پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بعوض مہر میں تناقض نہیں کذا فی الطحطاوی ویبطل جمیع ما کتب
ای مکتوب کتب ان شاء الله فی آخره باطل ہو جاتا ہے تمام مضمون اوس صک یعنی کاغذ مرقوم کا جسکے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہے ہم شارح نے
بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہو جاتا ہے خواہ اوسمیں ایک شی مرقوم ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی میں ہے وقالا الی الاخیر فقط وھی
ہی استحسان راجح علی قوله فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان
ہی جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ جمل میں اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے واسطے
وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کے طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آویگا اور یہہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنا اوسکے طرف راجع ہوگا جو
اوس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی وعن الزیلعی واتفقوا ان الفرجة کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہیں اسپر کہ فرجہ خط میں فاصل
سکوت کی مانند ہے ہم فرجہ یعنی اثنائے تحریر میں کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا تو انشاء اللہ ما بعد فرجہ کے طرف راجع ہوگا جیسے سکوت میں مابعد
سکوت کے طرف راجع ہوتا ہے وعلی انصرافه للکل فی جمل متعاطفة بواو واعقبت بشرط اور علما اسپر متفق ہیں انشاء اللہ کے راجع ہونے پر
کل کے طرف اون جمل متعاطفہ میں جنکا عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور اونکے اخیر میں شرط ہو ہم چنانچہ ایک شخص یوں کہا کہ اسکی عورت مطلقہ
ہو اور اوسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے انشاء اللہ تو شرط تینوں جملوں کے طرف راجع ہے یعنی طلاق اور عتاق اور مشی
کچھ لازم نہیں جمل متعاطفہ کی قید ترجمہ میں اسواسطے لگائی کہ جمل کثیرہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ صک میں مذکور ہو چکا واما الاستثناء
بالا ونحوھا فللاخیر الا لقرینة کمائة درھم وخمسون دینارا الا درھما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اسکے امثال سے اخیر کی
طرف راجع ہوتا ہے مگر بقرینہ اول کی طرف راجع ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم یہہ استثنا اول یعنی درہموں کے طرف
راجع ہے نہ اخیر کے طرف بطریق استحسان کے ہم قرینہ یہاں اتحاد جنسیت مستثنی منه اور مستثنی ہے واما الاستثناء بان شاء الله بعد جملتین ایقاعیتین
فالیھما اتفاقا اور استثنا بلفظ انشاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونوں کے طرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہے جس میں تعلیق
واقع نہیں بقرینہ مقابلہ چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق وھذا حر ان شاء اللہ کذا فی الحلبی وبعد طلاقین معلقین او طلاق معلق وعتق معلق
فالیھما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنا واقع ہونا بعد طلاق معلق یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونوں کے طرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک

اور غیبیکے طرفین راجح ہوتا ہو ابو یوسف کے نزدیک ہم دو طلاق معلق کی مثال اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اور طلاق معلق اور عتق معلق
کی مثال اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَعَبْدِی حُرٌّ اور یہہ خلاف تعلیق مین ہے اور مسئلک مین تو دونون کا اتفاق ہے ولو بلا عطف ای بدون العطف سکوت
فالاخیر اتفاقًا اور اگر شرط واقع ہو بعد جملہ فیہا طلاق کے یا جملون مین عطف ہو لیکن ایمین مین سکوت واقع ہوا ہو اسمین فیصلہ جو واقع ہوا تو اثنا خطبہ مین تو
استثنا اخیر کیطرف راجح ہے بالاتفاق اخیر مراد بعد سکوت ہو کہ نلفی الطلاق وعطفه بعد سکوته لغو الا ان فیہ تشدید علی نفسه
وتمامه فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اوس سکوت کے لغو ہے مگر اوسمین لغو نہین جسمین سختی گیری ہے اوسکی ذات پر اور پورا بیان اسکا بحر الرائق
مین ہو ہم یعنے جسمین متکلم کی ذات پر وسعت ہو تو وہان عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یون بولا کہ اگر تو اس گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے
پھر چپ ہو پھر بولا اور اس دوسرے گھر مین اور یہہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہو مگر دونون گھرون کے داخل ہونے سے ہے اور جسمین سختگیری ہو اپنی
ذات پر چنانچہ یون بولا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہو اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ثانیہ بھی یمین مین داخل ہوگی کذا
فی البحر ماتَ ذِمِّیٌّ فَقَالَتْ عِرْسُهٗ اَسْلَمْتُ بَعْدَ مَوْتِهٖ وَقَالَتْ وَرَثَتُهٗ قَبْلَهٗ صُدِّقُوْا تَحْكِيْمًا لِلْحَالِ ذمی مرگیا سو اوسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان
ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثون نے کہا کہ قبل اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثون کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے
ہم یعنی بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ نے الحال ثابت ہی تو زمان گذشتہ مین بھی ثابت رہیگا تحریر مین ہے کہ استصحاب
ہو ادس امر محقق کی بقا کا حکم ہے جسکا عدم مظنون نہین کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونیکے
مسئلے مین ہم یعنی پنچکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ مین انتفاع پر قادر نہوا اوسکے پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو
فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیئے اور اوسکے موافق زمان گذشتہ مین حکم کرنا چاہیئے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق مین بھی جاری تھا اور اگر فی الحال
جاری نہین تو سابق مین بھی جاری نہتھا ثم الحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہو حجت
ہونے کی فقط دفع دعوی کے واسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ مین نہ استحقاق کے واسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسه الذمیۃ اسلمت قبل موته
فالارث له وقالوا بعده فالقول لهم لان الحادث یضاف لاقرب اوقاته چنانچہ حکم ہے اوس مسلمان کے باب مین جو مرگیا سو اوسکی زوجہ ذمیہ نے کہا کہ مین
اسلام قبول کرچکی ہون قبل موت زوج کے تو مین اوسکی وارث ہون اور میت کے وارثون نے کہا کہ بعد اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثونکا
قول معتبر ہو اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کیطرف منسوب ہوتی ہے تو یہانپر بعد موت اقرب ہو قبل موت سے لہذا اسلام حادث بعد موت کیطرف منسوب
ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ہم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل المصنف دلالت کرتا ہو کہ یہہ مثال ہے
استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہین وجہ خلل یہہ ہے کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن مین متصل تھی تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا
اور دونون مین وجہ شبہہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان مین آنے سے یہہ خلل پیدا ہوگیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاحونہ باقی
رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بنصہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وقع الاختلاف فی کفر المیت واسلامه فالقول لمدعی الاسلام بحر واقع ہوا
اختلاف میت کے کفر اور اسلام مین تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکے والدین ذمی ہین اور بیٹا
مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہوکر مرگیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودع بالفتح هذا ابن مودعی بالکسر
المیت لاوارث له غیره دفعها الیه وجوبًا لقوله هذا ابن دائنی کہا مودع بالفتح نے یعنے جسکے پاس کسی غیر کی ودیعت ہو اوس نے کہا کہ یہہ شخص میرے مودع
بالکسر جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اوسکا بیٹا ہی کوئی اوسکا وارث نہین سوا اسکے تو واجب ہو کہ ودیعت اوس شخص کو تفویض اور
تسلیم کرے چنانچہ اس قول مین تسلیم دین واجب ہو کہ یہہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن فکذا لو اوارثه لانه لو اقرّ انه وصیه او
وکیله او المشتری منه لم یدفعها مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر امانتدار یہہ اقرار کرے کہ یہہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل یا

ہو تو بیٹا ہے تو اوسکو ودیعت ندیگا فان اقر ثانیا بابن اٰخر له لم یکفل اقراره اذا کذبه الابن الاول لانه اقر علی الغیر پھر اگر امانت دار نے دوسرا بیٹا
میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار مفید نہوگا جب کہ پہلا بیٹا اوسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار سے غیر کی مضرت کا ہے اور اقرار علی الغیر
حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ اوسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا ویضمن للثانی حظه ان دفع للاول بلاقضاء زیلعی اور درصورت تکذیب لڑکا ثانی کو بقدر اوسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو
دوسرے وارث کا دیدیا ہو بدون حکم قاضی کے کذا فے الزیلعی ہم قول بالضمان بھی صاحب ہو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اوسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا
کذا فے الطحطاوی ترکۃ قسمت بین الورثۃ والغرماء بشهود لم یقولوا نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ الدرر وغیرها لانعلم له وارثا
اٰخر لم یکفلوا احلا فالها لجهالۃ المکفول له ترکہ مقسوم ہو گیا درمیان وارثوں کے یا دین والوں کے اون گواہوں کی گواہی سے جنہوں نے یہہ نہیں کہا کہ ہم نہیں
جانتے میت کا کوئی وارث یا صاحب دین ایسا ہی ہے لفظ لانعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے نسخوں میں اور عبارت درر وغیرہا کی یون ہے کہ اون شہود کی شہادت
سے ترکہ مقسوم ہوا جنہوں نے یہہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہیں تو ضامن نہ لیجائیگی وارثوں یا دین والوں کیسبب مجہول ہونے مکفول له
کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک حاضر ضامن لیجائیگی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح کے نسخہ متن میں اسمیں نفی ہے لانعلم ہوگا باستقاط لا اور میرے پاس جو متن اور
شرح کا نسخہ ہے اوسمیں لانعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا بصیغہ مجہول مضعف العین ہے اور ضمیر ورثہ و غیرہم کے طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہہ ہے کہ ایک
شخص متروکہ چھوڑ کر مرگیا اور شاہدوں نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہیں لیکن اونھوں نے حصر ورثہ کی گواہی نہیں دی تو
قاضی ترکہ قسمت کرے اور ضامن طلب نکرے ویتلوم القاضی مدۃ ثم یقضی اور قاضی کچھ مدت قسمت ترکہ میں تاخیر کرے پھر قسمت کا
حکم کرے ہم تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو حاضر ہوتا تب قسمت کا
حکم دیوے اور مراد تاخیر حکم سے نہ تاخیر دفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحاوی نے ایک سال کی مدت ذکر کی ہے کذا فی الطحطاوی
للقضاء ولو ثبت بالاقرار یکفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہوں نہ شہادت سے تو ضامنت دین باتفاق امام اور صاحبین کے ولذا
قال الشهود ذلك لا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہیں یعنی یون کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا انکے نہیں جانتے ہیں تو نہ ضامنت دین
بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وادعی علی اٰخر دارا لنفسه ولاخیه الغائب ارثا وبرهن علیه علی ما ادعاه اخذ المدعی نصفه المدعی
مشاعا وترك باقیه مع ذی الید بلا کفیل جحد ذوالید دعواه او لم یجحد خلافا لهما وقولهما استحسان کذا فی الکفایۃ ایک شخص نے دوسرے
ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوے پر تو مدعی نصف گھر لے بطور مشاع اور چھوڑ دے
باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوے مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نکیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک درصورت انکار
دعوی باقی لیا اوسکے پاس نرکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایۃ ہم امام کی دلیل یہہ ہے کہ حاضر خصم نہیں غائب کے طرف سے استیفاء وارث
میں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ جب اوسنے دعوے ارث کا انکار کیا تو اوسکی خیانت ثابت ہوئی تو اب
اوسکے پاس چھوڑنا مضرت سے خالی نہیں ولا تعاد البینۃ ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثۃ خصما للمیت حتی
تقضی منها دیونه اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جب کہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح میں بسبب قائم ہوجانے ایک وارث کے
مخاصم ہو کر میت کے طرف سے یہاں تک کہ اوسکے واسطے متروکہ سے میت کے دیون لیکن انما یکون خصما بشروط تستعمل بتسعۃ فی البحر
پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثوں کے طرف سے اوسمیں جو میت پر دعوی کیا جاوے تو شرطوں سے جو مشرح مذکور ہیں بحرالرائق میں ہم
سید حموی نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ شارح بشروط ثلثہ کہتا ایک شرط یہہ کہ عین کل وارث کے ہاتھ میں ہو دوسری یہہ کہ اوسمیں قسمت نہوگئی ہو تیسری
یہہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میت کا ہے انتہی اسواسطے کہ تسعہ اصح بحرالرائق میں مذکور ہیں وہ شرطیں نہیں بلکہ بعض شرط

ہین اور بعض احکام ادا و ہمگی آپہ بین ہذا کذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہہ ہی کہ دین اور عین مین فرق ہے ہم ہیشہ
الورثہ خصم نہین باقی وارثون کے طرف سے اوس عین کے دعوی مین جو میت پر ہے مگر جب کہ عین اوسکے ہاتھہ مین ہوا اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے
تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثون کی جانب اگرچہ اوسکے ہاتھہ مین عین ترکہ نہوا سواسطے کہ وارث کا حق جمیع ترکہ مین شایع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور بدائع
اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہہ ہے کہ دعوی دین مین بہی عین ترکہ کا یکل اوسکے ہاتھہ مین ہونا ضرور ہے بحر الرائق مین کہا کہ فتح القدیر مین ہے یعنے فرق مذکور
دعوی حق سے باقی ہے اور یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر وارث میت کے عین کا مدعی ہو فالظاہر تو اگر
اپنا دعوی ثابت کرے تو اوسکے اور باقی وارثون کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اونکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نکر سکا ہو
اور مدعا علیہ نے اوسکا دفع کر دیا ہو بطریق پر کہ میت نے اوسکو بزرگ مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعوی ارث کا حاضر اور غائب کے
حق مین مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وعبد اللہ او مثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح درر اور اسی طرح اوسکے یعنے غیر منقول کے مانند منقول کی
ہی امر مذکور مین بقول اصح کذا فی الدرر یعنی اگر مال منقول مین دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لیگا اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑ دے
لکن اعتمد فی الملتقی انہ یوخذ منہ اتفاقا ومثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر مین اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لیا جائیگا ذی الید سے باتفاق امام
اور صاحبین کے اور اسیکے مانند بحر الرائق مین ہے ہم اسواسطے کہ منقول مین حفاظت کی حاجت ہے اور اوس سے لینے مین زیادہ تر حفاظت ہے اور زمین تو
خود محفوظ ہے قال واجمعوا انہ لا یوخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائیگا یعنی منقول
مین اگر ذی الید مقر ہو ہم طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول مین اجماع نہین حالانکہ ایسا نہین کیونکہ درحالت اقرار عقار اور منقول کا ایک حکم
ہے اوصی لہ بثلث مالہ یدم ذالک علی کل شیء لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہہ وصیت ہر
چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع مال کو پہونچ واسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہمجنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز مین جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی
لو قال مالی او ما املکہ صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا مین مالک ہون صدقہ ہے تو وہ مال زکوۃ کی
جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے ہم وجہ استحسان یہہ کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب سے یعنے جس چیز مین حق تعالی نے صدقہ واجب کیا ہے
اوسمین ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ مین سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکور مستغرق بدین
ہون یا نہون اسواسطے کہ جس چیز مین زکوۃ واجب ہوتی ہے اوسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اوسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ
امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نیاز دی سوا مال زکوۃ کے یعنے اوسکے پاس سوا سوائم اور نقدین اور
اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اوسمین بقدر اپنے قوت کے رکھہ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوا اوسکے جب کہ پاوے تو بقدر اوسکے تصدق کرے
ہم علماء متاخرین نے مقدار قوت کی یون ٹھیرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کے واسطے ایک دن کا قوت رکھہ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا
کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینہ کا قوت رکھہ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اوتنا رکھہ لے جو اوسکو کفایت کرے یہان تک کہ اوسکو
نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع ملکہ من رجل بثوب فی منديل لم یقبضہ
ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرؤیۃ فلا یلزمہ شیء بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو یعنے مثلا اگر زید سے کلام کرون
تو جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھہ بیع کرے بعوض اوس کپڑے کے جو رومال مین لپٹا ہوا ہے
اور اوس پر قبضہ کرے بدون اوسکے دیکھنے کے پہر وہ فعل کرے یعنے زید سے کلام کرے پھر اوس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اوسپر کچھہ صدقہ
لازم نہ آویگا ہم اسواسطے صدقہ لازم ہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلا کلام زید کے وقت کوئی چیز اوسکی ملک مین نہتھی بسبب بیع کے اسواسطے کہ ملک کا
اعتبار حنث کے وقت ہے نہ حلف کے وقت ولو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وہو یملک اقل لزمہ بقدرہ
تتمہ صفحہ ۱۲

[illegible]

ولو لم یکن له شیٔ لا یجب شیٔ اور اگر یوں کہا کہ ہزار درہم میرے مال سے صدقہ ہیں اگر میں ایسا کروں پھر وہ فعل کیا اور وہ ہزار سے کم کا مالک ہے
تو اوسی قدر کا صدقہ لازم ہوگا جسکا وہ مالک ہے اور اگر اوسکی ملک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں وصح الایصاء بلا علم الوصی فیصح
تصرفه اور صحیح ہے وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا قبل علم کے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا متروکہ پر وصی کیا
اور وصی کو معلوم نہیں پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلا کوئی چیز اوسکی بیچ ڈالی تو صحیح ہے لا یصح التوکیل بلا علم الوکیل نہیں صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون
علم وکیل کے یعنے اوسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہیں والفرق ان تصرف الوصی خلافة والوکیل نیابة اور ایصاء اور توکیل میں فرق یہ ہے
کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہے اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق
ملک اور ولایت کے ہے تو اگر وارث اپنے مورث کا مال بعد موت اوسکے بلا علم موت اوسکے بیچ ڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہے نہ بطریق خلافت
کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہے تو یہاں علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درہم امانت رکھوایا ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ میں نے مثلا زید کو
اوسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونیکا علم نہیں پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے مودع سے
تاوان لے چاہے زید سے اور اگر زید کو علم توکیل ہوا اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کرا دیا اور پھر تلف ہو تو کسی پر تاوان نہیں کذا فی العطائیہ فلو علم الوکیل بالتوکیل
ولو من ممیز او فاسق صح تصرفه سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے معلوم ہوا تو بعد اوسکا تصرف صحیح ہے ولا یثبت
عزله الا باخبار عدل او فاسق ان صدقه عنایة او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہیں ہوتی وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کی خبر
سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر میں کذا فی العنایة یا معزولی ثابت ہوتی ہے دو شخص مستور العدالة سے یا دو فاسقوں کی خبر سے
قول صحیح میں کاخبار السید بجنایة عبده فلو باعه کان مختارا للفداء مانند خبردار ہونے مولے کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر اخبار عادل یا دو مستور یا فاسق
جنایت عبد کی مولے کو خبر دی پھر اوسنے اوسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہے یعنی اوسکو فدیہ جنایت دینا پڑیگا والشفیع بالبیع اور جیسے شفیع کو
بیع کی خبر پہونچانا [illegible] اگر ایک عادل یا دو مستور یا فاسقین شفیع کو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہو گیا والبکر بالنکاح اور جیسے باکرہ کو نکاح کی
خبر پہونچانا جیسے سکوت باکرہ رضا نہیں مگر جب کہ ایک عادل یا دو مستور یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دیں اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح ولی کی [illegible]
سکوت رضا نہیں والمسلم الذی لم یهاجر الینا بالشرائع اور جیسے اوس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی احکام شرعیہ کی خبر دینا
یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے [illegible] پر عمل احکام شرعی کا لازم نہیں اگر عادل یا دو مستور خبر دیں تو عمل لازم ہے یہانتک کہ اگر اوسکو ترک کریگا تو قضا
لازم ہوگی [illegible] قول اصح ہے کہ ایک فاسق کی خبر [illegible] کافی ہے والاخبار بعیب لمرید الشراء وحجر ماذون وفسخ شرکة
وعزل قاض ومتولی وقف فهی عشر تشترط فیها احد شطری الشهادة لا لفظها اور [illegible] عیب مبیع کی خبر دینا خریدنے کا ارادہ کرنیوالے کو اور
تصرف کی خبر [illegible] عبد ماذون [illegible] شرکت کی خبر [illegible] اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزیں ہیں جنمیں شہادت کی دو جزو میں
سے ایک جزو شرط ہے نہ لفظ شہادت [illegible] دو جزو ہیں ایک عدد یعنی شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کی اخبار میں ایک جزو شرط ہے
یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد عزل قاضی اور متولی وقف بحث ہے صاحب بحر کی [illegible] کذا فی الطحطاوی وتشترط سائر الشروط فی الشاهد
اور مخبر مذکور میں باقی شروط شاہد کی شرط ہیں یعنے آزاد اور بالغ ہونا [illegible] اور محدود فی القذف نہونا مع عدد یا عدالت [illegible] کہ مخبر
[illegible] شرط ہے بجز لفظ شہادت وحضور مجلس قضا اور [illegible] امام کا مذہب ہے اور صاحبین [illegible]
شرط ہے کذا فی الطحطاوی وقیده فی البحر بالعزل القصدی وبما اذا لم یصدقه ویکون المخبر غیر المرسل والرسول فانه یعمل بخبرهما مطلقا کما یأتی فی
بابه اور قید لگائی ہے بحر الرائق میں قصدی معزولی کی اور [illegible] کہ جب کہ وکیل مخبر کی تصدیق نکرے اور [illegible] کہ مخبر غیر مرسل ہو اور موکل کا پیام رسان نہو
کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقا عمل ہے چنانچہ عزل وکیل کے باب میں آویگا [illegible] یعنی عزل قصدی میں عدد یا عدالت شرط ہے اور عزل حکمی میں تو بغیر علم [illegible]

معزول کی سے معزول ہو جاتا ہے عزل سے یہہ کہ مرکر مرجائے یا اوسکو جنون مطبق ہوجائے غیر مرسل غلط ہے بلکہ صواب غیر فصیح ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے
یعنی اگر خصم غیر حاضر ہو تو عدد یا عدالت شرط ہے اور اگر شفیع کو خود مشتری نے بیع کی خبر دی ہو تو بالاجماع طلب واجب ہے اگرچہ فاسق ہو کیونکہ حق ساقط ہوگا یا نہیں
کی خبر پر مطلقاً عمل لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا غیر یا اوسکی تکذیب کرے کذا فی المحیط۔ باع قاض او امینہ وان لم یقل جعلتک امیناً فی بیعہ علی
الصحیح ولوالجیۃ عبداً للدین للغرماء واخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی واستحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لان امین
القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہم لا یضمن بل ولا یحلف بخلاف نائب الناظر قاضی یا اوسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہہ کہا ہو کہ
میں نے تجھکو امین مقرر کیا اوسکی بیع میں بقول صحیح کذا فی الولوالجیۃ غلام کو بیچا دین والوں کے ادائے دین کے واسطے اور مال لیا سو اوسکا ثمن ضائع ہوگیا
قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اوسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی
سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک اونمیں سے تاوان نہیں دیتا بلکہ اون سے قسم بھی نہیں لیجاتی بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اوسکا قول بدون قسم کے
معتبر نہیں ہے قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہیں کہ اگر اون پر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کرینگے تو رعایا کی مصالح معطل
ہوجاوینگی کذا فی الکافی ویرجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والوں سے پھیر لے بسبب متعذر ہونے رجوع کے
عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اوس شخص سے متعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہو اور عقد کے طرف
اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہاں اصحاب دیون ہیں جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیچکا حکم نہیں دیتا جبتک
صاحب دین طلب نکرے کذا فی المحیط ولو باعہ الوصی للغرماء بامر القاضی او بلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض
للعبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ وہو یرجع
علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو اوسکے دین والوں کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اوسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا
قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کیجانب سے اور ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیر لے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا ہے تاہم میت کا نائب بنا
حقوق عقد وصی کے طرف راجع ہونگے اور وصی دین والوں پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے اونہیں کی منفعت کیواسطے ہے جو کسیکے واسطے کام کرے
اور اوس کام کے سبب سے ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اوسی سے پھیر لے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے لکھا کہ ترجمہ تھا کہ شارح نے ترجیح دی ہے
قرض کے ولو ظہر للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ ہو الاصح اور اگر بعد اسکے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اوس مال میں پھیر
لیگا اصح ہے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی ہلک کان الہالک من مال الفقراء والثلثان للورثۃ لما
قاضی نے متروکہ موصی کا تہائی نکالا فقیروں کے واسطے اور اونکو نہیں دیا یہاں تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیروں کا مال ضائع ہوگیا اور باقی دو تہائیاں
وارثوں کا حق ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے یعنی قاضی فقیروں کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہوگا امرک قاض عدل برجم او قطع او ضرب قلم
ان تفعلہ وسعک فعلہ لوجوب طاعۃ ولی الامر ای مخاطب نے سمجھکر قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگسار کرنیکا یا ہاتھ
کاٹنے چور کا یا مارنے کا حد میں جیسا کہ وہ حکم کرچکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجھکو اوسکے فعل میں گنجائش ہے تنگی نہیں بسبب واجب
ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی تصدیق ہے وعنہ محمد حتی تعاین الحجۃ واستحسنوہ
فی زماننا وفی العیون وبہ یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد نے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے میں اور عیون میں
ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے بسبب نقصان مذکور فساد قضاۃ ہے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت وغیرہ سے قضا حاصل کرتے ہیں تو احکام اونکی ظلم ہیں
اور تدارک قطع وغیرہ کا ممکن نہیں ہے بحر الرائق میں لکھا لیکن میں نے بعد اسکے مسئلہ شہید کی شرح ادب القاضی میں دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع
کیا انتہی پس مناسب مسئلہ محمد کی روایت کی ہے انتہی کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر اونکا رجوع کرنا شیخین کے

قول سننے کی طرف صحیح ہوا کذا فی المحیط ۔ الا فی کتاب القاضی الی القاضی للضرورة ۔ مگر قاضی کے خط میں اسکے موافق عمل کرنا بلا معاینہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت
کے یعنی بضرورت احیاء حقوق امر ہوا اسواسطے کہ خیانت اسمیں کم واقع ہوتی ہے کذا فی المحیط ۔ وقیل یقبل لو کان عدلا عالما ۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ قول قاضی عالم کا
قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہے ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم تہمت بعلت فساد اور غلطی کے اور یہہ امر عالم عادل میں ثابت ہے ہوا اور
امام جانی نے ذکر کیا کہ امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اس صورت میں ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل خالی لائق
قضا کے نہیں اور اوسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہیں تو ابو منصور کا قول کشف ہے مذہب امام سے کذا فی المحیط ۔ وان عدلا جاہلا ان
استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا ۔ اور اگر قاضی عادل جاہل ہے اگر اوس سے استفسار کیا جاوے اور بیان شرائط کا خوب کرے تو اوسکی تصدیق
ہوگی ورنہ نہیں تو تصدیق نہوگی ہم مثال اوسکی زنا میں یہ ہے کہ قاضی کہے کہ میں نے زنا کے مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اور تجسس کیا اوس نے زنا کیا اور اس کو
سوال متحقق کیا تو اوسنے اقرار کیا چنانچہ اسمیں معروف ہوا اور اوسپر میں نے سنگساری کا حکم کیا اور حد سرقہ میں کہے کہ میرے نزدیک بحجت ثابت ہوا کہ
اوسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمیں کچھ شبہہ نہیں اور قصاص میں یہ کہے کہ اوسنے عمدا بلا شبہہ قتل کیا تو اب اوسکی تصدیق اور قبول قول
واجب ہے کذا فی النہر ۔ وکذا لا یقبل قوله لو کان فاسقا عالما کان او جاهلا للتهمة فالقضاة اربعة ۔ اسیطرح قاضی کا قول مقبول نہیں اگر قاضی
فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہیں ہم قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہو تو قاضی
اول کے قول پر قطع ید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اوسکی واجب ہو اور قطع جائز ہو اور ثالث اور رابع کا
قول مقبول نہیں کذا فی صدر الشریعة ۔ الا ان یعاین الحجة ای سببا شرعیا ۔ مگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا
قول مقبول ہے ہم اسواسطے کہ بعد معاینہ حجت تہمت باقی نہیں شارح نے حجت کو نکرہ بسبب اسکے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے ۔ صب دهنا لانسان
عند الشهود فادعى مالكه ضمانه وقال الصاب كانت الدهن نجسة وانكر المالك فالقول للصاب لانكاره الضمان والشهود يشهدون
على الصب لا على عدم النجاسة ۔ ڈہلکا یا کسی آدمی کا تیل گواہوں کے سامنے سو اوسکے مالک نے اوسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈہلکانیوالے نے کہا
کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اوسکا انکار کرتا ہے تو ڈہلکانیوالے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں ڈہلکانے پر نہ کہ تیل کی
عدم نجاست پر ہم ظاہر الجواب عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جاوے تو اوسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چراغ میں جلانا
درست ہے غیر مسجد میں اور اگر شارح کو اسپر حمل کیجئے کہ اوسپر پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی بلا تردد صحیح ہے کذا فی
المحیط ۔ ولو قتل رجلا وقال قتلته لردته او لقتله ابي لم يقبل قوله لئلا يؤدي الى فتح باب العدوان فانه يقتل ويقول كان القتل لذلك
وامر الدم عظيم فلا يهمل بخلاف المال ۔ اقوا بزازیہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور کہا کہ میں نے اسکو قتل کیا بسبب اسکے ارتداد کے یا
بسبب اسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول صحیح نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کھل جاوے یعنی اگر اوسکا قول بلا شبہہ مقبول ہو تو فساد
عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اوسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جاویگا اور قاضی کہے کہ قتل
اوسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہے سو وہ مہمل چھوٹ نہیں سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیة من کتاب الاقرار ۔ ہم خون کا امر عظیم ہے لہذا
مال میں ایک قسم کفایت کرلی ہے اور خون میں پچاس قسمیں ۔ صدق قاض معزول بلا يمين قال لزيد اخذت منك الفا قضيت بها لعمرو
او بالالف لبكر ودفعت اليه او قال قضيت بقطع يدك في حق وادعى زيد اخذه الالف وقطعه اليه ظلما واقر بكونهما اي الاخذ
والقطع في وقت قضائه وكذا لو زعم فعله قبل التقليد او بعد العزل في الاصح لانه اسنده الى حالة معهودة منافية للضمان
فيصدق الا ان يبرهن زيد على كونهما في غير قضائه فالقاضي يكون مبطلا ۔ صدر الشريعة تصدیق کیجاویگی اوس قاضی معزول کی بدون قسم کے
جسنے زید سے کہا کہ میں نے تجھسے ہزار درم لئے جنکا میں نے حکم کیا تہا عمرو کے واسطے اور میں نے اسکو دیئے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تہا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق پر

ملہ [illegible]

اور زیدنے اوسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا اقرار و ظلم کے دعوی کیا اور اقرار کیا کہ وہ دونون امر بعد اخذ اور قطع اوس قاضی کی قضا کی ولایت
مین واقع ہوئے اور اس صورت مین قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اوسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونیکے قول صحیح مین اسواسطے کہ زیدنے قاضی
کے فعل کی اوس حالت معہودہ یعنی قضا کے طرف نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہہ کہ زید گواہ لاوے جسپر گواہ ہون کہ اخذ اور قطع حالت
قضا مین نہین واقع ہوئی تو اب قاضی سے بطل ہوگا اس فصل مین کذا فی صدر الشریعۃ ہم حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اوسکا شاہد ہے کہ
کہ ظاہراً قاضی ظلم کا حکم نہین کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہین کہ فعل اوسکا قضا مین باستبرار مدعی ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل
فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شیئ فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ مین
نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھہ روزینہ مقرر نہو تو اوسکو دسوان حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہی
لینا درست ہی ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب بزازیہ سے نقل کیا پھر اوسکے انکار مین مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ
اور خانیہ مین ہے کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ مین ہم اس مسئلہ کا بیان کرتے محل ہے علاوہ برین یہہ قول محرر اور منقح بھی نہین اسلیے
کہ خانیہ مین یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا
دسوان حصہ متولی کے واسطے مقرر کردیا اور وقف مین ایک طاحونہ یعنی پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ مین بطور مقاطعہ جسمین متولی کی کچھہ حاجت نہین
اور اس پنچکی والے لوگ اسکا غلہ لیا کرتے ہین تو متولی کا دسوان حصہ اسمین واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہین لیتا مگر بطریق اجرت کے تو مستوجب اجر نہوگا
بدون عمل کے انتہی ملا ہبیری نے کہا صواب یہہ ہی کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقف مین مقرر ہوا تو مراد اوس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو
اجرت مثل سے تو زائد کو پھیرے یا اور تنقیص کرے اور خزانۃ الاکمل اور ولوالجیہ مین بطریق اجمال یون ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہین کذا فی
الطحطاوی ملخصا قلت لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجر بہ کنکاح صغیر لانہ واجب علیہ وجواب
المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتبہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہے کہ جو فعل کہ
قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو دونون کو اوسکی مزدوری لینا جائز نہین جیسے صغیر کا نکاح کردینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہی اور جیسے مفتی کا زبانی
جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہی اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونون کو جائز ہی بقدر انکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم
نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہی ہم خلاصہ مین ہے کہ قاضیکو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہی اور
ملتقط مین ہر کچھہ لینا جائز نہین اور اوسکے سوا ہی حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہین اور اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ
مین کہا اور اصح یہہ ہی کہ بقدر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور کاتب ایک سو کی دستاویز کی مشقت جسمین اجناس مختلفہ ہین زیادہ ہوتی ہے اس کاغذ سے جو نقد کی
مشقت پر مین کہتا ہون اور عمادیہ مین ملتقط سے ہے اور یہہ جو بعضون نے کہا کہ ہر ایک ہزار مین پانچ درم اجرت ہی سو معتمد نہین اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی
فقہ مین مناسب اور لائق نہین اور کونسی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر مین اوسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اوسکی محنت کے اور بمقدار اوسکی صنعت اور
مانند جستجو ملاک کے اور مقدار مشقت قلیلہ مین اور شرح تمرتاشی مین نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہی بقدر رنج اور تعب کے اور یہہ قول ہمارے اصحاب کے
اصول سے مشابہ ہی اور کتاب السجلات مین ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول اور قصر اور اسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کیطرف رجوع سے
اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیہا ولیس لہ اجر ان کان قاسما وان لم یکن من بیت مال مقرر انتہی شرح وہبانیہ مین ہی اور قاضی کیواسطے اجرت
نہین اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور اگر اوسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو ورخص بعض لانعدام ما تقرر لہ فی عصرنا فالقول الاول یفتی بہ اور
بعض مشائخ نے رخصت دی ہے بسبب عدم مقرری کے اجرت جائز کہی ہے اور ہمارے زمانہ مین تو پہلا قول منصور اور مختار ہی ویجوز للمفتی علی کتب خطہ علی قدرہ
ذلک فی الکتابۃ … اور مفتی کو اجرت جائز تھی اوسکے لکھنے پر بقدر اوسکی کتابت کے اسواسطے کہ فتوی کتابت مین منحصر نہین یعنی اور کتابت واجب

اور لازم نہیں ہے شرح وہبانیہ میں بلال الدین ابو المحامد سے منقول ہے کہ فقہا نے کہا ہے مفتی کو کچھ مضایقہ نہیں جواب فتوی کی کتابت کی اجرت لینے میں اسواسطے کہ مفتی پر زبانی جواب دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہے یعنی قیل اور قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی العینی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الشہادات

کتاب الشہادات

یہہ کتاب ہے شہادات کے احکام میں شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف نے اسکو بصیغہ جمع ذکر کیا باعتبار اوسکی انواع کے اخرھا عن القضاء لانھا کالوسیلۃ وھو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے او مقصود مقدم ہو وسیلہ ھی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جسمیں شک اور تردد نہیں وتسمیۃ الخبر صدقا لاثبات حق فتح قلت فاطلاقہا علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع میں شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنیکے واسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہو نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہو ھم اخبار بمنزلہ جنس کے ہوا اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ مد شہادت سے نکل گئیں اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا میں بلفظ شہادت کہے کہ بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ھم یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت متعین ہے تو تعبیر بلفظ علم و یقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بلفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو جیسا کہ لونڈی کی آزادی میں ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہوگئی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں عتق جاریہ اور طلاق زوجہ میں صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہیں بلکہ حسبۃ شہادت حسبہ کا یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی وسبب وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا ذو الحق وخاف فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جب کہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونیکا خوف ہو بطرح پر کہ صاحب حق نہیں جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے کہ فوت ہو جاوینگے حق سو اسکو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب بھی کذا فی الفتح یعنے آدمیوں کے حق میں شہادت شاہد پر واجب نہیں بلا طلب مدعی مگر در صورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی ادائے شہادت میں تو شاہد پر شرط ہا ملک رشرطہا اھلیۃ التحمل والاداء ونحوہا اور شہادت کی شرطیں دو قسم ہیں شرائط تحمل اور شرائط اداء مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی ایک شرط یہہ ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو جیسا کہ شارح یوں کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرائط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونیکی شرطیں تین ہیں عقل کامل ہونا شاہد کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیتا ہے مگر اسکا معاینہ شرط نہیں جسمیں تسامع سے گواہی ثابت ہے ہم جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لا یعقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسیطرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونیکے وقت صغیر عاقل ہو یا غلام یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہو جاوے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جو ہر انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا العامۃ الحریۃ ... اور انجملہ شرط ہے یعنی ... ہونیکے خلاف اللقاصین والولایۃ فلیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور انجملہ شرائط ... اسطرح کہ دونون کا دین ایک ہو ... کذا فی المحلی ... ہو تو اوسپر اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ ... اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنیکی بسبب سماعت اور بصارت ...

قرابتہ ولادٍ اور زوجیۃ یعنی منجملہ شرائط عدم قرابت ہے بعیت بار ولادت اور زوجیت کے ہم تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اسکے برعکس جائز نہیں اور اسیطرح زوجین کی گواہی اور عدم عداوۃ دنیویۃ یعنی منجملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہے تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں اور عدم مغرم اور جر نفع کما سیجئ یعنی منجملہ شرائط دفع تاوان اور حصول منفعت کا نہونا ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنی یہہ شرط ہے کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ حاصل ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہم ماتن اور شارح نے شہادت کی شرائط کو بالاستیعاب ذکر کیا اور تفصیل شرائط اسطرح ہے کہ بعض شرائط شاہد کے طرف راجع ہیں اور وہ سوا پانچ وجوب قبول کی شرطیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو اپنی ذات کے واسطے جر منفعت کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹاوے اور یہہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی موکل کیواسطے مقبول نہیں اور یہہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعضی شرائط شہادت کے طرف راجع ہیں وہ یہہ ہیں کہ دو نوں شاہدوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہہ شرط عام ہے جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں وہ ہیں اسلام ہے اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی میں اور تقدم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمیں توافق شرط ہے اور قیام رائحہ شرب خمر کی شہادت میں مگر بعد فوت ہونے رائحہ کے بسبب بعد مسافت اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت علی الشہادۃ میں تو یہہ ادای شہادت کی سترہ شرطیں ہیں اور مکان شہادت یعنی مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہہ دونوں تو تحمل اور ادا دونوں میں شرط ہیں اور معاینہ مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہے نہ ادا کی تو یہہ سب بیس شرطیں ہوئیں اور امتیاز کرنا شاہد کا یہہ شرط سو زائد ہے جسکو شارح نے اعتبار کیا ہے تو عدد باعتبار اکیس شرطیں ہوئی ہیں کذا فی الطحاوی وَرُکْنُهَا لَفْظُ اَشْهَدُ لَا غَيْرُ لِتَضَمُّنِهَا مَعْنَى مُشَاهَدَةٍ وَقَسَمٍ وَإِخْبَارٍ لِلْحَالِ فَكَأَنَّهُ يَقُولُ أُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ اطَّلَعْتُ عَلَى ذٰلِكَ وَأَنَا أُخْبِرُ بِهِ وَهٰذِهِ الْمَعَانِي مَفْقُودَةٌ فِي غَيْرِهِ فَتَعَيَّنَ حَتّٰى لَوْ زَادَ فِيمَا أَعْلَمُ بَطَلَ لِلشَّكِّ اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہی بصیغۂ مضارع متکلم کہوی اور لفظ سوای اسکے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنے شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو تو شاہد نے لفظ اشہد بول کر گویا یوں کہا کہ میں اللہ کی قسم کہاتا ہوں کہ مقرر میں مطلع ہوں اوسپر اور میں اوسکی خبر دیتا ہوں اور یہہ معانی فقط حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو اسیوسطے لفظ اشہد کا متعین ہوگیا یہاں تک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنے یوں کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنے میں گواہی دیتا ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے ہم لفظ اشہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہوا تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اسواسطے کہ صیغہ ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اسمیں محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا پھر جب کہ لفظ اشہد متعین ہوگیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنے اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا مجھکو یقین ہے تو شہادت مقبول نہیں اور اسیطرح یہہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے جیسا کہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحاوی وَحُكْمُهَا وُجُوبُ الْحُكْمِ عَلَى الْقَاضِي بِمُوجَبِهَا بَعْدَ التَّزْكِيَةِ بِمَعْنَى افْتِرَاضِهِ فَوْرًا إِلَّا فِي ثَلَاثٍ قَدَّمْنَاهَا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہے قاضی پر بمقتضای شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم سے فوراً افتراض حکم مراد ہے مگر تین صورتوں میں جنکو ہم پہلے ذکر کرچکے ہم یعنی جب تزکیہ شہود ہوگیا تو اب قاضی پر بمقتضای شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہوگیا مگر جب کہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں اشتراط تزکیہ صاحبین کا قول مفتی بہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ فَلَوِ امْتَنَعَ بَعْدَ وُجُودِ شَرَائِطِهَا أَثِمَ لِتَرْكِهِ الْفَرْضَ وَاسْتَحَقَّ الْعَزْلَ لِفِسْقِهِ وَعُزِّرَ لِارْتِكَابِهِ مَا لَا يَجُوزُ شَرْعًا زَيْلَعِي سو اگر قاضی بمقتضای شہادت حکم ہونے سے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنیکے لائق ہوگا بسبب اوسکے فاسق ہوجانیکے اور اوسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اوسکے مرتکب ہونے اوس چیز کے جو شرعاً جائز نہیں کذا فی الزیلعی وَكَفَرَ إِنْ لَمْ يَرَ الْوُجُوبَ أَيْ إِنْ لَمْ يَعْتَقِدِ افْتِرَاضَهُ عَلَيْهِ ابْنُ مَلَكٍ وَأَطْلَقَ الْكَافِي تَكْفِيرَهُ وَاسْتَظْهَرَ الْمُصَنِّفُ الْأَوَّلَ اور قاضی کافر ہوجائیگا اگر اوسکا وجوب نجانے یعنے اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تو کافر ہوگا

کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کاشیہ سنے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف سنے اپنی شرح مین قول اول یعنی
کفر در صورت عدم اعتقاد فرضیت کی تقویت کی ہے ہم کا فیصلی کے عالم ہی جسکا رسالہ مسمی بسیف القضاۃ علی البغاۃ کذا فی المنح ویجب آداءھا
بالطلب و توسحبلا کما مر اور واجب ہوا ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا ہو اور منہ
ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادای شہادت واجب ہو ہم افتراض ادای شہادت مجمع علیہ ہے حق تعالی نے فرمایا ولا تکتموا الشہادۃ ومن
یکتمھا فانہ آثم قلبہ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض
ہوا شاہدون پر پھر کتمان محرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اسکا دل گنہگار ہو تو یہ تاکید بر تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہو دل کے طرف
جو اشرف الاعضاء ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل ٹھیرا بخلاف باقی ملکہ کے جن کا تعلق اعضاء ظاہر
سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالی کے اس قول مین کہا (ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نکرین شاہد جبکہ
وہ بلائے جاوین کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادای شہادت مین لیکن تحمل مین متعاقدین کو شاہد کرنیکے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہئے تا کہ
اونکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادای شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہئے نہ کہ قاضی انکے پاس سماعت شہادت کیواسطے
آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر وہ شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے
واسطے کوئی نہو تو شہادت فرض عین ہے اور گواہ کرنا مبایعات اور دیانات پر مستحب ہے مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور اسکی
مین ہے کہ شہادت عقود مین مستحب ہے مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہے اور اسیطرح رجعت مین شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہے کہ کچھ
مضایقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادای شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اسکے سوا اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے اور اگر اور لوگ نہون تو
امتناع جائز نہین کذا فی المحیط ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منھا عدالۃ القاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ اوبکونہ
اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانھا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحمل او
آداء لیکن ادای شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ مین مشرح ہین ازانجملہ عدالت قاضی اور اسکا مکان قریب ہونا اور شاہد کو
قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اوسکے شتاب تر مقبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العباد مین ہو بشرطیکہ اسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی دوسرا
نہوا سواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہی فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور ادا کے واسطے سوای دو شاہدون کے اور کوئی نہو ہم شارح سے شرح ساتوین
پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہو قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو
قبول کا تو صاحب بحر نے کہا ہوا ظاہر یہ ہے کہ ادای شہادت اوسپر متعین ہو دوم قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور
اوسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہاء نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اوسکو اسمین ضرر لاحق ہوگا اور حق تعالی نے فرمایا
لا یضار کاتب ولا شھید یعنی ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو سوم علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اوسپر گواہی دینا لازم
نہین یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اوسپر ادای شہادت واجب ہے اگرچہ وہان اور بھی
شاہد مقبول الشہادۃ ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہے وجہ تامل شاید یہ ہی کہ جب وہان دو شخص موجود ہے جن سے
حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ہم طلب شی تو بلا طلب ادای شہادت واجب نہین مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت
شاہد ہ شاہد پر ادای شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہون اور ان دونون نے گواہی نہدی کو
ہو اور مقبول بھی ہوگئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط سادس یہ ہے کہ شاہد کو
دو عادل شخصون سے بطلان مشہود بہ کی خبر ندی ہو تو اگر اوسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دی

پہنچتی ہی سنے غلام کو آزاد کر دیا ہی یا ولی مقتول سنے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب اسکو دین اور نکاح اور ہبہ اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں ہے اگر مخبر عدول نہوں تو شاہدون کو اختیار ہے چاہین گواہی دین اور قاضی سے مخبرون کی خبر بیان کرین اور چاہین گواہی نہ دین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو اوسکی شہادت مین اختلاف نہین ہے شرط یہ ہی کہ شاہد کو یہہ معلوم ہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اوس نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی المحیط و مخصا بتصرف ولا الکاتب اذا تعین لکن لہ ان یطلب الاجرة لا لمشی الی الحاکم او الی الکتابة بلا عذر اجرة
و به تقبل لحدیث اکرموا الشهود اور یہی کاتب کا حکم ہے یعنی کتابت فرض ہے جب کہ کاتب متعین ہو جاوے تو جیسا شاہد کو بدل لینا جائز نہیں کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو پیدل جانے کا اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کر لیگا تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سوار کر لیا تو گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود اور عذر یہہ ہی کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ پیدل چلنے پر قادر نہو اور دابہ کے کرایہ دینے کا مقدور نہو اور یہہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب و ابن عساکر نے ابن عباس سے یون روایت کی ہے کہ اکرموا الشہود فان اللہ تعالی یستخرج بہم الحقوق ویدفع بہم الظلم یعنی گواہوں کی عزت کرو کہ اللہ تعالی انکے سبب سے حقوق نکالتا ہے اور انکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی الجامع تو پیر مرد عاجز کو سواری دینا منجملہ توقیر اور تکریم کے ہے وجوز الثانی الاکل مطلقا و بہ یفتی بحر قلت المصنف اور ابو یوسف نے شاہد کو کھانا مطلقا جائز کہا ہے اور اسی کا فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہے اپنی شرح میں ہم تجویز اکل مطلقا سے خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہد کے لیے اور اوسکے واسطے طیار کیا ہو اور محمد نے مطلقا منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے وجب الاداء بلا طلب لو الشهادة
فی حقوق اللہ تعالی اور ادای شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالی کے حقوق میں ہو ہم واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ میں قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہہ ہے کہ حق تعالی کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہو تو شاہد بہی منجملہ اونکے ہی جن پر یہہ واجب ہی تو شاہد مدعی ٹہرا اس جہت الوجوب اور شاہد ٹہرا اس جہت تحمل الشہادة تو اور مدعی کی کچہہ حاجت نہوی اور بعضون نے حق اللہ مین قاضی کو مدعی کہا ہی وھی کثیرة عدھا فی الاشباہ اربعة عشر اور حقوق اللہ تعالی کے بہت ہین اونہین سے اشباہ مین چودہ شمار کئے ہین ہم حقوق مذکورہ کی تفصیل یہہ ہی طلاق عورت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سوای حد قذف و سرقہ نسب خلع ایلا ظہار مصاہرت حرمت صلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہہ ہی کہ وقف میں جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو فقرا پر یا عام لوگون پر تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہین اور اگر فقیرون اور مسجد پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعوی مقبول نہین اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوی مقبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار علما یہ ہو اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوی مقبول ہی اور علما یہ مین فتاوی رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہی اور رضی مین اختلاف ہی بعضون نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضون نے ہلال فطر پر اور نسب مین خلاف ہی صاحب محیط نے قبول بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضون کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہین اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت مین شرط یہہ ہی کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہی اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ سے اور عتق عبد مین صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اسواسطے کہ حریت ہی حقوق اللہ متعلق ہوتے ہین یعنے وجوب زکوۃ اور جمعہ اور عیدین اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اسواسطے کہ عتق کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی قال ومتی اخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر یفسق فترد صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسبہ یعنی شہادت مین تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اوسکی مردود ہوگی ہم بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ سے ان گواہون مین جواب دیا جنہون نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اونکی گواہی مقبول نہین کاکی نے کہا حسبہ وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امرأة ای بائنا و عتق امة و تدبیرها حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی اور اوسکا مدبر ہونا ہم عورت عام ہی خواہ بی بی ہو یا لونڈی ہو بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی مین زوجین کا پاس رہنا بطور ازدواج مخالف شرع

نہین اسواسطے کہ ہبطرحکا رہنا رجعت مین شمار ہوگا تو لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولے پر اوسکی بشرمگاہ اب حرام ہوگئی اوراسیطرح تدبیر ہوتی کی
شرمگاہ وارثون پر حرام ہے مولے کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ سے وکذا عتق عبد تدبیرہ کا شرح وہبانیہ اوراسیطرح غلام کی
آزادی اور اوسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق
اللہ ہے کذا فی العطاوی وکذا الایلاء کما فی بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب الرضاع مین مذکور ہوچکا وهل یقبل جرح الشاهد حسبۃ
الظاہر نعم لکونہ حقا للہ تعالی شباہ اور کیا طعن کرنا شاہد مین بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ ہان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ
ہو کذا فی الاشباہ ہم حسبۃ مال سے جرح ہو یعنی اگر طاعن شاہد مین بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہراً مقبول ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد ہو مال
واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہے کذا فی العطاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے
مذکور ہوچکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اوسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور کہیہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق
امۃ اور اوسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ شارح نے پہلے بلفظ کثرت اوسکے طرف
اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی الراجح فلیحفظ اور نہین ہے ہمارے واسطے مدعی حسبۃ مگر وقف مین بنا بر قول
راجح تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم کہتے اگر موقوف علیہ اہل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہے کہ دعوی مسموع نہین
اگر متولی سے پہر جب موقوف علیہ کا دعوے مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولے مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وستر ما فی الحدود احب لحدیث
من ستر ستر فالاولی الکتمان کالا لمتہتک بھی اور شہادت کا چہپا رکہنا حدود مین نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چہپاویگا وہ چہپایا جاویگا
تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہے اگر بیحیا پردہ دری کے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر ہم ہرچند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان
عام ہے لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی سے از انجملہ وہ حدیث ہے جو ابو ہریرہؓ سے
بخاری اور مسلم مین مروی ہے من ستر علی مسلم ستر واللہ فی الدنیا والآخرۃ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اوسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی
کریگا وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاهد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہہ ہے کہ شاہد چوری مین یہ کہے
کہ اوس نے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نکہے کہ اوسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے ہم یہہ قول بنظر اسکے ذکر کیا کہ
یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقاً نہ دی کہ وہ مستلزم حد ہے اوسکا جواب دیا کہ اوس طرح کی گواہی دے کہ
موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعای ملک وغیرہ کے تو شہادت اخذ مال کی
مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین مسروق منہ کی بہی مصلحت ہے اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا
منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی النہر لطیفہ امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے اور انمین قاضی
ابو یوسف بہی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوسنے اوس کا مال اوسکے گہر سے لیلیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا کو
سوال کیا اونہون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اوسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پہر مدعی
دعوی کیا کہ اوسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اونکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے
کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اوسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اوسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اسکے
بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہوگئے ولیہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا اور
شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہین جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ہم ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید مین صریح ہے اسواسطے کہ
پردہ پوشی کے طرف تشہیر ہو اسواسطے کہ چار مردون کا بصفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہے اور ابن زوجہا کی نفی مقصود ہے اسکے ساتھہ کہ جب باپ

مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں زندہ ہو اور اگر ایسا نہو تو ابن زوجکی گواہی جائز ہے بحر الرائق مین کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہہ ہو کہ مرد کی اگر دو عورتین ہون لیکن
ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں اونمین سے چار بیٹون نے اپنے بھائی پر یہہ گواہی دی کہ اوس نے زنا کیا اونکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب
کہ باپ مدعی زنا ہو یا اونکی ماں زندہ ہو تو گواہی اونکی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی ولو علق عتقه بالزناء وقم برجلین ولا تحل اور اگر مولی نے اپنے غلام
کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یون بولا کہ اگر مین زنا کرون تو یہہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردون کی گواہی سے اور حد مقذوف کی نہوگی
یعنی اگر دو شاہد ہوے کہ زنا کی گواہی دین تو ہر چند مولے پر حد نہین کیونکہ چار گواہ نہین لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شهدا بعتقه ثم اربعة
بزنائه محصنا فاعتقه القاضي ثم رجمه ثم رجع الكل ضمن الاولان قيمته لمولاه والاربعة ديته له ايضا لو وارثه اور اگر دو شاہدون نے
اعتاق مولیٰ کی گواہی دی پھر چار گواہون نے غلام کے زنا در حالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اوسکی آزادی کا حکم کیا پھر
غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہون نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دین اوسکے مولیٰ کو
اور زنا کے چار گواہ مولے کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دین اگر مولے غلام کا وارث ہو ولبقية الحدود والقود ومنه اسلام كافر ذكر لما لها
بقتله بخلاف الانثى حر ومثله ردة مسلم رجلان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہین اور من قبیل قصاص کا فر مرد کے
اسلام کی گواہی ہے کیونکہ اسنے انکار شہادت کا اوس کافر کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کا ذکر نہ ارتداد مسلم ہے مرد کافر
کے اسلام کی گواہی مین دو مرد اسواسطے شرط ہو کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کافرہ کہ اوسکے اسلام پر عورتون
کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اوسکا آل کار قتل نہین اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسیطرح ارتداد مسلم کی گواہی مین دو مرد شرط ہین اسواسطے کہ در صورت اصرار
اوسکا بھی آل کار قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر مین ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص مین دو مردون کی گواہی مقبول ہے
نہ عورتون کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعده ان لا تجوز شهادة
النساء في الحدود والقصاص یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے بعد دونون خلیفون سے یہہ سنت جاری ہے کہ جائز نہین عورتونکی
گواہی حدود اور قصاص مین یعنے قصاص مین اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق سے اسلئے کی کہ معظم تقریر شرع اور طرق احکام انہین دونون کے زمانے
مین ہوا اور اونکے بعد اور خلفا مین نہ تھا گر اونکا اتباع انتہے الا المعلق فيقع ولا يحد كما مر مگر مثلا عتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری جائیگی چنانچہ عنقریب
مذکور ہو چکا ہے یعنے اگر بعض شہود عورات ہون تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین شراب پیون تو میرا
غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اوسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولے پر حد قائم نہوگی کیونکہ حدود مین شہادت
عورات کی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی وللولادة واستهلال الصبي للصلوة عليه وللارث عندهما والشافعي واحمد وهو ارجح فتح والبكارة
وعيوب النساء فيما لا يطلع عليه الرجال امراة حرة مسلمة والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اوسپر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت
اور عیوب نساء کے واسطے جس عضو مین مرد مطلع نہین ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہے اور دو عورتون مین زیادہ تر احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت
مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح تر ہے کذا فی الفتح ہم یعنی امور مذکورہ مین ایک عورت
کی شہادت کافی ہے قاضیخان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو لیتی ہے یعنی بحق ثبوت نسب بحق میراث انتہے اگر دائی گواہی دے
طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہوگی ہان اوسکی یہہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کیواسطے کافی
ہے قرابت کے عیوب چنانچہ شرمگاہ مین ہڈی یا گوشت زائد ہونا لونڈی خرید کرنے مین اسکی دریافت کی حاجت ہوئی ہے ضعف رکھتی ہے عورت مشاہدہ مین بالغہ عاقلہ
کی قید و زیادہ مذکور کی ہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونیکی دلیل وہ ہے جسکو مبسوط مین محمد بن حسن نے روایت کیا من ابی
یوسف عن غالب بن عبد الله عن مجاهد وسعيد بن المسيب وعطاء بن رباح وطاوس قالوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع الرجال

اَلنَّظرُ اِلَیہ یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتون کی جائز ہے اسمین جسکے طرف مرد نہین نظر کر سکتے یہہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہہ ہو کہ لفظ جمع محلّی بالالف واللام ہے اور مراد اوس سے جنس عورت قلیل اور کثیر کو شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی گواہی اون امور مین جائز ہے جنکے نظر نکیئے ہوا کوئی مطلع نہین ہو سکتا از قبیل ولادات نساء وعیوب نساء انتہی و لاکھو قبول رجلٍ واحدٍ فی خلاصۃ اور ایک مرد کی گواہی مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصہ ہم بحر الرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دیوے اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اوسپر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اوس نے کہا کہ بقصد اوسکے طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہوگی یعنے اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا وفی البرجندی عن الملتقط اَنَّ المُعَلِّمَ اذا شَہِدَ منفرداً فی حَوادِثِ الصِّبیانِ تُقبَلُ شہادتُہ انتہی فلیحفظ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام قتل مین بحکم دیت مقبول ہے تا خون مفت ضائع نہو و نصابُہا لغیرِہا من الحقوقِ سواءٌ کان الحقُّ مالاً او غیرَہ کنکاحٍ وطلاقٍ ووکالۃٍ ووصیۃٍ واستہلالِ صبیٍّ ولو للارثِ رجلانِ اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے ہو الّا فی حوادثِ صبیانِ المکتبِ فانہ یُقبل فیہا شہادۃُ المعلّمِ منفرداً قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب مین اسواسطے کہ اوسمین تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی مین ہے تجنیس سے ہم ابو السعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہین تو صبیان اہل حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہانپر صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجلٌ وامرأتانِ یا ایک مرد اور دو عورتین یعنی زنا اور حد اور قصاص کے سوا اور حقوق مین نصاب شہادت دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین قال اللہ تعالیٰ فان لم یکونا رجلین فرجلٌ وامرأتانِ یعنی اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت چار قسم ہی زنا مین چار مرد اور باقی حدود اور قصاص مین دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور ان امور مین جن مین مرد مطلع نہین ہو سکتے مانند ولادت وعیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یُفَرَّقُ بینہما لقولہ تعالیٰ فتُذکِّرَ احداہما الاُخریٰ اور جدا ای کرنا نچاہیئے دو گواہ عورتون مین بدلیل حق تعالیٰ تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری عورت کو ہم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہہ بدون اجتماع نہین ہو سکتا ولم تُقبل شہادۃُ اربعٍ بلا رجلٍ لئلا یکثر خروجُہنّ اور مقبول نہین چار عورتون کی گواہی بدون مرد کے تا عورتون کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے اونکو دار الحکومت مین آنا پڑے اور دوسری وجہ یہہ ہو کہ عورات کی گواہی شرع مین ثابت نہین وخصَّہنّ الائمۃُ الثلاثۃُ بالاموالِ وتوابعِہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور اونکے توابع کے ساتھ ہم یعنی حقوق غیر مالیہ مین اونکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہین توابع اموال چنانچہ شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور صلح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہماری مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکلّ من المراتبِ الاربعِ لفظُ اشہدُ بلفظِ المضارعِ بالاتفاقِ لقبولِہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونیکے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ہم یعنی شہادت مین یہہ ضرور ہے کہ گواہ یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درم مثلاً مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکہتا ہون اسکا تو مقبول نہین کیونکہ یہہ اخبار ہے شہادت نہین فی شرح الفتح یہ رہین ہو کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص شرع اسی لفظ پر ناطق ہین قال تعالیٰ واَشہِدوا ذوَی عدلٍ منکم واَشہِدوا اذا تبایعتم واستَشہِدوا شہیدَین من رجالکم فاستَشہِدوا علیہنّ اربعۃً منکم واَقیموا الشہادۃَ وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رأیتَ مثلَ الشمسِ فاشہد الحاصل کہ ان نصوص مین ارشادات بلفظ شہادت وارد ہین [illegible]

[illegible]

کہ لفظ شہادت اقوی ہے اخبار اور تیقن سے کیونکہ یہ بینے مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہی بخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم میں برابر ہے
اللہ اکبر کے لہذا التعظیم بلفظ اللہ اکبر کے لفظ میں منحصر نہیں انحصر مقصا بتصرف وکل ما لا یشترط فیہ ہذا اللفظ کطہارۃ الماء و رؤیۃ ہلال فہو
اخبار لا شہادۃ اور جس میں کہ بلفظ شہادت شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا رؤیت ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہیں والعدالۃ
لوجوبہ اور مراتب ارکی میں عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہیں بدون عدالت شاہد کے
عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ یعنے شاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام سے اور اسواسطے کہ
عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہو اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے بنظر نفس مفہوم تو اس سے
اوسکا راست ہونا لازم نہیں آتا کہ اوسپر عمل کیا جائے کذا فی الفتح وفی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب لخروجہ
من البطن ینابیع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہو جسپر طعنہ نہو پیٹ اور شرمگاہ میں اور ازانجملہ کذب ہے بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبدالبر نے
کہا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہہ ہو کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور صواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے
صدق اوسکے استعمال میں ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا
چاہئے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھہ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاہد یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اوسکی
شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہوا اور روزجندی نے اوسمیں یہہ
قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اوس نے مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے کہ اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی البحر و لا لصحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ اثم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی اور
خلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی نے حکم کیا فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من
القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یتأقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاءہ بالاقوال
الضعیفۃ مگر یہہ کہ امام منع کر دے اوس سے یعنی قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا مؤقت اور مقید ہو سکتی
ہے زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ میں وما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادق
فقول الثانی بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی میں ہے کہ صاحب مروت صادق
کی شہادت قبول ہو سکے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہو کمال الدین نے فتح القدیر میں اسطرح کہ یہہ تعلیل ہو نص کے
مقابلہ میں تو مقبول نہیں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکہا ہو ہم فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں
صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اوسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اوسکی رعبداری اور وجاہت کے جہوٹی گواہی کے
واسطے کوئی اوسکو اجرت مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہو بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہہ تعلیل ہے
نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں اور نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ مطلقا یعنی کہا مروت عبارت ہو آداب نفسانیہ سے
جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہوں وہی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ
لو عینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہو تو شاہد کو تین موضع کے طرف اشارہ کرنیکی حاجت ہو یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی
دیتا ہو بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلا یوں کہے شاہد کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس ولو علی غائب
کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولہا من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای
بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا کہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اوسکے مقبول ہونیکو واسطے

ضرور ہو بنسبت مشہور علیہ کے اور اُسکے دادا تک تو ذکر کرنا اور اُسکے نام اور اُسکے باپ کے نام اور دادا کے نام اور اُسکے عرفے اور پیشے کا کافی نہیں مگر جب کہ وہ اوس
پیشہ کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر میں دوسرا شخص اوس پیشہ میں اسکا مشترک نہو فلو فصل بلا ذکر الجد لم تقبل فالمعتبر التعریف لا تکثیر
الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین والملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد کے حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا اور جبکہ مشہور
کی تعیین سے تکثیر حروف بیان تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا بسبب اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین
والملتقط ولا یسأل عن شاهد بلا طعن من الخصم الا فی حد و قود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگوں سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ
کے مگر حد اور قصاص میں البتہ سوال کرے وعندهما یسأل فی الکل ان جهل بحالهم سرا و علنا به یفتی وهو اختلاف زمان لا برهان فان
القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی اونکا حال نجانتا ہو کذا فی البحر سوال گو مخفی ہو وہ علانیہ اسی قول پر
فتوی ہے اور یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا بہ اعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن میں تھے حموی سے نقل ہے صاحبین کے
نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار رہیگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ بھی کہتے ہیں مزکی
کے پاس بھیجے اور اوس میں قبیلہ شاہد کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد میں وہ نماز پڑھتے ہوں مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اوس میں لکھے اسطرح
کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اسکو معلوم نہو تو یوں لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اوسکی تصریح نکرے بلکہ
سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جب کہ اوس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر میں تصریح نہیں کرتا تو اسکی
شہادت پر حکم ہوجائیگا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ نہایہ میں ہے اور خفا سے سوال کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی شاہد سے یہ کہہ کہ دوسرا
اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہہ نکہے کہ یہہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور خلش پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہہ طریقہ
ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ کسی شخص کو تونے عادل کہا ہے ملتقط میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہیں کیونکہ
تزکیہ پیشتر تھی سے کہا کہ قرن رابع میں لوگوں کے احوال متغیر ہوگئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہوگیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا
بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث میں تھے جنکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع میں موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا زمانہ ہے جسمیں میں ہوں پھر وہ لوگ جو انکے متصل ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں پھر کذب پھیل جائیگا یہانتک کہ
مرد قسم کہانے کا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہہ مبنی ہے اس پر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ
خضری نے شرح مسلم میں مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اسکی تحدید میں اختلاف ہے
دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن بہتر سو برس کا قول سنے نہیں دیکھا انتہی طبقات عبدالقادر میں مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑہ سو برس میں ہوا
اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی میں ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی میں ہوا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بالسر جاز مجمع وبہ یفتی
سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم فقط تزکیہ علانیہ صدر اول میں
تھا اور ہمارے زمانہ میں مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی هو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار وهو
الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ نفی بعبارتہ جواب عن النقض بالعبد وبدلالتہ عن النقض بالمحدود ابن کمال
اور تزکیہ میں مزکی کا یوں کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح میں بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونیکے کذا فی الدرر یہ
جو شخص کہ دار الاسلام میں رہتا ہے اوسمیں اصل حریت ہی ہے تو وہ یعنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہے نقض عبد اور اپنی دلالت سے جواب
محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کا فی ہے تزکیہ میں اسواسطے کہ اوسکا غلام ہونا اور
محدود فی القذف ہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص سے طحطاوی نے کہا ہے

یعنی جس شہر میں کوئی اور مشہور نہیکا ۱۲ کافی ذکر کیا ۱۲

تزکیہ یا کی کیا سکو بیان اور آیا ان کی اسکی ثبوت سے اور ان کی دشمنی اور آیا ان کی اسکی بحالہ ۱۲

اوس وقت مسلم ہو جب کہ عربیت لفظ عدل سے بطریق منطوق مفہوم ہو اور غلام پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل نہوتا ہو حالانکہ ایسا
نہیں ولہذا شرح کی عبارت یہہ ہی کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادۃ ہو اور اسیطرح باپ جب کہ
اپنے فرزند کی گواہی دے اسواسطے گواہی دے تو عدل ہو سکے زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیریہ میں ہے بحر الرائق میں لکھا کہ یہہ قول ترجیح کے لائق ہے انتہی
خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں ہیں اول یہہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہہ کہ مزکی شاہد کو جانتا ہو یا اوس سے
شرکت یا معاملہ ہو چکا ہو سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا لازم ہے چہارم یہہ کہ شاہد دینار و درم کی خوشحالی میں معروف ہو پنجم یہہ کہ
ادا امانت میں ظاہر ہو ششم یہہ کہ درست گو ہو ہفتم یہہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہی ما فی الطحاوی والتعدیل من
الخصم الذی لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یعتبر اور تعدیل یعنے عادل کہنا اوس مدعا علیہ سے جسکے طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیگئی صحیح نہیں ہم
جب کہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولے صحیح نہیں خصومی نے کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اوسکے شہود کے
گمان میں مدعا علیہ کاذب ہے انکار دعوی میں اور مبطل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ
فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں ہو جن کے طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اوسکی صحیح ہے کذا فی البزازیہ و
المراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہ ہو عدل الا انہ اخطأ او نسی او لم یزد اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اوسکا تزکیہ ہے یون کہنے سے
کہ شاہد عادل ہیں خواہ اوسنے یہہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہد نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تب اوسکی
تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما لو قال صدقوا او ہم عدول صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی بالاقرار لا بالبینۃ
عند الجحود فی اختیار اور مدعا علیہ کا یون کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے سو یہہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اوسکے اقرار پر
حکم کریگا نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہم یعنی اگر مدعا علیہ ولو سے مدعی کا انکار کرے اور شاہدون کو سچا کہے تو یہہ درحقیقت ابطال دعوی ہی
تو اب یہان مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور مدعی کا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن النہایۃ
یحلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی اور
بحر الرائق میں ہے نہایہ میں نقل ہے کہ قسم دلانی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول نہیں بتا سکتا مجہول کو اور
مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہی پھر اوسنے صیرفیہ سے نقل کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدون سے قسم لے
ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہی اور مجہول ثانی سے شاہد یعنی مزکی کی عدالت اس زمانے میں خود مجہول ہی تو وہ
شاہد مجہول کو کیا بتاویگا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا ہم کتاب القضا میں یعنی تحلیف شاہد
مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں کو تحلیف شہود کا امر کرے تو علما پر اوسکا نصیحت کرنا واجب ہم اسطرح کہ کہیں کہ تکلیف نہ دے اپنے قاضیوں کو اوس
امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کرین یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کرین انتہی علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول
مذکور تقدیسیہ کے کہا کہ یہہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہیں اور یون نہیں کوئی کہہ
سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہی اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کی نہ سند خالیا اور مجہول بتا نہیں سکتا مجہول کو کیونکہ ہم یون کہتے ہیں کہ نفس
الواقع حال اسطرح ہی لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عدالت اور تعمق ہو یہی نہایت کی کاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور
کوئی مومن بلاعیب نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہے ۔ ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا ۔ کفی المرء نبلا ان تعد معایبہ ۔ کذا فی الطحاوی یعنی ایسا کون ہے
جسکی سب خصال پسندیدہ ہون مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اوسکی برائیاں گنی جاوین ۔ والشاہد ان یشہد بما سمع او رای
فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہے گواہی اوس کی جسکو سنے یا دیکھے جیسے

مانند ہیں اگرچہ بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی بجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور رہا اقرار سو اگر یہ اقرار بطریق کہنے کے ہو تو یہ اقرار
من جملہ مسموعات ہوگا ھم یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اوسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گواہی شے مسموع
اور مرئی دونوں ہوتی ہے دو اعتبار سے اور بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہوا تو مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے
ہوا اور تعاطی میں گواہ لینے دینے کی گواہی دیں اور اگر بیع کی گواہی دیں گے تو بھی جائز ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے اور خریداری کی شہادت میں
بیان ثمن شرط ہی اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار لسانی مسموعات سے ہوا اور اقرار بالکتابۃ مرئیات سے لیکن معلوم
کرنا چاہئے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہد کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اسطرح کہ اوسنے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا
کبھی آزمایش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہو اور اگر کتابت مستدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے کہ اما بعد
فلان علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت گرامی مخاطب کہ تیرے مجھپر اتنے درم ہیں اور اگر لکھے اور شہود دیکھے روبرو پڑھے تو اونکو اوسکے اقرار کی گواہی
دینا درست ہی اگرچہ کاتب نے یہ نکہا ہو کہ تم گواہ رہنا یہی ہے اقرار سے اور اگر شاہدون کے روبرو لکھا اور کہا کہ تم گواہ رہنا تو اگر اونکو اوسکا مضمون
معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مستدر اور معنون چاہیئے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار نہو کذا فی المحیط وفی
حکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو مختفیا یری وجہ المقر ویفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور
قتل کی اگرچہ شاہد کو اوسپر گواہ نکیا ہو گو کہ شاہد اوسوقت چھپا ہوا ہو اسطرح پر کہ مقر کا مونہہ دیکھتا ہو اور اوسکا اقرار سمجھتا ہو ھم خلاصہ میں ہی کہ
اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تو نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے لیکن تو در صورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہوا اور اگر شاہد
مقر کو دیکھتے نہوں اور اوس کا کلام سنتے ہوں تو اونکو گواہی اوسکے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در صورت آیندہ متن کذا فی المحیط ولا یشہد
علی محتجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل درمیانی اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ میں ہو اوسپر
گواہی نہ دے اوسکی بات سنکر مگر جب کہ ظاہر ہو جاوے قائل اسطرح کہ گھر کوٹھری میں سوا اوسکے کوئی نہو لیکن اگر شاہد اوسکی تفسیر کر بیان کریگا تو گواہی مقبول
نہوگی کذا فی الدرر ھم یعنی جب کہ شاہد کوٹھری میں داخل ہوا اور وہان ایک آدمی دیکھا پھر شاہد نکل کر اوسکے دروازہ پر بیٹھا اور اوس کوٹھری کی
کوئی راہ نہیں سوای دروازہ کے تو اب اوس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی المحیط عن الخصاف او شہد علی امرأۃ ای القائلۃ من شہد
اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ہذا للشہادۃ علی الاسم والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت
کلام کرتی ہوئی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی خبر عورت کے
اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی جامع الفصولین ھم رویت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب عورت
کی صحت پر اوسکا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دو مرد ثقہ یہ کہیں کہ یہ
فلانی عورت ہے تو اوسکی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہی کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکور
بتادیں تو عادلین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کریں تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالتہ دیں کذا فی الطحطاوی و
مسئلہ ملتقط شارح کافی الجواہر عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادۃ لان عند الاداء یبغضہم المدعی علیہ فیضرہم جواہر میں ہے
محمد بن حسن سے کہ اہل فقہا اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی دستاویز پر اسواسطے کہ ادای شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا اور بسبب
بغض اونکو ضرر کریگا ھم وجہ ضرر یہ ہی کہ یہ ناحق بغض ہے اون لوگوں سے جو شرعا محبوب ہیں یعنی اہل علم کی محبت شرعا لازم ہے اور تحمل شہادت
آخرکار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہو یہ اوس صورت میں ہے جب کہ اہل علم میں تحمل یا ادای شہادت متعین نہو وان کان
بین الخطین بان اخرج المدعی خطا اقرار المدعی علیہ فانکر انہ خطہ فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ علی انہما

خطاً تماً واحداً لا یحکم علیہ بالمال ہو الصحیح خانیۃ ولٰکن افتی قاری الہدایۃ بخلافہ فلا یعول علیہ وانما یعول علی ہذا التصحیح
لان قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحاتہ کذا ذکرہ المصنف ہھنا وفی کتاب الاقرار واعتمدہ فی الاشباہ اور اگر دو خطون
مین تشابہ ہو بطرح کہ مدعی اقرارنامہ نکالے مدعا علیہ کے خط سے سو مدعا علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعا علیہ سے آزمایش کے واسطے
کچھ لکھوایا گیا سو اوس نے لکھا اور حالانکہ دونون خطون مین ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونون خط ایک ہی کاتب کے ہین تو مدعا علیہ پر ثبوت
مال کا حکم نہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتوےٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اسپر اعتماد نکیا جائیگا اعتماد
تو فقط اوس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگون کی تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے اونمین سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے ایسا کہا مصنف نے
اپنی شرح مین یہان اور کتاب الاقرار مین ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ مین اعتماد کیا ہے ہم مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہہ یہہ ہے
کہ تشابہ خط اس سے زیادہ نہین کہ مدعا علیہ اقرار کرے کہ یہہ میرا خط ہے اور مین نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھپر مال نہین ہے تو اس اقرار سے مال واجب
نہین ہوتا تو اسیطرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہوگا کذا فی المنح لکن فی شرح الوہبانیۃ لو قال ہذا خطی لکن لیس علیَّ ہذا المال ان کان
الخط علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا لا یصدق ویلزم بالمال ومثلہ فی الملتقط وفتاوی قاری الہدایۃ فراجع ذلک لیکن شرح
وہبانیہ مین ہے کہ اگر مدعا علیہ کہے کہ یہہ میرا خط ہے لیکن مجھپر یہہ مال نہین ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدّر اور معنون ہو تو انکار مدعا علیہ کی تصدیق نہوگی
اور مال اوسپر لازم کیا جاویگا اور مانند اسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین ہے تو اوسکے طرف مراجعت کر ہم کہتے ہین قول ہے قاضی النسفی کا
کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یون لکھے اما بعد فلک علیَّ کذا تو یہہ دل کا اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سو ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے
تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علما اسکے خلاف پر ہین اسواسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصاً ولا یشہد
علی شہادۃ غیرہ ما لم یشہد علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شرنبلالیۃ
عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ نکرے اور نہایہ مین اس مسئلہ کی یہہ قید لگائی
ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہین سنی تو گواہی دینا جائز نہین بدون اوسکے گواہ کرنیکے تو اگر مجلس قضا مین اسکو سنے تو گواہی دینا
درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ ہم وجہ جواز یہہ ہے کہ شہادت ثابت لازم ہے اور یہہ تعلیل اسکے مفید ہے کہ
قاضی نے اوس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا لازم نہین ویخالفہ تصویر صدر الشریعۃ وغیرہا اور نہایہ کی
قید مذکور اسکے مخالف ہے صدر الشریعۃ وغیرہ کی تصویر ہم صدر الشریعۃ نے اس مسئلے کی صورت یون بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادا
شہادت کو سنا تو اسکو اوسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین انتہی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول سمجھے تو منافات مرتفع ہو جاے کذا فی الطحطاوی وقولہم
لابد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہہ قول کہ ضروری ہے تحمیل
یعنی گواہ کر دینے سے اور ضروری ہے قبول التحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر ہم تو اہم عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ مین تحمیل مصدر
باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہان حاصل نہین اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہین کیا اور سامع نے اسکو قبول
نہین کیا اور جواب یون ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی نعم الشہادۃ بقضاء القاضی
صحیحۃ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ ہان حکم قاضی
کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اسپر گواہ نکیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھہ مقید کیا ہے یعنی شہادت
حکم کی بلا اشہاد اوسوقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا مین سنا ہو اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصہ وکفی عدل
واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ

مسئلون مین چنانچہ اشباہ مین ہے ازانجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس مین بعد مدت حبس کے ہم عادل کی خبر کافی ہے تو لکھا ہی کہ مستور الحال
کی خبر اسی طرح مستورین کی خبر ان چیزون مین مقبول نہین ہے صورت قاضی کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اوس مال مین
جو دوسرے مال کا عوض ہے اور مدعا علیہ نے اپنے افلاس کا دعوے کیا تو اوسکی تصدیق نکرے اور مناسب حال مدت تک اوسکو قید رکھے
پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اوسکے افلاس کی خبر دے تو اوسکی خبر کو قبول کرے اور اوسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی والتزکیۃ ای
تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ فشہادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ مین یعنے تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی
بالاجماع ہے تو تزکیہ علانیہ مین وہ شرطین ہین جو شہادت مین شرط ہے سوای لفظ شہادت اور ظاہرا تزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور
دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیئے کہ ایسے کو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو
اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور کون سخنین لالچی اور مفلس نہو تا مال پاکر وہ کھانا کھاتا ہے اور اگر رشتہ دار کے پڑوسیون یا اہل
بازار مین کوئی شخص لائق ہو تو اوسکے کہنے تو اب تواتر اخبار معتبر ہوگا یعنے عدالت شہود مین کذا فی الطحطاوی وترجمۃ الشاہد والخصم اور
شاہد اور خصم کے ترجمہ مین ایک عادل کافی ہے ہم مصباح مین ہے ترجم کلامہ عرب بولتے ہین جب کہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجم
کلام غیرہ بولتے ہین جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تفسیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا و ضم جیم لغت فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور کا جیم
اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہے امام اعظم کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو
مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونون مین واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی
سیکہہ کر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالۃ من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی
مین قاضی سے مزکی کیطرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط ہے اسیطرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہے وجاز تزکیۃ
عبد وصبی و والد اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولے کے واسطے اور صبی کا اپنے والد کے واسطے اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی
وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلہ نظم مین بیان کئے ہین یون
کہا ہے ۵ ویقبل عدل واحد فی تقوم وجرح وتعدیل والارش یقدر + اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھیرانے مین اور جرح اور تعدیل
شاہد مین اور دیت مقدر مین ہم یعنی صید محرم کی قیمت ٹھیرانے مین اور تلف کردہ الشی کی قیمت مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی
سو مدعی نے دعوی کیا کہ اوسکی قیمت اتنی تہی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اوسکی نہتی تو اوسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن
نصاب سرقہ اس کلام سے مستثنی ہے کہ اوسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ مین ہے اور سر کے زخمون کی دیت ٹھیرانے مین مثلا ایک عادل کافی ہے
۵ وترجمۃ والسلم ہل ہو جید + وافلاسہ الارسال والعیب یظہر + اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ مین اور سلم فیہ مین کہ وہ عمدہ
یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے ہم سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنے جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم
اور مسلم الیہ مین اختلاف ہوا اوسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری مین اختلاف ہو عیب
مبیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے کذا فی الطحطاوی ۵ وصوم علی ما مر وعند علتہ + وموت اذا للشاہدین یخبر
اور صوم مین چنانچہ مذکور ہوچکا یا علت ہونیکے وقت اور موت مین جب کہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہوچکا کہ ہلال رمضان مین
عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے جیسے روایت ہے حسن کی اور ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ درصورت علت مذکورہ
عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اوسکی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی والتزکیۃ للذمی
تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ فان لم یعرفہ المسلمون سألوا عنہ عدول المشرکین اخیار اور

اور کیونکہ ذمی کا ہونا اپنی امانت داری میں ہے اوسکے دین اور زبان اور ہاتھ میں اور یہہ کہ وہ ہوشیار ہے بھولتا نہیں ہے پس اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے
ہوں تو اوسکا حال عدول مشرکین سے دریافت کریں کذا فی الاختیار ہم دین ذمی کی امانت داری یہہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور
زبان کی امانت داری یہہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانتداری شاید یہہ کہ سارق نہو اور بہتر یہہ کہ شائخ کہا کہ اگر مسلمان پہچانتے ہوں
تو قاضی عدول کفار سے اوسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار میں ہے کذا فی الطحطاوی و فی الملتقط عدل نصرانی ثم اسلم قبلت
شہادتہ ولو کان الذمی لا تقبل اور ملتقط میں ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اوسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ
گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہے اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اوسکی مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ نشا اوسنی انجیل مین حرام ہے
تو وہ فاسق ٹھیرا نصاری کے دین میں ولا یشھد من رای خطہ ولم یذکرھا ای الحادثۃ اور جس شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور وہ واقعہ
اوسکو یاد نہیں کذا القاضی والراوی لمشابھۃ الخط للخط یعنی اسیطرح قاضی اور راوی حکم نہ دیگا اور روایت نکریگا اپنا خط دیکھکر بدون یاد واقعہ کے
بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم خلاصہ یہ ہی کہ ابو حنیفہ نے جمیع امور میں تنگی روی اختیار کی لہذا اون سے روایت احادیث
مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مرد و زن سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہی وقت سماع کے
اور روایت کے وقت بہی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکہنا ضرور ہے تو اگر اوسنے مسودہ کو چہپا
یا دیکہا اور اوسکو یقین ہو کہ یہہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اوسکو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہی کذا فی
الفتح اور فقط تذکر مجلس شہادت کافی نہیں وجوزاہ لو فی حرزہ وبہ ناخذ بحر عن المبتغی اور صاحبین نے اوسکو جائز کہا ہی اگر کاغذ قوم مراد
قبض اور حفاظت میں ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر عن المبتغی ہم خلاصہ یہ ہی کہ شرط یہہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نگیا ہو اور وہی
ہاتھ میں نہو جیسے کہ اوسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا نہو تو اوسکو گواہی دینا جائز نہین انتہی بحرالرائق میں ہے کہ ابو یوسف نے یہہ قاضی اور راوی
کے واسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل میں جائز کہا ہی اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہہ میرا خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون
پر آسان کرنیکے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اسمین متفق ہیں اور جو بحرالرائق میں ہے وہ معلوم ہوچکا اور اسیطرح
اور زیلعی میں ہے ابو یوسف نے کہا وقع ثانی یون ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یشھد احد بما لم یعاینہ بالاجماع
الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوھبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اوس چیز کی جسکو اوسنے معاینہ نہین کیا بالاجماع مگر دس صورتون میں بلا معاینہ گواہی
درست ہو چنانچہ وہبانیہ کی شرح میں ہے ہم عدم معاینہ سے مراد عدم الیقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہیں اگرچہ معاینہ یا سماع سے اوسکی گواہی
نہ دے اور سماع کی مثال عقود ہیں کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمھر علی الاصح ہم ظفر یہہ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہی تو وہ
ابو یوسف کے نزدیک اور یہہ قول اصح کذا فی البزازیہ ہم شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ شہادت سماعت سے عتق میں بالاجماع مقبول ہے اور خصیمی سے
استاذ حلوانی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہے سو ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق میں جیسے ولاء میں عدم قبول معتمد
ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ شہادت عتق میں یعنی بسماعت حلال نہیں ہمارے نزدیک خلافا للشافعی پھر اوسنے حلوانی کا قول عدم ذکر
کیا اور ولاء میں محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہیں اور مہر میں محمد سے دو روایتیں ہیں اصح یہہ کہ
مہر ایسے نکاح کا یعنی قبول شہادت بسماع میں چنانچہ علامہ عبد البر نے ذکر کیا ہے اور اسکے مانند ہے بحرالرائق میں ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ سے
اور شرنبلالیہ میں ہے خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی والنسب ہم نسب ہم تو جبکہ ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک
کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے تو اوسکو اسکی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوسنے اوسکی ولادت اور اسکے فراش پر نہیں دیکہی اور عتق میں صاحبین کے قول پر ہی
کذا فی الطحطاوی والموت ہم موت ہم تو جب لوگون سے سنا کہ فلان شخص مر گیا تو اوسکو موت کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اوسنے موت کا معاینہ نکیا ہو بزازیہ

ہین جیسے کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا تو اوسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر
آئی پھر اوسکے اپنون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جائز نہین کہ اوسکی موت کی خبر دے جب تک کہ شخص معتمد اسکو یہہ خبر نہ دے کہ مین نے
اوسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ مصائب گاہے موت پر مقدم ہو جاتی ہین خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا
فی الظہیریہ والکفایہ اور نکاح علم تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادل سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے
حاویہ مین ہے کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھا اور لوگون سے سنا کہ فلانی عورت فلانے
مرد کی جورو ہے تو اوسکو اوسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوس نے عقد نکاح کا معاینہ نہین کیا آور درر مین ہے کہ اگر ایک شخص نے
مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اوسکی جورو ہے کذا فی الظہیریہ والدخول
بزوجتہ یعنی دخول بزوجہ یعنی یہہ بھی بتسامع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب و ولایۃ القاضی یعنی ولا
قاضی ہم یعنی جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اوس نے تقلید سلطان کا معاینہ نہین کیا
بحرالرائق مین معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے واصل الوقف یعنی اصل وقف ہم لوگ گواہی
دین کہ یہہ وقف ہے فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہے یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہے کہ ہان شرط ہے اور
خزانہ مین ہے کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقیرون کے طرف منصرف ہوگا قیل و شرائطہ فی المختار کما مرّ فی بابہ اور قول
ضعیف مین شرائط وقف کی بہی گواہی بتسامع درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر
کرنا بلا وجہ ہے کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہے بحرالرائق مین فصول عمادیہ سے ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے
مقبول نہین انتہی اور مجتبیٰ مین ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہے انتہی اور اسی پر اعتماد کیا ہے معراج اور فتح القدیر مین
واصلہ ہو کل ما تتعلق بہ صحتہ و توقف علیہ والا فمن شرائطہ اور اصل وقف ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقف کی متعلق ہوا اور جسپر وقف موقوف ہو
اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہے ہم تعلق صحت وقف شرط صحت وقف سے ہے چنانچہ وقف کا منجز ہونا نہ معلق اور مسلّم ہونا اور متولی کا
اوس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیرذلک اور جسپر صحت موقوف نہین جیسے جہات مصرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا قال الشہادۃ
بذلک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم علی الکذب بلا شرط عدالۃ او شہادۃ
العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی ہو المختار ملتقی وفتح تو شاہد کو بتسامع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیاء مذکورہ کی
وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد کرتا ہے یعنی ایسی جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت
سوائے موت کے کہ اوسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح ہم کہتے ہین صغری مین مذکور ہے کہ شہرت
کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقیہ چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین مگر موت
مین ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بخبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع
حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اور اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوائے خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص
موجود نہین ہوتا اور دخول زوجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہے سو وہان کوئی موجود
نہین ہوتا سوائے دائی جنائی کے اور منصب قضا بتقلید سلطان ہے سو اوسکو کوئی معاینہ نہین کرتا سوائے وزیر وغیرہ خواص کے اور اسیطرح وقف سے
وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو مرور الدہور باقی رہتی ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا
فی المنح اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہے نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کیوقت

ایک ہی شخص موجود ہو تو اوس کا طریقہ یہہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی پھر دونون ملکر قاضی کے روبرو گواہی دین تو قاضی اونکی شہادت پر
حکم کریگا کذا ذکرہ ابو السعود وقیدہ شارح الوھبانیۃ بان لا یکون المخبر متہما کوارث وموصی لہ اور شارح وہبانیہ نے مخبر موت مین یہہ قید
لگائی ہے کہ وہ متہم نہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت نے وصیت کی ہے اور تہمت یہہ ہے کہ وارث شاہد ہو اسواسطے مورث کی موت بیان
کرتا ہے کہ اوسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شی سوی رقیق تعلم رقہ ویعبر عن نفسہ والا فہو کمتاع فلک ان تشہد
بہ انہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبض اور تصرف مین کوئی چیز ہو سوا اوس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور
وہ اپنا حال بیان کرسکتا ہو اور اگر رقیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہے تو تجھکو اوس متاع مقبوض کی یون گواہی
دینا درست ہے کہ وہ قابض کی مملوک ہے بشرطیکہ تیرے دل مین یہہ بات واقع ہو کہ مقبوض قابض کی ملک ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جو چیز لونڈی غلام کے
سوا منقول ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبض اور تصرف مین ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا
درست ہے اسواسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ تمام اسباب مین دلالت قبض ہی ہے تو اوسی پر اکتفا ہوگی اور اوسکی یہہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض اور
تصرف مین دیکھی پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ مین دیکھی اور پہلا آدمی اوسکی ملک کا مدعی ہو تو دیکھنے والے کو گواہی دینا جائز ہو کہ وہ چیز پہلے کی مملوک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہو کہ اپنی رقیت یا حریت
بیان کرسکتا ہو تو مجرد معاینہ قبض اوسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہین اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو اسباب و متاع کے مانند ہے تو اوس کی مملوکیت
کی گواہی معاینہ قبض سے درست ہے لفظ تعلم رقہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سے بلا وجہ ہے اور شارح کو وہ کہنا چاہئے تھا شرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون
عبارت مذکور کا یہہ ہے رقیق معبر سوا یعنی جب تک سمجھانے کہ وہ رقیق ہے تو معاینہ قبض سے اوسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر معبر مین اوسکی رقیت کی
گواہی دیگی یعنی معاینہ قبض سے مراد اوسکی یہہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کرسکتا ہو تو اوسکی مملوکیت کی گواہی نہ دے معاینہ قبض سے مگر جب اوسکی
رقیت معلوم ہو اور یہہ مطلب شارح کے کلام سے نہین نکلتا تو اگر شارح یون کہتا سوی رقیق یعبر عن نفسہ ولم یعلم رقہ والا فہو کمتاع تو کلام ٹھیک ہوتا اور
شرنبلالیہ مین ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اسواسطے کہ جلیت شہادت مین یقین ہونا اصل ہے تو بعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کے طرف عدول
ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہے بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہوا تو مجرد قبض مفید نہوا لہذا علما نے کہا ہے
کہ جب انسان گوہر قیمتی موتی خط کر دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا اجداد مین کوئی اہل علم نہین ہوا تو اوسکی ملک کی گواہی
قابض کے واسطے جائز نہین تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہین ہے اور یہہ شرط ہے کہ شاہد کو دو عادل اسکی خبر نہ دین کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے لہذا اگر خبر
دین تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ خلاصہ مین ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہین مگر جب کہ تیرے دل مین یہہ جم جائے
کہ یہہ شخص صادق ہے تو اب تجھکو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہین چنانچہ شلبی کے حاشیہ مین خانیہ سے ہے والا ای وان لم یقع فی قلبک ذلک
اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھکو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک جاز لہ القضاء
بہ بزازیہ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اوسکو یعنی قبض اور تصرف کو معاینہ کرے تو اوسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی
البزازیہ یعنی اوس وقت حکم جائز ہے جب کہ مالک اوسکی ملک کا دعوی کرے اور اگر دعوی نکرے تو جائز نہین ہے دعوی ملک کی قید مین شارح صاحب بحر کا تابع ہوا
اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع منافی کی ہے زیلعی کے کلام مین اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام مین زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعاینہ قبض جائز نہین
خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابو السعود نے کہا
کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہین کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین مین متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور
متاخرین کے نزدیک جائز نہین تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الحلبی ولان
تفسیر الشاہد للقاضی ان شہادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید لا تقبل علی الصحیح وکذا فی الوقف والموت اذا فسر او قالا اخبرنا من

الشہادۃ به تقبل علی لا هو الخلاصۃ اور اگر شاہد لبتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اوسکی گواہی لبتسامع سے ہے یا معاینہ شخص سے تو گواہی بیشک
مردود ہوگی مگر قضا اور موت مین جبکہ دو نوشاہد بیان کرین اور یون کہین کہ ہمکو دفن یا موت کی خبر دی ہے ایسے نے جسپر ہمکو بھروسہ ہے
تو بالاتفاق گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ حموی نے کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اوسکی تفسیر نکرے یعنی
تسامع یا معاینہ تفصیل کو ذکر کرے فی الفرضیۃ عن الخانیۃ معنی المتفسیر ان یقول شہد نالانا سمعنا من الناس اما لو قال لم نعاین ذلک
ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے حاشیہ عزمی زادہ مین خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت
بالتسامع یہ ہے کہ شاہد یون کہین کہ ہمنے گواہی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ لوگون سے سنا اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معاینہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک
مشہور ہے تو جمیع امور مین شہادت لبتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے شہرت اور سماع من الناس مین فرق یہ ہے کہ
شہرت وہ ہے جو سب لوگون مین مشہور ہو یا اکثر مین اور سماع من الناس مین یہ بات حاصل نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لا من یصح قبولہا او لا یصح لصحۃ قبول الفاسق مثلا لما حققہ
المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول مین یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب
نہیں نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق
مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اہل الاھواء ای اصحاب البدع لا تکفر کجبر
وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی
اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبون سے بارہ فرقے ہین تو اہل بدعات کے
بہتر فرقے ہوگئے حموی نے عبارت ہی خواہش مذموم ہے اور ابلغ لیکن فرقہ حنفیہ نہیں بلکہ جو مخالف سنت کے ہو تاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے مغرب
کہ اہل اہوا وہ لوگ ہین جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے پھیری کرین اور اہل قبلہ ہون یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہون اونکی گواہی اسواسطے مقبول ہوتی کہ
اونکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت مین اسکو نہیں ڈالا مگر اوسکے تدین نے … بیان کر اوسنے بدعت اختیار کی بخلاف فسق من حیث
التعاطی کے اسلئے یعنی فاسق اعتقادی متہم بکذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اوسکی گواہی مقبول نہیں جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت
عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خارجی
وہ لوگ ہین جو حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہین معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہین جو خالق مین مخلوق کی صفات ثابت کرین اور تعینی مین عموم اکثر
مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات
سے خالی اعتقاد کرے … نے کہا کہ اہل ہوی مین سے جن کی تکفیر ثابت ہو جیسے مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہین
اونکی شہادت مسلمین پر مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقون کو اہل ہوی کے بیان مین شمار کیا ہے تو یہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہے چنانچہ
کلام مکرر الاثنی اسپر دلالت کرتا ہے … شارح کے … فرق … کو ذکر کیا کہ لیکن خطابیہ کی … الا الخطابیۃ صنف من
الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب ولم یبق لہم ذکر اہل
کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کی وہ ایک قسم ہین روافض سے جائز جانتے ہین گواہی اپنے شیعون کے واسطے اور ہر شخص کے واسطے جو قسم کھائے کہ
مین حق پر ہون تو اونکی شہادت کا مردود ہونا اونکی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور انکے مذہب کا ذکر باقی نہیں رہا کذا فی
البحر یعنی یہ مذہب والا کوئی باقی نہیں رہا ہم خطابیہ منسوب ہے ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کے طرف ابو الخطاب نے کوفہ مین خروج
کیا اور عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کے طرف دعوت کی اور پھر دعوی کیا کہ علی مرتضی خدا ہے اکبر ہین اور

باب القبول وعدمہ

صفر صادق خدا ہی صنعر سو کرفیہ مین قبول دیا گیا خطابیہ کی سو شہادت فقط بدعت سے اسواسطے نہین کہ محض بدعت لائق تکفیر کے نہین بشرطیکہ اپنے
دین کے اسناد اعتقاد رکھتے ہون کذا فی المحیط ۔ ومن الذمی لو عدلا کافی ذی دیہم جوہرۃ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی
کی گواہی اسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگرچہ عادل ہوا نہو دین مین کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتون مین ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہین چنانچہ
اشباہ مین ہو ہم بجملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہو کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہو جانیکی گواہی دین اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہین
اور نصرانیکے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجائیگی تا جبکہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دین اور وہ مسلم کا مدیون ہو
ترکہ ادا ہین کفایت نکرتا ہو سوم جبکہ ذمیکی خرید پر مسلم سو گواہی دین اور مسلم منکر ہو چہارم جبکہ چار شخص گواہی دین نصرانی پر کہ اوسنے عورت مسلمان
سے زنا کیا مگر در حقیقت پر اسکا مسلمہ ہ مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور دو کافرون نے گواہی دی کہ وہ اوسکا غلام ہے اور فلانے
مسلم قاضی نے اوسکا حکم دیا ہو وتبطل باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ لو بعقوبۃ کقود بحر اور باطل ہوجاتی ہو ذمی کی گواہی اوسکے
مسلمان ہو جانیسے قبل قضا کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہو اگر عقوبت کی گواہی ہو چنانچہ قصاص کذا فی البحر ہم اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہو جائے تو
گواہی باطل ہو جائیگی کیونکہ اگر اوسکی گواہی پر حکم دیتو لازم آتا ہو مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہین وان اختلفا ملۃ کالیہود والنصارٰی
ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصارٰی اسواسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہو والذمی علی المستامن
لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر لیکن برعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہین کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے کہ دار
الاسلام مین رہتا ہو ولا مرتد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے مرتد پر مقبول اصح وتقبل منہ علی مستامن مثلہ
مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک دار الحرب
رہنے کے ساتھ یعنی جبکہ دونون ایک ہی ملک کے رہنے والے ہون اسواسطے کہ دونون کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے مثلا
ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونون دار الاسلام مین ہون تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہین اسیطرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہوگا اور باعتبار
مختلف ہونا ہی باعتبار اختلاف سلطنت وحکومت کذا فی البحر وتقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من التقول
علیہ کما سیجئ اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اسمین اطمینان نہین
کہ جھوٹ نہ بولے چنانچہ آگے آویگا اسی باب مین ہم یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت کا ہر واجب ہوتی
اسطرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اوسکے منع کرنے سے وہ باز نرہے ولہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونون مین عداوت
دینی ہے کذا فی الکبری واما الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا کانت الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الاخر فتاوی
المصنف معزیا لمعین الحکام اور دوست کی گواہی دوست کیواسطے مقبول ہے مگر جب کہ دوستی نہایت متناہی ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے
دوست کے مال مین تو اب مقبول نہین چنانچہ مصنف کے فتاوی مین ہے معین الحکام کیطرف منسوب ومن مرتکب صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب الکبائر
کلہا وغلب صوابہ علی صغائرہ درر وغیرہا قال وہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اوسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ تمام کبائر سے
پرہیز کرتا ہو اور صواب اوسکا غالب ہو اوسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنے عدالت ہین ہم تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار
کرے یا اوسکے کرنے سے خوش ہو یا اوسکو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اوسکی پیروی کرتے ہون تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہوگیا فتح القدیر مین کہا بہتر قول وہ ہے
جو امام ابو یوسف سے تفسیر عادل مین یون منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نکرے اور صغیرہ پر اصرار نکرے اور پردہ پوشی گناہ ہو پردہ دری سے اور صواب اوسکا اکثر ہو
خطا سے اور وہ دین اوسکی خطا پر ہو اور مستعمل صدق اور مجتنب از جہت باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور موئیکیان حا
اوسکا ہو صغیرہ مغفور ہو عادل ہے اور اگر کبیرہ نکرے اور گناہ صغیرہ تو وہ عادل ہین کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم

واقره ابن كمال اور خلاصہ مين ہی كہ جو فعل كہ مروت اور كرم كو چھوڑا دے وه كبيره گناه ہی اور تلويح مين ہی جو كہا ہی اسی قول كو ابن كمال نے ہم فتح القدير مين ہے
اور ابن كمال نے كہا ہی كہ يہ قول منضبط اور صحيح نہين لہذا محشی نے كہا كہ ترك مروت وكرم كبيره نہين ہو سكتا مگر من حيث منع شہادت كذا في البحر قال في
ومتى ارتكب كبيرة سقطت عدالته ابن كمال نے كہا اور جب كہ مسلم مرتكب كبيره كا ہوا اوسكی عدالت ساقط ہوگئی ہم كہتے ہين ... كہا مگر زوال
عدالت كا اوسوقت حكم ہوگا جب كہ كبيره مرتبہ ظہور مين پہنچے ولہذا شرب محرم مين ادمان شرط ہی اور قہستانی مين خلاصہ سے ہی كہ ... ہی كہ كبائر سے
احتراز سے مجتنب ہو تو اگر ايكبار مرتكب كبيره ہوا تو اوسكی شہادت مقبول ہے ومن اقلف لو من عذر والا ٢٢ وبه نأخذ جمع اور غير مختون كی
گواہی مقبول ہے اگر ترك ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہين اور اسی قول كو ہم ليتے ہين كذا في البحر ہم عذر يہ كہ ختنہ ترك كرے اپنی
جان كے تلف ہو جانے سے اور جيسے اوسكی شہادت مقبول ہے ويسے ہی اوسكی امامت بھی صحيح ہی اور ختنہ كے وقت مين اختلاف ہی خلاصہ مين
كہا مختار يہ ہے كہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہين اور آخر وقت باره برس ہين كذا في المنح والاستهزاء بشيء من الشرائع كفر ابن
كمال اور خوش طبعی اور ہنسی كرنا ساتھ كسی چيز احكام شرعی كے كفر ہی ذكره ابن كمال وخصي واقطع اور گواہی مقبول ہے خوجه اور دست بريده
كی ہم اسواسطے كہ خوجی كا عضو ظلم سے كاٹا گيا جيسے كہ ہاتھ كوئی كاٹ ڈالے اور جسكا ہاتھ چوری مين كاٹا گيا اوسكی گواہی اوسوقت مقبول ہی جب كہ وه
عادل ہو كذا في البحر وولد الزنا ولو بالزنا خلافا لمالك اور ولد الزنا كی گواہی مقبول ہے اگرچہ وه زنا كی گواہی دے بخلاف امام مالك كے
ہم اسواسطے كہ فسق والدين موجب فسق ولد كا نہين جيسے كفر والدين كذا في المنح وخنثى كانثى لو مشكلا والا فلا اشكال اور خنثی عورت كی
مانند ہو اگر خنثی مشكل ہوا اور اگر خنثی مشكل نہو تو پھر اشكال نہين ہم شرنبلاليہ مين ہے كہ خنثی مشكل جميع احكام مين عورت كی مانند ہوتا ہے تو اوسكی گواہی
دوسری عورت كے ساتھ برابر ايك مرد كے ہوگی اور اگر خنثی مشكل نہو يعنے اگر علامت مردی غالب ہو تو اوسكا مرد كا حكم ہے اور نہين تو عورت كا
وعتيق لمعتقه وعكسه الا لتهمة لما في الخلاصة شهدا بعد عتقهما ان الثمن كذا عند اختلاف بائع ومشتر لم تقبل
لجر المنفعة باثبات العتق اور غلام آزاد كی گواہی آزاد كرنيوالے كے واسطے اور آزاد كرنيوالے كی گواہی غلام آزاد كے واسطے مقبول ہے مگر بسبب
تہمت كے مقبول نہين اسواسطے كہ خلاصہ مين ہے كہ بائع اور مشتری كا اختلاف ثمن كے وقت دو غلامون نے اپنے آزاد ہونيكے بعد يہ گواہی دی كہ
ثمن اتنا تہا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب كھينچنے منفعت كے اثبات عتق سے ہم جر منفعت كی وجہ يہ ہے كہ اگر دونون كی شہادت نہو تو بائع اور مشتری
دونون قسم كہاتے اور بيع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتيق كی گواہی معتق كے واسطے اسواسطے مقبول ہے كہ شريح نے قنبر كی گواہی علی مرتضی كے
واسطے قبول كی تہی اور قنبر اونكے غلام آزاد تہے كذا في الطحطاوی ولاخيه وعمه ومن محرم رضاعا او مصاهرة الا اذا اشتدت الخصومة
وتخاصم معه قلت في القنية اور متجاوز ہو گواہی بہائی كی اپنے بہائی كيواسطے اور بہتيجے كی اپنے چچا كے واسطے اور محرم رضاعی يا سسرالی رشتے كے محرم
گواہی مقبول ہے مگر جب كہ نہايت جہگڑا ہوا اور شاہد جہگڑا ہو مدعی كے ساتھ تو گواہی مقبول نہين چنانچہ قنيہ مين ہے ہم محرم رضاعی جيسے رضاعی
بيٹا اور سسرالی رشتے كی محرم جيسے خوشدامن اور زوجہ كی بيٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتيلی ما اور ربيبہ اشخاص مذكورين كی گواہی اسواسطے درست
ہے كہ املاك ہر ايك كی جدا جدا ہوتی ہين اور ايك دوسرے كے مال مين تصرف نہين كرتا تو محل تہمت نہين ہی بخلاف شہادت قرابت ولاد ليكن جب كہ شاہد
مدعی كے ساتھ خصومت كرتا پھرے تو گواہی مقبول نہوگی كيونكہ وه اب مدعا عليه كا گويا خاصم ہو گيا وفي المحن انه تخاصم الشهود والمدعى عليه
تقبل لو عدولا اور خزانہ مين ہی كہ تخاصم شہود اور مدعا عليه مين گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہون ہم يہ قول تہمت كے ظاہرا مخالف ہو صاحب بحر
نے توفيق بين القولين كے واسطے اسكو تشاجر عدت دائم پر محمول كيا ہے يا عدم كثرت مساعده پر والله تعالى اعلم ومن كافر على عبد كافر مولاه مسلم او في
على وكيل كافر موكله مسلم لا لانه حكمه لقيامها على مسلم قصدا او في الاول ضمنا اور مقبول ہے گواہی كافر كی اوس غلام كافر پر
جسكا مولی مسلمان ہے يا اوس وكيل كافر پر جسكا موكل مسلمان ہو نہين جائز ہوئے كيونكہ بسبب قائم ہونے شہادت كافر كے مسلمان پر قصدا اور اول مين

قیام شہادت ممنا ہی۔ فقصدا ادا شہادت جائز ہے و تعمدا ہم بکسر سیہ ہی کہ گواہی دینے کا فرا وس مسلمان غلام پر جسکا مولے کا فر ہے کذا فی المحیط اور تقبل
علی ذمی بوصیۃ ذمی وصیۃ مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم اور مقبول ہے گواہی کافر کی اوس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر
کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر و فی الاشباہ لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما مر او ضرورۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہدا کافران
علی کافر انہ اوصی الی کافر و احضر مسلما علیہ حق للمیت و فی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق
و ھذا استحسان و وجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم
کی گواہی مید کا فرین یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافرون نے ایک کافر پر یہہ گواہی دی کہ
اوس نے وصیت کا فرکو وصی کیا ہے اور وصی نے اوس مسلم کو حاضر کیا جس پر میت کا فرکا حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافرون نے
گواہی دی کہ یہہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سواوس نے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور یہہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور ہے اور وجہ استحسان یون
مذکور ہے کہ مسلمین نصاری وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا سبب نکاح ہے اور
اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت مسلم پر اثبات ایصا میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہو تو حقوق
ضایع ہو جاوین جو انکے متعلق ہین تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہے شرنبلالی نے کہا کہ ظاہر اقبول شہادت
اوس صورت میں ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر
مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیون کی گواہی ہیپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی وہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی
الطحطاوی والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے ہم عمال بضم عین و تشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہین جو
حقوق واجبہ مثل خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہین یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کہ بعضے صحابہ کبار عامل تھے کذا فی
الطحطاوی الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین
فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق
النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہون تو اونکی گواہی مقبول نہین
بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہین بسبب اوسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے
اور صراف کی اور جہازون کے معرف کی یعنی جو تجار اہل جہاز اور مشتریون میں شناسائی کرواتے ہین اور جمیع اصناف اہل حرفہ کے چودھری اور مہتر کی
اور اوسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹی وکیلون کی گواہی اور قبالہ نویسون کی اور جہات کے ضامن اور ان کی
گواہی مقبول نہین مانند اون لوگون کے جو ٹھیکہ دار ہون بازار کو یا نخاس کے بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہین یہان تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے
بسبب اوسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا رہین اور وہ خوشی سے رکھے اور عرفا سے
مراد پیشہ ورون کے رئیس اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہین اور وکلاء مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہین جو
دعاوی اور خصومات مین ذمہ دار ہو جاتے ہین تو اونکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہین اور اونکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ اونکی
جعل سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض مین اعانت چاہتے ہین اور وکیل حقیقے کا قصد نہیں کرتے اور صکاک بضم صاد مہملہ جمع ہے صکاک بفتح صاد کی
یعنی کاتب وثائق و قبالہ نویس انکی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ وہ لکھتے ہین کہ فلانے نے نقد دیا اور بیچا اور ضامن درک ہوا اور مبیع پر قبضہ کیا
اگرچہ امر مذکور واقع نہون اور کتابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکہتا ہو تو مقبول الشہادۃ ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ و تشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں جو از باطل اور فعل باطل پر گواہی دینے ضامن کے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ

لیتا ہو یا اوسکے مثل پر گواہی لکہتا ہو مشایخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اون پر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہو سو کیا حال
ہو امرا الجائرین کا یا شہزادگان سلطان سے جو ضمان جہات اور اجارات مفاسدہ پر گواہی دیتے ہین اونکے شہادتین بجای مہملہ ہوا اور بعض کتب مین بجای جیم
النخاس سے یعنی بائع دواب و رقیق کذا فی الطحطاوی وقولہ وصاحبہ امیر کبیر کذا فی فتہدد له تماله وتوابعه ورعایاه لا تقبل شہادتہ
المزارع لامیر یعنی مزارع اور رعایا مین ہو امیر کبیر جیسے وہی کیا سوا اوسکے عمال اور نوابین اور عمال کی رعایا نے اوسکے واسطے گواہی دی تو
مقبول نہین جیسی مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ہم عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب گمان کے امیر کے خوف سے
مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفة لا تقربه وهی حرفة ابائه واجداده والا فلا مروءة له لو دنیئة فلا شهادة
له لما عرف فی حد العدل الذی فتح واقره المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادہ سے پیشہ ور مراد ہین یعنی وہ پیشہ جو اوسکے لائق
ہو یعنی جو پیشہ ور سکے باپ دادون کا پیشہ ہو اور اگر اوسکا پیشہ لائق نہین اسکے باپ دادا کے مخالف تو اوس پیشہ ور مین مروت اور بوا مروت نہین
اگر اوسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اوسکی گواہی بہی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت مین معلوم ہوچکا کذا فی النہر اور ثابت
رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم فتح القدیر مین ہو کہ ترک مروت مسقط عدالت ہو مروت کی تعریف مین بعضون نے یون کہا کہ انسان ایسا
فعل نکرے جس سے اوسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گہٹ جاوے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہو روش نیک اور حفظ اللسان اور سبکی عقل سے
اجتناب سے اور بد خلقی کے ارتفاع سے انتہی لا تقبل من اعمی ای لا یقضی بها ولو قضی صح وعم قوله مطلقا ما لو عمی بعد الاداء
قبل القضاء وما جاز بالسماع خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندہے کی مطلقا یعنی اندہے کی گواہی سے قاضی حکم ندے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہے
اور مصنف کا مطلقا کہنا عام ہو اوس صورت کو کہ شاہد اندہا ہوگیا بعد ادای شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت تسامع جائز
ہو بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہہ ہو کہ ادای شہادت مین اشارہ کی
تمیز کی حاجت ہی مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان مین اور اندہا امتیاز نہین کرسکتا مگر آواز سے تو خوف ہو کہ اوسکو کچہہ خصم تلقین کردے اسواسطے
کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہے وافاد عدم قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت
اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی ہم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ جسمین شہادت ہو جسمین تسامع کافی ہے یا اوسکے غیر مین خواہ
اشارہ ہو خواہ بکتابت اولویت افادہ کی وجہ یہہ ہو کہ اخرس کو مطلق بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی ومرتد ومملوک و
لو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اوسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا
فی حال صحته اور صغیر اور غافل اور دیوانہ کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانہ کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ہم محیط مین ہو کہ جو ایک
ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہے کہ یہہ بمنزلہ (؟) ... ہم تو معلوم
ہوا کہ ... مجنون سے ہو کذا فی الطحطاوی الا ان یتحملا فی الرق والتمییز وادیا بعد الحریة ولو لمعتقه کما مر وبعد البلوغ مگر یہہ کہ غلام اور صغیر
ملک اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادای شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنیکے
حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہوچکا وکذا بعد ابصار واسلام وتوبة فسق وطلاق زوجة لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسیطرح
گواہی اندہے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادای
شہادت کا حال ہے کذا فی شرح التکملہ ہم علت اسکا یہہ مقتضی ہو کہ اگر تحمل کے وقت اندہا ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہین
ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل مین حکم صحیح ہو کذا فی الحلبی وفی البحر حتی ... لعلة ثم زالت فشهد بها
لم یقبل الا اربعة عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق مین ہو جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پہر وہ علت

زائل ہوجاے پھر تائب ہو اوسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہوگی مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمی اور کافر کی مسلمان پر ہر حادثہ ادائی کی قید اسواسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں انکی گواہی مقبول ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم نے کسی گواہی ایک حادثہ میں رد کر دی تو دوسرے حاکم کو اوسکی گواہی اس حادثہ میں قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اوسکے نزدیک شہادت اہل ہو منح الغفار وغیرہ میں ہے چار شخصوں کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور عبد اور مغفل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں انتہے اور قبول شہادت اعمی بعد رد اس پر محمول ہے کہ تحمل اور ادای شہادت حالت بصارت میں ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہوگئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہے یعنی وکذا ابیہ البصایر مراسلام کذا فی الطحطاوی واذا حال الکمال آخذ الزوجین مع الاربعۃ متحقق اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا اصل الزوجین اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہے ہم چنانچہ منح الغفار میں منقول ہے گذرا وحد قذف فی قذف تمام الحد وقبل بالاکثر وان تاب بتکذیبہ نفسہ لہ لا الذی من تمام الحد بالنص اور اسکی گواہی مقبول نہیں جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے نص قرآنی سے ہم ثابت ہے جو میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ یعنی جو حرام کاری کا عیب لگاویں محصنات کو پھر چار گواہ نلاویں تو انکو اسّی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نکرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اسکے اور نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہے تو ظاہراً عطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کا اندر داخل ہے اسواسطے کہ عدم قبول شہادت مولم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید ابداً اسکی موید ہے واللہ تعالی اعلم والاستثناء منصرف الی ما یلیہ وہو واولئک ہم الفسقون اور استثنا راجع ہے اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے اولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع ہے اولئک ہم الفاسقون کے طرف نہ لا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثنا جب کہ جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر جملہ کے راجع ہوتا ہے مگر جب کہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سبکے طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین میں ہے اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہو تمامہ فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جاے پھر وہ مسلمان ہوجاے تو اوسکی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اوسکے مسلمان ہونیکے ماری جاے بموجب قول ظاہر الروایۃ بخلاف اوس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہوگیا تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام میں وجہ فرق یہ ہے کہ کافر نے بحیلہ اہل شہادت ہے تو اسکی رد شہادت ہم تمامی حد ہوئی اور اسلام دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اوسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام میں رقیت کیوجہ سے مطلق شہادت کی اہلیت نتھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اوسمیں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب رد شہادت من جملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم المحدود بینۃ علی صدقہ ای اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما مر فی قبل الحد بحر محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ اوسی مقذوف کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی النہر اوسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اقرار قبل حد کے گذرا ... اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ اوسکی تہمت اوس پر سے اب مندفع ہوگئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود فی القذف والمعروف بالکذب ... بحر الرائق میں ہے کہ فاسق جب کہ توبہ کرے تو اوسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ اوسکا صدق توبہ کرتے سے معلوم نہیں ہوسکتا بخلاف سائر انواع فسق وفیہا ہیئۃ

تزویج ولو عدلہ لا تقبل ابداً ملتقط لکن سیجئی ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو اوسکی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی الملتقط لیکن ہم قبول
شہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دیکر توبہ کریگا تو گواہی اوسکی مقبول ہوگی اور ترجیح موعود
یہ ہے کہ فقیہ ابوجعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر فتویٰ ہو کذا فی النہر وصححوا فی شہادۃ تقبل فی
السجن وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجۃ
لمنع الشرع عما یستحق بہ الحبس وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافاً الیہم لا الی الشرع بزازیہ وصغری
وشرنبلالیہ لکن فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند
الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان اور مقبول نہیں گواہی محبوس کی اون حادثوں میں جو واقع ہو محبس (قیدخانہ) میں اور
اسیطرح لڑکوں کی گواہی مقبول نہیں اون حادثوں میں جو لوازم لہو ولعب میں واقع ہوں اور نہ عورتوں کی گواہی اوس واقعہ میں جو حماموں کے اندر
واقع ہو اگرچہ مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اوس فعل سے جسکے سبب سے محبوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب منع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات
نساء کو تو عدم قبول شہادت میں تقصیر اونہیں کے طرف منسوب ہوئی نہ شرع کے طرف کذا فی البزازیہ والصغریٰ والشرنبلالیہ لیکن حاوی میں ہے کہ فقط
عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تاکہ خون ضائع اور باطل نہو جاوے انتہے تو مفتی کو چاہیے فتویٰ دینے کے وقت خبردار
رہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان میں ہم عبارت صغریٰ ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں جاتا
ہو تو اوسکی بھی گواہی مقبول نہیں کیونکہ وہ وہاں جانے سے فاسق ہوگیا اور ہر محبوس کے فسق میں گفتگو ہو اسواسطے کہ کبھی انسان بتقصیر بھی
قید ہو جاتا ہے اور منع شرعی حق محبوسین اور نساء میں البتہ ظاہر ہے نہ اطفال میں کیونکہ وہ شرعاً مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی والزوجۃ
لزوجہا وہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہیں زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی زوجہ کے حق میں اور جائز ہے گواہی جسکی
زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے
حق میں اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی اپنی عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنی شریک کے واسطے اوس چیز میں جو دونوں میں
مشترک ہو لیکن غیر مشترک میں جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں اور نہ غلام کی اپنے مولے کے واسطے انتہے لیکن خصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی
سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ ولا المراۃ لزوجہا ولا الزوج لامراتہ ولا العبد
لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی النہر الا فی مسئلتین فی الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی
زوجہ کی منفعت پر جائز نہیں ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدوں کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے
اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اسکا مدعی ہے کذا فی الطحطاوی وزاد فی حیل التاترخانیہ
لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ فعلم ان الزوجیۃ
عند القضاء لا التحمل والاداء اور زوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہوا سو سمجھو کہ قنیہ میں ہے
کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہو تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی
دی پھر اوس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا وقت قضا کے نہ تحمل اور ادائے شہادت کے وقت شارح کو
مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور
حاکم نے اوسکی گواہی رد نہ کی یہانتک کہ اوسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اوسکی گواہی نافذ ہے انتہے جب لا زوجیت عند القبول منہ
تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت میں اور بعد القضاء کے عدت اوسنے گواہی اداکی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں مذکور

(حاشیہ: نہیں جائز ہے شہادت والد کی بیٹے واسطے اور نہ ولد کی اپنے والد کے لیے اور نہ عورت کی اپنے خاوند کے واسطے اور نہ شوہر کی اپنی بی بی کے لیے اور نہ غلام کی اپنے آقا کے حق میں اور نہ آقا کی اپنے غلام کے حق میں اور نہ شریک کی دوسرے شریک کے لیے اور نہ نوکر کی اوس شخص کے لیے جسنے اوسکو اجرت پر رکھا ۱۲)

ہو چکی کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ ولا بالعکس اور مقبول نہین گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی اولاد کی آبا و اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو
یعنی دادا پردادا اور نانا پرنانا ہو دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہ سے جو مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد و آبا مین متصل ہین تو گویا وہ
اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی دیکھنا اوسکو زکوۃ دینا جائز نہین اور یہی مذہب ہے شریح قاضی کا یہانتک کہ حسن مجتبیٰ کی گواہی جو اونہون نے حضرت
سا تھ علی مرتضیٰ کے حق مین دی تھی شریح نے قبول نکی تو حضرت علی مرتضیٰ نے کہا کہ تونے وہ حدیث نہین سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی
کہ حسن اور حسین دو سردار ہین جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہین لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے لفظی
روایت مین آیا ہے کہ حضرت مرتضیٰ نے اوسکو قضا سے معزول کیا پھر اوسکو بحال کیا اور روزینہ اوسکا زیادہ کردیا تو بعضون نے کہا کہ علی مرتضیٰ نے شریح کے
اسی قول کی طرف رجوع کیا کذا فی النہر الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جبکہ دادا اپنے پوتے کے حق مین گواہی دے اوسکے
بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ ہم صاحب تکملہ نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ مین ٹھہرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اوس نے
دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ [illegible] اور اسکے والد نے زوج کے اس اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہو اس عورت سے تو
ان دونون کی گواہی مقبول ہے اور منح الغفار مین وہبانیہ کی شرح [illegible] ہے کہ خانیہ مین قبول مطلقا منقول ہے بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول
یہ ہو کہ بنا بر [illegible] کے مخالف شہادۃ [illegible] دلیل ہے اوسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعید
عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی ہے فرع کے واسطے کذا فی الطحطاوی وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق ضرتہا
والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جبکہ اپنے باپ پر گواہی دی اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اوسکی سوت کی
طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اوسکے باپ کے نکاح مین ہے [illegible] اصل کی مضرت پر ہے اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہین لیکن صورت مستثنیٰ مین
اسواسطے مقبول نہوئی کہ اسمین جلب منفعت ہے ماں کے واسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ
القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول قبل توبتہ اور اشباہ مین آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہین
مگر مسئلہ قاتل مین جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اسکے طرف ہم القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت مسئلہ اشباہ
مین یون مذکور ہے کہ تین شخصون نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا پھر اونمین سے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کردیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہین
اگر اسطرح کہا کہ دو شخص کہین کہ ہمکو معاف کیا اور اس تیسرے شخص کو تو اس صورت مین ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق مین گواہی مقبول ہے اور
حسن نے کہا کہ سب کے حق مین مقبول ہے انتہی ملخصا کبری مین ہے کہ فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کیواسطے
نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق مین ان مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی
الطحطاوی ملخصا ولا بالعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق مین مقبول نہین بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہے
تو گویا اپنے حق مین گواہی دی ولا لعبدہ ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہین میان کی گواہی
اپنے غلام اور مکاتب کے حق مین اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق مین اوس مال مین جو دونون مین مشترک ہو اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے
واسطے ہے ایک راہ سے کذا فی الاشباہ ولا تسمع ان نطعن بثلثۃ برق وحد وشرکۃ اشباہ [illegible] کہ شاہد مین طعن کرے تین طرح [illegible]
[illegible] حد قذف [illegible] اور شرکت [illegible] مدعا علیہ [illegible] شاہد غلام ہین محدود [illegible] گواہ قائم کرنا چاہے اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہین تو طالب
[illegible] کہ شاہد شریک [illegible] مدعی [illegible] گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے [illegible] گواہ [illegible] مقبول نہین [illegible]
مین کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی الطحطاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لا تقبل
کلام لیکن خراجہم کل ارض معینۃ ولا خراجہ للشاہدین [illegible] نسفی مین ہے کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی

بعض اراضی ... کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد سکے واسطے خراج مین منفعت نہو اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے
اور اگر خراج ... اور دفع منفعت نہین اسیطرح جب کہ شاہد کو خراج مین دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قریتہم لا تقبل
وکذا اہل سکۃ یشہدون بشیء من مصالحہ لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا اخذ
شیئا تقبل وکذا فی وقف المدرسۃ انتہی فلیحفظ اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ اونکے گانون مین سے ہے تو مقبول نہین اور
اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین منجملہ مصالح اور منافع کے مثلا قطعہ زمین کو کہین کہ ہمارے کوچے مین سے ہے کذا فی العالمگیریۃ تو مقبول نہین بسبب تہمت
کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ مین اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اوس قطعہ زمین مین دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو
گواہی مقبول نہین اور اگر کہے کہ مین کچھ نلونگا تو گواہی مقبول ہوگی اور اسیطرح وقف مدرسہ مین گواہی مقبول ہے انتہی مافی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے
وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف مین مقبول نہین کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ مین تو وہ متہم ہوگا
کذا فی الطحاوی عن البحر مسائل مذکورہ مین عدم قبول شہادت کی وجہ یہہ ہے کہ شاہد کا اوسمین فائدہ ہے تو محل تہمت ہے ولا الاجیر الخاص المستاجر
مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ ونفعہ نفع نفسہ وہو معنی
قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہین گواہی
اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصہ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص کہ اپنے
استاد کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اوسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہین قانع کی
اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش اون سے یعنی گھر والون سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع سے یعنی سوال وتذلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد مین اختلاف
ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاد کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے
حدیث مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ وار سے اجیر مراد ہے اور حدایت مذکور نکر کیا ہے اس حدیث کا جو ابو داؤد مین عمرو بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے
اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکہی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد مین بعضون نے یون فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد
ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود لہ کے گہر مین زندگانی بسر کرے بلا خدمت نہ ملازم ہے اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہین جو اپنے رئیس کے
تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی جیسے خیاط اور حداد اور سنار اور نائی اور دہوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے
مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہین مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارہ سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نہ رہی بخلاف اجیر خاص کے کہ اوسکے
منافع مستاجر کے مستحق ہین ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہین کرسکتا مدت اجارہ مین تو اگر اوسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم
آوے کیونکہ اوسکی شہادت بہی منجملہ اوسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ مین مقبول نہین لیکن مفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ
لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہہ ہے کہ مستاجر اور استاد کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اوسکا محتاج نہین بخلاف اجیر
خاص کے ہم نے مسئلہ فتح القدیر مین مصرح مذکور دیکہا ہے ومخنث بالفتح من یفعل الردی ویؤتی اور مخنث کی گواہی مقبول نہین مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق
فعل کرے اور لواطت کراوے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتون کے افعال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل مین اونکے ساتھ مشابہت کرے بعضے
مشابہت سے ... لواطت ہو اور قولی مشابہت یہہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا فقط
فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء

لعنت کری اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے اون عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین وامّا بالتشبہ
فی اعضائہ وکلامہ خِلقۃً فتقبل شہادتہ اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدائشی طور پر ایسا ہو اپنے اعضا اور گفتگو مین لوچ رکھتا ہو
کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ یہہ امر اختیاری نہین پیدائشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے وَنَائِحَۃٍ وَلَو لِنَفسِہَا لِارْتِکَابِہَا الْمُحَرَّمَ درر
کی گواہی مقبول نہین اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگون کو سناتی نہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر
ہم قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نہی ہے صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین المغنیۃ والنائحۃ دریافت کرنا چاہیے کہ ... معنی گانا
بہوا جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصًا جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بلا خلاف حرام ہے
کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وینبغی تقییدہ بمداومتہا علیہ لیظہر عند القاضی کما فی مدمن الشرب علی اللہو کذا فی الواقی اور لائق
ہو کہ اس مین مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اوسکا گانا ظاہر ہو جیسے وَمُدمِنُ الشرب علی اللہو مین مداومت شرط
ہو کذا ذکرہ الواقی ہم اسیطرح جمیع ابواب کبائر مین مداومت کی تقیید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہوسکتا کہ وہ گواہی
رد کرے اور یہہ مطلب نہین کہ اگر عورت ہمیشہ گایا کرے تو حرام نہین ہے وَنائحۃٍ فی مصیبۃِ غیرِہا باجرٍ درر وفتح زاد العینی فلو فی مصیبتہا
تقبل وکذا الواقی بزیادۃ اضطرارہا وانسلاب صبرہا واختیارہا فکان کالشرب للتداوی اور اوس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول
نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور کذا
واقی نے وجہہ اسکی بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اوسکے اضطرار کے اور مسلوب ہونے اوسکے صبر اور اختیار کے تو اوسکا نوحہ
ہوا مانند شراب کے جو علاج کے واسطے ہو وَعَدُوٍّ بسبب الدنیا اور مقبول نہین اوس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو نہ بسبب دین کے
وہم عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جس کا اسباب راہ مین لٹا اوسکی گواہی
رہزن قاطع پر اور یہہ مطلب نہین ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق مین خصومت اور نزاع کرے وہ اوسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے سمجھا ہے
کذا فی البحر وجعلہ ابن کمال مما لیس الفرع کاصلہ فتقبل لہ لا علیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع کا اصلہ کے
بعکس قرار دیا ہے تو اوسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اوسکے ضرر پر واعتمدہ فی الوہبانیۃ والمحبیۃ ما لم یفسق بسببہا
قالوا الحقد فسوق للنہی عنہ اور وہبانیہ اور محبیہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تا وقتیکہ وہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق نہو
گیا ہو فقہا نے کہا ہے کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکھنے سے نہی وارد ہوئی ہم یہہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار
متاخرین ہے قہستانی مین ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے اونکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی تتمۃ قاعدۃ اذا اجتمع
الحلال والحرام ولو العداوۃ للدنیا لا تقبل سواء شہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق وہو لا یتجزی اھ اشباہ مین اجتماع حلال وحرام
کے قاعدہ کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دیوے یا غیر پر اسواسطے کہ
عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہین وفی فتاوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب
تعلمہ شرعًا فحینئذ لا تقبل شہادتہ علی مثلہ وغیرہ وللعالم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من
الترکیب کما یحق وینبغی اھ مصنف کے فتاوی مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اوس چیز کے ترک
کرنے سے جسکا سیکھنا اوسپر واجب ہے شرعًا یعنی احکام شرعیہ پھر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اوسکی گواہی مقبول نہین ویسے ہی جاہل نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو
جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو سمجھے کہ استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ ... ثابت اور لائق ہو
ہم عالم کی تفسیر اسطرح کی تاکہ کوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور اخراج معنی سے مراد فہم ہے اور ظاہر مراد تفسیر مذکور سے یہہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم شرعیہ اور

ابن قرات علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو یا لغت کذا فی الطحطاوی و تجاوز فی کلامہ اور اوسکی گواہی مقبول نہین ہو ایسا کثیر الکلام ہو کہ بیہودگی
تک پہنچتا ہو جسکو باتونی اور بکی کہتے ہین اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہین کذا فی الطحطاوی ہم فتح القدیر مین حکایت ہے کہ
فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی تو ابو یوسف نے گواہی اوسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے
کہا کہ میرا وزیر بڑا دیندار ہے جہوٹی گواہی نہین دیتا سو تمنے اوسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ مین نے اوس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا
کہ مین آپ کا غلام ہون تو اگر وہ اس کلام مین صادق ہے تو غلام کی گواہی جائز نہین اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہین تو خلیفہ نے عذر
قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہین کیونکہ جو کوئی یون کہتا کہ مین تیرا غلام ہون باعتبار مجاز کے ہے یعنی قائم بخدمت ہون اور یہ طرح
کا مجاز کلام مین شائع ہے یہان تک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہے کہ اس مجاز مقصود مین آپ کو ذلیل کرنا اور دنیا کے
واسطے چاپلوسی کرنا ہے الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہے انتہے مختصرا او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ او غیرہم لانہ معصیۃ
کبیرۃ یا گواہی مقبول نہین اوسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کہاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر اولاد کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی گالیان دینے
کی عادت کبیرہ گناہ ہے ہم کثرت حلف اگرچہ راستی مین ہے مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور متعدد شدہ کذب کی بہی ... اور
گالی دینا اوسکو سامنے ہی یا پیچھے اگر سامنے ہے تو شوخ چشمی ہے اور سوء ادب اور کمینون کی عادت سے جنمین مروت اور حیا نہین اور اگر پیچھے ہے تو غیبت
ہے اور وہ موجب فسق ہے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسطرح دشنام بلفظ افتراء ہے جیسے بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان
او ترک زکوۃ او حج علی روایۃ فوریۃ یا جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور کے ہم یعنی تاخیر ادا ہی زکوۃ یا حج ...
بہی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا او ترک جماعۃ او جمعۃ او اکل فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ کیا یا آسودگی سے زیادہ
بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے ہم بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل فوق کی تقید ہے یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک کی ...
ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا ترک جماعت اول وقت نماز پڑہتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالۃ نہین اور اگرچہ عذر ...
فسوق امام ترک کرے تو فسق نہین بعضون کے نزدیک ایکبار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ شرنبلالی کا قول ہے ...
یا نیت روزہ زیادہ کہانے تو ساقط العدالۃ نہین کذا فی الطحطاوی وغیرہ و خروج لفرجۃ قدوم امیر اور دیکہنا قدوم امیر سلطان سے ...
طلعت مین فتوی اسپر ہے کہ اگر مستحق تعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کیواسطے نکلین یا تماشے کے واسطے تو ساقط العدالۃ ہین کذا فی الطحطاوی ...
اور سمندر یعنی ہندوستان کے سمندر کی سواری فسق ہے ہم اسواسطے کہ جب بحر ہند مین سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو مواضع ہلاک مین ڈالا ...
ہو کر اپنے گہر مین پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ تہوڑا مال لیکر جہوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا کہ یہ منع نہین علامہ عبد البر نے کہا ...
علی الاطلاق منع نہین بلکہ ترتیب حیلۃ دنیا ہے اور یہ حکم اوسوقت تہا جبکہ ہندوستان تمام کفرستان تہا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور ...
منع ہو کر نص قطعی سے مطلقا اباحت ثابت ہے مگر جبکہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر مین سوار ہوا کئے ہین بلا انکار اور نص قرآنی ... جواز کی
انتہی کذا فی الطحطاوی ولبس حریر و بول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر و طفیلی و مسخرۃ ورقاص و شاتم للدابۃ و فی بلادنا شاتم الشمس
یا بیع الاکفان ... وغیرہا اور ریشمی کپڑا پہنا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کے طرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے
والا اور جانور کے گالی دینے والیکی گواہی قبول نہین اور ہمارے ملک مین جانور کے پیچہے والیکو گالی دیتے ہین کذا فی الفتح وغیرہ وفی شرح الوہبانیۃ
لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا ...
کہ مقبول نہین ... بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ رہا
ہم ایک نسخہ مین لقلۃ کے بجای یتعرض کے اسیطرح خلاصہ مین ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی بحر لقرض سے بجای تقاضیہ ذات کذا ...

ولا شہادۃ الاشراف من اہل العراق لتعصبہم اور مقبول نہین گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب انکے تعصب کے ہم اہل عراق کا
جب کسیکو مصیبت پیش آتی ہو تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اوسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اسکی سفارش کرتا ہے
گواہی دیکر یعنی پیدا ہی تو ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ
الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اوسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑکر شافعی مذہب اختیار
کرے ہم مصنف نے آخر باب مین جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقادات کے اور اسکو جرات ہو ایک مذہب
سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کے کوئی غرض حاصل ہونیکے واسطے تو اوسکی گواہی مقبول نہین انتھے تخفیف نو
مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قید نہین بلکہ ہر مذہب حق چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی الطحطاوی بتصرف قال وکذا ابائع الاکفان
والحنوط لتمنیہ الموت مصنف نے کہا ہے یعنی اپنی شرح مین اور اسیطرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہین بسبب تمنا رکھنے اوسکے
شخص کی موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اوسکی گواہی مردود ہے نہ ہر کپڑا بیچنے والیکی کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی
مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہو کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بیع کے دو وکیل اور دو
دلال گواہی دین اور کہین کہ ہمنے اس چیز کو بیچا ہے فلانے کے ہاتھہ تو گواہی مقبول نہین انتھے فتح القدیر مین ہے کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشہ والے
جیسے ہلال خور اور جولاہہ اور حجام اصح یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشون کو اختیار کیا ہے تو جب تک قادح شہادت معلوم
ہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہین ہو سکتی اور یہی حکم ہے تحاسین اور دلالین کا انتھے والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شہد انہا
امرأتہ تقبل والحیلۃ انہ یشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ بزازیۃ وتسہیل اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہین اگر اثبات
نکاح کی گواہی دے اور اگر یون گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ نکاح کی گواہی دے
اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یون نکہے کہ مین وکیل تہا نکاح کا کذا فی البزازیۃ والتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ وہ قیام نکاح کی گواہی ہے
نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ اپنے فعل کی گواہی ہے واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکر المصنف فی
اجارۃ معینۃ معزیا للبزازیۃ وملخصہ انہ لا تقبل شہادۃ الدلالین والصکاکین والمحضرین والوکلاء المفتعلۃ علی ابواب القضاۃ ونحوہ
فی فتاوی مؤید زادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدری افندی نے اپنے واقعات مین اور مصنف نے اوسکو ذکر کیا ہے اپنی کتاب مسمی بمعین کی کتاب
الاجارہ مین بزازیہ کی طرف نسبت کرکے اور خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ مقبول نہین گواہی دلالون کی اور قبالہ نویسون کی اور اونکی جو مدعی اور مدعا علیہ کو
قاضی کے پاس حاضر کرتے ہین اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیون کے دروازون پر حاضر رہتے ہین اور ایسے ہی مانند مؤید زادہ کے فتاوی مین ہے ہم
فتاوی عالمگیری مین وغیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہون تو صحیح قول یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے اور ہم ذکر کیا ہے
کہ عوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیون کے دروازون پر ہوتے ہین اونکی گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال مین کوشش
کرتے ہین اور وہ فسق ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا وصی اخرج من الوصایۃ بعد قبولہا لم تجز شہادتہ للمیت ابدا وکذا الوکیل لو
ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقا والا فکذلک عند ابی یوسف اور فتاوی مؤید زادہ مین ہے کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت
سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق مین جائز نہین کبھی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہین ہے اگر خصومت نکی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہین ہم اس مسئلہ کا ذکر ابواب الرجوع مین آویگا ومدمن الشرب لغیر الطعام
لانہ یسقط بہا ارتکب الکبیرۃ فترد شہادتہ وما ذکرہ ابن الکمال غلط کما حررہ فی البحر قال وفی غیر الخمر یشترط الادمان لانہ
صغیرۃ اور گواہی مقبول نہین ہمیشہ نشا پینے والیکی سوای شراب کے اسواسطے کہ شراب کا ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اوسکی مردود ہوگی

...ہے ذکر کیا ہے اسواسطے چنانچہ بحرالرائق میں اوسکی تحریر کی ہے اور سوا ہے شراب کے اور مسکرات میں ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے
...کا شرب صغیرہ گناہ ہے هم کہتے ہیں جو شارح نے اتباع صاحب بحر کے ذکر کیا کہ ردالمحتار میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سوا اسکے
...کہ صاحب نقول مذہب کے مخالف ہے کافی میں ہے کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا کہ یہہ فعل اوسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ
اور بار بار کا پینا متحقق ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اسیوقت ساقط ہو گی جب کہ شرب ظاہر ہوا ہو یا نشے میں
باہر ہو کر نکلے اور اطفال اوس سے کھیلیں تو ایسے شخص میں مروت نہیں اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہیں کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان میں ہے
کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زیلعی اور عینی میں ہے اور نہایہ میں ہے کہ ادمان
شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہہ منقول صریح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادمان شرط ہے بلافرق اور سابق مذکور ہوچکا کہ کبیرہ
گناہ میں اشتہار شرط ہے لیکن سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہو گی مگر اصرار سے صاحب بحر نے
کہا کہ یہہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبائر میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں
اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک قول یہہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللهو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ لشبهة الاختلاف
صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب میں لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تاکہ دوا کے واسطے نشا پینا نکل جاوے تو عدالت ساقط
نہو گی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال هم لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے تو اسطلاح قول اور فعل کے جو بمقتضاے حکمت نہیں ہوتا
اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے ومن
یلعب بالصبیان لعدم مروته وکذبه غالبا کافی اور اوسکی گواہی مقبول نہیں جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اوسکی عدم مروت اور کذب کے
سبب سے غالباً کذا فی الکافی بعض لڑکوں سے مراد نوجوان ہیں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں ہے کہ یعنی
ہو کہ اگر نوجوانوں سے کشتی کرے مجامع میں تو اوسکی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانوں سے
مجامع میں کشتی کرے تو گواہی اوسکی مقبول نہیں کیونکہ وہ خفیف ہے والطیور الا اذا امسکها للاستیناس فیباح الا ان یجر حمام غیره فلا
لاکله الحرام عینی وعنایه اور اوسکی گواہی مقبول نہیں جو چڑیوں سے کھیلے مگر جب کہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر جب کہ غیر کے
کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اوسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایہ هم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ موجب
غفلت ہے اور منہ بھول سے ایسی صورت میں کہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات نسا پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والمنبع لقا
کل لهو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحدا وضرب القضیب فلا الا اذا فحش بان یرقصون
به خانیه لدخوله فی حد الکبائر بحر اور اوسکی گواہی مقبول نہیں جو طنبورا اور ہر ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہے لوگوں میں چنانچہ طنبور
اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جب کہ نہایت
بیہودہ اور زیادتی کرے اس طرح کہ اوسپر لوگ رقص کریں تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیہ بسبب اوسکے داخل ہونیکے حد کبائر میں کذا فی البحر هم طحطاوی میں
بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہوچکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہیں بدون راگ کے یعنی طرب انگیز
باجہ چنانچہ مزمار خواہ وہ چوب کا ہو یا قصب کا ہو چنانچہ قضابه یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان الله بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر
یعنی حق تعالی نے مجھکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا ستاروں اور مزامیر کے مٹانے کے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے
وہ دف ہے نکاح میں یعنی نکاح کے مانند ہے ہر سرور حادثہ اور اسکے غیر میں دف بھی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر میں بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی

عن البحر حدیث مذکور مشکوٰۃ میں بسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس میں ہے کہ معازف ملاہی ہیں جنہیں عود و طنبور
اور مزامیر جمع مزمار آلہ ہے باجا اور جس نے بعینہ سے اور بانسری میں گاویں اسکو زمارہ اور مزمار کہتے ہیں انتہی [illegible] کی تعریف [illegible]
کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز سے مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت تر کذا فی ترجمۃ المشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی
یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو راگ گاتا ہو لوگوں کے واسطے [illegible] کیونکہ وہ لوگوں کو
کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں ہے وکلام سعدی آفندی یفید تقییدہ بالاجرۃ فتأمل اور سعدی افندی کا کلام یعنی اگر
اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اوس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لیگا تامل کر اسکو حموی طحطاوی نے کہا قید
مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہے بلا قید جیسا کہ [illegible] واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا بأس بہ عند العامۃ عنایہ قا
صححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کیواسطے گاوے دفع وحشت کے لئے تو اوسکا کچھ
مضایقہ نہیں جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق
جائز ہے علی محل اباحت سرود وہ ہے کہ [illegible] کے ساتھ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جب کہ
باجے پر ہو جیسا کہ عود اور نہایہ اور عنایہ میں ہے کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان میں ومنہم من اجاز فی العرس کما جاز
ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع
الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعض فقہا نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا اگر
جائز ہے اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے مطلقا نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقا [illegible] نکاح ہو یا غیر نکاح انتہے کلام العینی اور بحر
الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقا حرام ہے تو اختلاف علما کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے
واسطے ہو اور ثابت رکھا اسقول کو مصنف نے اپنی شرح میں ختم بحر الرائق میں ہے کہ شارحین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور نہایہ اور عنایہ میں جو
کہا [illegible] کیواسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں اور زیادات میں کہا کہ اگر اوس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک
مثل [illegible] کے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہو گئی نقل مذہب کی [illegible] حرمت پر تو اختلاف منقطع ہو گیا
انتہی ما فی البحر اور تو سمجھ جا کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کیں وہ اطلاق حرمت کی موید نہیں کیونکہ نہایہ اور عنایہ کی عبارت مقید لہو ہے [illegible]
کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اوس وقت ہو گی جب لوگوں کے ساتھ گاوے اور یہ افادہ شہرت [illegible] کہ وصیت منصرف ہوتی ہے
متعارف کی طرف اور عرف میں مغنیہ یعنی نہیں کہتے مگر اوسکو جو لوگوں کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت [illegible] کا تابع ہوا ہے اور صحیح
قول وہ ہے جو نہایہ اور عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اوسکی جو لوگوں کے واسطے گاوے اور اگر اوسکو سنا دے البحر اگر غنی اپنی
ذات کے واسطے [illegible] دفع وحشت کرے اپنی ذات سے بدون [illegible] کے کہ وہ مشہور [illegible] تو اوسکا مضایقہ نہیں اور عدالت اوسکی ساقط نہیں ہوتی
قول صحیح میں انتہی کذا فی الطحطاوی و فی فتح القدیر میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو ولعب اور جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہے بلا خلاف اگر تو کہے کہ ہدایہ کی
تعلیل کہ مغنی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقا حرام ہو اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر [illegible] تغنی کرے کہ آپ سنے اور [illegible] اپنی ذات
[illegible] پر [illegible] کرے تو مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونیکے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر کوئی
[illegible] تغنی کرے [illegible] نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت [illegible] اسواسطے تغنی میں فقہا کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ
مکروہ نہیں [illegible] سبیل [illegible] بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زہاد صحابہ [illegible] تغنی
کرتے تھے اور یہی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور حمل [illegible] براء بن مالک کا

...ہجو ہی و دفعتا مباح کو خوش آوازی سے پڑھتے جنمین مواعظ اور حکم ہین اسواسطے کہ لفظ غنا وہیں غنا معروف کو شامل ہے ایسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے
ہین جیسے حدیث مین آیا ہے من لم یتغن بالقرآن فلیس منا اور اشعار مباحہ کی شعرخوانی جائز ہے مگر جب کہ خلاف تقویٰ کا دال معلوم ہوا تو جائز ہے کہ تقصان
کا یہی معنی کا آفتا ہے شیخ الاسلام کے مانند اگر ہمکو معلوم ہو چکا ہو کہ تشبیب محرم وہ ہے کہ الفاظ ایسے ہون جو حلال نہین جیسے مرد مین اور عورت
معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اسکی طرف یا ہجو مسلم یا ذمی کی لیکن اگر قصد ہجو نہ ہو بلکہ استشہاد ہو تو ہیں نقصان اور اگر شعر
غیر معین عورت کے وصف مین ہون تو مباح ہین بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اوسپر
انکار نہین فرمایا ہان اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہون مفتی مین ہے کہ ملاہی دو قسم ہین ایک حرام جیسے آلات مطربہ غنا جیسے
مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسری مباح وہ دف ہے نکاح اور اوسکے مانند اور سرور حادثہ مین اور اسکے غیر مین مکروہ ہے عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب
آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اسکے سوا کچھ ہوتا تو درہ لیتے ازخاص مین ہے کہ محمد بن شجاع سے اوس شخص کے حال کا
سوال ہوا جو اپنی نفس کے ساتھ ترنم کرتا ہے جواب دیا کہ بیشک اسکی شہادت کا مانع نہین اور قرآن خوانی الحان سے بعضون کے نزدیک مباح ہے اور بعضون کے نزدیک
منع ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہین ہوتے ہین تو مباح ہے اور نہین تو غیر مباح ہے ایسا کچھ علما نے ذکر کیا ہے اور ہم کتاب
الاذان مین مذکور کر چکے ہین کہ تلحین بدون تغیر مقتضیات حروف کے نہین ہوتی تو یہہ تفصیل بیجا ہے انتہی اور فتح مین ہے قال ولا تقبل شہادۃ
من یسمع الغناء او یجلس مجالس الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہ بہم وترکہ الامر بالمعروف
یسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہین گواہی اوس شخص کی جو راگ سنتا ہے یا راگ کی مجلس مین بیٹھتا ہے یعنی سننے آتا زیادہ کیا فسق و فجور یا شراب کی
مجلس مین بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشانہ پیتا ہو اسواسطے کہ اوسکا مختلط ہونا اونکے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اوسکی عدالت کا مسقط ہے ہم کہتے ہین فقط
بیٹھنا مسقط عدالت ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الہی مین مشغول رہے اور اسطرح جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس مین نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحاوی اور مرتکب کا
یحد للفسق و لمرادہ من یرتکب کبیرۃ قالہ المصنف وغیرہ یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو مرتکب ہو اوس چیز کا جسکے سبب سے اوسکو حد لازم ہو واہ
بواسطے فسق کے اور مطلب مصنف کا یہہ ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اوسکی گواہی مقبول نہین ایسا کچھ کہا ہے مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد مین اقوال مختلف
ہین اور قول محقق وہ ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قول الجمیل مین اختیار کیا ہے یعنی حق یہہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جسپر دوزخ یا عذاب شدید
کی وعید وارد ہے قرآن مجید مین جیسے حدیث صحیح مین جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہے یا اوسکے مرتکب کو کافر کہا ہو جیسا ترک صلوۃ مشہور ہے یا اوسکے
مرتکب پر شرع مین حد مشروع ہو جیسے زنا اور شراب اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا ان سے زیادہ تر شرعاً برے ہون یا حکم بداہت
عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہے جو شارع نے منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو اور شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب مین کہا کہ
میرے نزدیک اون اقوال کو جمع کیا جنمین کبائر کی تعریف وارد ہے تو سترہ کبائر پائے چار دل مین شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور ناامیدی رحمت الٰہی
اور بیخوفی مکر الٰہی سے اور چار زبان مین شہادۃ الزور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ مین شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور
دو شرمگاہ مین زنا اور لواطت اور دو ہاتھ مین قتل ناحق اور چوری اور ایک پاؤن مین یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی
عقوق والدین ختم ہوا حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہمکو ان سے بچا دے آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لان ترکہ حرام یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو حمام مین قصداً
ستر کھلا جاتا ہو اسواسطے کہ برہنگی حرام ہے او یاکل الربوا او یقامر بالنرد والشطرنج یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو کھیلے نرد یا شطرنج سے
قمار بازی ہو یا نہ ہو سے فتح القدیر مین ہے کہ مذہب یہ ہے کہ ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ مین نرد کو ماننے شطرنج کو بلا عوض اور بلا قمار کھیلتے ہین جو
کھیل ایسا ہو جسکو ایجاد کیا اور اہل فقہ نے اوسکو حرام سمجھا تو اوس سے اگر معلوم ہوا کہ جائز نہین کھیلنا اوسکا اور پانسون کی طرح
اوسکو چلتے ہین تو الشطرنج مثل النرد لا اختلاف فی تحریمہ واحد من ہذہ الثلثۃ اقال او یقامر بالشطرنج اور شطرنج مین تو کچھ جوا نہین

علماء نے ترنم قرآن کو شرعی آداب کے لحاظ سے جائز رکھا ہے ۱۲

فائدہ کبائر

سقوط عدالت کیواسطی چہ چیزون کا ہونا کوئی ایک چیز مشہور ظاہر ہو تو اسیواسطے مصنف نے کہا یا جو ادا کرے شطرنج سے تو اوسکی گواہی مقبول نہیں ہے اور امام شافعی
شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقا مسقط عدالت نکہا او یذکر به الصلوة حتی یفوت وقتها او یطلب
سو نماز ترک کرے یہانتک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے ہم ترک صلوة سے عدم فعل مطلقا نہیں بلکہ نماز قضا کر نا مراد ہے او یحلف علیه کثیرا یا
کھیلنے میں قسم بہت کہا تا ہو ہم زیلعی اور اتقانی نے اسمین حلف کاذب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے
شہادت مردود نہیں کیونکہ کثرت بدون کذب کے شر نہیں ہولی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب به علی الطریق او یذکر علیه فسقا اشارة
شطرنج راستے پر کہیلی یا اوسپر فسق کر ذکر کرے کذا فی الاشباہ ہم یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹہرے چنانچہ شتم اور قذف اور غنا او یداوم علیه
ذکره سعدی افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کہیلا کرتا ہو اوسکی گواہی مقبول نہیں اسکو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل
کیا ہم اسواسطے کہ مداومت لہو کی دلیل ہے اور غالبا بعض نسبت درایت مین خلل پڑتا ہے یہانتک کہ بعضے شطرنج بازون کا لڑکا مرگیا اور اوسکی تجہیز
اور تکفین کے واسطے اونہون نے بازی سے تو رفت نکی نعوذ باللہ من ذلک او یرتکب ما یحد به او یاکل الربوا قید وا بالشہرة ولا یخفی ان الفسق یمنعها شرعا
الا ان القاضی لا یثبت ذلک الا بعد ظهوره له فالکل سوا فی المحیط یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو ایسا کام کرے جس پر حد ہو یا بیاج کہائے بعض علما شہرت
کی قید لگائی ہے اور یہہ امر مخفی نہیں کہ فسق مانع ہے شہادت کا شرعا مگر یہہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک
تو سب گناہ اسمین برابر ہین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم بعضون نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین اسطرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کہائے
ایکبار تو گواہی اوسکی مقبول نہیں اور بیاج خواری مین شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچھہ فرق نہیں فسق ہونے مین دونو برابر
ہین اور شہرت کا اشتراط مین دونون یکسان ہین شہرت تو لتنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہین تخصیص بلا دلیل ہے
او یبول او یاکل علی الطریق وکذا اکل ما یخل بالمروة ومنه کشف عورته لیستنجی من جانب البرکة والناس حضور وقد کثر
فی زماننا یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا کہائے راہ مین اور اسیطرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہو از انجملہ اپنی شرمگاہ کہولنا تالاب کے کنارے
استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانے مین یہہ فعل بکثرت ہوگیا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے اوسکی گواہی مقبول نہیں جو ایسا
مستحقر ناموافق کرے اگرچہ فی نفسہا حرام نہیں جیسے لوگون کے روبرو راہ مین کہانا اور فقط سراویل یعنی پاجامہ پہنکر کہانا پہرنا اور لوگون کے روبرو پاؤن
پہیلانا اور زبان سے کہولنا جہان خفت اور بے ادبی اور قلت مروت ظاہر اور حیا مین اسکو شمار کرین اسواسطے کہ جو شخص ایسا ہوا اوس سے بعید نہیں کہ جہوٹی گواہی دے
اور حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لوگون نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہہ ہے کہ جب تجہکو حیا نرہے تو جو تیرے دل میں آوے سو کر انتہی طحطاوی منجملہ
افعال خلاف مروت لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون کی صحبت مین بیٹہنا اور لوگون کو ذلیل کرنا اور
بازار مین غل اور شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور صلاح سے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان اور تکبر عقل سے کنارہ
گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہی او یظهر سب السلف لظهور فسقه بخلاف من یخفیه لانه فاسق مستور عینی قال المصنف و
انما قیدنا بالسلف تبعا لکلامهم والا فالاولی ان یقال سب مسلم لسقوط العدالة بسب مسلم وان لم یکن من السلف کما فی
السراجیة والنهایة یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہونے اوسکے فسق کے بخلاف اوس شخص کے جو سلف کو مخفی کہتا
ہو اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول الشہادہ ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ انہون نے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہائ
مصنفین اور نہیں تو یون کہنا بہتر تہا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادہ نہیں کیونکہ ساقط ہوتی ہے عدالت مسلمان کی بدگوئی سے
اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراجیہ اور نہایہ مین ہے ہم سب یعنی دشنام اور گالی یہہ ہے کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا جو اوسکے حق مین معیوب ہو
حدیث مین وارد ہے کہ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر وفیها الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین

فرق درمیان سلف و خلف

مذہبہم ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر مجمع اور نہایہ میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے اور نہیں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جنکو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی البحر مع صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علماء مجتہدین تابعین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین وفیہ عن العنایۃ عن ابی یوسف لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اوسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اوسکی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نکیا ولیکن برکہا بخلاف بدگو کے اوسنے اپنا فسق ظاہر کردیا ہم نظائر مسئلہ متفق علیہا زوائد ابو یوسف کے طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اسکے شہد الابنان ان اباہما اوصی الی رجل فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصییہ لثالث علی الایصاء دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلان شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اوسکا دعوی کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بدلیل استحسان کے جیسے میت کے دو دائنون کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونیمین اور میت کے دو مدیونون کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصون کے واسطے میت نے وصیت کی اونکی گواہی کسیکے وصی ہونیمیں اور میت کے دو وصیون کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہے کذا فی الاصلاحی وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصایۃ یعنی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اسواسطے کہ قاضی مالک نہیں کہ کسی کو بزبردستی وصیت قبول کروائے کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباہما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی شبیہ مقبول نہیں گواہی اسکی اگر دو بیٹے گواہی دیں کہ ہمارے غائب باپ نے فلانیر کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنیکا خواہ وکیل وکالت کا دعوی کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہے کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنیکا بخلاف نصب وصی کہ اوسمین قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی المیت بحق للمیت بعد ما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت لانہ او غیرہ خاصم اولا لحلولہ ای الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہ و عدمہ شاہد گواہی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اسکے کہ قاضی نے اوسکو معزول کردیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق میں اوسکے مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہوجانے وصی کے بجائے میت کے اور اسیواسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنیکا مالک نہیں بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہوگیا تو اوسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئی ہر دو صورت بقا وصایت وصی کا بجائے میت کے ہونا ظاہر ہے اور در صورت معزولی ظاہر نہیں گر چنانچہ ما کان پہر چونکہ بجائے میت کے ہوا تو گویا اوسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہیں بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للذی وکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا لانہ صار خصما وکیل کے کہ اوسکی خصومت اور عدم خصومت برابر نہیں تو اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دی وکیل نے اپنے معزول ہونیکے بعد موکل کے حق میں اگر اوسنے خصومت کی ہے مجلس قاضی میں تو گواہی دی بعد اپنے معزول ہونیکے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے ہم تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہے یعنی وکیل جسمین خصومت کرنیکا ہوا اوسمین اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا تقبل عندہما خلافا لابی یوسف فجعلہ کالوصی یہ امام اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک در صورت عدم خصومت بھی مقبول نہیں تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھیرایا کذا فی السراج وفی قسامۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا من کان

بعد خصومۃ فان تصیر خصما ولو لم ینتصب خصما بعد تقبل وھذان الاصلان متفق علیھما وتمامہ فیہ اور شرح زیلعی کی کتاب الشہادۃ مین ہے کہ جو
شخص کہ مخاصم ہوگیا کسی مقدمہ مین تو اوس مقدمہ مین گواہی اوس کی مقبول نہین اور جس کا مخاصم ہونا درپیش ہے اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اوسکی
گواہی مقبول ہے اور یہہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین اور پورا بیان اس کا اوسی شرح مین ہے ہم کہتے ہین کہ شیخ نے اپنی شرح مین کہا کہ اصل اول کی فرع سے
وکیل بالخصومۃ ہے جب کہ اوس نے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہوگیا تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنی قاضی کے
پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اوسکو ترک کیا تو اوسکی گواہی بیع مین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہے جب کہ اوس نے خصومت نکی اور
شفیع ہے جب کہ اوس نے شفعہ طلب نکیا اور گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہے کذا فی الطحاوی قیدنا بمجلس القاضی لانہ لو خاصم
فی غیرہ ثم عزلہ قبلت عندھما کما لو شہد فی غیر ما وکل فیہ او علیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہمنے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل
غیر مجلس قاضی مین خصومت کی ہو پھر موکل نے اوسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی
اوس مقدمہ کے سوا مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی مضرت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین وفی البزازیۃ وکلہ
بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درہم عند القاضی ثم عزلہ فشہد ان لموکلہ علی المطلوب مائۃ دینار تقبل
بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی فخاصم وتمامہ فیہا اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو
اوس نے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اوسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی
مقبول ہے یعنے اسواسطے کہ یہہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق بوکالت بخلاف اوس صورت کے کہ اوسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اوس نے
خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اسکا اوسی کتاب مین ہے انتہی باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہے کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہو
اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہوا اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پھر موکل اوسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو اگر اوسی
اوسکی مردود ہے پھر ایک اوس حق مین جو وقت توکیل قائم ہے مگر جب کہ اوس حق کی گواہی دی جو نیا پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی
مقبول ہوگی کذا فی الطحاوی کما قبلت عندھما خلافا للثانی شہادۃ اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لھما للشاہدین
بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالدین فی الذمۃ وھی تقبل حقوقا شتی فلم تقع الشرکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیۃ بعین
کما فی وصایا الھدایۃ وشرحہ وسیجئ تمامہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین
کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہے اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہے ذمے پر اور ذمہ حقوق
متفرقہ کو قبول کر سکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اوسمین بخلاف اوس وصیت کے جو غیر معین مین ہو چنانچہ وصایا ہدایہ اور اوسکی شرح مین ہے اور اس کا
ذکر کتاب الوصایا مین آوے گا ھم مین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہے اور وہ امر
شہادت کے وقت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اوسکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہے تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ اونکا حق ترکہ مین ہے یعنی ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہے تو یہہ گواہی ہوئی جسمین وہ دونون
مین مشترک ہے اما اگر دونون شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدون کے واسطے دوسری
چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اسمین شرکت نہین وکشہادۃ وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانھا مقبولۃ
فی ظاھر الروایۃ لما لو شہدا الوصیان علی اقرار المیت بشیء معین لوارث بالغ تقبل بزازیہ اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث
کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی
وارث بالغ کیواسطے تو وہ مقبول ہے کذا فی البزازیۃ ھم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین جیسا کہ کذا فی الطحاوی

شهدوا ان ماله اى الميت لانفلان الهما ولو لصغير لم تجز اتفاقا او بيعتى فى الوصايا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا کا لاتقبل الشهادة على جرح بالفتوا اى فسق مجرد عن اثبات حق لله تعالى او للعبد جسمو مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنی اوس فسق کے اظہار پر جو خالی ہے اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے جرح بالفتح اصطلاح شرع مین عبارت ہے اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسے حد اور حق العبد جیسے قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہے جسپر نہ خصومت شہود علیہ مترتب ہو فتح القدیر مین ہے کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضرور ہے کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اوسکو دفع کر فی الحال کر سکتا ہے توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہے کہ بمجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہے کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآنی سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کر دے تو بھی مطلب حاصل ہے انتہی فان تضمنته قبلت والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہے اور نہین تو مقبول نہین بعد التعديل ولو قبله قبلت اى الشهادة بل الاخبار ولو من واحد على الجرح المجرد كذا اعتمده المصنف تبعا لما قرره صدر الشريعة واقره منلا خسرو وادخاله تحت قولهم الدفع اسهل من الرفع وذكر وجهه واطلق ابن الكمال ردها تبعا لعامة الكتب وذكر وجهه جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت شہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت طعن مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بہ پیروی صدر الشریعہ کے قرارداد کی پیروی کرکے اور اسیکو ثابت رکھا ہے منلا خسرو نے درر و غرر مین اور داخل کیا ہے اسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہے رفع سے یعنی قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہے بعد ثبوت کے دور ہٹانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہے اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقا مردود کہا ہے باتباع عامہ کتب فقہا اور اسکی وجہ مذکور کی ہے ہم ملا خسرو نے وجہ اول بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر وجہ مذکور سے قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت اور صدور ... کہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہے کہ جرح شاہد قبل تعدیل دفع ہے شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہہ دیانت کے باب سے ہے ولہذا اسمین خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعدیل کے رفع ہے شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہان تک کہ قاضی پر عمل بالشہادت واجب ہے جب تک جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہے کہ دفع اسہل ہے رفع سے اور یہی باعث ہے جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہے انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہے کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اوسی مین مقبول ہوتی ہے جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اوسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہے نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہہ جو کہا ہے کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین اگرچہ قبل تعدیل کے ہو تو مراد اوسکی یہہ ہے کہ وہ معتبر نہین یعنی شہادت نہین کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول ہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اسطرح بیان کیا ہے کہ اگر تو کہے کہ کیا یہہ بات نہین ہے کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہے قبول شہادت سے اور اوس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو مین جواب دونگا کہ مانع ہے لیکن یہہ منع اس سبب سے ہے کہ خبر فسق مانع ہے اوسکی عدالت مین اسلئے کہ کوئی امر ایسا باقی نہ رہا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا ولہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو اونکی گواہی مقبول ہو اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتا اور مجال تعدیل باقی نرہتی انتہی تو یہہ قول ابن کمال کا اسکا منافی نہین کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہے اسواسطے کہ چسپیدا اوس نے یہہ کہا لیکن اوس نے یہہ بھی کہا ہے کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی

گواہی مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ہے اور اگر کہا نے الطحطاوی متعنا وظاہر کلام الوانی وعزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ دامادی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام سے
ابن کمال کے کلام کیطرف میلان ثابت ہوتا ہے ہم علامہ دامادی نے جو ابن کمال کیطرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہہ ہے کہ فسق مجرد
کی شہادت درحقیقت شہادت نہیں ہے خواہ قبل التعدیل یا بعد التعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قول خبر واحد قبل التعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس
باب سے اوسکا تعلق نہوا اسواسطے کہ اس باب میں اونکا ذکر ہے جن کی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اسکا
یہہ ہے کہ وہ شہادت کی شمار میں نہیں اگرچہ قبل التعدیل ہو انتہی اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول ہوتی
تو اس قول کا یہی ماحصل خلاف لفظی کیطرف راجع ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن
یزکی الشہود سرا وعلنا فان عدلوا قبلھا عزاہ للمضمرات انتہی قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ
قہستانی نے کہا ان الفاظ نقایہ کے کلام میں اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کیطرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کیطرف ولیکن شہود
مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کیطرف نسبت کیا ہے ہم نقایہ کا
کلام یہہ ہے کہ فسق مجرد شاہد مدعی میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے قولہ لم یلتفت الاولی لایلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا
مترجم نے لم یلتفت کیطرف التفات نکیا بلکہ لایلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہما لا قولہ فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت
تعدیل صاحبین کا قول ٹہیرایا ہے نہ امام کا سو خبردار ہو جا ہم طحطاوی نے کہا کہ مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف لفظی ہے نہ معنوی
مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں
گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں ہم جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر مذکور ہے تو
مطلب یہہ ہے کہ جرح مجرد میں سبب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تو وجہ فرق یہہ ہے کہ جرح مجرد میں
تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گاہے بمعنے استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاید بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی
تفسیق ہے او علی اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ
لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کی گواہی شہود مدعی کے اقرار
کی گواہی دیں کہ اونہوں نے جہوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود
کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اسپر اعتماد کیا
مصنف نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد التعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم
او اقرارہ بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی
بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جہوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر کی اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس
جرح پر وہ شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اوس پر مترتب ہوا وہ دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی اسواسطے مقبول ہوتی کہ شاہد نے
اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹہیرا اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے
او قاضی بسبب اوسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنیسے مرتفع نہیں ہوتا خزانۃ الاکمل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود یا بطلان شہادت مقبول ہے
اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اوس باب سے ہے کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی
کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نتھے اوس مجلس میں جس میں مدعی کا حق تہا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون
فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایۃ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا حد قذف

یعنی اگر گواہ مدعی کا بیٹا ہو یا اوسکا باپ ہو کذا فی النہایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اوسکا مدعی ہو اذا اتّہم ذو قرابۃ او ذو صفۃ او ستر قوا منی کذا
و بیّنۃ او تشیر بخلافہ او لم یتقادم العہد کما مرّ فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی سے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو نہون نے بیان کیا یا اونہون نے لا مال چرایا
اور مال مسروق کی اونہون نے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین ہم حد شرب مین مذکور
ہو چکا کہ شرب کا تقادم ہونا بوجہ زوال بو یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہے اور بغیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدا یعنی یا گواہی دی کہ شاہدون
نے آدمی کو ناحق الایمان بوجہ کذا فی العینی او شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جس مین دعوی ہو
مال ہو ہم مراد یہہ ہو کہ شاہد شریک متفاوض ہے مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اوسمین فائدہ ہوگا اور جو مال مشترک نہین
مدعی کا شریک ہے ہی بدعا ہین والا اوسکا اقرار ہوگا کہ مدعا بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہو کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لہا الشہادۃ و قد
اعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال فلو لم یعطہ لم تقبل لدعوا لا الاستیجار الغیرہ ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی ہی کہ مدعا علیہ اس قول پر کہ شاہد
نے شاہدون کی اتنی اجرت شہر کی گواہی کے واسطے اور ان کو اجرت دی اور اس مال مین جو میرا اس مدعی کے پاس اور اگر یہہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہو گی
بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کیواسطے اور حالانکہ اوسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو وہ مخاصم شہرا یعنی جب یہہ کہیگا کہ اجرت میرے مال
دی اس صورت مین شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہادہ وجرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید کو جرح مجرد ہے جو مقبول نہین
او انی صالحتہم علی کذا و دفعتہ الیہم ای رشوۃ والا فلا تعلق بالمعنی الشرعی لو قال لم ادفعہ لم یقبل علی ان لا یشہدوا علی
زورا وقد شہدوا زورا وانا اطلب بما اعطیتہم یا گواہی دی مدعا علیہ اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ
مال اونکو بطور رشوت کے دیدیا تھا اس شرط پر کہ مجہپر جھوٹی گواہی نہ دین سو اونہون نے جھوٹی گواہی دی اور مین اونسے طلب کرتا ہون اور اگر
اونکو نہیں دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نکریگا تو تعلق معنی شرعی ثابت نہو گی اور اگر کہیگا کہ صلح کرکے مین نے مال نہین دیا تو گواہی
مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الوجوہ لانہا حق اللہ او العبد فتمس الحاجۃ لاحیائہا اور ان صورتون مین تو گواہی اسواسطے مقبول ہے
کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونون حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح عن مجلس القاضی حتی
المجلس ثم لم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطأت بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ لو عدلا
ولو بعد القضاء وعلیہ الملتقی فتنبہ و پہر گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس ہی وار مین
اور مدعی نے اوسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مین خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اوسکی گواہی
مقبول ہے سب چیز مین جسکی اوسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہوا اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہے کذا فی
الخانیۃ والبحر خطا و بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پہر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم
ہین اور رکہنے کی یہہ مثال ہے کہ پانسو کی گواہی دی پہر بولا کہ مین بہول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین
مقبول ہے اسواسطے کہ رعب مجلس قضا سے کبھی ایسا ہو جاتا ہے کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت جیسے اول تو
گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہے پہر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہو گی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی تعلق قولہ
اوہمت ان یقضی بما بقی وہو عبارۃ السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الاکمل وسعدی ترجیحہ فتنبہ و تبصر مین کہتا ہون لیکن
عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہے کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہے اور اسکی کہ مابقی کا حکم ہوگا اور یہہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہے
اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ہم شارح کا یہہ استدراک عمدہ ہے کیونکہ اس قول مین صریح خلاف ہے
مابین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پہر بولا کہ مین چوک گیا اوسکا حق تو پندرہ سو کا

تو ہمین اختلاف ہو بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی پندرہ سو کا اور بعضون نے کہا فقط باقی کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا یہان تک کہ اگر ہزار کی گواہی دی پھر کہا
مین نے غلط کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہوا بعد شہادت کے وہ اُسکے مانند ہو جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور
اسیکے طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہے یہ مختصر اور اگر قال الشاهد بعد قيامه عن المجلس لا تقبل على الظاهر احتياطا اور اگر شاہد نے
بعض شہادت کی خطا ظاہر کی یعنی اوٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ہم وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادہ
مین شاید مدعی سے اور کمی مین مدعا علیہ نے اُسکو دھوکا دیا ہو طمع دنیا دیکر شیخ الاسلام نے کہا کہ عدم قبول اوس صورت مین ہے جب کہ محل شبہہ ہو یعنی
چنانچہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو اوس نے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس مین
اوس نے لفظ شہادت کو زیادہ کیا منتقے اور اسیطرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایکا کسیکا نام نہ لیا تو مقبول ہے اسواسطے
کہ قضا متصور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وكذا لو وقع الغلط في بعض الحدود او النسب هدايه اور اسیطرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی
واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایہ ہم مثلا حد غربی کے مکان شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجای محمد بن علی بن عمر کے محمد بن
احمد بن عمر بول گیا پھر اوسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد دو ایک حد یا دو
مین غلطی کی پھر اوسکا تدارک کیا اوسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو در صورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یون بولے کہ اوسکا نام فلانا تھا پھر اوسکا
نام فلانا ہوگیا بينة انه اى المجروح مات من الجرح اولى من بينة الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولی بالقبول ہے اس گواہی سے
کہ بعد صحت کے مرگیا ہم یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو وارثوں کے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگار وارثون نے
گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا ہوکر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولی ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولياء المقتول بينة على ان زيدا
جرحه وقتله واقام زيد بينة على ان المقتول قال ان زيدا لم يجرحني ولم يقتلني فبينة زيد اولى من بينة اولياء المقتول جامع
الفتاوى اور اگر اولیاء مقتول نے اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اُسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو
زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولی ہے اور اقدم ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی جامع الفتاوی ہم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ
قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے وبينة الغبن من يتيم بلغ من بينة كون القيمة اى قيمة ما اشتراه الوصي في ذلك الوقت مثل
الثمن لانها تثبت امرا زائدا ولان بينة الفساد ارجح من بينة الصحة در مختار فاما في الوهبانية ار ثبوت نقصان کی گواہی اوس
یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولی ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنی جس شے کو مشتری نے یتیم کے وصی سے خرید کیا اوسوقت مین یعنی
وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہی جو وہبانیہ
مین ہے یعنی اوسمین بینہ صحت کی تقدیم بینہ فساد پر مذکور ہے ہم درر مین صورت مسئلہ یون مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا تھا اوسکو
بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اوس نے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اوس باغ کی قیمت اوسوقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ
اوسکے بالقبول ہین منتقے اما بدون البينة فالقول لمدعي الصحة قنيه اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے کذا فی المنیہ ہم شرح وہبانیہ
مین ہے کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہوا اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور در صورت گواہی تو فساد کی
گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبينة كون المتصرف في عقد تبايعا ونكاحا وغيره ذا عقل اولى من بينة الوارث
مثلا انه مخلوط العقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند بیع و خلع وغیرہ تصرفات کے وقت صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثوں کی مثلا
اس گواہی سے کہ متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا ہم یعنی لڑکی نے گواہی قائم کی کہ اوسکے باپ نے اُسکو اپنے مرض الموت مین ہبہ کیا اور حالانکہ
وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لڑکی کی گواہی مقدم ہے اور اسیطرح اگر زوجہ نے خلع کیا پھر زوج نے

گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی تصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کیوقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ۔ ولو قال الشھود لا ندری کان فی صحتہ او مرضہ فھو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں کہ طلاق اپنی صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جبکہ مدعی صحت کا دعویٰ کرتا ہو اور مدعا علیہ مرض کا کذا فی الخلاصہ ولو قال الوارث کان یھذی فیصدق حتی یشھدوا انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تھا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی یہاں تک کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبینۃ الاکراہ فی الاقرار اولی من بینۃ الطوع ان ارخا واتحد تاریخھما فان اختلفا او لم یوقتا فبینۃ الطوع اولی ملتقط وغیرہ ومنہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقر میں اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدوں نے تاریخ ذکر کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ ذکر نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہی قول مصنف نے اور اونکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اختیار کیا ہے **فروع** مسائل شتی تقدم بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ تمام وہبانیہ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم طرطوسی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ خیار کے ساتھ وفی الاشباہ اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ مبیع بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے برعکس ہوتا تو دونوں قسم کہا ئینگے کذا فی الخلاصہ وفی الملتقط اختلفا فی التلجیۃ والرھن فالبیع اولی اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے واختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہوئی یا بیع الوفا ہوئی تو بیع الوفا کا قول اولی ہے اور مقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتممھا غیرھم تقبل کان شھدا بالدار بلا ذکر انھا فی ید الخصم فشھد بہ آخران شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے کہ وہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے سو دو اور شاہدوں نے اوسکی گواہی دی ہم دونوں گواہیاں مقبول ہیں اسواسطے کہ اثبات قبضہ مدعا علیہ کی حاجت ہے کہ مدعا علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شھدا بالملک فی المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور اونکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شھدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرجل بعینہ فشھد آخران انہ المسمی بہ یا دو شاہدوں نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اوس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمی باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنی یہی نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شھد واحد فقال الباقون نشھد بمثلہ لم تقبل حتی یتکلم کل شاھد بشہادتہ وعلیہ الفتوی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اوس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اوس کی سی گواہی کو نہ بولے اور یہی قول پر فتویٰ ہے شرح وہبانیہ النفی المتواتر مقبول نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے یعنی اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعا علیہ اوس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اوس شخص کا کوئی دعویٰ متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اوسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اوسکی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور فوائد میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعا علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر شہود علیہم

گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں شب کو موجود تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت بحقیقت مشاہدہ کو یا در مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اسکا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی۔ الشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم و نصرانی تشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہو مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں کے آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ۔ ہم بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک بیٹی کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دو شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول امام محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ قلت وزاد محشیہا خمسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشی نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں بزازیہ سے نقل کر کے منجملہ یہ ہے کہ لقطہ ہو کافر اور مسلم کے قبضہ میں سو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر اوپر قائم کئے تو فقط کافر کے حق میں شہادت صحیح ہوگی اور انہیں منجملہ یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اسکے دو بیٹوں نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں صحیح ہوگی اور انہیں منجملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو مسلم کے حق میں قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا یعنی اختلاف شہادت و دعوی ہے کہ شہادت دعوے کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو ما بنی الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بنا و احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ہم بنی مصدر میمی ہے نہ اسم مکان اسواسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوی بخلاف حقوقہ تعالی منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوی کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے کہ وہ دعوی پر موقوف نہیں ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب اختلاف شہادت کا ہے نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور از انجملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے کہ جو مدعا سے کمتر ہو کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کمتر میں ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اسکا مکذب ٹھیرا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کہ اسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب مقتصر علی وقت السبب اور از انجملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جسمیں ملک کا سبب مثل خرید یا ہبہ مذکور نہو وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقتصر ہے ہم ملک مطلق استحقاق اکثر اور زوائد ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کو مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی ابتدا پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے ومنہا موافقۃ الشہادتین لفظا ومعنی وموافقۃ الشہادۃ الدعوی معنی فقط وسیتضح اور از انجملہ موافقت شہادتین ہے یعنی ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنے میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی میں ضروری ہے اور یہ آگے واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوی کی مطابقت میں فقط معنے کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اسمیں تطابق لفظی و معنوی دونوں ضرور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہیں کہ اسمیں موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنے شرط ہے کذا فی الدر۔ تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودۃ مقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عباد کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصالۃ نہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اسمیں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوی موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھیرا

باب الاختلاف فی الشہادۃ

باعتبار وجوب اثبات کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا تو افقہا لا تقبل و
ھذا الحد الاصل المتقدمۃ سو جب کہ شہادت دعوی کے مطابق ہوگی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہوگی تو مقبول نہیں اور یہہ ایک
قاعدہ ہے قواعد متقدمہ میں سے ہم شارح نے متقدم دعوی کو یہاں قاعدہ لکہا حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور
ہوچکا کہ متقدم دعوی کیو بسبب ابواب میں خلل نہیں فلو ادعی ملکا مطلقا فشہد ابہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا باقل مما ادعی فتطابقا
معنی کا مثر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدوں نے ملک بسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ میں اس گہر کا مالک
ہوں اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہدوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا ہے یا ارث میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوی
مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنے کے چنانچہ مذکور ہوچکا تو اب متقدمہ میں ہم شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا
باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے فتح القدیر میں ہے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر
کریگا تو اگر بیان ارث کو ذکر نکرتا تو خوب ہوتا کذا لمنہ الحلبی وعکسہ بان ادعی بسبب وشہدا بمطلق لا تقبل لکونہا باکثر الا اذا کان ما ادعاہ ارثا
اسطرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ
جب شہادت اکثر مدعی سے ہو تو مقبول نہیں قلت وھذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما بسطہ الکمال بن تا
اور یہہ یعنی ملک سببی کے دعوی میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوا میں ہے چنانچہ اسکو
شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں ہم اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک
مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنی یوں دعوی کیا کہ یہہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہوں نے
ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید
اولیت ہے اور اگر دعوی کیا کہ میں نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نکیا یا یوں کہا کہ میں نے اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی
مقبول ہے مگر اسمیں اختلاف ہے کذا لمنہ الفتح والحلبی بتمسر واستثنی فی البحر ثلثۃ وعشرین اور بحر الرائق میں تیئیس صورتوں کو مستثنا کیا ہے
اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول نہیں بحر الرائق میں تیئیس صورتیں مستثنی کی ہیں طحطاوی نے کہا
حق عبارت یہہ تہا کہ شارح نے کہا متن کے اس قول کے بعد فاذا وافقتہا قبلت والا لا ذکر کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے بجملہ صورتہا مذکورہ چار صورتیں
وہ ہیں جو شارح فی کل قول مع مع فعل کے تحت میں مذکور کریگا اور پانچویں صورت شراء من المجہول ہے جو مذکور ہوچکی انتہی مختصرا وکذا ابتیت مطابقۃ
الشہادۃ تاین لفظا ومعنی اور لازم ہے مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنے واجب ہیں امام اعظم کے نزدیک مطابقت شہادتین لفظا اور معنے
اور مطابق لفظی سے مراد یہہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادہ معنے میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد نے ہبہ کی
گواہی دی اور دوسرے نے عطیہ کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا لمنہ الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر زاد ابن المصنف فی حاشیۃ
علی الاشباہ ثلثۃ عشر اخرتر کتہا خشیۃ التطویل مگر بیالیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں بشرح مذکور ہیں مطابقت شرط نہیں اور مصنف کے فرزند
شیخ صالح نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑہائے ہیں میں نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا متن نے اس مقام میں بخوف تطویل کل
مذکورہ کو ذکر نہیں کیا والا مسائل مذکورہ کو کتاب الوقف کے اخیر میں شارح ذکر کر چکا ہے بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ ویا
فی الثلثۃ مطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب
ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہے وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا ہے
یہہ گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ دونوں لفظ متباین ہیں اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت میں مشترک ہیں اسواسطے کہ لغت میں خلیہ کے معنے غیر مشغول ہیں اور بریہ ہیں کذا فی

البر ولو شهد احدهما بالنكاح والآخر بالتزويج قبلت لاتحاد معناهما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنے ہیں ہم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اوس کا مرادف یعنی ہم معنی ہو کذا الهبة والعطية ونحوهما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ہم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہہ صورت ہی کہ مدیون نے ابراء دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابراء کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شهد احدهما بالف والآخر بالفين او مائة ومائتين او طلقة وطلقتين او ثلث ردت لاختلاف المعنيين اور اگر شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں ہو دو سے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ہم صاحبین کے نزدیک یہہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد متفرد بزیادت ہے تو مجمع علیہ ثابت ہی نہ متفرد بہ اور امام کی یہہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظ اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے كما لو ادعى غصبا او قتلا فشهد احدهما به والآخر بالاقرار به لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہم اسواسطے کہ شاہدوں کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شهدا بالاقرار به قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہی ہم اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوی میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تہا شہادتین میں اور شہادت اور دعوی میں مطابقت ویسا شرط نہیں جو شہادتین میں شرط ہو کذا فی الطحطاوی تتمة وكذا لا تقبل في كل قول جمع مع فعل بان ادعى الفا فشهد احدهما بالدفع والآخر بالاقرار بها لا تسمع للجمع بين قول وفعل قنية اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہوگی بسبب جمع کرنے کے درمیان قول اور فعل کے کذا فی القنیہ ہم جمع قول اور فعل سے مراد یہہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہو اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظ كشهادة احدهما ببيع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار به فتقبل لاتحاد صيغة الانشاء والاقرار فانه يقول في الانشاء بعت واقرضت وفي الاقرار كنت بعت واقرضت فلم يمنع القبول مگر جب کہ اقرار اور انشا متحد ہوجاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغہ انشا اور اقرار کے یعنی تصرفات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہو اسواسطے کہ انشا بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہی بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت و اقرضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ہم اتحاد صیغہ انشا اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار کے ہو ورنہ اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اوسکے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شهادة احدهما بقتله عمدا بسيف والآخر به بسكين لم تقبل لعدم تكرار الفعل بتكرر الآلة محيط وشرنبلالية بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی دی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے فعل کے آلہ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ ہم قتل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسرے بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تہا کہ شارح کہتا شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل على الف في شهادة احدهما بالف والآخر بالف ومائة ان ادعى المدعي الاكثر الا اذا قال الا ان يوفق باستيفاء او ابراء ابن كمال اور گواہی مقبول ہی ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے

ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی توفیق
کرے کہ استیفا یا ابراء واقع ہوا ہے جیسا ذکر اوپر گذرا یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعویٰ کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار
ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو میں متفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعویٰ کرتا ہو تو مقبول نہیں ہے اسواسطے
کہ مدعی مکذب ہے اوس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقعی میرے گیارہ سو تھے مگر ایک سو وصول کرلیا
یا میں نے اوسکو معاف کردیئے تو دعوی اقل میں بھی گواہی مقبول ہے وَهٰذا فی الدَّین اور یہہ جو شرط موافقت بین الشہادتین لفظاً بحیث معنی
دین کے دعویٰ میں ہے تو اسمیں اشارہ اوسکے طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الحاشیہ وفی العین تقبل علی الواحد کما
لو شهد واحد ان هٰذا العبد له واخر ان هٰذا له قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیه اتفاقاً درر اور دعوی عین میں
گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہہ ایک غلام مدعی کا ہے
تو گواہی مقبول ہے اوس ایک غلام پر جسپر دونوں شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط وفی العقد لا تقبل
مطلقاً سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرهما عزمی زادہ اور اثبات عقد میں کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعوی اقل المالین کا
یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی هٰذا الاصل بقوله فلو شهد واحد بشراء
عبد او کتابته علی الف واخر بالف وخمس مائة ردت لان المقصود اثبات العقد وهو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد
علی کل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اوسکے مکاتب ہونیکی ہزار درہم پر اور
دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات ہی عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہوجاتا ہے بسبب اختلاف
بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر ہر عقد مختلف ہوتا ہی بخلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار سے اور ہے
اور بیع بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہوگیا ثمن کے اختلاف سے اور نیز اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر ومثله
العتق بمال والصلح عن قود والرهن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراهن والمرأة لف ونشر مرتب اذ مقصودهم اثبات
العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی ہو صلح میں اور
راہن رہن میں اور خلع میں زن مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن میں لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب
عقد ہی نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی الاخر کالمولی
مثلاً فکدعوی الدین اذ مقصودهم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولے مدعی ہو تو دعوی
دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ
مذکور ہوچکا ہے توضیح مطلب عبارت مذکورہ اسطرح ہے کہ غلام کے مولے نے کہا کہ میں نے تجھکو پندرہ سو درہم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درہم پر
یا ولی قصاص کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسیطرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر والاجارة کالبیع
لو فی اول المدة للحاجة لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہے یعنے اگر مستاجر یا موجر نے
دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اوسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا
مانند بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفای منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہی باختلاف بدل تو اجارہ ثابت
نہوگا کذا فی الفتح وکالدین بعدها لو ادعی الموجر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقاً اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانیکے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر
مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی ہے بالاتفاق ہم دعوی موجر میں بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ حاصل

کی ہو تو یہہ اعتبار اجرت کا ہی تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دیں اور دو ہزار پندرہ سو کی اور موجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھہ مقصود نہیں
بعد مدت کے سوای اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوی ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہی تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اوسکے
اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وَھٰوَ النِّکَاحُ بِالاَلْفِ اَیْ بِالْفٍ مُطْلَقًا اِسْتِحْسَانًا
خِلَافًا لَّھُمَا اور صحیح ہے نکاح اول یا ہزار سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے اونکے
نزدیک نکاح باطل ہے ہم ہی وجہ استحسان یہہ ہی کہ مال تابع ہے نکاح مین اور مقصود اصلی نکاح مین حلت اور ملک ہی اور اسمین اختلاف نہین بلکہ تابع مین ہے
پہر جب تابع مین یعنی مال مین اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہوگی
کذا فی الفتح وَکَرِیْمٌ فِیْ صِحَّۃِ الشَّھَادَۃِ الْجَرُّ بِشَھَادَۃِ اَدَّیْتُ بِاَنْ یَّقُوْلَا مَاتَ وَتَرَکَہٗ مِیْرَاثًا لِلْمُدَّعِیْ اور میراث کی گواہی کی صحت مین جر میراث کا بیان
لازم ہی اسطرح کہ شاہدین کہین کہ مورث مرگیا اور متروکہ کو اوسنے مدعی کے واسطے میراث چہوڑا ہم جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کے
طرف ... کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوئی ہے متروکہ مین ولہذا مورث کی لونڈی مین وارث پر استبرا واجب ہی اور
وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تہا اور محتاج ہے نقل کا تا استصحاب حال ثابت نہوے ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جر میراث لازم
نہین اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہی بطور خلافت کے مورث سے ولہذا رد بیع بسبب عیب کے کر سکتا ہی تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی
ہی اِلَّا اَنْ یَّشْھَدَا بِمِلْکِہٖ عِنْدَ مَوْتِہٖ اَوْ یَدِہٖ اَوْ یَدِ مَنْ یَّقُوْمُ مَقَامَہٗ کَمُسْتَاجِرٍ وَمُسْتَعِیْرٍ وَغَاصِبٍ وَمُوْدَعٍ فَیُغْنِیْ ذٰلِکَ عَنِ الْجَرِّ لِاَنَّ
الْاَیْدِیْ عِنْدَ الْمَوْتِ تَنْقَلِبُ یَدَ مِلْکٍ بِوَاسِطَۃِ الضَّمَانِ فَاِذَا ثَبَتَ الْمِلْکُ ثَبَتَ الْجَرُّ ضَرُوْرَۃً جر میراث لازم ہی مگر یہہ کہ شاہدین گواہی
دین مورث کی ملک کی اوسکے مرنیکے وقت یعنی یون کہین کہ مورث تا مرگ اوسکا مالک تہا یا اوسکے ہاتہہ کی یعنے اوسکے قبض اور تصرف کی گواہی دین
یا اوسکے قبض اور تصرف کی گواہی دین جو مورث کے قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانتدار تو یہہ یعنی شہادت ملک
یا قبض مغنی ہے بیان جر میراث سے اسواسطے کہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہوجاتے ہین بواسطہ ضمان کے پہر جب مورث کی
ملک ثابت ہوئی تو جر میراث ضرورتا ثابت ہوگئی ہم نادوقت موت قبضہ ثابت ہوا تو ملک ہی اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہی یعنی قبضہ غصب
اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہوجاتا ہی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ غاصب اور امانتدار اگر بلا بیان
غصب اور امانت کے مرجاوے تو مغصوب اور ودیعت اوسکی ملک ہوجاتی ہے اوسپر ضمان واجب ہوکر شرعا کذا فی الفتح ملاخسرو نے درر مین کہا تا موت
قائم تصرف دلیل ملک میت ہی بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور امانت اوسکے پاس ہوتی تو البتہ وقت
مرگ مین بیان کردیتا پہر جب اوسنے بیان نکیا تو معلوم ہوا کہ جو اوسکے تصرف مین تہا سو اوسکا مملوک تہا اِنْتَھٰی مُحَرِّرًا وَلَابُدَّ مَعَ الْجَرِّ الْمَذْکُوْرِ
مِنْ بَیَانِ سَبَبِ الْوِرَاثَۃِ وَبَیَانِ اَنَّہٗ اَخُوْہٗ لِاَبِیْہِ وَاُمِّہٖ اَوْ لِاَحَدِھِمَا وَنَحْوُ ذٰلِکَ ظَھِیْرِیَّۃٌ اور شہادت میراث مین جر مذکور کے ساتہہ بیان کرنا
سبب وراثت کا ضرور ہی یعنی سبب جو اوسکا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بہائی ہے حقیقی اور یہہ بیان ضرور ہی کہ مدعی میت کا سگا بہائی ہی یا فقط پدری بہائی ہی
یا مادری اور مانند اوسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور موسے کی شہادت مین یون کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولے ہی میت کا جسنے اوسکو آزاد کردیا اور کوئی
اوسکا وارث نہین سوای اوسکے اسواسطے کہ لفظ مولی مشترک ہی چند معانی مین کذا فی العطائی وَبَقِیَ شَرْطٌ ثَالِثٌ وَھُوَ قَوْلُ الشَّاھِدِ لَا وَارِثَ لَہٗ وَ
لَا اَعْلَمُ لَہٗ وَارِثًا غَیْرَہٗ اور شہادت ارث مین تیسری شرط باقی رہی وہ یہہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہین سوای مدعی کے یا مین کسی دوسرے وارث کو
نہین جانتا سوای اسکے دُرَرٌ وَھُوَ اَنْ یُّدْرِکَ الشَّاھِدُ الْمَیِّتَ وَاِلَّا فَبَاطِلَۃٌ لِعَدَمِ مُعَایَنَۃِ السَّبَبِ ذَکَرَھَا الْبَزَّازِیْ اور باقی رہی چوتہی
شرط وہ یہہ ہے کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکہا ہو اور نہین تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط ثالثہ اور رابع کو بزازی نے ذکر
کیا وَذِکْرُ اسْمِ الْمَیِّتِ لَیْسَ بِشَرْطٍ اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت مین شرط نہین وَاِنْ شَھِدَا اَنَّہٗ جَدُّہٗ سِوٰی اَعْتَقَا لَا حَتّٰی تَشْھَدَا وَلَاتَرَکَتْ لِعَاقِبَھَا

مجہول لتنوع ید المحق اور اگر شاہدوں نے شخص مدعا علیہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدوں نے یوں کہا کہ ایک مہینہ یا ایک سال سے قبضہ تہا یا یوں کہا تو گواہی مقبول نہیں بسبب ابہام ہونے گواہی کے بسبب چند قسم قبض زندہ کے ہے یعنی مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضے میں ہے دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ دو سال میں مدعی کے قبضے میں تہا تو مقبول نہیں بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اوس کا قبضہ بطریق ملک تہا یا بطریق ودیعت یا اجارہ وغصب تو قاضی بسبب شک کے حکم نہ کریگا کہ پہیرا اوسکو یا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شهدا انها كانت ملكه او اقر المدعى عليه بذلك او شهد شاهد انه اقر انه كان في يد المدعي دفع للمدعي لمعلومية الاقرار وجهالة المقر به لا تبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدوں نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کا ملک تہا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تہا یا دو شاہدوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض میں تہا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہیں ہے پہلی صورت میں دلانیکی وجہ یہہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکہیں تا عدم ثبوت انتقال اور مقر بہ یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہیں کہ اوسکے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تہا یا بطور ملک کے تو یہہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ دلانیکے حق میں نہیں خلاصہ یہہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق کو مدعی کے قبض میں تہا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اوسکے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تہا تو اوسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الحلبی دہی بتصرف والاصل ان الشهادة بالملك المنقضي لا باليد المنقضية لتنوع اليد لا الملك بزازیہ اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ ملک کے کذا فی البزازیہ عام ہے قبض منقضی میں زندہ کا قبضہ ہو یا میت کا اسواسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انه كان بيد المدعي بغير حق هل يكون اقرارا له باليد المفتى به نعم جامع الفصولين اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض میں ناحق تہی تو یہہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہیں قول مفتی بہ یہہ ہے کہ ہان یہہ بہی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر یہہ کہے کہ گواہ غصب پر قائم ہوگی تو صحیح ہوگی **فرع من مسائل تحفہ شارح** شهدا بألف وقال احدهما قضى خمسمائة قبلت بالف الا اذا شهد معه آخر دو شاہدوں نے ہزار کی گواہی دی اور ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کئے ہیں تو ہزار میں گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اوس کے ساتھ دوسرا شاہد بہی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دے تو ثابت پانسو میں مقبول ہوگی هم اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت میں بلکہ تکذیب اوس شہادت میں ہوگی اسکی مضرت میں واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں ولا يشهد من علم بعد المدعي بقبض المدعي به الا ان گواہی دے یہانتک کہ مدعی اوس کا اقرار کرے هم نہیں اور کافی ہے ہے کہ پوری ہزار کی گواہی نہ دے جب اوسکو معلوم ہو کہ مدعی نے اوسمین سے پانسو لئے ہیں تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنیکا اقرار نکرے تا کہ شاہد مدد گار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریہ شهدا بسرقة بقرة واختلفا في لونها قطع خلافا لهما واستظهر صدر الشريعة قولهما اگر دو شاہدوں نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور دونوں نے اختلاف کیا اوسکے رنگ میں تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعہ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے امام کی دلیل یہہ ہے کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہے تو رنگ میں شبہ ہو سکتا ہے لہذا اوسکا اختلاف مانع شہادت نہیں قلنا اذا لم يذكر المدعي لونها ذكره الزيلعي اور یہہ یعنی عدم اعتبار رنگ اوسوقت ہے جب کہ مدعی نے اوسکی رنگت مذکور نکی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ کو ذکر کرے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا تکذیب کریگا ادعى المديون الايصال متفرقا وشهدا به مطلقا او جملة لم تقبل وهبانية مدعی نے ایصال دین کا دعوی کیا بطریق ادای متفرق اور شاہدوں نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی الوہبانیہ شهدوا في قرض الحي بانه كان عليه كذا لم تقبل الا اذا سالهما الخصم عن بقائه الان فقالا لا ندري وفي دين الميت لا تقبل مطلقا ما لم يقولا مات وهو عليه شاہدوں نے گواہی دی زندہ کے دین میں اس طرح کہ اوسپر اتنا دین تہا تو مقبول ہے مگر جب کہ مدعا علیہ شاہدوں سے پوچھے کہ اب بہی ہے ...

تو شاہدوں نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں تو گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یوں نہیں کہ وہ مرگیا اور کوئی وارث
موجود ہے کذا فی البحر قلت ویخالفه ما فی معین الحکام من ثبوته بمجرد بیان سببه وان لم یقولا مات وعلیه هذا انتهى والاحتیاط
لا یخفی میں کہتا ہوں بحرالرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام میں ہے ثابت ہو جانے دین کو بمجرد بیان سبب کے اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مرگیا
اور دین اوسپر موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہیں ہے یعنی بحرالرائق کے قول میں احتیاط ہے تا مال میں تو قبر کے وارثوں کے واسطے علامہ مقدسی نے
کہا کہ اول یعنے بحرالرائق کا قول ضعیف ہے اور احتیاط امر میت میں بقدر کافی ہے کہ قسم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی
ملکا فی الماضی فشهدا به فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شهدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور
شاہدین نے اوسکے فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول صحیح میں چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی ہی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین ہم اوسکا
ملک ماضی تو نہیں ہے نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہیں اسناد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین —

باب الشهادة على الشهادة یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا ہم شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنی ہے
اور نیابت بدنی میں عبادات بدنیہ میں لیکن فقہانے بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہے بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب بیماری یا سفر وغیرہ کے
ادائی شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ
کثرت ہو یعنی فرع کی شہادت پر شہادت ہو اور فرع کی فرع کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی الدر المختار هی مقبولة وان کثرت استحسانا
الا ماهی علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطهما بالشبهة شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروعین کثرت اور لعقد ہو مقبول ہے بطور
استحسان کے ہر حق میں مقبول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہوجانے دونوں کے شبہہ سے وجاز الاشهاد مطلقا اور جائز ہے شاہد کرنا
ہر طرح یعنی بعذر وبلا عذر ہم خزانة المفتین میں ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے
عذر پیش آوے تو فروع گواہی دیں لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت فمات الاصل لکن فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر
حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجانے سے وما نقله القهستانی عن قضاء النهایة فیه کلام فانه نقله عن الخانیة عنها وهو
خطأ والصواب ما هنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اسمیں کلام ہے سو قہستانی نے اوسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ میں خانیہ کی
اور جو خانیہ کی کتاب القضا میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں ہے ہم قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب
القضا میں ہے کہ اصل جب مرجاوے تو اوسکی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیات اصل کی مشروط ہے انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے عبارت خانیہ کی دیکھی اسمیں نقل نہایہ کا
خانیہ سے نہیں طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا فانه نقله عنها عن الخانیة چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہے شرح ملتقی میں انتہی لہذا مترجم نے
اسیطرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بغیبته بحیث یتعذر ان یبیت باهله واستحسنه غیر واحد وفی القهستانی و
السراجیة وعلیه الفتوی واقره المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے اسطرح کہ
متعذر ہو اسکو اپنے لوگوں میں رات کا پہونچنا اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ میں ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا
ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا میں حاضر نہ ہوسکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی
قول ظاہر الروایة ہے تاتارخانیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح کو ادای شہادت کے واسطے جاوے اور اپنے گھر میں رات
تک نہ آسکے تو شہادت جائز ہے اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ میں ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریة او کون المرأة مخدرة
لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجة وحمام قنیة یا حضور اصل متعذر ہو بسبب عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردوں سے مخالطت کرتی ہو اگرچہ حاجت
اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیة وفیها لا یجوز الاشهاد لسلطان وامیر اور قنیہ میں ہے کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں ہم یعنی جب کہ

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو ان کو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر محمد کے نزدیک کذا فی الطحاوی و کذلک یجوز للمحبوس ان یشہد
غیرہ جاز الّا فی المحبوس بتغلب ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اسکو غیر حاکم خصومت نے حبس کیا ہو تو
جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے هم مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے کے مشائخ مختلف ہیں بعضوں نے
کہا کہ اگر کسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہے اور اگر والی کے محبس میں ہو اور
نکالنا اسکا ممکن نہو تو جائز ہے انتہے کذا فی الطحطاوی وقوله عند الشهادة عند القاضی قید للکل لاطلاق جواز الاشهاد لا الاداء
فافہم ۱۲ اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادای شہادت کیوقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید سے سبب عذرات مذکور یعنی موت اور مرض اور
سفر اور پردہ نشین عورت کی لیے مطلق یعنے جواز اشہاد کے نہ ادای شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول میں کہ جاز الاشہاد مطلقا وتشترط
شهادة عدد نصاب ولو بجلا وامرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں
ہوں وما فی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی میں ہے غلط ہے کذا فی البحر هم حاوی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی مقبول نہیں کذا فی
الطحاوی عن کل اصل ولو امرأة نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت پر اگرچہ اصل شاہد عورت ہو ولا تغایر فرعی هذا وذاك خلافا للشافعی
یہ شرط نہیں کہ اس اصل کی دو فرع کا اور اوس اصل کی دو فرع کا مغایر ہونا شرط ہو بخلاف شافعی کے هم یعنی یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغایر ہوں بلکہ دو
شاہد دونوں کی شہادت پر اصل شاہد کو کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں یا وہی شاہد دونوں کے
ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ چار شاہد ہوں دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتها ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو
ابنه بحر اشهد علی شهادتی انی اشهد بکذا ۱۱ اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اور شکل یہ ہے کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ
فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں هم یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے اسواسطے کہ فرع اس
اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ سنے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو ردّه ارتد
قنیه اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اوسکو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نکرے تو شہادت رد ہوگی کذا فی القنیہ یعنی بعد رد کرنے کے اگر گواہی
دیگا تو مقبول نہوگی ولا ینبغی ان یشهد علی شهادة من لیس بعدل عند الحاوی اور لائق نہیں فرع کو گواہی دینا اوس اصل کی گواہی پر جو اوسکے
نزدیک عادل نہیں کذا فی الحاوی هم بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں
مسیئ یعنی بدکار ہو بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشهد ان فلانا اشهدنی علی شهادته بکذا وقال لی اشهد علی شهادتی
بذلك هذا اوسط العبارات وفیه خمس شینات والاقصر منه ان یقول اشهد علی شهادته بکذا ویقول الفرع اشهد علی شهادته
بکذا وعلیه فتوی السرخسی وغیره ابن کمال وهو الاصح کما فی القهستانی عن الزاهدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اس کی کہ فلانے
شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتوں میں اوسط عبارت
ہے اور اسمیں پانچ شین ہیں اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اوسکی شہادت پر
اور عبارت مختصر پر سرخسی کا فتویٰ ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے هم اوسط عبارت
اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے طول یہ عبارت ہے
کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے اشهد ان فلانا شهد عندی ان لفلان علی فلان کذا من المال واشهدنی علی شهادته وامرنی ان اشهد علی شهادته وانا اشهد
علی شهادته بذلك اس عبارت میں آٹھ شین ہیں اور اوسط عبارت میں پانچ شین ہیں اور اقصر میں دو شین ہیں عنایہ میں ہے کہ اقصر عبارت فقیہ
ابو اللیث اور اوسکے استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصله ان عرف الفرع بالعدالة والا یلزم تعدیله

الکل اور کفایت کرتی ہے تعدیل فرعکی اپنی اصل کے واسطے اگر فرع مشہور بعدالت ہون اور نہیں تو اصول اور فروع سبکی تعدیل لازم ہوگی ثم ایکتفی
بتعدیل احد الشاهدین صاحبه لان العدل لا یتهم بمثله جیسے کفایت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو
اور یہہ صحیح ہے اسواسطے کہ عادل متہم نہیں ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی تعدیل سے هم یعنی بعضون کے نزدیک یہہ جائز نہیں کیونکہ وہ متہم ہے اسواسطے
کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور نافذ ہو اوسپر حکم دیا جاوے لیکن بقول اصح جائز ہے اسواسطے کہ عادل
تعدیل شاہد سے متہم نہیں جیسے اپنی ذات کی شہادت میں متہم نہیں یعنی اوسکی ذاتی شہادت بھی اس منفعت کی متضمن ہے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی
اوسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اوسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہیں کیا ویسے ہی تعدیل شاہد میں بھی کذا فی الفتح وان
سکت الفرع عنه نظر القاضی فی حاله وکذا لو قال لا اعرف حاله علی الصحیح شرنبلالیة وشرح المجمع وکذا لو قال لیس بعدل
علیا فی القهستانی عن المحیط فتدبر اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کریگا قاضی اصل کے حال میں یعنی فرعکی گواہی جائز ہے پھر اگر
غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دیگا ورنہیں تو نہیں کذا فی الفتح اور اسیطرح حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ میں اوسکے حال کو نہیں جانتا کذا فی الشرنبلالیہ
وشرح المجمع اور اسیطرح اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہیں چنانچہ قہستانی میں محیط سے ہے سو آگاہ رہنا وتبطل شهادة الفرع بانهیهم عن الشهادة
علی الاظهر خلاصه وسیجیء متنا ما یخالفه اور باطل ہو جاتی ہے فرعکی گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فرع کے شہادت سے یعنی اصول نے فروع
کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فروع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آویگا متن میں مخالف اسکے وبخروج اصلهم عن اهلیتها
بفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہے شہادت فرعکی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے مثل فسق اور گونگی اور نابینائی کے یعنی اگر اصل شاہد
فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسیطرح جنون اور ارتداد وبانکار اصله الشهادة لقولهم ما لنا شهادة او لم نشهدهم او
اشهدناهم وغلطنا اور فرعکی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا یون کہنا کہ ہم گواہ نہیں ہیں یا انکو گواہ نہیں کیا
یا ہمنے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی میں ہے مشہور مسئلہ یہہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں پھر وہ مر گئے یا غائب ہو گئے پھر فروع
آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اوس حادثہ میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فروع کی شہادت کے طرف التفات نہیں اگرچہ اصول منکر ہوں کذا
فی الدرر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصه اور اگر اصول سے فرع کی شہادت کا سوال ہوا اور انہوں نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو
فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ هم اس مسئلہ میں سکوت مانند انکار کے ہے شهدا علی شهادة اثنین علی فلانة بنت فلان الفلانیة و
قالا اخبرانا بمعرفتها وجاء المدعی بامرأة لم یعرفاها قیل له هات شاهدین انها هی فلانة ولو مقرة دو شاہدون نے گواہی
دو شخصون کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر ادا کی اور فرعین نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی ہے اوسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اوس عورت کو جانتے
ہیں اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہیں پہچانتے کہ یہہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ
عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ میں وہی عورت ہوں هم صدر الشریعہ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہہ ہے کہ تعریف شرط ہے نہ یہ کہ شخص و علیہ کو جانتے
ہوں اور یہہ غرض نہیں کہ نسبت پوری ہے اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاہد نے جب گواہ ... کا ذکر کیا تو ... یا قبیلہ مخصوصہ
... ملا خسرو نے درر میں کہا مدعی سے ... گواہ طلب ہونگے کہ نسبت ثابت ہو چکی دونون کی شہادت
سے اور مدعی دعوی کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ میں ثابت ہے مگر یہہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو جسکی یہی نسبت ہو تو ضرور ہوا اوسکا اثبات حاضرہ کے واسطے
تو یہہ گواہی شہادت تام ہونیکے بعد ہے جو اوس شاہد واسطے پوری ہو لیتی ہے انتهی ومثله الکتاب الحکمی وهو کتاب القاضی الی القاضی لانه
کالشهادة علی الشهادة فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاه کلفه اثبات انه هو ولو مقرا لاحتمال التزویر حقیبہا اور مسئلہ مذکور کے مانند
ہے حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اسواسطے کہ وہ بمنزلہ شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد

نہیں پہچانتا ہو تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دیگا بسبب اثبات کی کہ یہہ مرد ہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ یہہ مرد مدعا علیہ اقرار کرتا ہو
بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویکلف المدعی الاثبات لما بسطہ القاضیخان اور شرائط کے مدعی کو بیان کرنا
لازم ہو چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمیں مدعا علیہ کا نام
اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہیں ہوں اور قاضی مکتوب الیہ اوسکو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ
تو گواہوں سے ثابت کر کہ یہہ فلان بن فلان ہے پہر اگر مدعا علیہ کہے کہ میں فلان بن فلان بن فلان ہوں اور اس محلہ یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر میں
میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اوس سے مندفع ہوگی انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ولو قالا
فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسباہا الی فخذہا اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ میں عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہیں یہاں تک کہ
اسکو اوس کے قبیلہ خاصہ کے طرف نسبت کریں چنانچہ اوسکے دادا اسکے طرف ہم بنو تمیم میں بکثرت قبائل ہیں لہذا اونسے معرفت حاصل نہیں ہوگی جب تک
قبیلہ خاصہ کے طرف نسبت نہو ہدایہ میں فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جد سافل کی ہے خلاصہ یہ ہے کہ الحاصل اعتبار تو حصول
معرفت کا ہے اور ارتفاع اشتراک کا ایضاح میں ہے کہ عجم یعنی غیر عرب میں ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلہ خاصہ کے ہے اسواسطے کہ عجم میں انساب ضائع ہیں انتہی
زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھہ طبقات ہیں شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہیں اسواسطے
کہ قبائل انسے منشعب ہوتے ہیں اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی وتکفی
نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اوسکے زوج کے طرف اور مقصود اعلام ہے یعنی جسطرح سے کہ حاصل ہو و
اشہدہ علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقتصر المصنف ہنا لانہ قدم ترجیح خلافہ عن
الخلاصۃ ایک شاہد نے دوسرے شاہد کو گواہ کیا اپنی شہادت پر پہر اوسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہیں یعنی منع کرنا صحیح نہیں تو فرع کو جائز ہے کہ اوسپر گواہی
دے کذا فی الدرر اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یہاں لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اوسکو عنقریب ذکر
کرچکا کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافروں نے گواہی دی دو
مسلمانوں کی شہادت پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر تو مقبول نہیں اسیطرح دو کافروں کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق میں دوسرے
کافر پر مقبول نہیں وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ ابیہ وعلی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک مرد
کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح میں کذا فی الدرر بخلاف ملتقط کے یعنی اوسمیں عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور
بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا او غلطا کما حررہ ابن الکمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اوس نے جہوٹی گواہی دی اسطرح ظاہر ہوا کہ اوس نے
اپنی ذات پر جہوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہے ہم شہادت زور کی ظہور کی یہہ
صورت ہیکہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اوسکی موت کی گواہی دی پہر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور
آسمان پر کچہہ ابر اور غبار کی علت نہیں اور چاند نہ دکہلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے شہادت باطلہ
عمدا کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہیں شہادت زور کا اثبات گواہوں سے اسواسطے کہ وہ من باب نفی ہے
ہم اسواسطے کہ گواہ یہہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکے طرف التفات نہو گا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی
سراجیۃ جسکی گواہی جہوٹ ظاہر ہو وہ اجیر دیا جاتے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد
ہو تو قاضی اوسکو بازار میں بہیجے اور اگر بازاری نہیں تو اوسکی قوم کے طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ جمع ہوتے ہوں اور قاضی کا آدمی کہے کہ
ہمنے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگوں کو اس سے بچاؤ قاضی شریح ہمیشہ اسی وقت میں یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسکو پسند کیا وزادا

تعزیراً و حبسہ بعضہم اور مارنا بھی اوسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کہا ہے کذا فی المجمع ھ فتح القدیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے
واللہ اعلم وفی البحر و ظاہر کلامہم ان للقاضی ان یسخم وجہہ اذا رأی سیاسۃ اور بحر الرائق مین ہے اور ظاہر کلام فقہا یہہ ہے کہ قاضی کو
جائز ہے کہ جہوٹے گواہ کا مونہہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اوسکو مصلحت دیکہے وقیل ان رجع مصراً ضرب اجماعاً وان تائباً لم یعزر اجماعاً
اور بعضون نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہوکر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اوسپر تعزیر نہین ھ
اصرار کی یہہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ مین نے یہہ جہوٹی گواہی دی اور مین ایسی گواہی سے نہ پہرونگا کذا فی الفتح و تفویض مدۃ توبتہ لرأی القاضی
علی الصحیح لو فاسقاً ولو عدلاً او مستوراً لا تقبل شہادتہ ابداً اور شاہد زور کے توبہ کرنیکی مدت قاضی کی رای پر مفوض ہے بقول صحیح اگر
شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اوسکی گواہی کبہی مقبول نہین یعنی اسواسطے کہ اوسکی توبہ معلوم نہین ہوسکتی کذا فی الطحطاوی قلت
وعن الثانی تقبل وبہ یفتی علینی وغیرہ مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول
ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہ ھ اسواسطے کہ اوسکی توبہ ظاہر ہوسکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی کر پلٹنا
اور پہر جانا اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہے نفی کرنے اوس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ قال
نحوہ رجوع عن الشہادۃ یہہ ہے کہ شاہد کہے کہ مین پہرا اور پلٹا اوس چیز سے جسکی مینے گواہی دی اور مانند اس کلام کے ھ چنانچہ یون کہنا کہ مینے جہوٹی
گواہی دی یا مین جہوٹ بولا اپنی گواہی مین کذا فی الطحطاوی یا مین مبطل تہا شہادت مین یعنے ناحق پر تہا مثین کذا فی الدرر فلو انکرہا لا یکون
رجوعاً تو اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہہ انکار رجوع عن الشہادت نہین والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی
بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا
دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنے شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا مین تو اوسکی توبہ بہی
مجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او اراد یمینہما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوی کیا
مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اوسکو بگواہی ثابت کیا یا درصورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو
مقبول نہین بسبب فاسد ہونے دعوی کے ھ یعنی بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہین اور یہہ دعوی کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی مین رجوع کیا باطل
ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما ملتقی بخلاف اوسکے اگر دعوی
کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ھ یعنے اگر یہہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس
رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا ان پر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوی کے
کذا فی الدرر وبرہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونون
شاہدون نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشاء اقرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی گویا بالفعل
رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اوس شہادت کے حکم کرے
تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اوسپر حکم نکرے ولا ضمان وعزرا ولو عن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہدین پر
ضمان نہین اور اونکو تعزیر دیجاوے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع
الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہین کذا فی المنح ھ قبل حکم ضمان نہین بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور

ہین مذکور ہو چکی یعنی لتشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اوسکی عمارت کی اور گیہون
اور باد سکے بیچے کی گواہی دی پھر عمارت اور سیچے ہیں رجوع کیا و بعد لا لو تفسیخ الحکم مطلقا لا لترجیح بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی
طرح خواہ شاہد کا حال عدالت ہین رجوع کے وقت برابر ہو اوس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا اوس سے بڑھکر ہو کذا فی المنح بسبب راجح ہوجانی خبر اول
کے قضا سے ہم اگر شارح تو ضیح کرتا الترجیح الجزء الاول من الشاهد لقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجیح کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہے اور وہ خلاف
مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدون کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہین ہوسکتا قبیبات تعقیبا اور اسواسطے کہ خبر ثانی
صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہوچکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الحواشی بخلاف ظہور کون
الشاهد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدية لو قصاصا ولا يضمن الشهود بما ان الحاكم
اذا اخطأ فالغرم على المقضي له شرح تكملة بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اوس صورت مین باطل ہوچکا
ہوا اور مقضی لہ پھیر دیگا جو اوسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہوگیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور
ہوچکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ہم صورت مذکورہ مین خطا ہی حاکم سے ہے کہ اوسنے حال شہود کا بغیر
تا معلوم ہوا کہ وہ غلام ہین محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاه للمشهود عليه لتسببهما تعديا مع تعذر تضمين المباشر لانه كالملجأ
الى القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دینگے مشہود علیہ کے اوس مال کا جس مال کو اونہون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع
ہوئی تعدی کے راہ سے ساتھ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنی قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ہم امام شافعی کے نزدیک
شہود پر ضمان نہین جب کہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اوسکا جواب یہ ہے
کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنے شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہے کیونکہ
قاضی پر حکم دینا واجب ہے جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا اینکہ اگر حکم نہ دے تو گنہگار ہوتا اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض المدعی المال ام لا بجوهره
یعنی جوہرہ وبزازیہ وخلاصہ وخزانة المفتیین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصہ
وخزانة المفتیین وقيده فی الوقاية والكنز والدرر والملتقى بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبله اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز
اور درر اور ملتقی الابحر کے اسی بات سے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقيل ان المال عينا فكالاول وان دينا
فكالثاني واقره القهستاني اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہو یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین
ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قہستانی نے ہم وجہ تفصیل یہ کہ عین
کہ ضمان مقید بما تلف ہے سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہوگئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اوس عین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور
دین مین ملک اوسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرة فيه
لمن بقي من الشهود لا لمن رجع اور ضمان مین اوسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا ہو اوس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے
حساب کا فان رجع احدهما ضمن النصف تو اگر ایک شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دیگا ہم اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین
ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی اور راجع پر اوسکا ضمان واجب ہے
جسمین حجت باقی نرہے وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلاثة لم يضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دیگا
ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بھی پھر گیا تو
دونون شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دین ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک شاہد وان ضمنت

امرأة وبقي رجل وامرأتان ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جاوے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال کا ضمان دیگی اسواسطے
کہ شہادت پر ایسے شخص باقی ہیں جن سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک اور دو عورتوں میں سے دونوں عورتیں شہادت
سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں گی اسواسطے کہ ایک شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوة من
رجل وعشر نسوة لم تضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دیگی اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہیں
جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخری ضمن التسع ربعه لبقاء ثلثة
الارباع بالنصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے اسواسطے کہ نصف حق
سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کے رجوع سے تلف ہوا اگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس یعنی اگر
ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان چھ حصوں کے حساب سے ہے یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتوں
پر ہے امام کی دلیل یہہ ہے کہ دو دو عورتیں بجای ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کی ہوئیں تو ایسا ہو گیا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر
پھر گئے تو اون پر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیهن النصف کما لو رجعن فقط اور صاحبین نے
کہا کہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے صاحبین کی یہہ دلیل ہے کہ عورتیں
اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کی ہیں ولہذا انکی گواہی بدون ساتھ ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت سے
نصف مال ثابت تہا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شهد بمهر المثل او اقل اذ الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہیں دیتا شاہد راجع نکاح میں یعنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنے مہر کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے
کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے ہم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت
اسکی یہہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی کیا نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا پھر گواہ شہادت
سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھہ نہ دینگے خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا کمتر یا اقل کذا فی العالمگیریة عن الذخیرة وان زاد علیه ضمناها او هی
المدعیة وهو المنکر عزمی زاده اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دینگے زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا
ذکرہ عزمی زادہ ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر
اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کی برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھہ ضمان نہیں اور اگر اس کا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو
زوجکو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمگیریة عن الکافی اسواسطے کہ شاہدوں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہہ ہے کہ
راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو
شهد باصل النکاح باقل من مهر مثلها فلا ضمان علی المعتمد لعدم المماثلة بین البضع والمال اور اگر شاہدوں نے اصل نکاح کی گواہی دی
عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہہ ترکیب
موہم ہے کہ مسئلہ اوسی میں شہادت اصل نکاح پر تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں لکھتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر
ہوتا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو متقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی
مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوجکے تملک سے جو ضمان اور متقوم ہوتا ہے وہ اوسکے اظہار تعظیم کیواسطے کیونکہ اوس سے نسل
حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شهدا علیها بقبض المهر او بعضه ثم رجعا ضمنا لها لاتلافهما المهر بخلاف اوس صورت
کے کہ اگر شاہدوں نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دینگے بسبب تلف کر دینے مہر کے

وضمنا في البيع والشراء ما نقص عن قيمة المبيع لو الشهادة على البائع او زاد لو الشهادة على المشتري للاتلاف بلا عوض اور دونون
شاہد ضمان دین بیع اور اسیقدر کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دین اسیقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو
بسبب اتلاف بلا عوض کے ہے اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادتی دونون کی تعلیل ہے پہلی صورت یہہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس
مرد سے بعوض ہزار درم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکو ہزار درم ضمان دین کیونکہ شہود نے
اسکے ہزار درم تلف کئے اور دوسری صورت یہہ ہے کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہہ غلام دو ہزار کو لیا اور اس پر ثمن ہے اور مشتری اسکا منکر ہے
سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایکہزار کا ضمان دین اسواسطے
کہ انھون نے مشتری کے ایکہزار تلف کئے کذا فی الدرر ولو شهدا بالبيع وبنقد الثمن فلو في شهادة واحدة ضمنا القيمة ولو في شهادتين
ضمنا الثمن یعنی اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کی ساتھ ہی ایکہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور
اگر دو شہادت مین گواہی دی یعنی ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دین کذا فی العینی ہم اسواسطے کہ پہلی صورت مین قضی بہ بیع ہی ثمن
اور دوسری صورت مین ثمن ہے اور قضی بہ ہی ثمن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شهدا على البائع بالبيع بالفين الى سنة وقيمته الف فان شاء ضمن
الشهود قيمته حالا وان شاء اخذ المشتري الى سنة وايهما اختار برئ الآخر وتمامه في خزانة المفتين اور اگر شاہدون نے بائع پر
دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان یعنی ہزار کا اور چاہے
مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے بعد یکسال اور دونون مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا اسکے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا
خزانة المفتين مین ہے حکم مسئلہ اسکی یہہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مینے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایکہزار ہے سو شاہدون نے بھی
گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونون سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنیکے
وقت دو ہزار درم پھر لیوین اونکو ایک ہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردین اور اگر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے سو اگر اوس نے
بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ دو ہزار درم اور اسکا کچھہ مواخذہ شاہدین پر ہے اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا
تو دو ہزار اوسنے شاہدین کو دئے ہین اونکو پھیر لے اور جو شاہدون نے ایک ہزار درم بائع کو دئے تھے وہ بائع سے پھیر لین کذا في العالمگيرية عن المنتقى ۔
الشهادة چونکہ یہان عالمگیری کا لفظ ترجمہ اعتراضاً لمبے ہیں لہذا ترجمہ اسکا ترجمہ مناسب دیکھا ۔ وفي الطلاق قبل وطي وخلوة ضمنا نصف
المال المسمى او المتعة ان لم يسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کی شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف مال مسمی کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین
اگر مہر مسمی نہو ولو شهدا انه طلقها ثلاثا وآخران انه طلقها واحدة قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المهر على شهود الثلاث لا
غير لكونهما المغلظة اور اگر شاہدون نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اوسنے
اوسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون شاہد شہادت سے پھر گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہے اونکے غیر پر نہین کیونکہ
حرمت غلیظہ ہے ہم اسواسطے کہ طلاق واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دیگا کیونکہ وہ مفید نہین اسواسطے کہ طلاق واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلاقات
ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا في الفتح حلبی نے کہا قبل دخول دونو گواہون کی قید سے ولو بعد وطي او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی
طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان نہین ہم یہہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہے اور تحفہ مین ہے کہ ضمان نہین مگر اوتنا جو
مہر مثل پر زیادہ ہو کذا في الفتح ولو شهدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شهود الدخول ثلثة ارباع المهر
وشهود الطلاق ربعه اختيار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو اور شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر چارون شاہد
گواہی سے پھر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنی پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا في الاختيار ولو شهدا بعتق

فيما قيمنا القيمة لمولاه مطلقا ولو معسرين لانه ضمان اتلاف اور اگر شاہدوں نے غلام کے آزاد کرنیکی گواہی دی پہر دونوں گواہی سے پہر گئے تو غلام کے مولے کو اوسکی قیمت کا ضمان دینگے مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق اليهما بالضمان فلا يتحول الولاء هدایه اور ولاء یعنی حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب پہر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولاء اوسکے طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا ما نقصه وهو ثلث قیمته اور مدبر میں شاہدین ضمان دینگے اسقدر کا جسقدر تدبیر نے کم کر دیا یعنی اسکی تہائی قیمت ہے یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونیکا حکم دیا پہر شاہد گواہی سے پہر گئے تو شاہد اسکے مولے کو تہائی قیمت کا ضمان دینگے اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے فان ہو ولو مات المولى عتق من الثلث ولزمهما بقية قيمته وتمامه فی البحر اور اگر مولے مر گیا تو آزاد ہوگا مدبر اوسکے ثلث ترکہ سے اور شاہدین کو اوسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے یعنے اگر مولے مر گیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اور قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر دو ثلثوں کیواسطے کذا فی البحر وفی الکتابة یضمنان قیمته کلها وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دینگے اسکی پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنے بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا بمدت یکسال اور قیمت غلام کی پانسو ہے اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پہر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولے کو اختیار دیگا اگر وہ تضمین شاہدین اختیار کرے تو اوسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نرہیگا اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولے اتباع مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لیگا کذا فی العالمگیریہ عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیه الیهما وتصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد نہوگا یہانتک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اوسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہے اگر زیادہ ہوا اوس قیمت سے جسکا وہ ضمان دے چکے ہیں مولے کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو انکو حلال طیب ہیں اور پانسو کو خیرات کریں یہہ مذہب ہے طرفین کا والولاء للمولی لا لهما ولو عجز عاد لمولاه ورد قیمته علی الشهود اور ولاء مکاتب کی اوسکے مولے کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادای بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پہر آویگا اپنے مولے کیطرف اور مولے اسکی قیمت جو شاہدوں سے لیچکا ہے وہ شاہدوں کو پہیر دیگا وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتها بان تقوم قنة وام ولد لو جاز بیعها فیضمنان ما بینهما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دینگے ام ولد کے نقصان قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹہیرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اوسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دینگے شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین ہے ہم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولے منکر ہے سو قاضی نے اوسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پہر شاہد گواہی سے پہر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہوا اور مولے زندہ ہو تو نقصان قیمت کا ضمان دینگے کذا فی المحیط عن العینی وهکذا فی العالمگیریہ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی درصورت جواز بیع دو سو قیمت ہو تو شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا بقیة قیمتها امة للورثة وتمامه فی العینی اور اگر مولے مر گیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد وارثوں کو ضمان دینگے اسکی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیة فی مال الشاہدین ولا قصاص اور قصاص میں دیت ہے شاہدوں کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہوں گے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا قتل کیا سو قاضی نے خالد کے قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پہر شاہد گواہی سے پہر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنے اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو دونوں اوسکے وارث ہوں گے کذا فی البحر ولم یقتص لعدم المباشرة اور شاہدوں پر قصاص نلیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے ہاتہ سے اوسکو قتل نہیں کیا جو قصاص اون پر آتا ولو شهدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کرنیکی گواہی دی تو اون پر ضمان

ہوگا اسواسطے کہ قصاص بدل مال نہیں ہوا اور ن پر ضمان لازم ہوا کذا فی الاختیار ونصف شہود الفرع پر جو اکرام لا یضمنون لانھم ما الحقوا الیہم اور ضمان لازم
ہوگا شہود فرع پر بسبب اپنے رجوع کے بسبب اضافت ہونے تلف کے انکے طرف ہے اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی ہے اسواسطے
اور قاضی کا حکم انہیں کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی التبیین ولا شھود الاصل بقولھم بعد القضاء لم نشھد الفروع علی شھادتنا او
اشھدنا ھم وغلطنا نہ ضمان ہے شہود اصل پر اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہمنے
انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کیا ہے بعد قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار شہادت اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ انہوں نے تحمیل شہادت
کا انکار کیا اور یہ حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافھم ولا الفروع لعدم رجوعھم اور اسیطرح اگر اصول
کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو انپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کے جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع ولا
اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کا اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹے ہوئے یا انہوں نے
غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہیں ٹوٹتا انکے قول سے اور نہ فروع اپنی گواہی سے پھرے ہیں بلکہ انہوں نے غیر
رجوع کی گواہی دی کذا فی التبیین ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر گئے تو فقط فروع ضمان دینگے یہ
قول ہے شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہے کہ
چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انہیں کی شہادت معاینہ
کی اور اصول کی بھی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں انکے اور سے کذا فی الدرر وضمن المزکون
ولو الدیۃ بالرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدا خلافا لہما اور ضمان دینگے مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان
دیت کا ہو بسبب پھر جانیکے تعدیل سے باوجود انکی دانست کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین کے یہ امام کی دلیل ہے کہ حکم مضاف شہادت
کے طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی دلیل ہے کہ مزکیون نے
تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیون نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی
سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مجوس ہیں اور مزکیون نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیون پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع نکریں اور یہہ کہیں کہ وہ آزاد
ہیں تو انپر ضمان نہیں اور نہ شہود پر کذا فی الطحطاوی اما مع الخطا فلا اجماعا اور خطا کے ساتھہ تو مزکیون پر ضمان نہیں باتفاق علماء اور صاحبین
ہے خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ میں نے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعلیق قیمۃ القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان
دینگے شہود تعلیق کے قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج یہ صورت اسکی یہہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں
داخل ہوگا تو تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر دو اور شاہدوں نے
وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین
علت حکم ہیں اسواسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور انہیں شاہدوں نے یہ کلام ثابت کیا اور تعلیق بشرط مانع تھی تو شرط پائی جانیکے
نزدیک تلف منسوب ہوا اپنی علت کے طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفا
منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود الاحصان لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان
شرط ہے بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہے صورت اسکی یہہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ
شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں یہ جو کہا کہ شاہد
کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی الطحطاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر جبکہ

بیان شہود تعلیق مین ہو گیا تو تو حد ھو علی الصحیح یعنی اگر فقط شہود شرط کی شہادت سے پہر جائین بلا رجوع شہود تعلیق تو یہی بقول صحیح اونپر ضمان
نہین کذا فے العینی و شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہی ہے کہ شہود شرط کسی حال مین ضمان ندین چنانچہ زیادات مین منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال
ضمن شاہد الایقاع لا التفویض لانہ علة والتفویض سبب یعنی بلنے کہا اور ضمان دو شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے
اور تفویض سبب ہے بحر الرائق مین ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دیدے اپنی ذات کو اور دو اور گواہون نے کہا کہ عورت نے
اپنی ذات کو طلاق دی اور یہہ ماجرا قبل دخول تہا پہر سب گواہی سے پہر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہے اب شرط اور علت اور سبب اور علامت مین
فرق دریافت کرنا چاہیئے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم مین نہ موثر ہو نہ اوسکے طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم
مین موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کیطرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فے الطحطاوی واللہ اعلم
واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالة

یہہ کتاب ہے وکالت کے احکام مین ہے وکالت بفتح وکسر واو لغت مین اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہہ
کہ تو اپنا کام اپنی کو سپرد کرے اور سپرد کرنا اعتماد کرکے اپنی آسانیش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم امر مفوض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے
بمعنے مفعول یعنی جسکے طرف امر موکول ہو کذا فے فتح القدیر بحر الرائق مین ہے کہ وکیل بمعنے فاعل بہی ہوتا ہے جب کہ بمعنے حافظ ہو چنانچہ اس آیت مین
(حسبنا اللہ ونعم الوکیل) حفظا معنے کہا اور یہہ بہی صحیح ہے کہ آیت مین وکیل بمعنے مفوض الیہ ہو مناسبتہ ان کلامن الشاہد والوکیل ساع
فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالة کی کتاب الشہادة سے یہہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنیوالا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد
مین یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد مین ساعی ہے التوکیل صحیح بالکتاب والسنة قال اللہ تعالی فابعثوا احدکم بورقکم
غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالے نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت مین سو بہیجو ایک شخص کو اپنے درم لیکر ہم وجہ استدلال یہہ
کہ بہیجنا بطریق توکیل تہا اور شرائع سابقہ ہماری واسطے حجت ہین جب کہ اللہ اور اوسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اوسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی
العینی ووکل علیہ الصلوة والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیة اور رسول علیہ الصلوة والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید مین
ہم ابو داود اور ترمذی اوس سند سے روایت کی جسمین ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بہیجا کہ آپکے واسطے
قربانی خرید کرے تو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خرید کی اور اوسکو بعوض دو دینار کے بیچا پہر ایک دینار سے دوسری قربانی خرید کی اور ایک
دینار اور قربانی لیکر رسول علیہ الصلوة والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوة والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور اونکی تجارت کی واسطے برکت کی دعا
کی اور سند اسکی ترمذی مین ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع اور اتفاق
ہے وہو خاص وعام کانت وکیل فی کل شیء عمم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث بغیر الطلاق والعتاق
والوقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر
وزواہر الجواہر وسیجیء ان بہ یفتی واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفة خلافا
لمحمد اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز مین یہہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہان تک کہ طلاق
کو بہی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ مین اور
قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتہہ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات مین وکیل تصرف نکرسکے گا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر
اور زواہر الجواہر مین ہے اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسی پر ملتقط مین اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق مین تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ
کے نزدیک بخلاف محمد کے توکیل عام کی یہہ بہی مثال ہے کہ جو کچہہ تو کرے وہ جائز ہے اور میرا امر جائز ہے ہر چیز مین اور توکیل خاص کی مثال یہہ ہے کہ
تو میرا وکیل ہے اس گہر کی خرید مین مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیة ولو لم یکن للشواطی صناعة معروفة فالوکالة باطلة اور شرنبلالیہ

فرق شرط و سبب و علت و علامت

کتاب الوکالة

نہیں ہو کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو تو وکالت باطل ہے ہم یہہ قول کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجای اپنی ذات کے توکیل عام نہیں ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اوسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اوسکے مختلف ہین تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وہو اقامة الغیر مقام نفسه ترفها او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح مین توکیل قائم کرنا ہی غیر شخص کو اپنی ذات سے مقام پر آسایش یا عاجزی کی جہت سے اوس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے ہم جائز کی قید سے یہہ خارج ہوگیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہوگئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے اور اسمین تصرف معلوم نہین اوس کا جواب یہہ ہو کہ توکیل عام فی الجملہ معلوم ہے تو اگر ایسا معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنی ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ہم تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو ادنی تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شے مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہی اور نہر مین ہے کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت بمعنی حفظ کے ہو ممن یملکه ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النهی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اوس شخص کیجانب سے جو تصرف کا مالک ہی بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا مین بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اصل تصرف کی ملک سے مراد یہہ ہی کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہوگیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہہ قول مبنی ہے اس پر کہ اصل اشیا مین اباحت ہی ملک تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل اوس ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار نحو طلاق وعتاق وهبة وصدقة تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ہم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کا مالک نہین اور معلوم ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہی وصح بما ینفعه بلا اذن ولیه کقبول هبة اور صحیح ہو صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اوسکے ولی کی اوس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارة ان ماذونا والا توقف علی اجازة ولیه کما لو باشره بنفسه اور صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا اوس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہو چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور مین اور اگر اوسکو اوسکے ولی نے اذن ندیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اوسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بہی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لهما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہوگیا تو توکیل نافذ ہی اور اگر حالت ارتداد مین مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائهما کما مر فی البیع الفاسد ومحرم حلالا ببیع صید وان امتنع المؤکل لعارض النهی کما قدمنا انتهی اور صحیح ہی وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اونکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہی بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی تعریف مین سو آگاہ ہو چکا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پہر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا بوجھتا ہو ہم یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہی کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہرا صغیر عاقل مین بہی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر

غیر ماذون یا غلام غیر ماذون جو صرف محجور صبی اور عبید دونون کی صفت ہی تو معلوم ہوا کہ وکیل مین تعقل شرط ہی بلوغ اور حریت شرط نہین لا یشترط الا ان الکلام
الا ان فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل فلذا المتعقل و یقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ یہ صبا (یعنی صحت وکالت مین گفتگو ہی
نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسیواسطے مصنف نے بیان یون کہا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز اور عدم ذکر ہم جو ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہ
مین وکیل کی شرطین یون مذکور ہو کہ یعقل العقد و یقصدہ یعنی وکیل مین شرط یہہ ہی کہ عقد کا تعقل کرے اور اوسکا ارادہ کرے تعقد کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کے طرف سے واقع نہوگی شارح نے کہا کہ درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن بیان گفتگو
صحت وکالت مین ہے نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچہہ حاجت نہین ثم ذکر ضابط الموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ
لنفسہ یہہ مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اوس چیز مین جسکو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے
ہم لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہوجاوے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین دوسرے کو وکیل کرنا اوس کام مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ
وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہی بذات خود اپنے واسطے اور استقراض
مین توکیل کا مالک نہین ہے اوس کا جواب یہہ ہے کہ درصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ خانیہ مین تصریح ہی کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل
استقراض کو موکل کیطرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کیواسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فتشمل الخصومۃ تو توکیل شامل
ہوئی خصومت کو ہم مصنف کا یہہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد دونو خصومت
وغیرہ کو شامل ہے خصومت لغت مین جھگڑا ہے اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہی یعنی مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوسکے جواب مین اقبال یا
یا انکار سے تبعیت شرعی ہے خصومت کی اور جوہرہ مین ہے کہ خصومت عبارت ہی دعوی صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ
فی حقوق العباد برضی الخصم تو اسیواسطے مصنف نے کہا تو صحیح ہے وکیل کرنا اوس خصومت مین جو حقوق العباد مین ہو مخاصم کی رضامندی سے و قالا
بجوازہ بلا رضا و بہ قالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے جائز کیا ہی اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہم امام اور صاحبین کا خلاف
لزوم توکیل مین ہے نہ جواز مین یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضای مخاصم جائز ہے لیکن بدون اوسکے راضی ہونیکے لازم نہین بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی
دلیل یہہ ہی کہ خصومت مین وکیل کرنا اپنی خالص حق مین تصرف کرنا ہی تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہہ ہی کہ جواب حق ہی مخاصم کا
اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت ہوتی ہی تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوئے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اوسکی رضا پر موقوف ہی کذا فی الطحطاوی و علیہ
فتوی ابی اللیث وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی
ہی اور پسند کیا ہی اوسکو عتابی نے اور صحیح کہا ہے اسکو نہایہ مین اور فتوی کے واسطے یہہ ہی کہ اسکو حاکم کی رای پر مفوض کرنا چاہیئے کذا فی الدرر درر مین ہو کہ اگر
قاضی کو مدعی کی سرکشی و تعنت اور مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو دخل ندیوے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر
رسانی مخاصم کی مراد ہی تو توکیل قبول نکرے بدون رضای خصم اور یہہ مختار سرخسی کا ہے چنانچہ کافی مین ہے انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض
الی الحاکم بنظر سابق تہا جب کہ قاضی اہل دین اور صلاح تہے اور اس زمانہ کے قاضیون کے اختیار دینے مین تو فساد ہے انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل
مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضای مخاصم لازم نہین مگر یہہ کہ موکل ایسا بیمار ہو کہ اوسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین
اپنے قدمون سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ہم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل غائب بقدر مدت سفر
ہو یعنی اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضای خصم لازم ہو ہم یہ اوس صورت مین ہے جب کہ مخاصم انتظار نکرے اور محیط مین ہے کہ اگر موکل تین دن یا سے زیادہ
تو توکیل خود لزوم سے لازم نہین بدون رضای خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیئے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہی تو صبر کرتا ارتفاع عذر اور اگر صبر نہین کرتا تو توکیل
قبول کر یہہ جب کہ وہ راضی ہوجاوے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ مین اتنے مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کم غیبت ہو تو وہ بمنزلہ حضور

بیٹھے ہے کذا فی الطحطاوی او مریضًا له ویکفی قوله انا ارید السفر ابن الہمام یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا اتنا کہنا
کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون کذا ذکرہ ابن کمال ھم یہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق مین ہے کہ ارادہ سفر
امر باطنی ہے تو اوسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور بغیر دلیل اوسکا قول مقبول نہین کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون لیکن قاضی اوسکے حال
کو ملاحظہ کرے اور اوسکے سامان مین اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو
جو مردون سے مخالطت نہین رکھتی ہو چنانچہ باب الشہادۃ مین مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے ھم پردہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان
اسواسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری مین حاضر ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکیگی حیا کے سبب سے تو اوسکو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی او
حائضًا او نفساء والحاکم بالمسجد او یرض الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد مین ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ مخاصم
تاخیر جواب پر راضی نہو کذا فی البحر ھم اور اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہوگا لزوم توکیل مین کذا فی البحر ایضا او محبوسًا من غیر حاکم ہذا الخصم
فلو منه فلیس بعذر بزازیه یا موکل محبوس ہو اوس حاکم کیجانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہین تو اگر حبس اوس حاکم کیطرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع
ہے تو حبس عذر نہین کذا فی البزازیہ ھم اسواسطے عذر نہین کہ محبوس اوس حاکم کے اختیار مین ہے اوسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی
کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی نہو پھر اوسکو قید کرے کذا فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیه یا موکل دعوی خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ لیکن
اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اوسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفًا
خاصم من دونه بل الشریف وغیره سواء بحر لزوم توکیل مین عذر نہین اگر موکل شریف مخاصم ہو کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہین کذا فی البحر وله
الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیه اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے
اور پلٹ جانا جائز نہین سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ ھم رجوع جائز ہے اگرچہ ابتدا کی ہو اور قنیہ مین اکیدن کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو اختلفا فی
کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لها مطلقًا ولو ثیبًا فیرسل امینه لیحلفها مع شاهدین بحر واقره المصنف اور اگر مخاصمین
اختلاف کرین عورت کی پردہ نشین ہونے مین تو اگر عورت عالیہ اشراف کی بیٹیون مین سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو ثیبہ ہو تو قاضی
اپنا امین دو شاہد دیکر ساتھ اوسکے پاس بھیجے تاکہ اوس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ھم امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے جاوین
تاکہ امین کو اطلاع کرین کہ ہان یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہین طحطاوی نے کہا اور دو شاہد گواہی دینگے حلف یا نکول پر وان من الاوساط
فالقول لها لو بکرًا وان هی من الاسافل فلا فی الوجهین عملًا بالظاہر بزازیه اور اگر عورت متوسط لوگون کی بیٹیون سے ہو تو عورت کا قول
معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینون اور ارذال مین سے ہے تو اوسکا قول پردہ نشینی مین معتبر نہین دونون صورتون مین خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر
عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ھم عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر حال یہی ہے کہ اشراف کی بیٹیان مطلقا پردہ نشین ہوتی ہین اور اوساط کی بیٹیان
در صورت باکرہ البتہ پردہ نشین ہوتی ہین اور کمینون مین مطلقا پردہ نہین طحطاوی نے کہا ظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہین تو اغنیاء دنیا بھی ہین اہل ارذال
کہ انکی بیٹیان نہین نکلتی ہین اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہون وصح بایفائها وکذا باستیفائها الا فی حد و قود بغیبة موکله عن
المجلس ملتقی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے مین اور اسیطرح حقوق کے لینے مین مگر حد اور قصاص کے لینے مین وکالت صحیح نہین در صورت غائب ہونے
موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی ھم ایفا سے مراد یہان دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہین اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق
موکل کا مراد ہے ھم اور حد اور قصاص مین ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہین کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سوا موکل کے نہ اوسکا وکیل اور
استیفا میں حد اور قصاص موکل کی غیبت مین اسواسطے صحیح نہین کہ حد و قتل جاتے ہین شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت مین موجود ہے
یعنی اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عقد لا بد من اضافته ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارة وصلح

الطالب

وصلح عن اقرار یتعلق به ما دام حیا ولو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کیطرف ضرور ہی چنانچہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اوسکے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جبتک وہ زندہ ہی اگرچہ وہ غائب ہو کذا اصح ابن ملک ھم اضافت الی الوکیل سے اسناد فی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل کا یون کہنا کہ مینے اس گہر کو بیچا یا موکل کا فلانا گہر مینے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کے طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گہر موکل نے بیچا تو وکیل رہیگا فضولی ہو جائیگا محیط میں ہے کہ اگر وکیل مرگیا امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اوسکے وصی کے طرف منتقل ہونگے نہ موکل کے طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول معقول ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت وکیل قبض کی ولایت موکل کے طرف منتقل ہو گی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہی کذا فی الطحطاوی لم یکن محجورا بشرطیکہ وکیل محجور یعنے ممنوع التصرف نہو ھم یہ احتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ اونکی وکالت جائز ہی لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کے طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم مبیع وتسلمہ وقبض ثمن والرجوع به عند استحقاق وخصومة فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ وغیبتہ لانه العاقد حقیقة وحکما حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبض کرنا اور ثمن کا پہیر لینا یا پہیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع میں بدون فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اوسکے غائب ہونیکے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہیں اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہی حقیقةً وحکماً ھم عقد قائم ہوتا ہی کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں عاقد ٹہیرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کے طرف راجع ہوتے ہیں تو وہی حکماً عاقد ہوا لکن فی الجوهرة لو حضرا فالعهدة علی الآخذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل میں ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ نعم قوله لا بد فیه ما فیه ولذا قال ابن کمال یکتفی بالاضافة الی نفسه فافهم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کے طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق کذا اصح ابن ملک سو اسکو یاد رکہنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں کہ نسبت عقد کی وکیل کے طرف ضروری ہے خلل ہی جو اسمین ہے اور اسیواسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اوسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہو جائنگے سمجھو لو جہ فی ھم خلاصہ یہ کہ شارح یہہ ہی کہ وکالت مین نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کیطرف ضرور نہیں چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا یہ محل ہے کہا بر ادیہ اور خلاصہ مین ابن ملک کے مخالف ہی یعنی خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک سے کہا کہ یہہ غلام بعینہ موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ مینے قبول کیا تو یہہ بیع موکل کو لازم نہیں اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ ادسکا امر یہہ تہا کہ خرید اور اوسکے طرف راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہہ ہی کہ وکیل وکیل نہ رہا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل رہیگا مگر جب کہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل کیطرف نسبت کریگا تو یہان اختلاف [illegible] سے کہ وکیل کی کیا ہو گا کہ رسول کے طرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط ہے کہ اپنے بہیجنے والے کے طرف عقد کی نسبت کرے فتامل ما فی المطالب رحمتی انتہی تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد ہی وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق به ای بالوکیل لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونے حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوهرة والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے شروع ہی سے قول اصح مین ھم یہی قول ابو طاہر کا ہی اور کرخی کا یہہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پہر موکل کے طرف منتقل ہوتی ہی فلا یعتق قریب الوکیل بشرائه ولا یفسد نکاح زوجته به تو آزاد نہو گا قرابت دار وکیل کا اوسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہو گا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خرید کرنے سے ھم یعنے اگر وکیل نے اپنے بہائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسیکی لونڈی تہی اور اوس نے اوس زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو وہ بہائی آزاد نہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہو گا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہان ابتدا سے موکل کی ثابت ہی نہ وکیل کی یہہ وجہ بقول ابو طاہر ہے اور کرخی کے قول پر بہی یہی حکم ہی اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہی نہ ملک منتقل سے اور اگر

موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض تو اعتاق نافذ ہے اسواسطے کہ اوس نے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق مین کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے
خلاف کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ احکام مذکورہ مین دونون کا اتفاق ہے ولکن ھذا تابتاً علی للموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ او
زوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر ولیکن دونون یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر موکل کے وکیل نے
موکل کا قرابتدار اور اوسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے ھ یہہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہے نہ ابو طاہر
کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہو چکا وفی کل عقد لابد من اضافتہ الی موکلہ یعنی لایستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ
الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد مین کہ نسبت کرنا اوسکا وکیل کو موکل کیطرف ضرور ہے یعنی موکل کے طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہین
ہوتا اگر وکیل اوس عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کریگا تو صحیح نہو گا کذا ذکرہ ابن کمال ھ عدم صحت عقد سے مراد یہہ ہے کہ باعتبار وکالت صحیح نہین باعتبار
اصالت یعنے اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہو گا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اب تفریع آیندہ سے منافات باقی
نہی یعنے قولہ حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وھبۃ وتصدق واعارۃ
وایداع ورھن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ یعنی تتعلق بموکلہ لانہ یکون فیہا سفیراً محضاً حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح
لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کے طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمداً سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور
کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اوس عقد کے حقوق
وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہین نہ وکیل سے بسبب اسکے کہ وکیل کے عقود مذکورہ مین محض پیام رسان ہے تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح
واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہوگیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمھر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا
ھ یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کے طرف سے ہو تو اوس سے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کے طرف سے
ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین وللمشتری الاباء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے ھ چونکہ بیع حقوق عقد
وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خرید کی اور موکل اوس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ مین تجھکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہے
طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کرے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہین ولو دفع لہ صح ولو مع نھی الوکیل استحساناً
ولا یطالبہ الوکیل ثانیاً لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دیدے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روکنے کے ساتھہ ہو بدلیل استحسان اور وکیل
دوبارہ ثمن کا مطالبہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے ھ وجہ استحسان یہہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اوسکو پہنچ گیا اور نہین کچھہ فائدہ کہ اوس سے لیا جاوے
پھر اوسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی وتقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ وبدینہما لموکلہ ان واقع ہوتا ہے باہم مجرا کرلینا ثمن کا وکیل کے دین سے
اگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضامن ہے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ھ یعنے اگر فقط وکیل بیچنے والا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھہ واقع
ہوگا و دونون برابر ہوگئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کرسکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے
ادا کیا اور اگر فقط مدیون ہو مشتری کا یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون مین موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم وصرف یعنی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ھ یہہ متعلق ہے ماتن کے اس قول سے وان دفع لہ
صح یعنے اگر مشتری موکل کو ثمن دیدے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتون مین موکل کو دینا صحیح نہین یعنی یتیم بجای وکیل یتیم وصی یتیم ہو صورت اوسکی یہہ
ہے کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اوسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اوسکو واجب ہے کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ
یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین اختیار نہین تو اوس کا دینا تضییع ہے اور وکیل صرف یعنی الصرف سے جیسا کہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے
بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ وکیل السلم ولو ادعی الوکیل عیباً فادی الدین کالدین

ف یہان تک کہ اگر عقد کو اپنے نفس کیطرف منسوب کریگا تو نکاح اسی کا واقع ہوگا ۱۲

الا انه مع مؤکلا فلا یملک قبض دینه ولو قبض صح استحسانا ما لم یکن علیه دین لانه للغرماء کذا فی البزازیه اور مثل اوسکے یعنی وکیل کے
ماذون عبد ماذون فی التجارۃ ہے جسپر دین نہین اپنے مولے کے ساتھ ہو تو مولے مالک دیون عبد کے قبض کرنیکا نہین اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا
بدلیل استحسان مذکور جبتک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین مین اوسکے دائنون کا حق ہے کذا فی البزازیہ یعنی اگر غلام ماذون مدیون ہوگا
تو اوسکے دیون پر قبض مولے کا صحیح نہین کیونکہ اسمین ماذون کے دائنون کا حق ہے فرع مسئلہ ملحقہ بشارح کا التوکیل بالاستقراض
باطل لا الرسالۃ درج قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر درر مین ہو توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہے کہ ملک
غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جائز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اوسمین تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول سفیر محض ہے
اور مذکور ہوچکا کہ توکیل بالاقراض یعنے قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ اسمین تفویض تصرف ہے اپنی ملک مین انتہے مختصر الطحطاوی مین
خانیہ سے مذکور ہو کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے یون کہے کہ مجھکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ آمر کے واسطے تو اوسکو جائز
ہو کہ درم آمر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلان شخص تجھسے دس درم قرض مانگتا ہے سو اوسنے زید نے قبول کیا تو دس درم آمر کے ہونگے لیکن اسوقت صورت
مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہے والتوکیل بقبض القرض صحیحۃ فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض
مین صحیح ہے سو آگاہ رہنا صورت اوسکی یہہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض دے اور وہ قبول کرے پھر وہ اوسکے قبض کرنیکا کسیکو
وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہہ باب ہے بیع اور شرا کی وکالت مین الاصل انہا ان عمت او علمت او
جہلت جہالۃ یسیرۃ وہی جہالۃ النوع المحض کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب مین یہہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ
ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہو چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہے ھم وکالت عام یہہ ہے کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھکو بہتر معلوم ہو
کیونکہ اوسنے تفویض امر اوسکی راے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہو جائیگا معلوم اور متعین ہو اسطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کر دی
ہو جیسے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسمین کسی چیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اوسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہے
چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اوسکی جنس اور نوع اور صفت کا ذکر ضرور ہے تاجسکے واسطے وکیل ہوا ہے وہ معلوم ہوجاے تا امتثال امر ممکن ہو اسیطرح نوع خالص کی قید
اسواسطے دی تا اوس نوع سے احتراز ہو جو متردد بین الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور دار کہ اوسمین تفصیل ہے وان فاحشۃ وہی جہالۃ الجنس
کالدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہے ھم دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کا اسم ہے
جو زمین پر چلے اور عرف مین گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہین تو اسمین چند اجناس مجتمع ہوگئین اسیطرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے اطلس اور کمخاب
سے تا گزی اور گاڑھا وان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن او الصفۃ کترکی صحت والا اور اگر جہالت متوسط ہو بین جنس اور نوع
چنانچہ غلام سو اگر موکل اوسکا ثمن بیان کرے یا اوسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہے
ھم اگر دو چیزے حقیقت اور مقاصد مین متحد ہون تو دونون ایک جنس ہین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنسین ہین پھر اگر جہالت جنس
کی بکثرت ہو اسطرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جسکے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ اوسکے تحت مین مرد اور عورت کے طرف اور مرد اور عورت بنی آدم
مین دو جنسین ہین بواسطہ اختلاف مقاصد پھر ایک لونڈی اور غلام سے کہیہ خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام مین اور کام یعنی خدمت
مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام مین اسیطرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایۃ وکذا بشراء ثوب ھروی او فرس او بغل او بحمار
حال الامر زیلعی فواحشہ وان لم یسم ثمنا لانہ من القسم الاول وکیل کیا اوسکو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہے بنظر حال
حال آمر کذا فی الزیلعی تو اوس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نکیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنی جہالت یسیرہ
عبارت ہے نوع خالص کی جہالت سے ھم التعالی سنے کہا کہ جہالت نوعی مغتفر ہے اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہین ہے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

لیکن وکالت منصرف ہو گئی اوسکے طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو اُنتے زیلعی نے کہا حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل قادر ہوگا
مقصود موکل کی تحصیل پر اسطرح کہ موکل کے حال کو دیکھے تنہا اوسکے مقدار اور درجہ کے موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی و لشراء دار او
عبد جاز ان سمّی الموکل ثمنا یخصص نوعا او لا بحر او نوعا کحبشی زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا وکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا
تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اوس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ
غلام حبشی بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہوں یا جو ھم یہہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کے
بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنے گھر کو جہالت فاحشہ میں شمار کیا ہے اسواسطے کہ گھر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار
اختلاف اغراض اور پڑوسیوں اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز قاضیخان کا تابع ہے اور
صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اوس ملک پر محمول کیا ہے جہاں گھروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا
ہی مخفی نہیں ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہی چنانچہ بزازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہوں خرید کر تو
صحیح نہیں جب تک گیہوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی و الا یسمّ ذلک لا یصح و الحق بجہالۃ الجنس وہی ما لو وکلہ بشراء ثوب
او دابۃ لا یصح و ان سمّی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر کسی کو معین نکرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہوگی اور ملحق بجہالت جنس کی
اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اوسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ھم
ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ کی خلاصہ یہہ ہے کہ جسکی خرید کی بابت وکالت ہوئی اگر اوسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کردے تو قطعا وکالت صحیح ہے اور اگر
سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع
مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اوسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں اور اسیطرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت
کذا فی الطحطاوی عن الحموی و بشراء طعام و بین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا
ادام کلحم مطبوخ او مشوی و بہ قالت الثلثۃ و بہ یفتی عینی و غیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور
اوسکی مقدار بیان کر دی یا اوسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنی صاحب بزازیہ کے عرف میں اوس طعام پر جو مہیا ہے
کھانے کے واسطے ہر ایک اوس مطعوم سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسیکا فتوی ہے
کذا فی العینی و غیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہے ھم اور کوفہ کے عرف میں طعام عبارت ہے گیہوں اور اوسکے آٹے سے اور
مصر کے عرف میں طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربادار کو کذا فی البحر الحاصل موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہہ ہے کہ [illegible]
باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اوسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہے و فی الوصیۃ لہ ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم و لو
دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیہ اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمیں شیرینی ہو چنانچہ
سکنجبین کذا فی البزازیہ ھم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین میں ذکر کیا ہے نہ وصیت میں اور شاید کہ شارح نے سہو ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے [illegible]
وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحطاوی و للوکیل الرد بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ و لوارثہ او وصیہ ذلک بعد
موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب و کذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے
جب تک کہ مبیع اوسکے ہاتھ میں ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اوسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا
وارث اور وصی نہو تو اوسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب عیب کے پھیر دینا اور اسیطرح بیچنے کے وکیل کا حکم ہے ھم یعنی وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور
بیع میں عیب نکلا تو مبیع اوسکو پھیر دیجائیگی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پھیری جائیگی اور

موکل اجنبی ہے خصوصیت لیسب یمین کذا فی البحر عن البزازیہ وھذا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتھاء
الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنی رد بالعیب اسوقت ہے جب کہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہیں کر دی اور اگر اوس نے مبیع اپنے موکل کو سپرد کر دی تو اب اسکو
پھیر دینا ممتنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب تمام ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل باع فاسدا فلہ الفسخ مطلقا لحق الشرع
قنیہ بخلاف اوس وکیل کے جسنے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ مطلقا
یعنی اگرچہ مبیع مشتری کو دیچکا ہوا اور اگرچہ ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور بدون اوس سے پھیرنے بدون
اوسکی رضامندی کے کذا فی البحر وللوکیل حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ او لا بالاولی لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز
ہے روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے حبس جائز ہے اسواسطے
کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطالبہ ثمن میں ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وھی الحیلۃ
خلاصہ اور اگر وکیل نے کسی شے کو بثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہے
اور یہی حیلہ ہے کذا فی الخلاصہ ھم یعنے تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل بثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت
ٹھیرا دے کذا فی البحر ولو وھبہ کل الثمن رجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل
موکل سے تمام ثمن پھیر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن پھیر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اصل ثمن کا کذا فی البحر فان ھلک المبیع
فی یدہ قبل حبسہ ھلک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل
کے مال سے ہلاک ہو گئی اور ثمن ساقط نہو گا موکل کے ذمہ سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے ھم اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے
ہاتھ میں تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کرچکا پھر موکل نے ثمن دیا اور وہ ہلاک ہو گیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک
ہوا کذا فی البحر ولو ھلک بعد حبسہ فھو کمبیع فیھلک بالثمن وعند الثانی کرھن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اوسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند
ہے تو ہلاک ہوگی بعوض ثمن کے یعنے اوسکا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمہ سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہے ھم یعنے اوس مبیع کے مانند
جو بائع کے پاس ہلاک ہو گئی اور بائع جب کہ حبس مبیع کر لیگا اپنا ثمن لینے کے واسطے تو اوسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہو گا اسیطرح وکیل کے پاس ہلاک
ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہو گا اب وکیل موکل سے نہیں لیسکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جب کہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل
بقدر فضل موکل سے پھیر لیگا کذا فی البحر ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک
اور صرف اور سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو جیسا کہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بحر الرائق کی پیروی کر کے برخلاف عینی
اور ابن ملک کے ھم عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہے پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں حموی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہے اصل عقد میں اور
حقوق عقد میں وہ اصیل ہے تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد
بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہو گا صاحب عقد کی
مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہے یعنے چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہو گا قبل قبض تو عقد باطل ہو گا اسواسطے کہ ھم العاقد
کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہے والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اسواسطے
کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہیں کذا ذکرہ ابن کمال ھم اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دیوے اور قبول سلم
کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کسیکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والمقبول فیھما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ
بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اوسکے بھیجنے والے کی مفارقت

بہتر ہے اسواسطے کہ پیام رسانی عقد میں ہوتا ہے قبض میں نہیں وَاسْتُفِيدَ صِحَّةُ التَّوكِيلِ بِهِمَا اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ عدم منفاذ صحت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہے بہتر یہہ تھا کہ شارح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وَمَنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَشَرَةِ أَرْطَالِ لَحْمٍ بِدِرْهَمٍ فَاشْتَرَى عِشْرِينَ رَطْلًا بِدِرْهَمٍ مِمَّا يُبَاعُ مِنْهُ عَشَرَةٌ بِدِرْهَمٍ لَزِمَ الْمُوَكِّلَ مِنْهُ عَشَرَةٌ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ خِلَافًا لَهُمَا وَالثَّلَاثَةِ قُلْنَا إِنَّهُ أَمَرَهُ بِأَرْطَالٍ مُقَدَّرَةٍ فَيَنْفُذُ الزَّائِدُ عَلَى الْوَكِيلِ وکیل کیا دس طل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اوسکا خرید کیا یعنی بیس طل ایکدرم سے اوس قسم کا گوشت جو دس طل ایک درم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس طل سے دس طل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے اونکے نزدیک بیس طل موکل کو لازم ہے اسواسطے کہ وکیل نے اوسکے حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جواب میں امام کے طرف سے کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنے دس طل کا تو اوس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ہم خلاصۂ جواب یہہ ہے کہ وہ دس طل کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو وَلَوِ اشْتَرَى مَا لَا يُسَاوِي ذَلِكَ وَقَعَ لِلْوَكِيلِ إِجْمَاعًا لِأَنَّهُ غَيْرُ مَأْمُورٍ اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اوسکے برابر نہیں ہے یعنے مثلاً جو گوشت کہ بیس طل ایکدرم کو بکتا ہے اوسکو دو درم سے خرید کیا تو یہہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ہم غیر موزون کی یہہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اوس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہہ بیع موکل کو لازم نہ ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہے اسواسطے کہ ثمن معلوم نہیں ہوسکتا مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو ثمن اوسکے اجزا پر منقسم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی بتصرف وَلَوْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالنِّكَاحِ إِذَا تَزَوَّجَهَا لِنَفْسِهِ صَحَّ مِنْهُ وَالْفَرْقُ فِي الْوَانِي غَيْرِ الْمُوَكِّلِ لَا يَشْتَرِيهِ لِنَفْسِهِ وَلَا لِمُوَكِّلٍ آخَرَ إِلَّا عِنْدَ غَيْبَتِهِ حَيْثُ لَمْ يَكُنْ مُخَالِفًا دَفْعًا لِلْغَرَرِ اور اگر اسکو وکیل کیا اوس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہو تو وکیل اوس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولیٰ خرید کرے موکل کی غیبت میں جبتک وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرلیگا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درر میں مذکور ہے ہم غیر موکل کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاوے جسمین چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شئے معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہہ ہے کہ نکاح اون عقود سے ہے جنکی اضافت موکل کے طرف ضروری ہے اور اوسکا ثبوت نہیں ہوتا موکل کے واسطے مگر جب کہ اوسکے طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہر صورت موکل کے واسطے ثابت ہے اگرچہ وکیل اوسکی نسبت اپنے طرف کرے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی مختصراً فَلَوِ اشْتَرَاهُ بِغَيْرِ النُّقُودِ أَوْ بِخِلَافِ مَا سَمَّى الْمُوَكِّلُ لَهُ مِنَ الثَّمَنِ وَقَعَ الشِّرَاءُ لِلْوَكِيلِ لِمُخَالَفَتِهِ أَمْرَهُ وَيَنْعَزِلُ فِي ضِمْنِ الْمُخَالَفَةِ یعنی تو اگر وکیل نے شئے معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اوس ثمن کے جس کا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے درضمن مخالفت امر کذا فی العینی ہم یہہ تفریع ہے حیث لم یکن مخالفا پر وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ فَالشِّرَاءُ لِلْوَكِيلِ إِلَّا إِذَا نَوَاهُ لِلْمُوَكِّلِ وَقْتَ الشِّرَاءِ أَوْ شَرَاهُ بِمَالِهِ أَيْ بِمَالِ الْمُوَكِّلِ اور اگر اوسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جبکہ موکل کے واسطے اوسکی نیت کرے خرید کرنے کی وقت یا اوسکو موکل کے مال سے خرید کریگا وَلَوْ تَكَاذَبَا فِي النِّيَّةِ حُكِّمَ النَّقْدُ إِجْمَاعًا اور اگر باہم وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت میں تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہیں تو وکیل کے واسطے وَلَوْ تَوَافَقَا أَنَّهُ لَمْ تَحْضُرْهُ نِيَّةٌ فَرِوَايَتَانِ اور اگر دونوں میں اتفاق ہو

اس بات پر کہ خریدنے کے وقت نیت موجود نہیں تو اسمیں دو روایتیں ہیں ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق میں اسطرح ہے کہ اگر وکیل نے عقد کی نسبت اور
نسبت ایک شخص کے مال کے طرف کی خواہ وکیل کے مال کیطرف یا موکل کے مال کیطرف تو وہ چیز اوسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کیطرف نسبت کی تو اگر
وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اوسیکی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا
اتفاق ہوا تو محمد کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نقد پر حکم ہوگا انتہےٰ جب یہہ معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو الا اذا نواہ
للموکل واجب ہے کہ اوس صورت پر محمول کیجیے جب کہ وکیل عقد کو اپنے مال کیطرف نسبت نکرے خواہ اوسکو موکل کے مالکے طرف نسبت کرے یا مطلق مال کیطرف
خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہہ ہے کہ موکل کے مال کے طرف اوسکو
نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادائے ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے
اور نیت میں تکاذب اور توافق ہو تو وقت کا مراد ہے جب کہ عقد مطلق مال کے طرف مضاف ہو اور دو روایتوں سے صاحبین کا قول مراد ہے
کذا فی الحلبی زعم انہ اشتری عبدا لموکلہ فہلک وقال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وہو حی قائم فالقول
للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن او لا لاخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اوسنے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک
ہوگیا اور اوسکے موکل نے کہا بلکہ تونے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول
معتبر ہے مطلقا خواہ اوسکا ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اوسکی خبر دی جسکی استیناف کا وہ مالک ہے ہم استیناف عقد یعنی سر نو
عقد جدید کر سکتا ہے تونے اگرچہ وکیل نے اوسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اوسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہے اسطرح پر کہ کہے کہ میں نے اوسکو موکل کے
واسطے خرید کیا ہو اسواسطے کہ شئی معین کی خرید میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک
الحکم اور اگر غلام میت ہو اور حالانکہ ثمن نقد ہے تو اسطرح حکم ہے یعنے مامور کا قول معتبر ہے والا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ ینکر
الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہے اور اعتبار منکر کا قول ہوتا
ان العبد غیر معین وہو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا لانہ امین اور اگر غلام غیر معین ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مرا
تو ایسا ہی حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہو اسواسطے کہ مامور امین ہے والا فللآمر للتہمۃ خلافا لهما اور اگر ثمن نقد نہو تو آمر کا قول
معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے ہم تہمت یہہ ہو کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمیں نقصان دیکھا [illegible] قال بعنی
ہذا العبد لعمرو فباعہ ثم انکر الامر ای انکر المشتری ان عمروا امرہ بالشراء اخذہ عمرو ولغا انکارہ لانہ متناقض لاقرارہ بتوکیلہ بقولہ
بعنی لعمرو ایک شخص نے کہا کہ اسکو یعنی مجھسے عمرو کے واسطے بیچ اور امر کے ہونے کا انکار کیا یعنی مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا
امر کیا ہو تو عمرو اوس چیز کو لیگا اور اوس کا انکار آمر کے لغو ہوگا بسبب تناقض ہونے اوسکے انکار کے اوسکی توکیل کے اقرار سے کیونکہ اوسنے کہا کہ مجھسے
بیچ عمرو کے واسطے یعنی جب اوسنے اول یوں کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اوسکا وکیل ہوں پھر اوسنے وکالت کا انکار
کیا تو اب یہہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ ای بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار
المشتری ارتد بردہ مگر یہہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اوسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اوسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اوسکے رد کرنے
سے الا ان یسلمہ المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہہ کہ مشتری بیع
عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اوسکو لے اسواسطے کہ وہ بنا دینا بیع کے بیع التعاطی ہے اگرچہ ادای ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنی (رواجی عرف مروج)
امر بشراء شیئین معینین او غیر معینین اذا نواہ للموکل کما مر یعنی اگر کسی موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین چیزوں
کی خرید کا جب کہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ ذکر ہوچکا کذا فی البحر ہم عنقریب ذکر یہہ ہوچکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا

نے کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کریگا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحاصل انہ لم یسم ثمنا فاشتری له
اخذہا بقدر قیمته او بزیادة یسیرة یتغابن الناس فیہا صح عن الامر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعا
بخلاف وکیل البیع کما سیجیء معین دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اوسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک
چیز خرید کی بقدر اوسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کے طرف ہوا
اگر ایسا نہین یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کے طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا
بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اوسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا وکذا اشتراہما بالالف وقیمتہما سواء فاشتری
احدہما بنصفه او اقل صح اور اسطرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونون کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے
ان دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو کمتر سے تو صحیح ہے کم کسر قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اسمین موکل کا فائدہ ہے لہذا صحیح ہے
ولو بالاکثر ولو بیسیرا لا یلزم الامر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومة لحصول المقصود
اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونون معین چیزون
سے ہزار کی بقیہ سے قبل خصومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا
بعوض ہزار درہم کے امر کیا سو اوس نے ایک غلام پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درہم
خرید کرلے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنے حاصل ہوا دونون غلامون کا ہزار درہم کو وجوزاه
ان بقی ما یشتری بمثله الاخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اوتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجلا
مدیونه ان یشتری شیئا معینا بدینه له علیه و صح ولزم الامر ان نقده وعلیه بحسه البائع وکیلا بالقبض دلالة فیبرا الغریم بالتسلیم الیه اور
اگر ایک شخص نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اوس دین کے جو اوسکا اوسپر ہے اور بیچنے کو اوس شخص معین کردیا یا بائع کو معین کردیا تو خرید صحیح ہے
اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائیگا قبض دین مین عتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعین
لان توکیل المجہول باطل ولذا قال ولا تعین فلا یلزم الامر ونفذ علی المامور فهلاكه علیه خلافا لہما بخلاف غیر معین بیع یا بائع
اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر بیع یا بائع کو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر
نافذ ہوگی تو اوسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑیگا بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آمر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی
البحر وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیه او یصرفه بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات
عندہما اور اسیطرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہو اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اوس دین کے جو اوسپر ہے
بنا ہی خلاف ہے نقود کے متعین ہونے پر وکالات مین امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک
دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہے اور آمر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا آمر کے تصرف کے
مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالات مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت متعین نقود غیر مدیون کو یہہ تملیک دین ٹھہری
بدون اس بات کے کہ اوس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہہ جائز نہین کذا فی البحر و المحشی ولو امرہ ای امر رجل مدیونه بالتصدق
بما علیه صح لانه جعل المال لله تعالی وهو معلوم اور اگر آدمی نے اوسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اوس دین کے خیرات کرنے کا امر کیا جو اوسپر
ثابت ہو تو اوس کا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہے نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح نہو یعنی
جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کر دے تو گویا اوس نے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب التصدق مین نائب ہے خدا کا جل شانہ کما فی البحر

لو آمر الاجير المستاجر بمرمتها استاجره مما عليه من الاجرة وكذا لو امره بشراء عبد يسوق الدابة وينفق عليها صح اتفاقا قاله القهستاني لانه لا يجهل الاجر كل وقت فيحل المؤجر كالموجر في القبض يہی صحیح ہے اور اوسکا اگر امر کرے اجارہ دینے والا امر مستاجر کو اوسکی مرمت کا جسکو اوس نے اجارہ لیا اوس اجرت سے جو مستاجر پر ہے اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کی خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور اوسپر خرچ کرے تو امر اوس کا باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت میں اجارہ دینے لگے مانند قرار دی گئی ہم موجر بفتح جیم عبارت سے عین مستاجر ہی اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے و الا قلت وفي شرح الجامع الصغير لقاضي خان ان كان ذلك قبل وجوبها لا يجوز وبعد الوجوب قيل على الخلاف الى اخره فراجعه میں کہتا ہون اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ اگر موجر کا یہہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہے تو جائز نہیں اور بعد وجوب کے بعضون کے نزدیک بموجب خلاف امام اور صاحبین کے ہے الخ تو اوسکے طرف مراجعت کر ہم بیان خلاف یہہ ہے کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امام کے نزدیک صحیح نہیں بدون تعیین مبیع یا بائع کے اور بلا تعیین بیع مامور پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بہر صورت آمر پر نافذ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو امره بشرائه بالف ودفع الالف فاشترى وقيمته كذلك فقال الامر اشتريت بنصفه وقال المأمور بل بكله صدق لانه امين اور اگر اوسکو امر کیا اوسکی خرید کا بعوض ہزار کے اور اوسنے ہزار روپے سو وکیل نے اوسکو خرید کیا اور قیمت اوسکی ہزار ہی ہے تو موکل نے کہا کہ تونے پانسو میں خرید کیا اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے وان كان قيمته نصفه فالقول للامر بلا يمين درر وابن الكمال تبعا لصدر الشريعة حيث قال صدق في الكل بغير الحلف وتبعهم المصنف لكن جزم الواني بانه تحريف وصوابه بعد الحلف اور اگر قیمت اوسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہے بدون قسم کے چنانچہ صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا ہے صدر الشریعہ کے تابع ہوکر صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا ہے کہ موکل کی تصدیق ہوگی در صورت دفع اور عدم قیمت دونوں صورتوں میں بدون قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہے افاضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہے کہ قول بعدم حلف تحریف ہوا اور ٹھیک بات یہہ ہو کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت میں کوئی نص صریح بیان نہیں کی تو ادعای تحریف درحق افاضل بلا بدگمانی ہے اور تخطیہ بے محل ہے وان لم يدفع الالف وقيمته نصفه فالقول للامر بلا يمين قاله المصنف تبعا للدرر لما قلت لكن في الاشباه القول للوكيل بيمينه الا في اربع فبالبينة فتنبه اور اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہیں دئے اور ہزار لاکر قیمت اوسکی پانسو ہے تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے درر کا تابع ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہون لیکن اشباہ میں ہے کہ وکیل کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھہ مگر چار صورتوں میں گواہوں کے ساتھہ قول اوسکا معتبر ہو تو خبردار رہنا اس اختلاف سے ہم طحطاوی نے کہا یہہ استدراک صحیح نہیں ماقبل پر کیونکہ وہ موکل میں ہے اور یہہ وکیل میں تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہے تو نفی یمین اسکو لازم نہیں انتہے ملخصا وان كان قيمته الفا تحالفا ثم يفسخ العقد بينهما فيلزم المبيع المأمور اور اگر قیمت اوسکی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کہائیں پہر دونوں میں عقد فسخ کیا جاوے تو بیع وکیل کو لازم ہوگی وكذا لو امره بشراء معين من غير بيان ثمن فقال المأمور اشتريته بالف او ان صدقه بائعه على الاظهر وقال الامر بنصفه تحالفا لوقوع الاختلاف في الثمن موجبه التحالف اور اسیطرح اگر اسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنیکا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ میںنے اوسکو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اوسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اوسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونوں قسم کہائیں بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن میں جو اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کہانا ہے ہم تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہے قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہے اور قاضی خان نے باتباع فقیہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہے کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہوگا کذا فی الطحطاوی وان اختلفا في مقداره اى الثمن فقال الامر

امرتك بشرائه بمائة وقال المامور بالف فالقول للآمر بيمينه فان برهنا قدم برهان المامور لانها اكثر اثباتا اور اگر دونون نے اختلاف کیا
مقدار ثمن مین یعنے تسمیہ مقدار ثمن مین تو موکل نے کہا کہ مین نے تجھکو اوسکے خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تونے ہزار درم سے
خرید کرنیکو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھہ پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے وکله امره
بشراء اخیه فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس هذا المشتری باخی فالقول له بیمینه ویکون الوکیل مشتریا لنفسه والاصل ان
الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط اور اگر موکل نے اوسکو امر کیا اپنے بہائی کی خرید کرنیکا
سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہہ جسکو خرید کیا میرا بہائی نہین تو موکل کا قول اوسکی قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور وکیل اوسکا مشتری ٹہیریگا
اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ خریداری جب کہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار شرط
کے باب مین مذکور ہوچکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد علیه ای علی الوکیل لزعمه عتقه علی مولاه فیواخذ به کذا فی
خانیه اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اوسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیه وکل
امره عبد بشراء نفس الامر من مولاه بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیده اشتریته لنفسه فباعه علی هذا الوجه عتق
علی المال والولاء لسیده وکان الوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنیکا اپنے مالک سے بعوض اتنے
مال کے اور مبلغ اوسکو دیا سو وکیل نے اوسکے مالک سے کہا کہ مینے اس غلام کو خرید کیا اوسیکی ذات کے واسطے سو مالک نے اوسکو بیچا اسی
طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اوسکے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے ہر چند وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اوسکے
طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہہ قول صحیح ہے آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور
غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فی الخطائی وان قال الوکیل اشتریته ولم یقل لنفسه فالعبد ملک للمشتری و
الالف للسید فیهما لانه کسب عبده وعلی العبد الف اخری فی الصورة الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف
مثلها فی الثانیة لان الاول مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مینے اس غلام کو خرید کیا اور یہہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے
خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونون صورتون مین مالک کا مال ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے غلام کی کمائی ہے اور غلام پر دوسرے
ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اوسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہے مولی کا
تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکہتا وشراء العبد من سیده اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسه سے لے
العقد صح الشراء مجرا اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہوجاینگے تو اسیواسطے مصنف نے
کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا مطلقا تو خرید صحیح ہے کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے
کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصته اذا اشتری نفسه من مولاه ومعه رجل اخر وبطل الشراء فی حصة شریکه جیسے صحیح ہے خرید
غلام کے حصے مین جب کہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مالک سے اور حالانکہ غلام کے ساتھہ دوسرا مرد مشتری ہے اور باطل ہوگی خریداری غلام کے
ساتھی کے حصے مین مراد یہہ ہے کہ غلام اور اوسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہے بخلاف ما لو شری
الاب ولده مع رجل اخر فانه یصح فیهما بنوع الخانیه من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی لا الاول لان الشرع
جعله اعتاقا ولذا ابطل فی حصة شریکه للزوم الجمع بین الحقیقة والمجاز بخلاف اوس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور
شخص کے ساتھہ شریک ہوکر کہ یہہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین استحقاق کی بحث سے اور
دونون صورتون مین وجہ فرق یہہ ہے کہ بیع منعقد ہوجاتی ہے دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنی غلام کی شرکت

مین اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو عتاق قرار دیا ہے ولہذا بیع باطل ہے غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم آنے جمع بین الحقیقۃ
والمجاز کے هم بیہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہہ ہو کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور ح غلام مین اعتاق اور اوسکے شریک کے حق مین مفید
ملک نہوئی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ یہہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنے مجازی یعنے عتاق مین اور معنے حقیقے
یعنی ثبوت ملک مین اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہین قال لعبد اشتر لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان ففعل
ای باعہ علی ہذا الوجہ فہو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد لان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد
للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیئے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے
شخص کے واسطے سو اوس نے کیا یعنی اوسکے مالک نے اوسکو اسطرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہو سو اگر موکل نے اوسمین کوئی عیب پایا اگر اوس عیب کو
غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہین اسواسطے کہ وانست وکیل کی موکل کی وانست کے مانند ہے اور اگر اوسکو معلوم نتھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہے
کذا فی الاختیار شرح المختار ھ غلام کرے رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع مین اصل وکیل ہے وان لم یقل لفلان عتق لانہ
اتی بتصرف آخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیہما لزوال الحجر بعقد باشرہ مقارنا باذن المولی دررہ اور اگر غلام نے یہہ کہا کہ بیچ مجھکو
فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھہ یا یون کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کذا فی الحطاوی تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ وکالت کے سوا
اوسنے دوسرا تصرف کیا تو اوسپر نافذ ہوگیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونون صورتون یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت مین بسبب زائل
ہونے منع تصرف غلام کے اوس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھہ متصل ہوکر کذا فی الدرر ھ یہہ جواب ہو سوال
مقدر کا تقریر اوسکی یہہ ہے کہ وکیل یہان غلام ہے اور غلام مجبور التصرف ہو تو چاہیئے کہ حقوق بیع اوسکے طرف راجع نہون فرع مسئلہ متعلقہ
شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درہم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا خلاف
در مختار وکیل نے جب امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کے طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل
نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الحطاوی
والدرر ھ یہہ مسئلہ درر مین خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اقتصار کرتا واللہ اعلم **فصل** یہہ فصل ہے بیع اور شرا کے غیر ہا کی وکالت
کے احکام مین لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم ونحوہا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ
اور صرف اور سلم اور انکے مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اوس شخص کے ساتھہ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہے بسبب تہمت کے
ھ مثلا اپنے اصول اور فروع کے ہاتھہ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع با بین اصول اور فروع کے متصل ہین تو گویا
اوسنے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اوسکے ہاتھہ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ
موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز ہونیکا حکم بطریق اولے معلوم ہوگیا کذا
فی الطحطاوی عن البحر وجوزاہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے لا
اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھہ بیچنا جائز نہین مگر جب کہ موکل وکیل کو
علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھہ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اوسکا بیچنا ان لوگون کے ہاتھہ بمثل قیمت باتفاق امام اور
صاحبین کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لا شراؤہ باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل کا انکے ساتھہ
درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اوسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق ھ شارح نے
کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید مین کما لو باع باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا لہما

لعما ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسیطرح بنقصان قلیل بھی جائز
نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ وفی السراجیۃ لو صرح بھم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ
غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور
اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت کثیر قیمت سے اور عوض
اسباب کے ھم یعنی امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہے انسان
بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کر کے بیچتا ہے کذا فی الطحطاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو
قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی البزازیہ ھم محل خلاف در صورت عدم تقیید موکل ہے سو اگر قیمت یا نقد
کی تعیین کر دیگا تو اوسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدراھم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ
شراء من وجہ صید فیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ عقد صرف
بیع ہو ایسا ہی خرید ہے وسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ھم اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وھو بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع
للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لھا وتعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع
اودھار سے اگر بیع میں توکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو اودھار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا
ایک مرد کو کہ اوسے بیچدے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچدینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوے ہے کذا فی الخلاصہ ھم اسواسطے کہ
دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسیطرح نقد ثمن سے
بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اوس مقام میں جس میں دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وھذا
ایضا ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہہ بھی یعنی تجارت میں اودھار سے بیچنا اوس صورت
میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اوتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ اودھار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا
اسی کا فتوے ہے کذا صحح ابن ملک ومتی عین الآمر شیئا تعین الا فی بیعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جب کہ موکل
کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم اودھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے
بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ھم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کر کے بلا تعیین ثمن سو اوس نے نقد سے بیچا امام حسن نے کہا کہ اصح یہہ ہے کہ بالاجماع
جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ
اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھ اوسی جنس میں تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں واقتصار تقییدہ بزمان ومکان اور البتہ
وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدھا فی الاصح وکذا
الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی
وکیل ہے اور اسیطرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواھر الجواھر قال بعہ بشہود او برأی
فلان او علمہ او معرفتہ وباع بدونھم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود او الا بمحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ
الفتوی حفظ مالا وقال اشتری لی زیتا بمعرفۃ فلان فذھب واشتری بلا معرفتہ فھلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر
الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں کے روبرو یا بیچ اوسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اوسکی دانست
اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کی

روبرو کہ بدون اوسکے بیع جائز نہوگی اسیکا فتویٰ ہے یعنی کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ کا حکم کہ موکل نے وکیل کو
مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سے وکیل گیا اور اوس نے بدون معرفت اوس شخص کے خرید کیا پھر روغن
مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخلاف اس قول کے کہ خرید نکرنا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد میں کی جو بھلا مفید نہیں بلکہ اوسکو مضر ہے تو وکیل پر اوسکی مراعات واجب نہیں خواہ اوسکی تاکید نفی سے کرے
یا نکرے چنانچہ اوسنے کہا کہ بعوض ہزار درہم کے ادھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا مگر ادھار ہزار درہم سو اوس نے ہزار نقد سے بیچی تو بیع موکل پر جائز
ہوا اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہیں تو اگر اوسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اوسکی واجب ہے
اور اگر نفی سے تاکید نکی ہو تو مراعات واجب نہیں چنانچہ یون کہا کہ اوسکو فلانے بازار مین بیچنا سو اوس نے دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اوس نے
تاکید بنفی نکی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہوا اور اگر تاکید بنفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کمافی الذخیرۃ اور قسم ثالث چھوڑ دی یہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر اونکی تصریحات سے اس

دفعہ میں اتیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی ۱۲ ولو اخذ رہنا وکفیلا بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او
توی المال علی الکفیل لان الجواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے کہ ثمن میں رہن لینا اور ضامن لینا تو اوس پر تاوان نہیں اگر
رہن ضائع ہوگیا اوسکے ہاتھ میں یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کے منافی ہے م ہلاکی مال کی صورت یہہ ہے
کہ ستہ مرجوع کرے اوس قاضی کے پاس جسکے مذہب میں اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہوکر مرجاوے لہذا بعضون نے کہا کہ
کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنے حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہوکر
مرجاوے کذا فی الطحطاوی عن الواسطی شرح الہدایہ وتقیید شراءہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وہو ما یقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید
بمثل قیمت ہی یا غبن قلیل کے ساتھ غبن قلیل وہ ہے کہ اوسکے برابر کوئی قیمت کرنیوالا واقف کار قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر م غبن یسیر کا [illegible] اور ہی اور
غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور راجح ہے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز و
جبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایہ اور یہہ جو وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ ہو تب ہی
جب کہ نرخ اوسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اوسکا معروف اور مشہور ہو لوگون میں جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ
نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اسیکا فتویٰ ہے کذا فی البحر والبنایہ وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل
وقالا لا الا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وہو استحسان ملتقی وہدایہ وظاہرہا ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اوسکو
غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچا الا قبل خصومت کے
تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں اور یہہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایہ اور ظاہر ہدایہ میں قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ
اوسکے خلاف ہے کذا فی البحر م امام کی دلیل یہہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ شرکت ایضا عیب ہے
کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع میں عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بشراء میں وہ متعارف
مراد ہے جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین وقید ابن الکمال الخلاف بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا قلت
اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہوجاوے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے تو اس
تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ مین م بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہے تو احتراز واقع ہوا اوس سے جسکی تبعیض مین ضرر
نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ
اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہو اوسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام اور صاحبین کے تتمہ اگر وکیل

خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو ردّ مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ او نکولہ
او اقرارہ فیما لا یحدث مثلہ فی ھذہ المدۃ ردہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اوسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں
کے یا قسم نکھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اوس عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اوسکو پھیر دیگا موکل پر ولو باقرارہ
فیما یحدث لا یردہ ولزم الوکیل اور اگر رد مبیع ہوا وکیل کے اقرار سے اوس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہو اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو
وہ لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے ولہذا
وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف مضاربت ولہذا مضارب ایداع کا مالک ہو وفرع علیہ بقولہ فان باع
الوکیل نسیئۃ فقال امرتک بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے
بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنی اسوجہ
کہ وکالت میں خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے اختلاف میں مضارب کی
تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنی مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا
کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا لو وکلہما
کذا او وکلہ ولو الآخر عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جنکو موکل نے ساتھ ہی
وکیل کیا چنانچہ یوں کہا موکل نے کہ میں نے تم دونوں کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مرگیا یا دیوانہ ہوگیا ہو ھم اسوا
ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں وکیلوں کی رای سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رای سے اور جبکہ اوس تصرف میں تسمیہ
اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور سمیں رای کی حاجت ہو اور توکیل بلفظ واحد نہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف
الوصیین کما سیجیٔ فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اوس صورت میں نافذ ہے جب کہ موکل نے دو شخصوں کو وکیل کیا علے التعاقب نہ ساتھ
ہی لفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ اگرچہ وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ نہوگا چنانچہ باب الوصایا میں آویگا و
فی خصومۃ بشرط رای الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر خصومت میں نافذ ہے بشرط شرکت رای وکیل ثانی کے
نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ھم خصومت میں تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہو کہ شور و شغب کا جوش
ہوگا مجلس قضا میں کذا فی الدرر منح الغفار میں عینی سے مذکور ہے کہ خصومت میں وکیل ثانی کی رای مشروط ہو تو اگر بدون رای ثانی کے مباشر
ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتھیا الی القبض فحینئذ جوہرۃ خصومت میں احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل
منتہی ہوں قبض کی طرف یعنی جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہیں یہاں تک کہ دونوں وکیل مجتمع ہوں کذا فی الجوہرہ و تعلیق معتاق
وطلاق بعینہ لم یعوضا بخلاف معوض وغیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق
میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے ھم عتق اور طلاق معینہ بلا عوض میں رای کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا
تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اوسمیں ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہیں وتعلیق بمشیئتہما ای الوکیلین
فانہ یلزم اجتماعہما عملا بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین ہے اسلئے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے
مصنف نے ھم چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں کو کہ تم اوسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا فعل شرط ہے اسواسطے
کہ دو وکیلوں کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شئے کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت وظاہرہ
عطفہ علی لم یعوضا انہا بعلم من العینی قالہ اسحق العبادۃ ولا قلنا بمشیتہما ذمتعبر میں کہتا ہوں اور ظاہر اعطف تعلیق مشیتہما کا

لم یوجد پر ہے چنانچہ عینی اور درر سے معلوم ہوتا ہے تو حق عبارت یوں تہا ولا علقا بمشیئتہما سو تامل کر ہم تو اب ترجمہ یوں ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین
نافذ نہیں مگر عتق معین اور طلاق معینہ میں جنکا بدلا نہیں لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیئت پر دونوں معلق کیے گیے وفی تدبیر ورد عین کودیعۃ
وعاریۃ ومغصوب وبیع فاسد خلاصہ اور بتصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر مدبر کرنے اور رد عین میں چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب
اور بیع فاسد کے پہیر دینے میں کذا فی الخلاصہ بخلاف استردادہا فلو قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شئ منہ وحدہ کا
سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور بیع فاسد کو پہیر لیگا تو اوسکے پوری کا تاوان دیگا یعنے درصورت
ہلاکی شئے مسترد بسبب نہونے امر موکل کے اوسمین سے کچہہ قبضہ کرنے کا تنہا یعنے موکل نے یہہ نکہا تہا کہ ایک وکیل تنہا بعض شئے پر قبضہ کرے
کذا فی السراج ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصۂ سوال یہہ ہے کہ شئے مسترد کے پوری تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یوں تہا کہ وکیل
پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شئے کے قبض پر مامور تہا خلاصۂ جواب یہہ ہے کہ اوسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نہ تہا بلکہ اجتماع
وکیلین امر تہا پہر جب اوس نے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اوسپر لازم آیا وفی تسلیم ہبتہ بخلاف قبضہا ولوالجیہ اور
تسلیم ہبہ یعنی موہوب میں احد الوکیلین کافی ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اوسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی الولوالجیہ وقضاء دین
بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے اداکرنے میں ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اوسمین انفراد کافی نہیں کذا فی العینی
ہم استرداد عین اور قبض ہبہ اور تقاضای دین میں ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اسمین موکل کی
غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا ایک شخص کے حفظ کی برابر نہیں وبخلاف الوصایۃ لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء
والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونیکے اور اسی
طرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کی تو یہہ چہہ چیزیں وکالت کے مانند ہیں تو ایک شخص کو دو شخصون میں سے
انفراد درتنہائی جائز نہیں کذا فی البحر ہم اشیا مذکورہ پانچ ہیں نہ چہہ تو شاید کہ شارح نے وصایت میں دو صورتیں شمار کی ہیں ایک صورت یہہ کہ دونکو
ساتہہ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیا مذکورہ میں رای اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہیں مثلا
بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ میں دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف الا فی مسئلۃ ما
اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اوس مسئلہ میں کہ واقف نے اپنے لیے
وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتہہ تو واقف کو نظارت یا استبدال میں انفراد جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی
الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادای دین کا وکیل خواہ ادای دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اوسپر زبردستی
نکیجائیگی ادائی دین میں بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہہ واقعہ کبہی فتوی طلب تہا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے
اوسپر اعتماد کیا ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اونہمین یوں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں اگر وہ باز رہے اوس فعل سے جسمین وہ وکیل
ہوا مگر تین مسئلون میں انتہے اور ملتقات میں علت اوسکی یہہ مذکور ہے کہ اس کا کرنا اوسپر واجب نہیں لیکن تنویر الابصار میں ہے کہ وکیل پر جبر
ہوگا دفع دین کا جب کہ اوسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر
علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا ادائے عدم
جبر وکیل کا مفاد یہہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادای دین کے واسطے تو اوسپر جبر نہوگا جیسے کہ جبر نہوگا
وکیل پر جبر نہیں مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنابر قول معتمد کے اور جبر نہیں عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے

یا زیادہ اوسکے ہاتھہ نہ پہنچنے پر کیونکہ وکیل انعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہی یعنی انعال مذکورہ اوسپر لازم لفعل نہیں الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ
بدفع عین ثم غاب او ببیع رھن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ
خلافا لما افتی بہ قاری الہدایۃ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جب کہ موکل نے اوسکو وکیل کیا دفع عین کا پہر موکل غائب ہوگیا
یا اوس مرہون کی بیعکا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہو یا بعد عقد رہن بیعکی شرط ہوئی قول اصح مین یا اوسکو وکیل کیا خصومت
مین مدعی کے طلب کرنیسے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوای قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہرا دلالت کرتا ہی کہ قاری
ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اوسکی فقط متن کے مسئلے مین ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے درصورت امر موکل بدفع دین
وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین شرح مذکور ہے کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فلذا قلت مین
کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہہ ہی کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اسکو ہم اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے متن کے تقاضے پر
انتہی مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہے کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اوسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ
اوسکو پہنچ گیا بدلا اوسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی الطحطاوی ولاتنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی وراجع تنویر
البصائر فلعلہ اوفی اور نہ بہولنا واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کے طرف کہ اوسنے پورا کہکر بیان کیا
ہم واقعۃ الفتوی یہہ ہی کہ جب وکیل ہوا دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اوسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھہ چار
مسئلے ہوئی خلاصہ تنویر البصائر یہہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضای دین پر اپنے مال سے تو اوسپر جبر نہین اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو
اوس پر جبر ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا
بنفسہ او مسافرا او مریضا ومخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے کہ وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر
یہہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض پردہ نشین ہو ہم یہہ مسئلہ کر رہوگیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہوچکا الوکیل لا یوکل الا باذن آمرہ لوجود
الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہیں کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز
ہوا کہ اوسکو تصرف مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی رای سے راضی ہوا اور لوگ رای مین مختلف ہوتے ہین اور مراد یہہ ہی کہ جس
کام مین وکیل ہوا [illegible] دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلا بیعکا وکیل دوسرے کو بیعین وکیل [illegible] کرسکتا
لیکن تقاضای ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہی اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ فوکل آخر
ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ اضحیۃ الخانیہ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جب کہ وکیل کو
دفع زکوۃ مین وکیل کیا سو اوسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی ہذا القیاس جو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی
تو جائز ہے اور یہہ جواز موقوف نہوگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الزاہدیہ جیسے موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے
پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوسنے جائز رکہی تو جائز ہے
اور نہیں تو نہین کذا فی الطحطاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن مالک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا
وکیل جب کہ وکیل کرے اوسکو جو اوسکی عیال مین ہے تو صحیح ہی کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ
لانہ یکون بلا اجازتہ لحصول المقصود درر اور ہر وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹہیرانے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز
ہی اسواسطے کہ وکیل اول کی اجازت حصول مقصود کے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ رای کے طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہی سو یہان حاصل ہے
بخلاف اوس صورت کے جب کہ وکیل اول نے ثمن ٹہیرا دیا اسواسطے کہ جب دوسرے شخص کے طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہوگیا کہ

غرض موکل اجتماع رای وکیلین سے زیادت منفعت اور ہوشیاری مشتری ہیں کذا فی الہدایہ والتفویض الی رأیہ کاعمل برأیک کالاذن فی التوکیل
الا فی طلاق وعتاق لانہما مما یحلف بہ فلا یقوم غیرہ مقامہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی رای کے طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے
یوں کہنا کہ عمل کر اپنی رای اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے میں مگر طلاق اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اسواسطے کہ طلاق
اور عتاق منجملہ ان امور کے ہے کہ ان سے قسم کہائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجای وکیل نہیں ہو سکتا کذا فی القنیہ یہہ حکم بنظر تفویض کے ہے
اور اگر وکیل کو صریحا اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل میں تو بلا شبہہ صحیح ہے کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیرہ بلا وبلا
اذن وتفویض نفعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے
غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اوسکو جائز رکہا
تو صحیح ہے اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول رای وکیل اول ہے سو یہاں حاصل ہے
الا فی ما لیس بعقد نحو طلاق وعتاق لتعلیقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اوس تصرف میں جو عقد
نہیں جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل اور جو اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کے شرط سے یعنی دونوں
تعلیق بشرط کی قابل ہیں تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے ولا ابراء عن الکاتب قنیہ
وخصومۃ وقضاء دین فلا تکفی الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیہ اور دین سے ابرا کرسکتے ہیں کذا فی القنیہ اور خصومت اور ادای دین
میں تو کافی نہیں حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک برخلاف خانیہ کے ہم خلاف خانیہ فقط خصومت میں ہے اسمیں یوں ہے کہ اگر وکیل
ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اوسی نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل
بیع کذا فی الطحطاوی ولو فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور
اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اوسکو وکیل اول نے جائز رکہا تو جائز ہے مگر خرید کرنے میں کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نہ ہوگا جب کہ وہ
نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر او التفویض فہو ای الثانی وکیل الامر وحینئذ فلا ینعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموت
الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنے موکل اول کا وکیل ہے اور
اس وقت میں وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونوں وکیل معزول ہونگے موکل اول
کی موت سے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب القضا میں وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ
من صنعہ بخلاف اعمل برأیک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل
صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق میں خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے
اس قول میں کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اوسکا معزول کرنا بھی اوسکی صنعت ہے بخلاف اس قول
کہ عمل کر اپنی رای پر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاوے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اوسکو اپنے نائب کا معزول
کرنا جائز ہے بدون صراحت کے کہ اوسکو معزول کرنا صریحا مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی کے وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکالۃ
وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر
اور دریافت کر کہ وکیل کو وکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں کرتی مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتوی ہے کذا فی زواہر
الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک
فی امر امرأتی فلا یتقید بہ درر کسی نے ایک مرد سے کہا کہ میں نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا

اوسکا مجلس مین یعنے اگر اوسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ یعنی تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین
تو طلاق مقید نہوگی اوسی مجلس کے ساتھہ کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اوس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ
فی حقہ حینئذٍ فاذا باع عبدًا او مکاتب او ذمی او حربی عینی مال صغیرۃ الحر المسلم او شرٰی واحد منھم بہ او زوج صغیرۃ
کذالک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اوسکا تصرف جائز نہین اوس غیر کے حق مین اوس
وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص ادنین سے بعوض اوس مال کے کچھ خرید
کرے یا نکاح کردے اسیطرح کی صغیرہ کا یعنی آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی
ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بہی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا لو
یکن الا یعمہا اذا الی الجد ابو الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ
اور صغیر کے مال مین اوسکے باپ کی ولایت ہے پہر باپ کے وصی کی پہر اوسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنیکا
پہر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہین ہے پہر دادا کے وصی کی پہر اوسکے وصی کے وصی کی پہر ولایت قاضی کی ہے پہر
اوسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا ہے پہر اوسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام و وصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضور
الاب او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور ماکے وصی اور بہائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین ماکے متروکہ مین
اور اسیطرح بہائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اوسکے وصی کے یا اوسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے
وان لم یکن واحد مما ذکرنا ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو ان اشخاص اربعہ مذکورہ سے تو اوسکو یعنے ماکے وصی کو ماکے متروکہ مین حفاظت
کی ولایت ہے ولہ بیع المنقول لا العقار اور ماکے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ غیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہے
کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری الا الطعام والکسوۃ لانہا من جملۃ حفظ الصغیر خانیہ اور ماکا وصی کوئی چیز خرید نکرے سوای
طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فی الخانیہ **فروع** مسائل لحقہ شارح کے وصی القاضی کوصی
الاب الا اذا قید القاضی نہ ولایتہ تقید بہ وفی الاب یعمم الکل عمادیہ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی وصی کو
ایک قسم کے تصرف مخصوص کیساتھہ مقید کرے تو اوسکا وصی ہونا اوسی قسم کیساتھہ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی
العمادیہ یعنی اگرچہ باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بہی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا ترجع حقوق
عقد باشراہ للیتیم الیہما بخلاف وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد ما بلغ یصح بخلاف
اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اوسکے امین کے طرف اوس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل ہین بخلاف
وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اوسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے یتیم کے اوس چیز کی ثمن کا جسکو قاضی یا اوسکے امین نے یتیم کیواسطے
بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے کہ قاضی اور امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ لوگ حقوق عقد سے
اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو انکا ضمان دینا اپنی ذاتون کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ یجوز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ توکیلا اور اشباہ
مین ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکو وکیل عقد کرسکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوای وصی کے کہ اوسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنی
واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے کذا فی الطحطاوی ہے کہا اشباہ کے حسن لکھنے پر حقق البوسعود کے حاشیہ کا ماسوا یہ تنبیہ یہ
وکیل کے موکل کا نفل ہے اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سوا وس نے اوسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ
شئ مامور سے بہرسے اور مامور لینے آمر سے اور وکیل آمر اول سے نہ لیگا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ **باب الوکالۃ بالخصومۃ**
والقبض یہہ باب ہی خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام مین ہم مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہا کے
بہی مسائل مذکور کئے ہین خصومت عبارت ہی دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہان یا نہین چنانچہ سابق مذکور ہوچکا وکیل الخصومۃ
والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر و بہ یفتی لفساد الزمان واعتمدہ فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضے کا
یعنی دین کے لینے کا مالک نہین قبض دین کا نزدیک زفر کے اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہین اور
بحر الرائق مین عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا کے معنے اخذ دین باعتبار اہل لغت کے ہی لیکن عرف مین تقاضا بمعنے مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف
مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب
بحر نے فتاوی صغری سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا مین عرف کا اعتبار ہے اگر ایسے شہر مین ہو جہان سوداگرون مین رواج ہو کہ تقاضا کرنیوالا
وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین منح الغفار مین سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی
الطحطاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضے کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح مغائر ہے
اوسکی حق کے واسطے وہ وکیل ہوا ورسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہی قبض کا
نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلتک لتقبضہ او کن رسولا عنی ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یون کہنا کہ ارسلتک لتقبضہ
مین تجھکو پیام رسان کیا یا یون کہنا کہ کن رسولا عنی یعنے تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہہ رسول مقرر کرنا ہے اور یون کہنا کہ مین
تجھکو امر کیا اوسکے قبضہ کرنیکا یہہ توکیل ہے برخلاف زیلعی کے زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکہما ای
الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہین خصومت اور قبض کا ملازمت عبارت ہی ساتہہ رہنے سے اسلئے کہ خصومت
اور قبض لازم نہین کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح جیسے وکیل صلح مالک نہین خصومت کرنے کا کذا فی البحر و وکیل قبض الدین
یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما لو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین
کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہین کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے
قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہین ہے اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا
سو ذو الید نے گواہ قائم کئے اسپر کہ موکل نے اوسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما وکیل
قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پہیرنے اور رد
بالعیب کا وکیل تو مالک ہی خصومت کا قبض کے ساتہہ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما
لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا وللآمر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم
یعنی موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کرے دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوای ایکدرم کے تو اوسکا قبض مذکور جائز
نہین موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہے لینے دین کا پہر لینا مدیون سے پورا اور اسطرح نہ قبض کرے
ایکدرم سوای ایکدرم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع منہ ثم برہن
المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ ذخیرہ تو اگر مدیون کے
گواہ نہون ادای دین موکل پر پہر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادای دین کا اور وکیل نے اوسپر قبضہ کیا سو اوسکے پاس تلف ہوگیا پہر مدیون

واسطے ابراء دینے کے موکل پر گواہ قائم کئے تو مدعیوں کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور ۔۔ تو موکل سے بہر لیگا جو اوسنے وکیل کو دیا اسواسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف موکل کے قبض کے مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لا یجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ ولا یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جب کہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہوگی مگر صرف تین صورتوں میں کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہو گیا ہو یہ اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جب کہ وہ باز رہا اوس سے جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں میں جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اوسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے ہم یعنی جو ضامن ہوا خصومت کا اوسپر جبر ہوگا اور تصویر اوسکی یون ممکن ہے کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اوسپر ثابت ہو سو مطلوب نے اپنے ہی کا اقرار کیا اور مطالب بہزار کا مدعی تھے تو ضامن سے خصومت کیجائیگی اوس مال میں جو مدعیوں پر ثابت ہوگا کذا فی البحر الرائق وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ہذا التوکیل فلو اثبت الوکیل المال لہ ای لموکلہ ثم اراد اخذہ فدفع المدعی فدفع لا یسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات میں اور اپنے حقوق کے لینے میں لوگوں سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اوسمیں جو موکل پر دعوی کیا جاوے تو یہ توکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اوسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اوسمیں وکیل نہیں کذا فی الدرر ھم تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوای حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کے رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہین وان انعزل الوکیل بہ ای بہذا الاقرار حتی لا یدفع الیہ المال ولو برہن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہو جاوے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائے گا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ موکل نے اوسکو وکیل کیا اس کا کہ خصومت کرے موکل کے جانب سے وہ موضع ہے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اوسنے ہیکی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہیں لیسکتا کذا فی الطحطاوی وکذا اذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزازیہ اور اسیطرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار مستثنی کر لیا اسطرح کہ مینے تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار میں وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ ھم بحر الرائق میں کہا خلاصہ یہہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونوں کا وکیل ہوگا ۲ یہہ کہ اقرار کو مستثنی کر لے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہہ کہ انکار کو مستثنی کرلے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایہ میں ۴ یہہ کہ خصومت جائز الاقرار میں وکیل کرے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہوگا ۵ یہہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار میں وکیل کرے اسمیں متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اقر عند غیرہ ای القاضی لا یصح ویخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثنا اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا تو اوس کا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر ھم صح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا جوہرہ اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر نہو جائے گا کذا فی البحر ھم طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اسپر کچھہ حق واجب نہوا سواسطے کہ ہر شخص حقوق پر قادر نہین سو اگر مخاصم اوس پر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نکریگا وبطل توکیل الکفیل بالمال

لئلا یصیر عاملاً لنفسہ اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہو جائے ہر صورت اسکی یہہ ہے کہ اگر ایک
شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اوسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو توکیل
صحیح نہو گی اسو اسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ٹہیرے یعنے وہ
ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہوگیا پس وکالت باطل ہوگئی کذا فے العینی کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ ای الدین
من نفسہ او عبدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح ویصح عزلہ قبل ابرائہ
نفسہ اشباہ جیسے صحیح نہیں توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اوسکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے کہ وکیل
جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جب کہ دائن مدیون کو ابراء ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے
اور صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل ابراءت کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فے الاشباہ ہم قولہ اذا وکل آیمین ضمیر فاعل سے
راجع دائن کے طرف اور مدیون بالنصب مفعول سے منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر وکیل کو ابراء نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے
اپنی ذات کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنیکے اسواسطے کہ وہ عمل کرنے والا ہے صاحب دین کے واسطے اوسکے دین کے اسقاط سے اور وکالت کی شرط
یہہ ہو کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہہ کہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہو لیکن جب یہہ معلوم ہوا تو شارح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت
باطل ہے بلاوجہ ہے مگر یہہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فے الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ او
وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالۃ کونہ قاضیا و مقتضیا قنیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا
وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال ہے کذا فے القنیہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل
کے ذمہ سے دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اوسکی توکیل کیون صحیح نہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی براءت نفس میں
اسواسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مرجاوے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہہ ہے کہ اگر دائن نے کسی کو اپنے مدیون سے دین
لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اوس وکیل کو اپنے طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہہ میرا اسباب بیچکر صاحب دین کا دین ادا کر سو اوس نے بیچا اور ثمن لیا اور وہ ضائع
ہوگیا تو مدیون کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اوسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور
بین کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالنفس والرسول و وکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح منہما لانہ لا ضمان علیہم
ستفادہ بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول لقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ اون کا تاوان
دینا صحیح ہے اسواسطے کہ ہر شخص اونمین سے سفیر اور معبر محض ہے تعنے حقوق عقود اوسکے طرف راجع نہیں جو اونکا ضمان صحیح نہو الوکیل
بقبض الدین اذا کفل صح وتبطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی لازوما فصلحت ناسخۃ قبض دین کا وکیل جب کہ ضامن ہو جاوے مدیون کا تو
صحیح ہے اور وکالت باطل ہو گی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ
ہوسکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس یعنے جب کہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہوگی
یہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلما صحت کفالۃ الوکیل بالقبض بطلت وکالتہ تقدمت
الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اوسی طرح جب کہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اوسکی باطل ہو جاویگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا موخر
ہو بسبب اوس دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اوسکی ناسخ ہوگی وکیل البائع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتری
لم یجز لما مر انہ یصیر عاملاً لنفسہ بیع کا وکیل جب کہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کے جانب سے تو جائز نہو گا اسواسطے کہ مذکور ہوا
وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنے اور شرط وکیل یہہ ہے کہ عامل لغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان

رجع لبطلانه وبدونه لا لتبرعه پہر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پہیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا
کیا تو مشتری سے نہ پہیر لے بسبب تبرع اور احسان کے ادعی انه وکیل الغائب بقبض دینه فصدقه الغریم أمر بدفعه الیه
عملا باقراره ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اوسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی
وکالت کی تصدیق کی تو اوسے سپرد ادای دین کا حکم کیا جائیگا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفای دین کا دعوی
کریگا یعنے بمجرد دعوے ایفای دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقه فی التوکیل فبہا وتمت والا امر الغریم بدفع الدین
الیه ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکاره مع یمینه پہر اگر غائب آیا سو اوس نے اوسکے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور جو
ہوا اور نہین تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادای اول کے اوسکے منکر ہونے سے قسم کے
ساتہہ ہم یعنے جب غائب نے قسم کہائی کہ یہہ شخص میرا وکیل نہین تو بسبب وکالت کو دین دینا فاسد ٹہیرا لہذا اوسے دوبارہ ادای دین لازم
ہوگا ورجع الغریم به علی الوکیل ان باقیا فی یده ولو حکما بان استہلکه فانه یضمن مثله خلاصه اور مدیون وکیل سے
دین پہیر لے اگر دین اوسکے ہاتہہ مین باقی ہو اگرچہ بقای دین حکمی ہو نہ حقیقی اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اوسپر ضمان مثل
لازم ہوگا کذا فی الخلاصه وان ضاع لا لعملا بتصدیقه اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اوسکو نہین لے سکتا اوسکی تصدیق پر
عمل کرنے سے یعنی جب اوس نے دین دیا اور اوسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹہیرا لہذا رجوع نہین کرسکتا الا اذا کان قد
ضمنه عند الدفع لقدر ما یاخذه الدائن ثانیا لا ما اخذه الوکیل لانه امانة لا تجوز بها الکفالة زیلعی وغیره مگر یون کہ مدیون نے
وکیل سے دین پہیر لے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اوسکے جسکو دائن دوسری بار لیگا نہ اوس مال کا جسکو وکیل نے
لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیرہ ہم بالضامنی کی صورت یہہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اوسکا وکیل
ہے لیکن میری خاطرجمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجہہ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی
کذا فی الطحطاوی او قال له قبضت منك علی انی ابرأتك من الدین وهو کما قال الاب للختن عند اخذ مهر بنته اخذته
منك علی انی ابرأتك من مهر بنتی فان اخذت البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا هنا بزازیه یا وکیل نے مدیون سے
کہا کہ مین نے تجہہ سے مال لیا اس شرط پر کہ مین نے تجہکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی
کے مہر لینے کے وقت کہ مین اسی شرط پر تجہہ سے لیتا ہون کہ مین نے تجہکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ
لیگی تو داماد باپ سے پہیر لیگا اسیطرح یہہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیه وکذا یضمنه اذا لم یصدقه علی الوکالة بل سکت او
التکذیب والتکذیب ودفع له ذلك علی زعمه الوکالة فہذه اسباب للرجوع عند الهلاك اوراسیطرح وکیل سے مال لے
کی جب کہ موکل اوسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اوسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دونون
سکوت اور تکذیب کو تو یہہ اسباب ہین رجوع دین کے جب کہ دین ہلاک ہوجاوے وکیل کے پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہہ کہ عقد الدفع
وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہہ کہ قبض کرے بشرط ابرای مدیون تیسرا یہہ کہ ضامن ہو در صورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل
هلاکه او دفعه لموکله صدق الوکیل بحلفه پہر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق ہوگی
وکیل کی قسم کے ساتہہ ہم تصدیق وکیل سوای مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوه المذکورة کلہا الغریم
لیس له الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ مین مدیون کو پہیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہین تا حضور موکل غائب
وان برهن انه لیس بوکیل او علی اقراره بذلك او اراد استحلافه لم یقبل لسعیه فی نقض ما اوجبه الثاني الا اذا

مدیون گواہ لایا اس پر کہ وہ شخص وکیل نہیں دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اوس اقرار پر یعنے عدم وکالت کے اقرار پر یا اوس نے وکیل سے قسم لینے کا
ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب کہ اسنے مدیون سعی کرتا ہے اوس چیز کے توڑنے میں جسکو اوس نے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہو غائب کا
اور دافع اوسکا پھیر لینا چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ لو برہن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بحر ہان اگر مدیون گواہ لاوے
اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہے اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہو تو برہان مقبول ہے کذا فی البحر یعنے اسواسطے مقبول ہے کہ نقض
موکل کے جانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان ثابت بالعیان کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی ولو مات الموکل و ورثہ غریمہ او وہبہ
لہ الدین او قائما ولو ہالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اوسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ
کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو اوس کا تاوان لے گا مگر جب کہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق
کر چکا ہو تو قائم مال کو لیگا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن وکلہ عینی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار
کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھاوے کہ اوسکو معلوم نہیں کہ دائن نے اوسکو وکیل کیا ہے کذا فی العینی قال انی وکیل بقبض الودیعۃ
فصدقہ المودع لم یؤمر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا میں وکیل ہوں قبض امانت کا سو امانت دار نے اوسکی تصدیق
کی تو اوسکو وکیل کے دینے کا حکم نہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے جیسے کہ کہا ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی
ہے اور یہاں مذہب مذکور ہے تو کچھ معارضہ نہیں ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا لما مر اور اگر امانت دار وکیل کو دیگا تو پھر واپس
کا اختیار نہوگا کسیطرح خواہ اوس نے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا المودع لو ادعی شراءہا من المالک وصدقہ
المودع لم یؤمر بالدفع لانہ اقر علی الغیر اور یہی حکم ہے اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکے
دینے کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر ہم یہ علت ہر دونوں مسئلوں کی ولو ادعی انتقالہا بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ
امر بالدفع الیہ لاتفاقہما علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق ولا بد من التلوم فیہما لاحتمال ظہور وارث غیرہ
نہر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانت دار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو اوسکے
دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق نہو اور نیز وارث سے انتظار ضرور ہے دونوں صورتوں
وارث اور وصیت میں دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کی احتمال سے یا دوسرے وصی کے احتمال سے ولو انکر موتہ او قال لا ادری لا یؤمر بہ مالم یبرہن
اور اگر امانت دار نے اوسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ میں نہیں جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جبتک وارث گواہ نلاوے موت پر
الایصاء کوکالۃ فلیس لمودع میت ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوی ایصا کا وکالت کے دعوی کے مانند ہے تو میت کے
امانتدار اور اوسکے مدیون کو جائز نہیں دینا ودیعت اور دین کا قبل اوسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی شخص ہی وصیت کا یا وکیل ولو کان وصی فدفع الی بعض
الورثۃ بری عن حصتہ فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعض وارث کو دیا یعنے سب دین یا تو مدیون فقط اوس وارث کے حصے سے
بری الذمہ ہو جاوے گا نہ باقی وارثوں کا مواخذہ اوسپر باقی رہے گا ولو وکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کان دفعہ
اولہ او ابراءہ او اقرارہ بانہ ملکہ دفع الغریم المال ولو عقارا الیہ ای الوکیل لان جوابہ تسلیم کالم یبرہن اور اگر ایک شخص کو قبض کا
وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اوسکے موکل کے حق کو ساقط کر دیوے چنانچہ اداء دین یا ابراء دین یا موکل کا یہہ اقرار کہ وہ مال میری
ملک ہے یعنے مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دیوے اگرچہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا ہے دین اور وکالت کا جبتک
گواہ نلاوے اپنے دعوے پر یعنی جب مدیون نے اداء دین کا دعوی کیا مثلا تو اوس نے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اوسپرد دینا لازم ہوا محقق
نے کہا کہ یہہ قول تعلیل ہو سکنے کے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جسکو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکورہ سے وکالت ثابت ہوئی اور اداء دین بحجہ

دعویٰ ثابت ہوا تو اُسکے حق میں تاخیر نہوگی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلاصۃ کذا فی الوجیز اور مدیون کو جائز
ہے کہ قسم لینا مثلاً ادای دین کے انکار میں موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی قسم میں بخلاف نزف کے ولو وکلہ بعیب
فی امۃ وادعی البائع ان المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل
النقض بخلاف ما مر خلاصۃ کذا فی البحر اور اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب میں وکیل کیا اور بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے
راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر رد بیع نکرے جب تک مشتری قسم کہاوے اور فرق اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں یہہ ہے کہ قضا یہاں فسخ
ہے کہ نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف مسئلے کے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کہ انکے نزدیک رد بیع ہوگا یعنے اگر رد بیع کے ہم قائل ہوں
تو قضا فسخ ٹھیریگی کیونکہ رد سے عیب کے اسطرح کا رد فسخ عقد ہوا اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے
نزدیک قضا نافذ ہے ظاہرا و باطنا دونوں میں بخلاف مسئلہ دین کے کہ اسمیں تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا
ظاہر ہو قسم نکہانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہاں باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم نہیں مگر بحجت تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ میں نہ ٹھیری
کذا فی الکافی فلو ردھا الوکیل علی البائع بالعیب بحضرۃ الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقا فی الاصح لان
القضاء لا عن دلیل بل للجہل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطنا نہایہ پہر اگر وکیل نے لونڈی پہیر دی بائع کو یعنی بحکم قاضی بحضور
موکل آیا اور اوسنے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح
میں اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہیں بلکہ نادانستگی رضامندی سے ہے پہر اوسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن میں کذا فی النہایۃ
والمامور بالانفاق علی اہلہ او بنائہ او القضاء لدینہ او الشراء او التصدق عن زکوتہ اذا امسک ما دفع الیہ ونقد من
مالہ ناویا الرجوع کذا قید المسئلۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعا بل یقع التقاص استحسانا فاذا لم ینوہ الخیریۃ
اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنای عمارت پر یا مامور ہو اوسکی ادای دین کا یا خریداری کا یا زکوۃ کے متصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے
وہ مال جو اوسکو موکل نے دیا اور وہ اپنے مال سے مال موکل کے موجود ہونیکے وقت رجوع کی نیت کرکے اسیطرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ پر
اشباہ میں یعنی زکوۃ میں اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہوجائے گا بطریق استحسان کے جبکہ مامور نے اوس مال کو غیر موکل کے
طرف نسبت کیا ہو یعنی جب خرچ کیوقت یوں کہا ہو کہ یہہ میں اپنے مال سے دیتا ہوں بلکہ موکل کے طرف نسبت کیا ہو یا مطلقا دیا ہو ہم رجوع کی نیت
یوں ہو گی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اوسکو عوض ٹھیرا دے اوس مال کا جو اوسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طوعا دی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی قید فاسد ہے
اقتضی ما یعنی فلو کانت وقت نفاذہ مستہلکۃ ولو اخر فیہا لم ینبغی ان یضمنہ او اضاف العقد الی دراہم نفسہ فیتبرع وصار مشتریا
لنفسہ متبرعا بالاتفاق لان الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایہ وبنا زیلعی پہر اگر مامور کے خرچ کرنیکے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہو چکے تھے
اگرچہ انکا بدل مامور کے دین ذاتی کی طرف صرف کیا ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کیطرف نسبت کیا ہو یعنی یوں کہا کہ خریدو
اسکے وقت حال کہ میں اسکو اپنے دراہم سے مول لیتا ہوں تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھیر جائیگا اور اہل و عیال کے
خرچ کرنے میں متبرع اسیطرح ہو جائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نکرسکیگا اسواسطے کہ درہم وکالت میں متعین ہو جاتے ہیں کذا فی النہایۃ
والبزازیۃ ثم انفاق کے بابت شراء اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق میں صریح ہے جبکہ وکالت میں دراہم متعین ٹھیری اور قبل انفاق یا قبل شراء ہلاک
ہو گئی تو وکالت باطل ہوگی پہر اگر مامور خرچ کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہیں لیسکتا کذا فی الطحطاوی نہر فی الملتقی لو امرہ
ان یقبض من مدیونہ الفا ویتصدق بہا فتصدق بالفہ لیرجع علی المدیون جاز استحسانا تاتارخانیہ ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا
کہ میرے مدیون سے ہزار درہم لے اور صدقہ کر دے سو اوسنے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پہر لے اوسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے

هم بحر الرائق مین بهه روایت منتقی بالنون کیطرف منسوب ہی اور سہو طبع در المختار کے بعضے نسخون مین سے اور سہو طبع منح الغفار مین ہے بلا استدراک ابد
دو۔ اوسکی بیہہ ہی کہ جو درا ہم کہ مدیون پر دین ہین گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال
ان مال الیتیم غائب فھو ای الوصی کالاب متطوع الا ان یشھد انہ قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ
وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا
اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اوسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہی مگر یہہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کرلے اسکو کہ وہ
خرچ کرنا بطریق قرض کے ہے یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اوسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہے کہ وصی کا
قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ہم غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر
ہوگا تو بطریق اولی متبرع ٹھہریگا **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر۔ وکالت مجردہ یعنے
جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہے وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اوسکا درر مین ہے ہم درر مین صغری سے منقول ہے کہ قبض دین کے
وکیل نے جب کہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سو اوس نے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ
لانا چاہے تو مقبول نہین یعنی قاضی اسکو ساعت نکریگا انتہے بقدر الضرورۃ وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہے توکیل بیع سلم کرنے مین ہم صورت
اوسکی یہہ ہی کہ کچھہ روپیہ کسی آدمی کو دیا کہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا بقبول
عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپیے لے طعام کے عوض مین سو وکیل نے روپیے
لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور روپیے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی
پہر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظر ان یسلم من ریعہ فی زیت وحصیر تو وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کرے وقف کی محاصل
مسجد بابت تیل اور چٹائیون مین ہم یعنی اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوے اور اوسنے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل
مین یا فرش کیواسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور توکیل بالسلم صحیح ہے ولیس لہ ان یوکل بہ من یقبلہ
بجعلہ اینا علی القریۃ فیامرہ بعقد السلم ویتسلم منہ علی ما قررہ لہ باطنا لانہ وکیل الواقف والوکالۃ امانۃ لا یصح بیعہا وتمامہ
فی شرح الوھبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اوس شخص کو جسکو اوسنے امین مقرر کیا ہے قریہ وقف پر کہ اوس کو امین کرکے ناظر
امین کو عقد سلم کا امر کرے اور اوس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہو اور راس المال سلم کا اوس امین سے لے باطن مین بعوض اوس کے جو ناظر
واسطے مال وقف سے مقرر ہوا ہے اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہی جسکو بیع کرنا صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح
وہبانیہ مین ہے ہم امین کو جو بابت ارض وقف مین بعقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز
نہین کہ ناظر وقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے تصرف کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھہ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اوس نے وکالت کو
بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً **باب عزل الوکیل** یہہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ
من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلھا خیار شرط وکالت اون عقود مین سے ہے جو لازم نہین جیسے عاریت تو وکالت
مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ہم عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہے تا صاحب خیار فسخ عقد کرسکے اور وکالت جو عقد غیر لازم ہے تو اوس مین
خیار شرط کی کچھہ حاجت نہین ولا یصح الحکم بہا مقصودا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت
وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ہوتا وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا اگر در ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہے
قبل سبب سے عقد سبیل الذرا در زمین سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا منکر تو وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہ یہہ ہی کہ

متبادر

باب عزل الوکیل

حکم سے وکالت لازم ہو جاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعاً غیر لازم ہے یہ مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ قول میں قال الموکل
العزل الا متی تعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجیء تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب
چاہے تا وقتیکہ اوس سے حق غیر متعلق ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا
کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ کو معزول نہیں کر سکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غائب ہے تو اوس کا حق فوت ہو جاوے اور اگر مدعا علیہ موجود
ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہیں موکل کو اوسکے معزول کرنے کا اختیار ہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق وخلع
[illegible] فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہیں اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق میں بنابر
[illegible] اور عنقریب اسکی تفصیل آویگا یعنی دائر رہنا ہے وکالت دوری یہہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ
جب میں تجکو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت
وینعزل قبل العلم موکل کو معزول کا اختیار بشرط معلوم ہونے وکیل کے ہے عزل قصدی میں علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل
کی موت میں تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جاویگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو علق العزل
قبل وجود الشرط فی المعلق بہ ای بالشرط علیہ بقی شرح وہبانیہ اگرچہ اوسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اوس وکالت میں جو
معلق بشرط ہے یہی قول کا فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ ویثبت ذلک ای العزل مشافہۃ بہ وبکتابۃ مکتوب بعزلہ وارسال رسول
ممیز عدلا کان او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وکیل کا معزول
کرنا مشافہۃ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزولی کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق
آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اوسکی تصدیق کرے رسالت میں یا تکذیب کرے جیسے کہ مصنف نے اپنی شرح میں متفرقات قضا کے مسائل میں
ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول ان الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ
عزل ثابت ہوتا ہے جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تجکو تیرے معزول کر دینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤں ولو
اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عدد او عدالۃ کاخواتہا المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی
معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہے ثبوت عزل میں شہادت کے دو جزو ان میں سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کے چنانچہ اسکے مانند اور مسائل میں
جو اول مذکور ہو چکے ہیں ابواب متفرقہ میں ایک جز شہادت کا شرط ہے ہم اخوات سابقہ یہ اخبار مولی بجنایت عبد اور شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا اور باکرہ کو
نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر واسطے مشتری کے اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر
ان سب امور مذکورہ کی اخبار میں شہادت کی شرط ہے کہ یا دو شخص خبر کریں یا ایک عادل وقدمنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور ہم نے
مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اوسکی خبر مقبول ہے اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من
الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونوں طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ
ولشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شیء بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم
موکلہ خصومت کے وکیل اور شئے معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق
اور مال موکل کی بیع اور شئے غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ اوسکا موکل
اوسکو نہ جانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاض ووالی وامام نفسہما والا لا کما بسطہ فی الجواہر اور ایسے ہی دانست بادشاہ کی
قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنیکی شرط ہے ورنہ نہیں تو معزولی ثابت نہیں چنانچہ جواہر الفتاوی میں اسکو مشرح بیان کیا ہے یعنی اگر قاضی نے

آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عیدنے آپکو امامت سے معزول کیا تو یہہ صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکلہ بقبض الدین علک عزلہ
ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کیونکہ اگر وکیل کیا کسیکو بقبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہوگا اگر اسکو
موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ
اوسکے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہوجاتی ہے ہم تعلق حق مدیون یوں ہے کہ اگر معزولی بلا علم مدیون صحیح ہوتو
مدیون معرض فریب خوردہ ہوجائے گا درصورت ادای دین لوکیل الا اذا علم بہ بالعزل المدیون فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ
مگر جب کہ مدیون معزولی کو معلوم کرجاوی تو اب اسوقت میں وکیل معزول ہوجائے گا پہر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفع
المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ برئ وبعدہ لا لدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو
دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہوگیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہو گا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنے
جب اوسکو معلوم ہوگیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پہر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہو گا کیونکہ اوس نے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے
دینے سے دین ادا نہیں ہوتا ولو عزل العدل الموکل ببیع الرہن نفسہ بحضرۃ المرتہن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ
بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اوس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا مرہون کی بیع کرنے کے واسطے
اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہوگیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اوسکے
اور اسیطرح سے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہوچکا عنقریب ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت
وکیل کی بمقتضای غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح
لانہ لاحق لہا فیہ ولا فی لہ کلما عزلتک فانت وکیلی یعزلہ بکلما وکلتک فانت معزول عینی اور نہیں ہے اوس قسم سے جسمین
حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اوسمین کچہہ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور
سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے بسبب اسکے معزول ہوتا ہے اس قول سے کہ ہر بار کہ مین تجھکو وکیل کرون
تو تو معزول ہے کذا فی العینی ہم طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی میں اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اوسمین حق وکیل متعلق نہیں
وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیت توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل بحر کجحود الموکل بقولہ لما وکلتک لا
یکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشی فقد عرفت تہاونک فعزل زیلعی اور وکیل کا یوں کہنا بعد قبول کے
کے موکل کے سامنے کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کردیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یوں انکار کرنا کہ مین نے
تجھکو وکیل نہیں کیا معزول نہو گا مگر یہہ کہ موکل وکیل سے یہہ کہے کہ واللہ مین تجکو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سو البتہ مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم
کی تو عزل ثابت ہوگا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان الجحود عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک
لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو اوس پر محمول کیا ہو جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت
کرے ترک وکالت پر ہم یعنی انکار موکل اوس صورت مین عزل ہے جب کہ وکیل بہی وکالت کو چہوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ
وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایۃ لا ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا
ثابت کیا ہو اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہو اور وجہ اوسکی یوں بیان کی ہے کہ ماورای نکاح کے انکار فسخ ہوتا ہے پہر
قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم اور اسیطرح حموی نے
اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہو کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر مین ہو کہ یہہ رجوع نہین

تو اسمین دو روایتین ہین اور اسیطرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت اور جحود وصیت یا بعین ہیستا جرتین مین خلاف ہی
اور صحیح یہ ہی کہ جحود رجوع ہے اسواسطے کہ جحود فسخ ہی انتہےٰ علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت مین ہے یا سب مین انتہی اور
ظاہر اسبیع کی تصحیح تبادر ہو چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی مؤید ہو کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنہایۃ الشیٔ الموکل فیہ کما لو
وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فزوجہا الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہی وکیل بدون معزول کرنیکے اوس
چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اوسپر بذات خود قبضہ کرلیا یا اوسکو نکاح کا
وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھہ نکاح کردیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی
عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران کما فی الاختیار وغیرہا اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھہ بیع کی اور معلوم نہین کہ
پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری بیعین شریک ہونگے اور مختار ہین چاہین بیع قائم
رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدہما وجنونہ جنونا مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر
وغیرہا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہرا وبہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان فی فصل فیما
یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہی وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کے مرجانے
سے اور اوسکے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہے مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا
ہی اور اسیکا فتوی ہے اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہے اور قاضی خان نے اوس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ
کا قول قرار دیا ہی اور یہہ کہ اسی قول پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مطبق بالکسر کا لفظ مستوعب ہی اور بعضون کے نسخے دائم تفسیر کیا ہی بحر الرائق مین
مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بفتح با بولتے ہین وبالحکم بلحوقہ مرتدا ولا تعود بعودہ مسلما علی المذہب وکذا بافاقتہ بحر اور وکیل
معزول ہوجاتا ہی وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پہر وکالت عود نہین کرتی اوسکے پہر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ اوسکے
جنون جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر ہم معنے جب کہ مرتد ہوگیا پہر وکیل پہر دار الحرب جا کر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب کا حکم کردیا
تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسیطرح وکالت مرتد بہی موقوف ہی اگر مسلمان ہوگیا تو
نافذ ہے اور اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ
لا تبطل بہذہ العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراہن العدل او المرتہن ببیع الرہن عند حلول الاجل فلا ینعزل
بالعزل ولا بموت الموکل وجنونہ اور شرح مجمع مین کہا جانو کہ وکالت جب لازم ہوتی ہی تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلا جب راہن نے
شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت آنیکے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنیسے اور موکل کی موت اور اسکے جنون سے ہم مرتہن عطف ہی عدل پر اور راہن پر اوسکا عطف کرنا صحیح نہین ہے
کہ مرتہن بیچنا مالک نہین کذا فی الطحطاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزل بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ
او الطلاق بزازیہ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے
کذا فی البزازیہ ہم یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اوسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت والحاصل کما فی
البحر ان الوکالۃ ببیع الرہن لا تبطل بالعزل حقیقیا وحکمیا ولا بالخروج عن الاہلیۃ بجنون وردۃ وفیما عداہا من اللازمۃ تبطل
بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاہلیۃ قلت فاطلاق الدرر فیہ نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے کہ
بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت وکیل سے بسبب جنون اور
ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت سے خارج ہوجانے سے

مین کہتا ہون قدوری کے طلاق مین بحث ہے هم دوسری مین یون کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہین ہوتا انتہے اور تعلق حق غیرکا بالخصومۃ بالتماس طالب کو بہی شامل ہے اور حالانکہ اسمین ایسا حکم نہین کذا فے المنح وینعزل بافتراق احد الشریکین ولو بتوکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل حکمی اور وکیل معزول ہوجاتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل الثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہوا سواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے هم طلاق مین سہکو شامل ہے کہ دونون شریکون مین افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہوجاوے قبل خریدنے کے تو شرکت ضمنی کہی باطل ہوگی اور سب کو شامل ہے کہ دونون یا ایک [illegible] تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول رہیگا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] وہ وکیل مقرر ہوا اور کل کہ الیسے تصرف [illegible] اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہین ہوا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی [illegible] تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے هم موکل کے جس تصرف کے ساتھہ وکیل تصرف نہین [illegible] باقی نہین رہی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پہر اوسکو موکل نے خود آزاد کردیا یا اوسکا مکاتب کیا [illegible] کا وکیل کیا سو آپ نکاح کرلیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اوسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی [illegible] گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کرلیا ولو [illegible] وقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہوگیا یا دار الحرب مین لاحق ہوا تو اوسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جبتک عدت باقی ہے هم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہے کہ اگر زوج مرتد ہوجاوے تو وکیل کی طلاق مرتد پر تا بقای عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اوسکی موت کے ہے انتہے تو شارح کے کلام مین لحوق اوس لحوق پر محمول ہے جسپر قاضی کا حکم نہین ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اوس لحوق پر جسپر حکم ہوگیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فے الطحطاوی وتعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ اور باقی ہے وکالت جب کہ موکل کیطرف اوسکی قدیم ملک پہر آوی چنانچہ ایک شخص کو بیچنے کا وکیل کیا سو اوسکو بیچ ڈالا اور پیچہے موکل نے پہر وہ چیز پہیر دی گئی موکل کو اوس سبب سے کہ وہ فسخ ہی چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہے گا اپنی وکالت پر اذ بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پہر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دیسکتا ہے بخلاف ما لو جدد الملک بخلاف اوسکے اگر ملک جدید حاصل ہو هم چنانچہ ایک چیز کی بیچنے کا وکیل کیا پہر آپ اوسکو بیچ ڈالا پہر اوسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نکریگی اسواسطے کہ یہان قدیم ملک نے عود نہین کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی

فروع مسائل متفرقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکتب الیہ فالم یصلہ الکتاب ملتقط مین ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکہہ بہیجی تو معزول نہوگا جبتک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنے اسواسطے کہ یہہ عزل قصدی

ہوا اسمین علم وکیل شرط ہو اور علم خلاف ثبت نہ ہو وکل غائبا ثم عزله قبل قبوله صح و بعده لا وکیل کیا شخص غائب کو پہر اوسکو معزول کیا قبل اوسکے قبول کرنیکے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہے اور بعد قبول صحیح نہیں بدون علم کے درصورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیه دراهم لیدفعها الی انسان فدفعها وکیل ضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو اتنا کہ تا ادہر آدمی کو دے جو اوسکو درست کرے سو وکیل نے اوسکو دیا اور بہول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل دینے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ اوسنے موافق اوسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اوسکی ثابت نہیں ابرأ ماله علیه برئ من الکل قضاء واما فی الآخرة فلا الا بقدر ما یتوهم ان له علیه صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اوس دین سے جو اوسپر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ نہوگا مگر بقدر دین کے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہے کہ اوسکا اتنا ہے اور یہ حکم اسنے مجملا اوسکے دین معاف کر دیا لیکن اوسکا گمان یہ ہو کہ بیس درم ہین پہر ظاہر ہوا کہ اوسکے سو درم ہین تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہوگیا بدلیل اطلاق براءت اور عند اللہ فقط بیس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه قال لمدیونه من جاءك بعلامة كذا او من اخذ اصبعك او قال لك كذا فادفع الیه لم یصح لانه توکیل مجهول فلا یبرأ بالدفع الیه اور اشباہ مین ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آدمی فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجہسے فلانی بات کہے اوسکو دیجیو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہوگا اوسکے دینے سے وفی الوهبانیة ومن قال اعط المال قابض خنصری فاعطاه لم یبرأ وبالمال یخسر اور وہبانیہ میں ہے اور جسکے واسطے کہا کہ وہ مال جو میری چھنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اوسکو تو مدیون بری الذمہ نہوگا اور مال میں اوسکو خسارہ ہوگا یعنی دوبارہ اوسکو دینا پڑیگا سه و بعه وبع بالنقد او بع لخالد فخالف الی التغییر قالوا اینجو التغییر اور جس کسی نے کہا بیچ اوسکو اور بیچیو نقد یا یون کہا کہ بیچ اوسکو اور بیچیو خالد کے ہاتھہ سو وکیل نے اوسکے خلاف کیا یعنے اوسکو بدل دیا تو اوسمیں تغییر کیا تو علماء کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے ہم بعه وبع بالنقد یہ ایک ہی صورت ہے ولفظ و بع لخالد یہ دوسری صورت ہے وکیل کو خلاف مذکور اسواسطے جائز ہی کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضاربت سے کہا کہ یہ مال ببلاد مضاربت کرے اور اوسمیں گیہون خرید کرنا تو اوسکو غیر خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کلام مشورہ ہے اور اسکا بخلاف اس قول کے کہ بعه بالنقد یا یون کہا کہ بعه من فلان تو اسکو خلاف کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ سه وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم کذا قول رب المال ان قال یحجر اور مال کے دینے مین وکیل کا قول مقدم ہے اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اگر خصم یعنے موکل پر حجر کیا جاوے گا هم صورت اسکی یہ ہی کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا اگر اوسنے میرے ادا کر سو وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچہہ اوسنے نہیں دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے مین یعنے وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اوسنے صاحب دین کو نہین دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مجہکو نہین پایا لیکن یہ فقط درحق براءت ہونے درحق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم قبض حق مین اور موکل سے نہ برئ کی حق اوسکا سو لایا جاوے گا تب اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاوے سو اگر اوسنے قسم کہا ہی تو قبض دین ثابت نہوا اور اگر قسم نکہائی تو حق اوسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاوے کذا فی الطحطاوی سه ولو قبض الدلال مال المبیع کی یسلمه منه وضاع کیف لا یسطر اور اگر دلال نے مال بیع سے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا تو دلال اور بائع مین نصفا نصف کیا جاوے ہم یعنے مضاربہ انصاف ہوگا درمیان دلال اور بائع کے یہ حکم کہا اور تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہین اور نہین تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے پہر لے تاوقتیکہ دلال اوسکا فرستادہ نہو بائع کے طرف ثمن جو پہنچانے مین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم و نستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوی

یہ کتاب ہی دعوی کے احکام میں لا یخفی وجه مناسبتها الوکالة لان الخصومة فی الدعوی سبب دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین

کتاب الدعوی

هم مناسبت یہہ ہے کہ خصومت کے وکیل کو دعوے کی طرف حاجت ہے بلکہ گاہ ہے بغیر خصومت کا وکیل بھی دعوے کی طرف حاجتمند ہوتا ہے ہی کتاب الدعوی
تو لا یقصد به الانسان ایجاب حق علی غیره لغت میں دعوی وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے تو اسمیں بلا قید منازعت
ومسالمت اور اسمیں دفع عن حق نفسه سے کچھہ تعرض نہیں والفها للتأنیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اوسپر
تنوین داخل نہیں کی جاتی وجمعها دعاوی بفتح الواو کفتوی وفتاوی درر اور جمع دعوی کی دعاوی ہے بفتح واو جیسے فتوی اور فتاوی ہے کذا
فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرها ایضا فیهما محافظة علی الف التأنیث فلکن مصباح العلوم میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں
یعنی دعاوی اور فتاوی میں الف تانیث کی محافظت کے واسطے هم عبارت مختلف ہے مصباح میں یون ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہے اسواسطے
کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی ملخصا وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد به طلب
حق قبل غیره یخرج الشهادة والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعوی عبارت ہے اوس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اوس سے طلب حق اپنی
غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار هم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی
کے روبرو دعوی مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اوس سے
اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسیطرح اقرار بھی ودفعه ای دفع الخصم عن حق نفسه دخل دفع دعوی التعرض فتسمع به یفتی بزازیة
دعوی عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمیں داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا اسی قول کا فتوی
ہے کذا فی البزازیه هم دفع تعرض کی صورت یہہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اوسکے دفع تعرض کا مطالب ہون
تو یہہ دعوی مسموع ہے قاضی اوسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اوسکے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جائے اور جب اوسکو حجت
ملے تو تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیة بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیة هم صورت
اوسکی یہہ ہے کہ قاضی کے پاس جاوے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھہ پر کچھہ ہو تو دعوی کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اوس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوی میں اسواسطے
کہ وہ صاحب حق ہے کذا فی الطحطاوی وهذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہہ یعنی تعریف دعوی میں او دفعه عن نفسه کا قول
زیادہ کرنا اوس وقت ہے جب کہ تعریف مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجئے هم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی جیسا کہ دفع کو تعریف شامل
نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنیکی حاجت ہوئی تا دفع بھی دعوی کی تعریف میں داخل ہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہے
اسواسطے کہ دفع عدمی نہیں ہے کیونکہ دفع سے کف المنازعة مراد ہے فلو ارید ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لهذا القید سو اگر حق سے
وہ ارادہ کیجئے جو کہ وجودی اور عدمی دونون کو شامل ہو تو اس قید کے زیادہ کرنے کی حاجت نرہی والمدعی من اذا ترک دعواه ترک ای
لا یجبر علیها اور مدعی وہ شخص ہے کہ جب وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چھوڑا جاوے یعنی حاکم اوسے زبردستی دعوی نکروادے والمدعی علیه بخلافه ای
یجبر علیها اور مدعا علیه وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنی جو ترک خصومت سے چھوڑا نجاوے بلکہ اوس سے زبردستی خصومت کروائی جاوے فلو فی البلدة
قاضیان کل فی محلة فالخیار للمدعی علیه عند محمد وبه یفتی بزازیة ولو القضاة فی المذاهب لا رجح علی الظاهر وبه افتیت مرارا
پھر تو اگر ایک شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک قاضی ہو علیحدہ محلہ کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے حاضر ہو محمد کے نزدیک اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی البزازیه اگرچہ وہان چار دن مذہب کے قاضی ہون بنابر قول ظاہر کے اور اسیکا میں نے فتوی دیا ہے کئی بار کذا فی البحر هم علامہ شرنبلالی
نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنی مدعی کو اختیار ہو اسواسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی اور مدعا علیه
کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایة لقاضیین فالامر علی التساوی فالعبرة للمدعی علی نعم لو امرا ان یشتغلا ان بالمجابة المدعی
علیه لکن فی اعتباره لعزله بالنسبة الیها کما مر اگر کہا مصنف نے اپنی شرح میں اور اگر دو قاضیون کی بابت دو کی ولایت ہو برابر جمیع محلہ

شہر میں تو مدعی کا اختیار ہے ہاں اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اوسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب بدل ہونے اوس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے
پسند نہیں کیا اس دعوی کی سماعت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضا قید پذیر ہے کذا فی البحر الرائق قلت و هذا الخلاف فیما اذا کان
کل قاض علی محلّة علیحدة اما اذا کان فی المصر حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی فی مجلس واحد و الولایة واحدة فلا ینبغی ان یقع
الخلاف فی اجابة المدعی لما انه صاحب الحق کذا بخط المصنف علی هامش البزازیة فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ خلاف محمد اور ابو یوسف کا
اوس صورت میں ہے جب کہ ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حاکم ہو اور جب کہ شہر میں حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس میں ہوں اور ولایت ایک
یعنی حکومت عامہ ہو تو لائق نہیں کہ اجابت مدعی میں خلاف واقع ہو اسواسطے کہ بلاشک مدعی ہی تو صاحب حق ہے اسطرح لکھا ہے مصنف نے
خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتحاد مجلس قید نہیں بلکہ عموم ولایت پر مدار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا
تو خوب ہوتا و رکنها اضافة الحق الی نفسه لو اصیلا و الی علیه کذا او اضافته الی من ناب المدعی منابه کوکیل و وصی عند النزاع
متعلق باضافة الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کے طرف نزاع کے وقت اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میرا مال اوسپر آتا ہے یا نسبت
کرنا حق کا اوسکے طرف جسکے مدعی قائم مقام ہے مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہے و اهلها
العاقل الممیز ولو صبیا لو ماذونا فی الخصومة و الا لا اشباه اور دعوی کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار باتمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اوسکے ولی نے
اوسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوی نہیں کذا فی الاشباه و شرطها ای شرط جواز الدعوی مجلس القضاء
و حضور خصمه فلا یقضی علی غائب اور دعوی کی شرط یعنی جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اوسکے مخاصم کا تو حکم نکیا جاے
مدعا علیہ غائب پر و هل یحضره بمجرد الدعوی ان بالمصر و حیث یثبت بمنزله نعم و الا فیحضره او یکلف علیه اور کیا قاضی
مدعا علیہ کو مجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اوسی شہر میں شہر سے باہر ہو اسطرح پر کہ جواب دہی کرکے اپنے گھر رات کو جا پہونچے تو ہاں مجرد
دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اوسکو نہ بلاوے تاوقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کہاوے کذا فی البزازیہ ہم مدعا علیہ جسکے حضار میں دو قول ہیں بعضوں کے
نزدیک احضار نہیں مگر بعد شہادت اور بعضوں کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہ گواہی مدعا علیہ کے بلا حضور کے اور ایسلئے ہم نہ حکم دینے کے واسطے ہے
کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیوں کا عمل برخلاف اوسکے ہے کہ مجرد دعوی مدعا علیہ کو طلب کرتے ہیں اور دریافت نہیں کرتے کہ دعوی صحیح ہے یا فاسد
اور بسبب اونکی غفلت یا جہالت کے کلام ہے کذا فی الطحاوی و تعلم صحة المال المدعی اذ لا یقضی بمجهول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا
اوس مال کا ہے جسکا مدعی ہے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہیں دیا جاتا و لا یقال مدعی فیه و به الا ان یقرن الانتفاع و الا ان عاکره علیه
اور مدعا بہ نہیں کہتے مگر جیسا کہ فی انفاذ المعاملات اسکے متضمن ہے تو ابے مدعا بہ بولنا درست ہے ہم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہیں اگر تحقیق
ہیں مگر یہ مشہور ہے تو وہ درست ہے سوا اسکے کذا فی الحموی و شرطها ایضا کونها ملزمة شیئا علی الخصم بعد ثبوتها و الا کان عبثا اور
بہی دعوی کی شرط ہی ہونا دعوی کا لازم کرنیوالا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر لازم نہو تو وہ بے فائدہ ہوتا ہے جب لازم ہوتا
دعوی کی شرط ٹہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر وکیل کا دعوی کرنا صحیح نہیں امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر و کون المدعی مما یحتمل الثبوت
فدعوی ما یستحیل وجوده عقلا و عادة باطلة لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقوله لمعروف النسب او لمن لا یولد مثله لمثله
هذا ابنی و لظهوره فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمة علی آخر انه اقرضها ایاه دفعة واحدة او غصبها منه
فلا یسمع اصلا ذکر ذلك ابن نجیم فی الفوائد الزینیة اور دعوی کی شرط ہی ہونا اوس چیز کا جسکا دعوی کیا اوس قسم سے جو محتمل
الثبوت ہو تو اوس چیز کا دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی میں چنانچہ یوں کہنا
معروف النسب کو یہ میرا بیٹا ہے یا اوسکو بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اوس جیسے آدمی سے پیدا نہیں ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی میں [illegible]

له [illegible] الدعوی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

مفلس مشہور کا دعوی اموال عظیمہ کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اوس نے اوسکو مال قرض دیا ہے ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اوس سے غصب کر لیا تو ظاہر ہے یہ دعوی غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہے ابن الفرس نے فوائد بدریہ میں وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم ای ہو المدعی علیہ بلا او بنعم حتی لو سکت کان انکارا فتسمع البینة الا ان یکون اخرس اختیار وستحقیقہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہیں یا ہان کرکے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہیں بولا نہ ہان تو یہہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اوسکا سکوت انکار نہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے۔ یعنے قضیے بنگولہ کی شرح میں وسببہا تعلق البقاء المقدر بتعاطی المعاملات اور دعوی کا سبب متعلق ہونا بقا مقدر کا ہے معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات میں زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذلک جاری ہے تو دعوی کرنا اوسی قسم سے ہے جو بقاء عالم مکلفین کا مقتضی ہے اسواسطے کہ اگر دعوی نہ کیجئے تو اکثر حقوق ضائع ہوجائیں فلو کان ما یدعیہ منقولا فی ید الخصم ذکر المدعی انه فی یده بغیر حق لاحتمال کونه مرهونا فی یده او محبوسا بالثمن فی یده لو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہو تو مدعی یہہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ میں ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اوس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ میں یا یہہ کہ محبوس ہو واسطہ ثمن کے ہو اوسکے پاس وطلب المدعی احضاره ان امکن نعلی الغریم احضاره للاشارة الیه فی الدعوی والشهادة والاستحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اوسکے حاضر کرنیکا اگر اوسکا لانا اوسکا ممکن ہو بے مشقت تو مدیون پر حضار اوسکا واجب ہے تا اوسکے طرف اشارہ کیا جاوے دعوی اور شہادت اور استحلاف میں وذکر المدعی قیمتها ان تعذر احضار العین بان کان فی نقلها مؤنة وان قلت ابن کمال معزیا للخزانة اور مدعی اوسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو حضار عین کا اسطرح کہ اوسکے لانے میں مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت خزانہ کرکے ہم کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ میں ہے ہلاک عین میں تو شارح کا یہان اسکو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحطاوی وہلاکہا او غیبتہا لانه مثله معنی قیمت بیان کرے اگر حضار اوسکا متعذر ہو اوسکے ہلاک ہوجانے سے یا اوسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اوسکی مانند ہے اوسکے باعتبار معنے کے یعنی قیمت اوسکی مماثل معنوی ہو وان تعذر احضارها مع بقائها کرحی وصبرة طعام وقطیع غنم بعث القاضی امینه للاشارة الیها اور اگر حضار اوسکا متعذر ہو باوجود اوسکے موجود ہونیکے جیسے چکی اور گیہون کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بھیجے تا اوسکے طرف اشارہ کیا جاوے والا تکن باقیة اکتفی فی الدعوی بذکر القیمة اور اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو دعوی میں ذکر قیمت کفایت کرے وقالوا لو ادعی انه غصب منه عین کذا ولم یذکر قیمتها تسمع فیحلف خصمه او یجبر علی البیان درر وان کلف ذلک المدعی اعیانا مختلفة الجنس والنوع والصفة وذکر قیمة الکل جملة کفی ذلک الاجمال علی الصحیح وتقبل بینته او یحلف خصمه علی الکل مرة اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اوسکی قیمت نہ بیان کی تو دعوی مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی در صورت انکار یا اوس پر بیان قیمت بزبردستی ہوگی در صورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسیواسطے یعنی بسبب جواز دعوی غصب اگرچہ مدعی اوسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفة کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہہ اجمال کافی ہے صحت دعوی میں بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت میں مقبول ہونگے یا اوسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار ہم اعیان مختلف الجنس چنانچہ اناج اور مختلف النوع چنانچہ گیہون اور جوار مختلف الصفة چنانچہ عمدہ گیہون اور ناقص وان لم یذکر قیمة کل عین علی حدة لانه لما صح دعوی الغصب بلا بیان فلان یصح اذا بین قیمة الکل جملة بالاولی قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو جب کہ کل اشیاء کی قیمت مجملا بیان کرے تو بطریق اولی صحیح ہے وقیل فی دعوی الغیر تشترط ذکر القیمة لیعلم کونها نصابا اما فی غیرها فلا تشترط عمادیه اور بعضون نے کہا ہے کہ چوری کے دعوی میں قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اوس کا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوا میں تو بیان قیمت شرط

المدعی

کذا فی العمادیہ وہذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شیء مستہلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشہادۃ لیعلم القاضی بماذا یقضی اور یہہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی میں ہے نہ دین کے دعوی میں تو اگر کسی نے شئے مستہلک کا دعوی کیا تو
اوسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہے دعوی اور شہادت میں تاکہ قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقیل اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ
الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہے
جانور کی نری اور مادگی کے بیان میں تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اسکو بھی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار میں پسند
کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بھی بیان شرط کیا ہے اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے وفی
دعوی الایداع لا بد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکھنے کے دعوی میں مکان ایداع کا
بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تسلیم لازم نہیں مگر اوسی
مکان میں جہاں ودیعت رکھی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہیں کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اوسکی قیمت وفی الغصب ان کان لہ
حمل ومؤنۃ فلا بد لصحۃ الدعوی من بیان مکانہ والا فلا اور غصب کے دعوی میں اگر مغصوب مال لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور
ہے اوسکے صحت دعوی کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہیں وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ
یوم غصبہ علی الظاہر عمادیہ اور غیر مثلی کے غصب میں روز غصب کی اوسکی قیمت بیان کرے بنابر قول ظاہر کذا فی العمادیہ وکذا شرط التحدید فی دعوی
العقار کما شرط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورا [illegible] اور گھر اور باغ اور غیر منقول کے دعوی میں حدود کا بیان کرنا شرط ہے
جیسے اوسکی گواہی میں تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اس صورت میں کہ مشہور ہو تحدید شرط نہیں ہے عقار بروزن سلام لغت
میں عبارت ہے ہر مال ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور کل مقیم ستاکہ ہی عقار بولتے ہیں آتی اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات
سے ہیں اور زمین کے تابع ہیں جبکہ اوسکی بلا تصریح ہو کذا فی الطحطاوی [illegible] الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر
منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہوں تو اوسکے حدود کے بیان کی حاجت نہیں ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے
مقصود اعلام تام ہے اور شہود کی معرفت سے یہہ حاصل نہیں ہوتا [illegible] کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر فیا ثم اگر
زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہیں اسواسطے کہ وہ حقیقت میں دین کا دعوی ہے نہ زمین کا کذا فی البحر ولا بد من ذکر بلدۃ فیہا الدار ثم
المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ اولا بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی الدراہم [illegible] اور شہر اور محلہ [illegible] وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کو بیان کرے
تو پہلے عام کو بیان کرے پھر خاص کو بعد خاص کے پھر خاص کو [illegible] فلانی کوچہ میں ہے پھر حدود بیان کرے اور
نسب کی بہہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام [illegible] تو اوسکے باپ اور دادا کا نام ذکر کرے تو دیکھا جاوے
جعفر بن محمد اگر معلوم ہو جاوے تو بہتر نہیں تو دادا کا نام ذکر کرے [illegible] جعفر بن محمد بن عبد اللہ ویکتفی بذکر [illegible] فلو ترک الرابع صح وان
ذکر ثلاثۃ وغلط فی الرابع لا لان المدعی یختلف بہ [illegible] باقرار الشاہد فہو لہا اور تین حدود کے ذکر میں کفایۃ ہو تو اگر چوتھی کو
ترک کرے تو صحیح ہو اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اوسمین غلطی کرے [illegible] صحیح نہیں اسواسطے کہ مدعی اس سے مختلف ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے
ثابت ہوتی ہے [illegible] دعوی [illegible] ذکر ضرور ہے [illegible] تعریف پوری نہیں ہوتی مگر حدود اربعہ سے [illegible]
کی غلطی مقبول نہیں [illegible] وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود واسماء انسابہم و
لا بد من ذکر الجد لان تمام التعریف بہ الا ان یکون الرجل مشہورا فلا یحتاج الیہ [illegible] اور حدود والوں کا نام ذکر کرنا اور اونکے
باپ [illegible] کا نام ذکر کرنا اور ضرور ہے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر وہ مشہور نہ ہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اوسکا نام کافی ہے

بسبب حاصل ہونے مقصود کے ہم ملتقط مین ہے کہ اگر دادا معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اوسکے موالی کے ذکر سے یا اوسکے پیشہ یا وطن یا اوسکی دوکان
یا اوسکے محلہ سے تو مقصود تمیز سے خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انه ای العقار فی ید المدعی علیه تخصیصا اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ گھر یا باغ
مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے تاکہ وہ مخاصم ہوسکے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ مین برابر ہین اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ یہان بیان ہوتا عقار کا
کذا فے العطایۃ وبید المدعی علیه بغیر حق ان کان المدعی منقولا لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور
ہو چکا ہم مذکور ہیہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اسواسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اوسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یده فی العقار بتصادقهما
بل لا بد من بینة او علم قاض لاحتمال تزویرهما بخلاف المنقول لمعاینة یده اور ثابت نہین ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین مین متخاصمین کے
باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اوسمین تصادق متخاصمین مثبت قبض
ہو بسبب معاینہ ہونے قبض منقول اسکے ہم احتمال تزویر ہیہ کہ شاید متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپکو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ثم هذا الشرط علی
اطلاقه بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا ہیہ یعنے اشتراط بینہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر اپنے الاطلاق نہین بلکہ جب زمین مین ملک مطلق کا
دعوی کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جسمین ملک کا سبب ذکر نہو چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید
فلا یفتقر الی البینة لان دعوی الفعل کما تتحقق علی ذی الید تتحقق علی غیره ایضا بزازیة اور غصب کے دعوی اور قابض سے خرید کرنے کے
دعوی مین تو حاجت نہین گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم شارح نے دلیل سے
اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی مین اور فعل کے دعوے مین فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خرید ہے وذکر انه یطالبه به لتوقفه علی طلبه
ولاحتمال رهنه او حبسه بالثمن وبه استغنی عن زیادة بغیر حق فافهم اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اوسکا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ
سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اوسکی طلب پر اور اوسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونیکے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے
زیادہ کرنے کی حاجت نرہی سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول مین بغیر حق کا ذکر لازم نہین کیونکہ اشتراط مطالبہ یعنے
ہو اوس سے ولو کان ما یدعیه دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیره ذکر وصفه لانه لا یعرف الا به اور جس کا مدعی دعوی کرتا ہے اگر دین ہو
خواہ مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنے چاندی سونا ہو یا سوای اسکے تو اوسکے وصف کو ذکر کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون دریافت نہین
ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہہ کہ گیہون مثلا عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اوس وقت حاجت ہے جبکہ
شہر مین کئی قسم کے روپیے یا اشرفیان رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہین کذا فی الحموی ولا بد
فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفة والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیه ولم یذکر
سببا لم تسمع اور ضرور ہے مثلیات کے دعوی مین بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب کو اگر مدعا علیہ پر ایک
کر گیہون کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوی سے مسموع نہوگا ہم جنس جیسے گیہون اور نوع جیسے سرخ گیہون یا سفید اور صفت
جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب واذا ذکر فی السلم انه المطالبة فی مکان
عقدنا کذا اور جب کہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم مین اوسکو مطالبہ جائز نہین مگر اوسی مکان مین جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا و
فی نحو قرض وغصب واستهلاک فی مکان القرض ونحوه بحر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوی
مین مطالبہ نہین مگر قرض کے مکان مین اور مانند اوسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان مین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وکیال
القاضی المدعی علیه عن الدعوی فیقول انه ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتها والا لم تصح لا یسال لعدم
وجوب جوابه اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یون کہے کہ فلانے مدعی نے تجھپر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کے

بعینہ صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوی صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب واجب ہونے اوسکے جواب کے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر
موقوف ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اوسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیۃ فان اقر فیہا و انکر فبرهن
المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ
یعنی اوسکو ہرا دے اور مدعیکو جتا دے بدون طلب مدعی کے ہم اگر مدعا علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت
دے اور بعد مدت اوسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھپر حکم کرتے ہین مستحب ہے لازم نہین کذا فی الطحطاوی والا یبرهن حلفہ
الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی اربع علی ما فی البزازیۃ اور اگر مدعی گواہون سے
اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوی مین مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسف کے
نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک رد بعیب ہے مشتری خدا کی قسم کہاوے کہ مین راضی نہین ہوا
عیب سے دوسرا شفیع قسم کہاوے کہ مینے تیرا شفعہ باطل نہین کیا تیسرا عورت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یون قسم کہاوے کہ زوج اوسکو
نفقہ نہین دیا اور نکچہ اوسکے واسطے چہوڑ گیا چوتہا مستحق قسم کہاوے کہ مینے نہین بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال واجمعوا علی التحلیف بلا طلب
فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ہم صورت
تحلیف یہان یون ہے کہ قاضی اوسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے تجھکو ادا کیا اور نہ تیرے طرف سے
کسی نے اوسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اوسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسیکا تو نے اوسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اوسکی کوئی چیز
رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جب کہ مدعا علیہ نے کہا
دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو حاکم قسم نلے بلکہ اوسکو قید رکہے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر ہم یہہ امام کا قول ہے اور
صاحبین کے نزدیک اوسے قسم لینا چاہیے وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی
علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع الاشبہ انہ انکار فیستحلف اور اسیطرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر
سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ بحر الرائق مین کہا اور اسیکا مینے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلق
قضا مین ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے انتہی مانند البحر پہر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ ترجیح یہہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار
انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم شبہ در یہہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کے طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ مسئلہ متن کے
طرف راجع ہے اور وہ صاحبین کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصا قیدنا بتحلیف الحاکم لانہما
لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فہو باطل لان الیمین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ لیمین ولا
نکول عند غیر القاضی تہنی تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہین اور قسم کہاوے
اور بری الذمہ ہو جاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتہہ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے
پاس فلو برهن علیہ ای علی حقہ یقبل والا یحلفہ ثانیا عند قاض بزازیۃ الا اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی درر سو اگر
غیر حاکم کے پاس قسم کہائی پہر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نلایا تو مدعا علیہ کو دوسری بار قسم لیجاوے قاضی کے پاس کذا فی
البزازیۃ مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لیگئی ہو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان
التحلیف حق القاضی فما لم یکن باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جبتک
تحلیف قاضی کے حکم لینے سے نہوگی معتبر نہوگی ہم یہہ مسئلہ مغایر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ متن یہہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کہانا

باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی کا یہ پوچھنا کہ تو قسم کھاتا ہے مدعی کے استحلاف سے ہے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو اصطلحا ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال و حلف ای المدعی لم یضمن الخصم لان فیه تغییرا للشرع اور اگر باہم صلح کر کے اس پر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھا جائے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس میں تغیر شرع لازم آتا ہے کیونکہ حکم شرع یہ ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے نہ مدعی پر کذا فی الحلبی یعنی یہ کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو یہ شرط باطل ہے والیمین لا ترد علی المدعی لقوله علیه السلام البینة علی المدعی اور قسم پھیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے بینہ یعنی گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر ہے اس کو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد و نسائی میں بروایت ابن عباس لائے ہیں البینة علی المدعی والیمین علی من انکر کذا فی التبیین یعنی گواہی مدعی پر ہے اور قسم اس پر ہے جو انکار کرتا ہو کذا فی الحلبی اور وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہے اس لیے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جب وہاں معہود نہ ہو تو مطلب یہ ہے کہ جمیع ایمان منکرین پر ہیں تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آتی ہے وحدیث الشاهد و الیمین ضعیف بل رده ابن معین بل انکره الراوی یعنی اور حدیث شاہد و یمین کی ضعیف ہے بلکہ اوسکو یحییٰ بن معین نے رد کیا ہے بلکہ اس حدیث کے راوی نے اوس کا انکار کیا ہے کذا فی العینی مسلم اور ابو داؤد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمین و شاہد کذا فی التبیین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی کذا فی الحلبی یعنی سے نقل کیا کہ راوی نے اس حدیث کا ربیعہ ہے سہیل بن ابی صالح سے اور سہیل اس کی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اوسکے راوی کے تو یہ احادیث مشہور کی معارض کیونکر ہو سکیگی انتہی برهن المدعی علی دعواه وطلب من القاضی ان یحلف المدعی انه محق فی الدعوی او علی ان الشهود صادقون او محقون فی الشهادة لا یجیبه القاضی الی طلبته لان الخصم لا یحلف مرتین فکیف الشاهد لان لفظة اشهد معنی الیمین ولا تکرار الیمین لانا امرنا باکرام الشهود ولذا لو علم الشاهد ان القاضی یحلفه و یعمل بالمذهب له ان یمتنع عن اداء الشهادة لانه لا یلزمه یعنی اگر گواہ لایا مدعی اپنے دعوی پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لے یہ کہ وہ اس دعوی میں حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھا دیں کہ وہ سچے ہیں یا اس گواہی میں وہ حق پر ہیں تو قاضی اوسکی خواہش کو نہ مانے گا اسواسطے کہ مدعا علیہ خصم سے دوبارہ قسم نہیں لیجاتی تو شاہد سے دوبارہ کیونکر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ شہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دوبارہ قسم نہیں لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم و تکریم شہود کے مامور ہیں اور اسیواسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور مذہب پر عمل کریگا تو اوسکو ادای شہادت سے باز رہنا جائز ہے اسواسطے کہ اب اوسکو ادای شہادت لازم نہیں کذا فی البزازیہ ہم اسے ہند و ہندوستان میں قضا ہی کی کچہریوں میں شاہدوں پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد بجا نہ حلف ادای شہادت سے پہلو تہی کریں تو بوجہ اسی روایت بزازیہ کے گنہگار نہونگے واللہ اعلم وبینة الخارج فی الملک المطلق وهو الذی لم یذکر له سبب احق منها ای بینة ذی الید لان المدعی والبینة له بالحدیث اور گواہ خارج یعنی غیر قابض کی ملک مطلق میں اولی بالقبول ہیں قابض کے گواہوں سے اسواسطے کہ خارج مدعی ہے اور گواہ اوسکے واسطے ہیں موافق حدیث کے ملک مطلق وہ ہے جسکا سبب مذکور نہو مثلا خرید یا میراث ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونوں گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہو تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الحلبی مخصا بخلاف المقید بسبب نتاج ونکاح فالبینة لذی الید اجماعا کما سیجیء ...

طلبته

دعویٰ ہو اوس ملک کا جو مقید بسبب ہے جیسا کہ نتاج اور نکاح تو قابض کے گواہ اولیٰ بقبول ہیں بالاجماع چنانچہ آگے آویگا ہم صورت نتاج یہہ ہو کہ ہر ایک نے
گواہ قائم کیے کہ لونڈی اوسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ دونوں کے گواہ مثبت ملک ہیں اور قابض کے ساتھ ترجیح
ہو قبض کی اور نکاح کی صورت یہہ ہو کہ دونوں نے گواہ اسپر قائم کیے کہ اوس نے نکاح کیا اوس عورت سے تو قابض کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں
تو ملک سے مراد وہ ہی جو ملک حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ
بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء
احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کہانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس میں ہو نے الحقیقۃ مدعا علیہ یوں کہنے سے کہ
میں نہیں قسم کہاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اوس کا آفت سے نہیں مانند گونگے اور بہرے ہونیکے
قول صحیح میں کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پھر حکم دینا قریبتر باحتیاط ہی یعنے مستحب ہو نہ واجب وھل یشترط القضاء
علی فور النکول خلاف درر ولم ار فیہ ترجیحا قالہ المصنف قلت قدمنا انہ یفترض القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا
شرط ہی حکم دینا انکار قسم کے بعد فورا اسمین خلاف ہی کذا فی الدرر اور اس خلاف میں مینے کسی قول کی ترجیح نہیں دیکھی یہہ کہا ہے
مصنف نے اپنی شرح میں میں کہتا ہوں ہم پہلے مذکور کرچکے کہ حکم دینا فورا فرض ہے مگر تین صورت میں ہم پہلی صورت یہہ ہے کہ قاضی کو
شک پڑے طریق قضا میں چنانچہ گواہوں میں ۲ یہہ کہ مدعے مہلت مانگے ۳ یہہ کہ امید صلح ہو اقارب میں کذا فی الطحطاوی فقضی علیہ
بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فلعلہ طریق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ
پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کہانے کا ارادہ کیا تو اوسکے طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہی کذا فی الدرر
تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنے بیان اور بیہ اور نکول ویجل ما فی الاشباہ من حصرھا فی سبعۃ بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ
وعلم قاضی علی المرجوح والسابع قرینۃ قاطعۃ کما ان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوھا
فورا فرأوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ میں طریق قضا سات شمار کیے ہیں گواہ اور اقرار اور
قسم اور انکار قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ چنانچہ خالی گہر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتہڑی
چہری لیے نکلا اور اس گہر میں فورا لوگ داخل ہو گئے تو اوسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا تو شخص مذکور جو گہر سے خائف اوسکے خون آلودہ
ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکے قاتل ہونے میں کوئی شک اور تردد نہیں کرتا ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا
مجاز ہی کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہے بلا حاجت قضا اور قسامت یہہ یمین میں داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہی اور قرینہ قاطعہ کو
تو فوائد ابن غرس نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طریق قضا تین ہی ہیں تامل کذا فی الطحطاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی
خصمہ ولا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام جس کو شک پڑا اوس میں جو دعویٰ کیا مدعا علیہ پر تو لائق ہے یعنی اچہا
ہی کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم سے تاکہ امر حرام میں واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رأیہ ان المدعی
مبطل حلف والا بان غلب ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ اور اگر اوسکا مخاصم نہ مانے سوائی قسم کے اگر اوس کا ظن غالب یہہ
کہ مدعی باطل پر ہے تو مدعا علیہ قسم کہا ہے اور اگر ایسا نہو مثلا یہ کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نکہا ہے کذا فی البزازیہ ہم یہہ مسئلہ
منجملہ ہے مسئلہ شک سے خلاصہ یہہ ہے کہ مدعا علیہ کو اگر اپنے دعویٰ کا یقین ہو تو مدعا علیہ قسم کہا ہے اور اگر شک ہو تو قسم نکہا ہے اور مدعی کے
اگر بطلان دعویٰ کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کہا ہے اور نہیں تو قسم نکہا ہے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین
لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے اونکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے یوں کہہ چکا ہو کہ میرے

ملہ و در نظیر ان القاضی شاہدی من زمام القضاء ... بہایۃ کان عالم النظر بصلاۃ ... نکول نسائیۃ ... الذی بعد ... اذا اعتبۃ الیقین ...

گواہ نہین کذا فی السراج برخلاف اوس قول کے جو شرح مجمع مین ہے محیط سے مثل شرح مجمع مین محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین ہیں پس دعوی پر پھر دو گواہ لایا تو امام کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کرچکا اور محمد کے نزدیک مقبول ہین اس احتمال سے کہ اوسکے گواہ ہونگے پر وہ بھول گیا انتہے اور یہین خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اسمین تعرض نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین سراجیہ سے قول محمد کی ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعی علیہ انما تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہین بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیہ عند العامۃ وہو الصحیح بقول شریح الیمین الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ ولان الیمین کالخلف عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شریح کہ جھوٹی قسم مردود کرنے کے لائق تر ہے عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر و یظہر کذبہ باقامتہا ای البینۃ لو ادعی ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیہ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیئے تو مدعا علیہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق درر کے درر مین کہا صواب یہہ ہے کہ اوس کا کذب ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور نہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہے خواہ دعوی سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اوس پر دین نہین ہے پھر مدعی نے سبب مثلا قرض دینے پر گواہ قائم کیئے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا ادائے قرض پایا گیا اور اسی قول مختار پر فتوی ہے کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعۃ جحدہا ہو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدۃ واستیلاد تدعیہ الامۃ ولا یتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ او بالعکس وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ الاعلی او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور اوس استیلاد مین جس کا دعوی لونڈی کرتی ہے اور اوسکے عکس یعنی ادعای استیلاد مولے کا حاصل نہین ہوسکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین قسم نہین اسطرح کہ دعوی کیا شخص مجہول پر کہ وہ اوس کا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے بعکس یعنی مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولے ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور ولاء عتاقت یا ولاء موالات مین قسم نہین ولا کا دعوی کیا شخص اعلے نے یا اسفل نے یعنی معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر اور حد اور لعان مین قسم نہین ہے یہ اشیاء سبعہ مین امام کے نزدیک تحلیف نہین خلافا للصاحبین رجعت مین بعد عدت کی اسواسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہوجائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کی قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت مین ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوی سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ مواضع خلاف سے ہے والفتوی علی انہ یحلف المنکر فی الاشیاء السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل الا فی الحدود اور فتوی اسپر ہے کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ مین اور جسنے انکو چھ شمار کیا ہے اوس نے ام ولد ہونیکو نسب مین ملا دیا ہے یا رق مین خلاصہ یہہ ہے کہ قول مفتی بہ تحلیف ہے کل امور مذکورہ مین سوای حدود کے وتستحلف فی قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا

تضمّن حقًّا بان علّق عتق عبدہ بزنی نفسہ فالعبد یحلّفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنی اور من جملہ حدود و قذف اور لعان کی حد سے
تو اونمین قسم نہیں باجماع امام اور صاحبین کے مگر جب کہ حد حق العبد کی متضمن ہو بایطور پر کہ مولے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو
تو غلام کو قسم لینا مولے کا درصورت انکار جائز ہے سو اگر مولے قسم نکھا دے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا مثلاً غلام یون کہے کہ مولے نے وہ فعل
کیا جسپر میری آزادی معلق کی تھی اور یہ نکہے کہ اوسنے زناکاری کی تا اپنے مولے کا قاذف نہ ٹھیرے کذا فی الطحاوی و لذا انہ یستحلف
السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسیطرح قسم لیجاویگی سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نکھا دے
تو تاوان دیگا مال کا اور اوسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائیگا و قالوا یستحلف فی التعزیر
کما بسطہ فی الدرر اور علما نے کہا ہے قسم لیجاویگی تعزیر میں چنانچہ اسکو درر میں شرح بیان کیا ہے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ تعزیر حق العبد ہے
ولہذا عبد اسکا ساقط کرسکتا ہے معاف کردینے سے کذا فی الدرر و فی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا
تستحلف اور فصول میں ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کا دعوی کیا تو عورت سے دفع یمین کا حیلہ یہ ہے کہ وہ نکاح کرلے تو اوس سے اب قسم
نلیجاویگی و فی الخانیۃ لا استحلاف فی اربعۃ و ثلثین مسئلۃ اور خانیہ میں ہے کہ قسم لینا چونتیس مسئلوں میں نہیں ہے یہ مسائل کتاب الوقف
کے اخیر میں مفصل مذکور ہوچکے النیابۃ تجری فی الاستحلاف لا الحلف و فرع علی الاول بقولہ فالوکیل و الوصی و المتولی و
اب الصغیر یملک الاستحلاف ولہ طلب یمین خصمہ نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے میں نہ قسم کھانے میں اور مصنف نے
متفرع کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصی اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اوسکو
مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہے [illegible] اوسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت میں تو وہ مخاصم اصیل کا نائب وکیل موکل کے مدعا علیہ
اور وصی یتیم کے اور متولی وقف کے اور باپ طفل صغیر کے مدعا علیہ قسم ولا یحلف احد منہم الا اذا ادعی علیہ العقد او صح اقرارہ
علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ کو
قسم نلیجاویگی مگر جب کہ اوسپر عقد کا دعوی کیا جاوے یا اوسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجاویگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اوسکا اقرار صحیح ہے اپنے
موکل پر تو اسیطرح اوسکا قسم نکھانا بھی صحیح ہے و فی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث ذکرہا و
الصواب فی اربع و ثلثین لما بیّن فی الخانیۃ و زاد ستۃ اخری فی البحر و زاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ
و النظائر لابن المصنف و لو لا خشیۃ التطویل لسردتہا کلہا اور خلاصہ میں ہے کہ جس موضع میں کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اوسکو اقرار
لازم آوے پھر جب اوسکا منکر ہو تو اوس سے قسم لیجاویگی سوای تین صورتوں کے جنکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہہ ہے
کہ چونتیس صورتوں میں حلف نہیں چنانچہ خانیہ سے ذکر ہوچکا یعنی اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی ملکر چونتیس ہوئین اور چھ صورتین
اور بحر الرائق میں زیادہ کی ہیں اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ اور نظائر میں زیادہ کی ہیں اور اگر تطویل کا خوف
نہوتا تو مین اون سب صورتوں کو مفصل بیان کرتا هم تو سب چون صورتین ہوئین جنمین منکر پر قسم نہین اور اون سبکو شارح کتاب الوقف میں
مذکور کرچکا ہے یہان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا اور ابن مصنف کے حاشیہ کا
نام زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہے تو یہہ خطا اغلاط کاتب سے ہے و اللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون علی
البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ سے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات یعنی یقین پر مسئلہ اگر دعوی مدعی کا ایسا ہے کہ
منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کہا ئیگا چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چھین لی اور [illegible] تو قسم ایسا کہ
و اللہ میں نے اسکی حویلی نہین چھینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہہ بالیقین جانتا ہے و التحلیف علی فعل غیرہ یکون علی

العلم ای انه لا یعلم انه کذالک لعدم علمه بما فعل غیره ظاهرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہو علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یون قسم کہا ئیگا
کہ وہ نہیں جانتا ہو کہ دعوی مدعی کا ایسا ہو غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اوسکو ظاہرا علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللھم
الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل به ای بالحالف وقد تم تمثیله بقوله فان ادعی مشتری العبد مثلا ان العبد ابق ونحوه وثبت
ذالک یحلف البائع علی البتات مع انه فعل العبد وانما یحلف باعتبار وجوب تسلیمه سلیما فرجع الی فعل نفسه فحلف
علی البتات کانما الاولی ولان التعبیر مطلقا بخلاف العکس در عن الزیلعی غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہے بارخدایا مگر جبکہ
غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہوا اور مصنف نے اس پر تفریع کی ہے اس قول سے کہ اگر غلام کے مشتری نے غلام کی
چوری یا بھاگ جانے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کہا ئیگا باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین کی اس
اعتبار سے تحقیق ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اوسکے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کہا ئی اسواسطے
کہ حلف علی القطع مین کرتے ہیں نفی علم کی قسم سے لہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی
یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہیں کذا فی الدرر عن الزیلعی ثم بحر الرائق مین ہے کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم واجب ہو اوس نے یقین پر
قسم کہا لی تو کافی ہے اور اوس سے یمین ساقط ہوگئی اور اسکا عکس نہیں ہے یعنی بجای حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہیں اور جو حلف اوسپر
واجب نہیں اوسکے نکول سے قاضی حکم نہ کریگا انتہی وفی شرح المجمع عند قوله اذا قال المنکر لا علم لی بذالک ولو ادعی العلم حلف علی
البتات کما لو ادعی قبض ردیہا اور شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہے یہہ یعنی یمین علی العلم اوسوقت ہے جبکہ منکر کہے کہ مجھکو اس امر کا
علم نہیں ہے اور اگر اوسکی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کہا ئیگا چنانچہ امانتدار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوی کیا
یعنی قبض صاحب ودیعت پر چند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اوسکے علم کا دعوی کیا تو اب اوسپر یمین علی القطع لازم ہوگی دقوقہ علی
قوله وفعل غیره علی العلم یشمل ما اذا ادعی بائع سلعة الشراء له علی شیء اذا بای ولا بینة یحلف خصمه وهو بائع علی العلم
ای انه لا یعلم انه اشتراه قبله کما اختار ہ صاحب سنے اپنا قول پر فعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دعوے
میت پر کیا کہ مدعی قرضدار ہو اور گواہ نہیں تو اوسکا مخاصم بیٹے کا بکر قسم کہائیگا علم پر یعنی یون قسم کہا ئیگا کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اوسکو قرضہ
کیا تھا اور ہمکو میلان کرنا چاہئے کہ غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہے اور اسلیے یہہ تعامل کہ شاید وجہ بجا سے دہو کہ جو زید کہا اسواسطے کہ وہ
ادھر کی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونه میراثا او اقر به المدعی او برهن الخصم
حلف الوارث علی العلم اور جب کہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث پر اسشرط کہ قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہو یا مدعی نے اوسکے
میراث ہونیکا اقرار کیا ہو یا مدعا علیہ کسی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کہائیگا اور صورت اوسکی یہہ ہو کہ مدعی کہو کہ یہہ غلام
میرا ہے اور وارث کے مورث کے پاس عاریت تھا یا میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کہائیگا کہ میں نہیں جانتا
کہ وہ تیرا مملوک ہے اسواسطے کہ ظاہر ہوا کہ اگر مورث کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم لیگا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو
چکی اور برہان خصم کی مثال صورت مذکور ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہہ چیز اوسکی ہو اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا
اور اوسکی تحلیف کا ارادہ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اوسنے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اوسکا انکار کیا تو وارث
نے گواہ قائم کئے تو وہ علم پر قسم کہا ئیگا خلاصہ یہہ ہو کہ دعوی عین مین تحلیف وارث علی العلم کی یہہ شرط ہے کہ امور ثلثہ مین سے کوئی
امر ہو کذا فی الطحاوی ولو ادعاهما ای الدین والعین الوارث علی غیره یحلف المدعا علیه علی البتات کما ہو موہوب وشراء اور اگر
دعوی کیا دونون کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائیگا کہ اوسکو مورث کا حق نہیں چنانچہ موہوب اور خرید کی الی آخر

ہم ہبہ از خرید کی صورت یہہ ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اوس نے اوسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خریدا پھر ایک
مرد آیا اور اوس نے دعوی کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے اور اوسکے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ سے یقین پر قسم کہائی جائیگی نہ علم پر اوس نے کہا آگاہ ہو کہ
اوس نے اوسسے کہا استحلف ویحلف بجمیع ما ذکرنا اجماعا اور قسم کہائی تو قصاص کا منکر بالاتفاق امام اور صاحبین کے ہم خیال ہیں ہو کہ قتل کی
تحلیف کی کیفیت میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہہ ہے کہ حاصل پر قسم کہاتا ہے کہ واللہ تجھپر فلانے کا خون نہیں اور نہ تیرے اوپر کوئی حق ہے اوس
خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ سبب پر قسم کہاتا ہے یعنی یہ کہ واللہ فلان بن فلان کو عمدا قتل نہیں کیا اور ہدایہ
قتل سے کم قطع اور جراحات میں حاصل پر قسم کہائی جائیگی سبب پر نہیں فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یقر او یحلف اور اگر منکر
تھا قسم کہانے سے انکار کیا تو اگر قتل نفس میں دعوی ہو تو قید کیا جائیگا یہانتک کہ اقرار کرے یا قسم کہائے وفیما دونه یقتص لان الاطراف یسلک بها مسلک
الانفس کالمال فیجری فیها البذل لا یبتذل اصلا فاما اور قتل نفس کے ماسوا یعنی قطع اور جراحات میں درصورت نکول قصاص لیا جائیگا اسواسطے
کہ اطراف آدمی کے جیسے مثلا ہاتھ پاؤں وغیرہا حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہیں مال کے مانند تو اوسمیں ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین کے
ہم ایک نفس میں بذل سے بچاؤ ابتذال سے اور بذل اونچے سے ابتذال سے صاحبین نے کہا اطراف اور نفس میں نکول سے قصاص لازم نہیں اسی
واسطے کہ نکول مانند اقرار کے ہے جسمیں شبہہ ہو تو قصاص اوس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینة حاضرة فی
المصر وطلب یمین خصمه لم یستحلف خلافا لهما مدعی نے کہا کہ میرے گواہ حاضر ہیں شہر میں اور اوس نے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو
وہ قسم نکہائی برخلاف صاحبین کے امام کی دلیل یہہ ہے کہ ثبوت حق قسم میں مرتبہ ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو امکان برہان
کے بعد قسم لینا ... صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے تو جب اوسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی وآثر بالحاضرة فی مجلس الحکم
لم یحلف اتفاقا ولو غائبة عن المصر حلف اتفاقا ابن ملک وقدره فی المجتبی الغیبة بمدة السفر اور اگر گواہ مجلس حکم میں حاضر ہوں
تو قسم نکہائی بالاتفاق اور اگر غائب ہوں شہر سے تو قسم کہائی بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبی میں غائب ہونیکو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل گواہ دور ہوں تو
مدعا علیہ پر قسم آتی ہے گواہ ہوں یا وہاں سے بلا ناغہ دور نہیں ویأخذ القاضی فی مسئلة المتن فیما لا یسقط بشبهة کفیلا ثقة یوثق بها ولا
یجبر فالمحفوظ من نفسه ولو وجیها والمال حقیرا فی ظاهر المذهب بنفسه ثلثة ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنی جبکہ مدعی
کہے کہ میرے گواہ شہر میں حاضر ہیں اوس دعوی میں جو شبہہ سے ساقط نہیں ہوتا یعنی غیر حد و ... میں قاضی معتبر ضامن لے کہ اوسکے بہاگ جانیسے
اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر اور کہنا چاہیئے قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح میں اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو
اور مال تہوڑا ہو حقیقت ظاہر مذہب میں کذا فی العینی وعن الثانی الی مجلسه الثانی وصحح اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی
تک حاضر ضامن لے اور یہہ قول بھی صحیح ہے فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمه بنفسه او امینه مقدار مدة التکفیل
لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے مکر جاوے تو خود مدعی یا امین اوس کا اوسکے ساتھ ساتھ رہے بقدر مدت کفیل یعنی تین دن مجلس
ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہو جاوے الا ان یکون المطلوب غریبا ای مسافرا فیلازمه او یکفله الی انتهاء مجلس القاضی فقط المقدر
حتی لو علم وقت سفره یکفله الیه وینظر فی زیه او یسئل رفقاءه او ذکر الملا علی هراتیه مگر یہہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی
مسافر ہو تو مدعی اوسکے ساتھ رہے یا حاضر ضامن لے انتہائی مجلس قاضی وغیرہ تک اسیواسطے بیان ہے کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم
ہو تو اوس وقت تک ضامنی لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیم ہے یا مسافر یا اوسکے سفر کے رفیقوں سے سفر کے وقت کو دریافت
کرے اگر مدعی اوسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ شارح نے غریب کی تفسیر مسافر سے کی ہے معلوم ہو کہ مقیم بھی سفر کا بہی حکم غریب کے
مانند ہو قال لا بینة لی وطلب یمینه فحلف عند القاضی ثم برهن علی دعواه لا یبطل الیمین ... ذا الذی قاله ... لا کامل بینة

مطلب امر ... [illegible]

مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہین اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی نے اوس سے قسم لی پہر مدعی گواہ لایا اپنے دعوی پر تو اسکے بعد تو نہیں قبول ہونگے
صاحبین کے نزدیک مقبول ہونگی اور امام کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینة آتی بها فهی شهود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال
فحلف ثم برهن علی الحق تقبل خانیه وبه جزم فی السراجیة اور اسیطرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ مین لاؤن تو وہ کاذب گواہ ہین یا یون کہا
کہ جب تو قسم کہاوے تو تو بری الذمہ ہی مال سے پہر اوس نے قسم کہائی پہر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہو کذا فی الخانیه اور اسی پر یقین کیا
ہی سراجیہ مین چنانچہ مذکور ہوچکا و تقبل البینة لو اقامها بعد یمین کی شرح مین و قیل لا تقبل قائله محمد کما فی العمادیة و عکسه ابن مالک
اور قول ضعیف یہہ ہی کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہین قائل اس قول کے محمد بن حسن ہین چنانچہ عمادیہ مین ہے اور اسکو بالعکس کہا ہی ابن ملک نے
یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہی اور عدم قبول کو امام کے طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاهد لا
شهادة لی ثم شهد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقره المصنف اور اسیطرح اختلاف ہی اگر مدعا علیہ نے
کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی وجہ نہین پہر دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میرے گواہی نہین پہر اوس نے گواہی دی اور قول صحیح تر یہہ ہی کہ
مقبول ہی بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پہر یاد پڑنے کے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی ادعی المدیون الایصال

فانکر المدعی ذلک ولا بینة له علی مدعاه فطلب یمینه فقال المدعی اجعل حقی فی الخاتم ثم استحلفه له ذلک قنیه
مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہین اوسکے مدعا پر سو مدیون نے اوسکی قسم کی درخواست
کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق خاتم مین کرتے حاضر کر پہر مجہہ سے قسم لے تو اسکو اسمین اختیار ہو کذا فی القنیه اور طحطاوی نے کہا کہ فی الخاتم سے مراد
واللہ اعلم مخدہ ہے اسواسطے کہ قاموس مین ہے کہ مخدہ بوزن مُبرزہ آلہ ہی جس پر کہتے ہین اور مقصود حضار حق ہوا تھے اور ممکن ہے کہ اصل
حق کا یہہ مطلب ہو کہ میرا حق تہیلی مین سر بمہر کر کے حاضر کر پہر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ
تعالی او لیذر وہی قول واللہ خزانة وظاهره انه لو حلفه بغیره لم یکن یمینا ولم ارہ صریحا بحر اور قسم ہوتی ہی اللہ تعالی کے
نام پاک سے جل وعلا بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کہانیوالا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالی کی قسم کہاوے یا نہ قسم کہاوے اور یمین باللہ یہہ قول ہے
کہ واللہ کذا فی الخزانة اور ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کہاوے تو یمین نہوگی اور مین نے اسکو صریحا نہین
دیکہا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیه الفتوی تتارخانیة لان التحلیف بهما حرام خانیه قسم نہین طلاق
اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیه اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہو کذا فی الخانیه
وقیل ان مست الضرورة فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضون کا قول ضعیف یہہ ہی کہ اگر طلاق اور عتاق کی اسقسم کی ضرورت
لگے تو یہہ قسم قاضی کے اختیار مین ہے باتباع بعض فقہا فلو حلفه القاضی به فنکل فقضی علیه بالمال لم ینفذ قضاءه علی قول
الاکثر کذا فی خزانة المفتین وظاهره انه متفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بهما فیعتبر نکوله ویقضی به والا
فلا فائدة بحر واعتمده المصنف سواگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی قسم دی پہر اوس نے قسم نکہائی تو اوس پر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ
نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانة المفتین اور ظاہر ایہہ کلام متفرع ہی اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا
اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم علامہ مقدسی نے کہا کہ ہے فائدہ تحلیف یہہ ہوتا ہے کہ خاطر مدعی مطمئن ہوجاوے جب کہ مدعی کو
دعوی مشتبہہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پہر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کہائی تو مدعی اوسکی تصدیق کریگا تو یہ تحلیف بطلاق وعتاق
باوجود عدم قضا بنکول بے فائدہ نہوئی قلت ولو حلف بالطلاق انه لا مال علیه ثم برهن المدعی علی المال ان شهدوا علی
السبب کالاقراض لا یفرق وان شهدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین مین کہتا ہون اور اگر طلاق

کی یا قسم کہائی کہ اوسپر مال نہین پہر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہد ون نے سبب مال پر گواہی دی جیسا کہ اقراض پر تو فرق کیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب لازم نہین قیام دین کا اسواسطے کہ شاید یون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اوسکو معاف کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہے کما نے الطحطاوی اور شرح الوہبانیہ للعلامۃ عبدالبر و قال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال صدقہ خلافاً لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وقد تقدم اور محمد نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہو اور البتہ یہہ مسئلہ مقدم گذر چکا وتغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور شدید ہو جاتی ہے قسم حق تعالی کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ہم از انجملہ ایک مثال ذکر کرتے ہیں کہ یون مدعا علیہ کہے کہ مجکو قسم ہے اوس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرا اوپر اس شخص کا مال نہین ہے و قیل لا تغلظ علی المعروف بالصلاح ولا فی المال الحقیر بل علی من یتہم بفاسق و مال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتہہ مقید کیا ہے یعنی نیکو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین والاختیار فیہ و فی صفتہ الی القاضی اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنی تشدید مین قاضی کو اختیار ہے یعنی تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہے جیسی اوسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ کہہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہو جائے یعنی یون نکہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ و نکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اوسنے تغلیظ مین سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نکرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزیلعی لا یستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمانی یہہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار تغلیظا علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اسطرح کہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اوتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام پر انجیل اوتاری اور مجوسی سے اسطرح کہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرنے ہر دین والے پر اوسکے اعتقاد کے موافق سو اگر کفار مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار مجوسی سے آگ کی قسم لے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسیطرح ہندو سے گنگا کی قسم نلے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے مصباح العلوم مین ہے کہ وثن صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتہر سے یا سوا اسکے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالی قلت وعلیہ فبماذا یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکہتے مین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہہ لوگ کسکی قسم کہاوین و بقی تحلیف الاخرس ان یقول لہ القاضی علیک عہد اللہ و میثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ ای نعم صار حالفاً اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اوس کا طریقہ یہہ ہے کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجپر عہد ہے خدا کا اور اوسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پہر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہو جائیگا ہم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوی ثابت ہوگا کذا فی البحر اور قاضی گونگے سے یون نکہے کہ خدا کی قسم کہا کہ تیرا اوپر اسکا حق نہین کہ یہہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اوس کا

اشارہ کرے یوں ہو جائے گا کہ میں نے قسم کہا تا ہوں اور حالانکہ یہ قسم نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی ولو اعتقل لسانہ ایضاً کتب لہ لیجیب بخطہ ان
عرفہ والا باشارتہ یعنی اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تا کہ وہ اوس کا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہیں تو اوسکے اشارہ سے
قسم لے ولو اعمی ایضاً فابوہ او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیۃ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اوسکا باپ قسم کہائے یا او
وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیۃ عن شارح کو یوں کہنا لازم ہے کہ ثم نصبہ القاضی اسواسطے کہ قاضی اوسکی طرف سے
نائب کو اوس وقت قائم کریگا جب کہ باپ یا اوسکا وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر سے یعنی
اسکے غیر کی [illegible] مسلم [illegible] قول مشہور کے مخالف ہے کہ نیابت [illegible] میں جاری ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا
یستحلفون الا فی بیوت عبادتہم [illegible] اور یہود اور نصاریٰ اور [illegible] قسم نہ لیجاوے اونکے عبادت خانوں میں
جانے کی کراہت ہے کذا فی [illegible] یعنی قاضی وغیرہ کو [illegible] جانا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہر اکراہت
[illegible]
[illegible] اور [illegible] اور انکار [illegible] جو دعوی میں [illegible]
[illegible] حاصل [illegible] انکار [illegible] حاصل [illegible] باقی
[illegible] چنانچہ [illegible] انکار [illegible] ہوتا ہے کہ [illegible]
[illegible] طلاق [illegible] الطحطاوی [illegible] علیک
[illegible] الآن [illegible] وطلاق
[illegible] کہ تجکو اللہ کی قسم ہے اور تم دونوں کے بیچ میں نکاح قائم نہیں اور تم دونوں
درمیان بیع قائم نہیں [illegible] اگر وہ [illegible] ہو گیا ہو اور وہ عورت تجہ سے
[illegible] نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق [illegible] دعوی میں اس کلام میں لف ونشر مرتب ہے ظاہر یہی ہے کہا کہ الآن کا لفظ سب سے متعلق
ہے یعنی نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسوقت ثابت نہیں لا علی السبب ای باللہ ما نکحت وما بعت خلافاً للثانی نظراً للمدعی
علیہ ایضاً لاحتمال طلاقہا واقالتہ یعنی قسم سبب پر نہ لیجاوے اسطرح کہ تجکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہیں کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف
سبب پر قسم بنظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اوس نے بعد نکاح کے طلاق دی ہوا ور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ھم ابو یوسف
[illegible] تو استیفا میں حق مدعی کے واسطے ہو تو قسمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور دعوی تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہ
کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم میں صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسیطرح بعد اقالہ بیع واللہ ما بعت اور بعد رد
غصب واللہ ما غصبت اور بعد بائنہ تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے میں صادق ہوگا الا اذا تضرر بہ الحلف علی الحاصل ترک
النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعۃ بالجوار ونفقۃ مبتوتۃ والخصم
لا یراہما لکونہ شافعیاً لصدقہ فی حلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جب کہ حاصل پر قسم کہانے سے مدعی کے جانب
نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کہاویں یعنی دعوی مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوی میں اور حالانکہ مدعا علیہ
ان کو واجب نہیں دیکہتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے سبب صادق ہونے اوسکی قسم حاصل پر اوسکے اعتقاد میں تو مدعی کا ضرر ہوگا ہم شافعی
مذہب میں شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہیں اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یوں قسم کہا وے کہ واللہ مجہ پر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہیں تو اسمیں
مدعی کا ضرر ہے تو یہاں سبب پر اسطرح قسم کہائے کہ واللہ میں نے اس گہر کو نہیں خرید کیا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت

یہ ہی نہیں ہے کہ شفعہ جوار اور ہبتوں ہے کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی میں حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر تلت ومفادہ انه لا
تعتبر یمین ما یطلب المدعی علیہ وانما یعتبر ما یطلب المدعی فیہ خلاف والاوجہ ان یسأل القاضی هل تعتقد وجوب شفعة
الجوار اولا واعتمدہ المصنف میں کہتا ہوں اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہیں تحلیف میں اور مدعی کے
مذہب میں اختلاف ہے علما کا اور قول موجہ تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہے یا نہیں اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں پس اگر مدعی نے کہا کہ میں وجوب کا معتقد ہوں تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا اذا کان التحلیف
علی السبب اجماعا ان کان سببا لا یرتفع برافع بعد ثبوته كعبد مسلم يدعي على مولاه عتقه لعدم تكرر رقه اور اسی طرح سے
سبب پر بالاجماع قسم لے اور سبب میں جو مرتفع نہیں ہوتا کسی رافع شے سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اوس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر
اپنے آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہے بسبب مکرر نہونے اوسکی رقیت کے واما فی الامة ولو مسلمة والعبد الكافر فلتكرر رقهما
باللحاق حلف مولاهما على الحاصل اور لونڈی میں اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام میں تو بسبب مکرر ہونے انکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے
قاضی قسم لے دونوں کے مالک کو حاصل پر یعنی یوں قسم لے کہ تم دونوں کے درمیان اب عتق قائم نہیں ہے یوں نہ لے کہ میں نے اوسکو آزاد نہیں کیا
اس احتمال سے کہ شاید اوس نے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب میں جا ملا ہو پھر وہ دار الاسلام میں پھر آیا ہو پھر رقیت کے طرف اوسنے عود کیا ہو تو
اس یمین کی صورت سے اوسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع
وسبب غیر متکرر انتہی اور حاصل کلام یہ ہے کہ تحلیف میں حاصل کا اعتبار ہے مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے و
صح فداء الیمین والصلح منه لما بینا ذبوا عن اعراضكم باموالكم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس
حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ خواہ فدیہ یمین ہوتا ہے بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب
قسم آئی تھی تو اونہوں نے مال دیکر قسم نکہائی تھی اور اسیطرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم کے دعوی میں قسم کے عوض مال دیا اور قسم نکہائی
لوگوں نے کہا کہ آپ تو سچے ہیں کیوں نہیں قسم کہاتے ہیں جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرلے اور اسواسطے کہ مال کے
اور قسم نکہانیکے میں حفظ آبرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلا و شرعا کذا فی الحموی ملخصا وقال الشهید الاحتراز عن الیمین الصادقة واجب قال فی البحر
ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الرائق میں کہا کہ واجب یعنی ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کہانے کے یعنی واجب
سے معنی مراد نہیں کہ سچی قسم کہانا جائز نہو بلکہ واجب سے معنے ثابت ہے ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانه اسقط حقه اور منکر سے قسم ندی
جائیگی کبھی بسبب فدیہ دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کردیا کذا فی البحر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقط
الیمین قصدا بان قال برئت من الحلف او تركته عليه او وهبته لا یصح وله التحليف بخلاف البراءة عن المال
لان التحليف للحاكم بزازیہ اور مصنف نے سقوط یمین میں فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو قصدا
ساقط کرے اسطرح کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم یا یمین سے اوسکو چہوڑ دیا یا اوسکو ہبہ کردیا تو صحیح نہیں اور اوسکو قسم لینا جائز
ہے بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم براءت عن المال یعنی
مال کا معاف کردینا مدعی کے اختیار میں ہے بلا دخل حاکم ولو اذا اشتری يمينه لم يجز لعدم ركن التمليك درر اور اسی طرح
جب کہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہیں بسبب عدم ہونے رکن تملیک کے کذا فی الدرر ہم رکن بیع یہ ہے کہ بیع مال ہو اور حالانکہ
یمین مال نہیں فروع مسئلہ تحفہ شارح کا استحلف خصمه فقال حلفتنی مرة ان عند قاض آخر وبرهن قبل
والا فله تحليفه مرة مدعی نے قسم چاہی سامنے مدعا علیہ سے سو اوس نے کہا کہ تو مجھکو قسم دے چکا ہے ایکبار اگر تحلیف حاکم یا حکم سے

اظہار ہوئی اور وہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مدعیکو اوسکی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدرر قلت ولم ار ما لو قال انی قد
حلفت بالطلاق انی لا احلف یعنی مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکہا یہہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر مین اسپر طلاق کی قسم کہا چکا
کہ البتہ مین قسم نکہاؤنگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اوسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ہم ثابت ہوچکا ہی کہ استحلاف بین احد التخاصمین سکے
الحاق ضرر سے قطعی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولی ہے تو بموجب اسکے حلف بطلاق کے دعوی مین مدعا علیہ معذور رہیگا اور
قسم نکہانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اوس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا طلاق کی قسم کہا کر اور اگر اوسکی قسم لحاظ کیجیے تو ابطال حکم
شرع لازم آتا ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

یہہ باب ہی دو شخصون کے باہم قسم کہانے مین لما قدم
یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جب کہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کرچکا تو اوسنے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبائعان
فی قدر ثمن او وصفہ او جنسہ او فی قدر مبیع حکم لمن برھن لانہ نور دعواہ بالحجۃ متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار
مین یا اوسکے وصف یا جنس مین یا مبیع کے مقدار مین تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر
کردیا حجت اور برہان سے ہم مقدار ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تہا اور مشتری کہے پانچ تہا اور وصف ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع
کہے کہ ثمن بدراہم مروجہ تہا اور مشتری کہے بدراہم کاسدہ تہا اور جنس ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع دعوی کرے کہ ثمن بدنانیر تہا اور مشتری
نے کہا بدراہم تہا ولو برھنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اور اگر دونون برہان لاوین اپنے دعوی پر تو مثبت زیادت کیواسطے
حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہین ہم مثبت زیادت خواہ بائع ہو خواہ مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت
مین معارضہ نہین ولو اختلفا فیہما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برھان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع
سب دونون مین اختلاف کیا تو برہان بائعکی مقدم ہوگی اگر ثمن مین اختلاف ہو ہم صورت اختلاف یہہ ہو کہ بائع کہتا ہے کہ مین نے یہہ لونڈی تیرے ہاتھ
سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اوسکو اور دوسری لونڈی کو اوسکے ساتہہ پچاس درم کو بیچا اور دونون گواہ لاوین تو بائع کے
گواہ اوسکے ثمن مین اور مشتری کے گواہ اوسکے مبیع مین بنظر اثبات زیادت تو دونون لونڈیان مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فی
البحر عن العنایۃ وبرھان المشتری لو فی المبیع نظرا لاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہی اگر اختلاف مبیع مین ہو بلحاظ
اثبات زیادت وان عجزا فی الصور الثلاث عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الاخر فبہا اور اگر متبایعین تینون صورتون مین عاجز
ہوگئے ثبوت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہوگیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہی کہ جہگڑا اوٹہ گیا ہم صور ثلثہ مین سے ایک صورت یہہ ہے
کہ ثمن مین اختلاف ہو دوسری یہہ کہ مبیع مین اختلاف ہو تیسری یہہ کہ ثمن اور مبیع دونون مین اختلاف ہو وان لم یرض واحد منہما
بدعوی الاخر حلفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار اور اگر متبایعین مین سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوی سے تو دونون
قسم کہاوین جب تک کہ بیع مین خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہے ہم دونون پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا
منکر ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر مشتری کو خیار رؤیت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونون پر قسم نہین ایسے ہی حموی نے کہا اور خیار مین بائع
بہی مشتری کے مانند ہی وبدأ بیمین المشتری لانہ البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی شروع
کرنے والا ہے انکار کا ہم اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہی ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وھذا لو کان بیع عین بدین اور
یہہ یعنی مشتری کی قسم شروع کرنا اوس وقت ہی جب کہ عین کی بیع ہو دین سے یعنے اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان
مقایضۃ او صرفا فھو مخیر وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع
نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا شرح ابن ملک ہم

بیع نقابضا اور صرف مین اسواسطے عتیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری سے من وجہ ویقتصر علی النفی فی الاصح اور فقط نفی پر اقتصار کرے بقول اصح ہم یہہ بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کہائو کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کہائے کہ واللہ مینے بعوض دو ہزار کے نہین خریدا کیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادات مین ہے کہ نفی کے ساتھہ اثبات کو بہی ضم کرے تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدھما او طلبھما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے قال لاینفسخ بالتحالف ولا ینفسخ احدھما بل بفسخھما جبرا اور بیع فسخ نہین ہو جاتی دونون کے قسم کہانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنے درصورت فسخ متعاقدین قاضی کے فسخ کرنیکی حاجت نہین ومن نکل منھما لزمہ دعوی الاخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ بعینہا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نکہائو اوسکو دوسری قسم کہانے والیکا دعوی لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس مبیع بعینہ موجود ہو تو دونون قسم کہائین اور مبیع رد بیع کرین وھذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیء کاختلافھما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہہ سب یعنے تحالف اور فسخ اوس شرط پر ہی جب کہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا صورت اوسکی یہہ ہو کہ مشتری نے گہی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو رطل ہے مثلا سو مشتری مشک لایا پہیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہو تو بائع نے کہا کہ یہہ میری مشک نہین اور اوسنے کہا کہ میری مشک کی تول دو ہی رطل تہی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اوسکو بری ٹہیراتا ہے اور مشتری منکر ہے کذا فی البحر کما لو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظھیریہ چنانچہ اگر دونون نے وصف مبیع مین خلاف کیا چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خریدا کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہو کہ مین نے یہہ شرط نہین کی تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظھیریہ ہم خلاصہ یہہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا اور اگر وصف مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین وقیل بالتحالف فیھما فی ثمن وتلبیع لانہ لا تحالف فی غیرھما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد نحو اجل وشرط رھن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہو اثمن اور مبیع کی اختلاف کے ساتھہ اسواسطے کہ اون دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہہ شرط کر لی ہو کہ وہ ادا ثمن کو کوئی چیز میرے پاس گرو رکہے اور مشتری اوسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہہ صورت کہ بائع کہے کہ مینے اس شرط بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بہی یہی حکم ہے یعنے قبول قول بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور خلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کے ساتھہ اور زفر اور شافعی نے کہا انہین بہی دونون قسم کہاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ھلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ اور قسم دونون پر نہین جب کہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اوسکے خارج ہو جانے سے اوسکی ملک سے یا عیبدار ہو جانے سے اوس عیب کے ساتھہ کہ اوسکے سبب بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی

وحلف المشتري الا اذا استهلك في يد البائع عند الشافعي اور قسم کھائیگا مشتری مگر جبکہ مبیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے
تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاوینگے اور اگر مشتری نے مبیع کو تلف کرکے بائع کے پاس ہو تو وہ قابض ٹھہریگا اور تحالف نہیں جبکہ
اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد والشافعي يتحالفان ويفسخ على قيمة الهالك اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری
دونوں قسم کھاوینگے اور فسخ بیع ہوگا بیع ہالک کی قیمت پر وهذا لو كان الثمن دينا فلو تقايضا تحالفا اجماعا لان المبيع كل منهما وترد
مثل الهالك او قيمته اور یہہ تب ہے کہ فقط مشتری پر قسم جب ہو کہ ثمن دین یعنی درہم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونوں قسم کھاوینگے
بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک مبیع ہے اور مثل ہالک پھیر دیا جاوے اگر ہالک مثلی ہو یا اوسکی قیمت پھیری جاوے اگر ہالک قیمت والی چیز
ہو ثم لو اختلفا في جنس الثمن بعد هلاك السلعة بان قال احدهما دراهم والآخر دنانير تحالفا اتفاقا وغرم المشتري قيمة
مبیع چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اس طرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن درہم تھے اور دوسرے نے کہا دینار
تھے تو دونوں قسم کھاوینگے اور مشتری کو قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد هلاك بعضه او خروجه عن ملكه كعبدين
مات احدهما عند المشتري بعد قبضهما ثم اختلفا في قدر الثمن لم يتحالفا عند ابي حنيفة رحمه الله اور تحالف نہیں
بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک اونمین سے مرگیا مشتری کے پاس بعد قبض ہونے دونوں کے
پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان يرضى البائع بترك حصة
الهالك اصلا فحينئذ يتحالفان هذا على تخريج الجمهور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الى يمين المشتري بعض مبیع ہلاک
ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہہ کہ بائع راضی ہوجاوے ترک حصہ ہالک پر تو اب دونوں پر قسم آویگی یہہ پہلے استثنا کو تحالف کے طرف پھیرنا
اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشائخ بلخ نے استثنا کو یمین مشتری کے طرف پھیرا ہے هم اس استثنا میں مشائخ مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہہ
استثنا تحالف کے طرف منصرف ہو اسواسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہہ ہے کہ لم يتحالفا بعد هلاك بعض المبيع الا اذا
ترك البائع حصة الهالك فيتحالفان اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کے طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام میں کیونکہ تقدیر
کلام یوں ہے کہ لا يتحالفان بعد هلاك بعضه بل اليمين على المشتري الا ان يرضى البائع الخ تو اس صورت میں قسم نہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی
مختصرا ولا في قدر بدل كتابة لعدم لزومها اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم نہونے کتابت کے ولا في قدر
راس مال بعد اقالة عقد السلم بل القول للعبد والمسلم اليه ولا يعود السلم اور تحالف نہیں مقدار راس المال میں بعد
زائل کرنے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود نہوگا فان
ان اختلفا اي المتعاقدان في مقدار الثمن بعد الاقالة ولا بينة تحالفا وعادت البيع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار
ثمن میں بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہیں تو دونوں قسم کھاوینگے اور بیع پھر ثابت ہوجاویگی هم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن میں ہوگا
اور مشتری کا حق مبیع میں چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقض کا احتمال نہیں رکھتا اسواسطے کہ وہ
عبارت ہے سقاط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو كان كل من المبيع والثمن مقبوضا ولم يرد المشتري
الى بائعه بحكم الاقالة فان رده اليه بحكم الاقالة لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اوس شرط پر ہے کہ ہر ایک مبیع
اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اوسکو اوسکے بائع کے طرف پھیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اوسکو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہیں بخلاف
قول محمد وان اختلفا اي الزوجان في قدر المهر او جنسه قضي لمن اقام البرهان وان برهنا فللمراة اذا كان مهر المثل
شاهدا للزوج بان كان كمقالته او اقل وان كان شاهدا لها بان كان كمقالتها او اكثر فبينته اولى لاثباتها خلاف الظاهر

اور اگر زوجین نے اختلاف کیا مہر کی مقدار مین یا اوسکی جنس مین تو زوجہ کے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو عورت کے گواہ اوسلئے مین جب کہ اوسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اسطرح پر کہ مہر مثل زوجہ کے قول کے برابر ہو یا اوس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اسطرح پر کہ اوسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اوسکے مقبول ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے ثبت ہوتے ہین
وان کان غیر شاهد لکل منهما بان کان بینهما فالتهاتر للاستواء ویجب مهر المثل علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسی کا شاہد نہو اسطرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونے کے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح ہم مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہو بلکہ مراد یہہ ہو کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر اور زوج کے دعوے سے زیادہ ہو کذا فی الدرر وان عجزا عن البرهان تحالفا ولم یفسخ النکاح لان تحالفهما فی المهر بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کہاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح کو بخلاف بیع ہم یعنے ہر ایک کی قسم دوسرے کے دعوے کو توڑتا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہی نکاح کا بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہو کذا فی الدرر ویبدأ بیمینه لان اول التسلیمین علیه فیکون اول الیمینین علیه ظاہر اور زوج کی قسم ابتدا کی جاوے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسمون مین سے پہلی قسم اوسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم نفس زوجہ ہے اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یہہ تحالف عند العجز کرخی کی تخریج سے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک رجہ مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہہ ہو کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوجکا قول مقبول ہے قسم سے اگر مہر مثل اوسکو موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا قول قسم سے مقبول ہے اگر مہر مثل اوسکے موافق ہو یا اکثر اور تصریح ہو ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحاوی ویحکم بالتشدید ای یجعل مهر مثلها حکما لسقوط اعتبار التسمیة بالتحالف فیقضی بقولها لو کان کمقالته او اقل وبقوله لو کمقالته او اکثر وبه لو بینهما ای بین ما ادعیه وما ادعته اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھیرایا جاوے بسبب ساقط ہو جانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اوسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اوسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوے زوجہ اور دعوے زوج ہو ولو اختلفا ای المؤجر والمستاجر فی بدل الاجارة او فی قدر المدة قبل الاستیفاء للمنفعة تحالفا وترادا ویبدأ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والمؤجر لو فی المدة ولو برهنا فالبینة للمؤجر فی البدل وللمستاجر فی المدة اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کہاوین اور اجارہ کو رد کرین اور مستاجر کی قسم شروع کیجاوے اگر دونون بدل اجارہ مین مختلف ہون اور موجر کی قسم ابتدا کی جاوے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ہم استیفای منفعت سے مراد یہہ ہو کہ استیفای منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفا سے عدم قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علے الاستیفا بجای استیفا کے ہے وجوب اجرت مین بشرط صحت عقد کذا فی البحر وبعده لا والقول للمستاجر لانه منکر الزیادة اور بعد استیفای منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ وہ زیادتی اجرت کا منکر ہے ہم بعد استیفای منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفای منافع فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علما نے یہہ مسئلہ ذکر نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تہا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکن من استیفاء البعض من المنفعة تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقاد ساعة فساعة فکل جزء کعقد بخلاف البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفای بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم

تسلیم کیا ہو اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی میں اور رہنے میں مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارہ کے دم بدم تو ہر جزو اس کا ہمنزلہ عقد ہے یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے ہم یعنی عقد اجارہ دمبدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جزو منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہوا بالاستقلال تو باقی گویا معقود علیہ مستقل ہے لہذا اسمیں تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جزو مبیع کا معقود و بعقد مستقل نہیں بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع میں بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل مبیع میں متعذر ہوگا وإن اختلف الزوجان ولو مملوكين أو مكاتبين أو صغيرين والصغير يجامع أو ذمية مع مسلم قائم النكاح أو لا في بيت لهما أو لأحدهما أو لآخر أنه الأكمل لأن العبرة لليد لا للملك

اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہو یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت نکاح قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہے یا ایک شخص کا ان میں سے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا في متاع هو هنا ما كان في البيت ولو ذهبا أو فضة فالقول لكل واحد منهما فيما صلح له تو ہمیشہ زوجین نے اختلاف کیا اوس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین میں سے ہر ایک کا قول مقبول ہوگا جس کے ساتھ اوس متاع میں جو اوس کے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا اور ہتھیار اور کمر بند اور کتابیں اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور سنہ اسکے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اوس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہے إلا إذا كان كل منهما يفعل أو يبيع ما يصلح للآخر فالقول له لتعارض الظاهرين درر وغيرها مگر جبکہ زوجین میں سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اوس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب متعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا ہم مثلاً زوج زرگر ہو کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہوگئے تو اب اعتبار تصرف کا ترجیح ہوگا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض میں ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی بتصرف والقول له في الصالح لهما لأنها وما في يدها في يده والقول لذي اليد اور زوج کا قول مقبول ہے اوس متاع کے جو دونوں کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اوسکے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنے تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما يختص بها لأن ظاهرها أظهر من ظاهره وهو اليد الاستعمال بخلاف اوس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اوس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اوسکے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہونہ زوجہ کا اوسکا جواب بیان دیا کہ یہ استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو أقاما بينة يقضى ببينتها لأنها خارجة خانية والبيت للزوج إلا أن يكون لها بينة بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہیں کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہوں اسپر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر وهذا لو حيين وإن مات أحدهما واختلفت ورثته مع الحي في المشكل الصالح لهما فالقول فيه للحي ولو رقيقا وقال الشافعي ومالك الكل بينهما وقال ابن أبي ليلى الكل له وقال الحسن البصري الكل لها وهي المسبعة وتمامه في الخانية بتسعة أقوال اور یہ جو مذکور ہوچکا اوس صورت میں تہا جبکہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک انمیں سے مر گیا اور میت کے وارث نے

زندہ کے ساتھ ہے مشکل میں یعنی اوس متاع میں جو دونوں کے لائق ہو اختلاف کیا تو اوسمین زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور امام مالک نے کہا کہ کل مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلہ میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خصافیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم اقوال تسعہ بیان کرتے ہیں پہلا قول امام کا ہے جو متن میں مذکور ہو چکا یعنی متاع مشکل میں زندہ کا قول مقبول ہے ۲ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳ ابن ابی لیلی کا قول کہ سب متاع زوج کی ہے ۴ قول ابن شبرمہ اور شریک کا کہ دونوں میں مال برابر ہے ۵ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہے ۷ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت میں زوج کی ہے ۸ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونوں میں برابر ہو ۹ قول مالک کا کہ کل مال دونوں میں برابر ہے کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل ملخصا ولو احدھما مملوکا او ماذونا او مکاتبا وقالا والشافعی ھما کالحر فالقول للحر فی الحیوۃ وللحی فی الموت لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت میں مقبول ہے حر کا قول زندگی میں اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندہ کا قول موت میں اسواسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبین اور شافعی نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم میں برابر ہیں اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسھا فما فی البیت قبل العتق فھو للرجل وما بعدہ قبل ان تختار نفسھا فھو علی ما وصفناہ فی الطلاق جو آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اوسنے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی زوجیت سابقہ سے راضی نہ رہی تو جو اسباب گھر میں ہے قبل آزاد ہونیکے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہوا قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اسطرح پر ہے جسکو ہمنے کتاب الطلاق میں مذکور کیا ہم یعنی دونوں حروں کے برابر ہیں حکم میں کذا فی المنح وفیہ طلقھا ومضت العدۃ فالمشکل للزوج وکذا لورثتہ بعدہ لانھا صارت اجنبیۃ لا ید لھا اور بحر الرائق میں ہے کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اوسکے وارثوں کی زوج کے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف باقی نہیں ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثہ اور جبکہ ہمنے متاع مشکل کو طلاق میں ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح زوجکے وارث کی ہے ہم طحطاوی نے کہا لما شرطیہ ہو اور اوسکا جواب فکذا یکون للوارثۃ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنیکا کچھ فائدہ نہیں اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے اما لو مات وھی فی العدۃ فالمشکل لھا کانہ لم یطلقھا بدلیل ارثھا اور اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت میں ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہوگی گویا اوسنے اوسکو طلاق ہی نہیں دی اوسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف المؤجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ ولیس للمؤجر الا ما علیہ بینۃ تبیین بدایہ اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب میں تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اوسکو قسم کہلانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہیں مگر جو اوسکے بینہ سے ثابت ہیں ولو اختلف اسکافی وعطار فی آلات الاساکفۃ وآلات العطارین وھی فی ایدیھما فھی بینھما بلا نظر لما یصلح لکل منھما کذا فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگروں اور عطاروں کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ دونوں طرح کے ہتھیار دونوں شخصوں کے قبض اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے ہیں بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی یہ رعایت نہ ہوگی کہ کفشگروں کے ہتھیار کفشگر کے ہیں اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور یہ روایت اسکا سراج میں ہے ہم آلات مذکورہ دونوں میں اسواسطے برابر ہونگے کہ کاہی ایک پیشہ ور دوسرے پیشہ کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی جیسا کہ

مرد ثابت یا لفقر والحاجۃ صار بیدہ غلام وعلی عنقہ بدرۃ وذلک بدار فادعاہ رجل معروف بالیسار وادعاہ صاحب الدار فھو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی میں مشہور ہے اوسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن

ر د پیو یا اشرفیوں کی تہیلی معلق ہے اور وہ مفلس مذکور کے گھر میں سے سوا اس غلام کا اوس مرد نے دعوی کیا جو الداری اور دولتمندی میں مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اوس کا دعوی کیا تو وہ غلام اوس شخص کا ہے جو الداری میں مشہور ہے اور یہ تہیلی کہ کہتے ہیں جسمین ہزار یا دس ہزار روپیہ یا سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاموس و لو کان ابن فی منزل رجل وعلی عنقه قطیفة یقول الذی هو علی عنقه هی لی والذی یقول صاحب المنزل فهی لصاحب المنزل اور اسیطرح ایک جادر کپشمی سے ایک مرد کے گھر میں اور اوسکی گردن پر کمبل کا بالاپوش ہے جسکی گردن پر وہ کہتا ہو کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے کہ میرا ہے تو وہ صاحب خانہ کا ہے ہم کہتے ہیں اور مسئلہ سابقہ میں نہایت ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی المحیط رجلان فی سفینة بها دقیق فادعی کل واحد السفینة وما فیها واحدهما یعرف ببیع الدقیق والآخر انه ملاح فالدقیق للذی یعرف ببیعه والسفینة لمن یعرف انه ملاح عملا بالظاهر دو مرد ہیں ایک ناؤ میں جسمین آٹا ہے سو ہر ایک نے ناؤ اور آٹے کا دعوی کیا ہے اور ایک شخص اون میں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور دوسرا ملاحی میں تو آٹا اوس کا ہے جو آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور ناؤ اوسکی ہے جو ملاح مشہور ہے بنابر عمل بظاہر حال ولو فیها راکب وآخر ممسک وآخر یجذبها وآخر یجدفها وکلهم یدعونها فهی بین الثلثة اثلاثا ولا شیء للماد اور اگر ایک ناؤ میں ایک شخص سوار ہے اور دوسرا شخص اوسکو پکڑے ہے اور تیسرا اوسکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور چوتھا اوسکو بہاتا ہے اور سب اوس کا دعوی کرتے ہیں تو وہ کشتی تین شخصوں میں تین تہائی ہے اور بہانے والے کا اوسمین کچھ نہیں ہے مشاید کہ اسواسطے بہانیوالا کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی المحیط رجل یقود قطارا بابل وآخر راکب ان علی کل بعیر متاع للراکب فکلها له والقائد اجیر و ان لا شیء علیها فللراکب ما هو راکبه والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامه فی جامع الاحکام ایک شخص اونٹوں کی قطار کھینچتا ہے اور دوسرا شخص سوار ہے اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہو تو سب اونٹ اوسکے ہیں اور قطار کھینچنے والا اوس کا مزدور ہے اور اگر اونٹوں کا اسباب نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جسپر وہ سوار ہے اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گای بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اسکا خزانۃ الاکمل میں ہے یعنے اگر گای بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کی ہیں کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہے دعووں کے دفع کرنے میں یعنے مدعا علیہ نے اپنے اوپر دعوی مدعی کا ہٹانے یا ہمیشہ دفع دعوی قبل برہان مدعی صحیح ہے جیسے کہ بعد برہان بھی صحیح اور اسیطرح قبل حکم صحیح ہے جیسے بعد حکم صحیح ہے اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہے اگرچہ کثیر ہو قول مختار میں اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع بعض الورثہ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر لما قدم من یکون خصما ذکر من لا یکون خصما جب کہ مصنف نے پہلے اسکے ذکر کیا اسکو جو خصم ہوتا ہے اب ذکر شروع کیا اس کا جو خصم نہیں ہوتا

قال ذو الید هذا الشیء المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیه او اعارنیه او آجرنیه او رهنیه زید الغائب او غصبته منه من الغائب وبرهن علیه علی ذلک العینی تامته لا هالکه وقال الشهود نعرفه باسمه ونسبه او بوجهه وشرط محمد معرفته بوجهه ایضا فلو حلف لا یعرف فلانا وهو یعرفه الا بوجهه لا یحنث ذکره الزیلعی وفی الشرنبلالیة عن خط العلامة المقدسی عن البزازیة ان تعویل الائمة علی قول محمد انتهی فلیحفظ کہا قابض نے کہ یہ شے جسکا مدعی دعوی کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی ہے یا بعاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہے زید نے جو غائب ہے یہاں سے یا میں نے اسکو شخص غائب سے لیکر غصب لیا ہے اور امور مذکورہ پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائم ہے نہ ہالک اور گواہوں نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اوسکے نام اور نسب یا اوسکی صورت سے پہچانتے ہیں اور محمد نے اسم اور نسب کے ساتھ اوسکی صورت شناسی بھی شرط کی ہے تو جب قول محمد اگر قسم کہائی کہ میں فلانے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو نہیں پہچانتا مگر اوسکی صورت تو حانث نہ ہوگا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہے کہ ائمہ فقہ کا اعتماد محمد کے

قولی پر ہو انتہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کذفیت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان یدہ لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان
دفع ہو جائیگی خصومت اوس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ قبضہ ان لوگون کا یعنے مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور
غاصب کا قبضہ خصومت نہین ہے اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خرید کیا پہر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بذکر ودیعت یا
غصب یا رہن غائب سے دفع کیا تو خصومت دفع نہو گی اور ذی الید پر اوسکے آزاد کر دینے کا حکم ہو گا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذوالید
بالحیل لاتندفع وبہ یؤخذ ملتقی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اوس سے
دفع نہو گی اور یہی قول ماخوذ ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہے حیلہ گری اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پہر
مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور ایسا ذکر گواہون کے سامنے اوس مغصوب کو غاصب کے پاس ودیعت رکہتا ہو تاکہ جب مالک آدمی اور اوسکی
ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکہا ہے تو مالک کا حق باطل ہو جاوے
زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگون کے حالات دیکہتا رہے اور اونکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہوئے بعد قاضی
ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنے کے ولیس الخبر کالمعاینۃ کذا فی الطحطاوی وہذہ مخمسۃ کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسۃ
علماء کما بسطہ فی الدرر او لان صورہا خمس علی وعارۃ [illegible] اور یہ یعنے مسئلہ دفع مخمسہ ہو کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اسمین پانچ
عالمون کے قول ہین چنانچہ درر مین مشرح ہے یا مخمسہ ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن
اور غصب کذا فی العینی وغیرہ ہم اقوال خمسہ مین سے پہلا قول وہ ہے جو متن مین مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت ہم
اور نسب کے ساتہہ روشناسی بہی ضرور ہے چوتہا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہوتی پانچوان قول ابن ابی
لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہو جاتی ہے اوسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وفیہ نظر اذ الحکم کذلک لو قال
وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیہا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او ضل منہ فوجدتہ [illegible] او
ہی فی یدی مزارعۃ بزازیہ فالفصول احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیۃ المزارعۃ بالاجارۃ والودیعۃ قال فلا یزاد
علی الخمس وقد حررتہ فی شرح الملتقی مین کہتا ہون اور عینے کے قول مین گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسیطرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ
اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجکو وکیل کیا یا اس گہر مین مجکو زید غائب نے رکہا یا مین نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اسکو
نکال لیا یا اوسکے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تہی سو مین نے اوسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب
گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتہہ ملحق ہے بزازی
نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقے مین تحریر کی ہے وان کان ہالکا او قال الشہود اودعہ
من لانعرفہ او اقر ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق
بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ
منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب لما سیجئی حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہالک ہو گیا ہو یا گواہون نے کہا کہ اسکو
ودیعت رکہا ہے اوسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اسکو خرید
کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اسطرح پر کہ مدعی نے
کہا کہ تو نے اسکو غصب کر لیا مجہہ سے یا یون کہا چرا لیا گیا مجہہ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی
کے واسطے تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تو نے اسکو مجہہ سے چرا لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجہہ سے یا اوسکو غصب

سلہ یعنی شنیدہ کہ بود مانند دیدہ ۱۲ منہ
مترجم اول سرق الحق صیغہ ماضی کو الحق پڑہنا قاف سمجہا اور آخر جلد مین ملحق غالبا معتبر رہا تا اگر صرف اسطرح ثابت کی بزازیہ مین مزارعت کا اجارہ کے ساتہہ ملحق کیا ہے ۱۲

کرلینا بجہہ ہستے فلانے غائب سے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہوجاویگی وهل تندفع بالمضمون فی الصحیح
لا بل اذ یله اور کیا خصومت دفع ہوگی بنسبۃ غصب یعنی غصب قول صحیح یہہ ہے کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ هم یعنی اگر مدعی نے یون کہا
کہ یہہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے مجھسے غصب کیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوی اسکے
کا مندفع نہوگا وقال ذو الید فی الدفع اودعنیه فلان وبرهن علیه لا تندفع فرق الحکم لما قلنا اور ذو الید نے دعوے
غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ مین خصومت مندفع
نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہم ملتقے مالک وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع نہوگی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام عین اور معرفت شہود کو
شارح مشہور کر چکا ہی اور دعوے خریداری اور ہبہ مین اقرار قبض ملک ہی اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوی ہے مدعا علیہ کے فعل کا قال
فی غیر مجلس الحکم انه ملکی ثم قال فی مجلسه انه ودیعة عندی او رهن من فلان تندفع مع البرهان علی ما ذکر کہا ذو الید
مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہی پھر مجلس حکم مین بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کے جانب سے تو خصومت
دفع ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوی مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہوجاویگا اور غیر مجلس حکم کا
اقرار مقبول نہوگا کہ جب تک شرع اوسکو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف آگے تصریح کرتا ہے ولو برهن المدعی علی مقالته الاولی
یجعله خصما ویحکم علیه لسبق اقراره به ثم الله فی البزازیة اور اگر مدعی گواہ لاوے ذو الید کے اول قول پر یعنی اوسکے دعوی
ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دے اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اوس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کو کذا فی البزازیہ وان قال
المدعی اشتریته من فلان الغائب وقال ذو الید فی الدفع اودعنیه فلان ذلک ای بنفسه فلو بوکیله لم تندفع بلا بینة
ذو الید المخصومة وان لم یبرهن لتوافقهما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا اور ذو الید نے اوسکے دفع مین کہا میرے پاس اوسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذو الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ
ذو الید گواہ نلاوے بسبب اتفاق ہونے دونون کے اس پر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذو الید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب
کے وکیل نے اوسکو ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذو الید کے الا اذا قال اشتریته ووکلنی بقبضه
وبرهن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو غائب سے خرید کیا اور اوس نے مجھکو وکیل کیا ہے اسکے قبضہ کرنے پر یعنی تیرے پاس سے لیکر آؤ اور اسپر
گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنی ذو الید سے مدعی اوسکو لیگا اسواسطے کہ مدعی احق بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدّقه
فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقراره وهی عجیبة اور اگر ذو الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے
مین تو اوسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضاء علی الغائب نہ لازم آوے ذو الید کے اقرار سے اور یہہ مسئلہ عجیب ہی یعنی انکار مین تو تسلیم ہوا اور
تصدیق مین تسلیم نہیں هم طحطاوی نے کہا ہم کہتے ہین ہرگز کچھہ مقام تعجب نہین اسواسطے کہ ذو الید کا اقرار حجت قاصرہ ہی مالک غائب پر سرایت
نہین کرسکتا اور اسیطرح علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھہ عجب نہین اسواسطے کہ اوسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہین ثم اقتصاره رحمه الله تعالی
علی دعوی الشراء قید اتفاقی لذا قال ولو ادعی انه له غصبه منه فلان الغائب وبرهن علیه وزعم ذو الید
ان هذا الغائب اودعه عنده اندفعت فی الاصح لتوافقهما ان الید لذلک الرجل پھر منحصر کرنا صاحب درر وغیرہ کا خرید کے دعوی
پر قید اتفاقی ہے سو اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اوسکی ہے اوس سے فلانے غائب نے غصب کر لی اور
اسپر گواہ لایا اور ذو الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اوسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذو الید سے خصومت مندفع ہوگی
بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ قبضہ اوسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقة

لا تندفع بناء على قول ذي اليد ابداعه ذلك الغائب استحسانا كذا في البزازية اور اگر بجای دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی
ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اوس غائب نے یہ شے میرے پاس اوسکو ودیعت رکھا ہو از روی استحسان ہے کذا فی البزازیہ و فی شرح الوھبانیۃ
للشرنبلالی لو اتفقا على الملك لزيد وكل يدعي الاجارة منه لم يكن الثاني خصما للاول على الصحيح اور شرنبلالی کی شرح
وہبانیہ میں ہو کہ اگر دو شخص متفق ہوئے زید کی ملک پر اور ہر شخص اوس سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا
بقول صحیح ہم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہین
اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعي رهنا وشراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور شرا کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتري فخصم
للكل اور مشتری تو سب کا خصم ہے یعنے جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانیکے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور شے خریدہ کا خصم ہوگا کذا
فی الطحطاوی **فروع** مسائل لمحقہ شارح کے قال المدعى عليه لي دفع فمهل الى المجلس الثاني صغرى مدعا علیہ نے کہا کہ میرے
پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اوسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجائیگی کذا فی العنصر للمدعي تحليف مدعي الايداع
على البتات ورلہ مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر
قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اوس کا تمام ہونا یعنے قبول ایداع اوس سے متعلق ہے اور ذخیرہ مین ہو کہ ذی الید
پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین لکھتے تو یہہ کلام دفع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی و له
تحليف المدعي على العلم ومتامه في البزازية اور اوسکو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اس کا
بزازیہ مین ہے ہم جب کہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی نے
دفع مین اوسکی تصدیق نکی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کہای اسطرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے
ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہے اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہین کذا فی البحر و قيل بنقل امته فبرهنت
انه اعتقها قبل الدفع للعتق ما لم يحضر المتولي ابن ملك مولے نے کسیکو اپنی لونڈی کے کہین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی نے
گواہ لائی اسپر کہ مولے نے مجھکو آزاد کردیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر جب تک مولے نہ آوے کذا و کرہ
ابن ملک **باب دعوى الرجلين** یہہ باب ہے دو مردون کے دعوی کرنے مین یعنی تیسرے شخص پر دعوی کرین
یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجة خارج في ملك مطلق اى لم يذكر له سبب كما مر على حجة ذي اليد مقدم ہوگی شخص خارج
کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ہم خارج وہ شخص ہے جو ذی الید
اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث مین برہان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان وان وقت احدهما فقط
حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ہم یعنے خواہ دونون تاریخ ملک بیان نکرین یا دونون ایک ہی
تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہرصورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ
سابق ہو تو اب اوسیکی حجت مقدم ہو گی کذا فی الحلبی وقال ابو يوسف ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جسنے
تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت مین و ثمرته فيما لو قال في دعواه هذا العبد لي غاب عني منذ شهر
وقال ذو اليد لي منذ سنة قضي للمدعي لان ما ذكره تاريخ غيبة لا ملك فلم يوجد التاريخ من الطرفين فقضي ببينة
الخارج اور ثمرہ خلاف امام و ابو یوسف اوس صورت مین ہے کہ خارج نے کہا کہ یہہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہوگیا مہینہ
بہر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بہر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ

باب دعوى الرجلين

تاریخ غائب

غائب ہونے کی تاریخ ہو نہ مالک ہونیکی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کے طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے
نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسیواسطے حجت خارج پر حکم ہوگا و قال ابو یوسف یُقضیٰ للمؤرخ ولو حالۃ الانفراد
اور امام ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو ھم منح الغفار مین جامع الفتاوی سے
یون منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک حالت انفراد مین مورخ کی ترجیح ہی
انتہی تو شارح کو ایسا کہنا تھا کہ لفظ لو سا قط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد مین ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہی کہ قضا مورخ کی
واسطے ہی خواہ دونون سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین تفصیل کے کچھہ معنے نہیں اسواسطے
کہ تاریخ تو دونون سے ثابت ہی بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی و ینبغی ان یُقضیٰ بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی
جامع الفصولین و اقرہ المصنف اور لائق یون ہی کہ بقول ابو یوسف حکم کیا جاوے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر
ہی چنانچہ جامع الفصولین مین ہے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ھم منح الغفار مین بجای ینبغی یُفتی سے وھو الاظہر ولو

انظر برھن خارجان علی شئ فی ید ثالث قُضی بہ لہما اور اگر گواہ لاوین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسری شخص کے قبضہ مین ہے تو دونون کے
واسطے اوس چیز کا حکم ہوگا ھم دلیل اسکی وہ حدیث ہی جو سنن ابوداود مین ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہی کہ دو شخصون نے ایک اونٹ
کا دعوی کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اونٹ کو
دونون مین نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہی کہ بینات حجج شرعیہ سے ہین تو حتی الامکان اوسپر عمل واجب ہی اور یہان
عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تحمل ایک ہی شئے دو جہت پر اوقات مختلفہ مین ہوا کرتا ہے تو گواہی دینے کے واسطے ہر فریق اوسپر قبضہ کو
[بدون ملک دیکھا] ہی جو اوس نے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برھنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لو حیۃ پھر اگر دو شخص گواہ
نکاح کے دعوی مین تو دونون کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے ھم یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصون نے
ساتھہ ہی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہیں معیت برہان کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اوسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ
اوسکے مقبول نہون گے چنانچہ خریداری کے دعوی مین برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی و لو میتۃ قُضی بہ
بینہما و علی کل نصف المہر و یرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منہما و تمامہ فی الخلاصۃ
اور اگر عورت میتہ ہو تو دونون مدعیون کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونون شخص ایک زوج کی
میراث کے وارث ہونگے اور اگر عورت جنی یعنی بعد اوسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونون شخصون سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ
مین ہی ھم خلاصہ مین باقی بیان یون ہی کہ ولد مذکور دونون شخصون سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونون والد اوسکے متروکہ سے ایک
واحد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر و ہی ای صاحبۃ اذا لم تکن فی ید من کذبتہ ولم یکن دخل من کذبتہ بہا اور عورت
اوسکی زوجہ ہو جسکی تصدیق کی بشرطیکہ عورت اوسکے پاس نہو جسکی اوسنے تکذیب کی اور جسکی اوس نے تکذیب کی اوس
عورت کی وطی نکی ہو ھم خلاصہ یہ ہی کہ جب دو شخصون نے ایک عورت میں نزاع کیا اور دونون گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک
کی تاریخ متقدم ہو تو وہ اولی ہی اور اگر تاریخ بیان نکی یا دونون کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبضہ ثابت ہی چنانچہ وطی یا اپنے مکان
کا رکھنا تو وہی اولی ہی اور اگر یہہ کچھہ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہی الحاصل سبقت تاریخ راجح ہے سب سے پھر قبضہ پھر وطی
...ہے مصنف نے تاریخ متقدم ... یون ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر مین ہو تو صاحب خانہ اولی ہے کذا

الطحطاوی ہذا اذا لم یؤرخا فان أرّخا فالسابق احق بہا اور یہہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اوس وقت ہے جب کہ دونوں نے تاریخ بیان
نکی ہو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اوس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھہ قبضہ اور دخول کا کچھہ اعتبار نہیں اسواسطے
کہ صریح دلالت پر فائق ہے فلو أرّخ احدہما فہی لمن صدّقتہ او لذی الید بزازیہ قلت وعلی ما مرّ عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ
احدہما و لم ار من نبّہ علیہ فتأمّل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اوسکی زوجہ ہے جسکی اوس نے تصدیق کی یا ذی الید کی
کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں اور بموجب اوس قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہوچکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور میں نے نہیں دیکھا
اوسکو جس نے اوس پر آگاہ کیا ہو تو غور کر اسمیں ہم طحطاوی کہتا ہے صاحب بحرالرائق نے اسپر صریحا آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بہی تاریخ موجب
ترجیح ہے وان اقرّت لمن لا حجۃ لہ فہی لہ وان برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اوس مدعی کے واسطے جسکے
پاس گواہ نہیں تو وہ اوسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہوگیا
اوسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح ولو برہن احدہما
وقضی لہ ثم برہن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سبقہ لان البرہان مع التاریخ اقوی منہ بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی
اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا پہر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اوسکے واسطے حکم نہوگا مگر اوس صورت میں جب کہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اس
واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اوس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہرچند یہاں دونوں دعووں میں تاریخ ثابت ہوا ہو اسواسطے
کہ سبقت نہیں ہوسکتی بدون تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہو وہی مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اوسنے ہی تاریخ
مذکور نکی یا مع التاریخ تو تاریخ سابق مراد ہو کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرہان خارج علی ذی ید ظہر نکاحہ الا اذا ثبت سبقہ
ای ان نکاحہ اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اوس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہوچکا مگر اوس صورت میں برہان
خارج سے حکم ہوگا جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکرا سببا
للملک بان برہنا علی شراء شئ من ذی الید فلکل نصفہ بنصف الثمن ان شاء او ترکہ انما خیّر لتفریق الصفقۃ علیہ
اور اگر دونوں مدعیوں نے سبب ملک کا مذکور کیا اسطرح پر کہ دونوں گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے
نصف نصف ہے اور اوسکا حکم ہوگا بالعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اوسکو چہوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا لینے نلینے میں کہ اوسپر
صفقہ متفرق ہوگیا یعنی پوری چیز اوسکے واسطے باقی نرہی اور شاید اوسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادہوری پر وان ترک احدہما
بعد ما قضی لہما لم یأخذ الآخر کلہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چہوڑا دونوں کیواسطے
حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی کل کو پورا نہیں لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے اور اگر قبل حکم کے
ایک مدعی نے ترک کیا اور دوسرا پورا لے لے تو اوسکو جائز ہے وہو ای ما ادعیاہ للسابق تاریخا ان ارّخا فیرد البائع ما
قبضہ من الآخر الیہ سراج اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونوں نے دعوی کیا اوس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے
تاریخ خرید بیان کی تو بائع پہیر دے گا ثمن اوس نے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اوس وقت اعتبار ہے جب کہ بائع ایک
ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو اسمیں سبقت کے واسطے کچہہ ترجیح نہیں اور نہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وہو لذی ید ان لم یؤرخ
او ارّخ احدہما وا ستویا تاریخہما اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نکی یا ایک
نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے وہو لذی وقت ان وقت احدہما فقط والحال انہ لا ید لہما وان لم یؤرخا
فہی ان لکل نصفہ بنصفہ اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں میں سے ایک نے فقط وقت کی اور حالانکہ دونوں کا
وقت بیان کیا ۱۲

اوس پر ترجیح نہیں اور اگر دونوں سے وقت مذکور نہ کیا تو اوس کا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصرف نصف ثمن و ذکر والشراء
احق من الہبۃ والصدقۃ والرہن ولو مع قبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ ساتھ
قبض کے ساتھ ہو اور وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جانبین سے بخلاف ہبہ و صدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض سے اسواسطے کہ
ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خرید اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن وھذا ان
لم یؤرخا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اوسوقت ہے جبکہ دونوں
مدعیوں نے تاریخ مذکور نکی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی
ہونے کے سبب ولو ارخت احداھما فقط فالمؤرخۃ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوی میں فقط ایک کی تاریخ ذکر
ہو تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنے اس صورت
میں خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں وھذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنی برابر ہونا اوس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند
چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق
من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ھبۃ الدرر اور تصحیح علما مختلف ہی اوس چیز میں جو قابل قسمت ہی چنانچہ گھر اور
صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن
کے ہی نہ من قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر یہہ ردسے عمادی پر کہ اوسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو
یکسان قرار دیا ہے اور مسئلہ میں شیوع طاری ٹہیرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحطاوی والشراء والمھر سواء
فیتنصف وترجع ہی بنصف القیمۃ وھو بنصف الثمن او یفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہیں تو دونوں مدعیوں
میں نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اوس چیز کی پھیر لے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ھم یعنی جب کہ
ایکمدعی نے دعوی کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہہ غلام میرے
مہر میں مقرر کیا تو دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قوت میں یکسان ہیں کیونکہ ہر ایک ان میں سے خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملک ہی مشتری کو
فسخ بیع میں اختیار ہوا بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ھذا اذا لم یؤرخا وارخا واستوی تاریخھما فان سبق تاریخ احدھما کان احق
یہہ یعنی استوای خرید اور مہر اسوقت ہے جب کہ دونوں کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ
سابق ہو تو وہی احق ہے قید بالشراء لان النکاح احق من ھبۃ ورھن وصدقۃ عمادیۃ والمراد من النکاح المھر
کما حررہ فی البحر مغلطا للجامع مصنف نے خرید کی قید لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ
اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر ہے چنانچہ بحرالرائق میں اسکی تحریر کی ہے صاحب جامع الفصولین کے طرف غلط گوئی کی نسبت کرکے ھم صاحب
جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہیں وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہہ ہو کہ وہ یوں سمجھا کہ دو شخصوں
نے ایک لونڈی میں تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ میں اوس کا مالک ہوں بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہو کہ میں نے اوس سے نکاح کیا اور حالانکہ
یہہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہان نکاح سے مہر مراد ہی یعنی نہ عقد چنانچہ لو احق کلام
محیط اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی نعم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الامۃ من رجل واحد
ولا مرجح فتکون ملکا لہ منکوحۃ للآخر نتہ ہاں برابر ہی نکاح اور خرید اگر دو شخصوں نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی میں اور
کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی مدعی شرا کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کر لے ھم وجہ ۱۲

ہبہ ہو کہ خرید اور نکاح میں منافات نہیں یہہ بحث ہی صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر و رَهْنٌ مع قبضٍ احقّ من هبةٍ بلا عوضٍ مع قبضٍ استحسانًا
اور رہن مع القبض احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ہم وجہ استحسان یہہ ہو کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہی اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون
نہیں حالانکہ عقد ضمان اولے ہو اور قیاس یہہ ہے کہ ہبہ اولے ہی رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن و لو (بعوضٍ) فهي احقّ لانها
بيعٌ انتهاءً والبيعُ ولو بوجهٍ اقوى من الرهن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولی ہے وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ
کسی وجہ سے ہو تو قوی تر ہے رہن سے و لو العينُ معهما استويا ما لم يؤرّخا و احدُهما اسبقُ اور اگر شے متنازع فیہ دونوں مدعیوں کے
قبضہ میں ہو تو رہن اور ہبہ دونوں برابر ہیں بشرطیکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنی درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ
اسبق اولے اور مقدم ہی وان برهن خارجان على ملكٍ مؤرّخٍ او شراءٍ مؤرّخٍ من واحدٍ غير ذي يدٍ او برهن خارجٌ على
ملكٍ مؤرّخٍ وذو يدٍ على ملكٍ مؤرّخٍ اقدم فالسابق احقّ اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مورخ پر یا خرید مورخ پر ایک ہی
بائع سے جو ذی الید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق
احق اور اولے ہو ہم بائع میں غیر ذی الید کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خریدنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھہ فائدہ نہ تھا
تعمیم میں وان برهنا على شراءٍ متّفقٍ تاريخهما و مختلفٍ عينى وكلٌّ يدّعي الشراء من رجلٍ آخر او وقّت احدهما فقط
استويا لان تعدّد البائع وان اتّحد فذو الوقت احقّ ثم لا بدّ من ذكر المدّعي وشهوده ما يُفيد ملك بائعه ان لم يكن
المبيعُ في يد البائع ولو شهدوا بيده فقولان بزازية اور اگر خارجین گواہ لائے اوس خرید پر جسکی دونوں تاریخیں متفق ہیں یا مختلف ہیں
کذا فی العینی اور ہر مدعی خرید کا دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہیں اگر بائع متعدد ہیں
اور اگر ایک ہی بائع سے تو صاحب وقت احق اور اولے ہی پھر یہہ ضرور ہی کہ مدعی اور اوسکے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مفید ملک ہو اوسکے بائع کی
درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھہ میں نہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنے درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہیں قبض سابق کی
گواہی دی بلا ذکر اوسکی ملک کے تو اسمیں دو قول ہیں کذا فی البزازیہ یہہ بزازیہ میں ہی کہ گواہوں نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر
نکیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہیں اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اوسکی ملک
کی تو اسمیں فقہا مختلف ہیں کذا فی الطحطاوی فان برهن خارجٌ على الملك وذو اليد على الشراء منه او برهنا على سبب ملكٍ
لا يتكرّر كالنتاج وما في معناه كنسجٍ لا يُعاد وغزلِ قطنٍ وحلبِ لبنٍ وجزِّ صوفٍ ونحوها ولو عند بائعه درر فذو اليد
احقّ من الخارج اجماعًا سوا اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائی ایسے
سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہی نہ مکرر جیسا نتاج یعنی پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو جیسا نسج غیر معتاد سے بنے
ثیاب قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودہ کا دوہنا اور صوف کا ترشنا اور مانند انکے سبب غیر مکرر کے
اگرچہ اسباب مذکورہ اوسکے بائع کے پاس واقع ہوئے ہوں تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق هم نتاج سے مراد یہہ ہی کہ مدعی کی ملک میں
نتاج ہوا ہو یا اوسکے بائع کی ملک میں یا اوسکے مورث کی ملک میں جامع الفصولین میں ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلا یہہ اونٹنی میری بائع کے پاس
جنی اور ذی الید بھی اسیطرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کے طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونوں
بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادّعى الخارج عليه فعلًا كغصبٍ او وديعةٍ او
اجارةٍ ونحوها في روايةٍ درر او كان سببًا يتكرّر كبناءٍ وغرسٍ ونسجِ خزٍّ وزرعِ برٍّ ونحوها او اشكل على اهل الخبرة
فهو للخارج لانه الاصلُ وانما عدلنا عنه بحديث النتاج دعوی نتاج میں ذی الید احق ہی مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا

مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے ذخیرہ کی روایت مین کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہی چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ کا کہیت بونا یا سبب ملک کا مکرر یا غیر مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہی نہ ذی الید کی اسواسطے کہ مدعی خارج مہر مین اصل ہی اور ایسے جو بیان عادل کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب ہم فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ مین بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر مکرر عمارت کی یہہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہہ میری اینٹ ہی مین نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بہی اسیطرح دعوے کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہون کا بونا بہی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ انسان گاہی اسکو ایک زمین مین بوتا ہے پہر اسکو مٹی سے چہان لیتا ہے اور دوسرے کہیت مین بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہہ گیہون مین نے بوئے ہین اور دونون گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبض مین اور گواہ لایا کہ یہہ اونٹنی اسکی اوسکے پاس جنی ہی اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہی اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلا دی اور یہہ حدیث مشہور ہے لہذا اسکا نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط مین ہی کذا فی الطحطاوی ولذن برہن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصون مین سے خواہ دونون شخص خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونون برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اوسکے قبضہ مین چہوڑا جاویگا جسکے پاس وہ ہی ہم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت خیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب مین کہتے ہین شخصین سے ہر طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اسکے طرف سے دوسرے کی ملک کا ہم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور بینتین بالاجماع ساقط ہو بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تہاترا اتفاقا اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتہہ قبض بہی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا ترجیح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہین دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی دلیل کی قوت سے نہ اوسکی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواتر ہو اور دوسری از قسم آحاد یا ایک دلیل مفسر ہو اور دوسری مجمل تو مفسر کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کے احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہین لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہین ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاہدین والآخر اربعۃ فہما سواء فی ذلک پہر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کئے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کئے تو دونون برابر ہین اسمین یعنی اقامت شہادت مین ماخوذ ہین اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہین وکذا لا ترجیح بزیادۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسیطرح ترجیح نہین عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت مین اصل عدالت معتبر ہوا اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچہہ حد نہین ہم یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہون اور دوسرے مدعی کے گواہ عادل ہون تو ترجیح واقع نہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص ان سے بہی زیادہ تر عدالت رکہتا

تو حکم مستقر نہو سکیگا ایک حال پر کذا فی المحیط دار فی یدی رجل ادعی رجل نصفها و آخر کلها و برهنا فللاول ربعها و الباقی
للآخر بطریق المنازعة و هو ان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعة ثم استوت منازعتهما فی النصف الآخر فینصف
ایک گہر ہو ایک شخص کے قبضہ مین سو ایک مرد نے اوسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسرے مرد نے تمام گہر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے
تو اول مدعی کا چہارم گہر ثابت ہوگا اور باقی گہر یعنے تین چوتہائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہہ ہے کہ نصف دار
مدعی کل کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہے تو نصف باقی مدعی کل کا ہو چکا اسکے اقرار سے پہر
دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع
مدعی ثانی کے وقالا الثلث له والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلة کلا و نصفا فالمسئلة من اثنین و تعول الی ثلثة
اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گہر اول مدعی کا اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل و نصف
مجتمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کے طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم
ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ہم عول یہہ کہ مخرج مین سہام کی گنجایش نہو بسبب کثرت کے تو سہم کم کرتے الا
جائے چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا و اعلم ان انواع القسمة اربعة ما یقسم بطریق العول اجماعا و هو ثمانیة
میراث و دیون و وصیة و محاباة و دراهم مرسلة و سعایة و جنایة رقیق اور معلوم کرکہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ
جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹہہ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات
اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ہم میراث کی یہہ صورت ہے کہ جب ذوالفروض کے سہام اتنے جمع ہون کہ متروکہ مین اونکی پوری
ہونیکی گنجایش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلا ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک ماں جائی بہن چہوڑ گئی تو
مسئلہ چہہ سے ہے اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئے کہ متروکہ سے ادا نہین ہوسکتے تو ارباب دیون
مین بطریق عول متروکہ تقسیم ہوگا مثلا ایک شخص کے میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہے اور وصیت کی یہہ
صورت ہے کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی
اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نہ رکہی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹہرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنے
محابات کی وصیت کی یہہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہے وہ اس مرد کے ہاتہہ ہزار درم کو بیچا جاوے اور جس
غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتہہ ایک ہزار درم کو بیچا جاوے سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات
ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قسمت کی یہہ صورت ہے کہ مثلا ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت
کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونون کے بیچ مین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہہ صورت ہے کہ یہہ وصیت کی کہ یہہ
غلام نصف آزاد کیا جاوے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاوے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے بیچ
بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اوسکے حصہ کے سعایت ساقط ہوجائیگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دو صورتین
داخل کر دین ایک صورت جنایت عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہہ ہے کہ ایک غلام نے ایک
مرد کی آنکہہ پہوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دیا ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونون تین
بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہہ ہے کہ غلام مدبر نے
جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اسکی اولیاے جنایت کو دی گئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الکافی

بقیہ … سہم … کی … بالکہ … مین کا ۱۲ … قیمت مین عاید کی … بشرطیکہ … اور … وصیت … نہ دیکہین ۱۲

وبطریق المنازعۃ اجماعاً وہی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام و صاحبین کے اور وہ دو فضولیوں کا مسئلہ ہے چنانچہ مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درہم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درہم کو پھر مولے نے دونوں بیعوں کو جائز کہا تو دونوں مشتریوں کو خیار ہے پس اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل کے ہے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ و بطریق المنازعۃ عندہ و العول عندہما وہی ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب و اذا اوصی لرجل بکل مالہ او بعبد بعینہ و لآخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ کتاب کا یعنی مسئلہ دار جو متن میں مذکور ہو چکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی یہ کل اور نصف مال کی وصیت ہے دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہہ دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملیگا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال سب کو کفایت کرے یا کفایت نہ کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملینگے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الخلاصۃ وہی بطریق العول عندہ والمنازعۃ عندہما وہو خمس کما بسطہ الزیلعی و العینی و تمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اوسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے چنانچہ پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہو دو مالکوں میں ایک مولے نے اوسکو سو درہم دین کی یعنی کوئی چیز اوسکے ہاتھ سو درہم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اوسکو سو درہم بطریق دین کے دئیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درہم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطریق اثلاث منقسم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اس واسطے کہ اوتنا دین مولے اوسکے شریک کے نصیب میں صحیح ہے نہ خود اوسکے نصیب میں دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درہم دین دیئے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درہم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درہم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو ازراہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فدا دینے میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دیوے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت میں خود غلام کو دے تو دونوں خصموں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ میں اور مولے اوسکی قیمت دے پانچواں مسئلہ یہہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع میں سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی البحر و ہی عن البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعاً فعولیۃ او لاحدہما شائعاً و للآخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام کے نزدیک یہہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگی بوجہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق

تمییز نہ ہو یا ایک کا حق بعض مین شایع ہو اور دوسرے کا حق کل مین تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہے جو ہم بہتر یون نہا کہ شارح لون کہا فی وسمہ اوعین سے ثنا اسواسطے کہ اوسمین تشبیہ معقول نہین اور یون کہنا بہتر تہا شائعا فی البعض دون الکل چنانچہ بحرالرائق مین صحیح ہے کذا فی البرہان و عندہما یقسم علی الشیاع فتقسم ثلثۃ والا فمنازعۃ فلیحفظ اور صاحبین کے نزدیک جب کہ دعوی ساتہہ بطریق شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہو اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق وقت مختلف مین یا علی وجہ التمییز ثابت ہون تو قسمت بطریق منازعت کی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدہ موجب اتفاق اور خلاف امام اور صاحبین کے ہین مسائل مذکورہ مین

ولو الدار فی ایدیہما فہی للثانی نصفہا لا بالقضاء و نصفہا بہ لانہ خارج اور اگر گہر دو شخصون کے قبضہ مین ہو یعنی ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گہر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا قضا اور نصف باقی لوجہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہے جو ہم مدعی ثانی کو نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہے تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اوسکو نصف بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبضہ مین ہے اوسمین خارج اور ذو الید کے گواہ جمع ہوے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہو گی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الحاشیہ و لو فی یدی ثلثۃ و ادعی احدہم کلہا و اخر نصفہا و اخر ثلثہا و برہنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ و عندہما بالعول و بیانہ فی الکافی اور اگر گہر تین شخصون کے قبضہ مین ہو اور ایک شخص اونمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گہر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے تقسیم ہو گا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہے جو امام کے نزدیک قسمت اس مسئلہ کی چوبیس سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چہہ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک اٹہارہ سہم سے قسمت ہو ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور چوبیس سہم مدعی ثالث کے اور اسکا بیان شرح الطحاوی مین شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کر دیا و لو برہنا علی نتاج دابۃ فی یدیہما او احدہما او غیرہما و ارخا قضی لمن وافق سنہا تاریخہ بشہادۃ الظاہر اور اگر دو مدعی گواہ لاوین ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضہ مین یا ایک مدعی کے قبضہ مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضہ مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی پیدایش کی تاریخ بیان کی تو اوس مدعی کے واسطے حکم ہو گا جسکی تاریخ اوس جانور کی عمر کے موافق ہو گی بوجہ اسکہ شہادت ظاہر حال ہم جسکی تاریخ جانور کی عمر کے موافق ہو اوسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فلو لم یوقتا قضی بہا لذی الید سو اگر دونون مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی تو اوس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہو گا و لہما ان فی ایدیہما او فی ید ثالث اور دونون مدعیون کیواسطے حکم ہو گا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو و ان لم یوقتا فقضیا بانت مخالفا او اشکل فلہما ان کانت فی ایدیہما او کانا خارجین فان فی ید احدہما قضی بہا لہ ہو الاصح قلت و ہذا اولی مما وقع فی الکنز و الدرر و الملتقی فتنبہ اور اگر تاریخ دونون مدعیون کی موافق نہو اسطرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتہہ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچہہ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر اونکے قبضہ مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے قبضہ مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہو گا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہہ یعنی مصنف کی یہہ تعبیر وان لم یوافقہا بہتر ہے اوس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکہنے ہم وجہ اولویت یہہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کے جسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت

برہن احد الخارجین علی الغصب من زید و الاخر علی الودیعۃ منہ استویا لانہا بالجحد تصیر غصبا گواہ

لایا یا ایک خارج اوس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اوسنے ودیعت رکہی تو دونون برابر ہین یعنے
اوس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہی ہم اس مسئلہ مین مدعا علیہ غصب
اور ودیعت کا زید ہے ہم ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اوسپر ضمان واجب ہوتا ہی اور ضمان ساقط نہین ہوتا اگر
منکر ودیعت ہونیکا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہی تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوی کیا لہذا دونون
متساوی ہوے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ
العقل وعبارۃ الاشباہ والدیۃ یعنی لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود
اور قصاص اور قتل مین آیا ہی مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجای قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیۃ ہی ہم وجہ
حریت مسلمین یہہ ہی کہ دار الاسلام دار الحریۃ ہے اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرات آزاد
تھے جب شہادتون مین حریت اصل ٹھیری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نکرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اوسکو دریافت کرے
لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نکرے اور جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے یہہ کہا کہ مقذوف غلام ہی تو اوسپر حد قذف
جاری نہوگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہی تو
تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جب کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو از راہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ
پر دیت کا حکم نہوگا واسطے کہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہوئی اور نسخ ثلاثہ یعنے قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہی اسواسطے کہ
قتل سے قتل خطا مراد ہی جو موجب دیت ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف وصح نفی قاذف قذفی علی مجہول الحال انہ حر ام لا انہ عبد
فانکر وقال انا حر الاصل فالقول للمقذوف [illegible] بلا فضل اور اسوقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹھیری تو اگر شخص مجہول الحال جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین اوسپر دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اوسکا قول قابل تصدیق کے ہی بسبب متمسک ہونے
اوس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے واللابس للثوب احق من آخذ الکم اور کپڑے کے پہننے والا احق ہی آستین کے پکڑنیوالے سے
علم یہان سے وہ مسائل شروع ہوے جن مین قابض ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہی بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا
حکم ہوگا اسکی وجہ یہی ہی کہ متنازع فیہ اوسکے قبض مین ہی تو اوسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اوسنے قسم کہائی تو بری الذمہ ہوگیا
اور اگر قسم سے انکار کیا تو ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا انتہے لابس تو جب اسواسطے احق بثوب ہوا کہ اوسکا تصرف ظاہر تر ہی آخذ آستین سے
کہ وہ مقتضی ملک ہی تو لابس ہی ذی الید ٹھیرا اور آخذ خارج اور ذی الید اولے ہی خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب
وہی احق بثوب ہوگا اور یہی علت جاری ہی مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی والراکب احق من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق
ہی لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے اور دونون دعوی کرتے ہین کہ یہہ جانور میرا ہے
تو سوار احق ہی بسبب ظاہر تر تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہی وہ احق ہے اوس شخص سے جو اوسکے
پیچھے بیٹھا ہی یعنی اسواسطے کہ تمکن اوسکا اوس موضع مین تقدم کی دلیل ہے وذو حملہا من علق کوزہ بہا لانہ اکثر تصرفا اور
جسکا بوجھ جانور پر لدا ہی وہ احق ہی اوس شخص سے جسنے اپنا کوزہ اوسپر لٹکا دیا ہی اسواسطے کہ اوسکا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ
والے کا تصرف زیادہ تر ہی دوسرے کے تصرف سے حمل بکسر حا وسکون میم اوس بوجھ کو کہتے ہین جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی
الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالسیہ وراکبی سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہی اور جو فرش کو پکڑے ہی دونون تصرف
مین برابر ہین مانند اون دو شخصون کے جو فرش پر بیٹھے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہی اسواسطے کہ قبضہ

بیٹہنا فرش کا قبض نہین ہاں قبض اسوقت ہوتا جب فرش اوسکے گہر مین ہوتا یا کہ وہ فرش اوٹہا لیجاتا کذا فی الدرر کمن معہ ثوب وطرفہ
مع الاخر لا کمن بیدہ ای طرفہ الغیر مانسو بہ الا انہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند اون دو شخصون کے کہ ایک کے
پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہی تو وہ شخص برابر ہے جبکے ہاتہہ مین کپڑے کا سرا ہے یعنی چھیرے ہم سر یعنی کپڑے کا طرہ
ہے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہے بخلاف جالسین دار ایسا تنازعا فیہا حیث لا یقضی لہما لاحتمال انہا فی ید غیرہما
وھنا علم انہ لیس فی ید غیرہما یعنی بخلاف اون دو شخصون کے جو ایک گہر مین جالس ہین اور گہر مین جہگڑا کرتے ہین کہ یہان دونو
کے واسطے گہر کا حکم نصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گہر ان دو شخصون کے سوا کسی اور کے
قبضے مین ہو اور وہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہوچکا ہی کہ فرش دونون شخص کے سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہے کذا فی العینی
والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الاخر ولو من خشب
فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری للدلالۃ علی انہما بنیا معا ولذا سمی بذالک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اوس
شخص کی ہے جسکی کڑیان دیوار پر رکہی ہون یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اسطرح پر کہ ایک دیوار کی آدہی
آدہی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار
مین مرکب اور پچی ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اس پر کہ دونون دیوارین ساتہی بنی ہین اور اسیواسطے اس کا نام تربیع رکہا
گیا کیونکہ اسوقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہے ہم اتصال دو طرح ہی ایک اتصال ملازقت وہ یہہ ہی کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری
دیوار کے کنارہ سے ملا ہو یعنی دونون دیوار وان کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین
آدہی آدہی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب
ہون کذا فی الدرر مترجم کہتا ہے کہ اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہی اور قول ظاہر کرخی کا یہہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو
احد المدعیین کی دو دیوار ون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اوسکی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ یا کہ دیوار مربع
ہوجاوے قبہ کے مانند تو اسوقت مین کل شئے دوسرے کے حکم مین ہونگی انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب وادخال او ھرادی کقصب
وطبق یوضع علی الجذوع ونحوہ اوسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہی یعنی لگا ہو بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب اور خال
ہی یعنی سوراخ کرکے لکڑی اوسمین داخل کرنا یا اوسکی دیوار نہین جسکی ہینگے ہین مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکہی جاتی ہین ہم ہرادی
جمع ہی ہر دیہ کی بکسر ہا منتخ الغفار اور درر مین ہے کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دہنیون پر رکہی جاتی ہین اور اون پر مٹی ڈالی جاوے لکتے
اہل ہند اونکو نبگا یا برگہ یا تختہ یا چہاپ بولتے ہین خلاصہ یہہ ہی کہ دہنیان رکہنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ ہینگے رکہنا بل یکون
بین الجارین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الھرادی بل صاحب الجذع الواحد احق منہ خانیہ بلکہ ہینگے والی دیوار دونون
پڑوسیون مین مشترک ہی اگر دونون اوسمین جہگڑا کرین اور وہ دیوار ہینگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دہنی کا دیوار پر رکہنے والا اوس سے
زیادہ ترحقدار ہے دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحدہما جذوع وللاخر اتصال فلذی الاتصال وللاخر حق الوضع وقیل
لذی الجذوع ملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور اگر ایک شخص کی دہنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال
ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دہنی رکہنے کا حق ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دہنیون والے
کی ہے کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہے ہم محیط مین ہی کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت و
مجاورت اور وضع جذوع وجعل الذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہی پہر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہی پہر اگر وہ بہی نہو تو صاحب مجاورت انتہی

کذا فی الطحطاوی واما حق المطالبۃ برفع جذوعٍ وُضعت تعدیًا فلا یسقط بابراءٍ ولا صلحٍ وعفوٍ وبیعٍ واجارۃٍ اشباہ من
احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیاں ظلم سے رکھی گئیں ان کے اوٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا ابرا کر دینے سے اور صلح
اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود تو اسکو یاد رکھنا چاہئے یعنی اگر دھنیوں کا مالک اوکھاڑ ڈالنے کے مطالبے سے
ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان میں نہیں ہوتا بلکہ اوس حق سے جو کسیکے ذمے پر ثابت ہو اور اگر دھنیاں رکھنے والا
یا جسکی دیوار پر دھنیاں ہیں وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہو اور اگر صاحب دیوار دھنیاں رکھنے والے کے پاس
وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وذو بیتٍ من دارٍ فیھا بیوتٌ کثیرۃٌ کذی بیوتٍ منھا فی حق ساحتہا
فھی بینھما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا اوس گھر کے جسمین بہت کوٹھریاں اور دالان ہیں اوس شخص کے مانند
ہے جسکی بہت کوٹھریاں اور دالان ہیں اوس گھر میں سے اوسکے صحن کے حق میں تو صحن گھر کا دونوں میں نصفا نصف ہے راہ کے مانند ہے یعنی
صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال میں برابر ہیں چلنے پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں چیرنے میں وفی غیر ذلک چنانچہ
صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور میں برابر ہیں بخلاف الشرب اذا
تنازعا فیہ فانہ یقدر بالاراضی بقدر سقیہا بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اوسمین جھگڑا کریں تو اوسکا اندازہ ہوگا
زمین سے بقدر اوسکے سینچنے کے حصہ یعنی آبپاشی میں تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہیں اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کیواسطے
ہے تو جتنی زمین زیادہ ہو اوتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ ہو تو اوس کا اندازہ بقدر اراضی کے ہے برھنا ای اقاما حجتین علی ید کل منھما فی
الارض قضی بیدیھما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونوں کا قبضہ زمین میں ہے تو دونوں کے ثبوت قبض کا حکم ہوگا
تو وہ زمین دونوں میں نصفا نصف ہوگی ولو برھن علیہ ای علی الید احدھما او کان تصرف فیہا بان لبّن او بنیٰ قضی بیدہ
لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیوں میں سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اوسمین تصرف کرتا ہے اس طرح پر کہ اوسنے اوسمین اینٹیں
پاتھیں یا عمارت بنائی تو اوسکے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اوسکے تصرف کے ہے یعنی تمکن اشیاء مذکورہ اوسکے قبضہ
کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال وشھد الشھود ان ھذا العین کان ملکہ تقبل لان ما ثبت فی زمانٍ یحکم ببقائہ
مالم یوجد المزیل ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی زمانہ
ماضی میں تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایکبار زمانہ میں تو اوسکے باقی رہنے کا حکم
رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نجاوے جو اوسکے ثبوت کو دور کردے کذا فی الدرر صبی یعبر عن نفسہ ای یعقل ما یقول قال انا حرٌّ
فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کرسکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اوسکو سمجھتا ہے وہ لڑکا کہ میں آزاد ہوں
تو اوسکا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف میں بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اوسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو
درصورت اوسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہیں کذا فی الدرر فان قال انا عبدٌ لفلانٍ لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید
کمن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں یعنی اوسکا جو ذی الید نہیں تو وہ ذی الید
کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاوے گا جو عاقل نہیں کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر
یعنی جب کہ اوسنے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اوسکی مملوکیت ذی الید کے واسطے دعوی سے
ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اقرار صغیر غیر ممیز کے حق میں معتبر نہیں علی الخصوص کہ
اسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحطاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرھان لما تقرر ان التناقض فی دعوی

[illegible] سقیہا

الجزئیۃ لا یمنع صحۃ الدعوۃ پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اوسنے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہو کہ دعوی حریت میں تناقض صحت دعوی کا مانع نہیں ہے علے المخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت میں ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہہ باب ہی نسب کے دعوی میں الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہی ایک استیلاد کی دعوت وہ یہہ ہو کہ اصل علوق یعنی نطفہ رہنا مدعی کی ملک میں ہو ہے اکثر عرب طعام میں دعوت بفتح دال بولتے ہیں اور نسب میں بکسر دال کہتے ہیں ودعوۃ تحریر وہو بخلافہ دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہو یعنی مدعی کی ملک میں نطفہ نرہا ہو والاول اقوی لسبقہ واستنادہا لوقت العلوق واقتصار دعوۃ التحریر علی الحال وسنبینہ اور اول یعنی دعوت استیلاد قوی تر ہی بسبب اوسکے سابق ہونیکے اور اوسکے مستند ہونیکے وقت علوق سے اور مقصور ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہہ بیان واضح ہوگا قال واذا باع جاریۃ فجاءت بولد لاقل من ستۃ اشھر منذ بیعت فادعاہ البائع ثبت نسبہ منہ استحسانا لان العلوق فی ملکہ ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیہ التناقض بیچی لونڈی بھی چھہ مہینے سے کمتر مدت میں جس وقت سے کہ اوسکی بیع ہوئی پھر اوس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روئے استحسان کے بسبب اسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اسمیں تناقض معاف ہوگا یہہ قیاس یہہ ہے کہ بائع سے نسب ثابت نہوا اور یہی قول ہے زفر اور امام شافعی کا اسواسطے کہ بائع کا بیچنا یہہ اقرار ہو اوسکے جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہو لیکن استحسان یہہ ہے کہ بنائی نسب پوشیدگی پر ہے تو اسمیں تناقض معاف ہو یہہ کہ متیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تہا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہی گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہیں رہا پھر ظاہر ہوتا ہی کہ نطفہ اوسکا ہی تو یہہ عذر ہوسکتا ہی اعتبار تناقض کے ۔۔۔ واذا صحت استندت فصارت ام ولد لہ فیفسخ البیع ویرد الثمن اور جبکہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانہ کے طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہوگئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اوسکا مشتری کو پھیر دیا جائیگا ولکن اذا ادعاہ المشتری قبلہ ثبت نسبہ منہ لوجود ملکہ وہذہ شبہا باقرارہ ویحمل علی انہ نکحہا ثم اسولدہا ثم اشتراہا لیکن جبکہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوی سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائی جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور مشتری کا دعوی اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اوس لونڈی سے نکاح کرلیا تہا بائع کی ملک میں پھر استیلاد کیا پھر اوسکو خرید کرلیا ولو ادعاہ معا ای مع ادعاء البائع او بعدہ لا لان دعوتہ تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی کما مر اور اگر مشتری نے بائع کے دعوی کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اوسکے دعوت سے دعوی کیا تو اوسکا دعوی مسموع نہیں اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد ہے تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا شروع باب میں وکذا یثبت من البائع لو ادعاہ بعد موت الام بخلاف موت الولد لفوات الاصل اور اسیطرح ثابت ہوگا نسب لڑکا بائع سے بعد مرجانے اوسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہوجانے اصل کے ہے یعنی اس میں اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوگیا نسب سے ویاخذہ البائع بعد موت امہ ویسترد المشتری کل الثمن وقالا بحصتہ اور بائع ولد کو لیگا اوسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لیگا اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیر لیگا ولو اعتقہما او احدہما المشتری الام والولد کموتہما یہان مذکور اور دونون کا یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ۔۔۔ دونون کی موت کے مانند ہے حکم میں ہے قولہ والولد ۔۔۔ چنانچہ ہے جبکہ اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا ہو ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہوگا ۔۔۔

اوسکا نسب اوس سے ثابت ہوگا اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد ثبوت کے
ابطال کا احتمال نہیں رکہتا اور نہ ماں کے حق مین دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ام ولد کی تابع ہو پہر جب اصل مین صحیح نہوا تو تابع کے حق مین ابہر ور
صحیح نہوگا کذا فی الخطاوی عن المنح والتدبیر کالاعتاق لانه ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصته اتفاقا ملتقی وغیرہ وکذا حصتها الیه
علی الصحیح من مذهب الامام کما فی القہستانی والبرهان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بہی اعتاق کی
مانند محل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پہیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے جب کہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے
بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسیطرح ماں کا بہی حصہ پہیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب پر چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہے و نقله
فی الدرر والمنح عن الهداية علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اسکو درر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف
اوس قول کے جو کافی مین مبسوط سے منقول ہے هم درر مین ہدایہ سے یہہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصہ ثمن ولد
مشتری کو پہیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پہیرے چنانچہ موت مین انتہی اور کافی مین مبسوط سے یہہ منقول ہے
کہ حصہ ولد پہیر دے نہ اوسکی ماں کا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ پر اعتراض کیا ہے کہ محمد نے
امام سے جامع صغیر اور اصل یعنے مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پہیر اجاویگا اور اسیطرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصر مین اور شیخ شمس
الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ صاحب ہدایہ کا قول مرجوح ہو اگرچہ اوس نے اسکی تصحیح
کی ہے چنانچہ عزمی زادہ نے اوسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارة المواهب وان ادعاہ بعد عتقها او موتها ثبت منه ورد علیه
دون الثمن واکتفیا برد حصته وقیل لا یرد حصتها فی الاعتاق بالاتفاق انتهی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہہ روایت ہو اور اگر
بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اوسکی ماں کے یا اوسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور سب ثمن پہیر دینا لازم آویگا اور
صاحبین نے حصہ ولد کے پہیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اعتاق مین بالاتفاق پہیر اجاویگا انتہے کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکہنا
چاہیے هم اس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہو وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامة المذکورة لاکثر من حولین
من وقت البیع فصدق المشتری ثبت النسب بتصدیقه وهی ام ولده علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور
اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیچنے کے وقت سے اور بائع نے اوسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا
نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنے لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے هم
ثبوت نسب مین مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین
ہوتی اور بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے
لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنیکے تو ولد مشتری کا مملوک ٹہیریگا اور نسب اوسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر لعبد بیچنے پورے
دو سال مین لونڈی جنے گی تو بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی المخصا تبقی لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر فصدقه فکذلک کما لا وقال
لاحتمال العلوق قبل بیعه والا لا بائی تر ابہم احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین مین یعنی سات مہینے سے تیئیس مہینے تک اگر
مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اوس کا حکم اول سکہ مانند ہے یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے
کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اوسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا سکوت کیا
نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینة له عند الثانی خلافا للثالث
شرنبلالیه وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جہگڑا کیا مثلا بائع نے کہا کہ مین نے اوس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد ہوا

اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہوچکی ہے کہ اور ولد نیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسیطرح
گواہ بھی اسیکے مقبول ہیں ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ شرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین
احدھما لدون ستۃ اشھر والاخر لاکثر فادعی البائع الاول ثبت نسبھما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع میں ہے
کہ اگر لونڈی نے مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت میں پھر بائع نے اول ولد کا
دعوی کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اوس صورت میں نسب دونوں کا ثابت ہوگا جبکہ
دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ دونوں توآمین ہیں کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوی
بائع کا بلا تصدیق متحقق ہوگیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولدت عندہ
والاً باعہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لوجود العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بائع نے اوس ولد کو بیچا جو اوسکے
پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اوسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب ثابت ہوگا بسبب موجودگی
علوق کے بائع کی ملک میں اور بیع اوسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حق دعوت محتمل نقض نہیں لہذا بیع بلحاظ حق
دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رھنہ او اجرہ او کاتب الام او رھنھا او اجرھا او زوجھا ثم ادعاہ فیثبت
نسبہ وترد ھذہ التصرفات بخلاف الاعتاق لما مر اور اسیطرح ہے یہی مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن رکھا یا
اجارہ دیا یا ماں کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن کیا یا اجارہ دیا یا اوسکا کسی سے نکاح کردیا پھر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہہ تصرفات مذکورہ یعنی
کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اگر مشتری نے ولد کو آزاد کردیگا تو رد نہوگا اسواسطے
کہ عتاق محتمل ابطال نہیں باع احد التوأمین المولودین عندہ ولدا اعتقاد وا علقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد
الآخر ثبت نسبھما وبطل عتق المشتری بما فوقہ وھو حریۃ الاصل لانھما علقا فی ملکہ حتی لو اشتراھا حبلی لم یبطل
عتقہ لانھا دعوۃ تحریر فیقتصر علیہ وغیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک توام کو توآمین مولودین سے یعنی وہ توآمین جن کا علوق اور
تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اوسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت
ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہوجائیگا اوس امر کے سبب سے جو زیادہ اور راجح ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنی اور عتق حریت
عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوے سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونوں کا علوق بائع کی ملک میں رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور
بعد اوسکے دو توام جنی اور مشتری نے اونمیں سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اوسکو آزاد کردیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی
کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اوسکی ملک میں نہ تھا تو دعوت
تحریر فقط ولد ثانی پر مقتصر رہیگی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرحین ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع
ان یقر البائع انہ ابن عبد لہ فلان فلا تصح دعواہ ابدا اسکے بعد پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہہ
ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ غیر
نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ علیٰ ھو ابن زید الغائب ثم قال ھو ابنی لم یکن
ابنہ ابدا وان جحد زید بنوتہ خلافا لھما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ
[illegible] البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اوس صغیر کو جو اوسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے
کہ یہہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ اوس کا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید غائب اوسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اسواسطے کہ

نسب بعد اپنے ثابت ہونیکے محتمل النقض کا نہیں یہانتک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اوسکی تکذیب کے تو صحیح ہے یہہ صاحبین کا مذہب
مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح نہیں اسواسطے کہ جب اوسکا اقرار باطل ہو گیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اوس نے اقرار ہی نکیا تھا ولذا
لو قال لصبي هذا الولد مني ثم قال ليس مني لا يصح نفيه لانه بعد الاقرار به لا ينتفي بالنفي فلا حاجة الى الاقرار به ثانيا و
لا سهو في عبارة العمادي كما زعمه منلا خسرو ولما افاده الشرنبلالي اور سہو اسواسطے یعنی چونکہ نسب محتمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو
کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اوسکی نفی صحیح نہیں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہو سکتی نفی کرنے سے
تو اب کچھہ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھہ سہو نہیں عمادی کی عبارت مین چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے منلا
خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہے اوسکو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسرو صاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہے کہ قال هذا الولد ليس
مني ثم قال هو مني صح ظاہرا یہہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تفصیل عمادی اوسکو مقتضی ہے کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت
مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری عبارت اوسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین
انتہی محشی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کی ظاہرا اسکے نزدیک کچھہ فائدہ مندی نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے
اوسکی نفی کرنے سے نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصرا وهذا اذا صدقه الابن وما بعده فلا الا اذا عاد الابن الى التصديق
لبقاء اقرار الاب اور یہہ جو ثبوت نسب صغیر و [illegible] صورت مین ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اوسکے تصدیق کرنے کے
نسب ثابت نہو گا مگر اوس صورت مین جب کہ بیٹا دوبارہ اوسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم یہہ تفصیل [illegible]
جاری ہے جہان صغیر اپنا حال بیان کر سکتا ہو ولو انكر الاب الاقرار فبرهن عليه الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر
ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اوسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانه اخوه فلا يقبل لانه اقرار على الغير اور یہہ اقرار کہ وہ شخص میرا
بھائی ہے سو مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر اقرار ہے یعنی تو بلا تصدیق اوسکے کیونکر مقبول ہو **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لست
وارثه ثم ادعى انه وارثه وبين جهة الارث صح اذ التناقض في النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اوسکا وارث نہیں ہون
پھر اوس نے دعوی کیا کہ مین اوسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہے ہم جامع
الفصولین مین ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہیں جب تک جہت ارث بیان نکرے یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادعى بنوة العم لم يصح
ما لم يذكر اسم الجد اور اگر چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنی یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بھائی ہے تو دعوی صحیح نہیں جب تک دادا کا نام بیان نکرے ولو
برهن انه اقر انى ابنه تقبل لثبوت النسب باقراره ولا تسمع الا على خصم هو وارث او دائن او مديون او موصى
له اور اگر گواہ لایا اسپر کہ اوس نے اقرار کیا ہے کہ مین اوسکا بیٹا ہون تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اوسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی
مسموع نہیں مگر خصم پر یعنی وارث یا دائن یا مدیون یا موصی لہ پر یعنی جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا ليدعي عليه
حقا لابيه وهو مقر به او لا فله اثبات نسبه بالبينة عند القاضي بحضرة ذلك الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اوسپر اپنے باپ کے
کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اوسکو چاہئے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اوس مرد کے
سامنے ولو ادعى ارثا عن ابيه فلو اقر به امر بالدفع اليه ولا يكون قضاء على الاب حتى لو جاء حيا اخذه من الدافع و
الدافع على الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اوسکا اقرار کیا یعنی اوسکی فرزندی کا تو اوسکو امر کیا جائیگا
مدعی کے دینے کا اور یہہ امر قضا نہیں اوسکے باپ پر یہانتک کہ اگر وہ مرا ہوا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے
ولو انكر قيل للابن برهن على موت ابيك وانك وارثه ولا يمين والصحيح تحليفه على العلم بانه ابن فلان وانه مات ثم يكلف

الا بمی للبینۃ وبذالک دتمامہ فی جامع الفصولین من الفصل الثامن بعد والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائیگا کہ گواہ قائم کرلے اپنے باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اوسکا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہہ ہے کہ اوسکی تحلیف ہی علم پر اسطرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا یعنی مدعا علیہ یوں قسم کہائے کہ مین نہین جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے پہر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اوسپر گواہ لانیکے لئے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اوسپر اقامت بینہ اپنے دعوی پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہے ستائیسوین فصل سے ہم جامع الفصولین مین باقی بیان یہہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹہیریگا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہی ملخصا اور یہہ بیان بہائیسوین فصل مین ہے ستائیسوین کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبدی وقال الکافر ہو ابنی فہو حر ابن الکافر لنیلہ الحریۃ حالا والاسلام مالا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتہہ مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اسکے حاصل کرنیکے آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ہم سے یعنے دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام ضرور متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنے مسلمان کا غلام ٹہرتا تو اسلام تو اوسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اوسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم دار الاسلام وعزاہ للتحفۃ فلیحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اس قول کو تحفہ کے طرف تو اس مسئلہ کو یاد رکہنا چاہیئے قال زوج امرأۃ لہ صبی معہما ہو ابنی من غیرہا وقالت ہو ابنی من غیرہ فہو ابنہما ان ادعیا معا والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اوس لڑکے کو جو زوجین کے ساتہہ ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونون کا بیٹا ہے اگر دونون نے ساتہہ دعوی کیا اور اگر ساتہہ ہی دعوے نہین کیا تو اوسمین تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ہم تفصیل مذکور یہہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اوسکا بیٹا ٹہیریگا اور عورت سے تو اگر اوسکی زوجہ ابتدا سے ہے دعوی کرے تو اوس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوے کیا پہر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونون مین نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہین اور وہ دونون کا بیٹا ہے اور اگر دونون کا نکاح ظاہر نہین تو عورت کا قول بہتر ہے اور اوسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط التصدیق مرد یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ لڑکا اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہان رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اوسی سے اوسکا نسب ثابت ہوگا کذا نسبہ الطحطاوی عن شرح المجمع ملخصا وہذا ان غیر معبر والا بان کان ممیزا فہو لمن صدقہ اور یہہ یعنی دونون کا ولد ہونا اوسوقت ہے جب کہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اوسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیہما یفید انہ منہما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونون کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونو کا ہے علامہ طحطاوی نے کہا ہے علت ہی مصنف کے اس قول کی فہو ابنہما اور بہتر یہہ تہا کہ علت مذکورہ اوس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امۃ اشتراہا فاستحقت غرم الاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے بچہ جنے پہر وہ لونڈی مستحق ٹہرے یعنی غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اوسکی خصومت کے دن ٹہرے اسواسطے کہ روز خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دیگا وہو حر لانہ مغرور والمغرور من یطأ امرأۃ معتمدا علی ملک یمین او نکاح فتلد منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اوسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پہر وہ عورت اوس سے کچہ جنے پہر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال ....

[illegible]

کذا الحکم لو ملکها بسبب اخر ای سبب کان یعنی کما لو تزوجها علی انہا حرۃ فولدت لہ ثم استحقت غرم قیمۃ ولدہا یوم
واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوائے خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا
اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اوس کا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دیگا اوس عورت کے مالک کو
فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شیٔ علی ابیہ لعدم المنع کما مر والارث لہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر مغرور کا
لڑکا مرگیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اوسکے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اوسکے والد کو ہے
اس واسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپ کے حق میں تو وہ اوس کا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ و قبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ
غرم الاب قیمتہ للمستحق کما مر لو کان حیا سو اگر ولد کو اوسکے باپ نے قتل کیا یا اوسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اوس کا
خون بہا بقدر اوسکی قیمت کے لیا تو تاوان دیگا باپ اوسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا در صورت حیات ولد و لو لم یقبض شیئا
لا شیٔ علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھہ خون بہا نلیا تو اوسپر کچھہ تاوان نہیں اور اگر اوسکا
خون بہا اوسکی قیمت سے کمتر لیا تو اوسپر تاوان اوسکی مقدار کے سوا نہیں لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بہا ای بالقیمۃ فی الصورتین
کما یرجع بثمنہا ولو هالکۃ علی بائعہا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت پھیرلے دونوں صورتوں میں یعنی ملک اور تزوج میں جیسے
لونڈی کا ثمن بائع سے پھیرلے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اوسنے مستحق کو اوسکی قیمت اور اوسکے ولد کی قیمت کا
تاوان دیا تو بائع سے اوس کا ثمن اور ولد کی قیمت پھیرلے وکذا لو اشتراہا المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول
علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواهب وغیرہا اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے
لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیریگا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواهب وغیرہا لا بعقرها الذی اخذ منہ المستحق للزومہ
باستیفاء منافعها کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات القضاء ویجیٔ فی الاقرار
نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور
ہو چکا باب المرابحۃ والاستحقاق میں تناقض کے مسائل کے ساتھہ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات میں گذر گئے اور کتاب الاقرار میں
بھی اوسکا ذکر آویگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے منجملہ
مواضع خفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا میں صحیح ہے اور بعد
اوس کا نکاح اس سے جائز ہو بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نرہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہوا ہو اور از انجملہ یہہ ہے کہ زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور
دفع میراث پر پھر استحقاق میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق جو مانع ہو میراث کا تو دعوے مسموع ہو کہ اوسکا عذر بواسطہ استقصا حال زوجیت اگرچہ تہا
خفای ہونے کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہہ ہو کہ ایک کپڑا رومال میں لپٹا کرایہ کو لیا پھر جب اوسکو کہولا تو بولا یہہ میرا ہے تو دعوی مسموع
ہو باوجود تناقض اور اوسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتے بہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ لا تسمع الدعوی علی غریم المیت
دعوی مسموع نہیں میت کے غریم پر یعنی غریم سے وارثوں اور مدیون سے علامہ بیری نے کہا کلام سے یہہ متبادر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں
وارث میت ہو اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا وهب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانہا
تسمع علیہ لکونہ زائدا اغریم میت پر دعوی مسموع نہیں مگر جب کہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کر جاوے اور اوسکے قبضہ میں کردے تو اوسپر
دعوی مسموع ہوگا لمشتمال پر زیادہ ہونے سے هم یہہ استثنا منقطع ہے بزازیہ میں ہے کہ اسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو
وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی لا یجوز للمدعی علیہ الاقرار والانکار معا علیہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرهن فیتمکن من الرد …

فی الوصیۃ اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر بیع کو عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اوسکے پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اوس بیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور وصی کو وصی میں انکار جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابوالسعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہرا دو قول ہیں یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرھان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی ابق قسم نہیں برہان کے ساتھ مگر تین مسئلوں میں دعوی دین میں میت پر اور استحقاق بیع میں اور دعوی عبد آبق میں ھم تنویر الاذہان میں بزازیہ سے ہے کہ جس نے میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلاخواہش وصی اور وارث کے یوں قسم لے کہ واللہ میں نے دین نہیں پایا میت سے اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اوسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میت کے طرف سے کسی قابض نے کچھہ قبض کیا میت کے امر سے اور نہ میں نے اوسکو معاف کردیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے کسیکو اوس پر حوالہ کیا انتہے اور جب کہ بیع مشتری کے پاس مستحق نکلی گواہوں سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یوں قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اسکو نہیں بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوی آبق کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اوس نے اوس کا دعوی کیا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے تو اوس شخص سے قسم لیجاوے کہ وہ غلام ہنوز اوسکی ملک میں باقی ہے یا ہبہ سے اوسکی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم کہائی تو اوسکو دیا جاوے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہو اپنی بھلائی سے اوسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی الاقرار لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی الابق اقرار مجتمع نہیں ہوتا بینہ کے ساتھ یعنی جب مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو اب گواہ لانے کی کچھہ حاجت نہیں ہر ایک دعوی میں مگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں میت پر اور استحقاق عین میں مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی میں ھم یہہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہہ شخص اوس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرے اوپر ہے تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہوں کے اوسنے دین دیدیا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلان بن فلان نے مجھکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اوس کا میرے اوپر اتنا ہے پھر مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی تو قاضی اوسکی وصایت کو ثابت نکرے اوسکے اقرار سے جبتک کہ وصی گواہ نلاوے اسواسطے کہ اگر میت کو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اوسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تا کہ اوس کا حق تمام متروکہ سے متعلق ہو جاوے اور اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اوسکے مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے دائن کے حق میں اور استحقاق عین کی یہہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کیواسطے تو وہ ثمن پھیر نہیں سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیر لیگا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العلم جائز ہو تا کہ پھیر جانے پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوی کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہے وہ میرا ہے بھاگ آیا ہے اور اوس نے اس کا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کی مدعی کے جانب سے کذا فی الطحطاوی لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ستۃ اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی دعوی مجہول ودعوی سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہیں مگر چھہ صورتوں میں جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول میں اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی میں ھم ایک شخص نے دعوی کیا کہ اس نے میرا مال کچھہ تلف کیا یا مدیون

کہا کہ میں نے کچھ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہیں کہ کتنا تہا اور مدعا علیہ نے قسم چاہی تو قاضی اوسکی طرف التفات نکرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہو ویسی ہی استحلاف کی مانع ہے لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف میں کچھہ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوے حق معلوم دونون سے قسم لے برعایت مال یتیم و وقف اور رہن مجہول کی یہہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوے کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اوسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجاوے بعض علمانے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علمانے کہا کہ ان مسائل میں سماع دعوے مع الجہالۃ متفق علیہ ہے مگر دعوے غصب اور سرقہ کے دعوے میں بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وھی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وھی ما لو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ مائۃ ولو ظھر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم کہائی جبکہ مدعا علیہ قسم کہا چکے مگر ایک مسئلہ میں جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی میں مذکور ہے قسم ہو مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہے اوسکا یاد رکہنا واجب ہے کذا فی الاشباہ میں کہتا ہون اور مسئلہ مذکورہ یہہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تہی اور غاصب نے کہا کہ میں اسکو نہیں جانتا ہون لیکن اوسکی قیمت سو تک نہ پہونچی تہی تو غاصب کی تصدیق ہو گی اوسکی قسم کہانے کے ساتہہ اور اوسپر بیان قیمت لازم کیا جاوے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کہائی یعنی یون کہے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم نہ تہی پہر مغصوب منہ سے بہی قسم لیجاوے کہ اوسکی قیمت سو درم تہی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہو گا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض درہم مدفوعہ چاہے اوسکی قیمت لے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم اگر مدعی قسم کہائے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم تہی تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب خواہ قسم کہائے یا نکہائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہو گا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نکہائے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں ہے اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال تعالی (ولیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالی نے چاہئے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ثابت ہے لہذا اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تہا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وھو اقرب لغلبۃ الصدق اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعوے مدعی ہے یا مقر اور وہ یعنے اقرار حق قریب تر بجانب صدق ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوے میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہین کرتا جسمین اوسپر یا اوسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اوس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے ھو لغۃ الاثبات یقال قر الشیء اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت میں بمعنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قر الشیء جب کہ شئے ثابت اور مستقر ہو وشرعاً اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ فلذا یملکہ لانہ لو کان انشاء لنفسہ یکون دعوی لا اقرارا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اوس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار کی ایک راہ ہے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہے مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کیواسطے اگر خبر ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار ہے اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثم فرع علی کل من الشبہین پہر مصنف نے تفریع کی دونون شبہون پر ہے یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونون کے مشابہ تہا لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا اور بعضی جزئیات میں انشا کا حکم دیا گیا فالوجہ الاول وھو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ الی المقر لہ اذا ملکہ برھۃ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنے اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا غیر شخص کے مال کا اور جب کہ اوسنے ملک غیر کا اقرار کیا تو اوسکو تسلیم کرنا اوس مال کا مقر لہ کو لازم ہو گا جب کہ مقر اوس مال کا مالک مدت تک ہو گیا ہو

بعینہا قدیم ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب معدوم ہونے ملک کے یعنے اقرار کے وقت مقر اوس مال کا مالک
نتھا کہ اقرار صحیح ہوتا ہے مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اوس کا مالک ہوا کسی وجہ سے تو زید پر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے
مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلہ سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے مین پھر ایک شخص نے اوسکی گواہی دی اور کسی
وجہ سے مقبول نہوئی پھر شاہد اوس چیز کا مالک ہوا تو اوسکو تسلیم اسلئے المدعی کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم اشتراہ عتق علیہ
ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم اشتراہا وقد نصبا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ مین ہو کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار
کیا پھر اوسکو خرید کیا تو وہ غلام اوس پر آزاد ہوجائیگا اور اوس کا ثمن بائع سے نہ پھیر لیسکیگا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اوسکو خرید لیا
یا اوس کا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہوجائے گا اور اوسکے زعم پر مواخذہ کرینگے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہے غیر پر
ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء لصح لعدم التخلف اور صحیح نہین اوس کا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی
سے اور اگر یہ انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بسبب عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار اگر زبردستی اسواسطے صحیح نہین کہ دلیل کذب یعنی اکراہ
موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اوسکے مدلول لفظ وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہوا اور اگر انشا ہوتا تو تخلف
صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا مین مدلول لفظ وضعی کا تخلف ممتنع ہے وصح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف
دار مشاعا والمرأۃ بالزوجیۃ من غیر شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اوس عین مین جو اوسکے
پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب مین اور اپنے گھر مین سے نصف مشاع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کے جانب سے بلا شہود
صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ مین صحیح نہوتا ہم درصورت انشا ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اوس کا اقرار
تبرع ہوتا اور اسکے جانب سے اور عبد ماذون تبرع کے نہین اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اوسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر انشا ہوتا اقرار
تو لازم آتی تملیک شراب کی مسلم کے جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہے نہ غیر کو مالک کر سکتا ہے اور نصف دار مشاع کا اقرار
صحیح ہوا بسبب اوسکے اخبار ہونے کے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تام نہین ہوتا بلا وجود قبض کے یہی اوسی طرح زوجیت کا
اقرار انشا ہونے کی جہت سے صحیح ہوا اور بلا شہود صحیح نہوتا ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقرلہ بشیء معین بناء علی الاقرار لہ
بذلک بہ یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ
کان ابتداء ہبۃ وہو الاوجہ بزازیۃ اور مسموع نہین دعوی مقر لہ کا اسطرح کہ اوسنے اوسکے واسطے شیء معین کا اقرار کیا بنا برثبوت
اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب ہے یہان تک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہین یعنے اوسکو
زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہین اسواسطے کہ اقرار مالک ہونے کا سبب نہین ہان اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے
تو اب یہ ابتداءً ہبہ ٹھیریگا اور یہی قول اوجہ اور مدلل ہے کذا فی البزازیۃ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی واقر لی بہ او یقول
لی علیہ کذا وہکذا اقر بہ فتسمع اجماعا لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہہ کہ مدعی اپنے دعوی مین یون کہے یہ
میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اوس کا اقرار بھی کیا ہے میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہے اور اسیطرح اوسنے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعوی
مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہین ٹھیرایا ثم لو انکر الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف
علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اوس سے قسم لیجائیگی یا نہین فتوی یہہ ہے
کہ اوس سے اقرار پر قسم نلیجائیگی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائیگی واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامۃ اور اقرار کا دعوی
دفع مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیئے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اوس کا حق جو مدعا علیہ پر تھا پہونچ گیا

مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہو تو دعویٰ مسموع اور گواہ مقبول ہیں وللوجه الثانی وهو الانشاء لو ردّ المقر له اقراره ثم قبل لا يصح ولو كان
اخبارًا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونیکے اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار خبر ہوتا
تو صحیح ہوتا هم اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں اقرار رد ہو جاتا ہے رد کردینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کردینے سے رد نہیں
ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو اوسمین اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنیکے مقر لہ اوس کا دعویٰ کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مثل نکاح رد
نہیں ہوتے رد کرنیسے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھ سے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پھر بولی کہ ہان اور مرد بولا کہ نہیں
تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیئے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ بمجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عورت
کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہوگا کذا فی الطحطاوی واما بعد القبول فلا يرتد بالرد
اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کردینے سے ولو اعاد المقر اقراره فصدقه لزمه لانه اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار
کیا بعد رد کرنے کے سو مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہہ دوسرا اقرار ہے جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود اور تھا
ثم لو انكر اقراره الثانی لا يحلف ولا تقبل عليه بينته قال البديع والاشبه قبولها واعتمده ابن الشحنة واقره الشرنبلالی پھر اگر
مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اوسپر قسم نلیجائیگی اور مقر لہ کے گواہ اوسپر مقبول نہونگے قاضی بدیع استاد صاحب قنیہ نے کہا اور شبہ
بقواعد فقہ قبول بینہ ہے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکھا ہے والملك الثابت به بالاقرار
لا يظهر فی حق الزوائد المستهلكة فلا يملكها المقر له ولو اخبارا لملكها اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے
حق مین تو زوائد مذکورہ کا مقر لہ مالک نہوگا اور اگر صرف اخبار ہوتا تو اونکا مالک ہوتا هم مثلا زید نے کہا کہ یہہ باغ خالد کا ہے اور پہل اوس باغ
کے لیا [illegible] اور اپنے تصرف مین لایا تو زید پر اوسکا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت مین اقرار انشا ہے گویا اوسنے فی الحال خالد کو
مالک کیا اقر حر مكلف يقظان طائعا او عبد ماذون او صبی ماذون او معتوه ماذون لهم ان اقروا بتجارة كاقرار محجور بحد وقود والا
فبعد عتقه ونائم ومغمی عليه كمجنون وسيجیء السكران ومر المكره بحق معلوم او مجهول صح معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد
بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو
صحیح ہے جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص مین صحیح ہے اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا
یعنی اوس کا مواخذہ بعد اوسکی آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہے جسکا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور
ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق مین بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں هم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال میں
صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ [illegible] تجارت سے ہے اور اگر اونکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اون سے معاملہ نکریگا تو جو امر متعلق بتجارت ہو وہ اذن مین
داخل ہے چنانچہ دیون اور ودائع اور عواری اور مضاربات اور غصوب اور جو امر متعلق بتجارت نہین چنانچہ مہر اور جنایت اور کفالت اوسمین اونکا اقرار
صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ولان جهالة المقر به لا تضر الا اذا بيّن سببا تضره الجهالة كبيع واجارة فان اقرار بحق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت
مقر بہ کی مضرت نہیں کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ هم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ کاہے
مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہے اسطرح کہ اوسنے کچھ مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اوسکو معلوم نہیں تاہم بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلا اقرار
کیا کہ اوسنے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکہی یا کوئی چیز خریدی کی تو اقرار صحیح نہیں اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کا فان جهالة المقر عليه تضر
كقوله لي على احدنا الف درهم لجهالة المقضی عليه الا اذا جمع بين عبده وتفسيه فيصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت
تو مضر ہے چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون مین سے ایک شخص پر ہزار درہم تیرے ہیں بسبب معلوم ہونے اوس شخص کے جسپر ہزار درم کا حکم کیا جاوے گر جب کہ

مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہین مجھپر یا میرے غلام پر تو صحیح ہے اسواسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر ولکن ان تفاحشت جہالۃ المقر له بان قال لواحد من الناس علی الف اور اسیطرح مقر له کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا مجھپر اتنا مال ہے ق ۲ لا کلاحد ھذین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقله فی الدرر لکن باختصار مخل کما بینه عزمی زاده اور اگر مقر له کی جہالت فاحش نہو تو ضرر نہین کرتی چنانچہ یہہ اقرار کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نکیا جائے گا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہے لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہے ھ مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو کا ہے مقر بھول بھی جاتا ہے صاحب درر کی نقل مین خلل یہہ واقع ہوا کہ اوس نے جبر علے البیان ذکر کیا ہے اور عزمی زادہ کا حاصل بیان یہہ ہے کہ مقر پر جبر اوس صورت مین ہے جب کہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر له کی جہالت مین اسواسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان مجہول ہے کذا فی الطحطاوی ولزمه بیان ما جہل کشیء وحق بذی قیمۃ کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ له کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ وصبی حر لانه رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اوس مقر بہ کا بیان کرنا جسکو اوس نے مجہول بیان کیا مانند شئ اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اوس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد اسواسطے کہ بلاقیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا ھ جب کہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھ چیز ہے یا حق تو اوس پر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلاقیمت سے زیلعی مین ہے کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اوسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی قول لائق اعتماد کے ہے والقول للمقر مع حلفه لانه المنکر ان ادعی المقر له اکثر منه ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کیساتھ اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقر له اوسکے بیان کئیے سے زیادہ تر کا دعوی کرے اور اوسکے گواہ نہون ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب السرقۃ وقیل فی مال عظیم لو بینه من الذہب او الفضۃ اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہے تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے ھ نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرعاً اسواسطے صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور عرفاً بھی اسواسطے کہ فقرا پر صدقہ واجب ہوگا اور عرف مین بھی اوسکو غنی کہتے ہین وفی خمس وعشرین من الابل لانها ادنی نصاب یؤخذ من جنسه اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اوسکی تصدیق نہوگی اگر یون بولا کہ مجھپر مال عظیم ہے اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ھ یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پچیس سے کمتر مین زکوۃ ہم جنس نصاب نہین لیجاتی کیونکہ پچیس مین ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار ہم جنس کے پچیس ہی ادنی نصاب ٹہری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق نہوگی غیر مال زکوۃ مین ھ جس مال مین زکوۃ واجب نہین اوسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اوس نے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونا نہین تو اوسکی تصدیق نہوگی ومن ثلاثۃ نصب فی اموال عظام ولو فسره بغیره

مالِ الزکوٰۃ اعتبر قیمتھا کمامرّ اور تین نصابون سے کمتر مین تصدیق نہوگی اس قول مین کہ علیّ اموالٌ عظامٌ یعنی مجھپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی
تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی ثیاب وغیرہا سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا ہے اموال عظام مین تین نصاب ہین اسواسطے معتبر ہوئی
کہ تین اقل جمع ہی وفی دراھم ثلثۃ اور دراہم مین تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین درم سے
کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراھم او دنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانھا نھایۃ اسم الجمع اور اس اقرار مین
کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہون گے اسواسطے کہ دس منتہائی اسم جمع ہو تو وہی
اکثر ہوا باعتبار لفظ کے ہے عشرہ نہایت جمع قلت کی ہی نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا لانّھا اقلّ مدلول جمع الکثرۃ تو بہتر ہوتا اور یہہ مبنی ہی
احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا دُریھما درھم علی المعتمد اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا دریھما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ
لزمہ مأۃ درھم اور درم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا اسطرح کہ علیّ کذا درہمٍ تو سو درم لازم ہون گے وفی دریھم او درھم عظیم درھم
والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجۃ زیلعی اور اس اقرار مین کہ علیّ دُرَیھم بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علیّ درھم عظیم ایک درم لازم ہوگا اور درم کا
وزن وہ معتبر ہی جو اوس شہر مین رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہے یعنی تصغیر او تعظیم مین پورا وزن باعتبار
وزن کے معتبر ہی نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درھما احد عشر اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا کذا درھما گیارہ درم لازم ہین ہے اسواسطے کہ دو عدد مبہم
بغیر حرف عطف کے مقرنے مذکور کئے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہی اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اوسکی بیان پر موقوف
ہی کذا فی المنح وکذا وکذا احد وعشرون لان نظیرہ بالواو احد وعشرون اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا وکذا درھما تو اکیس درم لازم
ہین اسواسطے کہ اوس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر واو کے ساتھہ احد وعشرون ہی ہے اگر شارح یون کہتا لانّہ اقلّ نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی
ولو ثلّث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر لہ فیحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقر تین بار بولا بدون واو کے اسطرح کہ علیّ کذا کذا کذا تو احد عشر
یعنی گیارہ لازم ہین اس عدد مبہم کا عدد مفسر کوئی مانند نہین تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا وثلّث بالواو فمأۃ واحد وعشرون اور اگر کذا کا لفظ تین بار بولا
واو کے ساتھہ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا تو مأۃ واحد وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس ہے اسواسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھہ
مأۃ واحد وعشرون ہی کذا فی الدرر وان ربّع مع الواو زید الف اور اگر کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھہ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا
تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاویگا اسطرح کہ الف ومأۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہون گے اسواسطے کہ یہی اوسکا نظیر ہی عدد
مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمّس زید عشرۃ الاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر
عشرۃ الاف زیادہ ہونگے اسطرح کہ عشرۃ الاف والف ومأۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدّس زید مأۃ الف اور
اگر لفظ کذا چھہ بار بولا تو عدد سابق پر مأۃ الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مأۃ الف وعشرۃ الاف والف ومأۃ واحد وعشرون یعنی ایک لاکھہ گیارہ
ہزار ایکسو اکیس لازم ہونگے ولو سبّع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الف
ومأۃ الف وعشرۃ الاف والف ومأۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھہ گیارہ ہزار ایکسو اکیس وھکذا یعتبر نظیرہ ابدا اور اسیطرح عدد مبہم
نظیر عدد مفسر ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علیّ او قبلی فھو اقرار بدین لان علیّ للایجاب وقبلی للضمان غالبا اور اگر
بولا کہ لہ علیّ یعنے اوسکا مجھپر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنے اوسکا میری جانب تو یہہ قول دین کا اقرار ہے اسواسطے کہ لفظ علیّ ایجاب کے واسطے
ہی اور لفظ قبلی ضمان کیواسطے غالبا مستعمل ہے یہہ قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علیّ ایجاب مین مستعمل ہوتا ہی اور محل ایجاب
ذمہ ہو اور ذمہ مین صرف دین ثابت ہوتا ہی نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب مین اوسکا استعمال
غالب ہی اور مطلق غالبا استعمال کے طرف منصرف ہوتا ہی کذا فی الاتقانی وصدّق ان وصل بہ ھو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اقرار

اور اسکی تصدیق ہو گی اگر اوس نے اوس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازاً ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہے هم اسواسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہے اور وجوب ودیعت مین بھی متحقق ہے اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہے اور قبلی کا استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت مین بھی ہوتا ہے وان فصل لا یصدق لتقررہ بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علی یا لہ قبلی سے جدا کہا تو اوسکی تصدیق نہو گی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی یا فی کیسی یا صندوقی امین کا اقرار ہے کہ وہ چیز امانت ہے عرف پر عمل کرنے سے یعنی اوسکی چیز میرے نزدیک ہے یا میرے ساتھ ہے یا میری کوٹھری مین یا میری ہمیلی مین یا میرے صندوق مین ہے جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراھمی کذا فھو ھبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اوسکا ہے یا جس کا مین مالک ہون اوس کا ہے اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اوسکے اتنے ہین تو یہہ قول ہبہ ہے نہ اقرار ولو قال لہ فی مالی او فی دراھمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درہمون مین اوس کا اتنا ہے تو یہہ شرکت کا اقرار ہے فلا بد لصحۃ الھبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے ہبہ صحیح ہونیکے واسطے تسلیم جمیع مال سے بخلاف اقرار کے کہ اوسکی صحت کے لیئے تسلیم ضرور نہین هم جب کہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھیرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اوسنے اپنا سب مال اوسکو دیدیا تو ہبہ صحیح ہوگا والا غیر صحیح والاصل انہ متی اضاف المقربہ الی ملکہ کان ھبۃ اور قاعدہ کلیہ بیان یہہ ہے کہ جب مقر نے مقربہ کو اپنی ملک کیطرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا هم اسواسطے کہ اپنی ذات کے طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہے کہ اوسکو حمل کیجیے اقرار پر کہ وہ اخبار ہے غیر کا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہوگیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہے اور اگر شئی کو اپنی ذات کے طرف مضاف نکیا مثلا یون کہا کہ ھذا المال لفلان یعنی یہہ مال فلانے شخص کا ہے تو یہہ اقرار ہے نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانھا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہوگا ما فی بیتی کا اسواسطے کہ یہہ نسبت کی اضافت ہے نہ ملک کی هم حاصل اعتراض یہہ ہو کہ ما فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کے طرف موجود ہے اور باوجود اسکے یہہ اقرار ہے نہ ہبہ خلاصہ جواب یہہ ہے کہ یہہ ملک مقر کی اضافت نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہے چنانچہ لکہنو کا رہنے والا کہے کہ لکہنو میرا شہر ہے تو یہہ سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی ولا الارض التی حدھا کذا لطفلی فلان فانہ ھبۃ وان لم یقبضھا لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط قبضہ مفرزا انتھی للاضافۃ تقدیرا بدلیل قول المصنف آخرا لا مفر عمالی ولو یضیفہ لان من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فصل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیہ کل شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل کی ہے اسواسطے کہ یہہ قول ہبہ ہے اگرچہ طفل نے اوسپر قبضہ نکیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہے مگر یہہ کہ وہ ہبہ اوس قسم سے ہو جس مین قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپ صغیر کو اوسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اوس کا جدا کرنا قبضہ شرط ہوگا انتھی الاعتراض اسواسطے نہین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کے طرف تقدیری ہے مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ وہ شخص کے واسطے شئی معین کا اقرار کیا اور اوس شئے کو اپنے طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ وہ شئی مقر کی ملک ہے تو کیا یہہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقہ یہہ ہے کہ یہہ قول تملیک ہوگا تو اوسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سواسکے طرف مراجعت کرو هم قاعدہ مذکورہ سے یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب مقربہ کو مقر اپنے طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہے نہ ہبہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم اضافت ارض اقرار ہو اور حالانکہ وہ ہبہ ہے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہے لیکن اوسمین اضافت تقدیری ہے گویا اوسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہے اور اضافت تقدیری پر دلیل یہہ ہے کہ ملک اوس زمین کی لوگون کو معلوم ہے الخ انتہا اضافت الی النفسہ جو مقتضی تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قراین سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہونا کہ وہ متکلم کی ملک ہے [illegible]

قال لی علیک الف فقال اتزنه او انتقدہ او اَجِّلنی به او قضیتکه ایاہ او اَبرأتنی منه او تصدقت به علیَّ او وهبته لی او
احلتک به علی زید ونحو ذلک فهو اقرار له بها لرجوع الضمیر الیها فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جواباً ایک شخص نے دوسرے سے
کہا کہ میرے تجھپر ہزار ہین سو مخاطب نے کہا کہ انکو وزن کرلے یا انکو پرکھ لے یا ان کی مجھکو مہلت دے یا مین تجھکو دے چکا ہون یا تونے مجھکو وہ
معاف کردیئے ہین یا تونے مجھکو وہ خیرات مین دیئے ہین یا ان کو تونے مجھکو ہبہ کر دیا ہے یا مین نے تجھکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے
کلمات کے سو یہہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے ہزار کا بسبب پہرنے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب الون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہہ جواب
ہے کلام اول کا یعنی اثبات اوسکا نہ انکار اور نہ کلام جدا گانہ وهذا اذا لم یکن علی سبیل الاستهزاء فان کان وتشهد الشهود
بذلک لم یلزمه شیٔ اور یہہ جبھی اقرار اور سو ثابت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوشطبعی کے ہوا اور گواہ
خوش طبعی کی گواہی دین تو اسپر کوئی چیز لازم نہو گی اما لو ادعی الاستهزاء لم یصدق اور اگر مخاطب کو خوشطبعی کا دعوی کرے بلا شہود تو اوسکی تصدیق نہو گی وبلا ضمیر مثل
اتزن الخ وکذا اتقاضاسب او ما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک لا یکون اقراراً لعدم انصرافه الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے
چنانچہ وزن کرلے یا پرکھ لے الخ اور اسیطرح حساب تو کر یا کہ مین نے کسی سے قرض نلیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نلیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہہ اقرار
نہوگا بسبب نہ پہرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہہ کلام جدا گانہ ٹہیرا نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جواباً لا ابتداء یجعل
جواباً وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لهما یجعل ابتداء لئلا یلزمه المال بالشک اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ
مین یہہ ہے کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونیکی نہ ابتدائی کلام ہونیکی تو وہ جواب ٹہیرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتدائی کلام ہونیکی
نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ یہہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ
ٹہیرایا جاتا ہے تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وهذا اذا کان الجواب مستقلاً فلو غیر مستقل کقوله نعم کان
اقراراً مطلقاً اور یہہ یعنی تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اوس وقت ہے جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر
تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقاً یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہو ضمیر کی مثال یہہ کہ نعم هو علی اور عدم ضمیر کی مثال
فقط نعم یعنی ہان اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی هذا او افتح لی باب داری هذا او جصص لی داری هذه
او اسرج فرسی هذا او اعطنی سرجها او لجامها فقال نعم کان اقراراً منه بالعبد والدار والدابة کافی تو اگر کہا کہ مجھکو میرے اس
غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے میرے اس گہر کا دروازہ کہولدے یا میرے لیے اس گہر کی چونہ کاری کردے یا زین باندہ دے میرے اس گہوڑے پر یا مجھکو اس
گہوڑے کا زین یا اوسکی لگام دے پہر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہہ اوسکی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گہر اور جانور کا مقرلہ کے واسطے کذا فی
الکافی یعنے غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتہہ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتہہ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فهو اقرار له
بها وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھپر ہزار نہین ہین سو وہ بولا بلی یعنے کیون نہین تو یہہ اقرار ہوگا اوسکے واسطے
ہزار کا اور اگر جواب مین بجائی بلی کے نعم یعنی ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیة کذا فی
الجوهرة اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بہی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف مین بلی اور نعم دونون
برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوهرة والفرق ان بلی جواب الاستفهام المنفی بالاثبات ونعم جوابه بالنفی اور فرق
بلی اور نعم کا عربی مین یہہ ہے کہ بلی استفهام منفی کا جواب ہے نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفهام منفی کا جواب ہے اوسکے نفی کر دینے سے ولما
الایماء بالرأس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارة وهبة اور سر سے اشارہ کرنا بولنے آدمی کا اقرار
نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا ہم ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ گونگے یعنے گونگے آدمی کا اشارہ کرنا

امور مذکورہ مین گونگے کا اشارہ قائم مقام اوسکے بولنے کے ہے بقول معتمد سوای حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحاوی بخلاف افتاء و نسب و اسلام و کفر و امان کافر و اشارۃ محرم لصید و الشیخ برأسہ فی روایۃ الحدیث و الطلاق فی انت طالق ھکذا و اشار بثلاث اشارۃ کا اشباہ و زاد الیمین کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظھر سرہ او لا یدل علیہ و اشار حنث عمادیۃ فقد ظھر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوی دینے مین اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارہ مین شکار کے طرف اور شیخ کا علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ اس قول مین کہ تو طالق ہے اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کیگئی چنانچہ اوس کا یون قسم کہانا کہ فلانے شخص سے خدمت نلیگا یا اوسکا بہید ظاہر نکریگا یا اوسپر دلالت نکریگا اور پھر سر سے اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیہ تو متحقق ہوا اشارہ ناطق کا باطل ہونا مگر نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہئے و ان اقر بدین مؤجل و ادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا و عند الشافعی مؤجلا بیمینہ کاقرارہ بعبد فی یدہ انہ لرجل و انہ استأجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل و اجارۃ لانہ دعوی بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین مؤجل کا اور مقر لہ نے دعوی کیا بلا مدت دین کا تو اوسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین مؤجل لازم ہوگا مقر کے قسم کہانیکے ساتھ چنانچہ اوس کا اقرار اوس غلام کا جو اوسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہی ایک مرد کا اور اوس سے اوسکو بطریق اجارہ کے اوس سے لیا ہی تو مقر کی تصدیق نہو گی تاجیل دین اور اجارہ غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوی ہے بدون حجت کے ہم اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ پر تو اوس کا اقرار حجت ہی اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہین کذا فی الحموی و حینئذ یستحلف المقر لہ فیھما اور اس وقت مین قسم لیجائیگی مقر لہ سے دونون مین یعنی تاجیل اور اجارہ مین یعنی در صورت عدم گواہ مقر بخلاف مالو اقر بالدراھم السود فکذبہ فی صفتھا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع و الاجل عارض لثبوتہ بالشرط و القول للمقر فی النوع و للمنکر فی العوارض بخلاف اوسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر لہ نے اوسکی تکذیب کی درمون کی صفت مین یعنی اونکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہونگے جس کا اوسنے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہی درمون کی اور مدت دین مین عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہے اور منکر کا عوارض مین مقبول ہے یعنی مدت عارض ہے کہ نفس عقد سے ثابت نہین ہوتی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہی اور عوارض مین منکر کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی کاقرار الکفیل بدین مؤجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ المؤجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین مؤجل کا اسواسطے کہ مدت مین ضامن ہی کا قول مقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت مؤجل مین بدون شرط کرنیکے ہم اسواسطے کہ ضمانت مین مدت نوع ہے نہ عارض کہ شرط پر اوس کا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی و شراء الامۃ متنقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب نقاب والی لونڈی کا خریدکرنا ملک بائع کا اقرار ہی جیسے گٹہڑی کے اندر کپڑی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے و کذا الاستیام و الاستیداع و قبول الودیعۃ و الاعارۃ و الاستیھاب و الاستیجار و لو من وکیل فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ و لغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خرید اور مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکہنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور عاریت اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید وکیل سے ہو تو یہ سب امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار مین تو اب طلبگار مذکور کو اوسکا دعوی کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرکے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اوسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابرائہ عن جمیع الدعاوی ثم ادعی بھا لعدم التناقض کما فی الدرر قبیل کتاب الاقرار و حققہ فی الجامع خلافا للعمادیۃ و الکافی بخلاف اوسکے ابرا کرنیکے تمام دعاوی سے پہر دعوی کرنیکے

۱۱ ... و ہدایہ کے مسئلہ کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی سے اسکا مقتضی نہیں کہ غیر کے طرف سے بھی اوسپر دعوی کرنیکی ذکر
کیا ہے ہمکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اسکو جامع صغیر مین برخلاف تصحیح وہبانیہ ہم جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہے کہ استیام اور
استیجار اور استعارہ اور ہبہ لینے کے اقرار ملک مستیام منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ ہے اور وہبانیہ مین ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں
ہے اسواسطے کہ بیع مثلا شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہوئی اور یہہ روایت زیادات کے
موافق ہے کذا فی الطحطاوی و وفق شارحہا الشرنبلالی بانہ ان قال بعنی ھذا کان اقرارا وان قال اتبیعہ ھذا لا ویؤیدہ مسئلۃ
کتابتہ وختمہ علی صک البیع فانہ لیس باقرار بعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اسطرح توفیق کی ہے کہ اگر
یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہے اوسکی ملک کا اور طالب خریدنے کا ہے اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو
بیچتا ہے تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استفہام حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہیں اور مؤید قول شرنبلالی ہے
اوسکی کتابت اور بیعنامہ پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکہنا اور اوسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں ہم تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اوسکا
دعوی کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہے تو یون پوچہنا کہ تو اسکو بیچتا ہے بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی قولہ
علی مائۃ ودرھم کلھا دراھم وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اوسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہے تو تمام
درم ہین یعنی سو درم اور ایک درم اور اسیطرح مکیل اور موزون از روی استحسان کے ہم قیاس یہہ ہے کہ مقر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہوا اور سو کی
تفسیر اوسی سے کرائی جاوے کہ سو درم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے وجہ استحسان یہہ ہے کہ درم بیان ہے مائۃ کا عادت
مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو دوبار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہہ وہان ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند مکیل
اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوسکتے ہین سلم اور قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ اونکا وجوب ذمون پر اسطرح بکثرت
نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ وثوب ومائۃ وشاۃ بان یفسر المائۃ لانہا مبھمۃ اور اس قول مین کہ اوس کا مجہہ پر سو اور ایک کپڑا ہے
اور سو اور دو بکری مین سو کو دریافت کیا جائے گا مقر سے کہ کیا اوسکی مراد ہے اسواسطے کہ وہ مبہم ہے غیر مفسر وفی مائۃ وثلثۃ اثواب
کلھا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم یذکر بحرف فانصرف التفسیر الیھما لاستوائھما فی الحاجۃ الیہ اور اس قول مین کہ مجہہ پر
ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے
اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجاویگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثۃ کے بحرف عطف مذکور نہیں تو تفسیر آیا اور ثلثہ دونون کی طرف
پہر گئی اسواسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین والاقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط
اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل ہم یعنے یون اقرار کیا کہ یہہ جانور جو اصطبل مین ہے سو فلانے شخص کا ہے تو
یہہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہیں ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ
لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درھم فی درھم درہم دیا اور قاعدہ کلیہ اس قسم مسائل
مین یہہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکہتی ہے اگر اوس چیز کا اوٹہا لیجانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر
نقل اوسکا متصور نہیں جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کہ اونکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر
وہ چیز ظرف ہونیکی صلاحیت نہین رکہتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجہہ پر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنے اس صورت مین درم
اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اسواسطے کہ اوسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہیں اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کہجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور
گیہون گون مین کذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درھم لزمہ الثوب ولم اراہ فلیحرر

کہتا ہون اور اس قاعدہ سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر کہا مجھپر جانور ہی خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اسکو یعنے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہی اور
اگر بولا کپڑا اور رومال مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ھم طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے اور
یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہی وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعًا اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اوسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے
کہ خاتم عبارت ہی حلقہ اور نگین سے وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اوسکا میان اور پرتلا اور کوہتی لازم ہی وبحجلۃ بہا
الجیم بیت مزین بستور وسرر العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بجای مہملہ پہر جیم عبارت ہی اوس
کوٹھری سے جو آراستہ ہی پردون اور چارپائیون سے ھم طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کوٹھری بہی لازم ہوگی اور حموی مین ہی کہ بعضون نے
کہا کہ حجلہ وہ ہی جو لکڑی اور کپڑے سے بنایا جاوی اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چہپر کہٹ ہی اور اسپا اختلاط
فضا رہی سے اسکو مسہری بہی بولتے ہین وتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ
الظرف کالمظروف لما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کہجور ہی ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے
مین ہے ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اوسی دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنے ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہوجاتے
ہین ومن قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوھا اور کہجور ہے اقرار مین ٹوکری سے مثلا ٹوکری اور مانند اوسکے کوئی ظرف لازم نہوگا ھم اسوا
واسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہی تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف
فقط لما مر اذ العشرۃ لا تکون ظرفا للواحد عادۃ جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اوسکو فقط مظروف لازم
ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ
لما مر وان عنی مع فعشرۃ اور یون اقرار کیا کہ لہ علی خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ فی کو بمعنے علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا پانچ لازم ہونگے
اس وجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کیے ھم چونکہ علی مقتضی انفصال اور تمیز ہی مقتضی جمع لہذا فقط
پانچ لازم ہوئی کتاب الطلاق مین یہہ مذکور ہوچکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تونے خمسۃ فی خمسۃ کہا تو اسسے تونے یہہ ارادہ
کیا کہ ہر درم کے دراہم خمسہ مثلا پانچ پانچ جز ہین اور ولوالجیہ مین ہے کہ جب اوسنے کہا لہ علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پہر اگر تکثیر
اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم نہونگے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہونگے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت
نکی یعنے تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نکی تو اوسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کرینگے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت مین خلاف
ہی فقہا کا کذا فی الطحطاوی وعشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر فی سے معنے مع مراد رکہو گا چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق مین
ومن درھم الی عشرۃ او ما بین درھم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ
بخلاف الثانیۃ وما بین الحائطین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر ہے ایک درم سے دس تک یا بین الدرہم والعشرۃ تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل
ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرا اور تیسرا درم کا وجود نہین ہوسکتا بدون پہلے درم
بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف ما بین الحائطین کہ وہان دونون حدین داخل محدود نہین ھم امام کے نزدیک محدود مین حد بدون ضرورت داخل نہین
ہوتین اسواسطے کہ حد مغایر محدود ہے لیکن یہان پہلی حد کو داخل کرنے مین ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہین
ہوسکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود مین داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے مین کوئی ضرورت داعی نہین کذا
فی الدرر فلذا قال وفی لہ کر حنطۃ الی کر شعیر لزماہ جمیعا الا قفیزا لانہ الغایۃ الثانیۃ سو اسی سبب سے یعنے بسبب مذکور کے
مصنف نے کہا اور اس اقرار مین کہ اوس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہون ہین جو کے ایک کر تک تو اسپر دونون کر لازم ہونگے سوای ایک قفیز کی

سلہ ترجمہ اولسہ نصل کا ترجمہ کوہتی کی ہر چند کرنا مناسب [illegible] گذشتہ مین نصل پہل کو کہا ہے ۱۲ سلہ اوسکے [illegible] [illegible] ۱۲ [illegible] [illegible] ۱۲

اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہو جسم کرتفیم کا ایک بڑا پیمانہ ہو جسمین چند قفیز سماتے ہین اور قفیز کرسے چہوٹا پیمانہ ہی طحطاوی کے قدوری سے نقل کیا کہ امام
نے مثال مذکور مین تمام کر کو غایت قرار نہین دیا اسواسطے کہ عادت مین غایت زیادہ نہین ہوتی شئے سوا ورنہ تضعیف اوسکی لہذا قفیز کو غایت ٹہرایا
ولو قال له علیّ عشرة دراهم الی عشرة دنانیر یلزمه الدراهم وتسعة دنانیر عند ابی حنیفة لما مرّ نهایة اور اگر یون کہا کہ اوسکے
مجہہ پر دس درہم سے دس دینار تک تو اوسکو دراہم اور نو دینار لازم ہون گے ابوحنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنے اسواسطے
کہ غایت ثانیہ داخل نہین ہوتی وفی له من داری ما بین هذا الحائط الی هذا الحائط له ما بینهما فقط لما مرّ اور اس قول مین کہ اسکا
میرے گہر مین سے مابین اس دیوار سے اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونون دیوارون کا فقط مابین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی ہن
درہم والے مسئلہ مین پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تہی اور یہان کچہہ ضرورت نہین لہذا دونون دیوارین محدود مین داخل نہونگی فقط مابین
الحائطین لازم ہوگا وصحّ الاقرار بالحمل المحتمل وجوده وقته ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوّجة او لدون حولین
لو معتدة لثبوت نسبه اور صحیح ہوا قرار اوس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہو اقرار کے وقت سہطرح پر کہ لونڈی جنے نصف سال سے کمتر مدت مین اگر
وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر مین اگر وہ عدت مین ہو بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب کے عدت تکمام یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص
کے واسطے صحیح ہے سطرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنے بچہ اوسکا فلانے شخص کا ہی اگرچہ اوس کا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی
یہہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے مقر لہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا پہر اوسکے وارث نے اوس کا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی
ولو الحمل غیر آدمی ویقدّر بادنی مدة یتصور ذلك عند اهل الخبرة زیلعی لکن فی الجوهرة اقل مدة حمل الشاة اربعة اشهر
واقلها لبقیة الدواب ستة اشهر حمل کا اقرار صحیح ہی اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اوس کمتر مدت سے جو اوسکے
واسطے متصور ہو تجربہ کارون کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ مین ہے کہ بہیڑ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے ہین اور باقی جانورون کی اقل مدت
چہہ مہینے ہین وصحّ له ان بیّن المقرّ سببًا صالحا یتصوّر للحمل کالارث والوصیة کقوله مات ابوه فورثه او اوصی له به فلان فیجوز
والا فلا کما یأتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی یون کہنا کہ یہہ مال اس لڑکے کا ہی جو اس عورت کے پیٹ مین ہی صحیح ہے
بشرطیکہ مقر اوسکے مالک ہونیکا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اوسکے واسطے ممکن اور متصور ہو جیسا کہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یون کہنا کہ اوس
جنین کا باپ مرگیا سو وہ اوسکا وارث ہوا یا اوس مال کے اوسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہو تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نکرے تو
اقرار جائز نہین جیسا کہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدته حیًّا لاقل من نصف حول مذ اقرّ فله ما اقرّ وان ولدت حیّین فلهما نصفین
ولو احدهما ذکرا والآخر انثی فکذلك فی الوصیة بخلاف المیراث ای فانه یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اوسکو
زندہ نصف سال سے کمتر مین جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اوسکا جسکا اوس نے اقرار کیا اور اگر دو زندہ لڑکے جنی تو دونون کے واسطے نصفا نصف
مال ہوگا اور اگر ایک نر ہی اور دوسرا مادہ تو بھی نصف نصف مال دونون کو ملیگا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے ملینگے ہم اور اگر چہہ
مہینے سے زیادہ مدت مین جنیگی تو اوسکو کچہہ نملے گا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر مین کذا فی الحموی ولو ولدته میتًا
فلورثة ذلك الموصی والمورث لعدم اهلیة الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اوس موصی اور مورث کے وارثون کو
پہیر دیا جاوے بسبب عدم المیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہین رکہتا وان فسّره بما لا یتصوّر کهبته او بیعه او اقراضه او
ابهم الاقرار ولم یبیّن سببًا لغا وحمل محمد المبهم علی السبب الصالح وبه قالت الثلثة اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن الوقوع
نہین جیسا کہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکہا اور اوس کا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے
اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا ہم چونکہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تہا اسواسطے کہ امور مذکورہ اوسکے ... اور یہہ لوگ

صحیح ہوا ازانجملہ ایطرح کہ اوسکے طرف سے کوئی اوسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرنا اسواسطے کہ اوسپرکسیکی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھیرا اور
سبب مبہم کے اقرار کی یہہ صورت ہی کہ میتیکا اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہی کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر
سببا غیر صالح منہ حقیقۃ کالاقراض او ثمن مبیع لان ھذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیرخوار لڑکے
کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہی اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقۃ بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن بیع کا اسواسطے کہ یہہ مقر ثبوت
دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہی کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار
لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرطیکہ تین دن تک اختیار رہے
تو اوسکو مقربہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہی تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے خیار میں تو بھی اوسکی تصدیق معتبر
نہوگی ہم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجائش اسواسطے نہیں کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہی اور جب تک
اقرار میں اس وجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہی احتمال فسخ کا نہیں لہذا اوسمیں شرط خیار جائز نہیں اور مال مقربہ لازم ہے کذا فی البحر الا اذا
اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برھن فلذا قال الا ان یکذب بہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لہ
اقرار قابل خیار نہیں مگر جبکہ مقر نے اوس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط خیار مقر واقع ہوئی تو اقرار بشرط الخیار صحیح ہی باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ
اوسکی تصدیق کرے یا مقر اوسپر گواہ لاوے سوا اسکے مصنف نے کہا مگر یہہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہی اور
قول تو منکر کا مقبول ہے تلخیص در صورت عدم برہان ہم عقد بیع کا اقرار یعنی اوس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اوسپر لازم آیا یعنی دین کو تسلیم
او پر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہیں کا قرارہ بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی مدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا
صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ افعال لا تقبل الخیار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب بایں شرط کہ اوسکو
اختیار ہی مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہی جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہی بخلاف اوسکے جو مذکور ہوچکا
اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہیں کہ شرط خیار کے قابل نہیں کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما
فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امرأتی صح کتب
ام لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد وقود خانیۃ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکمی ہے اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے
ہوتا ہی ویسے ہی انگلیوں کے پوروں کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہیں یا لکھ میری
گہر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاقنامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبالہ نویس کو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال ہے اوسکی گواہی دینا سوای حد اور
قصاص کے کذا فی الخانیہ ہم امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر انشا ہی اور اقرار خبر اور تو دونوں ایک نہونگے حقیقت
میں بلکہ مراد یہہ ہے کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فی الدرر وقدمنا فی الشہادات عدم اعتبار مشابہۃ
الخطین ہم کتاب الشہادات میں عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا
اقرارنامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اوسکا سوا دستخط کچھہ لکھایا گیا اور وہ دستخط لکھا تو یہہ خط اقرارنامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اوسپر ثبوت دعوی کا
بدون گواہوں کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور بعضوں کے نزدیک حکم ہوگا ازانجملہ قاری ہدایہ ہے کذا فی البحر ابتصرف اخذ الوارثۃ اقر
بالدین المدعی بہ علی مورثہ وجحد الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اوس دین کا
اقرار کیا جس کا اوسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثوں نے اوسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آویگا یعنی بشرطیکہ جو مال اوسکو
وراثت میں پایا ہی وہ ادای دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع ہم مثلا سو درم کا دعوی ہے اور سو درم پایہ یا دو وارث مقر کو صرف پچاس

تو وارث کو سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہہ مطلب نہیں کہ اگر دس درم میراث مین پاوے تو بھی اوسپر سو درم لازم ہونگے و قیل
حصتہ و اختارہ ابو اللیث دفعاً للضرر اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اوسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اسی قول کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیث
نے ضرر کے دفع کرنے کے واسطے یعنی اوس شخص نے اوس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکہ سے متعلق ہے تو اوسپر لازم ہوگا اگر بقدر اوسکے حصے کے و لو شہد
ھذا المقر مع آخر ان ہذا الدین کان علی المیت قبلت و ہذا اعلم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی
علیہ باقرارہ فلتحفظ ہذہ الزیادۃ درر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی
مقبول ہوگی اور اس سے یعنی قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نکریگا بمجرد اوسکے اقرار
کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اوسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر
ھم مجرد اقرار سے دین لازم آیا اسواسطے کہ اگر اوسکے اقرار سے سب دین اوسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول
ہوتی تو شاہد مقر پر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوتا تو اوسکی گواہی مین اوسپر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر
اوسکی گواہی کا مقبول ہونا اسپر دلیل ہے کہ اوس کا اول اقرار معتبر نہین اور اوس اقرار سے دین لازم نہین مگر یہہ مشکل ہے اسواسطے کہ آدمی کا اقرار
حجت ہے اوسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا اوسمین حکم کرنا مظہر حق ہے نہ مثبت اور اگر یہہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹہیری تو ظاہر ہے اسواسطے
کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہین کی کذا فی الطحطاوی اشہد علی الف فی مجلس و اشہد رجلین آخرین فی مجلس آخر
بلا بیان السبب لزم المالان الفان کذا لو اختلف السبب مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مردونکو گواہ کیا
دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب دین کے تو دونون مجلسون کے دونون مال یعنی دو ہزار اوسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو
ہزار لازم ہونگے ھم بلا بیان سبب کی یہہ صورت ہے کہ اقرار کرے کہ مجھپر زید کے مثلا ہزار درم دین ہین دونون مجلسون مین اور اختلاف سبب کی یہہ
شکل ہے کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہے اور دوسری مجلس مین کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہے بخلاف ما لو
اتحد السبب او الشہود او اشہد علی صک واحد او اقر عند الشہود ثم عند القاضی او بعکسہ ابن ملک بخلاف اسکے کہ اگر
سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسونکے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے
پھر یہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا صرح ابن ملک
ھم اتحاد سبب کی یہہ صورت ہے کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہہ صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری
مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف او المنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ معرفہ
یا نکرہ جبکہ معرفہ ہو کر دوسری بار ذکر ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ ذکر ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا ھم اول اور ثانی کی معرفہ
ہونے کی صورت یہہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے بایطرح کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر اسیکو دوسری بار اقرار کرے
اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونے کی یہہ صورت ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے بایطرح کہ لہ علی الف پھر کہے لہ علی الف ثمن ہذا العبد اور اعادہ نکرہ کی صورت یہہ ہے کہ کہے لہ علی الف پھر دوسری بار اقرار کرے کہ
لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہہ ہے کہ اول یہہ اقرار کرے کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علی الف تمامہ فی الطحطاوی و لو نسی الشہود
انہ فی موطن ام موطنین فہما مالان ما لم یعلم اتحادہ و قیل واحد و تمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا
یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اسکا خانیہ
مین ہے اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی و بہ یفتی درر اقرار کیا
پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار مین تو قسم لیجاوے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر

نتہ وہی کذا فی الدرر ھم اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات ہوگا وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اسیطرح کا حکم جاری ہوگا اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنی مورث کے اقرار میں اسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجاویگی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار میں وان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لانعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا اسکے وارث کا دعوی مذکور مقر لہ کے وارثوں پر ہو تو وارثوں پر علم کی قسم آویگی اسطرح کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ مقر اپنے اقرار میں جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہہ باب ہے احکام استثنا میں اور جو استثنا کے معنی میں ہے اقرار کے بدل ڈالنے میں چنانچہ شرط اور مانند اسکے ھم جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہہ مثال ہے کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اور یہ غلام کا مثل جو میرے قبضے میں ہے نہیں آیا ھو عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وھی ما ذکرناہ ومختصرۃ وھی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وھذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثنیا او بعد الاستثناء ۵ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک ایسا عبارت ہے باقی کی بولنی بعد استثنا کرنیکے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کی حاصل کے اعتبار سے اور نفی اور اثبات ہے باعتبار اجزای لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں ایک عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصرہ یہہ ہے کہ ابتدا اسے یوں کہے کہ اسکے میرے اوپر سات درم ہیں اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنیکے وشرطہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کتنفس وسعال او اخذ فم بہ یفتی اور صحت استثنا میں متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا مونہہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقر کا مونہہ بند کرلے اسی قول پر فتوی ہے والنداء بینہما لایضر لانہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقر لہ کو بابین مستثنی اور مستثنی منہ کے ضرر نہیں کرتا اسواسطے کہ ندا اسنادی کے آگاہ کرنیکے واسطے ہے اور تاکید کیواسطے ہے یہ واسطہ تعیین مقر لہ ھم جوہرہ میں ہے کہ اگر منادی مقر لہ نہو غیر ہو تو مضر ہے کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یوں کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں او فلانے مگر دس درم بخلاف لک علی الف فاشہدوا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشہاد یکون بعد تمام الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اور قسم سے جو فاصل شمار ہوا سواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونیکے بعد ہوتا ہے تو بحیلولت شہادت کے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنی بعض ما اقر بہ صح استثناؤہ ولو الاکثر عند الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنے جس کا اقرار کر چکا ہے اوس میں سے بعض کو نکال ڈالے تو اسکا استثنا کرنا صحیح ہے اگرچہ مستثنی اکثر ہو مستثنی منہ سے اکثر علمای نحو کے نزدیک ھم فراء کے نزدیک استثناء اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالے کا یہہ قول ہے قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لایقسم کھذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذہب اور مقر کو باقی بعد الاستثنا لازم ہوگا اگرچہ مقر بہ اس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہیں ہوتا چنانچہ یہہ قول کہ یہہ غلام فلانے شخص کا ہے مگر اوسکا سیوم حصہ یا دو ثلث اوسکے صحیح ہے بنا بر مذہب قوی والاستثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان الاستثناء الکل لیس برجوع بل ھو استثناء فاسد ھو الصحیح جوھرۃ اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہے اگرچہ اوس چیز میں ہو جو قابل رجوع ہے چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہیں بلکہ وہ فاسد استثنا ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الجوہرہ ھم جوہرہ میں ہے کہ بعض فقہا کے نزدیک استثنا کل رجوع ہے اور بعضوں کے نزدیک رجوع نہیں استثنا فاسد ہے اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اسواسطے کہ وصیت میں رجوع کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وھذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ کما یأتی اور یہہ یعنی استثنا مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہے کہ صدر کے لفظ سے ہو یا اوسکی نظیر

باب الاستثناء

له الصواب کذا قال صدر الشریعۃ ۱۲
له اوسکا یعنی ... ۲
له کہ اقرار ... ۱۲

چنانچہ اس کا ذکر آتا ہے کاہم مستثنا بلفظ صدر کی مثال نسائی طوالق الا نسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوالق الا ہؤلاء وجواری یا عبیدی احرار الا ہؤلاء
ولا شئ بغیرها ثم تبعیدی احرار الا ہؤلاء الا سالما وغانما وراشدا ومثله نسائی طوالق الا ہؤلاء او الا زینب وعمرة وہندة
وہم الکل صح الاستثناء انتہی اور اگر استثنا مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغایر ہو چنانچہ یہہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوائے ان غلاموں کے یا
سوائے سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہہ مثال ہے کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں سوائے ان عورتوں کے یا سوائے زینب اور عمرہ اور ہندہ کے
اور حالانکہ یہی سب ہیں یعنی اوسکے سب غلام یہی اور سب عورتیں یہی ہیں تو استثنا صحیح ہے وکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح
فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایہام البقاء لا حقیقتہ حتی لو طلقها ستا الا اربعا صح ووقع ثنتان اور اسیطرح یہہ قول کہ میرا تہائی
مال زید کا ہے سوائے ہزار کے اور حالانکہ اوسکا تہائی ہزار ہے تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقا ہے بعض
مستثنی منہ ہے نہ حقیقۃ بقا یہانتک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی چھ طلاقیں سوائے چار طلاقوں کے تو طلاق صحیح ہوگی اور دو طلاقیں واقع ہونگی
ہم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہے تو چھ کا اہمال اوسکو منع نہیں کرتا ہے کہ یہ کہے میرے احرار الا سالما
وغانما میں تکلم بالباقی بعد الاستثنا ممکن نہیں ہے باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور غانم اور راشد اسکے سوا
کل عبید ٹھہر گیا کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظاً ایہام بقا بلاشک ٹھہرا لہٰذا صحیح استثنا الکیلی
والوزنی والمعدود الذی لاتتفاوت احادہ کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنی القیمۃ استحسانا لثبوتها
فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہے استثنا کیلی اور وزنی اور ایسے معدود کا جسکی افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ فلوس اور اخروٹ کا دراہم
اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنی ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمہ پر چاندی اور سونے کیطرح
تو اشیاء مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئیں اس واسطے کہ کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنے
کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت میں اجناس مختلفہ ہیں اسواسطے کہ یہہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ان میں استثنا کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی
ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ
مستفاد بالقیمۃ ہے فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس قیاسا اور استحسانا دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ملخصا وان استغرقت القیمۃ
جمیع ما اقر بہ لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اوسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہہ غیر
مساوی کا استغراق ہے اور یہہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثنا
الکل بحر لکن فی الجوہرۃ وغیرها علی مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر وقیمتها مائۃ او اکثر لا یلزمہ شئ فلیحرر بخلاف اس قول کے کہ اوسکے
میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہہ صحیح نہیں بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہہ تمام مقربہ کا استثنا ہے کذا فی البحر یعنی تب تو
مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹھہریگا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہہ قول کہ مجھپر سو درم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی
سو درم ہے یا زیادہ تو مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے ہم طلبی نے
کہا کہ ظاہر اس مسئلہ میں دو قول ہیں یعنی دو روایتوں پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنسیں واللہ تعالی اعلم ولو استثنی عددین
بینهما حرف الشک کان الاقل مخرجا نحو له علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین درہما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی
الاصح اور اگر ان دو عددوں کو استثنا کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار
درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اوسکو نوسو اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کمتر شک استثنا میں کمتر کا مثبت ہے
واذا کان المستثنی مجهولا ثبت الاکثر نحو له علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضها لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک

فی المخرج فیتحکم بخروجہ الا قل اور جب کہ مستثنیٰ مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد ثبت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اوسکے میری اوپر سو درم
ہین مگر کچھہ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکیاون لازم ہون گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا ھ اور قلت ثابت
ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو کے نصف یعنی پچاس سے ایکدرم گھٹایا تو اکیاون باقی رہگئے ولو وصل اقرارہ بان
شاء اللہ او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھہ ملایا
یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اوس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینی کی جیسا کہ
یون کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہہ تعلیق نہین تنجیز ہے یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاوے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے
والی ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیئۃ ہل یصدق ام لا و قدمنا فی الطلاق ان المعتمد لا فلیکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد
قالہ المصنف باقی رہی یہہ بات کہ درصورت تعلیق بمشیئۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین سو نے اسکو مفصل نہین کہا اور ہم نے
کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعای مشیت قول معتمد یہہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق
ہونے حق العبد کے یہہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح مین وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منہما لانہ تبعا فکان
وصفا واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونون سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اسواسطے
کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھیری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین ھ چنانچہ یہہ قول صحیح نہین کہ اس کا یہہ غلام مگر
مگر اوسکی سیاہی مقرلہ کی نہین ہے وان قال بناءہا لی وعرصتہا لک فکما قال لان العرصۃ ہی البقعۃ لا البناء حتی لو قال وارضہا لک
کان لہ البناء ایضا لدخولہ تبعا الا اذا قال بناءہا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اوسکا
عرصہ تیرا ہے تو ویسا ہوگا جیسا اوسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کریگا کہ گھر کی
عمارت میری ہے اور اوسکی زمین تیری ہے تو عمارت بھی مقرلہ کی ٹھہریگی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہے مگر جب یون کہے کہ گھر کی عمارت زید کی
ہے اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا ھ اسواسطے کہ جب اوسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی ملک ہوگئی تو اب
زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اوسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ مقدمہ
اسلیئے کہ عمارت مقر کی مملوک ہے پھر جب اوس نے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی تابع ہوگئی کذا فی المنح واستثناء فص الخاتم و
نخلۃ البستان وطوق الجاریۃ کالبناء فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے
مانند ہے امر مذکور مین ھ اسواسطے کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثنا صحیح نہوگا بنا
بین ہے درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھہ ہو تو استثنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل یعنے جڑ کا اقرار قصدا
واجب ہوتا ہے تبعا وان قال مکلف لہ علی الف من ثمن عبد ما قبضتہ الجملۃ صفۃ عبد وقولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکرہ فی
الحاوی فلیحفظ وعلیہ ای عین العبد وہو فی ید المقر لہ فان سلمہ الی المقر لزمہ الالف والا لا عملا بالصفۃ اور اگر یون اقرار
کیا بالغ عاقل نے کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہین اوس غلام کا ثمن جسپر مین نے ہنوز قبضہ نہین کیا عدم قبض کو اقرار کے ساتھہ ملاکر بولا اور غلام کو
معین کردیا اور حالانکہ وہ غلام مقرلہ کے پاس ہے تو اگر مقرلہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم ہون گے اور نہین تو لازم نہونگے صفت عدم قبض کو
عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ سے یہہ مذکور ہے حاوی قدسی مین تو اسکو یاد
رکھنا چاہیئے تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم یعین العبد لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل وقولہ ما قبضتہ لغو لانہ رجوع اور اگر
مقر مذکور نے غلام کو معین نکیا تو اوسکو ہزار لازم ہونگے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملاکر کہے یا اوسکو جدا کرکے کہے اور اوس کا یہہ قول کہ مین نے اوسپر

قبضہ نہیں کیا تو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہوا قرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں کقولہ من ثمن خمر او خنزیر او قال ثمنہا
او خمرا و میتۃ او دم فیلزمہ مطلقا وان وصل لانہ رجوع الا اذا صدقہ او اقام بینۃ فلا یلزمہ چنانچہ اس قول مین کہ اوسکے مجہپر
ہزار درم مین شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اوس پر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے ہو واسطے
کہ یہہ اقرار کر کے پہر جانا ہی مگر جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے امور مذکورہ مین یا مقر گواہ قایم کرے تو اب ہزار اوسکو لازم نہون گے ولو قال
لہ علی الف درہم حرام او ربوا فھی لازمۃ مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حلہ عند غیرہ اور اگر یون اقرار کیا کہ اوسکے میرے اوپر ہزار
درم حرام یا بیاج کے ہین تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا کر اقرار سے یا جدا کہے اوسکے حلال ہونیکے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ھم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اوسکے مذہب مین حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اوسپر قبضہ نہیں کیا اور اسکو بائع مذکور
کے ہاتھہ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہی اور شافعی کے نزدیک یہہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین اونکے نزدیک
حرام نہیں اور نہ بیاج ہی اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھہ لازم نہ آوے کذا فی الطحاوی ولو
قال علی الف زورا او باطلا لزمہ ان کذبہ المقر لہ والا بان صدقہ لا یلزمہ اور اگر یون اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلا ہزار درم ہین بطریق
زور یا بطلان کے تو اوسپر لازم ہونگے اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نکرے اسطرح کہ اوسکی تصدیق کرے تو اوسپر کچھہ لازم نہیں والاقرار بالبیع
تلجئۃ ھی ان یلجئک ان تاتی امرا باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانہ علی ھذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والا لا اور بیع تلجئہ کا اقرار
کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہین بیع تلجئہ یہہ ہے کہ تجھکو مضطر کرے اوس امر کے کرنے
پر جسکا باطن اوسکے ظاہر کے مخالف ہو ھم صورت اضطرار یہہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اوس چیز کو کسی دوست معتمد سے ایسا
حال بنا کر بیچدالے ظاہر مین نہ باطن مین تو درحقیقت یہہ بیع نہین ہزل کے مانند ہی ولو قال لہ علی الف درہم زیوف ولم یذکر السبب فقیل
لما قال علی الاصح جید اور اگر بولا کہ اوسکے مجہپر ہزار درم زیوف ہین اور اوسکا سبب مذکور نکیا کہ ثمن مبیع ہین یا غصب یا ودیعت تو حسبما او سنے
کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنابر قول اصح ھم زیوف جمع ہی زیف کی یعنی کہوٹے درم جو خزانہ سلطانی مین نلیے جاوین ولو قال لہ علی الف من
ثمن متاع او قرض وھی زیوف مثلا لم یصدق مطلقا لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اوسکے مجہپر ہزار درم مین متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور
حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہین مثلا تو اوسکی مطلقا تصدیق نہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پہرتا ہی ولو قال من غصب او ودیعۃ الا انہا زیوف
او نبھرجۃ صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہین غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہین یا
نبہرجہ تو اوسکی مطلقا تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ھم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامت از عیب نہین اسواسطے کہ غاصب
جو پاتا ہی غصب کر لیتا ہے اسی طرح مودع ھم نبہرجہ وہ درم ہین جنکو سوداگر نلیتے ہون اور غیر تجار لیتے ہون وان قال ستوقۃ او رصاصا فان وصل
صدق وان فصل لا لانہا دراہم مجازا اور اگر بولا کہ مجہپر ہزار درم ہین مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگ کے ہین تو اگر متصلا اقرار سے ملا
بولا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر پہلے سے جدا بولے گا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہین نہ حقیقی ھم ستوقہ وہ دراہم ہین
جنکی دونوں طرف چاندی کے ہون اور بیچ مین تانبا یا سیسہ وصل فی ودیعۃ فی غصبہ او ودیعتہ او دعوی ثوبا اذا جاء بمعیب ولا بینۃ اور
اوسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھہ اس قول مین کہ مین نے اوس سے کپڑا غصب کیا یا اوسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جب کہ مقر کپڑے کو عیب دار
لادے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہین یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہین وصدق فی لہ علی الف ولو من
ثمن متاع الا انہ ینقص کذا ای الف درہم وزن خمسۃ لا وزن سبعۃ اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول مین کہ اوسکے میرے
اوپر ہزار درم ہین اگرچہ مثلا متاع کے ثمن سے ہون مگر دراہم مذکورہ وزن مین اتنے کم ہین یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہین نہ وزن سبعہ ھم یعنی
...

اُس ہزار درہم سے ہر درہم پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہو نہ سات مثقال سکہ کذا فی المحیط۔ متصلاً وان فصل بلا ضرورة لا یصدق فی الصفة
القدر لا الوصف کالزیافة مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر ہو اور اگر جدا کہیگا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہوگی بسبب
ہونے مقدار کے استثنا کی نہ وصف کے استثنا کی جیسا کچھ کھوٹا ہونا۔ ولو قال لاخر اخذت منک الفاً ودیعة فھلکت فی یدی بلا تعدٍ
وقال الآخر بل اخذتہا منی غصباً ضمن المقر لاقرارہ بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ سے
ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہوگئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے دراہم مذکورہ غصب کے طریق
سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اوسکے لینے کے اقرار سے اور یہ تاوان کا سبب ہے جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا
کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الکافی۔ وفی قولہ انت اعطیتنیہ ودیعة
وقال الآخر بل غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھکو درم بطور ودیعت کے دیئے اور دوسرے
نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجھ سے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اوسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے ہم اسواسطے کہ اوس نے سبب ضمان کا
اقرار نہیں کیا ہے اپنے لینے کا بلکہ اوسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا
مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اوس کا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہو کذا فی التبیین۔ وفی ھذا کان ودیعة او قرضاً لی
عندک فاخذتہ منک فقال المقر لہ بل ہو لی اخذہ المقر لہ لو قائماً والا فقیمتہ لاقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ منہ وہو سبب
الضمان۔ اور اس قول میں کہ یہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے اوسکو تجھ سے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ
مقر سے لے لیگا اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اوسکی قیمت لیگا اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبضہ اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اوس سے لینے کا
اقرار کیا اور لینا سبب تاوان کا یعنی جب اوس نے اوسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اوسکی تصدیق نہ ہوگی
وصدق من قال آجرت فلاناً فرسی ہذا او ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ او اعرتہ ثوبی او اسکنتہ بیتی ورده الی او نحو ذلک
فلان ثوبی ہذا بالف اخذتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی فالقول للمقر استحساناً لان الید فی الاجارة ضرورة بخلاف
الودیعة اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا
یا اوسکو یہی کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اوسکو میں نے اپنے گھر میں رکھا اور فلانے شخص نے یہ اسباب کو پھیر دیا یا یوں اقرار کیا کہ فلانے درزی نے میرا یہ
کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو میں نے اوس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ
قبضہ اور تصرف اجارہ میں ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے ہم اجارہ میں قبض ضروری ہے اسیطرح عاریت میں قبض ضروری ہے تو ضرورت کے واسطے ثابت ہوا
تو مستاجر کے قبض کا اقرار اوسکی ملک کی دلیل نہیں ہوسکتی بخلاف ودیعت اور اقرار کے۔ ہذہ الالف ودیعة فلان لا بل ودیعة فلان
فالالف للاول وعلی المقر الف مثلہ للثانی بخلاف ہی لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیہ للثانی شئ لانہ لم یقر بالید
یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہیں بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقر لہ کے ہیں اور مقر پر اوتنے ہی یعنی ہزار درم ثانی مقر لہ کے
لازم ہونگے بخلاف اس قول کے کہ یہ ہزار درم فلانے کے ہیں نہیں بلکہ فلانے کے ہیں بلا ذکر ایداع کہ مقر پر ثانی مقر لہ کا کچھ
واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسکی ودیعت رکھنے کا اقرار نہیں کیا۔ وہذا اذا کانت معینة وان کانت غیر معینة لزمہ الفان لہما اور یہ حکم اوس وقت
ہے جب کہ دراہم معین ہوں اور اگر غیر معین ہوں تو مقر لہما میں سے ہر ایک کے واسطے ہزار درم مقر پر لازم ہونگے۔ لقولہ غصبت فلاناً مائة درہم او
مائة دینار او کر حنطة بل فلاناً لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا اس قول
کے کہ میں نے فلانے شخص سے سو درم اور سو دینار اور ایک کر گیہوں غصب کیے نہیں بلکہ فلانے سے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کیواسطے پورا

اشیاء مذکورہ کے برابر لازم ہونگے ولو کان المقر لہ واحدا یلزمہ اکثرھما قدرا و افضلھما وصفا نحو لہ الف درھم بل الفان او الف درھم جیاد بل زیوف او عکسہ اور اگر مقر لہ ایک ہی شخص ہو یعنے ہر دو اقرار میں مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہو جو دونون اقرارون میں سے مقدار میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اسکی مثال یون کہ اوسکی مجھ پر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یون اقرار کیا کہ اوسکے ہزار کہرے درم ہیں نہیں بلکہ کہوٹے درم ہیں یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کہوٹے درم کا اقرار کیا پھر کہرون کا ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فھو اقرار لہ وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقر لہ برئ خلاصہ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس رہ فلانے شخص کی ہے تو یہہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقر لہ کو تسلیم کریگا تو ادائی دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہو جائیگا کذا فی الخلاصہ لکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ھبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطہ علی القبض فان قال واسمی فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقلہ لم یصح قال المصنف وھو المذکور فی عامۃ المعتبرات خلافا للخلاصۃ فتامل عند الفتوی لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اوس قول کے جو کہ یہہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اوسی واسطے حاوی قدسی میں کہا ہے اور اگر مقر مقر لہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین میں عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہہ نکہے تو صحیح نہیں مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ میں ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلہ میں فتوی کے وقت ھم شرح وہبانیہ میں تتمہ سے منقول ہے کہ جب یہہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہے اور مقر لہ اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول کے واسطے ہے نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دیگا بری الذمہ ہو جائے گا اور اول وکیل کے مانند ہو گا اور ثانی موکل کے مانند ہو گا انتہی تو ظاہر ابجز تصادق کے دین مقر لہ کا ہو گا اگرچہ مقر یون نکہے میرا نام عاریت ہے اور اسکو قبض پر مسلط نکرے تو بھی تصادق ملک مقر لہ کا مفید ہے اور اگر حاوی کا قول اس پر محمول کیجئے کہ مقر لہ ساکت تہا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلہ کو جو خلاصہ کی موافق ہے تصدیق مقر لہ پر محمول کیجئے تو توافق بین القولین حاصل ہو جاوے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا نقلہ الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض وسیجئ فی الوصایا یہہ باب ہے اقرار مریض کے احکام میں یعنے وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہو اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہوگئی طلاق مریض میں اور آگے آویگی کتاب الوصایا میں اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ باثر عمر رضی اللہ عنہ مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہے اوسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ فاروق سے مروی ہے اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنے جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اوسپر جائز ہے اوسکے تمام ترکہ میں اور ایسی صورت میں اثر بجای حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جسمین قیاس کو گنجایش نہیں تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہو گا کذا فی الحواشی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی منحتہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہو گا مگر جب کہ تملیک مریض کی اوسکے مرض میں معلوم ہو یعنی قرائن سے یہہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری میں تو یہہ تملیک مقید بثلث مال ہو گی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہو گی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہے لہذا مقید ہو گی ثلث مال سے حموی میں ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہو گا کذا فی الھامش اقرار ابتدائی سے مراد یہہ ہے کہ اوسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت میں ابتدائی تملیک ہو تاکہ وارثون کو حصہ نملے اور اقرار حکایت

تو حقیقے اقرار ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً وأخر الإرث عنه اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی ادای دین مذکور سے تقدیم اسواسطے کہ قضاء دین مقدم
ہی میراث پر تا او سپر آخرت کا مواخذہ باقی نرہے وَدَينُ الصحةِ مطلقًا وما لزمه في مرضه بسببٍ معروفٍ ببيّنةٍ او معاينة
قاضٍ مُقدَّمٌ على ما أقرّ به في مرضه موته اور حالت صحت کا دین مطلقاً خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار
ہو یا دین کا اور جو دین کہ اوسکو مرض میں لازم ہوا سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے سامنے سے معلوم ہو مقدم ہوگا اوس دین پر
جسکا مریض نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا ولو المقرّ به وديعة دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مقر به ودیعت ہو وَ
عند الشافعي الكلُّ سواءٌ اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم والسببُ المعروفُ مالیس بتبرّع
كنكاحٍ مُشاهَدٍ إن بمهر المثل اما الزيادة فباطلة وإن جاز النكاح عناية اور دین کا سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہو جیسے وہ نکاح
جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہو
کذا فی العنایۃ ھم زیادت مہر مثل سے باطل ہے بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبيعٍ مُشاهَدٍ وإتلافٍ كذلك اي مُشاهَدٍ اور
جیسے بیع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسیکا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے وَالمريضُ ليس له أن يقضي دينَ بعضِ الغرماءِ دون بعضٍ
ولو كان ذلك إعطاءَ مهرٍ وإيفاءَ أجرةٍ اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوای بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا
اور اجرت کا ادا کرنا ہو ھم اسواسطے کہ مریض کے مال میں سب قرضخواہون کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہے مریض کی نیز یہ
معلوم ہوا کہ عورت غیر مجبور کرنا اجر کی تخصیص ممنوع نہین فلا يُسلَّم لهما إلاّ في مسئلتين تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا مسلّم نرہیگا مگر دو مسئلون میں
ادای بعض دین جائز ہوا اذا قضى ما استقرض في مرضه او نقد ثمنَ ما اشترى فيه لو بمثل القيمة كما في البرهان وقد علم
ذلك اي ثبت كلٌّ منهما بالبرهان لا بإقراره للتهمة یہ دونون مسئلے یہ ہین جب کہ مریض نے قرض کو ادا کری جو اوسنے اپنی بیماری مین لیا
یا ادا کری اوس چیز کا ثمن جو اوسنے مرض میں خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہے اور حالانکہ ثابت معلوم ہو چکا ہو یعنی ثابت ہو چکا ہو قرض
اور خرید گواہون سے نہ اوسکے اقرار سے بسبب تہمت کے ھم تہمت یہ ہی کہ شاید اوسکو اس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہو ہ آ
اعطاء المهر ونحوه وما اذا لم يتعيّن فإن البائع أحقّ بالعروض في الثمن إذا لم تكن العين المبيعة في يده أي يد البائع
فإن كانت كان أولى بخلاف اعطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف خرید و مرض کے جب کہ مریض نے اوس کا ثمن ادا نکیا یہانتک کہ مرگیا تو اوس کا
بائع اور دین والون کے برابر ہے ثمن پانے میں جب کہ شے مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے ثمن تو بیچکر
دیجی جاوی اور اوسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوی اور اگر اوسکے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ مین ملائی جاوے اور اگر ثمن میں
نا قص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحطاوی وإذا أقرّ المريض بدينٍ ثم أقرّ بدينٍ تحاصّا في الكل
أي فهما للاستواء اور جب کہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونون مقرله حصہ رسد پاوینگے خواہ دونون اقرار ایک
اوس نے ملا کیا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونون اقرارون کے ولو أقرّ بدينٍ ثم بعينٍ بعده تحاصّا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر
ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقرله حصہ رسد پاوینگے ولو عكسه الوديعة أولى اور اوسکے برعکس مین ودیعت اولی ہے اور مقدم ہے
یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا پھر دین کا تو ودیعت کی تقدیم ہے اسواسطے کہ جب اوسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقرله اوس کا مالک ہو گیا
پھر دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی وإبراؤه مديونه وهو مديون غير جائز أي لا يجوز إن كان أجنبيًا
وإن كان وارثًا فلا يجوز مطلقًا سواء كان المريض مديونًا أو لا للتهمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا یعنی اوسکو
مریض خود مدیون ہی غیر جائز ہے یعنی ابرا جائز نہوگا اگر اوس کا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقاً جائز نہوگا

برابر ہو کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلۃ صحتہ ان یقول لا حق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن لی علی ہذا المطلوب
شئ یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا دیانۃ فیرتفع بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الآخرۃ حاوی الا المہر فلا یصح علی الصحیح
بزازیۃ ای لظہور انہ علیہ غالبا اور صحت ابرا ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اوسپر کچھہ حق نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے بیان
کیا ہے اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھہ نہین صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے
تو مدیون سے طلب دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا مہر کے دین مہر کے کہ اوس کا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا
صحیح کذا فی البزازیۃ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے یعنی اگر زوجہ مرض الموت مین کہے کہ میرا مہر نہین زوج پر
تو یہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضہا بان الشئ الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ
فانہ یصح ولا تسمع دعوی زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میرے باپ یا
ماں کی ملک ہے میرا اوسمین کچھہ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ ابرا صحیح ہوگا اور اوسکے زوج کا دعوی اوسمین نہ سنا جائیگا چنانچہ اسکو شرح
بیان کیا ہے اشباہ مین اسطرح کہکر کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہے ہم اس قول کو اشباہ کے محشیون نا پسند کی
اور شیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہیں رکھا ہے اسواسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا وارث کے واسطے بعینہ ہے اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور
صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہے وہ مفروض ہے دین مین نہ عین مین خلاصہ یہہ کہ ابرا بالغذا البتہ جائز ہے دین مین اور عین کا اقرار وارث کے
واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی
ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھہ عین کا اقرار
کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہین وارث کے واسطے دین کا اقرار جسکو ابن عدی
دار قطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اس صورت مین باطل نہین
جب کہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر واوصی لزوجتہ او ہی لہ صحت الوصیۃ وما غیرہا فیرث الکل
فرضا وردا فلا یحتاج الی الوصیۃ شرنبلالیۃ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے
زوج کیواسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنی
کی کچھہ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیۃ وفی شرحہ للوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح وتصدیق السلطان
او نائبہ ولکن الوقف مخلا فاما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا
یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اوس کا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ ہو جیسا کچھہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہے اور بادشاہ
یا اوسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جبکہ کوئی
وارث نہو تو اس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال پل وغیرہ بنوانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھیری طرسوسی نے کہا
کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہے
وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرارا بالقبض دینہ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علیہ ای علی وارثہ
او علی عبد وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے
اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا کیونکہ عبد اور مکاتب کا اقرار اوسکے مولے کیواسطے واقع
ہوگا ہم یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اوسکو مین نے اوس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب

کی تہی یا اوسکے پاس گروتہی وہ مین نے پائی تو یہہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برء نفذت جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار

اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پہر وہ صحیح وسالم ہوگیا بعد اوسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہوجائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا

فی الاختیار یعنے جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تہا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض

وورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ للاجنبی جوہرۃ نیرۃ عن الصیرفیۃ اگر پہلے مقر لہ مرا پہر مریض مرگیا اور

مقر لہ کے وارث مریض کے بہی وارثون سے ہین تو اوس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی الجوہرۃ اور آگے آویگا

صیرفیہ سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پہر پوتا اپنا باپ چہوڑ کر مرگیا پہر دادا اقرار کرنے والا اپنے

اوس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہے چہوڑ کر مرگیا تو یہہ اقرار جائز ہو صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تہا جو اقرار

صحیح نہو کذا فی الخلاصۃ بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ

لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرۃ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار

کرے سو وہ جائز ہے اور صورت اوسکی یہہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تہی سو وہ مین تلف کرڈالی کذا فی الجوہرۃ قال

الحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلاث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی

کلا حق لی قبل ابی وامی وہذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ ومنہ ہذا الشیء الفلانی ملک ابی وامی کان عندی

عاریۃ وہذا حیث لا قرینۃ وتمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثون کی

اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے

اور از انجملہ نفی ہے چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچہہ حق نہین میرے باپ اور ماں کی جانب اور یہی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور ازانجملہ نفی

حق مریض یہہ قول ہے کہ یہہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماں کی ملک ہے میرے پاس عاریت تہی اور یہہ وہان ہے جہان قرینہ نہو اور پورا بیان

اسکا اشباہ مین ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ یہہ امر ضروری ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے

مخالف ہے چنانچہ مذکور ہوچکا اور جب یہہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بہی کچہہ حاجت نہین رہی اقر لہ ای فی مرض موتہ

لوارثہ یؤمر فی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ وانما تنتقض بعد

الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پہر جب مریض مرجاے تو وارث

مقر لہ کو پہیرے کذا فی البزازیۃ اور قنیہ مین ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین

والعبرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اوسکے وارث

ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بہائی کے واسطے اقرار کیا پہر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب

نہ وارث ہونے اوسکے بہائی کے یعنے ہر چند اقرار کے وقت بہائی وارث تہا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نرہا

الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزوج وعقد الموالاۃ فیجوز لما ذکرہ بقولہ مگر جب کہ مقر لہ وارث ہوگیا

موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آیندہ

قول مین مذکور کیا فلو اقر لہا ای لاجنبیۃ ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر او ابن اذا اسلم

او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قائم لا حادث تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پہر اوس سے نکاح کیا تو اقرار

صحیح ہے بخلاف اوسکے اقرار کے اپنے اوس بہائی کے واسطے جو محجوب ہو بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جب کہ اوس کا فرزند مسلمان ہوا

زایل ہو بہائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح ہوگا اسواسطے کہ بہائی کی میراث قدیم سبب سے ہے نہ جدید سبب سے بخلاف
الهبة لها في مرضه والوصية لها ثم تزوجها فلا تصح لان الوصية تمليك بعد الموت وهي حينئذ وارثة اور بخلاف اجنبی
عورت سے ہبہ کرنے کہ اپنے مرض الموت میں اور اسکے واسطے وصیت کرنیکے پھر اوسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے
کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارثہ ہے مقر کی اقر فيه انه كان له على ابنته الميتة عشرة
دراهم قد استوفيتها وله اي للمقر ابن ينكر ذلك صح اقراره لان الميت ليس بوارث مرض الموت میں اقرار کیا کہ اوسکی بیٹی
مردہ پر اوسکے دس درم تھے سو میں اونکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہے جو اوس کا انکار کرتا ہے تو اوس کا اقرار صحیح ہے اسواسطے کہ میت
وارث نہیں كما لو اقر لامرأته في مرض موته بدين ثم ماتت قبله وتركت منها وارثا صح الاقرار وقيل لا قائله بديع الدين
صيرفيه چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقرنے ایک وارث چھوڑا
عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صحیح نہیں قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فيه لوارثه
ولاجنبي بدين لم يصح خلافا لمحمد عمادية اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برخلاف
محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبي مجهول نسبه ثم اقر ببنوته وصدقه وهو من اهل التصديق ثبت نسبه
مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقراره لما مر اور اگر اوس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جس کا نسب معلوم نہیں پھر مقرنے اوسکی
فرزندی کا اقرار کیا اور مقرلہ نے اوسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکہتا ہے یعنے حال بیان کر سکتا ہے تو اوس کا
نسب ثابت ہوگا اوسکی ابتدای پیدایش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اوس کا اقرار باطل ہوگیا بدلیل گذشتہ یعنی جو وارث
ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو واسطے اوسکے اقرار صحیح نہیں ولم يثبت بان كذبه او عرف نسبه صح الاقرار لعدم ثبوت النسب
شرنبلالیہ معزیا للینابیع اور اگر نسب ثابت نہو اسطرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اوس کا نسب معروف ہو کسی شخص سے تو اقرار
صحیح ہے بسبب نا ثابت ہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ینابیع سے ہے ولو اقر لمن طلقها ثلاثا يعني بائنا فيه اي في مرض موته
فلها الاقل من الارث والدين ويدفع لها ذلك بحكم الاقرار لا بحكم الارث حتى لا تصير شريكة في اعيان التركة شرنبلالية
اور اگر اوس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت میں تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین میں وہ اوسکو ملیگا
اور کمتر اوسکو دیا جائے گا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ہوگی متروکہ کی اشیا میں کذا فی الشرنبلالیہ هم طلاق
بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجہ ہوگی اور یہہ بہی شرط ہے کہ اثنای عدت میں مقر مر جاوے اور اگر بعد عدت مرے گا
تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وهذا اذا كانت في العدة وطلقها بسؤالها فاذا مضت العدة جاز لعدم التهمة
عزمیہ اور یہہ حکم مذکور اوس وقت ہے جب کہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اوسکو طلاق دی اوسکی طلب سے پھر جب عدت ختم ہو چکی تو اقرار جائز ہوگا
بسبب عدم تہمت کے کذا فی العزمیہ ہم تہمت یہہ ہے کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اوس کا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تاکہ زیادہ
میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہہ تہمت بہی باقی نہ رہی وان طلقها بلا سؤالها فلها الميراث بالغا ما بلغ ولا يصح الاقرار لها لانها
وارثة اذ هو فار واهمله اكثر المشائخ لظهوره في كتاب الطلاق اور اگر اوسکو طلاق دی بدون اوسکی طلب کے تو اوسکو میراث ملیگی
جس مقدار کو کہ وہ پہنچے اور اوسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اسواسطے کہ زوج اوسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے
بیان مذکور نہیں کیا بسبب اوسکے ظاہر ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجهول النسب في مولده او في بلد هو فيها وهما
في السن بحيث يولد مثله لمثله انه ابنه وصدقه الغلام لو مميزا والا لم يحتج لتصديقه كما مر صح ولو مريضا ثبت نسبه ولو المقر

مرتضیاً وان ثبت شارک الغلام الورثۃ اور اگر اوس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہین او سکے وطن مین یا اوس شہر مین جسمین
وہ وارد ہوا ہے حالانکہ مقر اور مقرلہ اس عمر مین واقع ہین کہ ویسی عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہے ایسا اقرار کیا کہ وہ لڑکا اوس کا
بیٹا ہے اور لڑکے نے اوسکی تصدیق کی اگر وہ با تمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اوسکی تصدیق کی کچھ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسوقت
مین یعنے درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اوس کا نسب ثابت ہو گا اگرچہ مقر مریض ہو اور جب کہ اوسکا نسب ثابت ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شریک
ہو گا فان انتفت ہذہ الشروط یؤاخذ المقر من حیث استحقاق المال لما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا فی
الشرنبلالیۃ فلیحرر عند الفتوی تو اگر یہہ شروط مذکورہ نپائی جائین تو مقر ماخوذ ہو گا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونیکا
اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالیہ تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور تنقیح چاہئے ہم اگر شروط ثلثہ سے یعنے جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقرلہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نپائی جاوے تو نسب ثابت نہو گا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ
من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہو گا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ
مین ہے یعنے جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اوسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اوسکو مال لازم ہو گا اگرچہ
نسب ثابت نہو گا اور شرنبلالیہ مین ینابیع سے یہہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب
کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت رکیک ہے تو اگر یون کہتا فلو انتفی احد ہذہ الشروط وقد اقر لہ بمال یؤاخذ بہ المقر تو البتہ واضح تر
ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہو گیا اور یہی تقریر محرر ہے اس مقام کی کذا فی
الطحطاوی مختصراً اقر الرجل صح اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول
الزیلعی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ المتقدمۃ فی الابن اور جب مرد کا
اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے ان تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہو چکین فرزند مین برہان مین کہا والدین کا اقرار صحیح ہے
اگرچہ والدین اوپر اور نیچے ہون یعنے دادا پردادا اور مقدسی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کے کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار
کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس اقرار مین غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنے پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر وصح
بالزوجۃ بشرط خلوہا عن زوج وعدتہ وخلو اختہا ای المقر عن اختہا مثلاً واربع سواہا اور یون اقرار کرنا کہ یہہ عورت میری
زوجہ ہے صحیح ہے بشرط خالی ہونے اوس عورت کے زوج اور اوسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اوس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط
خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اوس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اوسوقت صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور
نہ کسیکی عدت مین ہو اور جب کہ اوس عورت کی بہن یا خالہ یا پھوپھی مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جب کہ سوا اوس عورت کے چار عورتین
اوسکے پاس نہون حموی نے کہا یہہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسیہ اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی مین ہے بشرطیکہ وہ عورت
رضاعت سے حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جہۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاءہ ثابتا من جہۃ غیرہ ای غیر المقر اور صحیح ہے مولی کا اقرار
یعنی یون کہنا کہ یہہ شخص میرا مولی ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اوسکا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأۃ صح اقرارہا بالوالدین والزوج
والمولی اور صحیح ہے عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہہ میرے والدین ہین یا یہہ میرا زوج اور مولی ہے الاصل ان اقرار الانسان علی نفسہ
حجۃ لا علی غیرہ قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحۃ الاقرار
بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء
الشمس لان النسب للآباء لا للامہات وفیہ حمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصح انتہی ولکن الحق صحتہ بجامع الامہات

وکانت کالاب فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہہ جو مصنف نے ماکے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے چنانچہ اکثر علماء نے اور
عتابی نے اپنی فرائض مین ذکر کیا ہے کہ ماکا اقرار صحیح نہیں اور اسیطرح ضوء السراج مین ہے اسواسطے کہ نسب باپون سے ہوتا ہے نہ ماؤن سے اور
اسمین حمل زوجیت بھی ہے غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت جہالت کے یعنی جہل
ہوتے مین ما اور باپ دونون برابر ہین تو ماباپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وکذا اصح بالولد ان شہدت امرأة ولو قابلة
بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہہ اقرار صحیح ہے کہ یہہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی
جنائی تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اوس وقت شرط ہے جب کہ مجاحد ہو اور
شہادت قابلہ تعیین ولد مین اوس وقت شرط ہے جب کہ ولادت پر تنہا دائی ہوا ور تعیین ولد مین اختلاف ہو التوضیح فی الطحطاوی ولو صدقتہ
جحدت ولادتہا فبحجة تامة کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار بدون حجت تامہ
صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہوچکا او صدقہا الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدة منه یا عورت کا
اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اوسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اوسکی معتدہ ہو وہی مطلقا فان لم تکن کذلک ای مزوجة
ولا معتدة او کانت مزوجة وادعت انه من غیرہ فصار کما لو ادعاہ منها لم یحتج فی حقہا الا بتصدیقہا او
صحیح ہے اقرار ولد مطلقا اگرچہ تنہا وہی تصدیق زوج نپائی جائے اگر عورت ویسی ہو یعنی شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہہ دعوی
کرے کہ وہ لڑکا اوسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہہ اقرار ویسا ہوا جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق مین
اوسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت ینبغی تمام یعرف لماذ وجہ غیرہ لو ادعاہ فتامل مین کہتا ہون باقی رکھنی یہہ صورت
کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوا اس ایک زوج کے اور وہ یہہ دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تحریر اور
تنقیح چاہیے ہم اس صورت مین ظاہرا وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھیرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہین ہوسکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا
مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہہ ہے کہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماکا وارث
ہوتا ہے تو اسمین توقف کی کچھ وجہ نہین کذا فی الطحطاوی ولابد من تصدیق ہؤلاء اور صحت اقرار مین اون اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہے
ہم یعنی جب مرد نے یہہ اقرار کیا کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہین یا یہہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہہ میرے والدین ہین یا شوہر ہے
اور یہہ میرا مولے ہے عتاقت سے تو ان لوگون کی تصدیق ضرور ہے اسواسطے کہ ہر شخص ان مین سے اپنی ذات کے تصرف مین ہے تو غیر کا
اقرار اوسکو لازم نہین الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسه لما مر انه بمنزلة المتاع مگر ولد مین تصدیق شرط صحت اقرار نہین جب کہ
لڑکا ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کرسکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ لڑکا اس حالت مین متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنی تو جسکے پاس ہوگا
اوسی کا ٹھیرے گا ولو کان المقر له عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان الحق له اور اگر مقر له غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار مین اوسکے
مولے کی تصدیق شرط ہوگی اسواسطے کہ حق اوسی کا ہے وصح التصدیق من المقر له بعد موت المقر لبقاء النسب والعدة بعد الموت
اور صحیح ہے تصدیق مقر له کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتها لانقطاع
النکاح بموتها ولہذا لیس له غسلها بخلاف عکسه مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے کے بعد صحیح نہین بسبب منقطع ہونے نکاح کے
زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوجکو جائز نہین غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اوسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد
موت زوج کے صحیح ہے اور اوسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہین ولو اقر
رجل بنسب فیه تحمیل علی غیرہ لم یقبل من غیر ولاد کما فی الدرر لقصدہ بالجد وابن الابن کما قال کالاخ والعم والجد

(وابن الابن لا يصح الاقرار في حق غيره الا ببينة) اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اس نسب کا جس میں غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یوں کہا
کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں غیر ولد کی قید لگائی
چنانچہ درر میں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جدا و ابن الابن سے ومنه اقرار اثنين لما مر في باب ثبوت النسب فليحفظ
اور از انجملہ ہے اقرار دو شخصوں کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی غیر کے حق میں اقرار نسب صحیح نہیں مگر یہ کہ
اسی سوا اسی قسم سے ہے مقر علیہ کے وارثوں سے دو شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک
شخص ہوگا تو فقط اوسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثوں کا اقرار مثبت نسب نہیں جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی
الطحطاوی وكذا لو صدقه المقر عليه او الورثة وهم من اهل التصديق اسی طرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اگر
وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں ہم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جس پہ مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ
قول سابق میں مندرج ہے لیکن دونوں میں یوں فرق ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار مثبت نسب ہوا اور
دوسری صورت میں اقرار مقر اور علیہ کے وہ وارثوں کی تصدیق مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ
ہوں اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ويصح في حق نفسه حتى يلزمه اي المقر الاحكام من النفقة والحضانة والارث
اذا تصادقا عليه اي على ذلك الاقرار لان اقرارهما حجة عليهما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق میں صحیح ہو تو مقر کو لازم ہونگے
نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونوں اس اقرار پر باہم تصادق کریں اسواسطے کہ دونوں کا اقرار دونوں پر حجت ہے
ہم نفقہ اوس وقت ہے جب کہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مستحق لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق
کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہو یعنے اپنے پاس رکھنا جب کہ بنت البالغہ ہو اور اسکی بے عزتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی
فان لم يكن له اي لهذا المقر وارث غيره مطلقا لا قريبا كذوي الارحام ولا بعيدا كالمولى الموالاة عيني وغيره ورثه سوا اگر اس مقر کا
سوا مقر لہ کے کوئی وارث مطلقا نہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولی محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اوسکا وارث
ہوگا ہم یہ وراثت فقط مقر لہ پر مقصور رہیگی تو اوسکی اصل اور فرع کے طرف میراث منتقل نہو گی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہے کذا فی
الطحطاوی والا لان نسبه لم يثبت فلا يزاحم الوارث المعروف والمراد غير الزوجين لان وجودهما غير مانع قاله ابن الكمال
اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ مقر کا وارث نہو گا اسواسطے کہ اوسکا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کریگا
وارث مشہور سے اور وارث سے جو مانع ارث مقر لہ ہو وہ وارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہو تو ہم
ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال وللمقر ان يرجع عن اقراره لانه وصية من وجه زيلعي اي وان صدقه المقر له كما في العبد اه لكن
نقل المصنف عن شرح السراجية ان بالتصديق يثبت النسب فلا ينفع الرجوع فليحرر رجوعه المقر مع پھر درمافت کے مقر کو
اپنے اقرار سے پھر جانا جائز ہے اسواسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہے [illegible] یعنے رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقر لہ
تصدیق بھی کرے کما فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شرح سے نقل کیا کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو رجوع
عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے فقط ہو چکے کہ وقت ظاہر زیلعی کا کلام حق ہے چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہے
اور اس مقام میں اتقانی ہے کہ نسب ثابت نہیں تو تحریر کلام یہ ہے کہ نسب کے اقرار میں اگر غیر پر تحمیل نسب نہو اور تصدیق مقر لہ کی پائی جائے
تو اوس میں رجوع جائز نہیں اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقر لہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہے غرضکہ یوں کلام جمع ہو دونوں مقاموں میں
کذا فی الطحطاوی ملخصا ومن مات ابوه فاقر باخ شاركه في الارث فيستحق نصف نصيب المقر ولم يثبت نسبه لما تقرر ان اقرار

مقبول فی حق نفسہ فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سوا وس نے اقرار کیا کہ یہہ شخص میرا بھائی ہے تو مقر لہ اوس کا شریک ہوگا اور نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اوس کا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اوس کا اقرار فقط اوسکے حق مین مقبول ہے قلت بقی لو اقر الاخر بابن هل یصح قال الشافعیة لا لان ما ادی وجوده الی نفیه انتفی من اصله ولم اره لاءمتنا صریحا وظاهر کلامهم نعم فلیراجع مین کہتا ہون باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنے میت کا بھائی کہے کہ یہہ شخص میت کا بیٹا ہو تو یہہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علمای شافعیہ نے کہا کہ یہہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ جس کا وجود باعث ہوا اوسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی یہہ شرط ہے کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجئے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آوے کیونکہ بھائی وارث نہین رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام مین صریح نہین دیکھا اور اونکے ظاہر کلام سے یہہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہان اقرار مذکور صحیح ہے تو اسکی تلاش چاہیے کتب مذہب مین ہم وجہ صحت یہہ ہے کہ مقتضای کلام حنفیہ یہان یہہ ہے کہ اگر مقر مین نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثون سے ہوا ور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقر کے حق مین اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا نے الطحطاوی وان ترک شخص ابنین وله علی اخر مائة فاقر احدهما بقبض ابیه خمسین منها فلاشئ للمقر وللاخر خمسون بعد حلفه انه لا یعلم ان اباه قبض شطرا لمائة قاله الاثمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباه قبض کل الدین لکنه هنا یحلف لحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا اور اوسکے دوسرے شخص پر سو درم ہین سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اوسکا باپ پچاس درم اون مین سے لیچکا ہے تو فرزند مقر قبض کو کچھ نملے گا اسواسطے کہ اوسکا اقرار اوسکے حصے کی طرف پھر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملینگے یون قسم کہانے کے بعد کہ واللہ اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے باپنے سو درم سے نصف پائے یہہ قول ہے اکمل کا مین کہتا ہون اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اوسکے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہان دیون کے حق کے واسطے قسم لیجائیگی کذا فی الزیلعی ہم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کیواسطے ہے نہ خصم کیواسطے اسواسطے کہ اوسپر اوس سے زیادہ مطالبہ نہین جو اوسپر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم کہائے تو مقر پچاس درم مین اوسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت مین اگر غیر مقر بھائی قسم کہائے تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کہا لے گا کہ میرے باپنے کچھ نہین لیا تو اوسکا حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتی یہہ فصل ہے کتاب الاقرار کے چند مسائل متفرقہ مین اقرت الحرة المکلفة بدین لاخر فکذبها زوجها صح اقرارها فی حقه ایضا عند ابی حنیفة فتحبس المقرة وتلازم وان تضرر الزوج وهذه احدی المسائل الست الخارجة من قاعدة الاقرار حجة قاصرة علی المقر ولا یتعدی الی غیره وهی فی الاشباه عورة آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب کی تو اوسکا اقرار اوسکے زوج کے حق مین بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کے بابت حبس کیجائیگی اور اوسکا ساتھ نچھوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوجکو ضرر ہوا اور یہہ ایک مسئلہ ہے اون مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کے طرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل اشباہ مین ہیں منجملہ مسائل ستہ کے ایک مسئلہ وہی ہے جو متن مین مذکور ہو چکا ۲ اگر مستاجر نے اوس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کرنیکا ذریعہ نہین مگر شے مرہونہ کے ثمن سے تو راہن کو اوسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اوسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور مدعی کا ایک بھائی ہو تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جب کہ ولد حرہ کا دعوی کیا

بہائی کی زندگی مین تو دعوی صحیح نہوگا اور میراث اوسکے ولد کو ملیگی نہ بہائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پہر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تہی اور مشتری نے
اوسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اوسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارة غیره فاقر لآخر بدین
فان له حبسه وان تضرر المستاجر وهی واقعة الفتوی ولم نرها صریحة اور لائق یون ہے کہ یہہ مسئلہ بہی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو
کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہو پہر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقرلہ کو اوس کا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو
ضرر ہوا اور یہی حادثہ فتوی طلب ہوا تہا اور ہم نے اوسکو مصرح کسی کتاب فقہ مین نہین دیکہا وعنده لما لا تصدق فی حق الزوج
فلا تحبس ولا تلازم درر قلت وینبغی ان یعول علی قولهما افتاء وقضاء لان الغالب ان الاب یعلمها الاقرار له او لبعض
اقاربها لیتوصل بذلک الی منعها بالحبس عنده عن زوجها کما وقفت علیه مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکره
المصنف اور صاحبین کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہو گی زوج کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی الدرر مین کہتا ہون
اور لائق یون ہے کہ صاحبین کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوی دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اوسکو تعلیم کرتا ہے
کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توصل سے اوسکو روک رکہیں اپنے پاس اوسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اسکی
حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جب کہ مین مبتلا بالقضا ہوتا تہا ایسا ہی ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین اعتراض ہے اسواسطے کہ
علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہہ حیلہ اپنے پاس رکہنے کا
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح مین ائمہ ترجیح سے
کسیکی سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی مجهولة النسب اقرت بالرق لانسان وصدقها المقر له وکذبها زوجها وله اولاد منه ای الزوج
وکذبها زوجها صح فی حقها خاصة فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے
واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی اور اوس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اوس شوہر سے اور اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب
کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول محمد کہ ولد
مذکور بہی رقیق نہوگا لا فی حقه یرد علیه انتقاص طلاقها کما حققه فی الشرنبلالیة شوہر کے حق مین اوس کا اقرار صحیح نہوگا اس
قول پر انتقاص طلاق مقرہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ مین مذکور ہے ہم بسوطین ہی کہ اس عورت کی طلاق دو طلاقہ ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین
بالاجماع اسواسطے کہ یہہ لونڈی ہوگئی اور یہہ حکم اسی عورت کے خاص ہوا تہا اور جواب اعتراض کو رکا اسی قول مین نکلتا ہے کہ وہ لونڈی ہو گئی اور یہہ حکم اسکے خاص تہا اسواسطے کہ طلاق مین ہمارے نزدیک عورت کا
اعتبار ہے اور اسیطرح حیض مین تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص سے ہے نہ غیر متخلف سے ہو کذا فی الطحطاوی وفی حق الاولاد [illegible]
حق مین اوس کا اقرار صحیح ہے وفرع علی حقه بقوله فلا یبطل النکاح وعلی حق الاولاد بقوله والاولاد حصلت قبل الاقرار وما فی
بطنها وقته احرار لحصولهم قبل اقرارها بالرق اور مصنف نے حق زوج پر متفرع کیا اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے
اور حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے کہ اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اوس عورت کے پیٹ مین ہے اقرار کے وقت وہ
سب آزاد ہین بسبب انکے حاصل ہونیکے مملوکیت کے اقرار سے پہلے مجهول النسب حرر عبده ثم اقر بالرق لانسان وصدقه المقر له صح
اقراره فی حقه فقط دون ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پہر اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور
مقر لہ نے اوسکے اقرار کی تصدیق کی تو اوس کا اقرار صحیح ہوگا فقط اوسیکے حق مین نہ عتق کے باطل کرنے مین فان مات العتیق یرثه
وارثه ان کان له وارث یستغرق الترکة والا فیرث الکل او الباقی کما فی شرنبلالیة المقر له پہر اگر غلام آزاد مرگیا تو اوسکا
وارث اوسکی میراث پائیگا اگر اوس کا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث مین لیسکے اور اگر ایسا نہو یعنی اوسکا کوئی مطلقا وارث نہ ہو [illegible]

مگر کل ترکہ نہ پاسکے گا بلکہ بعد المقر رہین تو مقر لہ کل ترکہ کا یا باقی ترکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتیق فارثہ لعصبۃ المقر
سو اگر پہلے مقر مر گیا پھر معتق آزاد مرا تو اوسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی ھذا العتیق تسعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہہ غلام
آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اوس کا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں جسپر دیت لازم
آوے ولو جنی علیہ یجب ارش العبد وھو کالمملوک فی الشھادۃ لان حریتہ بالظاھر وھو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اوسپر
جنایت کیجائے یعنی کوئی اوس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہی گواہی دینے میں اسواسطے
کہ اوس کی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے نہ استحقاق کی قال رجل لاخر لی علیک الف فقال
فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر لقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ الحق او الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او
او قرن بھا البر کقولہ البر حق او الحق بر فھو اقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھہ پر ہزار درم ہیں سو اوس نے جواب میں کہا الصدق
یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے چنانچہ یوں بولا کہ حقا اور نہ اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق یا
حقا حقا اور نہ اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھہ بر کا لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر حق یا الحق بر الخ تو یہہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلا ولو قال الحق حق او
الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت
الحق الخ اور اگر مخاطب یوں بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہہ اقرار نہ ہوگا اسواسطے کہ یہہ پورا کلام ہے بخلاف اون الفاظ کے
جو اول مذکور ہوچکے کہ وہ کلام تام نہیں اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتدائی کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا
اوس نے یوں کہا کہ تو نے حق بات کا دعویٰ کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا آبقۃ او قال ھذہ السارقۃ فعلت کذا
وباعھا فوجدھا واحدا منھا ای من ھذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتیمۃ لا اخبار مولیٰ نے اپنی لونڈی کو کہا او چوری
او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یوں کہا کہ اس چوری نے ایسا کیا اور بعد اسکے اوسکو بیچڈالا پھر اوس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب
پایا گیا تو مولیٰ کے قول مذکور سے اوسکی رد نہو گی اسواسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو قول اخیر
گالی ہے اور باقی ندا ہے بخلاف ھذہ سارقۃ او ھذہ آبقۃ او ھذہ زانیۃ او ھذہ مجنونۃ حیث ترد بایجادھا لانہ اخبار
وھو لتحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہہ چوری ہے یا یہہ بھگوڑی ہے یا یہہ زانیہ ہے یا یہہ دیوانی ہے کہ ان صورتوں میں اوسکی پھیر دیجاوے گی
ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہہ قول اخبار ہے اور اخبار وصف کے ثابت کرنیکے واسطے ہوتا ہے یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور
لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اوسکو علم ہو تو وہ پھیر کر سکتا ہے وبخلاف یا طالق او ھذہ المطلقۃ فعلت کذا حیث تطلق
امرأتہ لتمکنہ من اثباتہ شرعا فجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاول درر اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ کو
کہا کہ یا طالق یا یوں کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اوسکی عورت کو طلاق ہو جائیگی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعا تو زوج کا کلام
مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر ھم یعنے مولیٰ قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی میں اقرار
السکران بطریق محظور ای ممنوع محرم صحیح فی کل حق اوس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق میں
ھم حق تعالیٰ نے فرمایا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری یعنی نماز کے قریب مجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستوں سے اور
مذکور رکھا عین مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہیں فتدبر فلو اقر بقود اقیم علیہ الحد فی
سکرہ وفی السرقۃ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی افندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اوسپر
حد قائم ہوگی اوسکی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوری میں تو اوسپر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہے سعدی

انہوں نے حد شرب کے باب میں الا فی مایقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر کہ مست مذکور کا اقرار صحیح نہیں اور انہیں چیزوں میں جو رجوع
عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہم یعنی اگر مستی میں اقرار کیا کہ اوس نے شراب پی ہے تو اوسکا اقرار صحیح نہیں تو اوسپر
حد قائم نہو گی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مستلام موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح کشربہ مکرھا لایعتبر بل ھو
کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پلایا تو اوسکا
اقرار معتبر نہو گا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہے مگر نماز کی قضا کے ساقط ہونے میں اغما کے مانند نہیں اور پورا بیان اس کا اشباہ کی احکامات
میں ہے ہم نے کہا اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اوس سے ساقط ہوا اور مستی سے قضاء صلوۃ ساقط نہیں المقرلہ
اذا کذب المقر بطل اقرارہ لما تقدم الا انہ یرتد بالرد مقرلہ جب کہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ
اقرار مردود ہو جاتا ہے رد کرنے سے ہم یعنی جب مقرلہ مقر کی تکذیب کرے پھر اوسکی تصدیق کرے تو اوسکی تصدیق پر عمل نہو گا مگر مواضع آیندہ میں
تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی ستۃ علی ما ھنا تبعا للاشباہ تکذیب مقرلہ مبطل اقرار ہے مگر چھ صورتوں میں جو موجب
اوسکے جسکو مصنف نے یہاں اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہے الاقرار بالحریۃ والنسب وولاء العتاقۃ والوقف منجملہ مواضع ستہ آزادی کا
اقرار ہے اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہے ہم اقرار حریت کی یہہ صورت ہے کہ جسکے پاس غلام ہے اوسنے اقرار کیا کہ یہہ آزاد
ہے تو اوسکی حریت ثابت ہو گی اگرچہ غلام اوسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب میں پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہے صحت اقرار میں
اور تصدیق مولای عتاقت بھی شرط ہے اور یہاں اوسکے خلاف ہے مگر یہہ کہ اس پر محمول کیجیے کہ جب مقرلہ تصدیق کی طرف عود کرے بعد تکذیب کے
تو تصدیق مقبول ہو گی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور اس حمل پر متفرقات بحر الرائق کی یہہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ ایک
شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقرلہ نے اسکو رد کیا پھر اوسنے اوسکی تصدیق کی تو وہ اوس کا غلام نہیں ہوگا اور رقیت کا اقرار
رد کرنے سے باطل ہو گا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہے اور طلاق اور
عتاق رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہیں انتہی اشباہ میں صاف یہی منقول ہے کہ جب
مقرلہ وقف کو رد کرے پھر اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہے انتہے تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تصویر بہ تبدیل تصویر صرف ہو گئی سوا ہی طلاق اور عتاق کے
اسقاط کی علت سے ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ثم صرح فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول
ارتد انتہی اسعاف میں ہے کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اوسنے وقف کو قبول کیا پھر اوسکو رد کیا تو وقف مردود نہو گا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد
کرے گا تو پھر جاوے گا والطلاق والرق فکلاھما لا یرتدان اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقرلہ کے
رد کرنے سے وزاد المیراث بزازیہ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنی اگر وارث اوس میراث کو جو موروث
سے حاصل ہے رد کرے تو مردود نہو گی والنکاح ثمانی متفرقات قضاء البحر فما فیہ ثمانیۃ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب
القضا کی متفرقات میں مذکور ہے اور پورا اس کا بیان وہیں ہے ہم یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحر الرائق کی متفرقات
میں یہہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم اره الآن انتہے یعنی نکاح کا اقرار تو میں نے ابتک نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح میں
توقف ہے کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب نہیں واستثنی مسئلتین من الابراء وھما ابراء الکفیل لایرتد
وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابرأہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلیحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابرا سے مستثنے کئے ہیں اور
وہ دونوں یہہ ہیں کہ ضامن کا ابرا کرنا مکفول عنہ سے نہیں پھرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اوسکے یوں کہنے کے بعد کہ مجھکو بری الذمہ کر دے پھر
سو جب اوسنے اوسکو بری الذمہ کر دیا نہیں پھرتا تو مستثنے دس مسئلے ہوئے سو انکو یاد رکھنا چاہیے ہم منجملہ مسائل عشرہ چھ صورتیں متن میں مذکور ہیں

اور چار صورتین شارح نے بتائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین توقف ہے تو درحقیقت تو صورتین مستثنیٰ ٹھہرین کہ رد کرنے سے رد نہین ہوتی ہین
تد ق وکالة الوھبانیة ومتی صدّقه فیما تم ذکره لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالة مین ہے اور جب کہ اوس نے تصدیق کی وکالت
وغیرہ مین پھر اسکو رد کیا تو اوسکے رد کرنے سے رد نہین ہوتا ہے طحطاوی نے کہا فیما کا مرجع ضمیر عین یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور
وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ ہے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھریگی مگر تصویر وکالت
یون سمجھیے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر بمثل ثمن معین خریدی کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہہ رد وکالت
مقبول نہین لیکن وھل یشترط لصحة الرد مجلس الابراء خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونیکے لیے مجلس ابرا شرط ہے یا نہین اس مین
مشائخ کا اختلاف ہے بعضون کے نزدیک شرط ہے اور بعضون کے نزدیک نہین والضابط ان ما فیه تملیك مال من وجه یقبل الرد
والا فلا کابطال شفعة وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وھذا ضابط جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا
یہہ ہے کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہے کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہین وہ قابل رد نہین چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا
باطل کر دینا رد کو قبول نہین کرتا اور یہہ قاعدہ جید ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثة وابرأ ابراء عاما او قال
لم یبق لی حق من ترکة ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلك ثم ظهر فی ید وصیه من الترکة شیء لم یکن وقت
الصلح وتحققه تسمع دعوی حصته منه علی الاصح صلح البزازیة ولا تناقض لحمل قوله لم یبق لی حق ای مما قبضته علی
ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجه عدم صحة البراءة لما افاده ابن الشحنة واعتمده الشرنبلالی وتحققه
فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعاعلیہ سے اور اوسکو ابراء عام کر دیا یا یون بولا کہ میرا کچھہ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی
نہین رہا یا یون کہا کہ مین نے اپنا سب حصہ پایا یا اسکے مانند کچھہ اور لفظ بولا پھر اوسکے باپ کے وصی پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے
وقت نہ تھی یعنے اوسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اوس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اوسکے حصے کا دعوی اوس چیز سے مسموع ہے بنابر
قول صحیح کذا فی صلح البزازیہ اور کچھہ تناقض نہین اوسکا بعد الابرا مین بسبب محمول کرنے اوسکے اس قول کو کہ میرا کچھہ حق باقی نرہا یعنی اوس ترکہ
سے حق باقی نرہا جسکو مین نے قبضے مین کیا علاوہ یہہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنے وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابراء مخصوص دیون ہے اور
اسوقت مین عدم صحت براءت کی تو یہی وجہ حق ہے دعوی مسموع ہونین چنانچہ ابن شحنہ نے یہہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہے اور عنقریب
ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین هم سب حصہ پا لینے کی یہہ صورت ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو کچھہ والد کا متروکہ تھا اوسکو مین پر قبضا اسکو پہنچ
پایا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوی کیا تو دعوی اوسکا مسموع ہے کذا فی المنح عن الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے وصی کی قید لگائی تو غیر وصی
خارج ہوگیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونون کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پھر یون کہتا ادعی بعده
علی الوصی شیئا وقال ھذا من ترکة والدی او ادعی علی رجل دینا لوالده تسمع دعواه فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا اقر بجهالة مال فی صك وشهد
علیه به ثم ادعی ان بعض هذا المال المقر به قرض وبعضه ربوا علیه فان اقام علی ذلك بینة تقبل وان کان متناقضا
لانا نعلم انه مضطر الی هذا الاقرار شرح وهبانیة قلت وجزم شارحها الشرنبلالی انه لا یفتی بهذا الفرع لانه لا عذر
لمن اقر وغایته ان یقال بانه یحلف المقر له علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی هذه ونحوها الخ قلت وبه جزم المصنف فیما
در قبالہ اقرار کیا ایک مرد نے اوس مال کا جو دستاویز مین مرقوم ہے اور اوسپر گواہ کر دیا پھر اوس نے دعوی کیا کہ بعض مال مقربہ قرض ہے
اور بعض بیاج سے مجھہ پر پھر اگر گواہی قائم کریگا اس بات پر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہین کہ وہ شخص اس اقرار کرنے مین
مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ مین کہتا ہون اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ

بتقرنہ کور سکے تو اسطے کچہہ عذر صحیح نہین بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہہ ہو کہ کہا جاوے یعنے اس کا فتوے دیا جاوے کہ مقرلہ سے اسکی قسم لیجائے بموجب
قول ابی یوسفؒ کے جو فتوے دینے کے واسطے اس مسئلہ مین اور اسکے مانند مین مختار ہے مین کہتا ہون اور اسی قول پر یقین کیا ہے مصنف نے اوسین
جو مذکور ہو چکا تو سوچ سلے اقر بعد الدخول من ھنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ طلقھا قبل
الدخول لزمہ مھرھا بالدخول ونصفہ بالاقرار یعنی اگر زوجہ کے اقرار کیا کہ اوسنے اوسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اوسکو پورا مہر
لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخون
سے ساقط ہے اقر المشروط لہ الریع او بعضہ انہ ای ریع الوقف یستحقہ فلان دونہ صح واسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ
جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہوا اوسنے اقرار کیا کہ حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہے نہ مین تو اقرار صحیح ہے اور اوس کا
حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اوسنے حاصلات کو اپنے
غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اوسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہین ہم جعل سے مراد انشا وجعل سے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب
اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہے کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط لہ النظر علی ھذا المار فی الوقف وذکر فی الاشباہ ثمہ وھنا
فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہو اوس کا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہو چکا
اور اشباہ مین وہان یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنے کتاب الاقرار مین اس قاعدہ مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کیطرف مراجعت کر
القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعھا بما کان فیھا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیھا الا
اذا اقر بلفظہ صریحا جو حکایات کہ لکھکر قاضی کے طرف پیش ہون تو اونکا پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اوس مضمون کا جو اون مین مندرج ہے
اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا مین ذکر کر چکے ہین کہ اوسکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہین مگر جب کہ پیش کرنیوالا بلفظ
صریح اوس کا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء علیہ خلافا للثانی فی الاولی
قلنا ھو للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین یا بجای فی علمی کے فیما
اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن کہا تو اسپر کچہہ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول مین یعنے فی علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہون گے ہم جواب دیتے
ہین طرفین کیطرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہے عرف عوام مین ہان اگر علمت کا لفظ کہے یعنی معلوم کر چکا کہ اوسکے مجھپر ہزار
درم ہین تو اوسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس مثلا وادعی الغاصب
الکل فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی المجمع وقال شراحہ ای المغصوب
منہ انہ ھو وحدہ لزمہ کلھا ای الالف کلھا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے پھر بولا کہ ہم دس شخص غاصب تھے مثلا اور جس
غصب کیا وہ کہتا ہے کہ فقط مقر ہی نے ہزار درم غصب کیے ہین تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہون گے شارح نے کہا متن کے نسخون مین ادعی الغاصب ہے اور تو
معلوم کر چکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہہ عبارت ساقط ہے اور بجای ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہے چنانچہ مجمع کی تعبیر سے اور مجمع کے
شارحون نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہے والزمہ زفر بعشرہا اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسوان حصہ لازم کیا ہے اسواسطے کہ
مقر نے ہم ہزار درم غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کے طرف کی ہے تو اوسپر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ھذا الضمیر یستعمل فی
الواحد والظاھر انہ یخبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرۃ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناہ کلنا صح اتفاقا لانہ
لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ یہہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم مین بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالی انا ارسلنا اور
ظاہر مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے نہ غیر کے فعل کی تو اوسکا یہہ قول کہ ہم دس تھے سبب ہے رجوع عن الاقرار ہو تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر یون کہتا کہ ہم سب نے

ہ۱ بیرونگان مین یا ہم سے قبل مین ۱۲

ہ۲ یعنی مجھے بھی اور ... ۱۲

ہزار درم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ لفظ وجہہ ہین مستعمل نہین قال رجل اوصی ابی بثلث ماله لزید بل لعمرو بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیره شیء وقال زفر لکل ثلثة ولیس للابن شیء ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال کی زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث مال ہوا اور اوسکے سوا کسیکو کچھہ نہین اور زفر کہا تینون شخصون کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچھہ نہین حضرت زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہہ ہی کہ اسیطرح تین شخصون کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملیگا قلنا نفاذ الوصیة فی الثلث وقد اقر به للاول فاستحقه فلم یصح رجوعه بعد ذلك للثانی بخلاف الدین لنفاذه من الکل الکل من الجمیع والله اعلم ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال مین ہوتا ہی اور حالانکہ ثلث مال کا اوس شخص کے واسطے اقرار کرچکا ہی تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہوگیا تو بعد اوسکے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنیسے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہہ مسائل مجمع سے منقول ہین والله اعلم

فروع مسائل ملحقہ شارح کے اقر بشیء ثم ادعی الخطا لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانة قنیة کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطا سے الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہین مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہوا یعنے بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ھم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کریگا تو خطا ی مذکور مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکره باطل الا اذا اقر السارق مکرها فافتی بعضهم بصحته ظهیریة اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہی مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کری تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہی کذا فی الظہیریہ ھم تجنیس اور قہستانی مین ہی کہ درصورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی دیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہے الاقرار بشیء محال والدین بعد الابراء منه باطل شی محال کا اقرار اور دین کا بعد اوسکے معاف کرنے کے باطل ہی ھم شی محال کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھکو زید نے فلانے مہینے مین قرض دیا اور حالانکہ زید اوس سے پہلے مرچکا اور ازانجملہ یہہ ہی کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہوگیا تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع بلاثمن باطل ہی علی احد القولین کذا فی الطحطاوی ولو بمهر بعد هبتها له علی الاشباہ اقرار دین بعد ابراء باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو نہ وجہ کے بخش دینے کے بعد زوجہ کو بنا بر قول اشبہ ھم صورت اوسکی یہہ ہی کہ زوجہ نے اپنا مہر بخشدیا پھر زوج نے ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار صحیح نہین اور یہہ اوسکے مخالف نہین جو عبدالبر شارح وہبانیہ نے خلاصہ اور جنیس سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت مین اقرار کیا اور مرگیا پھر وارثون نے گواہون سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کر چکی تھی زوج کی حیات مین تو گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو تو مہر مذکور زوج پر لازم ہو (عمادی سے معلوم ہوا ہی کہ اقرار صحیح نہین مگر بعد مہر مثل کے پھر شارح مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابراء کے مخالف ہی تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے بری کرد ے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہین کذا فی الطحطاوی امسو لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانه اقر له بذلك ذکره المصنف فی فتاواه قلت وقدمناه انه لو اقر بعد الابراء الدین ایضا فحکمه کالاول وهی واقعة الفتوی فتامل ان اگر دین کا دعوی کری کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابراء عام کے اور یہہ دعوی کرے کہ مدیون نے اوس کا اقرار کیا ہے تو اوسکو لازم ہوگا یہہ مصنف نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہی مین کہتا ہون اور مفاد اوسکا یعنی سبب حادث کی تقیید کا یہہ ہی کہ اگر مدیون باقی رہنے اوس دین کا بھی جس کا ابرا ہوگیا اقرار کری تو اوس کا حکم مانند اول کے ہی یعنے وہ اقرار باطل ہے سو تامل کرو اس عبارت اور عبارت سابق مین فرق یہہ ہے کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجھہ پر اتنا ہی اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھہ پر باقی ہے اور دونون مین ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی الفعل فی المرض احط رتبة من فعل الصحة مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ھم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت میں

بخلاف صحت کے فعال مذکورہ سو اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال سے ماخذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال مین نافذ ہی الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تیلہ وتمامہ فی الاشباہ لا فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنے اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ واقف نے تفویض نظارت کی اوسکے واسطے شرط کی ہو سو یہہ تفویض مرض الموت مین صحیح ہے نہ صحت مین کذا فی التتمہ اور پورا بیان اس کا اشباہ مین ہے وفی الوھبانیۃ سے اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ + فبینۃ الاعطاء من قبل تہدد + اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے ھم اس مسئلہ کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند سطر مذکور ہو چکا سے واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن + وفی القبض من ثلث الترکات یقدر + بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کر اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے گا ھم منتقی مین ہے کہ اگر مرض الموت مین اقرار کیا کہ اس غلام کو مینے بیع کی فلانے سے حالت صحت مین اور اوسکے ثمن پر مینے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اوسکی تصدیق ہوگی بیع مین اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینہ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوھبانیہ سے ولیس بلا تشہدا مقرا تعدّلا + ولو قال لا تخبر بحلف تسطرا + اور اس قول سے مقر نہوگا کہ گواہی نہ کیجیو ہم اسکو بحکم اقرار نہین شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ کیجیو تو اسمین خلاف مسطور ہے ھم اگر یون بولا کہ اوسکی گواہی نہ کیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہہ نہی ہے وجوب بالزور کی اثبات سے پاکہ نہی ہے یعنے نفی ہے یعنے تم اسکے گواہ نہین ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ کیجیو کہ فلانے کی میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہہ مذہب ہے کہ یہہ قول اقرار نہین اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہہ ہے کہ یہہ اقرار ہے وقنیہ مین ہے یہی [illegible] کذا فی الطحاوی سے ومن قال ملکی لذا لا کان منتشیا + ومن قال ھذا لی ملک ذا فھو مظہر + اور جس نے کہا کہ میری یہہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنے اوس شخص بالفعل اسکو ہبہ کیا تو اسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہین ہین سے ومن قال لا دعوی لی الیوم عند ذا + فما یلتحق من بعد منہا فینکر + اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہین آج کے دن اس شخص سے پھر اوسکے بعد جو دعوی کریگا اوس دن [illegible] دعاوی کا جو سو اوسپر شرع کا انکار رہیگا یعنی مقبول نہین ھم اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر لولا کہ مین نے اپنے [illegible] دعوی کو چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحاوی واللہ تعالی اعلم غفر اللہ لہ

کتاب الصلح

یہہ کتاب [illegible] مخاصمین کے احکام مین ہے جو مصالح علیہ اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوا اور مصالح عنہ وہ حق جس [illegible] مثلا زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا [illegible] سو درم لیے اور حویلی کا دعوی [illegible] تو یہان سو درم مصالح علیہ اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبتہ ان [illegible] المشتمل [illegible] مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا ہے اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا ہتی لغۃ اسم من المصالحۃ [illegible] یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالحہ کا اسم ہے وشرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ اور شرع مین صلح عبارت ہے اوس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہے ورکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونون مین ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کے واسطے والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول عنایۃ وبیجی اور رکن صلح کا قبول کرنا ہے مطلوب کا متعین اور غیر متعین مین چنانچہ دراہم مین تو صلح تمام ہوجاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا ھم صلح بلا قبول اوسوقت تمام ہوگی جب کہ خود مطلوب نے شروع کیا ہو اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درہم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ [illegible]

اس پر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہی مدعی کے جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہی کذا فی المحیط امر
وشرطه العقل لا البلوغ والحرية اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبي ماذون ان عري صلحه عن ضرر بين تو
صلح کرنا صحیح ہی صغیر ماذون کے جانب سے اگر اسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سے ہم عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہی ایک یہہ کہ محض نفع
دوسری یہہ کہ نہ نفع ہو اوس میں نہ ضرر تیسرے یہہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اوس سے بعوض
حق پر صلح کی تو اگر دعوی کے گواہ نہون تو صلح جائز ہی اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوای خصومت اور قسم کہانے کے کچھہ حاصل نہیں اور مال کا فوت
ہی خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہون تو صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہیں اور جسمین نہ ضرر ہو
نہ نفع اوسکی مثال یہہ ہی کہ صلح کری ایک چیز سے بقدر اوسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اوسکی مثال یہہ ہے کہ دین میں تاخیر کرے
کہ یہہ جائز ہی اسواسطے کہ یہہ اعمال تجارت سے ہی وهو كالصبي عبد ماذون ومكاتب لو ابيا نفعًا اور صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے
اگر صلح میں نفع ہو کذا فی المحیط اور یہی قید کہا اگر عدم نقصان صریح کی شرط کرتا تو بہتر ہوتا تاکہ اوسکو شامل رہتا جس میں نہ نفع ہی نہ ضرر ہے جسمین ضرر ہے مگر غیر صریح
وشرطه ايضا كون المصالح عليه معلوما ان كان يحتاج الى تسليمه اور یہہ بھی صلح کی شرط ہی کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم
ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو ہم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ ایک گہر میں اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے
مدعی کی دوکان میں اپنے حق کا دعوی کیا اور دونوں نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہی اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار
نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر وكون المصالح عنه حقا يجوز الاعتياض عنه ولو كان غير مال
كالقصاص والتعزير اور یہہ بھی شرط ہی کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اوسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر
ہم حق سے مراد یہہ ہی کہ مصالح کا حق ہو اجنبی کی محل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہی وہ اوسکا
ہی زوج مدعا علیہ سے ہوا ہی اور اوسکو کچھہ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہہ صلح باطل ہی اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین تو
عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہی جو حق العبد ہو چنانچہ سوای قذف کے اپنی مثل دشنام ہی صلح کرنا اور جو
تعزیر کہ حق اللہ ہی جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو وہاں صلح جائز نہیں اور یہہ مسئلہ تحریر طلب ہی کذا فی الطحطاوی معلوما كان المصالح عنه او
مجهولا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول ہم مجہول ہونیکی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچہہ مال غیر معین کا دعوی کیا پہر مدعا علیہ نے کچھہ دیکر صلح کی
تو صحیح ہی لا يصح لو المصالح عنه مما لا يجوز الاعتياض عنه بقوله كحق شفعة وحد قذف وكفالة بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصالح عنہ
اوس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہیں اور اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی
کہ اسکی بدلائی صحیح نہیں ہم اگر مشتری نے صلح کری شفیع سے کہ جب اوس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہی کسی شی پر اس شرط پر کہ گہر مشتری کو
تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہیں محل میں بلکہ حق شفعہ عبارت ہی ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچہہ قیمت نہیں تو مقابلہ اوسکے
مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہی حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہہ
عبارت ہی بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہی اور صلح حد قذف کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچہہ مال دیکر
صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہہ صلح بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمین حق العبد ہے لیکن حق اللہ اوسمین غالب ہی اور مغلوب ملحق
بالمعدوم ہی اور اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہیں اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سواوس نے کچہہ مال دیکر صلح کی کہ اوسکو حاکم کے
پاس نہ لیجاوے اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہی اور اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصًا ويبطل به الاول والثالث
وكذا الثاني لو قبل الرفع للحاكم اور باطل ہوتا ہی صلح سے اول اور ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی حد قذف بہی باطل ہوجاتی

صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو لاحدّ زنیً وشربٍ مطلقاً صلح صحیح نہیں حد زنا اور شرابخواری سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اوسکی نالش
کی ہو یا نکی ہو ھم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اوسکے زوجکو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھہ مال پر تاکہ وہ معاف
کر دے تو یہہ باطل ہی اور عفو کرنا اوس کا باطل ہے اور اگر حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھہ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہیں اور اوس کا مال پھیر دینا چاہئے
قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہے کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کافٍ عن القبول من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم
والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانہ اسقاط للبعض وہو یتم بالمسقط اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کے جانب سے کافی ہے مدعا علیہ
قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اوس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط البعض حق ہے
مدعی کے جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھہ حاجت نہیں اسواسطے
کہ خود متن میں موجود ہے انتہے لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جانکر اوس کا ترجمہ نکیا وان کان مما یتعین بالتعیین فلا بدّ من قبول المدعی
علیہ لانہ کالبیع اور اگر مدعا بہ اوس قسم سے ہو کہ متعین ہوجاتا ہو تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اسواسطے کہ وہ
یعنی صلح اس صورت میں بیع کے مانند ہے ھم اور بیع میں ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھہ بیچ اور بائع کہے کہ میں نے بیچا تو
قول مشتری کا کافی نہیں بے قبول کے وحکمہ وقوع البرائۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو مقراً اور حکم اوسکا یعنی اثر
مرتب صلح کا واقع ہونا برائت کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو ھم قہستانی
مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونوں میں برابر ہے وہو صحیح مع اقرارٍ وسکوتٍ وانکارٍ اور صلح
مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھہ ھم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالے (والصلح خیر) اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھیرا دے انتہے اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ
نہیں جو حرام کو حلال کرے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کبیعٍ ان وقع عن مالٍ بمالٍ وحینئذٍ فتجری فیہ احکام البیع کالشفعۃ
والرد بعیبٍ وخیار رؤیۃ وشرطٍ سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت میں تو صلح میں بیع کے
احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رؤیت اور خیار شرط ھم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھروں میں
شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اوسمیں مدعی عیب پاوے تو اوسکو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو
نہیں دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا خیار شرط کرے تو صحیح ہے
ویفسد بجہالۃ البدل المصالح علیہ لا بجہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا
نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں وتشترط القدرۃ
علی تسلیم البدل اور شرط ہے قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ھم حلبی نے کہا یہہ جملہ مستانفہ بجای تعلیل واقع ہوا ہے اس کا عطف یسقط
صحیح نہیں انتہے یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہے کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت درصورت جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی
ای المصالح عنہ ردّ المدعی حصتہ من العوض ای البدل ان کلاً فکلاً وبعضاً فبعضاً اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق کا کسیکا
نکلے اوسیقدر اوسکے حصہ مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیر دے
وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی لما ذکرنا لانہ معاوضۃ وھذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ مستحق کا
نکلے اوسیقدر اوسکے مصالح عنہ مدعی پھیر لے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت
معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمہ کاجارۃ ان وقع الصلح عن مالٍ بمنفعۃٍ کخدمۃ عبدٍ وسکنی دارٍ فتشترط التوقیت ان احتیج الیہ

۱۲ اور رشوت دفع ظلم کیلیے دینا

والا فتبطل اور صلح کا حکم اجارہ کے مانند ہو اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار اور منفعت کی مدت ظاہر ہو
ہو گا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں یعنی مرار نگا نہیکے باشندہ ہم توقیت شرط ہو اجیر خاص میں چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت
توقیت کی نہیں چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل بموت احدہما وبھلاک المحل فی المدۃ
اور باطل ہوتی ہے صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاک محل مبطل صلح
اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول امام محمد کا ہے اصحاب متون نے اعتماد کیا ہے کذا فی البحر الرائق وکذا لو وقع
عن منفعة بمال او بمنفعة عن جنس آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے
یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا اور صورت اختلاف جنس
منفعت صلح جائز ہے جیسے صلح کرنا دعوی سکنی دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اسکے بیان منفعت کا اتحاد
الجنس جائز نہیں اسیطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین
وقطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دو قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلا ہے مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں
مدعی کے حق میں معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہ ہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا رہتا وحینئذ فلا
شفعة فی صلح عن دار مع احدهما ای مع سکوت او انکار اور اس وقت میں تو شفعہ نہیں اوس صلح میں جو گھر سے ہوئی ہو مدعا علیہ کے سکوت
یا انکار کے ساتھ یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اوسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کر لی
تو شفعہ واجب نہو گا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہہ ہے کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کر کے اور
یہہ اوسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اوسکو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان
کان للمدعی بینة اقامها الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعة لان باقامة الحجة تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم تکن
لہ بینة فحلف المدعی علیہ فنکل شرنبلالیہ لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعوی میں اور اپنی
دلیل یا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہوں تو گواہوں کو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ کے
اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ مقرر صلح بیع کے معنی میں تھی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہو گا اگر مدعی کے گواہ نہوں یا وقتیکہ شفیع مدعا علیہ
سے قسم کہائے کذا فی الشرنبلالیہ وتجب فی صلح وقع علیها باحدهما او باقرار لان المدعی یاخذها عن المال فیؤاخذ بزعمه اور شفعہ
واجب ہے اوس صلح میں جو واقع ہوئی ہو گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعوض مال کے تو شفیع اوسکے مواخذہ کیے
بموجب اوسکے گمان کے ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کر لی تو اس میں شفعہ واجب
ہو گا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومة فیه فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض
اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت میں جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اوسکے حصہ کے مدعی عوض سے پھیر دیگا مدعا علیہ کو
اور بعض مستحق میں خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا
تھا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اوسکے ہاتھ میں باقی رہے بلا خصومت احدے پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھیرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہہ
بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بیجا تھی تو وہ مدعی عوض پھیر دیگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ
اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوے کے طرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو تو کل مصالح
عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعوی کرے ھذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع المدعی بنفسہ

لا بالدعوی لان اقدامه علی المبایعة اقرار بالملکیة عینی وعلیها یعنی رجوع الی الدعوی در صورت استحقاق بدل اسوقت ہے جب کہ صلح بلفظ
بیع نہ واقع ہوئی ہو اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود وہ یعنی مصالح عنہ کو پھیر کر رجوع اسکا الدعوی کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مدعا علیہ
ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے وهلاك البدل كلا او بعضا قبل التسليم له اى
للمدعى كاستحقاقه كذلك فى الفصلين اى مع اقرار او مع سكوت وانكار اور ہلاکی بدل کی قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے
اسی طرح دونوں فصلوں میں یعنے صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والانکار میں ہے یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو
مدعی مصالح عنہ کو پھیر لیگا اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوے کے طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہو تو بقدر ہلاکی صلح
باطل ہو گی اور باقی میں باقی رہیگی کذا فی المنح وهذا لو البدل مما يتعين والا لم يبطل بل يرجع بمثله عینی اور یہہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق
کے مانند ہونا اسوقت ہے جب کہ بدل اوس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو نہیں سے اور اگر متعین نہوتا ہو جیسا نقد کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہو گی بلکہ
مثل کو مدعی پھیر لیگا مدعا علیہ سے کذا فی العینی صالح عن کذا فی نسخ المتن والشرح وصوابه على بعض ما يدعيه اى عين يدعيها لما مر انه في الدين
کیا ... فلو ادعى عليه دارا فصالحه على بيت معلوم منها فلو من غيرها صح قهستانی لم يصح لان ما قبضه من عين حقه
کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اوس کا حق ہے یعنے بعض حق ہے عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے
دعوی میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے صلح کی اوس گھر کے
ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اوس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح کہتے ہیں اور شرح کے نسخوں میں
عن بعض ما يدعيه ہے اور حق عبارت یوں تہا کہ صالح على بعض ما يدعيه وحيلة صحته ما ذكره بقوله الا بزيادة شيء آخر كثوب او درهم في البدل فيصير
ذلك عوضا عن حقه فيما بقي اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی
دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درہم کے زیادہ کرنیسے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے مثلا گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ اوس
گھر کی ایک کوٹھری اور چار درہم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہوا اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اوسکے عوض میں درہم یا کپڑا
ہو گیا او يلحق به الابراء عن دعوى الباقي یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جاوے باقی کے دعوے سے ہے یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہہ ہے
کہ گہر کے دعوی میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے ابرا کر دے لكن ظاهر الرواية الصحة مطلقا شرنبلالية ومشى
عليه في الاختيار وعزاه في العزمية للبزازية وفي الجلالية لشيخ الاسلام وجعل ما في المتن رواية ابن سماعة لكن ظاهر الرواية
یہہ ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہو مطلقا خواہ حیلہ مذکورہ کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار اور منسوب کیا ہے اس قول کو عزمیہ
میں بزازیہ کے طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کے طرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹہرایا ہے ہم ظاہر الروایۃ پر یہہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض
عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہو گی مطلقا حالانکہ اوس سے لازم آتی ہے برات باقی عین سے اور فقہا کا قول ہے کہ ابرا اعیان باطل ہے تو یہہ
اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اسیطرح در صورت ابرا ابن سماعہ کے بہی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اس کا جواب شارح نے اپنے اس
قول میں دیا وقولهم الابراء عن الاعيان باطل معناه بطل الابراء عن دعوى الاعيان ولم تصر ملكا للمدعى عليه ولذا لو ظفر
بتلك الاعيان حل له اخذها لكن لا تسمع دعواه الا في الحكم اور فقہا کا یہہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے سو مطلب اوسکا یہہ ہے کہ
دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور وہ اعیان اس ابرا سے مدعا علیہ کی ملک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسیواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کر چکا ہے
پا جاوے تو اوسکو اون کا لینا جائز ہے لیکن اوس کا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہو گا ہم بہتر یہہ تہا کہ شارح یوں کہتا بطل الابراء عن الاعيان اور دعوی
الاعیان نکہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہے چنانچہ مذکور ہو گا اور جواب یہہ ہے کہ بطلان برات عن الاعیان کا مطلب یہہ ہے کہ ابرا

اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہوجاتے ہیں تو مدعی کو اوس کا لینا حلال ہے اگر پاجاوے اور بطلان مذکور کا یہہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا
بعد الابراء صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا الصُّلحُ علٰی بَعضِ الدَّینِ فیصحُّ ویَبرأُ عن دعوی الباقی ای قضاءً لا دیانةً فلَو ظفر بہ اخذہ
قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ
ہوجائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجاوے تو اوسکو لیلیگا اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکام
دین میں ہے اور ہمنے اوسکو شرح ملتقے میں تحقیق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہے اور وہ تو
بلاخلاف مطلقا صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان سے ہے تو اگر اعیان مغصوبہ ہلاک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں تو براءت
عن الاعیان کا مطلب یہہ ہے کہ اوسکے تاوان سے براءت صحیح ہے اگر ہلاک ہوجائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگی کہ اون پر ضمان نہیں الا
تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو براءت صحیح نہیں دیانۃً تا یہہ کہ جب مالک اونکو پاجاوے تو اونکو لے مگر قضاءً براءت صحیح ہے تو قاضی مدعی کا
دعوی بعد براءت کے نہ سنیگا اور اسیکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقے میں ہے کذا فی الطحطاوی وصحّ الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرارٍ او بمنفعة
اور صحیح ہے صلح مال کے دعوے سے مطلقا اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوے مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر کی موجر سے
جبکہ موجر اجارے کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃٍ عن جنسٍ آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوے سے اگرچہ صلح
بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مرّ وعن دعوی الرِّقّ اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر
دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے اور اوس نے کچھہ مال دیکر صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علی مالٍ ویثبت الولاء لو باقرارٍ والّا لا الّا ببیّنة درر اور
صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھیریگی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوے سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار
مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہوں سے کذا فی الدرر قلتُ ولا یعود رقیقا بالبیّنة وکذا فی کلّ موضعٍ اقام بیّنة بعد
الصلح لا یستحق المدّعی لانّہ باخذ البدل باختیارہ نزل بائعا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہو جائیگا
اور اسیطرح ہر جگہہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھیرا دیا گیا ہمکو یاد رکھنا
چاہیے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوّجة اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا
دعوی کیا اور اوس عورت نے کچھہ دیکر صلح کرلی تو صحیح ہے اور اگر اوس کا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعا
ولا یطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹھیریگا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہوگا ہم عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں
بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہہ حکم جاری ہے کذا فی الطحطاوی ویحلّ لہا التزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطے
عدم دخول کے ولو ادّعتہ المرأة فصالحہا لم یصحّ وقایہ ونقایہ ودرر وملتقی وصحّحہ فی المجتبی والاختیار وصحّح الصحة فی درر
البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھہ مال دیکر صلح کرلی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ والنقایۃ
والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں ولو قتل العبد المأذون رجلا
عمدا لم یجز صلحہ عن نفسہ لانّہ لیس من تجارتہ فلم یلزم المولی لکن یسقط بہ القود ویؤاخذ بالبدل بعد عتقہ اور اگر
عبد ماذون لہ فی التجارة نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا تو اوس کو صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اسواسطے کہ
صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہہ صلح اوسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ
اوس سے ہوگا بعد اوسکے آزاد ہونیکے ولو قتل عبد لہ ای للماذون رجلا عمدا وصالحہ الماذون عنہ جاز لانّہ من تجارتہ
اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمدا مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کے طرف سے صلح کرلی اولیای مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اوسکی

تجارت کے باب سے ہی یعنی اسواسطے کہ استخلاص اوس کا اوسکی خرید اری کے مانند ہی توجیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کرکے
اوسکی جان بچانا بھی جائز ہی والمکاتب کالحر ۱ اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہی جواز صلح مین اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولے کے تصرف
خارج ہی والصلح عن المغصوب الھالک علی اکثر من قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک کی
اکثر پر اوسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونیسے پہلے جائز ہی جیسے مغصوب سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلا ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہی
غصب کیا اور وہ غلام مر گیا پھر ہنوز قاضی نے اوسکی قیمت دینے کا حکم نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اوسکے مالک سے صلح کرلی تو یہہ جائز ہی
امام کے نزدیک جیسے اسباب پر صلح جائز ہے خواہ اوسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل بینۃ الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمتہ
اقل مما صالح علیہ جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ
سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منہ بشیئ لو تصادقا بعدہ انہا اقل ۱ اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ
سے جبکہ رجوع نہین اگر دونوں بعد صلح کے اتفاق کرین اسپر کہ قیمت کمتر ہی مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق موسر عبدا مشترکا فصالح الموسر الشریک
علی اکثر من نصف قیمتہ لا یجوز لانہ مقدر شرعا فیبطل الفضل اتفاقا اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک
سے غلام کی نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہین اسواسطے کہ عتق مین قیمت ہی شرعا مقدار او منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی
باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کالصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمۃ المغصوب بعد القضاء بالقیمۃ فانہ لا یجوز لان تقدیر
القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولے مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین اسواسطے کہ قاضی کا قیمت ٹھیرانا شارع کے
ٹھیرانیکے مانند ہی یعنی اسواسطے کہ قاضی اجرای احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہی واللہ تعالے اعلم وکذا لو صالح بعرض صح ۱ وان کانت القیمۃ اکثر
من قیمۃ المغصوب تلف لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب در متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب ہالک سے زیادہ ہو
بسبب عدم ربا کے اسواسطے کہ ربا متحقق نہین ہوتا ہی درصورت اختلاف جنس وصح فی الجنایۃ العمد مطلقا ولو فی نفس مع اقرار باکثر من
الدیۃ والارش ۱ و باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہی جنایت عمد مین مطلقا اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ اکثر دیت اور ارش
یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا کے عمد مین مطلقا صلح درست ہی خواہ عمد نفس مین ہو خواہ مادون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے
ہمین قلت اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہین تو ربوا اسمین متحقق نہین وفی الخطا کذا لک لا تصح
الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطا مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرھا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا
مین اسیطرح یعنی اگرچہ خطا نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعا معین اور مقرر ہی تو
اگر مقادیر دیت کی سوا غیر سے صلح کی تو صحیح ہی اسیطرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہی اور
ثانی سے مصالح علیہ ہے خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درہم مقرر ہے تو اس پر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلا دو سو اونٹ
یا دو ہزار دینار یا بیس ہزار درہم پر جائز نہین جیسے دعوی دین مین جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر مذکورہ کے سوا کسی چیز پر صلح کی
چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر تو بشرط اتحاد مجلس جائز ہی وبتعیین القاضی احدھا یصیر غیرہ کجنسہ فلو قضی بالمئۃ ابل
مثلا لم تجز الزیادۃ اور تعیین قاضی سے ان مقدار مین سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کردینے سے اوسکے سوا اور مقدار اوسکی جنس کے مانند ہو جاتی ہی یعنی اگر قاضی نے مثلا دیت خطا مین سو اونٹ کا حکم دیا
پھر دعاعلیہ نے مقادیر دیت سے اوسکی جنس پر صلح کی زیادہ کرے مثلا دو سو دینار پر یا بیس ہزار درہم پر صلح کی تو جائز نہی اسواسطے کہ اونٹ اگرچہ
بحکم قاضی حق متعین ہوگیا تو دینار اور درہم اوسکے مانند ٹھیرے کہ دوسری جنس کے مانند تو حاصل یہ کہ الحاد فی قسم ممکن ہو گیا کذا فی المنح وتمامہ فی الخلاصۃ
تتمۃ لا تلزم الدیۃ فی الخطا و یسقط القود بالصلح علی خمر اسلام با پھیر البیہ احتیار ا ور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہی تو اب اوسکی

لازم ہو گی اور قصاص ساقط ہو گا یعنی عمد مین بسبب نہونے اوس چیز کے جسکے طرف رجوع کیجاوے کہ ملنے الاختیار وکّل زیدٌ عمروًا بالصلح عن دم عمدٍ
او علی بعض دینٍ له علیه علی آخر من مکیلٍ او موزونٍ لزمه بدله الموکّل لانه اسقاط فکان الوکیل سفیرًا وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد
کی صلح کرنیکا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دینا کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر من جملہ مکیل اور موزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہو گا اسواسطے کہ وہ
اسقاط ہی یعنے اسقاط قصاص ہے قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھیرا نہ عاقد یہہ اوس صورت مین ہی جب کہ توکیل قاتل کے
طرف سے صادر ہوئی ہو نہ ولی مقتول کے طرف سے کیونکہ وہ جبکہ ہو تو اوسکو یون نہین کہہ سکتے کہ بدل صلح اوسکو دینا لازم ہے اور اسیطرح مسئلہ
دین مین مدعی کے طرف سے توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی موکل ہے تو بدل صلح اوسکو کیونکر لازم ہوگا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تھا او علی بعض دینٍ
علیه آخر کذا فی الطحطاوی الا ان یضمنه الوکیل فیؤاخذ بضمانه کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مالٍ بمالٍ عن اقرارٍ فیلزم الوکیل لانه حینئذٍ
کبیعٍ مگر یہہ کہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونیکے سبب سے نہ وکیل ہونیسے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے عوض
مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ صلح اوس وقت بیع کے مانند ہے یعنے اور بیع مین وکیل کے طرف حقوق راجع
ہین اما اذا کان عن انکارٍ لا یلزم الوکیل مطلقًا بحر ودرر اور اگر صلح ہوا انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقًا لازم نہین کذا فی البحر والدرر ھم مطلقًا
وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد مین ہو خواہ دین خواہ اوسکے غیر مین کذا فی الطحطاوی صالح عنه فضولیٌّ بلا امرٍ صحّ ان ضمن المال او اضاف الصلح
الی ماله او قال علی هذا او کذا او سلّم المال صحّ وصار متبرعًا فی الکل الا اذا ضمن بامرٍ عزمی زاده مصالحہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کیجانب
سے بدون اوسکے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح تلے بدل صلح کو اپنے مال کے طرف نسبت کرے یا یون کہے نقد یا جنس کیطرف اشارہ
کرکے کہ صلح کرتا ہون اس پر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلاً ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی متبرع ہو جائیگا سب صورتون مین مگر جب
ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع نہو گا کذا فی عزمی زادہ ھم اضافت کے مالکی یہہ صورت ہے کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجھسے ہزار درم
اپنی مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے والا تسلیم فی الصورة الرابعة فهو موقوف فان اجازه المدعا علیه جاز
ولزمه البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نکرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہے سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے اور اوسکو بدل
صلح لازم ہے اور اگر جائز نرکھے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسة کالصلح اور خلع جمیع مذکورات مین احکام خمسہ
صلح کی مانند ہے یعنی جب کہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کے طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اوسکو اپنے مال کیطرف
نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہین تو
عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادّعی وقفیّة دارٍ ولا بینة له فصالحه المنکر لقطع الخصومة جاز وطاب له البدل لو صادقًا فی
دعواه وقیل قائله صاحب الاجناس لا یطیب لانه بیعٌ معنًى وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور
مدعی کے گواہ نہین پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اوس سے صلح کرلی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے اگر وہ اپنے دعوے
مین سچا ہو اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس ہے کہ بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہہ صلح حقیقت مین بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلحٍ
بعد صلحٍ فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے ھم صلح ثانی اوس وقت باطل ہے جب کہ صلح سبیل الاسقاط ہوا اور جب کہ
عوض پر صلح ہو پھر دوسرے عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہوا اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح
بعد النکاح والحوالة بعد الحوالة والصلح بعد الشراء اور اسیطرح نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خریدکے باطل ہے ھم مسئلہ
نکاح خلافی ہے جامع الفصولین مین ہے ایک عورت سے نکاح کیا مہر ہزار درم پھر اوس سے نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہو گا اور بعضون نے
کہا ہزار کا مہر ثابت ہو گا انتہی اور منیہ مین ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونون تسمیہ ثابت ہین قول اصح یہی ہے کذا فی

حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد الشراکی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گہر دوسرے سے مول لیا پہر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گہر میری ملک ہے سو
بائع نے اوس سے صلح کی تو یہہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پہر دعوی اور صلح بعد اوسکے
صریحا مناقض ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہے کذا فی الطحطاوی ثم الاصل ان کل
عقد اعید فالثانی باطل الا فی ثلثۃ مذکورۃ فی بیوع الاشباہ الکفالۃ والشراء والاجارۃ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی
وغیرہ کا یہہ ہے کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی باطل نہیں
یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور عقد اجارہ تو اونکے طرف مراجعت کرنا چاہیئے ہم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پہر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہے
اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہو گا چنانچہ فتاویہ میں ہے اور شرا میں شرط یہہ ہے کہ ثمن اول کے مغائر ہو مستلزم کہ اوس سے زیادہ
ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہو گا اور ثانی معتبر ہو گا اور اگر عقد ثانیہ ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہو گا والاجارۃ مثلہ فی القیاس کذا فی الطحطاوی
اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ مدعی علیہ
گواہ قائم کیئے بعد اوس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تہا قبل صلح کے کہ میرا کچہہ حق نہیں فلانے کے جانب تو صلح جاری اور نافذ
ہو صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ لاحقہ کے کہ اوسمیں مدعی کا یہہ اقرار ہے کہ وہ
مبطل ہے اپنے دعوی میں ولو قال المدعی بعدہ ماکان لی قبلہ قبل المدعا علیہ حق بطل الصلح بحر قال المصنف وہو مقید لاطلاق
العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کے جانب کچہہ حق نہیں تو صلح باطل ہو گی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ بحر الرائق کی روایت
اطلاق عمادیہ میں قید کی لگانے والی ہے ہم عمادیہ کی عبارت یہہ ہے ادعی بکر فصالحہ ثم ظہر بعدہ ان لا شیئ علیہ تبطل الصلح انتہی یعنی بکر نے
دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اوسپر کچہہ حق نہیں تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد الصلح میں یہہ قید ہے کہ ظہور عدم
حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اوس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن
دعوی البزازیۃ انہ لو ادعی الملک بجہۃ اخری لم یبطل فلیحفظ پہر مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی
ملک کا دعوی کرے دوسری جہت سو تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیئے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہہ ہے
کہ بطلان صلح اوس وقت ہے جب ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پہر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں اور اگر کہے کہ میرا حق
نہیں بطریق میراث کے پہر دعوی کرنے کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچہہ حاجت نہیں کہ بزازی
نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہے تو اسمیں کچہہ اشکال نرہا والصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ
ما یمکن تصحیحہا بحر اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح ہے اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعوی فاسدہ وہ ہے جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر ہم دعوی
فاسدہ وہی ہے جسمیں تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوی بدفع تناقض ہے مثلا اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا جو مسلمان سے ہو تو باطلہ وہ ہے جسکی
تصحیح ممکن نہیں اور منجملہ دعوی باطلہ صلح سے دعوی حد ہے اور دعوی اجرت نائحہ یا مغنیہ یا تصویر محرم ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ان
الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی مجہولۃ فجائز فلیحفظ اور اشباہ میں تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی
فاسدہ کے فاسد ہے مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا مقصد تحریر وہی ہے جو ماتن نے بہ تفصیل ذکر کی کہ دعوی
فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ … میں مذکور ہے کہ علما … کا فتوی اسپر ہے کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں
اوسپر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور ہوا کہ جس میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے لکہتے وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ
الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی لما عقد لہ صدر الشریعۃ اخر الباب واقرہ ابن الکمال وغیرہ فتامل

الاستحقاق کتاماً فراجعه اور بعضون نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اوسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو
تو صلح صحیح ہی بطلان دعوی کے ساتھہ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اسپر اعتماد کیا ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو ابن کمال وغیرہ
نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اوسکے طرف منسوب کرنا خطا دی سے کہا تجھکو قول صحیح بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل
پکڑی ہی کہ جب حق مجہول کا ایک گہر میں دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول میں صحیح
ہوا اسواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول کے معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعة
وحق وضع الجذوع علی الاصح اور صحیح ہی صلح دعوی حق شرب اور حق شفعہ اور دیوار پر دہنیاں رکہنے کے حق سے بقول اصح ہم شرب بکسر
اول عبارت ہی پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہان مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اسواسطے
کہ حق شفعہ مال نہیں جسکا معاوضہ درست ہوا اور یہان مراد یہ ہے کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو درصورت
عدم بینہ مدعی قسم کہانی نپڑے والاصل انه متی توجهت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراهم جاز حتی فی دعوی
التعزیر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب درر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کے
جانب کسی حق میں ہو سوا وسنے یمین کے بدلے درم دیئے تو جائز ہے یہان تک کہ دعوی تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد
اور نسب کے کذا فی الدرر ہم دعوی تعزیر کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوسنے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجھکو عیب لگایا
اور یہہ قسم مدعا علیہ پر عاید ہوئی سوا وسنے قسم کے بدلے درم دیئے تو بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہہ صورت ہی کہ مثلاً عورت نے دعوی
کیا کہ یہہ بیٹا ہی اوس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہیں الصلح ان کان بمعنی المعاوضة بان
کان دیناً بعین ینتقض بنقضهما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنے معاوضہ ہو اسطرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی
ہی دونون کے توڑ دینے سے یعنی متصالحین کے فسخ کر دینے سے وان کان لا بمعناها ای المعاوضة بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض
فلا تصح اقالته ولا نقضه لان الساقط لا یعود قنیة وصیرفیة فلیحفظ اور اگر صلح بمعنے معاوضہ نہو بلکہ بمعنے استیفای بعض حق
اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اوسکا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پہر آتی کذا فی القنیۃ والصیرفیۃ تو اسکو یاد
رکہنا چاہیئے ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منها ابداً او صالح علی دراهم الی الحصاد او صالح مع المودع بعد دعوی
الهلاک لم یصح الصلح فی الصور الثلث سراجیة اور اگر گہر کے دعوی سے صلح کی اوسمین ایک کوٹہری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی
درمون کے دینے پر کہیتون کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بعد دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینون صورتون میں کذا فی
السراجیة قید بعدم دعوی الهلاک لانه لو ادعاه وصالحه قبل الیمین صح به یفتی خانیة مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ کر لے قبل قسم کہانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیۃ قا
یصح الصلح بعد حلف المدعا علیه قطعاً للنزاع باقامة البینة اور صلح مدعا علیہ کے قسم کہانے کے بعد صحیح ہے تا کہ گواہ لانے سے جہگڑا قطع
ہو جاوے یعنی صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تا کہ مدعی گواہ لاکر پہر جہگڑا قائم نکرے ولو برهن المدعی بعده علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی
الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضه ثم وجد البینة فانها تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول
نہیں مگر وصی کے دعوی میں یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جب کہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پہر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ
پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبی فاقامها تقبل وکذا لو طلب یمینه لا یحلف اشباه اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پہر اوسنے گواہ قائم کئے تو
بعد صلح کے گواہ مقبول ہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجائے تو قسم نلی جاویگی کذا فی الاشباہ علم طلب بصیغہ مجہول ہے یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ

یتیم چاہی یا یتیم قسم چاہی بعد بلوغ کے تو قسم لی جائیگی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ و قیل لا جزم بالاول فی الاشباہ و بالثانی فی السراجیہ
ذکرھما فی القنیۃ مقدما للاول اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں
اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں اور دونوں قولوں کو قنیہ میں ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کرکے ھم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا
قول ہے چنانچہ معین المفتی میں ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہے امام سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون
اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفھم المتاخرون والاول اصح بزازیۃ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کا
دعوی سے دعوی یعنی مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک اور علمای متاخرین اونکے مخالف ہیں اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیۃ بخلاف
طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانہ اقرار کذا فی الاشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ
اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ ھم وجہ اوسکی یہہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح
عن الحق یا ابراء عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہے صالح عن عیب او دین وظھر عدمہ او زال العیب بطل الصلح وھذا کذا فی
الاشباہ و درر صلح کی بائع نے بیع کے عیب سے یا مدیون سے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب بیع کا دور ہوگیا تو صلح باطل ہوگی
اور اسکو پھیر دے جسکو اوس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر

فصل فی دعوی الدین

یہہ فصل ہے دعوی دین میں الصلح الواقع علی بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا صلح کہ واقع ہو اوس
مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ لینا ہے بعض حق کا اور باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہے
بیاج کے سبب سے یعنی اوسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ کمی اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہیں اور یہ تاویل تصحیح عقد کا
صحت پر محمول ہے و حینئذ فیصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ اور اس وقت میں یعنی جب کہ صلح مذکور
اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھیرا نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو بلا مدت پر ھم بدل
صلح سے یہاں بدل ظاہری مراد ہے جسقدر پر صلح واقع ہوا اور حقیقت یہاں بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہہ مثال فقط اسقاط بعض
حق کی ہے او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہے ہزار موجل پر ھم اس مثال میں وصف حلول کا اسقاط ہے و عن الف جیاد علی
مائۃ زیوف یا اور صلح صحیح ہے ہزار کھرے درہم سے کھوٹے سو درم پر ھم اس مثال میں مقدار اور وصف دونوں کا اسقاط ہے ولا یصح عن
دراھم علی دنانیر مؤجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہ ہونے جنس کے درہم
کا عقد صرف ٹھیرا تو بطریق نسیئہ جائز نہوگا ھم یعنی دینارین کی جنس نہیں ہے کہ اخذ بعض حق ٹھیرکے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہہ معاوضہ ہی عقد صرف کا
تو مدت صحیح نہوگی او عن الف مؤجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہیں ہزار درم موجل سے پانچ سو
درم بلا مدت پر مگر مولی کی صلح میں اپنے مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی ھم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف معجل کا لینا عوض
ہوا اجل کا اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولی کے اسواسطے کہ احسان مولی کا ظاہر تر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او
عن الف سود علی نصفہ بیضاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منھما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہیں
ہزار سیاہ درہم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ احسان اگر دائن کے طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونو
کے طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے ھم دائن کا احسان یہہ کہ اوس پر صلح کرے جو اوسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں
اور دائن اور مدیون کا احسان یہہ کہ صلح میں وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہیں چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی
یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھیرا تو معاوضہ کا حکم اوسمیں جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ

فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی المحیط ادی قال لغریمہ اد الی خمسمائۃ غدا من الالف لی علیک علی انک برئ من النصف الباقی
فقبل وادی فیہ برئ وان لم یؤدہ ذلک فی الغد عاد دینہ کما کان لفوات التقیید بالشرط داین نے اپنے مدیون سے
کہا کہ تو میرے پاس پانسو کل ادا کر ہزار سے جو میرے تجھ پر ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائیگا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا
اور ادا کیے پانسو ادا کئے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اوس پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اوس کا دین پورا پھر آویگا چنانچہ پہلے شرط کے تہا بسبب
فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلفظ علی تو گویا داین نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی
براءت میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہوگی و وجوہہا خمسۃ ہکذا ہذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابراء
مطلق اور اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں ایک ان میں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر داین نے کل کی قید نلگائی
تو عدم ادا سے دین اعادہ نکریگا اسواسطے کہ وہ مطلق ابرا ہے ہم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ داین نے مدیون سے کہا کہ مجکو پانسو دے ہزار سے اس پر کہ
تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا نکریگا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابرای مطلق ہے یہہ ابرای مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت
معین نکیا تو ادا سے غرض صحیح نرہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو براءت مقید بادا نرہی والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ
علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا وہو برئ مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کما قال لانہ
صرح بالتقیید اور تیسری صورت یہہ ہے اسیطرح اگر داین مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون
زائد از نصف سے بری ہے اس شرط پر کہ اگر اوسکو کل ندی تو تمام اوس پر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ داین نے کہا اسواسطے
کہ اس قول میں براءت کی صریحا تقیید ہے ہم تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا
نکریگا تو سب دین اوس پر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایۃ والرابع فان ابرأہ عن نصفہ علی ان یدفع الیہ ما بقی غدا فہو برئ ادی الباقی
فی الغد او لم یؤد لانہ بدأ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہہ ہے سو اگر داین نے مدیون کو بری کردیا نصف دین سے اس شرط پر کہ وہ اوسکو باقی نصف
کل دیدے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نکرے اسواسطے کہ داین نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق
بصریح الشرط کان ادیت الی کذا او اذا او متی لا یصح الابراء لما تقرر ان تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ
اور پانچویں صورت یہہ کہ اگر داین ابرا کو صریح شرط کے ساتھہ معلق کرے چنانچہ یوں کہے کہ اگر تو مجہکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا
صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتھہ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے ہم یعنے اگر یوں کہے کہ اگر تو مجہکو اسقدر دے
تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ابرا میں تملیک اور اسقاط دونوں معنے ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھہ منافی نہیں اور
تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنے بحرف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہو
چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابرا صحیح ہے کذا فی شرح الوقایۃ ہو توضیح وان قال المدیون لاخر سرا لا اقر لک بمالک
حتی تؤخرہ عنی او تحط عنی ففعل الدائن التأخیر او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی داین سے مخفی کہا کہ میں
تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجکو تاخیر ندے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نکر ڈالے سو داین نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح
ہو یہہ مسئلہ اسواسطے کہ مدیون داین پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کرسکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے
پورا دین نہیں لیسکتا کذا فی المنح ولو اعلن بما قالہ سرا اخذ منہ الکل للحال اور اگر اعلانیہ کہا وہ قول جو مخفی کہا تو داین مدیون سے پورا دین فی الحال
ہم اعلان سے مراد یہہ ہے کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اوس لوگوں کے سامنے کی اور یہہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرنے پھر اعلان کیا
اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان میں پورا دین اوسوقت فی الحال لیگا جب کہ داین ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کہہ کہ دیگی علانیہ یا اقرار نکریگا تو

صحیح ہوگا بلکہ اعلان اوسے ہی خاص ہے ولو ادعی الفا وجحد فقال اقرر لی بها علی ان احط منها مائة جاز بخلاف علی ان اعطیک مائة
لانه رشوة اور اگر دائن نے ہزار کا دعوی کیا اور مدیون اوس کا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ مین ہزار سے سو کم کر ڈالونگا
تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجھکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہہ رشوت ہے ولو قال ان اقررت
لی حططت لک منها مائة فاقر صح الاقرار لا الحط مجتبی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرے واسطے ہزار
کے سو کم کر ڈالون پہر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبی ھ اسواسطے کہ ابرا بشرط صریح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ
کہ اوسمین تعلیق معنوی ہے نہ صریح الدین المشترک بسبب متحد کثمن مبیع بیع صفقة واحدة او دین موروث او قیمة مستهلک
مشترک اذا قبض احدهما شیئا منه شارکه الآخر فیه ان شاء او اتبع الغریم کما یأتی جو دین کہ مشترک ہے دو شخصون مین ایک ہی سبب سے
چنانچہ ثمن اوس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا موروث ہو یا تلف مشترک کی قیمت ہو جب کہ ایک شریک دین مشترک
سے کچہہ لیگا تو دوسرا شریک اوسمین شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچہا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ھ ثمن مبیع مثل
ہے اوس صورت کو جب کہ دونون شریک مبیع مین شریک ہون اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہون اسطرح پر کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز
علحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو
شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتہہ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اوسی مرد کے ہاتہہ اپنا حصہ بہی پانسو کو بیچا
اور ایک چٹہا ہزار درم کا لکہا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوض مین شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف ہے اور مشارکت مین یہہ
ضرور ہے کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص بیع بصفقہ واحدہ کرین اس پر کہ ثمن مین سے فلانے کا حصہ پانسو
ہے اور فلانے کا حصہ پانسو درم ہے پہر ایک شخص آدہے مین سے کچہہ قبض کرے تو دوسرے کی اوسمین مشارکت نہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ بائعون کے
حق مین تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وحینئذ فلو صالح احدهما عن نصیبه علی ثوب ای علی جنس خلاف الدین اخذ
الشریک الآخر نصفه الا ان یضمن له ربع اصل الدین فلا حق له فی الثوب اور اسوقت مین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک
کپڑے پر یعنی خلاف جنس دین پر تو دوسرا شریک اوس کپڑے کا آدہا لیگا مگر یہہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی
چوتہائی کی ضامنی کرے تو اب اوسکا حق نرہیگا کپڑے مین ھ مثلا اصل دین چار درم تہا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک
شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑا لیگا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک
کا کپڑے مین حق باقی نرہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفه شیئا ضمنه الشریک الربع لقبضه النصف بالمقاصة او اتبع غریمه
فی جمیع ما مر لبقاء حقه فی ذمته اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نکیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچہہ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے
شریک کو ربع دین کا تاوان دیگا بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن مین
یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنی مسئلہ صلح اور مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنے اوسکے حق کے مدیون کے ذمے پر
اذا ابرأ احد الشریکین الغریم عن نصیبه لا یرجع لانه اتلاف لا قبض اور جب کہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کردیا اپنے حصے سے
تو شریک ثانی اوس سے ربع دین کو نہ پہیریگا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور مواخذہ شریک کا قبض پر ہے نہ اتلاف
پر [illegible] وکذا الحکم ان کان للمدیون علی احدهما دین قبل وجوب دینهما علیه حتی وقعت المقاصة بدینه السابق لانه
قاض لا قابض اور یہی حکم عدم رجوع کا ہے اگر مدیون کا ایک شریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون شریکون کے دین
کے اوس پر یہانتک کہ مقاصہ واقع ہوگیا ہو اوسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض ھ اور مشارکت [illegible]

مقبوض میں ثابت ہوتی ہے نہ ادائی دین میں تو دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اسکا مقاصہ
بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمیں شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الشریک المدیون عن البعض قسم الباقی علی سہامہ اور اگر ایک
شریک مدیون کو بری الذمہ کردے بعض دین سے تو باقی دین اوسکے سہام پر مقسوم ہوگا ھ مثلاً اگر دونوں شریکوں کے مدیون پر بیس درم ہوں
اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کردے تو اوس کا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہے گا اور شریک ساکت کو دس درم کا وکذا
المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہے ھ مقاصہ اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم
مجرا ہوگئے اوسکے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے ہوگی یعنے شریک مدیون پانچ درم پاویگا اور دوسرا شریک دس
ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے ھ امام کے
نزدیک تاجیل احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہوا اور محمد سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول
کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب کالاستیفاء وکذا الاستیجار بہ لا التزوج بہ والصلح عن جنایۃ
عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ دلینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ھ یعنی اگر احد الشریکین کوئی
چیز مدیون کی غصب کرے اور وہ اوسکے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھیریگا تو دوسرا شریک اوس میں شریک ہوگا و علی ہذا القیاس استیجار اور
اگر مدیون سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھیرے گا اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ میں یہ اتلاف ہے تو شریک ثانی اوسمیں رجوع نہیں
کرسکتا اور جنایت عمد کی صلح میں اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ مقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک نے اتلاف نہوا بخلاف جنایت خطا کے وہ موجب
اموال ہے تو جنایت خطا کی صلح میں قابض ٹھیریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلۃ اختصاصہ بما قبض ان یہبہ الغریم قدر دینہ ثم یبرئہ
شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اوسکے دین کے ہبہ کردے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے ھ مثلاً ایک شریک کا دین مدیون
پر چالیس درم ہے تو اگر مدیون اوس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اس چالیس درم میں شریک ثانی کی
شرکت نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہے نہ دین او یبیعہ بہ کفا من تمر مثلاً ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ ومرت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے
ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین ہی یعنی جسقدر اوسکا حصہ ہے اتنا کھجور کا ثمن ٹھیرادے پھر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ
اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکہ میں یعنی اگر اوس کا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کردے تو اب جو مدیون دوسرے
شریک کو دیگا وہ ثمن مبیع ٹھیریگا نہ اوسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من رأس المال ان اجازہ
الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل ھ دو رب السلم میں سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کی اپنے
حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اوس مال پر جو دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہوگی اور اگر
شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائیگی اسواسطے کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل
ھ یعنی جب کہ دو شخصوں نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہوں میں اور راس المال بیس درم ہے اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے
دس من گیہوں سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیئے تھے سو اوس سے لیئے تو یہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہیں بلا اجازت
شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونوں میں مشترک ہونگے اور جو سلم باقی رہیگی وہ بھی دونوں میں مشترک
ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونوں کے حصے میں بدون رضا ہی شریک ثانی کے صلح صحیح نہیں ہوسکتی اور اگر فقط مصالح
کے حصے میں جائز کہیے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ حصہ صاحب اوسکے حصے کی بلا تمیز نہیں ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور
نہیں کذا فی الدرر شرح ہندیہ و توضیح لعدم لو کانا شریکی مفاوضۃ جاز مطلقاً بحر ہاں اگر دونوں رب السلم شریک مفاوض ہوں تو مطلقاً جائز ہے

كذا في البحر جس طحطاوی مین ہے کہ بحر الرائق مین یون ہی کہ جائز ولو فی الجمیع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جمیع مسلم فیہ مین لیکن موہم یعنی جواز مخصوص بنصیب مصالح نہین بلکہ جب
وہ سبب مین فسخ کر ہو تو جائز ہے

فصل فی التخارج

یہہ فصل ہے تخارج کے احکام مین هم تخارج خروج سے ہی اصطلاح شرع مین تخارج اس سے
عبارت ہے کہ وارث آپس مین اتفاق کرین کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھہ مال معین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثة احدهم عن
التركة وهي عرض او هي عقار بمال اعطوه له او اخرجوه عن تركة هي ذهب بفضة دفعوها له او على العكس او عن نقدين بهما
صح في الكل صرفا للجنس بخلاف جنسه خارج کردیا وارثون نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہی یا کہ وہ زمین اور باغ ہے بعوض
اوس مال کے جو اوسکو انہون نے دیا یا وارثون نے اوسکو نکالا اوس متروکہ سے جو سونا ہی بعوض چاندی کے کہ انہون نے اوسکو دی یا بالعکس یعنی اسکے
کہ چاندی ہو سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونا جیسے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کے طرف پھیر کر
صرف جنس بخلاف جنس یہہ علت ہے تخارج عن النقدين بنقدين کی قل ما اعطوه او كثر لكن بشرط التقابض فيما هو صرف جو مال کہ وارثون
نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر ہر صورت تخارج صحیح ہے لیکن تقابض البدلين اوس تخارج مین جو منجملہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج
چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفي اخراجه عن نقدين وغيرهما باحد النقدين لا يصح الا ان
يكون ما اعطى له اكثر من حصته من ذلك الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے
تخارج صحیح نہین مگر یہہ کہ جو سونا یا چاندی اوس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اوسکے حصے سے اوس جنس مین سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو یعنی اگر
متروکہ مین درم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے مین مثلا دس درم ہوتے ہون تو عوض اوسکا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم
عوض سے اوسکے حصے کے برابر ہوجاوین اور باقی درم باقی متروکہ متاع و درم کے مقابلہ مین پڑین اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہون یا کم یا کچھ
وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہی سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدين عند الصلح وعلمه بقدر نصيبه شرنبلالية
وجلالية اور ضرور ہی موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز
مطلقا لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہونے سے وكذا لو انكروا ارثه لانه حينئذ ليس ببدل بل لقطع
المنازعة اور اسیطرح مطلقا صلح جائز ہی اگر وارث منکر ہون اوسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت مین جو وہ دین بدلا نہین بلکہ دینا قطع نزاع کے
واسطے ہی وبطل الصلح ان اخرج احد الورثة وفي التركة ديون بشرط ان تكون الديون لبقيتهم لان تمليك الدين غير
من عليه الدين باطل اور صلح باطل ہی اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ متروکہ مین دیون ہین اس شرط سے کہ دیون باقی
وارثون کے واسطے ہین نہ خارج کئے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے هم جب وارث خارج نے دیون کو
باقی وارثون پر چھوڑا تو اوس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اوسکو مالک کرنا باطل نہین
جسپر دین ہی ثم ذكر صحته حيلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منه اى من حصته لانه تمليك الدين ممن عليه الدين فيسقط
قدر نصيبه عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کے حیلے اور تدابیر مذکور کین سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کرین
صلح مین ابرا مدیونون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہی مصالح کا دین مین اوسکو وہ معاف کردین تو صحیح ہے اسواسطے کہ اس ابرا مین مالک
کرنا ہی دین کا اوسکو جسپر دین ہی اور یہہ صحیح ہے تو بقدر اوسکے حصے کے دین ساقط ہوگا مدیونون سے هم اس حیلہ مین باقی وارثون کا فائدہ
یہہ ہی کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہہ نہین کہ اوسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہوگیا کذا فی صدر الشريعة ۱۲ وقضوا نصيب
المصالح منه اى الدين تبرعا منهم واحالهم بحصته یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اونکے
جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر جسنے وارثون کو اپنا حصہ دلا وے مدیونون سے هم اس حیلہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہے

سو یہہ طور کہ نقد بہتر ہی نسبیۃ سے کذا فی معراج الدرایہ او قرضوہ قدر حصّتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالھم بالقرض علی الغرماء
وقبلوا الحوالۃ وھذا احسن الحیل ابن کمال یا باقی ورثہ مصالح کو قرض دین بقدر اوسکے حصہ کے دین سے اور صلح کرلین مصالح سے دین کے سوا
اور ترکہ سے بعوض اوس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہو اور مصالح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونون پر اور بقیہ ورثہ اس حوالہ کو قبول کرلین
اور یہہ حیلہ بہتر ہی اور حیلون سے کذا ذکرہ ابن کمال ھم اسواسطے کہ حیلہ اولے مین مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا
ضرر ہی احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی والاوجہ ان یبیعوا کفا من تمر ونحوہ بقدر الدین ثم یحیلھم علی الغرماء ابن ملک اور اوجہ
حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثون کے واسطے یہہ ہی کہ ورثہ مصالح کے ہاتہہ مٹھی بہر کہجور یا مانند اسکے بیچین بقدر اوسکے دین کے پہر مصالح
اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونون پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ھم اس وجہ مین بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہی لیکن مصالح کا نقصان ہی صریح
وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجھولۃ اعیانھا ولا دین فیھا علی مکیل او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار
شبھۃ الشبھۃ اور جس ترکہ کے اعیان معلوم نہین اور اوسمین دین نہین اوسکی صلح کے صحیح ہونے مین مکیل اور موزون پر خلاف ہی اور قول صحیح صحت
صلح کا کذا فی الزیلعی بسبب معتبر ہونے شبہۃ الشبہہ کے شارح نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہی ھم یعنی جب ترکہ مین دین نہو اور اعیان اوسکے
معلوم نہون اور مکیل یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اوسکی صحت مین خلاف ہے فقیہ ابوجعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہی اور ظہیر الدین مرغینانی
عدم صحت کا قائل ہی بعلت شبہہ ربوا کے وجہ صحت یہہ ہی کہ یہہ سود کا شبہۃ الشبہہ ہی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ترکہ مین مکیل یا موزون ہو بر تقدیر اوسکے
ہونیکے پہر یہہ احتمال ہو کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہوا اور عدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہے نہ شبہۃ الشبہہ وقال ابن الکمال
ان فی الترکۃ جنس بدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز
نہین اور اگر ہم جنس نہین تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اوس صورت مین خلاف ہی ولو الترکۃ مجھولۃ وھی غیر مکیل او موزون
فی ید البقیۃ من الورثۃ صح فی الاصح لانھا لا تفضی الی المنازعۃ لقیامھا فی یدھم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضھا لم یجز ما لم یسلم
جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور اگر ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اسواسطے کہ
جہالت اوسکی موجب نزاع نہین بسبب قبضہ ہونے ترکہ کے بقیہ ورثہ کے ہاتہہ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جبتک
کہ تمام مقبوضہ اوسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ھم خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہین تو
جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہی اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جبتک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ یہان تسلیم کی حاجت
ہی اور تسلیم در صورت جہالت موجب نزاع ہی وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اوسکے نکالنے
کیواسطے اور باطل ہے قسمت ترکہ کے وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکہ سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہوا تو ورثہ ترکہ کے مالک نہین ہوا سمین صلح
یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اوس صورت مین صلح اور قسمت باطل نہین جب کہ
ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنے ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹہیریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی
بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط ابراءت ذمہ میت ھم تقیید براءت مین شارح مصنف کا تابع ہو گیا ہی اور زیلعی مین تو عدم رجوع
فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہی کذا فی الطحطاوی ھم او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوای ترکہ کے یعنی وارث خواہ اپنے مال
سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جو اب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالحوا ولا یقسم قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور مناسب
نہین کہ صلح کیجاے تخارج وارث پر یا قسمت کیجاے دین ادا کرنے سے پہلے اوس ترکہ مین جسکو دین محیط نہین ھم اسواسطے کہ میت کی گلوخلاصی اولی
بہتر ہی طحطاوی یہہ کہنا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہی ولو فعل التصالح والقسمۃ صح لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین الخ

توقف الكل تضرر الورثة فيوقف قدر الدين استحسانا وقاية لئلا يحتاج الى نقض القسمة ہوا اور اگر صلح اور تقسیم کیا ہو ترکہ مذکورہ مین
قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا ہے اگر کل ترکہ کی صلح و قسمت موقوف رہی تو وارثون کا ضرر ہے تو
بقدر دین ترکہ موقوف رہی بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر ہم استحسان متعلق ہے تحت
یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہہ ہے کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکہ کا ہر جز مشغول بدین ہے
بعلت عدم ترجیح بعض استحسان وہی ہے جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثة فحصته تقسم بين الباقي على
السواء ان كان ما اعطوه من مالهم غير الميراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکالڈالا از راہ صلح کے تو اوس کا حصہ
باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انہون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہو میراث کے سوا وان كان
المعطى مما ورثوه فعلى قدر ميراثهم يقسم بينهم اور اگر وہ مال اوس مین سے ہو جسکو انہون نے میراث مین پایا تو بقدر اونکی میراث کے
اونمین خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقيده الخصاف بكونه عن انكار فلو عن اقرار فعلى السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید
لگائی ہے یعنی جب کہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہوں اور دفع نزاع کے واسطے کچھہ مال دیکر صلح کرین تب یہہ تفصیل ہے تو اگر صلح ورثہ کی اقرار
میراث سے ہو تو قسمت برابر ہے مطلقا خواہ ترکہ سے بدل صلح ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہہ صلح بیع کے مانند ہے تو گویا وارثون نے اوسکو خرید
کیا اور تساوی ظاہر نہین مگر جب کہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو تامل کذا فی الطحطاوی وصلح احدهم عن بعض الاعيان صحيح اور صلح کرنا ایک وارث کا
بعض اعیان ترکہ سے صحیح یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم يذكر في صك التخارج ان في التركة دينا ام لا فالظاهر الصحة
لكن لو لم يذكره في الفتوى فيفتى بالصحة ويحمل على وجود شرائطها مجمع الفتاوى اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہہ مذکور نہو کہ ترکہ مین دین
تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور اسیطرح اگر یہہ مذکور نہو فتوی مین یعنی استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاویگا اور عدم ذکر وجود شرائط صحت
صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنی مفتی پر اسکی بحث واجب نہین کذا فی الطحطاوی والموصى له بمبلغ من التركة كوارث فيما قدمناه من مسئلة
التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسیقدر ترکہ سے وصیت کیگئی ہو وہ وارث کے مانند ہے اون احکام مین جنکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین تخارج کے مسئلہ
یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہے اوسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہے صالحوا اي الورثة احدهم ونحوه عن نصيبه ثم ظهر
للميت دين او عين لم يعلموها هل يكون ذلك داخلا في الصلح المذكور قولان اشهرهما لا بل بين الكل والقولان حكاهما في الخانية
وقدم العدم الدخول وقد ذكر في اول فتاواه انه يقدم ما هو الاشهر فكان هو المعتمد كذا في البحر قلت وفي البزازية انه الاصح ولا
يبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم
نہ تھا تو یہہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہے
بلکہ وہ دین یا عین سب وارثون مین مشترک ہے اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضیخان نے اپنے
فتاوی کے اول مین ذکر یہہ کیا ہے کہ جو قول مشہور تر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول ہی معتمد ٹھیرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ البتہ
اصح عدم دخول ہے اور صلح مذکور باطل نہوگی ووقع في الوهبانية صحة في مال طفل بالبينة فلم يجز وما يدعي خصمهم ولا بينة له اور وہبانیہ
مین ہے اور صلح طفل کے اوس مال مین جو گواہون سے ثابت ہے جائز نہین اور صلح جائز نہین اوس مین جسکا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی
گواہون سے روشن نکرے اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی حق
نہین مگر قسم لیگا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عاید ہو نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہے کذا فی الطحطاوی
والابراء عن كل عائب اور صحیح ہے صلح ابرا پر ہر عیب سے یعنی مشتری اگر براءت عیوب مبیع پر کچھہ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی

کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہے تو اسیطرح بدل کے ساتھہ بھی صحیح ہے کیونکہ یہہ اسقاط حق ہے ۔ ولو زال العیب عنہ بطل الصلح
اور اگر عیب بیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہے اور ہم یعنی اگر مثلا غلام یا جانور کی آنکھہ جالا یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھہ سے دفع ہو گیا تو صلح باطل ہے
اور بدل صلح پھیر دیا جاوے اور اسیطرح ہر عیب اسکا حکم ہے کذا فی المحیط ۔ ومن قال لمن تحلف فتبرأ فلم یحلف ۔ اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر
تو قسم کہا جاوے تو تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں ہے پھر مدعا علیہ نے قسم کہائی تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں جیسا کہ
مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاویگا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاویگی اسواسطے
کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوئی کذا فی المحیط ۔ ولو کان المدعی کالاجنبی کذلک ۔ اگرچہ مدعی قسم کہائے تو صلح
باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں ہم مدعی کی قسم کی یہہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کرین کہ اگر مدعی قسم کہا جائے
اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کہائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر
فلانا شخص سیسے غیر مدعی قسم کہا جاوے تو مال مجھہ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی المحیط ۔ واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الغفور

کتاب المضاربۃ

یہہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں ۔ ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا ۔ مضاربت باعتبار لغت عرب
مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین کے چلنے پہرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکہا کہ مضارب زمین پر چلتا پہرتا
ہے نفع حاصل کرنیکے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسواسطے کہ قرض بمعنے قطع ہے اور صاحب مال کچھہ اپنا مال کاٹ کر
مضارب کو دیتا ہے کذا فی النہایہ ۔ وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب ۔ اور شرعا مضاربت شرکت
فی المنفعت کا عقد ہے جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کے جانب سے ہوا اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دئے
کہ اون سے تجارت کرے اور منفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے
ورکنہا الایجاب والقبول ۔ اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے ہم ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہہ مال تجکو بطریق مضاربت
یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اسی شرط پر کہ آدہی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل
ہوا دسمین سے تیرا آدہا حصہ ہے یا یون کہے یہہ مال لے آدہوں آدہ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا جس لفظ میں یہہ مضمون ادا ہو کذا فی الحاوی عن
الحموی ۔ وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء ۔ اور حکم مضاربت یعنی اسکا اثر مترتب چند نوع ہے لیکن باعتبار مختلف اسواسطے کہ مضاربت اٹھارکہنا ہے
شروع میں ہم مضاربت ابتدا میں ایداع اسواسطے ہے کہ قبض کرنا مال کا ہے باذن مالک نہ بر وجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علے سوم الشراء کے کہ وہ قبض ہے
بر وجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پہر جب مضاربت ایداع ٹہہری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں
ومن حیل الضمان ان یقرضہ المال الا درہما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والربح بینہما ثم یعمل المستقرض
فقط فان ہلک فالقرض علیہ ۔ اور ہلاک راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سواے ایک درم کے پہر شرکت
عنان منعقد کرے اوس باقی درم سے اور اوس مال سے جو مضارب کو قرضہ دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کرین اور منفع دونوں
میں برابر ہو پہر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا ہم شرکت عنان کو اسواسطے
خاص کیا کہ اوسمیں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اسواسطے مشروط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہو گا تو شرکت عنان فاسد ہو جاویگی اور مفسد
اشتراط العمل واحد ہونا اطلاق مطلقا دہی کہا اس حیلہ سے یہہ مضاربت باقی نہیں بلکہ راس المال میں شرکت ہو گئی ۔ وتوکیل مع العمل لتصرفہ بامرہ ۔ اور
توکیل ہے عمل کے ساتھہ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پہر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے
کذا فی الدرر ۔ وشرکۃ ان ربح ۔ اور مضاربت شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہوا اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہوا تو دونوں اوس میں شریک ہونگے

وغصب ضمن خالف وان اجازہ رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت کے سبب ہو اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ
رب المال بعد اس خلاف کے اوسکو جائز بھی رکھے بسبب ہو جانے مضارب کے غاصب بالمخالفت سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کہ اور جس
کی خریدنے سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ لان فسدت
فلا ربح للمضارب حینئذ بل لہ اجر مثل عملہ مطلقا ربح او لا ولا یزاد علی المشروط خلافا لمحمد والثلاثۃ اور مضاربت اجارۂ فاسدہ ہے
اگر عقد مضاربت کا فاسد ہو جاوے تو اب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اوسکے واسطے اوسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح تجارت میں نفع
حاصل ہوا یا نہو اور یا وہ نہ بڑھائی جائے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے ہم اجارۂ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اوسکی اجرت مثل مشروط کے
برابر زیادہ نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ کشرطہ لنفسہ عشرۃ دراہم فلا شیء لہ فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ
فتھو استثناء من اجر عملہ مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہے مگر اوس وصی میں جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے
دس درم کا شرط کر لینا تو وہ اسکو کچھہ اجرت نملیگی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کریگا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہے اجرت عمل سے یہاں
محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہے یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ابہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء لہ سے لیکن شارح نے
مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہدیا وفی الفاسدۃ لا ضمان فیہا ایضا کصحیحۃ لانہ امین اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے
مضاربت صحیحہ میں اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضمین نہیں ہوتا دفع المال الی آخر مع شرط الربح کلہ للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا
دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہی یعنی یہہ عقد مضاربت نہیں بلکہ عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل
کرنے میں وکیل محسن ہوگا مالک کا احسان یہہ کہ اپنے واسطے مال سے فائدہ شرط نہیں کیا ومع شرطہ للعامل قرض لقلۃ ضررہ اور تمام نفع عامل
کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھہ مال کا دینا قرض ہے بوجہہ قلت ضرر قرض ہے یعنے اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونوں میں یہہ ہوئی کہ
تمام نفع محنت کرنیوالے کا ہے تو صاحب مال تو یہہ مضاربت نہیں ہے قرض ہے اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جب کہ راس المال کا
مالک ہوے اور مالک متصور نہیں مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ میں مالک کا سراسر نقصان ہے اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہے عین اور اوسکے بدل دونوں سے
بخلاف قرض کے کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہے نہ اوسکے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹہیرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف
وشروطہا امور سبعۃ اور صحت مضاربت کی سات شرطیں ہیں ۱ شرط راس المال کا منجملہ اثمان کے ہونا ۲ اوسکا معلوم ہونا ۳ راس المال کا
عین ہونا نہ دین ۴ مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین مقدار ۶ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷ مضارب کا حصہ منفعت سے
ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی متن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکۃ شرط صحت مضاربت
ہونا راس المال کا اثمان سے ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکت میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اوس مال سے جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے اسواسطے کہ مضاربت
شرکت ہے فائدہ حاصل ہونیکے وقت تو ضرور ہے کہ مال بھی ایسا ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ
کذا فی الدرر وہو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہونا عاقدین کو یعنی اسطرح کہ عاقدین عقد مضاربت کریں مقدار معین راس المال پر مثلا ہزار یا
دو ہزار درہم وکفت فیہ الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے صورت اشارہ یہہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو
درم دیوے اور اونکی مقدار معلوم نہیں اسکو تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفتہ للمضارب بیمینہ والبینۃ للمالک اور وہ صورت
اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھہ اور گواہ مالک کے واسطے ہیں واما المضاربۃ بدین فان
علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکرہ اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر غیر شخص پر [illegible]
[illegible] ولو قال اشتر لی عبدا نسیئۃ ثم بعہ وضارب بثمنہ ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک [illegible]

اور غلام خرید کر پھر اوسکو بیچ اور اوسکے ثمن سے مضاربت کر سو اوس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اسواسطے کہ مضاربت غلام کے طرف مضاف نہیں جو جائز نہو بلکہ اوسکے ثمن کیطرف مضاف ہوا کہ ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدرر اور یہ حیلہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کے طرف مضاربت کو مضاف کرے کقوله کن اصیلا و مستأجرا و مستبضعا لعمل بما فی یدك مضاربة بالنصف جاز مجتبی چنانچہ یوں کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اوس مال سے جو میرا تیرے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر تو جائز ہے کذا فی المجتبی ہم مستبضع وہ ہے جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اوس صورتمین جائز ہو گی جب غاصب وغیرہ کے پاس اسی قسم کا مال ہو جسمین مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وكون رأس المال عينا لا دينا كما بسط فى الدرر اور شرط صحت ہے ہونا راس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ اسکو درر مین واضح بیان کیا ہے اور درر میں ہے عین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضاربت عین ہی مین ہوتی ہے اور پس پر دین سے اوسکا امین ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اوس دین مین جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہے طحطاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہیں بلکہ متعین مراد ہے وتسليمه الى المضارب ليمكنه التصرف اور انجملہ رب المال تسلیم کرنا ہے الا ہو راس المال کا مضارب کو تاکہ اوسکو تصرف اوسکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضارب کے جانب ہے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہہ شرط کرے کہ ہر شی مال میری پاس رہے تو مضاربت فاسد ہو گی اور اگر صاحب مال با مر مضارب اس المال سے خرید فروخت کرے تو نفع مین دونوں شریک ہونگے بموجب شرط کے اسواسطے کہ استعانت ہے عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال عین عقد مین کہ وہ مفسد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الشركة لان العمل فيها من الجانبين بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ اوسمین دونوں جانب سے عمل ہے وكون الربح بينهما شائعا فلو عين قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہے ہونا منفعت کا ابین دونوں کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہو گی ہم شائع ہو مثلا دونوں مین نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ اسمین منفعت کی شارکت ثابت ہے نفع قلیل ہو یا کثیر اور درہم معین کرنا چنانچہ سو درہم یا نصف منفعت کے ساتھ دس درہم زیادہ تو یہہ قاطع ہے شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نہی تو مضاربت باقی نرہی وكون نصيب كل منهما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت ہے ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا معلوم ہو نہ مجہول صورت مجہول یہہ ہے کہ مثلا مالک کہے مضارب سے کہ تجھکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہے معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ مقصود مضاربت ہے نفع کے واسطے تو اوسکی جہالت موجب فساد عقد ہو گی ومن شروطها كون نصيب المضارب من الربح حتى لو شرط له من رأس المال او منه ومن الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے ہے ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہے اسواسطے کہ ان دونوں شرطون کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی فی الجلالية كل شرط يوجب جهالة فى الربح او يقطع الشركة فيه يفسدها والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوكالة جلالیہ مین ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع مین وہ شرط مفسد مضاربت ہے اور نہیں تو شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس وکالت کے یعنی جسطرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتی ہم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دونکے سوا اور شرط فاسد جو مفسد عقد نہیں از انجملہ یہہ ہے کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جاے یا دونوں پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعى المضارب فسادها فالقول لرب المال وبعكسه فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اسکے برعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے الاصل ان القول لمدعي الصحة فى العقود الا اذا قال رب المال شرطت لك الثلث وزيادة عشرة وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فيه فسادها لانه ينكر زيادة يدعيها المضارب خانيه اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ عقود مین مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوا ...

اور مضارب کہتا ہو کہ ثلث نفع مشروط ہی تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول مین فساد مضاربت ہو مقبول اسواسطے ہے کہ صاحب مال اوس زیادتی کا منکر ہے جسکا مضارب دعویٰ کرتا ہے کذا فی الخانیہ وما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ مین ہے اسمین اشتباہ ہے سو انکا سمجھنا ہم اشباہ کی عبارت یہہ ہے القول قول مدعی الصحۃ الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادۃ عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہے انتہے الترجمۃ مصنف نے اپنی شرح مین اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اسواسطے کہ مضارب اس صورت مین مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ یہہ واقع ہوا کہ انہون نے یہہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے حالانکہ اسمین داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحطاوی وتملک المضارب فی المطلقۃ التی لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیئۃ متعارفۃ اور مضارب مالک ہے مضاربت مطلقہ اوس مضاربت مین جسمین مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہین بیچنے کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیچ کرے یا مدت متعارفہ کے ساتھہ ہم یہہ مراد نہین کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹہرے اور مال اوسکے ہاتھہ مین امانت نہ باقی رہے مدت مین متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہے اور خرید و فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنیکا مالک ہے والسفر برا وبحرا ولو دفع له المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری مین یعنی زمین اور دریا مین اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر مین نہ مسافرت مین بنابر قول ظاہر ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہے امام سے کہ اگر اپنے شہر مین مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اوسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہہ ہے کہ مضاربت مشتق ہے ضرب فی الارض سے یعنی سیر کرنا زمین مین پس تو بمقتضاے لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہے والابضاع ای دفع المال بضاعۃ اور مالک ہے ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کہ جسمین تمام نفع صاحب مال کیلئے واسطے مشروط ہو ولو لرب المال فا لا تفسد به المضاربۃ کما یجیء اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بہی اوسکو اختیار ہے اور اس دینے سے مضاربت فاسد نہین ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا وتملک الایداع والرہن والارتہان والاجارۃ والاستئجار فلو استاجر ارضا بیضاء لیزرعها او یغرس فیها جاز ظہیریہ اور مضارب مالک ہے کسی کے پاس ودیعت رکہنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس گرو رکہنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے کا تو اگر کسی نے سفید یعنی خالی زمین کا اوس مین کہیت کرے یا درخت لگادے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ والاحتیال ای قبول الحوالۃ بالثمن مطلقا علی الایسر والاعسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہے حوالہ کا لینے ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا خواہ وسعت اور تنگدستی پر اسواسطے کہ یہ سب امور مذکور یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگرون کے معمول العمل سے ہے لا مالک المضاربۃ والشرکۃ والخلط بمال نفسه الا باذن او اعمل برایک اذ الشیء لا یتضمن مثله مضارب مالک نہین مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہین دے سکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھہ ملانے کا مگر مالک کے اذن یا اسکے یون کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے کہ مالک نہین کہ شی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہے عدم تضمن مماثل علت عدم ملک مضاربت کی علت ہے نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یون کہتا اذ الشیء لا یتضمن مثله والاعلی منه تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہے مضاربت سے خلط مال اس صورت مین جائز نہین جبکہ اوس شہر مین رائج نہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی ولا الاقراض والاستدانۃ وان قیل له ذلک ای اعمل برایک لانهما لیسا من صنیع التجار فلم یدخلا تحت هذا فی التعمیم ما لم ینص المالك علیهما فیملكهما اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور ادہار لینے کا اگرچہ قول مسند کو اوس سے کہا گیا ہو یعنی الخ

صاحب مال نے مضاربت کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ وہ دونون تجارت کے دستور عمل سے نہین ہین تو وہ تعمیم قول مذکور مین داخل نہونگے کہا
الا اذن دہ دونون پر تصریح کر دی پھر تصریح کے بعد اوسکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب کو کہدیا کہ تجھکو قرض لینے اور ادھار لینے مین اختیار ہے
تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین اور ازانجملہ یہہ ہے کہ استدانت ممنوعہ یہہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ متاع پر خرید کرے وان
کانت شرکۃ وجوہ وحینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فہو متطوع
لانہ لا یملک الاستدانۃ بہذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ منعقد ہوگی اور اسوقت مین تو اگر
مضاربت کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اوسکو پانی سے دھولایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لادلایا اپنے مال سے اور حالانکہ کہدیا تھا وہ قول کہا
گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہین لیسکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنیکا مالک
نہین ہے سراجیہ مین ہے صورت استدانت یہہ ہے کہ درہم اور دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے انہی چنانچہ کوئی جنس خرید کی
درہم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درہم یا دینار باقی نہین تو اگر باقی ہوگا تو یہہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور بدائع
مین ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہین اسیطرح صلاح مال مضاربت پر استدانت جائز نہین تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خرید کئے
پھر اونکی باربرداری یا شوب یا چھپائی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور مین متبرع ہوگا اسواسطے کہ اوسکے پاس مال مضاربت سے کچھہ باقی نہین رہا تو
استجار مال مضاربت پر ادھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہہ ٹھہرا کہ مضارب عاقد لنفسہ متبرع ہو کذا فی الطحطاوی وانما قال بالماء لانہ لو قصر بالنشا کان بمنزلۃ الحمرۃ
فی الصبغ اور سفید کپڑے کے شوب مین فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستہ سے دھولادیگا تو اوسکا حکم کپڑا رنگانیکے مانند ہوگا و
ان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ فیہ وہو دخل فی اعمل برأیک کالخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ سے رنگا دیگا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اسقدر
مین جتنی قیمت کپڑے کو رنگین کرنے اور نشاستہ کے کلف سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم مین کہ عمل کر اپنی صوابدید کے موافق
خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب کے واسطے اوسکی رنگ کی قیمت کا حصہ بشرط اوسکی
بکنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال مین ہے مثلا سفید تھان خریدا ہوا پانچ روپیہ کو راس المال سے اور اب اوسکا [illegible] بدون رنگ کے سات روپیہ ہوگیا
اور رنگین کرنیسے آٹھہ روپیہ کو بکا تو مضارب آٹھہ مین دو روپے لیگا اور صاحب مال ایک روپیہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونون مین نصف نصف
ہوگیا اور ایک روپیہ مضارب کے رنگ کی قیمت مین پایا ولو لم یقل اعمل برأیک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یون نکہا کہ عمل کر موجب
اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نرہا مضارب کے پاس تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا
کذا فی الطحطاوی وانما قال احمر لما ان السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برأیک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ
رنگ نقصان مین داخل ہے امام کے نزدیک اسواسطے وہ داخل نہوگا اس قول مین کہ عمل کر اپنی تجویز کی موافق کذا فی البحر ہم مذکور ہوچکا کہ یہہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر
اور ہمارے زمانہ مین سیاہ رنگ نقصان مین داخل نہین سرخ رنگ کی مانند تو داخل ہوگا تعمیم قول مین اور رنگوانے کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا
تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو بعد العقد ما لم یصر المال عرضا
لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجیء اور مضارب کا اختیار نہین تجاوز کرنے شہر کا یا تجارت قماش یا وقت یا [illegible] شخص کا جسکو
مالک نے معین کردیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جبتک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت
نہین ہوگیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہین تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا [illegible]
اسواسطے [illegible] مین [illegible] جائز نہوا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہین مگر مالک کی تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جسطرح اوس نے تفویض کی اور تخصیص
[illegible] اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور امتعہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدر [illegible]

غیر المفید کہذا یعتبر اصلاً کہتا ہے من بیع الحال قید لگائی ہی تقیید مفید کی اسواسطے کہ تخصیص مفید ہرگز سب شہروں میں چنانچہ شرع کردیا صاحب مال کا یہ حال یعنی
بیع مؤجل سو اما المفیدۃ فی الجملۃ کسوق من مصر فان صرح بالنہی صح والا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص اگر
نہی کی تصریح اسکے ساتھ کردی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ہے شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہیں کہ شہر باوجود تباین اطراف کی
بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی صریح ہو مثلاً کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور نہ تجارت کرنا اسکے سوا اور بازار میں تو اب تقیید صحیح ہوگی کذا فی
الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ وکان ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکل کر دوسرے شہر میں خریداری کی یا
جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا دوسرے موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید فروخت کی تو مضارب پر ضمان
مال لازم ہوگا مخالفت کرنے سے اور وہ خریداری خلاف امر مالک فقط مضارب کی ہوگی یعنی تو اسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اوسنے
غیر کے مال پر بدون اوسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم یتصرف فیہ حتی عاد للوفاق عادت المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضاربت میں تصرف
نہ کیا یہاں تک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضاربت پھر صحیح ہو جاویگی یہ مسئلہ متعلق ہے تعیین شہر سے یعنے اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اوس شہر سے نکلا تو مضاربت
سے مال خارج ہوگیا لیکن یہ خروج موقوف ہے سو اگر اوسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہوگیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اوسکے
ہاتھ میں قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبارا للجزء بالکل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال
مضاربت میں عود کیا جزء کو کل کے ساتھ قیاس کرکے یہ یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے ولا یملک
تزویج قن من مالہا اور مضارب مالک نہیں نکاح کر دینے اوس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من یعتق علی رب المال بقرابۃ او
یمین اور مضارب مالک نہیں اوس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت قریبہ کے یا قسم کی یہ صورت ہو کہ صاحب مال نے
کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں اوس کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المقیدۃ للوکالۃ
کاشتر لی عبدا ابیعہ او استخدمہ وجاریۃ اطأہا بخلاف خرید کرنے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اوس مملوک کی خرید کرنیکا اختیار رکھتا ہے جو موکل پر
آزاد ہو جاوے جب کہ قرینہ مخصص وکالت نہو چنانچہ یوں کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے وہ غلام خرید کر کہ جسکو میں بیچوں یا اوس سے خدمت لوں یا جاریہ
خرید کر جس سے میں قربت کروں یہ ہم نے بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہے کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا سچا ہے کہ موکل پر آزاد ہو جاوے ولا من
یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربح ہو ہنا ان تکون قیمۃ ہذا العبد اکثر من کل راس المال کذا بسطہ العینی فلیحفظ اور
مضارب اوس غلام کی خرید کرنیکا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بسبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربت میں نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اوس غلام کی
قیمت اکثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یہ ہم خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ
آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جاوے گا کیونکہ [illegible] جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا کہ نفع سے
مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال میں نفع ہو یا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب
کی ملک اوس غلام میں ظاہر نہو گی بلکہ غلام مشغول ٹھہریگا راس المال سے تو اگر راس المال اول ہزار تھا پھر دو ہزار ہو گیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو
مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل سے تو اوسکی خرید [illegible] ہوگی مختصراً کذا فی الطحطاوی فان فعل شراء من یعتق علی واحد منہما
وقع الشراء لنفسہ سو اگر مضارب نے اوس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو صاحب مال یا مضارب پر تو واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کے لیے نہ مضاربت کیواسطے یہ ہم اور مضارب
ضامن ہوگا دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں یعنی ثمن کا تاوان دیگا اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اوس کا
ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح صح ذلک للمضاربۃ اور اگر وہ نفع جو کہ عینی سے بیان کیا نہ ہو تو مضاربت کے
واسطے خریداری صحیح ہوگی یہ ہم متعلق ہے اوس مسئلہ کے ساتھ کہ مضارب نے اوسکو خرید کیا جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الکافی فان ظہر الربح بعد

قیمتہ اصلاً الشریک تعلق حقہ بہ ولم یتضمن لہ سبب لما المالہ لتعلقہ لا بصنیعہ ومعنی السعایۃ المعتق فی قیمۃ نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہوا
غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خریدنے کے تو بقدر حصہ کے مضارب غلام آزاد ہو گا اور مضارب پر ضمان لازم نہو گا مالک کے حصے میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے
بلا صنعت مضارب اور کوشش کر کے آزاد ہو غلام اوسی قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے ہم غلام اسواسطے آزاد ہو گا کہ مضارب اوس بعض کا مالک ہوا اور
مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند الملک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر وکلیہ
اشتری الشریک من یعتق علی شریکہ او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد لا نظر فیہ للصغیر اور اگر شریک اوس غلام کو
خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اوس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہو گی اسواسطے کہ منفعت
صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک میں وہ علت ہے جو مضارب میں مذکور ہوئی یعنی
عدم حصول نفع شریک والمأذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح و عتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لہما زیلعی اور عبد
ماذون نے جب کہ اوس غلام کو خرید کیا جو مولے پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولے پر آزاد ہو گا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہوا ورنہیں تو آزاد
نہو گا بر خلاف صاحبین کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اوسکی گردن اور کسب کو محیط یا نہو امام کے نزدیک آزاد نہو گا اور
صاحبین کے نزدیک آزاد ہو گا کذا فی الظہیریۃ مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا
فصارت قیمتہ ای الولد مثلا الفا ونصفہ ای خمسمائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح المذکور فعتق مضارب
جسکے پاس ہزار درہم ہیں بشرط نصف منفعت پر اوس نے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی لڑکا بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار
درہم کے برابر ہے پھر مضارب نے اوس لڑکے کے فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی حالت میں پھر قیمت اوسکی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ
ہزار ہو گئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہو گا بسبب پائی جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو اب ولد مذکور آزاد ہو گا ہم پھر جب دعوی
مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اوسکا فرزند ٹھیریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہو گا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہو گا
اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کی صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصرا
وسعی لرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اوسکی چوتھائی یعنی ساڑھے
بارہ سو درہم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اوسکو آزاد کر دے ہم ہزار راس المال کی بابت سو اور ڈھائی سو نفع کی بابت مالک کے حصے میں ٹھیرے
ولو قبض المال بعد قبضہ الالف من الولد ضمن المدعی ولو معسرا لا ضمان تمام نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور
صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درہم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے ملک کا
یعنی تاوان مذکور برابر ہے مالداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درہم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تا کہ
لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے اسواسطے کہ لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درہم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہو گئی اور
بالکل منفعت میں داخل ہو گئی تو اب مضارب کی ملک ظاہر ہو گئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کہل گئی کذا فی الطحطاوی وتحمل علی انہ تزوجہا
ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب پر محمول ہو گی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اوسکو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تھی مضارب سے
ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زنا کا مرتکب نہو ولو صارت قیمتہا الفا ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو موسرا
فلو معسرا فلا سعایۃ علیہا لانہا ام ولد لا تسعی تمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہو گئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جائیگی اور مضارب ضمان
دیگا مالک کو ساڑھے بارہ سو درہم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق
میں ہے ہم یہ مسئلہ جدا گانہ ہے اور موضوع اوسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درہم ولد سے نہیں پائے اور تضمین مضارب میں مالداری کی قید بحر الرائق میں مذکور ہے

اکثر کتب فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقاً ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ ام ولد پر ضمان نہیں
اگرچہ مالک کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک کہ راس المال نکلے گا تب تک وہ رقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی
الحلبی

باب المضارب یضارب

یہ باب ہے اوس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دے بطریق مضاربت کے
لما قدم المفردة شرع فی المرکبة فقال جب کہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب
المضارب اخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع مالم یعمل الثانی ربح الثانی اولا علی الظاهر لان الدفع ایداع وهو یملکه فاذا عمل تبین
انه مضاربة فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت یا بلا اذن مالک کے مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی
عمل نہ کرے خواہ ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو یہ ظاہر مذہب ہے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب
ثانی نے تجارت میں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہیں مضاربت ہے تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیة فاسدة فلا ضمان
وان ربح بل للثانی اجر مثله علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب
ثانی کیواسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب اول کو وہ نفع ہے جو اوسمیں اور مالک میں مشروط ہے در صورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی
اجیر ٹھیریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یده ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پھر اگر
مال ضائع ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اوس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے
وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان
تو فقط غاصب پر ہے ولو استهلکه الثانی او وهبه فالضمان علیه خاصة اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے
خاص کرکے فان عمل حتی ضمنه خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس ماله وان شاء ضمن الثانی ولکن اختار اخذ الربح
ولا یضمن لیس له ذلک یعنی پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب
ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اسکو وہ جائز نہیں کذا فی البرهان اسواسطے کہ مال عمل سے مغصوب ٹھیر گیا اور مالک کو غصب کے
جانتے رہنے [illegible] نہیں کہ تضمین بدل یعنی نفع لیوے بین غاصب کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع فدفع بالثلث وقد قیل للاول
مارزق الله بیننا نصفان فللمالک النصف بشرطه وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن
دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جسقدر اللہ تعالیٰ فائدہ دیوے وہ ہم تم میں نصفا نصف ہے تو
مالک کیواسطے نصف نفع ہے بموجب اسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے چھٹا حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے
ثلث مشروط ہے ولو قیل له مارزقک الله بکاف الخطاب فللثانی ثلثه والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف
فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا تھا [illegible] جو تجھکو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسیطرح ہو یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا
اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے
تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار
کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملیگا [illegible] مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اوسکو ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہے سو اوسکو
[illegible] سوا دو تہائی کے ہوئے تو دونوں میں نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملی ومثله ما ربحت من شیء او ما کان لک فیه
من ربح [illegible] ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجھکو فائدہ حاصل ہو کچھ یا بسبب تیرے [illegible] تجھکو نفع ہو اور
[illegible] یوں کہنا کہ جو تجھ پر خدا فضل کرم کرے یا جو تجھکو بڑھوتی ہو اور ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک میں نصفا نصف ہے

وكذا لو شرط للثاني اكثر من الثلث او اقل فالباقي بين المالك والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم منفعت
مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال له ما رزقت بيننا نصفان ودفع بالنصف فللثاني النصف وا للمالك
فيما بقي لانه لم يرتبط سواه اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجھکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے
مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اسواسطے کہ مضارب
اول نے سوائے نصف باقی کے کچھہ فائدہ نہیں پایا ولو قيل ما رزق الله فلي نصفه او ما كان من فضل الله فبيننا نصفان فدفع بالنصف فللثاني
النصف وللثاني كذلك ولا شيء للاول لجعله ماله للثاني اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھکو الله تعالے روزی دے تو اسکا نصف میرا ہے یا جو
الله کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہوا اور اسی طرح مضارب
ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھہ نہیں اسکے سبب کرنے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تہا سو اوسنے مضارب ثانی کیواسطے مقرر
کر دیا ولو شرط الاول للثاني ثلثيه والمسئلة بحالها ضمن الاول للثاني سدسا بالتسمية لانه التزم سلامة الثلثين اور اگر مضارب اول نے
مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان تعیین کر دینے کے سبب سے اسواسطے
کہ اوسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے مثلاً فہم مسئلہ یہہ ہو کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو نفع ملے وہ مجھہ میں اور تجھہ میں نصفا نصف
ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصہ کے
ہے دو ثلث سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ تمام نیکی واسطے ثلثین کاملین کی شرط ہوگئی ہے وان شرط المضارب للمالك ثلثه وشرط
لعبد المالك ثلثه وقوله على ان يعمل معه عادية وليس بقيد وشرط لنفسه ثلثه صح وصار كانه اشترط للمولى ثلثي الربح كذا في
عامة الكتب وفي نسخ المتن والشرح هنا خلط فاجتنبه اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کے واسطے تہائی اوس کا
شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھہ عمل کرے تو شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلہ کی یعنے اشتراط اور عدم اشتراط حکم میں
برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہوگیا کہ گویا مضارب نے مولے کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اسی
طرح بہت سی صحیح اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں غلط واقع ہوا ہے سو اوس سے اجتناب کیجیے ہمنے متن کے ایک نسخہ میں
یوں دیکھا ولو شرط للثاني ثلثيه ولعبد المالك ثلثه على ان يعمل معه ولنفسه ثلثه صح لیکن حالانکہ یہہ فاسد ہے کہ چار تہائیاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلہ میں
مضارب ثانی کا وجود بہی نہیں اور شرح کی عبارت یہہ ہے على ان يعمل معه عادية وليس بقيد بل يصح الشرط ويكون لسيده وان لم يشترط لا يجوز ختم نسخہ حق یہہ
ہے کہ لا يجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہوچکا کہ عمل قید نہیں كذا في الطحطاوي ولو عقدها المأذون مع اجنبي وشرط المأذون عمل مولاه
لم يصح ان لم يكن المأذون عليه دين لانه اشتراط العمل على المالك اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھہ اور ماذون نے اپنے مولے
کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ یہہ عمل کا شرط کرنا ہے مالک پر والا صح لانه حينئذ لا يملك كسبه واشتراط عمل رب
المال مع المضارب مفسد للعقد لانه يمنع التخلية فيمنع الصحة اور اگر ولیا نہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد با شتراط عمل مولی صحیح ہے اسواسطے
کہ اوس وقت میں مولے اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھہ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ مال مالک کا تخلیہ کا
مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا ہم یعنی مضاربت میں عمل مضارب ضرور ہے اور اوسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھہ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ
اور ثالثہ میں وكذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربه او عمل رب المال مع المضارب الثاني بخلاف مكاتب شرط عمل مولاه لانه كالاجنبي
عنه اور اسی طرح مانع صحت عقد ہے عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھہ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھہ بخلاف مکاتب کے کہ
اوسنے اپنے مولے کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہے چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولے کے ساتھہ ہم وجہ صحت یہہ ہے کہ مکاتب اوسکا

اجرت کی بابت ہوں ہیں اگر عاجز ہو جاوے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہو گی کذا فی الطحطاوی ولو شرط بعض الربح للمساکین او للحج
او فی الرقاب او لامرأۃ المضارب او مکاتبہ صح العقد ولم یصح الشرط ویکون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی کہ کچھ منفعت محتاجوں کو
دلوائے یا حج کیواسطے یا گردنوں کے چھڑانے کیواسطے یا مضارب کی عورت کے واسطے یا اوسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہوا اور شرط صحیح نہیں اور
نفع مشروط صاحب مال کا ہو نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہم زوجۂ مضارب یا مکاتب کے واسطے اشتراط نفع اوس صورت میں غیر صحیح ہے جب کہ انکا
عمل شرط نہوا اور اگر اون کا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور شرط ورثاء نہیں کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہو گئی عمل شرط کرنیسے
اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہو گی بلکہ ہبہ موعودہ ہے جس کا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین
اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء لنفسہ او لرب المال
صح الشرط والا بان شاء لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اوس شخص کے لئے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب نے اپنے واسطے یا صاحب مال کے
واسطے چاہی تو شرط صحیح ہے اور اگر اپنے یا مالک کے واسطے نہ چاہی بلکہ کسی اجنبی شخص کے واسطے چاہا تو شرط صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ اوسکا عمل شرط
نہیں کیا ومتی شرط البعض لاجنبی ان شرط علیہ عملہ صح الشرط والا لا اور جب کہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اوسپر اوسکا عمل بھی شرط ہوا
شرط صحیح ہے اور نہیں تو شرط صحیح نہیں ہے تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت الذی فی القہستانی انہ یبطل مطلقا والمشروط
للاجنبی ان شرط عملہ والا فللمالک ایضا وعزاہ للذخیرۃ خلافا للبرجندی وغیرہ فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن قہستانی میں ہے کہ عقد مضاربت شرط
سے مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہے اگر اوس کا عمل مشروط ہوا اور اگر اوسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہوگا
و اس قول کو ذخیرہ کیطرف نسبت کیا ہے برخلاف قول برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو مترجم کہتا ہے ثابت ہوچکا اول کہ عقد مضاربت [illegible]
اور نفع اجنبی کے واسطے بشرط اوسکے عمل کے صحیح ہے از انجا کہ اس [illegible] کی کیا وجہ ہے اور ہر چند کہ کلام غلام میں ہے [illegible] چنانچہ [illegible]
ہے کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض لقضاء دین المضارب او دین المالک جاز ویکون للمشروط لہ قضاء دینہ ولا یلزم بدفعہ لغرمائہ اجنبی اور اگر
بعض نفع دین مضارب یا دین مالک ادا کرنے کے واسطے شرط ہوا تو جائز ہے اور مشروط لہ کو اپنے دین کا ادا کرنا اوس نفع سے جائز ہے اور ہر ایک مضارب
اور مالک پر لازم نہ کیا جائیگا کہ یہ نفع قرضخواہوں کو ادا کرے دین والوں کو کذا فی البحر وتبطل المضاربۃ بموت احدہما لکونہا وکالۃ اور باطل ہو جاتی ہے مضاربت مالک
یا مضارب کی موت سے بسبب اسکے کہ وکالت ہے یعنی اور وکالت باطل ہو جاتی ہے موکل یا وکیل کی موت سے وکذا بقتلہ ولحوقہ مرتدا علی احدہما وبجنون
احدہما مطبقا قہستانی اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہو جانے اور ایک کے مرتد ہوکر دار الحرب میں جا ملنے سے یا مضارب پر ظاہر ہوا اور ایک کے
جنون مطبق ہونے سے ہیں مانع منع التصرف [illegible] جنون سے یا سفاہت [illegible] ہر چند جنون تصرف میں اظہار تھا لیکن شارح نے
[illegible] اسواسطے ذکر کیا تاکہ اوسمیں المطلق کی قید لگادے وفی البزازیۃ مات المضارب والمال عروض باعہا وصیہ اور بزازیہ میں ہے کہ مضارب
مر گیا اور مال عروض یعنی اسباب ہے [illegible] تو اوسکو مضارب کا وصی بیچکر [illegible] اور قول [illegible] ہے کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو
بیع میں اختیار ہے اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو [illegible] مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع میں عمل کرے یہانتک
مال نقد ہو جاوے تو مالک اپنا راس المال اور نفع کا حصہ اور مضارب کا حصہ [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] وبموت رب المال ولو حکما تبطل
فی حق التصرف ولو عروضا تبطل فی حق المسافرۃ لا التصرف فلہ بیعہا بعرض ونقد اور اگر صاحب مال مر گیا اور مال نقد ہے تو مضاربت باطل ہو
گئی حق تصرف میں یعنی مضارب اب اس مال سے بیع اور شرا نہیں کر سکتا اور اگر مال عروض ہے نہ نقد تو مضاربت باطل ہے حق مسافرت میں یعنی مضارب اس اسباب کو
بسفر میں نہیں لیجا سکتا تو اوسکو وطن میں اوسکا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہے ہم اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضاربت لیکر اور [illegible] صاحب
مال [illegible] مر گیا اور اوسکو خبر نہیں ہوئی کی پھر وہ دوسرے شہر میں مال لیگیا تو مضارب کا خرچ اوسکے ذاتی مال میں محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر [illegible]

ثلث ہوگا اور ان میں تو مضاربت پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المحیط اور وبالحکم بلحوق المالک مرتدًا اور مضاربت باطل ہوجاتی ہے لحوق مالک مرتد کے حکم ہوجانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہوکر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اوسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اسواسطے کہ لحوق دار الحرب موت ہے کہ مانند ہے اور اوسکا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اوسکی ام ولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہوجاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد بعد الحکم مسلما فالمضاربۃ علی حالہا بعد الحکم باللحاق ام لا عنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہوکر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی رہیگی خواہ اوسکے لحوق کا حکم ہوگیا ہو یا نہوا ہو کذا فی العنایہ بخلاف الوکیل لانہ لاحق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اوسکے لحوق کا حکم ہوگیا تو وکالت باطل ہوجاتی ہے اور موکل پھر مسلمان ہوکر دار الاسلام میں آنے سے وکالت عود نہیں کرتی ولو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی رہیگی امام کے نزدیک مرتد کی املاک موقوف رہتی ہیں اور اوسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت میں اسلئے مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل اولحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت وما تصرف نافذ وعہدتہ علی المالک عند الامام پھر اگر مضارب مرگیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اوسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اوسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اوسکی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام کے نزدیک کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط اور لم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط یعنی اور دار الحرب میں نہیں جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں وردۃ المرأۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد ہونا عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت میں ہے خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاوے یا دار الحرب میں ملحق ہوجاوے اور اوسکے لحاق کا حکم ہوا اسواسطے کہ اوسکا ارتداد اوسکی املاک میں موثر نہیں تو اسیطرح اوسکے تصرف میں موثر نہیں کذا فی المنح عن الجوہرہ وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بہ بخبر رجلین مطلقا او فضولی عدل ای مستور الحال اور مضارب معزول ہوجاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب معزولی کو جانے وہ مردوں کی خبر سے مطلقا خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا ایلچی میر کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب نے عزل کو نہ جانا تو معزول نہوگا فان علم بالعزل ولو حکما کموت المالک ولو حکما والمال عروض بیعہا کان تصرفہ لانہ یعتبر راس المال قال المال الدراہم والدنانیر جنسان بتاعہا ولو تشبیہۃ تمام تمہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہو جیسے مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسے ارتداد مالک مع الحکم باللحاق یا اوسکا مجنون ہونا جنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عروض سے مراد یہان وہ ہے جو راس المال کی مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر پر دو جنسین ہیں تو مضارب عروض کو بیچے اسلئے اگرچہ بیع اوسکا حق ہے اور مالک اوسکو اور اوسکے بیچنے سے منع کردیا ہو ہم جب یہان عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہوا تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے تو اگر راس المال دراہم ہوں اور مضارب نے دنانیر خرید کئے ہوں تو اوسکو بیچکر دراہم کر لیوے گا اور اسیطرح بالعکس اور بیان ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا اسواسطے کہ اوسکا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہوسکتا بدون نقد کے تو حق بیع اوسکو ثابت ہوگا تاکہ نفع ظاہر ہوجاوے ثم لا یتصرف فی ثمنہا ولا فی غیرہا من جنس راس مالہ پھر اسکے بعد مضارب تصرف نکرے عروض کے ثمن میں اور نہ اوسکے سوا میں جو ہم جنس راس المال کی ہو تبدیل کی خلافیہ اور سمجھنا تا لوجوب ردجنسہ ولکہ ظہر الربح اور نبادلہ کرے جو خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روی استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس کے کمال کے اور تاکہ نفع ظاہر ہو اور قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہوں تو دنانیر سے نہ بدلے وکذ ہکسہ اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہیں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادلہ صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیردے اور یہ بلا مبادلہ نہیں ہوسکتا کذا فی الدرر اور اس فائدہ سے معلوم ہوا کہ نفع ظاہر ہوتا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق میں مشترک ہوں ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل ولا تخصیص الاذن لانہ عزل من وجہ نہایہ اور مالک کو اختیار نہیں فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنی جب کہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہیں اسواسطے کہ تخصیص من وجہ عزل ہے

اذا وہ عوض نقد ہو کذا فی النہایہ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ وما لہا امتعۃ حیث یصح بخلاف احد الشریکین جب کہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہو افاد قال و فی المال دیون وربح یجبر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجر جیسے ہو گئی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کے مال میں دیون اور نفع ہو تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے پر اسواسطے کہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہوگا ہم دیون کی وجہ یہہ ہے کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے ٹھیرا کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہوا اور نفع اجرت کی مانند ہو تو تقاضا و طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اوسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو خرچ مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی المحیط والا یجبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال میں نفع نہو تو مضارب پر تقاضا ہی دیون میں جبر نہیں اسواسطے کہ مضارب اسوقت میں متبرع اور محسن پر زبردستی نہیں ویؤمر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضا ہی دیون پر متعین اور مقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہیں ہو تے عاقد کے طرف لوٹا لیکن مطالبہ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب یؤمران بالتوکیل اور جو قسم میں جبکہ متبرع پر جبر علی الاقتضاء نہیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضا ہی دین میں اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں علم سماسرہ یکسر اول وہ ہے جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگونکی جمع ہوں تا وہ اجرت لیکر بیچے ہو بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استوجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ معلومۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اس پر اجرت ٹھیرائی گئی کہ وہ بیچا اور شرا کرے تو یہہ جائز نہیں اسسبب سے کہ وہ قادر ہونیکے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونیکا یہہ ہے کہ اوسکو مزدوری پر لگاوے اور مقرر کرے اسکے خدمت کیواسطے مدت معین تک اور اوس سے بیع کا کام لیے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوئی کہ خرید و فروخت تمام نہیں ہوسکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت تو اجیر قادر نہیں اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور متعین ہے بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ میں کذا فی المحیط عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ تبع اور جسقدر تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کے طرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع راس المال کا اور راس المال صل ہے فان زاد الہالک علی الربح لم یضمن ولو فاسدۃ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہوا اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہوا اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضامن نہیں ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ تراد الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل فہو بینہما وان نقص لم یضمن لیا ہو اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہوجاے تو دونوں شخص نفع پھیر دین تاکہ ربنفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونوں میں مشترک ہو واسطے موافق شرط ہوا اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہیں ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم عقدا ہا فہلک المال لم یترادا الربح الاول لانہ عقد جدید وہو الحیلۃ النافعۃ للمضارب مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہوگیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیر ینگے اور مضاربت ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور وہ حیلہ نافع ہے مضارب کے واسطے ہم یعنی اگر مضارب یہہ سمجھے کہ نفع سو لبد قسمت کے بسبب ہلاک ہوجانے راس المال کے اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولے [illegible] اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سو اتفاقی ہے کذا فی المحیط **فصل** فی المتفرقات یہہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت میں

حاشیہ: یعنی بیع کا بیچنا اور خریدنا اور مشتری کا بیچنا ۱۲

المضاربة لا تفسد به بدفع كل المال او بعضه تقييد الهداية بالبعض اتفاقي عناية الى المالك بضاعة لا مضاربة لما مر مضاربت فاسد نہین
ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض ان کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح کہا ہدایہ کی تقیید دفع بعض مال کی اتفاقی ہی کذا
فی العنایہ ہم بضاعت سے یہاں استعانت مراد ہے اسواسطے کہ ابضاع حقیقی یہاں متحقق نہین کیونکہ بضاعت حقیقی مین سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہان
ایسا نہین اور اگر مضارب کا بطریق مضاربت کے دیگا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولی کے وجہ بطلان یہ ہے کہ شی اپنی مانند کو متضمن
نہین ہوتی کذا فی الطحاوی ولو اخذه ای المالک المال بغیر امر المضارب باع واشتری بطلت لکان راس المال نقدا الا انه عامل لنفسه
اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لیلیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہوا سواسطے کہ مالک اپنی ذات کیواسطے عامل
ہوا ہم بسوالہ مین مسئلہ گذشتہ کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اسطرح پر کہ صاحب مال اسکے منع کرنے پر مالک نہین تو صاحب مال اوس تصرف مین مضارب کا
معین ٹھہریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اوس تصرف مین عامل لنفسہ ہے مگر یہ کہ تصرف
باذن مضارب ہو تو اسصورت مین معین ٹھہریگا کذا فی الطحاوی وان صار عرضا لا لان النقض الصریح حینئذ لا یبطل فهذا اولی عنایة اور اگر مال مضاربت
عرض ہوگیا تو مضاربت باطل نہوگی تصرف مذکور سے اسواسطے کہ اس وقت مین مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت مین عمل نہین کرتا تو یہ نقض غیر صریح بطریق اولی
عمل نکریگا کذا فی العنایہ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے
بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر فطعامه وشرابه وکسوته ورکوبه بفتح الراء ما یرکب ولو بکراء
وکل ما یحتاجه عادة ای فی عادة التجار بالمعروف فی مالها اور جب کہ مضارب نے سفر کیا لینے تجارت کے واسطے اگرچہ ایکہی دن کا سفر ہو تو اوس کا کہانا اور
پینا اور پہننا اور سواری اگرچہ سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجار کی عادت اور دستور کے موافق مضاربت کے مال مین ہے شارح کہا رکوب بفتح را
ہو اوسی چیز جس پر سواری کیجاوے ہم سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرعی مراد نہین بلکہ جب تا شہر سے باہر نکلے کہ رات کا اپنے گھر مین نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا ام محتاج
الیہا جیسے کپڑون کی دہولائی اور چراغ کا تیل [illegible] اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی طول السفر مین [illegible] کپڑے [illegible]
شمار کیا جاتا ہے تو خرید و فروخت کا سامان [illegible] کمتر ہوگا دستور کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر فضول خرچی کریگا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آویگا مضارب [illegible]
مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہے کہ اوس نے اپنی ذاتکو تجارت مین مصروف کیا اور کہین آنے جانے سے بند ہوا تو مثل اہل احتباس کے اوسکا نفقہ لازم
ہوا جیسے نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتباس کے لو صحیحة لا فاسدة لانه اجیر فلا نفقة له کمستبضع ووکیل وشریک کافی
وفی الاختیار خلاف نفقہ مضارب کا سفر مین مضاربت کے مال مین ہے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب فی الحقیقت مزدور ہے تو اوس کا
نفقہ نہین ہے جیسے مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اختیار مین خلاف ہے [illegible] کافی مین شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ مین وجوب مصرح ہے اور
ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد ہے اسواسطے کہ اوس نے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی وان عمل فی المصر سواء ولد
فیه او اتخذه دارا فنفقته فی ماله کدوائه علی الظاهر اور اگر مضارب نے شہر مین کام کیا خواہ اوس شہر مین مضارب پیدا ہوا ہو یا وہان رہ پڑا ہو گہر
بنا لیا تو اوس کا خرچ اوسکے مال مین ہے چنانچہ اسکی دوا علاج کا خرچ اوسکے مال مین ہے بنا بر ظاہر مذہب کے [illegible] علاج کا خرچ مال مضاربت مین نہین نہ سفر مین نہ حضر مین
اسواسطے کہ مرض عارضی امر ہے کہ گاہ ہوتا ہے اور گاہ نہین [illegible] ہے کہ حجامت [illegible] اور سرمہ علاج مین داخل ہے اما اذا نوی الاقامة
بمصر ولم یتخذه دارا فله النفقة ابن ملک ما لم یتخذه دارا لانه لم یتبس [illegible] اور جب کہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اوسکو وطن نہ
ٹھہرایا تو اوس کا نفقہ ہے مضاربت کے مال مین کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اوسے وطن نہین لیا اسواسطے کہ وہ مال مضارب کے سبب محبوس نہین ہوا [illegible]
[illegible] پہونچ گیا ہو اور اوس شہر سے سفر نکیا ہو مبسوط مین ہے اور اگر مضارب نے [illegible] اور
مالک [illegible] مضارب کو [illegible] ہیں اور کہ وہ مضارب کا وطن نہین تو مضارب اپنی ذات پر مال مضاربت سے صرف نکرے اسواسطے کہ اوسکی اقامت [illegible]

مضاربت کے سبب سے نہین تو بسبب نفقہ نہین جبتک وہان سے باہر نجاوے سوداگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن مین گیا اور پہر کوفے مین تجارت کیواسطے آیا تو اب کوفہ مین مال مضاربت کا اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اوسکا کوفہ مین رہنا مستعار تہا سو وہان سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بہی زور ہو گیا

اپنی مختصر اور یہہ جو شارح نے کہا کہ اوسکا نفقہ سے تبتک اوسنے مال نہین لیا اس سے نکلتا ہو کہ جب مال لیگا اور کوفہ مین رہیگا تو اوسکو نفقہ نہ ملیگا اور حالانکہ

ایسا نہین ہوا اور شاید کہ شارح نے یہہ سمجہا ہو منح الغفار کی اس عبارت سے فلو اخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ لہ انتہی اور مقصود

اس عبارت سے وہی ہے جو مبسوط سے ہمنے نقل کیا کذا فی الطحطاوی وہو ساوی بمالہ ومالہا وخلط باذن او بمالکین رجلین انفق بالحصۃ واذا قدم

رد ما بقی عجم ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملایا مالک کے اذن سے

یا دو شخص کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ کے حصہ سے صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اوسکو پہیرے اور جسقدر زیادہ صرف کیا

دستور سے اوسکا تاوان دے هم خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہوگیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہین کرتا بقول راجح اس اعتراض کو

بعض محشی مین یکیا ہو کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک ولو هلک لم یرجع علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے

مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرے مضاربت کے مال مین تو یہہ اوسکو جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہوگیا تو اوس خرچ کو مالک سے نہین لیسکتا و

یاخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ

یجعل کالهالک والهالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اوتنا نفع سے جتنا مضارب نے خرچ کر چکا ہو راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال

پورا کر لیا نفع سے لیکر اور کچہہ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بانٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ مالک کے مانند ٹہیرایا

جاتا ہو اور راس المال مالک نفع کے طرف پہیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یظهر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر

کچہہ نہین یعنی راس المال کے کم ہو جانے سے اوسپر تاوان نہین وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار و

الصباغ ونحوہا مما اعتید ضمہ ویقول قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو حساب کرے جو اوس متاع پر خرچ کیا از قسم صرف بار برداری کے اور دلالی اور رنگریز

کی اجرت کے اور اسکے اور مصارف جنکو ملا لینے کی سوداگرون مین عادت ہو اور بائع یون کہے کہ یہہ چیز مجہکو اتنے مین پڑی ہو یعنی اسقدر کی خرید پڑی اور خرچ ہوا وکذا یضم الی راس المال ما

یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما واعتادہ التجار کاجرۃ السمسار هذا هو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملائی جاوے راس المال کے طرف وہ چیز جو راس المال

مین موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اسکے ملانیکی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلالی کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہو راس المال کے ساتہہ ملانیکا کذا فی

النہایۃ هم زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کریگا لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے

راس المال کے ساتہہ بیع المرابحہ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے هم کتاب المرابحہ مین مذکور ہو چکا کہ ملانے مین عادت

تجار کا اعتبار ہے تو اگر مضارب مضارب کی ملانیکی عادت ہو تو ملا دے اور نہین تو نہین مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین ثم شری

بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقد ہما الی بائعہ غرم المضارب نصف الربح ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفوق کے مضارب نے مضاربت کے ہزار

درہم کہ نصف کے تہان خرید کئے اور اونکو دو ہزار درہم کو بیچا اور اون دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو وہ دو ہزار مضارب کے ہاتہہ مین تلف ہو گئے

بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتہائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے هم جب کہ

مال ایکہزار سے دو ہزار ہوگیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو مضارب کو اوسمین سے پانسو پہنچے پہر جب دو ہزار کو

غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونون مین تو چوتہائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتہائیان مالک کی ہوئین پہر جب دو ہزار تلف ہو گئے قبل

ادائے ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اوسکے ثمن کا تو چوتہائی مضارب پر پڑی یعنے پانسو اور تین چوتہائیان مالک پر یعنے

ڈیڑہ ہزار ویصیر ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف ویاده

ملہ پس اگر مال ... کوفہ مین ... الا ... [illegible] ... اور ... کوفہ مین ... [illegible]

لہا اور چوتھائی غلام ملوک مضارب کا خارج ہو جائیگا مضاربت کے مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہوا اور مضاربت کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت مین تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیان المضاربت کی ہین ہم خلاصہ یہہ ہو کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت مین داخل نرہا کیونکہ مضاربت مین تاوان نہین ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت مین داخل ہے بسبب عدم تنافی کذا فی الدرر و رأس المال جمیع ما دفع المالک وھو الفان وخمسمائۃ اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈہائی ہزار ہے ہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تہا پھر ڈیڑہ ہزار دیئے یعنی ثمن غلام سکا تاوان مین کذا فی شرح الوقایہ ولکن رابح للمضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ شراہ بہما اور لیکن غلام کی بیع مین مضارب فقط دو ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اوسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہم یعنی یون نکہے کہ یہہ غلام ڈہائی ہزار کو مجہے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار کو واقع ہوئی تو اوس تاوان کو نلادے بوسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع العبد بضعفہما باربعۃ الاف فحصتہا ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ مین اگر غلام دو ہزار کے دوچند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار ہے اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتہائی یعنے ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف بینہما لان راس المال الفان وخمسمائۃ اور منجملہ تین ہزار کے پانسو نفع ہے مالک اور مضارب مین منقسم ہونگے اسواسطے کہ رأس المال ڈہائی ہزار ہے ہم یعنی جب تین ہزار سے ڈہائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع ٹہیرا سو دونون مین بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ ربّ المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ وسنہ فعلم جواز شراء المالک من المضارب عکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تہا تو مضارب اوسکی بیع بطور مرابحہ پانسو پر کرے اور اسیطرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نکرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہو جیسے اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ اوسکا وکیل ہے تو ہرچند بیع مذکور جائز ہے لیکن اوسکا شبہہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر و شرح الوقایہ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطا فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکہما اور اگر مضاربت کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اوس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مارڈالا تو فدائی غلام کی تین چوتہائیان مالک پر ہین اور چوتہائی اوسکی مضارب پر دونون کی ملک کے بموجب ہم یہہ صورت جب ہے کہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیاء مقتول کو قبول نکرین اور خون بہا دینا قبول کرین مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تہا اور غلام دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹہیرا یعنی پانسو اور یہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہو جانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت مین تباین ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم وجہ خروج یہہ ہے کہ حکم قاضی بعہدہ تقسیم فدیہ کے متفرق ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہو جاتی ہے قسمت سے کذا فی حصد الشریعۃ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح حینئذ اور اگر مالک غلام کا دینا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہہ اسکو جائز ہے بسبب وہم ہونے منفعت کے اسوقت مین ہم اس علت کا محل وہ ہے جسمین غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہان تو قیمت دو ہزار ہے تو یہان نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشتری بالفہا عبدا وھلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک للمضارب الفا اخری ثم وثم ای کلما ھلک دفع اخری الی غیر نہایۃ مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اوسکا تلف ہوگیا قبل ادا کرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہین ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دیگا پھر اور دیگا اور یعنی جتنی بار ثمن تلف ہو جاوے اور ہزار دیتا رہے بلا حد معین ورأس المال جمیع ما دفع اور راس المال کل مال مدفوع ہے ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر سہ بار دیا تو سہ ہزار اور اسی طرح الی غیر النہایہ تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جبتک تمام رأس المال مالک کو نہ پہنچیگا لیکن بیع مرابحہ نہو گی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا

بمنزلة الهلاك بخلاف وكيل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہو۔ قبضہ امانت کا ہے حاصل مقام یہہ ہو کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خریدنے کے پہر ثمن ہلاک ہو گیا تو رجوع نہین ہے مالک سے دوبارہ نہین لیسکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اسکو ثمن دیا پہر وہ تلف ہو گیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہے اسواسطے کہ نہ نوع قبل شرا امانت ہو اور اسکے اسمین تو ہہ بلاک امانت ایکبار رجوع سے پہر رجوع نہین تو شارح کا قول اسصورت پر محمول ہے جب کہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شرا اگر دینے مین تو پہلا رجوع نہین تلف ہونیکے بعد کذا فی المحیط وہی معه الفان فقال للمالك دفعت الی

الفا وربحت الفا وقال المالك دفعت الفين فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امينا او ضمينا كما لو انكر اصلا مضارب کے پاس دو ہزار ہین پس اوسنے مالک سے کہا کہ تو نے مجہکو ہزار دیئے اور مین نے نفع مین ایک ہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ مین نے تجہکو دو ہزار دیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض مین قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو كان الاختلاف مع ذلك فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانه يستفاد من جهته اور اگر اسکے ساتہہ یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتہہ نفع کی بہی مقدار مین اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار مین اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اوسکے معین کرنے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اوسیکا قول مقبول ہوگا ہم مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تہا اور تیرے واسطے مین نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تہا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال مین مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وايهما

اقام البينة تقبل اور مالک اور مضارب مین سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاما فالبينة بينة رب المال فی دعواه الزيادة فی راس المال وبينة المضارب فی دعواه الزيادة فی الربح اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی مین اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی مین اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کے واسطے ہے قيد الاختلاف بكونه

فی المقدار لانه لو كان فی الصفة فالقول لرب المال فلو قال معه الف فقال هی مضاربة بالنصف وقد ربحت الفا وقال المالك هی بضاعة فالقول للمالك لانه منكر مصنف نے مقدار کی اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت مین ہوگا تو وہان مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسکی وجہ سے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہین سو اوسنے کہا کہ وہ میرے پاس نصف نصف مضاربت کے طور پر ہین اور مضارب نے ہزار منفعت مین حاصل کیے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہین نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے دعوی کا ولذا لو

قال المضارب هی قرض وقال رب المال هی بضاعة او وديعة او مضاربة فالقول لرب المال والبينة بينة المضارب لانه يدعی عليه التمليك والمالك ينكر اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہین یا ودیعت ہین یا مضاربت ہین تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور بہر حال مقبول تو مضارب کی برہان ہے اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے ہم نے بتا اوسنے قرض کا دعوی کیا وہ مال کا مالک ٹہیرا اور مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹہیریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت مین اوس کا انکار رہی طحطاوی نے کہا کہ اگر بجای مضاربت انضع یہ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت مین مالک اور داخیم یہ دونون عدم مضاربت پر متفق ہین وان ادعی المالك القرض والمضارب المضاربة فالقول للمضارب لانه ينكر الضمان وايهما اقام البينة قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ منکر ہے تاوان کا اور دونون مین سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم دعوی مضاربت مین ضمان کا انکار ہے اسواسطے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے وان اقاماها فبينة رب المال اولی لانها اكثر اثباتا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ اونمین زیادہ تر اثبات ہے ہم زیادت اثبات کی وجہ یہہ ہے کہ مالک کے گواہون سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالك المخصوص

فالقول للمضارب لتمسکه بالاصل اور نوع کے خلاف مین تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کو یعنی اطلاق کی یہہ صورت ہے کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجھکو تری اور خشکی دونون سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعوی کرے اسطرح کہ مین نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا برعکس اور مضاربت مین عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکو مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص ولو ادعی کل نوعا فالقول للمالک والبینة للمضارب لیقیمها علی صحة تصرفه ونفی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے لئے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنی تصرف کی صحت پر اور اسکو نفی تاوان لازم سے ہم یہہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہہ ہے کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہوتے ہین نہ نفی کیواسطے عنایہ مین جواب اسکا دیا کہ یہہ نفی پر گواہی نہین بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہے اور جب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اوسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات تقضی بالمتاخرة والا فبینة المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا ورنہین تو بینہ مالک پر ہم بینہ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم توقیت کی تحت مین دو صورتین ہین ایک یہہ کہ پہلا وقت بیان ہو دوسری یہہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کرین

فروع مسائل ملحقہ شارح کے دفع الوصی مال الصغیر الی نفسه مضاربة جاز وقیده الطرسوسی بان لا یجعل الوصی لنفسه من الربح اکثر مما یجعل لامثاله وتمامه فی شرح الوهبانیة وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز مین یہہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اوس سے زیادہ نفع ٹہیراوے جو اپنے ہمسرون کیواسطے ٹہیرتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح مین ہے وفیها مات المضارب ولم یوجد مال المضاربة فیما خلف عاد دینا فی ترکته اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہین گیا اوس مال مین جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹہیریگا اسکے متروکہ مین ہم اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجاوے قبل بیان کے اور امانت بعینها معلوم نہو تو اوسپر دین ثابت ہوگا اوسکے متروکہ مین اسواسطے کہ وہ تجہیل یعنی بیان نکر دینے سے مستہلک ٹہیرا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوی کرین یا کہین کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کر چکا ہے تو اونکی تصدیق نہو گی کذا فی السلطانیہ اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعة مین آویگا وفی الاختیار دفع المضارب شیئا للعاشر لیکف عنه ضمن لانه لیس من اعمال التجارة لکن صحح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانهما یقصدان الاصلاح وسیجیء آخر الودیعة اور اختیار مین ہے کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو یعنی پرمٹ والیکو تا وہ اوس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ یہہ دینا تجارت کے امور سے نہین ہے لیکن مجمع الفتاوی مین عدم تاوان مصرح ہے ہمارے زمانہ مین صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہین اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہین اور عنقریب آویگا کتاب الودیعة کے آخر مین وفیه لو شری بالمال متاعا فقال انا امسکه حتی اجد ربحا کثیرا واراد المالک بیعه فان فی المال ربح اجبر علی بیعه لعمله باجر کما مر الا ان یقول للمالک اعطیک راس المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ اگر مضارب نے مضاربت کے [illegible] تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ مین اسکو رکھہ چھوڑونگا یہان تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اوسکی بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال مین منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اوسکی بیع پر اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور یقینی ہے چنانچہ مذکور ہوچکا مگر یہہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ مین تجھکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دونگا تو مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفی البزازیة دفع الیه الفا نصفها هبة ونصفها مضاربة فهلکت یضمن حصة الهبة انتهی اور بزازیہ مین ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے تلف ہوگئے ہزار درم تو مضارب حصہ ہبہ کا تاوان لازم آویگا ختم ہے کلام البزازیہ ہم حصہ مضاربت کی ہلاکی مین اسواسطے تاوان نہین کہ وہ امانت ہے اور حصہ ہبہ مین اسواسطے تاوان لازم [illegible] ہبہ فاسد ہے اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمة مین تو موہوب لہ اوسکا مالک نہ ٹہیرا تو اوسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی به انه لا ضمان [illegible]

لانّ المضمون به لانّها امانة ولانه الهبة لانها فاسدة وهي تملك بالقبض على المعتمد المفتى به كما سيجئ فلا ضمان فيها وبه يفتى في نوع الهبة وان اودعه عشرة على ان يهبه له هبة فاسدة فاستهلك الخمس خمسة يعني تنہا ہونا قول مفتى بہ ہے كہ مسئلہ مذكورہ مين مطلقا تاوان نہين مضاربت مين نہين اوسواسطے كہ وہ امانت ہے اور ہبہ مين اسواسطے كہ ہبہ فاسدہ ہے اور وہ مملوك ہوجاتی ہے قبض كرلينے سے بنابر قول معتمد مفتى بہ كے چنانچہ اسكا بيان آويگا كتاب الهبة مين تو ہبہ فاسدہ مين تاوان نہين اور بعد جب اس قول معتمد كے ضعيف كہا گيا ہے وہبانيہ كا يہہ قول اور وديعت ركھى ايك شخص كے پاس دس درم اس طرح پر كہ پانچ اوسمين سے ہبہ ہين سو اوسنے پانچ تلف كر ڈالے تو تاوان دے شرنبلالى نے كہا صورت اوسكى يہہ ہے كہ غير شخص كو دس درم دئے اور كہا انمين پانچ تجھكو ہبہ ہين اور پانچ تيرے پاس وديعت ہين سو قابض نے اونمين سے پانچ تلف كر ڈالے اور باقى پانچ خود تلف ہوگئے تو قابض سارے ہى كا تاوان دے اسواسطے كہ يہہ مضمون ہين قابض پر كيونكہ ہبہ ہے شايع ہے محتمل القسمة مين اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درم اوسنے تلف كر ڈالے اونمين سے نصف ہبہ مين اور نصف امانت اور يہہ مسئلہ مبنى ہے قول غير صحيح پر كذا في الطحطاوي مختصرا والله تعالى اعلم واستغفر الله الحليم الكريم

كتاب الايداع

يہہ كتاب ہے وديعت ركھنے كے مسائل مين لاختلافهما في اشتراكهما مع ماقبله في الحكم وهو الامانة يوشيدہ نہين ايداع كے مشترك ہونيمين اوسكى ماقبل كى كتاب كے ساتھہ حكم مين يعنى امانت ہونيمين ايداع اور مضاربت مشترك ہين دونون لہذا مضاربت كے بعد مصنف ايداع كو لايا هو لغة من الودع اي الترك ايداع لغت مين ودع سے مشتق ہے اوسكے معنى ترك كے ہين ايداع لغت مين عبارت ہے تسليط غير كى نگہبانى پر خواہ وہ چيز مال ہو يا غير مال اور ايداع اوسكے معنى وجہہ ہے مثلا زيد نے اپنا مال خالد كے پاس وديعت ركھا تو زيد مودِع اور مستودِع ہے بكسر دال اور خالد مودَع اور مستودَع ہے بفتح دال آنحضرتى مين ہے كہ حفظ امانت موجب سعادت دارين ہے اور خيانت باعث شقاوت كونين حديث مين وارد ہے كہ امانت دارى مالدارى كو كھينچ لاتى ہے اور خيانت محتاجى اور مفلسى كو كھينچ لاتى ہے روايت ہے كہ جب زليخا محتاج اور اندہى ہوگئى يوسف عليه السلام كے غم مين تو ايكروز راہ مين كھڑى ہوكر پكارى كہ اى بادشاہ ميرى بات سن يوسف عليه السلام كھڑے ہوگئے زليخا بولى كہ امانت نے مملوك كو بادشاہ كرديا اور خيانت نے بادشاہ كو مملوك كرديا تو يوسف عليه السلام نے پوچھا كہ يہہ كون ہے لوگون نے كہا زليخا ہے حضرت نے اوس سے نكاح كرليا كذا في الطحطاوي ملتقطا وشرعا تسليط الغير على حفظ ماله صريحا او دلالة كان انفتق زق رجل فاخذه رجل بغيبة مالكه ثم تركه ضمن لانه بهذا الاخذ التزم حفظه دلالة تعبيرا ور اصطلاح شرع مين ايداع غير شخص كو مسلط كرنا ہے اپنے مال كى حفاظت پر صريحا تسليط ہو يا دلالة چنانچہ ايك مرد كى مشك پھٹ گئى سو دوسرى مرد نے اوسكو مالك كى غيبت مين اوسكو ليليا پہر اوسكو چھوڑ ديا تو اوسپر تاوان آويگا اسواسطے كہ اس لينے سے اوسنے اوسكى حفاظت لازم پكڑلى باعتبار دلالت حال كے كذا في البحر اس صورت مين تسليط على الحفظ كى وجہ يہہ ہے كہ مالك اپنے مال كى حفاظت چاہتا ہے اور اوسكى حفاظت پر مددگارى كو پسند كرتا ہے تو گويا مالك نے اوسكو نگہبانى كا امر كرديا منح الغفار مين ہے محيط سے اور اگر وہ مرد مشك ليگا اور اوسكے قريب نہ جائيگا تو اوسپر تاوان نہ آويگا اور اگر مالك موجود رہے گا تو بھى دونون صورتون مين تاوان نہين ليسے اخذ اور عدم اخذ مين والوديعة ما تترك عند الامين اور وديعت وہ چيز ہے جو امين كے پاس چھوڑ ديجاتى ہے يعنى فقط حفاظت كے واسطے ركھى جاتى تو اس قيد سے عاريت نكل گئى وديعت كى تعريف سے اسواسطے كہ عاريت مين حفاظت اور انتفاع دونون ہين كذا في البرجندي وهي اخص من الامانة لما حققه المصنف وغيره اور وہ يعنى وديعت خاص تر ہے امانت سے چنانچہ مصنف وغيرہ نے اسكى تحقيق بيان كى ہے اور وجہ عموم امانت اور خصوص وديعت كى يہہ ہے كہ امانت اوس كا نام ہے جو غير مضمون ہو يعنى اوسكا تاوان لازم نہو تو يہہ شامل ہے اون سب صورتون كو جنمين ضمان نہين ہے چنانچہ عاريت اور اجارہ كى چيز اور وہ غلام پالا ندہى جو خدمت كے واسطے موصى لہ كے پاس موجود ہو اور وديعت وہ ہے جو ايجاب اور قبول سے حفاظت كيواسطے ركھى جاتى تو دونون مين تغاير ہوا عموم اور خصوص كا عموم اور خصوص كى يہہ وجہ بہى ہے كہ وديعت وہ شى ہے جو امانت ہو اوسكے مالك كے قصدا سونپنے سے غير كے پاس قصدا اور امانت كاہے بلا قصد بہى ہوتى ہے اور وديعت عقد سے ہوتى ہے اور امانت ہى تو امانت منفرد ہے اس صورت مين كہ ہوا نے كپڑا اوڑا كر ايك آدمى كى گود مين ڈالديا اور حكم وديعت كا يہہ ہے كہ اعادہ الى الوفاق سے ضمان بري ہوجاتا برخلاف امانت كے كذا في الطحطاوي وركنها الايجاب صريحا كاودعتك او كناية كقوله لرجل اعطني الف درهم او اعطني هذا الثوب فقال نعم

كہ ہمين بعض اوقات وفاق منفرد ہوتا ہے ۱۲

فقال اعطیتک کان ودیعۃ لان الاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنی وھو متیقن فصار کنایۃ تمر اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحاً
ایجاب ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے یہہ چیز تیرے پاس ودیعت رکہی خواہ کنایۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یوں کہنا کہ مجہکو ہزار درم دیدے یا یہہ کپڑا
مثلاً مجہکو دیدے سو اسنے کہا کہ میں نے تجہکو دیئے تو یہہ ودیعت ہو کذا فی النہر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونوں کا احتمال رکہتا ہی لیکن ودیعت کمتر
چیز ہے اور وہ یقینی ہی تو یہہ کنایہ ٹہیرا ایجاب ودیعت کا مگر کنایہ سے یہاں یہہ مراد نہیں کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کے طرف بلکہ یہاں کنایہ سے یہہ
مراد ہی کہ جو ایک شئی اور غیر شئی دونوں کا احتمال رکہے چنانچہ کنایۂ طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلاً کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم یقل
شیئاً فھو ایداع یا ایجاب قولی نہیں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکہدیا اور کچہہ نہ بولا تو یہہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے ہمارا
مین ہی کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکہدی پہر وہ لوگ اسکو چہوڑ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا در صورتیکہ تلف ہو جاویگے اور اگر ایک ایک اٹہکے
اٹہا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہوگیا تو ضمان کیواسطے بہی مخصوص ہوگیا انتہی تو یہہ ایجاب اور قبول دونوں
فعلی ٹہیرے والقبول من المودع صریحاً کقبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے ودیعت
قبول کیا او دلالۃ کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالۃ کوضع ثیابہ فی حمام بمرأی من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطھا فقال
ھناک کان ایداعاً خانیہ یا قبول باعتبار دلالت حال کے ہو چنانچہ اگر چپ رہا اسکے رکہنے کے وقت تو یہہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے
ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکہنا حمام میں کپڑوں کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا سرا خانہ کے مالک اور مہتم سے کہ کہاں اپنا گہوڑا یا اونٹ باندہوں
سو اسنے کہا وہاں تو یہہ ایداع ہی کذا فی الخانیہ ہر اس صورت مین ایجاب اور قبول دونوں دلالۃً ہیں وھذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق
الامانۃ فیتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال للغاصب اودعتک المغصوب بری عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یہہ ایجاب اور قبول کا
رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق میں ہے اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب پر تمامی ہوجاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ میں نے مال مغصوب کو تیرے
پاس ودیعت رکہا تو غاصب تاوان سے بری ہوگیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نکرے کذا فی الاختیار ہم حق امانت سے مراد یہہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب
سکوت اور رد دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وشرطھا کون المال قابلاً لاثبات الید علیہ فلو اودع الآبق او الطیر فی الھواء لم یضمن
اور ودیعت کی شرط یہی ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گریختہ کو یا پرندہ کو ہوا مین ودیعت رکہا تو تاوان لازم نہوگا یعنی اسواسطے کہ یہہ
ایداع صحیح نہیں اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفاً شرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیاً فاستھلکہ لم یضمن
ولو عبداً محجوراً ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہہ شرط ہو اسپر نگہبانی واجب ہونیکی تو اگر ودیعت رکہی صغیر کے پاس سو اسنے
وہ چیز تلف کر ڈالی تو اسپر تاوان نہیں اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکہی تو اسپر تاوان آویگا اسکے آزاد ہونیکے بعد یعنی بشرط آزاد
بالغ ہونیکے وھی امانۃ ھذا حکمھا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولھا اور ودیعت امانت ہی یہہ حکم ہو ودیعت
ساتہہ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادای ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم اداء ودیعت عند الطلب
واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک کی نیت کسی انسان کے ناحق مارنیکو تو اسوقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی میں ہو فلا تضمن
بالھلاک الا اذا کانت الودیعۃ باجر اشباہ معزیاً للزیلعی جب ودیعت امانت ٹہیری تو اسکے تلف ہوجانیسے تاوان نہیں مگر جبکہ
ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ میں ہو زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر میں اسکی وجہہ یوں بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد
بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحطاوی مطلقاً سواء امکن التحرز عنہ ام لا ھلک معھا شی ام لا لحدیث الدارقطنی لیس علی المستعیر
غیر المغل ضمان فتح ہلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہیں خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہو کوئی چیز ودیعت کے ساتہہ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دارقطنی
کہ ودیعت قبول کرنیوالے غیر خائن پر تاوان نہیں واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعۃ

یا اوس پر تاوان کا شرط کرلینا یا مانند اسکے جیسا کہ حمامی اور مسافر خانے والے لیتے ہیں باطل ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظہا
بنفسہ وعیالہ کمالہ اور ودیعت قبول کرنیوالیکو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنی عیال سے جیسے اپنے مال کیطرح وہم من یسکن
معہ حقیقۃ او حکما لا من یمونہ اور وہ یعنی مستودع کی عیال وہ لوگ ہیں جو اوسکے ساتھ رہتے ہوں حقیقۃ یا حکما نہ وہ لوگ جو اسکی عیال ہیں جنکو
وہ نفقہ دیتا ہو ہم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اوسکے ساتھ رہتے ہوں خواہ نان نفقہ میں شریک ہوں یا نہوں مگر زوجہ اور ولد صغیر میں
مساکنت حقیقی ضرور نہیں تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اوس اجنبی کو دیدے جو اوسکے ساتھ رہتا ہے تو اوس پر تاوان لازم نہوگا خلاصہ میں
ہی کہ مستودع کہیں گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر میں آیا تو ودیعت کو نپایا تو اوسپر تاوان نہیں کیونکہ کنجی دیجانیسے دوسرے کے ہاتھ
میں کچھ نہیں کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا الی ولدہ الممیز و زوجتہ ولا یسکن معہما ولا ینفق علیہما لم یضمن خلاصہ تو اگر اوسنے
اپنی ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونوں کے ساتھ نہیں رہتا اور اونکو نفقہ نہیں دیتا تو اوسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصۃ ہم
یہ تفریع ہے سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گہر میں رہتے ہوں مگر وہ دونوں در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہیں اور یہی حکم
ہی غلام کا لیکن ولد میں شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعتہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل
یعتبر الامران معا عینی اور اسیطرح ضمان نہیں اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دیدے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول
ضعیف ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونوں معتبر ہیں عیال ہونے میں کذا فی العینی وشرط کونہ ای من فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ
ضمن خلاصہ اور اسکی عیال کا امانتدار ہونا شرط ہے نہ مع وصیت میں تو اگر اوس سے کسیکی خیانت اور دغا بازی معلوم ہوا اور پہر اوسکو ودیعت
غیر کی سپرد کردی تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ہلاکی کذا فی الخلاصۃ ہم دو صورتون میں تاوان نہیں جب کہ امانتدار ہے معلوم ہوا اور جب مطلق
اسکا حال معلوم ہو وقید ذلك فی عیالہ الذی فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال میں ہے اوسکو جائز ہے دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی من
ہو فی عیالہ فدفعہا الی من لا بد منہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملك ضمن والا لا اور اگر مالك نے مستودع کو اسکی بعض عیال کے دینے سے منع کردیا پہر
اوسنے اوس شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اوسکو اوسکے دینے کی ضرورت نہو جیطرح پر کہ اوسکی عیال میں سوای اوس شخص کے اور شخص بہی ہو کذا ذکرہ ابن ملك
تو اوسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اوسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال میں نہو تو اوسکے دینے سے تاوان نہ آویگا وان حفظہا بغیرہم ضمن ومن جملۃ
ان حفظہا بمن یحفظ مالہ توکیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملك واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ
المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگوں سے سوای اپنی عیال کے تو اوسپر تاوان آویگا اور نادر روایت یہ ہے کہ اگر حفاظت
کروائی اون لوگوں سے جنسے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہے چنانچہ اوسکا وکیل اور غلام ماذون اور اوسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہے
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صرح بہ ابن ملك اور اعتماد کیا ہے اس پر ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح میں اور مجتبی کے سوا اور علمانے بہی اسی قول پر اعتماد
کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسی قول کو ثابت رکہا ہے ہم کہتے ہیں یہ روایت نادر ہے محمد کیطرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکو روایت حلوانی کے طرف
کی ہے ولہذا تحفہ میں حفظ ودیعت میں عیال کو شرط نہیں کیا بلکہ یون کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اوسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت
کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا خاف الحرق او الغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ او الی فلك غیر عیال کے دینے
میں تاوان نہیں مگر جب کہ مستودع آگ کی جلانے سے یا پانی کے غرق کردینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہو
سو اوس حالت میں وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والون کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہیں اور اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان
اوسپر آویگا ہم حموی نے کہا ہے یہ شرط ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتشزنی مراد ہے جو جمیع مکانات یا دکانکو محیط ہو
کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداء او بالتدحرج ضمن العینی ... یا غرق ...

اوسکو گہر مین کون چیز بدون اوسکے اوسکے رکہی آورآنا بحالت موت صغیرسے بلابیان ودیعت غیرکے سوا ان مین تاوان نہین اپنی پرکیا اسکو
لطحطاوی نے عن الاشباہ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ
ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ
اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہین ہی مسئلہ احد المتفاوضین کا برقول معتمد اسواسطے کہ مصنف نے اپنی شرح مین یہان یعنی کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ
مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہی کہ حق یہی ہے کہ شریک مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصے کا اپنی موت بلابیان سے اور اسکا مخالف
قول غلط ہی مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیوں نے اس تصویب کو ثابت رکہا ہی تو مستثنیٰ نو مسئلے باقی رہگئے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم یعنی صاحب
اشباہ نے پہلے مستثنے کیے تھے جن مین امین کی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا منجملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بہی تہا پہر جب شریک پر تاوان ٹہرا تو نو مسئلے باقی رہگئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ ابلدۃ وصیۃ ووصی القاضی وستۃ من
المحجورین لان الحجر یشمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل عشرہ پر
نو مسئلے اور زیادہ کیے ہین یعنے دادا اور اوسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چہہ شخص محجورین ہے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہے کیونکہ
حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہی ہم چونکہ صغیر اشباہ مین مذکور ہے تو محجورین سے چہہ شخص باقی
رہگئے والمعتوہ کالصبی وان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہد وانہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل
صغیر کے مانند ہی اور اگر صغیر بالغ ہو پہر بلابیان مرجاوے تو اوسپر ضمان نہین مگر جبکہ گواہ یہہ گواہی دین کہ ودیعت اوسکے ہاتہہ مین تہی بعد اوسکے بالغ
ہوجانیکے بسبب دور ہوجانے مانع ضمان کے یعنے طفلی نہ رہی اور بلوغ کے بعد مانع تہی ضمان کی ولو کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما مذ ماتا قبل البلوغ
والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سواے اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہون یعنے اذن التجارۃ ہون کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون کر
ودیعت مین کما فی الوجیز پہر دونون مرجاوین قبل بلوغ اور ہوشیار ہی کے تو تاوان پڑتا اوانہین آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ہم جامع سے جامع کبیر اسمعیل
اور وجیز نام ہی اوسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم ما طفا علی بیتی الوہبانیۃ بیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنیٰ مسئلے انیس ہو کر
پہنچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی ہذہ وکل امین مات والعین تحضر الا وما وجدت عینا فذا ینا کذا ہہیا
سوی متولی الوقف ثم مفاوض ومودع مال الغنم وہو المؤمر اور وہ چار دن بیتین یہہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تہا
اور جو امانت کہ اوسکے پاس معین اور مشخص پائی گئی تو وہ امانت وین ہوجاتی ہے اوسکے متروکے مین سوا متولی وقف کے پہر سوا شریک مفاوض کے
اور سواے مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے ہم مذکور ہوچکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہی سہ وصاحب
دار القیمت الربح مثل ما لو القاہ ملاکہا الیس تشعر کذا والکبد دقاضی وصیہم جمیعا ومحجور فوارث تستطر اور وہ صاحب خانہ
جسکے گہر مین ہوا نے کچھ ڈالدیا یا مانند اوسکے کہ مالکان نے اپنا مال گہر مین ڈال دیا اور صاحب خانہ اوس سے خبر نہین اسیطرح صاحب دار اور دادا اور
قاضی اور ان سب تینون کے وصی اور شخص محجور التصرف پہر بعد اسکے وارث مرقوم ہی ہم محجور النواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہے تو یہہ سب انہارہ امین
ہوے جنکی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز
الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتوی ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسیطرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتہہ ہم جنس ودیعت
یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے ملایا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اسطرح پر کہ ودیعت جدا نہین ہوسکتی مگر مشقت سے
چنانچہ گیہون کا ملانا جو کے ساتہہ اور کہرے درمون کا ملانا کہوٹے درمون کے ساتہہ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کردینے
[illegible] سے ہم امام کے نزدیک خلط استہلاک ہی لہذا اوسپر ضمان لازم ہی خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہو کے ساتہہ خواہ
[illegible] ہوجاتا ہم

خلط مثل دونوں حصے ہر چند خلط تابع کا مایع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکہ کا سرکہ سے لکن لا یباح تناولہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت مخلوطہ کا تناول
اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے وعند الابراء اور بری سے معاف کر دینا یعنے اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے اور اسکا حق عین اور
دین سے ساقط ہو گا ایسا ہی کذا فی البحر ولو خلطہ بردی ضمنہ لانہ تعیبہ و بعکسہ شریک لعدم التمییز اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا
تاوان دیگا اسواسطے کہ اوسنے اسکو عیب دار کر دیا اور اسکے برعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہی مالک کا بسبب نہ
عیب کے کذا فی المجتبی ولو باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کو ساتھ
مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت مل جاوے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمون کی پھٹ گئی اور ودیعت کے
درم اسکے درمون کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھیرینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطہا غیر المودع ضمن الخالط
ولو صغیرا ولا یضمن ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے
باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ ولو انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی خلطا لا یتمیز معہ ضمن الکل لخلطہ مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت
خرچ کر ڈالی سو برابر اوسکی پھیر دی پھر اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اسطرح ملا دیا کہ باقی علیحدہ نہیں ہو سکتی اوس خلط کرنیکے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان
اوسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ ہم ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنیکے سبب سے اور بعض باقی کا خلط
کرنیکے سے تو وہ متعدی ہوا انفاق سے اور جو اوسنے پھیر دیا وہ اسکی ملک پر باقی ہے کذا فی البحر فلو اتلفا الثنتین او انفق ولم یرد او اودع ودیعتین فانفق
احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اوسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اوسمیں اصل نہیں
کی یا اوسکے پاس دو ودیعتیں رکھی ہیں سو اوسنے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط اوتنا تاوان دیگا جتنا اوسنے خرچ کر ڈالا کذا فی المجتبی وہذا اذا لم یضرہ
التبعیض اور یہہ ضمان بقدر انفاق اسوقت ہے جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نکرتا ہو اور یہہ مرتبط ہے انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق میں ہے
ترد مثل کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر رد نکریگا تو فقط اوسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اوسنے صرف کیا اسواسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اسمین کچہہ عیب نہیں
لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہیں اسواسطے کہ گفتگو اسمین ہے جبکہ ودیعت دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو لیکن اور یہین سے یہہ
بصراحت نہیں لکھا کہ جب اوس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض مضر ہے کہ اسمین تمام کا تاوان ہے یا بقدر خرچ اور نقصان باقی کا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے
کذا فی الطحاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا ورکب دابتہا واخذ بعضہا ثم ردہا علیہ الی یدہ حتی زال التعدی زال ما یؤدیہ
الی الضمان اور جب کہ اوسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اوسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی
اپنی قبض اور حفظ کے طرف یہانتک کہ تعدی زائل ہوگئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کے طرف مودی ہے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی
موجب ہی اذا لم یکن من نیتہ العود الیہ اشباہ من شروط النیۃ اور ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جب کہ اوسکی نیت میں اوسکی طرف عود کرنے کا
ارادہ نہو چنانچہ اشباہ میں شروط نیت کے بیان میں ہے تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور اوسکو اتار رکھا اور دوسرے دن کا ارادہ ہے کہ اوسکو دن میں پھر پہنیگا
پھر وہ رات میں چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہوگا کذا فی الوہبانیۃ من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالا لم یبرأ الا بالرد الی المالک
بخلاف مودع و وکیل بیع او حفظ او اجارۃ او استئجار و مضارب و مستبضع و شریک عنان او مفاوضۃ و مستعیر لرہن اشباہ
بخلاف مستعیر و مستاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل کریں تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے اسواسطے کہ مستعیر و مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے
واسطے ہی بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استئجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک مفاوضہ کے اور اوس شخص کے
جسنے کوئی چیز عاریتہ لی گرو رکھنے کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم کہتے ہی مستاجر کی یہہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہان سے آگے بڑھ گیا
پھر اوسی مکان میں پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہوگا تو تاوان اوسپر لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع کی تعدی کی یہہ صورت ہے کہ جس کپڑے کی

بیع کا وہ وکیل ہوا اسکو بیچا پہر ترک استعمال کیا پہر وہ ضائع ہوگیا تو اوسپر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیے کہ ایک گھر اوسکو کرایہ پر لے اوسنے وکیل نے دکان کسکے کرایہ میں دراہم دیئے پہر بیچ لیے بعینہا سو وہ تلف ہوگئی تو تاوان نہیں اور مستعیر رہن کی یہہ صورت ہے کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اوسکو گرو رکہدے پہر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پہر اوسکو لوٹنے مال پر جو اوسکی قیمت کے برابر ہو گرو رکہا پہر اوس نے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا ایسا تہا کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہیں اور اس مسئلہ میں یہہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد رہن کبھی رکہی تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہوگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اوس مسئلہ میں جو متن میں مذکور ہے اور یہہ مسئلہ مستثنے ہے مسئلہ مستعیر سے جو متن میں مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازالہ لا یزول الضمان الا فی ہذہ العشرۃ اور حاصل مقام یہہ ہے کہ امانتدار جب کہ تعدی کرنے پہر متعدی دور کری تو اوسپر سے تاوان زائل نہیں مگر ان دس مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہے لان یدہ کید المالک مودع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضے کے مانند ہے ہم طحطاوی نے کہا یہہ علت ہے مسئلہ ودیعت کی جو متن میں مذکور ہے انتہی اور اکثر نسخوں میں یون ہے لان یدہ کید المالک یعنی اسواسطے تاوان نہیں کہ اوس شخص کا قبضہ بمنزلہ مالک کے قبضہ کے ہے اور بعض نسخوں میں یہہ مناسب ہے واللہ اعلم ولو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول لہ وقیل للمودع عمادیہ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی میں تو اوسیکا قول یعنی مالک ہی کا قول مقبول ہے اور بعضوں نے کہا مودع یعنی کا قول مقبول ہے کذا فی العمادیۃ وبخلاف اقرارہ بعد جحودہ ای جحودہ الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اسطرح کہ مالک نے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پہر ودیعت کا اقرار کیا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شرطوں کے بعد جنکو مصنف آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ہبۃ او بیعا لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنی درصورت تلف ودیعت اوسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوی سے وقید بقولہ بعد طلبہا لانہا ردہا فلو سألہ عن حالہا فجحدہا فہلکت لم یضمن بحر مصنف نے اقرار بعد انکار میں یہہ قید لگائی کہ ودیعت کے پہیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کسطرح ہے سو اوسنے ودیعت کا انکار کیا پہر ودیعت تلف ہوگئی تو اوسپر تاوان نہیں کذا فی البحر وقید بقولہ ونقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال جحودہ لانہ لو لم ینقلہا وقتہ فہلکت لم یضمن خلاصہ اور مصنف نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اوسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت میں اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اوٹھالیجائیگا پہر وہ تلف ہوگی تو اوسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ ہم عدم نقل حالت انکار پہر صادق ہے کہ مطلقا نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اوسنے نقل ودیعت کی اور یہہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہہ صورت نادر الوجود ہے وقید بقولہ وکانت الودیعۃ منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندہما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے قول اصح میں کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہتی وقید بقولہ ولم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانہ من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہاں یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہو جس کا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا سو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے وقید بقولہ ولم یحضرہا بعد جحودہا لانہ لو جحدہا ثم احضرہا فقال لہ ربہا دعہا ودیعۃ فان امکنہ اخذہا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یتم الرد اختیار اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اوسکے انکار کے مودع حاضر نکرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پہر اوسکو حاضر کرے سو اوسکا مالک اوس سے کہے اوسکو چہوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے

تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اوسپر تاوان لازم نہو گا اسواسطے کہ یہہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک ودیعت کے لینے پر قادر نکیا تو مودع پر
ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار وقیدنا بقولہ لمالکہا لانہ لو جحدہا لغیرہ لم یضمن لان
من الحفظ اور قید لگائی مصنف نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرے اقرار کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اوسپر
تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہی ہم حاصل متن یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہیں مگر سات شرطون سے تاوان
لازم آتا ہی ا شرط یہہ ہی کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار ہو ۲ یہہ کہ ودیعت کو نقل کر چکا ہو ۳ یہہ کہ زمانہ انکار مین نقل ہوئی ہو ۴ یہہ کہ ودیعت منقولا
سے ہو ۵ یہہ کہ انکار کیوقت وہ شخص ہو جسکے ضائع کرڈالنے کا خوف ہو ۶ یہہ کہ ودیعت کو انکار کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہہ کہ انکار مالک سے کیا
نہ غیر سے فاذا اتمت ہذہ الشروط لم یبرأ باقرارہ الا بعقد جدید ولو جحدہا ثم جب کہ یہہ شرط سب پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے
بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہیں ہے ولو جحدہا ثم ادعی ردہا بعد ذلک
وبرہن علیہ قبل وبرئ اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پھر دعوی کیا کہ اوسنے ودیعت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہی
اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برہن انہ ردہا قبل الجحود وقال غلطت فی الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتہا قبل برہانہ جیسا کہ
اگر گواہ لایا کہ اوسنے ودیعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار از راہ غلط کیا یا مین بھول گیا تھا یا مجھکو یہہ گمان تھا کہ مین ودیعت کو
دے چکا ہون تو برہان اوسکی مقبول ہوگی ولو ادعی ہلاکہا قبل جحودہا حلف المالک ما یعلم ذلک فان حلف ضمنہ وان نکل برئ و
کذا العاریۃ منہاج اور اگر دعوی کیا ودیعت کے ہلاک ہونیکا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجاوے کہ وہ اوسکو نہین جانتا کہ ودیعت کو نہین جانتا ہے
اگر مالک نے یہہ قسم کہائی تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نکہائی تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ہم فائدہ اگر
شہود قسم لیگا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہو جانے پر گواہ لاسکے اور عاریت کی یہہ صورت ہی کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا
دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی مستعیر کے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحطاوی ویضمن قیمتہا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیہ اور اگر
جو ودیعت کی قیمت ہوگی اوسکا تاوان لیا جائیگا اگر اوسدن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بخلاف
مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیہ بخلاف اوس مضارب کے جسنے انکار کیا پھر خرید کیا تو اوسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ ہم فی النفار مین خانیہ
منقول ہی کہ مضارب نے صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجھکو کچھ نہین دیا پھر بولا کہ ہان دیا ہی مجھکو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر
مال ضائع ہوگا اوسکے پاس انکار کی بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہی اور قیاس یہہ ہی کہ وہ ہر حال مین ضامن ہوا کر استحسان مین جبکہ اوسنے انکار کیا پھر
اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہی اور متاع اوسکی ہوگی انتہی تو اگر
شارح یون کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن تو ٹہیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل ذرر عند عدم نہی
المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہی سفر مین لیجانا ودیعت کا در صورت نہ منع کرنے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے
اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر جوہرہ مین حمل کی تفسیر یہی ہی کہ جسکے اوٹہانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت
فلو نہاہ او خاف فان لہ بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وباہلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کر دیا
یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور با وجود اسکے سفر مین لیجاوے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین
لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتھ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یجز ان یدفع
المودع الی احدہما حظہ فی غیبۃ صاحبہ اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو چنانچہ مزنی اور کیلی یا قیمتی والی
تو پہلا کتاب تو مودع کو جائز نہین ہے کہ اون مین سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے بیچھے ہم قیمت والی کا عدم جواز منع بالاجماع ہی اور مثلی مین صاحبین

خلاف ہی یعنی اونکے نزدیک اوسکا حصہ دینا جائز ہی ولو دفع هل یضمن فی الدرتقع یفد الحر الاستحسان لا فکان هو المختار اور اگر دینا ہی
کی غیبت مین ایکا حصہ دیگا تو اوسپر تاوان آدیگا یا نہین درر مین ہے کہ ہان تاوان آدیگا اور بحر الرائق مین ہی کہ استحسان مین اوسپر تاوان نہین
پہر جب علم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا ھ طحطاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے
قول پر ہین فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفه کمرتھنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رھن ووکیلی
شراء سو اگر ودیعت رکہی ایکمرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہی تو دونون مرد اوسکو بانٹ لین اور ہر مرد اوسکے نصف کی حفاظت
کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے دو وکیلون کے ھ قسمت پذیر سے مراد مکیلات
اور موزونات ہین اور جو چیز عیب دار نہو جاوے تقسیم سے خرید کے دو وکیلون کی یہہ صورت ہیکہ اگر مثلاً ہزار درم دیئے غلام کی خرید کرنیکو تو دونون ہزار کو قسمت
کرلین پہر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو دوسرے پر تاوان لازم آویگا یعنی درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہی کہ مدفوع الیه پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی
ولو دفعه احدهما الی صاحبه ضمن الدافع ھ اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتہی کو یعنی دوسرے مودع کو دیدے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف
ما لا یقسم لجواز حفظ احدهما باذن الاخر بخلاف اوس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اوسمین دافع پر تاوان نہین بسبب جائز ہونے ایک شخص
کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے ھ غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی هذا
البیت فدفعها الی من لا بد منه او حفظها فی بیت اخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویة فی الحفظ او اخرز لم یضمن اور اگر
مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت مدیجیو اپنی عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹہری مین سو مودع نے ودیعت اوس شخص کو اپنی عیال مین سے دی جس
کے بغیر چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اوس گہر کی دوسری کوٹہری مین تو اگر اوس گہر کی کوٹہریان محفوظ ہونے مین برابر ہون یا دوسری کوٹہری محفوظ تر
مالک کی بتائی کوٹہری سے ہو تو مودع پر تاوان نہ آدیگا یعنی درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکور مفید نہین لہذا معتبر نہین ھ
عیال لابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہو اوسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایة طحطاوی نے کہا ہی
اوس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنیسے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر دیدیا ہی
تو تاوان دیگا اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہی ھ یعنے اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اوس زوجہ یا اوس غلام کو سپرد کرے
جنکو دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹہری مین حفاظت قابل ہو اسطرح پر کہ اسکی
پشت راہ کے طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آدیگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹہرا کیونکہ بعضی عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور حفاظت
مین بیوت متفاوت ہوتے ہین بدائع مین ہی کہ قاعدہ کلیہ اس باب مین یہہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اوسمین فائدہ بہی ہو تو وہ معتبر ہے
اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بہی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان هلکت
بعد مفارقته وان قبلها لا ضمان اور تاوان نہین مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکہی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول
یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونیکے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین ھ یہہ امام کا قول
ہی اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالک هلکت عند الثانی وقال بل ردھا وهلکت
عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اوس نے مجہکو پہیر دی تہی اور میرے پاس
ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی وفی الغصب منه یصدق لانه امین سراجیة اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے مین اسکی تصدیق
ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیة ھ یعنی اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان
لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجہکو ودیعت پہیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبی

القصّار اذا غلط فدفع ثوب رجل لغيره فقطعه فكلاهما ضامن کذا در مجتبی میں ہی کہ جب دہوبی چوک جاے سوا یک مرد کا کپڑا دوسری مرد کو دیدے پہر دوسرا شخص اسکو قطع کر ڈالے تو دونوں شخص یعنی دہوبی اور قاطع ضامن ہین ہم یعنی مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دہوبی سے تاوان لے تو دہوبی قاطع سے پہر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دہوبی سے نلے تو اعد فقہ اسیکو مقتضی ہین کذا فی الظہیریۃ یعنی یہہ تفصیل بحث ہی نزدیک مذہب وعن محمد اصاب الوديعة شئ فامر المودع رجلا يعالجها فعطبت من ذلك فلربها ان يضمن من شاء لكن ان ضمن المعالج يرجع على الاول ان لم يعلم انها لغيره والا لم يرجع انتهى اور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے جانور کو کچھہ بیماری ہو گئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اوسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہو گیا تو اوسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے پہیر لیگا اگر معالج جانتا ہو کہ وہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نکریگا انتہے یافی المجتبی بخلاف مودع الغاصب فيضمن اياً شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اوسکے مودع سے ہر غاصب سے تاوان لیا تو صریح ہوا اور مودع سے اسواسطے کہ اوسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اوسکے مالک کے کذا فے الدرر واذا ضمن المودع رجع على الغاصب وان علم على الظاهر خلافاً لما نقله القهستاني والباقاني والبرجندي وغيرهم فتنبه اور جب کہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے پہر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرر بر خلاف اوس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہ نے نقل کیا کہ در صورت علم کے رجوع نہیں تو خبردار رہو اس اختلاف سے معه الف ادعى رجلان كل منهما انه له اودعه اياه فنكل عن الحلف لهما فهو لهما وعليه الف آخر بينهما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اور دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اوسکے ہین اوس اوس شخص کے پاس ودیعت رکہے ہین یعنی دونوں کے گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اوسنے دونوں کے واسطے قسم نکہائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے حملو کے ٹہیرینگے اور اوس شخص پر ایکہزار درم اور واجب الاداہوئے جو دونوں مدعیوں میں بتصفنا نصف ہونگے ہم قسم نکہانا اقرار ہوا دونوں دعویکا پہر ایک ہزار اوسپر لازم آئی ولو حلف لاحدهما ونكل للآخر فالالف لمن نكل له اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کہائی اور دوسری کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اوس مدعی کی ٹہیرینگے جسکے واسطے اوسنے قسم نکہائی دفع الى رجل الفا وقال ادفعها اليوم الى فلان فلم يدفعها حتى ضاعت لم يضمن اذ لا يلزمه ذلك ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دئے اور کہا کہ یہہ ہزار درم آجکے دن فلانے شخص کو پہنچا دے سو اوسنے اوسکو نہیں پہنچائے یہانتک کہ وہ تلف ہو گئے تو اوس سے تاوان نلیا جاویگا اسواسطے کہ یہہ فعل اوسپر کرنا لازم نہیں کما لو قال له احمل الي الوديعة فقال افعل ولم يفعل حتى مضى اليوم وهلكت لم يضمن لان الواجب عليه التخلية عمادية چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اوٹہالا ودیعت کو سو کہا اوسنے کہ میں یہہ فعل کرونگا پہر وہ نہ اوٹہالایا یہانتک کہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہو گئی تو اوسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیہ یعنی فلانیکو دینا یا مالک کے طرف ودیعت کا اوٹہالانا اوسپر واجب نہیں ہی جسکے نکرنے سے تاوان اوسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اوسپر واجب ہی قال اذهب لوديعة للمودع ادفع الوديعة الى فلان فقال دفعت وكذبه فلان فالقول للمودع في براءة نفسه دون ضمان الوديعة على فلان مع يمينه لانه امين سراجية صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دیدے سو اوسنے کہا میں نے اوسکو دیدی اور فلانے شخص نے اوسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہو گئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہو گی قسم کے ساتہہ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فے السراجیہ قال المودع ابتداء لا ادري كيف ذهبت لا يضمن على الاصح كما لو قال ذهبت ولا ادري كيف ذهبت فالقول قوله مودع نے شروع سے کہا میں نہیں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اوسپر تاوان نہیں بر قول صحیح تر چنانچہ اگر یوں بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قوله لا ادري اضاعت ام لم تضع او لا ادري وضعتها او دفنتها في داري او وضعتها في داري فانه يضمن بخلاف اس قول مودع کے میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکہدی یا دفن کردی اپنے گہر میں یا کسی اور جگہہ

تو اسپر تاوان آویگا هم طحطاوی نے لکہا فتاوی عالمگیری مین عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر بولا کہ مین نہین جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی تو
تاوان اسپر نہین ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لا یضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا
مکان بیان نکیا لیکن اوس نے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اسمکان سے جسمین دفن تہی تو اسپر تاوان نہین اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے **فروع** مسائل ملتقط
شاہیہ ہدد المودع او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دہمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر
مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اوسنے بعض مال دیا تو اوسپر تاوان نہین وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونیسے یا بیڑی
ڈالنیسے ڈرا اور اوسنے مال دیدیا تو اوسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ ماله کله فهو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چہن جانیسے ڈرا تو وہ عذر ہے هم
فتاوی عالمگیری مین ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اوسکے مال کے تلف کر ڈالنیسے اگر وہ ودیعت کو ندے تو اوسپر تاوان آویگا اگر اوسکے پاس مال بقدر کفایت
کے باقی نہو اور اگر سب مال لے لے تو وہ معذور ہے اور اوسپر تاوان نہین کالو کان الجائر ہو الاخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی
بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہین کذا فی العمادیہ هم طحطاوی نے کہا منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اسمین نہین ہے
خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر للحاکم لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسدت فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑجانے اور بگڑجانیکا تو مودع بیحال
حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نکہا یہانتک کہ ودیعت بگڑ جاوے تو اوسپر تاوان نہین هم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہین فتاوی عالمگیریہ
کہ اگر اوس شہر مین حاکم نہو تو خود مودع اسکو بیچ ڈالے اور اوسکا ثمن رکہہ چہوڑے ولو انفق علیها بلا امر قاض فهو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچہہ
خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنیوالا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہین لیسکتا بلا امر حاکم قرأ فی مصحف الودیعۃ او الرهن فهلك حالة القراءة
لا ضمان لانه ولایة هذا التصرف صیرفیہ مودع ودیعت یا رہن کے مصحف مین پڑہا سو مصحف تلف ہوگیا پڑہنیکی حالت مین تو اوسپر تاوان نہین اوسواسطے
کہ مودع کو اوسکے پڑہنیکی ولایت ہے کذا فی الصیرفیہ هم کتاب العاریہ کے اخیر مین مذکور ہوگا کہ کتب علم مین نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور ورق گردانی
ضرر نہو اور یہہ اسطرح ہے جیسے کسیکی دیوار کے سایہ مین بیٹہنا اور احتیاط یہہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے اور فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت
رکہا سو اوسنے خرمے بہی مشک کے سر پر رکہا سو تلف ہوگیا تو اگر رکہنا بر وجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہین ہے تو تاوان نہین ہے اور اسکی معرفت کا
طریقہ یہہ ہے کہ اگر مشک مین پانی یا آٹا ہو تو رکہنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مشک خالی ہو تو استعمال نہین کذا فی الطحطاوی قال وکذا لو وضع السراج علی المنارة
صیرفیہ کی مصنف نے کہا اور اسطرح اگر ودیعت کا چراغ منارہ پر رکہے تو تاوان نہین در صورت تلف ہوجانیکے هم منارہ سے مراد محل نور ہے وفیہا اودع صکا وعرف
اداء بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء حبس المودع الصك ابدا اور صیرفیہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت
رکہا اور ادای بعض حق معلوم ہوا اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ہے ادای بعض حق کا تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند کر رکہے هم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا زید کی محمود پر سو درہم
ہین سو محمود نے زید کو سو درہم کا تمسک لکہدیا اور زید نے وہ تمسک خالد کے پاس ودیعت رکہا پہر محمود نے پچیس درہم مثلا زید کو ادا کئے اور یہہ حال خالد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مرگیا اور
اوسکا وارث پچیس درہم کے دینے کو نہین مانتا ہے تو خالد کو چاہئے کہ تمسک محمود وارث کو ندے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمین محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہہ اوسوقت ہے کہ وہ جب کہ
مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تو تمسک پہر کر دلا جاوے اور سند ثبت حق نہین ہے وفی الاشباه لا یبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ مین
ہے کہ میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین کر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور لوگون کا ظاہر عدم برأت ہے اسصورت مین جبکہ دین مستغرق ہوا در وارث کو تمکن نہ
چنانچہ ودیعت مین یہی شرط ہے جب مودع وارث کو ودیعت دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للمسبل اخذ ودیعۃ العبد مسلم کو جائز نہین غلام کی ودیعت
لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو مگر جب کہ حکم دیا اوسکا سید یا مال ہو العامل لغیره امانة لا اجر له الا الوصی والناظر اذا عمل جو شخص کہ غیر کے
واسطے عمل کرے تو بطور امانت کے ہے اوسکے واسطے اجرت نہین مگر وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت شایان ہے جبکہ دونون عمل کرین هم وصی سے مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر
کیا اجرت معین کرکے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہین کذا فی الاشباہ قلت فهم منه ان لا اجر للناظر فی المستقف اذا اجعل علیه المستحقون

فالجواب میں کہتا ہوں کہ آپ سے معلوم ہوا یعنی موصی اور ناظر کی شرط اس عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہیں پڑی ہوئی مکان میں جبکہ مستحقین وقف کو اوسکے اوٹھنے کا حوالہ کر دیا
گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنیوالا کچھ اجرت مشروط ہو گی تو ناظر کو ملیگی وفی الوهبانية ... مقدارها ... الشرط جاز
... اور وہبانیہ میں ہے اور ہزار درہم قرض اور مضاربت میں ... مضاربت کا نفع مالک کیواسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ... دوسرا ہزار درہم ... کہا کہ نصف قرض اور نصف بطور مضاربت
اور مضاربت کا نفع مخصوص ہے ... تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھہریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کر دینے سے صاحب مال
کیواسطے تو مضاربت منقلب بضاعت ہوگئی وجہ منع ہونیکی یہ ہے کہ حدیث میں قرض سے جو منفعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کے واسطے
اور نقصان بھی دونوں پر ہے اسواسطے کہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی الطحطاوی ۵ وان لم يكن في المال قرضا وخصمه ... قراضا ... المال قد قبل
... اور اگر صاحب مال عوض کا دعوی کرے اور عامل مضاربت کا دعوی کرے تو مصنف نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق مقبول ہے اور دوسرا قول
یہ ہے کہ مضارب کا قول مقبول ہے اور مستصفی نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب البدائع سے ۵ وفي العكس بعد الربح فالقول قوله + كذلك في الايضاح
ما يتغير + اور اسکے برعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت دینے کے خلاف میں حکم متغیر نہیں ہوتا برعکس کی صورت یہ ہے کہ
مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر دیا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب کا
گواہ لانا لازم ہے اور ایضاح کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ میں نے تمکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب ... کا دعوی کرتا ہے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول
ہے کذا فی الطحطاوی ۵ وان قال قد ضاعت من البيت ... يصدق وتستحلف فقد تصدق + اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کوٹھری سے ضائع
ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنی صادق ہے اور اوسکے قسم لیجائیگی اسواسطے کہ یہ صورت ہو سکتی ہے یعنی سوائے ودیعت مکان کے اور کسی چیز کا ضائع نہ ہونا متصور ہے اسطرح کہ
سارق جلدی کیسبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چورا نسکا یاکہ وہی چیز اوسکا مقصود تھی کذا فی الطحطاوی ۵ وذالك في قوم لا امام حنيفة + فان احوال ...
... من المتاخر + اور ایک قوم میں ودیعت کا چھوڑنا ... اور ودیعت تلف ہوگئی تو پہلا شخص ...
شخص ... اسواسطے ضامن آیا کہ اسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اوسی پر ... اگر سب لوگ ساتھ ہی اوٹھ گئے تو سب پر تاوان ہوگا
کذا فی الطحطاوی ۵ وذالك نشر الصوف صيفا فعث ... + ... وقرض الفار بالعكس ... + اذا لم ... النقب من بعد علمه + ولم يعلم
الملاك ... + اور گرمی کے موسم میں صوف کا پھیلانا ترک کرنیوالا مودع یعنے امانت دار ... صوف کو کیڑا لگ گیا تو مودع تارک ہے تاوان دیا
جائیگا اسواسطے کہ اوسنے ودیعت کی حفاظت کی ... کذا فی الطحطاوی عن المحيط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف ... کر ...
جب کہ مودع نے دیکھا کہ مکان میں سوراخ نہ بند کر دیا بعد اسکے دریافت ہونیکے یا کہ مالک ودیعت خبر نکر دے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے یعنی
جب کہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے مکان میں رکھی جسمیں سوراخ نہیں پھر اوسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اوسپر تاوان نہیں
اور اگر مکان میں سوراخ ہو اور مودع جانتا ہو تو اگر مالک نے مودع کو خبر کر دی سوراخ کی تو اوسپر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود
سوراخ بند نکیا تو اوسپر تاوان ہے ... کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنیسے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ درصورت اعلام مالک مودع
سوراخ کو بند نکرے اسواسطے کہ مالک راضی ہو گیا اوس مکان میں رکھنے سے باوجود سوراخ دار ہونیکے تو معلوم ہوا کہ ... ہے کذا فی الطحطاوی
قلت بقي لو سدها ثم انفتح الفار وافسد لم ... تفصيله ... میں کہتا ہوں باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کر دیا
... چوہے نے اوسکو کھول دیا اور ودیعت کو خراب کر ڈالا اوسکا حکم مذکور نہیں اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اوسکو غور کر کے ہم تفصیل مذکور بیان کرتے ہیں
طرح سے کہ یا مالک سوراخ کو بتا دے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کر دے تو تاوان اوس سے دفع ہوا اور اس قول کو ... علامہ عبد البر ...
... بند کیا ہے ... کہ ودیعت ... مالک ... کذا فی الطحطاوی والله اعلم استغفر الله ... كتاب العارية
... عاریت کے احکام میں ہے عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (ويمنعون الماعون) یعنی گنہگار ماعون کو ...

... مودع ... کا ... زبردستی ... اور ... جلا ... کوٹھری ... آگ ... مطلب ... حاصل ... اور ...

ماعون اوس چیز سے عبارت ہی جسکی عاریت دینے کی لوگون مین عادت ہو پہر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹہیرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کا گہوڑا جسکا مندوب نام تہا بطور عاریت کے لیا تہا تو ہمین اتّلا ملا ہی کہ عاریت دینا مستحب ہی یا واجب اگر دلیل اس پر مین مستحب ہے
کذا ذکرہ ابو السعود واٰخرھا عن الودیعۃ لان فیہا تملیکا وان اشترکا فی الامانۃ مصنف نے پیچہلا یا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع
کی تملیک ہی اگرچہ دونون امانت ہونے مین مشترک ہین ھ یعنی عاریت مین تملیک ہی اور ایداع بہی ہی تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہی مرکب سے اور
مرکب موخر ہی مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالی فی اجابۃ المضطر لانہا لا تکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حق تعالی
کی نیابت ہی حاجت مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کیواسطے قرض کے مانند ھ یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہی سبب
اپنی حاجت کے قول تعالی (امّن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حقتعالیٰ کا وہ نائب ہوا تو یا فریادرسیان تو عاریت دینے والا متخلق
ہوا اخلاق فریادرسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی ایمومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر اسیواسطے
یعنی حاجت مندی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہی ثواب مین اور قرضکا ایکدرم اٹہارہ درم کے برابر ہے ھ یعنی قرض نہین لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج
اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہی اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہی صدقہ کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ حسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرضکا ثواب اٹہارہ
گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہی تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرضکا ایکدرم بیس درم کے برابر ٹہیرا لیکن صدقہ مین
صدقہ کرنیوالے کیطرف کچہہ عود نہین کرتا اور قرضکا درم مقرض کیطرف عود کرتا ہی تو مقابل اوسکے دو درم قطع ہو گئے تو اٹہارہ باقی رہگئے ولہذا اگر مقرض نے مستقرض کو
معاف کردی تو بیس درم کا ثواب ہوگا ھی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشئ قاموس عاریت لغت عربیہ مین عبارت ہی چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی
یاء مشددہ ہی اور اسکی تخفیف بہی جائز ہی کذا فی القاموس ھ اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا
تملیک المنافع مجانا اور شرع مین عاریت عبارت ہی منافع کی مالک کردینے سے مفت بلا عوض ھ یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلا گہوڑے کا سوار ہونا
اور کتاب سے پڑہنا اور گہر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ کیطرح ہوجاوے کہ اجارہ مین بہی تملیک ہی منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہے
افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کے لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونیکا فائدہ عاریت مین ظاہر کردیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی
ھ چنانچہ سابق مذکور ہوچکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاوی عالمگیری مین کہا ہی کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہی معیر کیجانب سے اور مستعیر کے
طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روی استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہی کہ اگر مستعیر بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت
کروا تو یہہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی
نہین ہوتا ہان قبول کا ہے فعلی ہوتا ہی چنانچہ معیر نے کہا کہ یہہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اوس نے اپنا ہاتہ پہیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ لو فعلا فقط قبول کی طرف
راجع ہی کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہی عاریت کا امانت یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جاوے تو مستعیر پر تاوان
نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط
قابل ہونا ہی مستعار کا فائدہ لینے کیواسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اسواسطے کہ عاریت شرط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہو جاتی
ہی ھ قابلیت انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا اسکے حق مین نکل گیا اور یہہ ضرور ہی کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور
موزونات اور روئی اور صوف اور ریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہی اور اگر روپیہ پیسا کسیچیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دوکان
اور تجمل کے واسطے عاریت لئے تو یہہ قرض نہین بلکہ عاریت ہی لیکن اسکو سوا وجہ مذکور کے اوسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان وصرّح فی العمادیۃ بجواز اعارۃ
المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لا تفضی للمنازعۃ لعدم لزومہا اور تصریح کی ہی عمادیہ مین مشاع کو عاریت دینے اور اسکو ودیعت رکہنے اور اسکے
بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابۃ علی المستعیر وکذا نفقۃ العبد اما کسوتہ

مستقبل المقید اور تبیان کہا ہو کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہو اور ستعیر نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہو وهذا اذا
كلمك لاستعارة فلو قال المولى اخذته واستخدمه من غيران يستعيره فنفقته على المولى ايضا لانه وديعة یعنی غلام کا نفقہ مستعیر
پر ہونا اسوقت ہو جب کہ مستعیر نے عاریت لینے کی تمنا ظاہر کی ہو تو اگر مولے نے کہا کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اسکا کہانا پینا بھی مولے پر ہو اسواسطے کہ
یہہ ودیعت ہے نہ عاریت ہے ظاہرا یہہ اباحت انتفاع ہے اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہیں کہ یہہ ولیسی ودیعت ہو جسکے
انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا وتصح باعرتك لانه صريح اور عاریت صحیح ہے اعرتك کے لفظ سے یعنی مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین
صریح اور کہلا ہوا ہے واطعمتك ارضی ای غلتها لانه صريح مجازا من اطلاق اسم المحل على الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتك ارضی
یعنی دی اپنی زمین تجھکو کہانے کو یعنی زمین کا غلہ تیرے کہانیکو دیا اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہو از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر ہم غلہ
پیدا ہوتا ہے زمین مین تو غلہ حال ہے اور زمین اسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز استعارہ ہے بقرینہ الطعام اسواسطے کہ جب طعام غیر مطعوم مثلا زمین کیطرف
مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے ومنحتك بمعنى اعطيتك ثوبي او جاريتي هذه وحملتك على دابتي هذه لا اذا لم يرد به يمنحك تمليك
الهبة لانه صريح فيفيد العارية بلا نية والهبة بها اى مجازا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتك یعنی دیا تجھکو کپڑا یا اپنی یہہ لونڈی
دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتك یعنی دی تجھکو چڑہایا اپنے اس جانور پر جب کہ متکلم منحتك اور حملتك کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح ہے
تو عاریت کو مفید ہی بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز اسکے نیت ہبہ سے ہم یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت
نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا واخدمتك عبدي واجرتك داري شهرا مجانا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ دیا اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور
اپنا گہر ایکمہینہ بہر تجھکو مفت اجارہ یا ہم اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی
عالمگیری مین عدم عاریت پر جزم کیا ہے کذا فی الطحطاوی وداري لك سكنى تمييز اى بطريق السكنى اور اس قول سے عاریت صحیح ہے کہ داری لك
سکنی یعنی میرا گہر تیرا ہے سکونت کی راہ سے اور داری مبتدا ہے اور لك خبر ہے اور سکنی تمیز ہے ہم سکنے مصدر ہے بمعنی اقامت یا اسم ہے بمعنے مکان صاحب درر نے کہا سکنی محکم ہے اور
نفع مین لہذا لام بمعنے ملک مراد نہوا وداري لك عمري مفعول مطلق ای اعمرتها لك عمري سكنى تمييز یعنی جعلت سكنها لك مدة عمرك
اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہو کہ داری لك عمری سکنے یعنی میرا اپنے گہر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف
یعنی اعمرتها لك عمری اور سکنی تمیز ہے ہم اور یہہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدة عمرك اسیکیطرف شارح نے تفسیر میں اشارہ کیا لیکن اولی ایک احتمال کو
دوسرے احتمال سے ساقط کر دیا زیلعی نے کہا داری لك اسکا محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ
ارادہ منفعت مین محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنے لام بمعنے ملک مراد نہوا ولعدم لزومها يرجع المعير متى شاء
اور بسبب لازم ہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہو جب چاہے اپنی چیز پہیر لے ولو موقتة معیر کو عاریت پہیر لینے مین اختیار ہو اگرچہ عاریت کا
وقت بھی معین کر دیا ہو ہم دریافت کرنا چاہئے کہ عاریت چار قسم ہی ایک یہہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہہ ہے کہ مستعیر کو اس
فائدہ لینا جائز ہی جسطرح چاہے اور جبتک چاہے دوسری قسم یہہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مخصوص مذکور ہو اسکا حکم یہہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع سے
تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہہ کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتہی قسم یہہ کہ مدت کی قید نہو بلکہ انتفاع کی قید ہو دونو کا
حکم یہہ ہے کہ تعیین مقید سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج وفيه ضرر فتبطل وتبقى العين باجر المثل كمن استعار امة لترضع ولده
وصار لا ياخذ الا ثديها فلها اجر المثل الى الفطام وتمامه في الاشباه یا کہ عاریت کہ پہیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی
چیز با اجرت مثل باقی رہیگی یعنے اسصورت مین عاریت منقلب باجارہ ہوجائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی ملنے دودہ پینے کے دریدہ بلانے کے واسطے اپنے لڑکا ایسا
لونڈی سے ہل گیا کہ کسیکی چہاتی مونہہ مین نہین لیتا سوای اس لونڈی کے تو اس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودہ چہوڑانے تک اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے

[margin note] [illegible]

وفيها معزيا للقنية فلم يكن الضمان انما العارية فيما اذا استعار جدار غيره ليضع عليه جذوعه فوضعها ثم باع المعير الجدار ليس للمشتري رفعها وقيل نعم الا اذا شرطه وقت البيع قلت وبالقيل جزم في الخلاصة والبزازية وغيرهما واعتمده محشيها في تنوير البصائر ولم يتعقبه ابن المصنف فكانه ارتضاه فليحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اس صورت میں جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کیواسطے پھر دھنیاں اسپر نصب کیں پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جب کہ بیع میں عدم دفع شرط کرلیا ہو وقت بیع کے میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہیں کیا تو گویا اسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالهلاك من غير تعد اور بدون تعدی کے عاریت ضائع اور تلف ہو جائے تو تاوان اسکا لازم نہیں آتا یعنی اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانتین تاوان نہیں مگر متعدی سے بالاجماع تاوان ہے هم تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کی اگر زیادتی سے کسی نے ... وہ ہلاک ہوگیا یا تنہا مسجد میں گیا اور اسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہوگیا یا سواری کیواسطے عاریت رکھا سو اسکو بند کر رکھا یا پانی پلانیکے واسطے اسکو غیر جہت میں لیگیا سو وہ ہلاک ہوگیا یا زمین جوتنے کیواسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور بیل کے ساتھ ملایا اسکی خلاف عادت سو وہ ہلاک ہوگیا تو بالاجماع اوسپر تاوان ہے اور اگر اسکو چراگاہ میں چرانیکے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہوگیا اگر وہاں اسطرح سے چرانیکی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک ہو تو تاوان ہے اور اگر جنگل میں سوگیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چورا لیگیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقا نہیں جب کہ مستعار چیز اوسکے سر ہانے رکھی ہو یا اس پاس ہو اسطرح پر کہ عادت میں اسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی البحر وشرط الضمان باطل كشرط عدمه في الرهن خلافا للجوهرة اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ نیرہ کے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا تؤجر ولا ترهن لان الشي لا يتضمن ما فوقه اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ شی متضمن نہیں ہوتی اپنی مافوق کی هم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کا كالوديعة فانها لا تؤجر ولا ترهن بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العارية على المختار اور ودیعت سیطرح ہے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار هم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جبکہ استعمال مختلف نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی واما المستاجر فيؤجر ويودع ويعار ولا يرهن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ لیا تو اسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز نہیں واما الرهن فكالوديعة اور مرہون تو ودیعت کی مانند ہے یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہیں وفي الوهبانية نظم تسع مسائل لا يملك فيها تمليكا لغيره بدون اذن سوى قبض ولا اور وہبانیہ میں نو مسائل نظم کئی ہیں جنمیں اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اوسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال وما لك امر تمليكه بدون اذن غير وكيل مستعير ومؤجر زكوة وكيلا فيهما ومضارب ومرتهن ايضا وقاض بيوقر سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنی مستاجر بکسر جیم سوار ہوئے اور قمیص مثلا پہنے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن ہے اور قاضی امور هم مالک کا نفقہ مبتدا ہے اور خبر لا یملکہ کا اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں جبکہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کیواسطے جانور کرایہ لیا یا اسیطرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اوسپر سوار کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کریگا اور مرتہن دوسرے کے پاس رہن رکھیگا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کریگا بلا اذن امام یا مالک نہیں کذا فی الطحطاوی ومستودع ومستبضع وقيم ادع + اذا لم يكن من عند الابد بد له اور مستودع بفتح دال ایداع کا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دینے کا اور جس زمین لیکر مزارعت کی جب کہ مزارع کے پاس بیج نہو کہ کھیت میں بیج ڈالے تو جس شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دیسکتا بلا اذن هم اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہو کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی الطحطاوی قلت والعاشر ما المستاني ...

لیستاجر فی مزرعۃ ۔ ولو اذن المولیٰ له لیس بشئ بعنی کہتا ہون اور دوسرا مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل مین یون مذکور ہوا در جائز نہین عقد مساقات اسکو
کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے اور اگرچہ دے یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہین فان اجرا المستعیر او رهن فهلکت ضمنه المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت
کو اجارہ مین دے یا اسکو رہن کو سپرد کرے تلف ہوجاے تو معیر اس سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے ولا رجوع له للمستعیر علی احد لانه بالضمان ظهر انه اجر ملکه
لنفسه ویتصدق بالاجرة خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہین ہے اسلئے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ
دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر دے برخلاف ابو یوسف کے ہم اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہوگیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا
اور خیرات کرینگی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنیسے کذا فی البحر اوضمن المستاجر یا معیر تاوان لے مستاجر سے سکت عن
المرتهن ودون شرح الوهبانیة الخامسة لا یملك المرتهن ان یرهن فیضمن للمالك الخیار ورجح الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے
اور وہبانیہ کی شرح مین ہے اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہین مرہونہ کے رہن رکھنے کا تو اسیر مین رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار
چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے پھیر لے ورجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانه عاریة فی یده دفعا
لضرر الغرر اور جبکہ مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اتنا مال پھیر لے جب کہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہے اسکے ہاتھ مین فریب کے دفع ضرر کیواسطے یعنی اگر
عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہین بسبب عدم فریب ۔ وله ان یعیر ما اختلف استعماله او لا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا دینا خواہ
اسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہوتا ہو لیکن جبکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نکر دیا ہو ہم اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور
دوسری کا مالک نا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذلک الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا
کذا فی صدر الشریعة ویعید ما لا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت وجزاہ فی نزواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا
ہو تو مستعیر اس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہین ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو نزواہر الجواہر مین اختیار
کی طرف نسبت کیا ہو ونظمه ای کالمعار المستاجر وهذا اعند عدم النهی فلو قال لا تدفع لغیرك فدفع فهلك ضمن مطلقا خلاصة اور عاریت کی چیز کی مثل
ہے اجارہ کی چیز یعنی مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور وہ صورتیں جو مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہین اور یہ تفصیل کو
درصورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو معیر نے دی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اسپر آویگا کذا فی الخلاصة یعنی خواہ
وہ مختلف الاستعمال ہوتا ہو یا نہو فمن استعار دابة او استاجرها مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیر له للحمل ویرکب هو او بالاطلاق سو جو شخص
کہ عاریت لے جانور کو یا جانور کو بطریق کرایہ لے مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اسپر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور آپ اسپر سوار ہو بطلاق پر عمل کرنیسے واما
فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہو جائیگا مراد ہونے میں ہم اسواسطے کہ مطلق ہر تفاعل کو شامل ہے اور تعین تھا عین مستعیر اور مستاجر کو
اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اسپر بوجھ لادنہین سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی البحر وضمن بغیره
ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیره لم یرکب بنفسه بعد ه هو الصحیح کافی اور تاوان دیگا غیر مین اگر جانور ہلاک ہو جاے تو اگر عاریت کا کپڑا
غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہو کذا فی الکافی وان اطلق المعیر او المؤجر الانتفاع فی الوقت والنوع
انتفع ما شاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر اور موجر نے تفاعل وقت اور نوعین مطلق بلا قید کیا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ
یعنی بنابر عمل بالاطلاق وان قید لا بوقت او نوع او بهما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر تفاعل مین قید بانوع یا دونو کی قید لگائی تو
تاوان دیگا خلاف کر نیمین بانسبت بدتر خلاف مین ہم خلاف بدتر کی مثال یہ ہے کہ جانور عاریت لیا مثلا دومن گیہون لادنے کے واسطے پھر اسپر اسیقدر جو لادے تو تاوان آویگا
اسواسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ پہیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر گیہون سے اور خلاف مثل کی مثال یہ ہے کہ معین گیہون کے عوض اور گیہون اسیقدر لادے یا اپنے گیہونکی عوض غیر کے گیہون لادے
لادے اور بہتر خلاف کی یہ مثال ہو کہ جو کے واسطے عاریت لے اور اسپر گیہون لادے وکذا التقیید فی الاجارة بنوع او قدر مثل العاریة اسیطرح کا حکم اجارہ میں

له یعنی بغیر اس
کے دیئے ہالک کی
اجازت نہیں ۱۲

فرع انتفاع بانہ ہما علی قید کی تیکا عاریت یکے انہ عاریۃ الثمنین والمکیل والموزون والمعدود المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استهلاک عینها
اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت مطلق ہونے کے وقت قرض ہے بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ یعنی عاریت عبارت ہے اذن فی الانتفاع سے
اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین اشیاء کی لہذا یہاں عاریت کے معنی قرض ٹھہری معدود متقارب جیسے اخروٹ اور انڈا اور اسیطرح صوف
اور روپیہ اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر هلاکها قبل الانتفاع لانه قرض حتی لو استعارها لیعایر
المیزان او یزین الدکان کان عاریۃ تو تاوان دے عاریت لینے والا اشیاء مذکورہ کے تلف ہوجانے سے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپیہ اشرفی کو
عاریت لیا تاکہ اوس سے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا ان کو رکھکر دکان کی آرایش کرے تو یہہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنے اسواسطے کہ اسمین ہلاک عین نہیں
ولو اعار قصعۃ ثرید فهو قرض ولو بینهما مباسطة فاباحة اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہہ قرض ہے اور اگر معیر و مستعیر مین کشادہ چشمی اور بےتکلفی
ہے تو یہہ اباحت ہے ھر ثرید وہ کہانا ہے جو شوربے مین روٹی ترکرنے سے مرتب ہوتا ہے جب قرض ہوا تو مثل یا اوسکی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت مین تاوان نہیں وتصح
عاریۃ السہم ولا یضمن بہلاکہ لان الرمی یجری مجری الہلاک صید فیہ اور تیر کی عاریت صحیح ہے اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام
ہلاکی ہے کذا فی العینی فیہ یعنی یہہ استہلاک بالتعدی ہو مالک کی اجازت سے لہذا اسمین تاوان نہیں ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعة اور اگر
زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانیکو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے وله ان یرجع متی شاء لما تقرر انها غیر لازمة اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت
پہیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفه قلعهما الا اذا کان فیه مضرة بالارض فیترکان بالقیمة مقلوعین
لئلا یتلف ارضه اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درختون کو کہود ڈالے مگر جب کہودنے مین زمین کا ضرر ہو تو کہودی عمارت اور کہودے درخت
کی قیمت دیکر دونون چیزین قائم رکہی جاوین تاکہ اوسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دیدے ولو وقت العاریة فرجع قبله کلفه قلعهما وضمن
المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما الی المدة المضروبة وتعتبر القیمة یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی
سو معیر نے عاریت پہیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کہود ڈالے اور مستعیر کو اوتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہوا کہودنے سے بطور جو کہ تخمینہ کیا عمارت
اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت اونکی مقرر کیجاوے اور پہیر دینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر مثلا درخت کی قیمت کہودنے کے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک
قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی تو دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارها لیزرعها لم توخذ منه قبل ان یحصد الزرع وقتها او لا فتترک
باجر المثل مراعاة للحقین اور جب کہ زمین مستعیر کو کہیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اوس سے کہیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نکی ہو تو زمین
مستعیر کے پاس موافق اجرت مثل چہوڑی جاویگی دونون حقونکی رعایت کرنیکے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر وکلفتک ان کان لم ینبت لم یجز لان بیع الزرع قبل
نباته باطل وبعد نباته فیه کلام اشار الی جوازه فی المغنی نهایه پہر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ مین تجھکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہون اگر کہیت نہ جما ہو تو جائز نہین
اسواسطے کہ کہیت کی بیع قبل اوسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اوسکے جمنے کے اسمین گفتگو ہے مغنی مین اوسکے جائز ہونیکی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایہ ھر قول مغنی یہی مختار ہے
کذا فی الطحطاوی عن الغیاثیه ومؤنة الرد علی المستعیر اور عاریت پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اسواسطے کہ اوسنے اپنے نفع کے واسطے اسپر قبضہ کیا تہا اور پہیر دینا
اوسپر واجب ہے فلو کانت موقتة فامسکها بعده فهلکت ضمنها لان مؤنة الرد علیه نهایه تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو اور مستعیر نے عاریت رکہ
چہوڑی بعد اوس وقت کے پہر عاریت ضائع ہوگئی تو مستعیر پر اوسکا تاوان ہے اسواسطے کہ پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر تہا کذا فی النہایہ یعنی تو نہ پہیر دینے سے وہ متعدی ٹھیرا ھر اس
مسئلہ میں دو قول ہین تاوان اور ضمان کا مختار ہے اور عدم ضمان کا فتوی اور مجتبی میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارها لیرهنها فتکون کالاجارة رهن
الہندیہ عاریت پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جب کہ مستعیر نے زمین گروی رکہنے کے واسطے عاریت لی تو بمنزلہ اجارہ کے مانند ہے کذا فی رہن الہندیہ یعنی تو اب خرچ معیر پر ہوجاوے گا جیسے
اجارہ مین ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا الموصی له بالخدمة فمؤنة الرد علیه اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پہیر دینے کا خرچ اوسیپر ہے
وکذا الموصی له والغاصب والمرتهن مؤنة الرد علیهم لحصول المنفعة لهم اور اسیطرح موصی له اور غاصب اور مرتہن پر پہیر دینے کا خرچ ہے بسبب حاصل ہونے

مقبوضہ کر لے تو ضامن نہیں کیونکہ فی ہذا لو لا الاخراج باذن رب المال والا لضمنہ رد مستاجر و مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یعنی جو چیز کرایہ پر لی یا عاریت لی
لانہ ہو ما مؤنۃ جب کہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن مالک اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسی پر ہے جس نے
نکالا و اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ و مضاربۃ و ہبۃ فہی بالرجوع یعنی بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے
کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی الینابیع یعنی شرکت میں رد راس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر کذا فی الینابیع وان رد المستعیر الدابۃ
مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ او مسانہۃ او مع عبد ربہا مطلقا او مع اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا
بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دینے کے لیے اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ یا سالانہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے
غلام کے ساتھ خواہ وہ غلام جانور کی خدمت پر ہو یا نہ ہو قول اصح ہے یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور
ہلاک ہو گیا مقبوض نہ ہوا تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تا وقتیکہ اسطرح سے تسلیم مشہور وا کیا جاتا ہے [illegible] الا کہ وہ دابۃ [illegible] داخل نہیں ہوا
بخلاف نفیس کجوہر فان بخلاف عقد جوہر کے چنانچہ جواہر یعنی اگر عقد جوہر کو [illegible] مالک پاس بھیجا اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا و بخلاف
الرد مع الاجنبی ای بلا [illegible] العاریۃ موقتۃ [illegible] بالامساک [illegible] اور برخلاف اجنبی کے ساتھ بھیجنے
کے یعنی اسطرح سے کہ عاریت [illegible] مستعیر [illegible] بری الذمہ نہ ہوگا [illegible] مستعیر [illegible]
والا فالمستعیر مالک الایداع فیما [illegible] من الاجنبی [illegible] علی ہذا اور اگر [illegible]
انقضاء مدت کی قید نہ لگائے بلکہ مطلقا تا وقتیکہ [illegible] مستعیر [illegible] مالک [illegible]
فتوی ہو کذا فی البرجندی [illegible] فقہا کے کلام کا محمول کرنا [illegible] اجنبی [illegible] انقضاء [illegible]
وبخلاف رد ودیعۃ و مغصوب الی دار المالک لانہ لیس بتسلیم [illegible] تسلیم نہیں یعنی جب
مالک کو پہنچا دیگا تب تسلیم ثابت ہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ [illegible] الارض [illegible]
ونحوہ اور جب کہ سفید خالی زمین زراعت کیواسطے عاریت لی تو مستعیر [illegible] زمین [illegible]
زراعت کی [illegible] تخصیص [illegible] عارت [illegible] مستعیر [illegible]
انکار کیا العبد الماذون مالک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہے یعنے [illegible] عاریت دینا [illegible]
واستہلکہا ایضا [illegible] غلام محجور [illegible] عاریت [illegible] المال
غلام محجور [illegible] غلام محجور کو عاریت [illegible] مستعیر فی الحال [illegible] الذہب [illegible]
ما علیہ من الباس [illegible] لانہ اعارۃ والمستعیر [illegible] عاریت [illegible]
[illegible] مستعیر [illegible] عاریت [illegible] عاریت دینے کا مالک [illegible] مستعیر [illegible]
اسواسطے کہ اوسنے پرایا مال ضائع کیا تا وقتیکہ [illegible] العاریۃ [illegible] لم یضمن [illegible] لانہ لا [illegible]
عاریت کو [illegible] سو عاریت ضائع ہو گئی [illegible] ضائع [illegible] عاریت کا ضمان [illegible]
وضمن لو نام [illegible] اور تا وقتیکہ [illegible] لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی
والوصی باپکو جائز نہیں ہے کہ ولد صغیر کا مال عاریت دے بسبب [illegible] اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں [illegible] العاریۃ
مخالف [illegible] بیتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی [illegible] العاریۃ
[illegible] العبد [illegible] باعارۃ [illegible] ابراہیم [illegible]

انہ یقضین ایک شخص نے دوسرے سے بیل عاریت مانگا سو اوس نے کہا مین کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون اوسکے اذن کے اور اوس سے
کام لیا پھر بیل مرگیا تو اوسپر تاوان نہیں کذا فی الخانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبے وغیرہ مین ہے کہ وہ تاوان دیگا ھم تو اسمین دو قول ثابت ہوئی جہز
ابنتہ بما یجھز بہ مثلھا ثم قال کنت اعرتھا الامتعۃ ان العرف مستمر بین الناس ان الاب یدفع ذلک الجھاز ملکا لا عارۃ لا یقبل قولہ
انہا عاریۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجھز بہ مثلھا فان القول
لہ اتفاقا اگر باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورتکو دیا جاتا ہی پھر باپ نے کہا کہ مین نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کے طور پر اگر لوگون مین یہہ رواج ہی کہ باپ
ایسا جہیز کر دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے تو باپ کا یہہ قول کہ اوس نے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکی تکذیب کرتا ہے
اور اگر یہہ طریقہ کا رواج نہو یا گاہی بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گاہے بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ از جہیز
اوس جہیز سے ہو جو ویسی عورتکو دیا جاتا ہی تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکرنا اور مان اور صغیرہ کا ولی باپ کے
مانند ہین حکم مذکور مین ھم یعنے اگر مان یا ولی صغیرہ نکاح کر دی جہیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو روجکا اعتبار ہوگا اور یہی حکم مان اور ولی مین ابن وہبان کی
بحث ہی کذا فی الطحاوی وفیما یدعیہ الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المہر اور جسمین اجنبی دعوی کرے
بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ مین نے اوسکو فلانی چیز عاریت دی تھی تو اوسکا قول مقبول نہین بدون شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیہ اور باب المہر مین پہلی مذکور ہو چکا
وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحقھا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی
الصرف الی الموقوف علیہم یعنی الاولاد والفقراء وامثالھا اور اشباہ مین ہے کہ جو امین امانت کو پہنچا دینے کا اوسکے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اوس کا
قول قسم کے ساتھ مقبول ہی چنانچہ مودع جب کہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے موقوف
علیہم سے مراد واقف کی اولاد ہی اور محتاجین اور مانند اونکے یعنی علما اور شرفا ان کذا فی الطحاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا
یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف کا بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ
فالتۃ وقدمنا فی الوقف عن المولی ابی السعود واستحسنہ المصنف وابقاہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ مین نے روزی لینے
والون کے وظائف مین صرف کیا تو اوسکا قول مقبول نہین ارباب وظائف کے حق مین لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جتنے لینے کے وہ منکر ہین بلکہ ناظر اونکو دوبارہ دے
وقف کے مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ مین شرح ہی مین کہتا ہون اور کتاب الوقف مین یہہ مذکور ہو چکا مفتی ابو سعود سے اور مصنف نے اوسکو پسند کیا ہی اور
اوسکے فرزند نے اوسکو ثابت رکھا ہی حاشیہ اشباہ مین تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیوۃ مستحقھا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین
اذا ادعی بعد موت الموکل انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیوتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ وہ حامل ایصال امین مستحق امانت کی زندگی مین ہو یا بعد اوسکی موت
ہو مگر قبض دین کے وکیل مین جبکہ وہ بعد موت موکل کے یہہ دعوی کرے کہ اوس نے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اوسکی زندگی مین تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے
ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کالودیعۃ قال قبضتہا فی حیوتہ وہلکت وانکرت الورثۃ او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان
عن نفسہ بخلاف قبض عین کے وکیل کے ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ مین نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات مین اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثون نے اسکا انکار کیا
یا وکیل نے کہا کہ مین نے وہ عین موکل کو دی تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہی یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو
دفع کرتا ہی اور یہہ اوسکا مقصود نہین کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا
یصدق فی وکالۃ الولوالجیۃ بخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اوسکا قول مقبول نہین اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب کرتا ہی میت پر اور وہ
تاوان مقبوض کے برابر ہی تو اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیۃ ھم ایصال دین کے دعوی مین میت پر ایجاب ضمان کی یہہ وجہ ہے کہ ادھار دیون امثال
سے ادا ہوتا ہے تو ادعای ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہی اوس حق کا جو مدیون پر ہی اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہین کذا فی

الطحاوی مختصرا قلت وظاهرہ انہ لا یصدق لا فی حق نفسہ ولا فی حق الموکل وقد افتی بعضہم انہ یصدق فی حق نفسہ لا فی حق الموکل
وحمل علیہ کلام الولوالجیۃ فلیتأمل عند الفتوی مین کہتا ہون اور ظاہر کلام ولوالجیہ سے یہ دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق ہوتی اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے
حق مین اور البتہ بعض نے یہ فتوی دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اوسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہے تو تامل
کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت ہم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کے فہم کے موافق پر دلالت نہین کرتا بلکہ اوسکی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق
نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان علی البیت تو افتای بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحاوی **فروع** مسائل متفرقہ شارح نے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ
الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستعیر سے [illegible] یہہ صورت مین ہے جب کہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی
ہو موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدہما عاریت اجارہ کی مانند فسخ
ہوجاتی ہے معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دین وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اوس پر قرض ہے اور اوسکے پاس ودیعت
غیر معین تو میت کا ترکہ ان سبھون مین تقسیم ہوگا بقدر اونکے حصون کے ہم ودیعت غیر معین کی یہہ صورت ہے کہ میت مرگیا اور یہہ بیان نکر گیا کہ فلانی چیز ودیعت
تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکہ مین برابر ہین بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادای کل دیون مین کفایت نکرے استاجر بعیرا الی مکۃ فعلی الذہاب
وفی العاریۃ علی الذہاب والمجیء لان ردہا علیہ اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے
دونون پر ہے اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہے یعنی اور پہونچانا بدون آنیکے نہین ہوسکتا بخلاف اجارہ کے کہ اوسکے آنیکا خرچ موجر پر ہے نہ مستاجر پر استعار
دابۃ للذہاب فامسکہا فی بیتہ فہلکت ضمن لانہ اعارہا للذہاب لا للامساک جانور عاریت لیا جانیکے واسطے پھر اوسکو باندہ کر اپنے گہر مین رکھا سو وہ مرگیا
ہوگیا تو تاوان دے [illegible] واسطے [illegible] استقرض ثوبا فاعارہ علیہ لا تراک لو تیقن لانہ عاریۃ ثم قال
بیل قرض لیا سو اوسپر [illegible] تاوان نہین [illegible] وہ عاریت ہے [illegible] اور بلا قصد مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی فیہا
واذا اخرج فالبناء للمالک فللمالک اجر مثلہا ان قصد ارالسکنی والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلا عوض فکانت اجارۃ معنی
بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت [illegible] بنانے کے واسطے اور جب وہ اوس مکان سے نکلا تو عمارت مالک زمین کی ہوگی مالک کو کرایہ ملیگا [illegible] سکونت
اور عمارت تو مستعیر کی ہے اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے تو یہان اجارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا [illegible] تقرر عوض [illegible] مدت کے مجہول ہونے سے
ہم عوض وہ عمارت ہے [illegible] پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھیری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھیرتا
بدل سے اسواسطے کہ [illegible] معلوم نہین عاریت لینی [illegible] وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجہالۃ البدل اور اسی طرح عاریت اجارہ فاسد ٹھیری اگر
زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے ہم خراج [illegible] جب [illegible] شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھیرا اور یہی حقیقت ہے اجارہ کی [illegible]
مین جانی کا اعتبار ہے [illegible] وجہ فساد اجارہ یہی ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحیلۃ ان یؤجرہ الارض سنین معلومۃ ببدل [illegible] ثم یامرہ باداء
الخراج منہ اور مستعیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر ادای خراج کا [illegible] امر کرے استعار
کتابا فوجد بہا فیہ خطأ اصلحہ ان علم رضا صاحبہ قلت ولا یأثم بترکہ الا فی القرآن لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت
لی سو اوسمین غلطی پائی تو اوسکی اصلاح کردے اگر مالک کی رضامندی جانی مین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک اصلاح سے البتہ
گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہے بخط مناسب قرآن ہم اصلاح مین رضای مالک ہو اسواسطے کہ غیر کی ملک مین تصرف ہے اور رہبانی کہا اگر مستعیر کا خط
مناسب بخط کتاب ہو اور اوسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضای صاحب کتاب اصلاح کرے اور اگر خط مناسب نہ ہو تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکھکر وہان رکھدے اور محل خطا پر نشان
کردے تا مالک اوسکا مطلع ہوکر درست کرلے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادت سے کذا فی الطحاوی وفی الوہبانیۃ وینبغی ای اصلاحہ مستعیرہ
بجواز اذا ما کان لا یأتی اثم [illegible] اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک کتاب مین جس کے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جب کہ اوسکا مالک آزردہ نہو [illegible]

وہبانیہ کی ابیات مین اگلی بیت ہی ہم معانی وہ کلام ہی جسکے فہم اور جواب مین مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور چیستان اور پہیلی وأیّ لغزًا لیس تملّکٌ آخذٌ تمّا بہ آتیا
وفی غلاتہا الرھائن التقھسوی کہ اور وہ کون شخص جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہین اور رہن کے سوا یہ مسئلہ متصور ہی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے
عاریت دی زمین بکر کے واسطے تو بالکاشت مین کرادیا اسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہین وہل واھبٌ لا یرجع کہ تجھ کو جواب اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی ہبہ ہے
کہ اسکو پھیر لینا جائز نہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہو تو اسکے یہ ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک نہین ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے
مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھیرا او فقل من رای ما ضیّع المال تخبرنا کہ اور ایسا کوئی موقع ہے جس نے مال ضائع نہین کیا اور اوس پر
تاوان پڑتا ہی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کو دس ہزار درم وصیت رکھا اور کہا کہ یہ درم میرے فلانی وارث کو دینا سو وصی نے بعد
اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اوس سے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم الکریم

کتاب الھبۃ

یہہ کتاب ہی ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاہرۃ وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبہ کے ظاہر ہے ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہی
تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہی تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ہی لغۃً التفضّل علی الغیر ولو غیر مال ہبہ لغت مین عبارت ہی فضیلت حاصل
کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضل بغیر مال کے ہو وشرعًا تملیک العین مجانًا ای بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع مین ہبہ عبارت ہی عین کے
مالک بنا کر دینے سے [illegible] اور عاریت ہبہ سے خارج ہوگئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل
گئی لیکن [illegible] وصیت کی مانع نہین لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہہ تہا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح مین کہا ہے تو
مطلب یہہ ہے کہ ہبہ مجانًا ہی تملیک بلا شرط عوض ہو اور یہہ مطلب نہین کہ عدم عوض شرط ہو [illegible] تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے لوٹ جاوے وتملیک
الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحّت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اوسکو
دین قبض کرنے کا امر کیا تو ہبہ صحیح ہو [illegible] ہبہ عین کی طرف ہم یہہ جواب ہے اوس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف مین تملیک عین داخل ہی تو چاہئے
کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ کہنی ہی کا جواب شارح یون دیا کہ جب صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اوس نے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہوگیا تو
تملیک عین متحقق ہوگئی وسببہا ارادۃ الخیر للواہب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہی واہب کے
واسطے خواہ خیر دنیوی ہو جیسے عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو جیسے ثواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلّم
ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلّمہ التوحید والایمان اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایہ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے
ہی ایماندار پر کہ اپنی فرزند کو سخاوت اور احسان سکہاوے جسطرح اوسپر یہہ واجب ہے کہ اسکو توحید اور ایمان بتادے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا فی
النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو چھوڑ دیگا کہ دنیا کی محبت پر جوان ہوجاوے اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے
نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وہی مندوبۃ وقبولہا سنۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا
اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست ہوجاؤ ہم اور کبہی بسبب
عارض کے ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہین ہوتا جیسے اگر معلوم ہوجاوے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وشرائط صحتہا فی الواہب العقل
والبلوغ والملک فلا تصح ہبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبًا اور صحت ہبہ کی شرطین ہبہ کرنیوالے مین عقل اور بلوغ اور مالک ہی تو صغیر اور مملوک کا
ہبہ صحیح نہین اگرچہ مملوک مکاتب ہو وشرائط صحتہا فی الموہوب ان یکون مقبوضًا غیر مشاع ممیزًا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطین موہوب
یعنی بخشی چیز مین ہونا اوسکا مقبوض غیر مشاع متمیز غیر مشغول بغیر موہوب جیسا کہ آگے واضح ہوگا ہم زیلعی مین ہی کہ قبض تو ضرور ہی ثبوت ملک کے واسطے ہم سوا اسکے جواز ثابت ہے
[illegible] قبض کے بالاتفاق [illegible] اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کی ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنف کے کلام سے [illegible] کہ قبض صحت کی شرط ہو اور یہی ظاہر ہو [illegible]
[illegible] عالمگیری مین ہی اگر کوئی کہ موہوب موجود نہ ہو [illegible] تو اگر اپنے درخت کی پہل ہبہ کرے اس سال پہلینگے تو جائز نہین ہم اسواسطے کہ فی الحال معدوم ہین [illegible]

یہی شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سؤر اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
وَرُکْنُهَا هُوَ الْاِیْجَابُ وَالْقَبُوْلُ کا بیان ہے اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وَحُکْمُهَا ثُبُوْتُ الْمِلْکِ لِلْمَوْهُوْبِ لَهٗ غَیْرَ لَازِمٍ فَلَهُ الرُّجُوْعُ وَ
الْفَسْخُ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہے یعنی سوا ان صورتوں
کے جو مذکور ہونگی وَعَدَمُ صِحَّةِ شَرْطِ الْخِیَارِ فِیْهَا فَلَوْ شَرَطَهُ صَحَّتْ اِنِ اخْتَارَهَا قَبْلَ تَفَرُّقِهِمَا اور حکم ہبہ نہ صحیح ہونا شرط خیار کا ہے ہبہ میں تو اگر موہوب لہ نے
خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ مصنف یون کہتا وعدم صحتها بخیار الشرط بقرینہ تفریعہ
والا حاصل اوسکا یہ ہے کہ ہبہ مطلقا صحیح ہے اور شرط باطل ہے وَکَذَا الْوَاهِبُ اٰوْ صَحَّ الْاِبْرَاءُ وَبَطَلَ الشَّرْطُ خلاصہ اور اسیطرح اگر واہب نے بشرط الخیار ابرا کیا
تو ابرا صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصہ ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منح الغفار میں اتیہ ہے والا تشبیہ غیر صحیح ہے وَحُکْمُهَا اَنَّهَا لَا تَبْطُلُ
بِالشُّرُوْطِ الْفَاسِدَةِ فَهِبَةُ عَبْدٍ عَلٰی اَنْ یُّعْتِقَهٗ تَصِحُّ وَتَبْطُلُ الشَّرْطُ اور ایک حکم ہبہ کا یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا ہے شروط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو
موہوب لہ آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط باطل ہے وَتَصِحُّ بِاِیْجَابٍ کَوَهَبْتُ وَنَحَلْتُ اور ہبہ صحیح ہے ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی میں نے ہبہ کیا ونحلت یعنی میں نے بخشا اپنی دل کی خوشی
سے بلا مطالبہ وَاَطْعَمْتُکَ هٰذَا الطَّعَامَ وَلَوْ ذٰلِکَ عَلٰی وَجْهِ الْمِزَاحِ اور میں نے یہ کہا تیرے کھانیکو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو خلاصہ میں ہے
کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے سو واہب نے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنیوالا نہ تھا اور
موہوب لہ نے اسکو قبول کر لیا بقبول صحیح انتہے اور اسیطرح خلاصہ اور خزانہ کی عبارت جسکو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجھا ہے اور حالانکہ اوس سے مصنف کا مطلب ثابت
نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب بوجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہیں بخلاف اَطْعَمْتُکَ اَرْضِیْ فَاِنَّهٗ عَارِیَةٌ لِرَقَبَتِهَا وَاِطْعَامٌ لِغَلَّتِهَا بخلاف اس قول کے
کہ میں نے اپنی زمین تیرے کھانیکو دی اسواسطے کہ یہ قول عاریت ہے رقبہ زمین کی اور طعام ہے اوسکے غلہ کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جسکو مستعیر لیوے چنانچہ کتاب العاریۃ
میں مذکور ہو چکا اِذَا الْاِضَافَةُ اِلٰی مَا لَا یُطْعَمُ عَیْنُهٗ ... یُعَبَّرُ بِهٖ عَنِ الْکُلِّ ... وَجَعَلْتُهٗ لَکَ لِاَنَّ اللَّامَ لِلتَّمْلِیْکِ ...
جزو کیطرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہو چنانچہ میں نے تجھکو اوس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو تیرے لئے کر دیا ... اسواسطے کہ لام تملیک کے لئے ...
ہے ... کہا یوں کہنا واضح تر تھا ولو بالاضافة یعنی اگر یہ ایجاب اضافت سے ہو ... جعلتہ باسمک فانہ لیس بهبة بخلاف اس ...
تیرے نام کے ساتھ ٹھہرا دیا مقرر کر دیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہے ہم یہ قول غیر اظہر ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری میں غیاثیہ سے منقول ہے کہ ... باپ نے
باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ باسم ابنی یعنی میں نے اسکو اپنے بیٹے کے نام کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہیں کذا فی الطحطاوی
وَکَذَا هِیَ لَکَ حَلَالٌ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ قَبْلَهٗ کَلَامٌ یُفِیْدُ الْهِبَةَ خلاصہ اور اسیطرح یہ قول ہبہ نہیں کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہے مگر جس وقت ... کہ اسکے
پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصہ ہم قول مذکور اسواسطے ہبہ نہیں کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہیں اور اباحت فروج
میں جائز نہیں کلام قبل جو ہبہ کا مفید ہو سو مثلا یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا تو مجھکو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہے یا میرا دل رغبت ہے اسکے لینے پر اگر تو نے اس سے پہلے
مجھکو کوئی چیز ہبہ نہیں کی ہو تو واہب نے کہا کہ تجھ پر یہ حلال ہے تو البتہ اب یہ قول ہبہ ٹھہریگا وَاَعْمَرْتُکَ هٰذَا الشَّیْءَ اور میں نے یہ چیز تجھکو بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو
ہم عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور بعد موت موہوب لہ کے پھیر لے سو تملیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہیں ہوتا فاسد
شرط سے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ کی مملوک ہے اور اسکے وارثوں کی ہے بعد اوسکے کذا فی الزیلعی وَحَمَلْتُکَ عَلٰی هٰذِهِ
الدَّابَّةِ نَاوِیًا بِالْحَمْلِ الْهِبَةَ کما مر اور میں نے تجھکو اس جانور پر سوار کر دیا حمل سے ہبہ کی نیت کر کے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا ہم حمل کا ہے معنے ہبہ اور
کا ہے جیسے عاریت مستعمل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وَکَسَوْتُکَ هٰذَا الثَّوْبَ اور میں نے تجھکو یہ کپڑا پہنایا ہم پہنانا نسبی تملیک عین مراد
ہوتی ہے بولتے ہیں کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا جب کہ اسکو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت میں اسطرح نہیں بولتے وَدَارِیْ لَکَ هِبَةً اور میرا گھر تیرا ہے ہبہ ہوکر ہم لفظ
ہبہ منصوب ہے حال ہونیسے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہے کذا فی الدرر وَعُمْرٰی تَسْکُنُهَا لَا اِنْ قَالَ تَسْکُنُهَا ... لِاَنَّ الْفِعْلَ لَا یَحْتَمِلُ التَّفْسِیْرَ

للسکنی فقد اشار علیه فی ذلک بان یسکنه فان شاء قبل مشورته وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گہر تیرا ہے بطور عمری کے تو اوسمین
سکونت کر یہ ہبہ قبول بہی ایجاب ہے اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہو جاہیگا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونیکی لیاقت نہیں رکہتا تو واہب نے
موہوب لہ کو مشورہ دیا اپنی ملک مین اسطرح کہ اوسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اوسکے مشورہ کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے ولو قال لک
هبة تسكنها او سكنى هبة بل تكون عارية اخذا بالمتيقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہے گا کہ میرا گہر تیرا ہے موہوب کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے موہوب
ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبہ محتمل ہے اور سکنی تمیز عاریت ہونیکی وجہ یہ ہے کہ لفظ سکنے محکم ہے تملیک منفعت مین تو یہ قول
عاریت ہے خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا موخر کذا فی الخلاصة عن البحر وحاصله ان اللفظ ان انبأ عن تمليك الرقبة فهبة او المنافع فعارية او احتمل
احتيج الى النية نوازل اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دیے یعنی دلالت کرے تملیک شے پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور
عاریت دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل وفی البحر آخر هبة باسم ابنی الاقرب الصحة اور بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین اس درخت
کو ہبہ کیا اپنی فرزند کے نام پر یہ قول اقرب بصحت ہے ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے بصیغہ جزم مذکور ہے کہ یہ قول
ہبہ نہیں ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحطاوی وتتم بقبوله ای فی حق الموهوب له اما فی حق الواهب فتتم بالایجاب وحده لانه متبرع
حتی لو حلف ان یهب عبده لفلان فوهب ولم یقبل بر وبعکسه حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنی موہوب لہ کے حق
اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہو جاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کہائی کہ اپنا غلام فلانی شخص کو ہبہ کریگا سو اوسنے اوسکو ہبہ کیا اور اوس شخص نے
ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور بیع کے بالعکس مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ مین فلانی شخص کا ہبہ لونگا سو اوسنے ہبہ کیا اور اوسنے قبول نکیا تو حانث
نہوگا برخلاف بیع کے ہم یعنی اگر قسم کہائی کہ فلانی شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اوسنے بیع کا ایجاب کیا اور اوسنے قبول نکیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ
تمام نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جبتک قبول نپایا جاویگا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی وتتم بالقبض بلا اذن فی المجلس فانه هنا کالقبول
فاختص بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ موہوب لہ کو قبض کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہاں یعنی ہبہ مین قبول کرنیکے مانند ہے لہذا مخصوص
بمجلس عقد ہوا ہم قبض بجای قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرتا ہے قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہیں مگر
قبض سے تو قبض بعد مجلس ایجاب کا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو تا وقتیکہ واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی و
بعده به ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضای مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امره بالقبض حین وهبه لا یتقید
بالمجلس ویجوز القبض بعده اور محیط مین ہے کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنیکا امر کیا ہو ہبہ کرنیکے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا
بعد اسکے بہی والتمکن من القبض کالقبض فلو وهب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیه الصندوق لم یکن قبضا لعدم
تمکنه من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہے تو اگر ایک کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اوسکی طرف بلند کیا یعنی سامنے
کیا تو یہ قبض نہوگا بسبب اوسکے قادر نہونیکے قبض پر وان مفتوحا کان قبضا لتمکنه منه فانه کالتخلیة فی البیع اختیار اور اگر صندوق کہلا
تو قبض ثابت ہوگا سپرد کرنے سے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع مین وفی الدرر والمختار وصححه بالتخلية
فی صحیح الهبة لا فاسدها اور درر مین ہے اور قول مختار صحیح ہے کہ قبض کافی ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح مین نہ ہبہ فاسد مین یعنی اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ مین تخلیہ کر دیا
تو قبض صحیح ہو گیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو وفی النتف ثلثة عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور نتف مین ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے ہم عقود کہ
یہ ہین ۱ ہبہ ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد و اوزاعی و ابن شبرمہ و حسن بن صالح ۵ عمری ۶ نحلہ یعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم
۱۰ بدل سلم مین جب کہ بعض بدل کہوٹا ہو تو اگر کہوٹے درہمون کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اوسکے حصہ کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جب کہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو
جنس مختلف ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے تو اسمین تفاضل جائز ہے نہ نسیئہ ۱۳ جب کہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع خلاف الجنس تو اسمین بہی تفاضل جائز ہے نہ نسیئہ

كذا في المحيط وعن الحلبي عن البيع ولو نهاه عن القبض لم يصح قبضه مطلقاً ولو في المجلس لان الصريح اقوى من الدلالة ۔ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقاً صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ۔ ھ خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے ایسا ہی اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں مجلس میں اور بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض تھی ایجاب باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ نے جا کر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہو تو صحیح ہوا ور نہیں تو نہیں وتتم الهبة بالقبض الكامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے ھ قبض کامل منقول میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو کوٹھری کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمة میں قبض کامل قسمت کرنے سے ہوتا ہے تا موہوب پر قبض بالاصالة واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمة میں قبض کامل تبعیت کل سے ہوتا ہے کذا في الدرر ولو الموهوب شاغلا لملك الواهب لا مشغولا به ہبہ قبض کامل سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل بملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب قال الاصل ان الموهوب ان مشغولا بملك الواهب منع تمامها وان شاغلا لا ۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو مشغول ہونا ہبہ کے تمام ہونیکا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونیکا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا في الدرر فلو وهب جرابا فيه طعام الواهب او دارا فيها متاعه او دابة عليها سرجه وسلمها كذلك لا تصح ۔ تو اگر تھیلا ہبہ کیا جسمیں واہب کا طعام ہے یا وہ گھر جسمیں واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہو اور تینوں چیزوں کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا ھ اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا کذا في الدرر فلو عكسه تصح في الطعام والمتاع والسرج فقط لان كلا منها شاغل لملك الواهب لا مشغول به ۔ اور اسکے بالعکس میں ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط اسواسطے کہ ہر چیز ان تینوں میں سے ملک واہب کی شاغل ہے نہ مشغول ھ خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہیں اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغله بغير ملك واهبه لا يمنع تمامها ۔ عدم تمام ہبہ میں مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں ھ منجملہ اسکی صورتوں کے ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گھر میں اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃ تو اسکی تسلیم بھی صحیح ہوگی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا في الطحطاوي كرهن وصدقة لان القبض شرط تمامها وتمامه في العمادية ۔ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کی مانند اسواسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونیکی اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ھ یعنی رہن بھی اور صدقہ بھی پورا نہیں ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ راجع تین سے ہی کذا في الطحطاوي وفي الاشباه هبة المشغول لا تجوز الا اذا وهب الاب لطفله اور اشباہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا جائز نہیں مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وكذا الدار المعارة ۔ میں کہتا ہوں اور اسیطرح عاریت کا گھر ھ صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسی کا اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر معیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے کذا في الطحطاوي والتي وهبتها لزوجها لانها ومتاعها في يد الزوج فصح التسليم اور ہبہ مشغول اس گھر میں جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اسکا اسباب دونوں شوہر کے ہاتھ میں ہیں تو تسلیم موہوب صحیح ہوگی ھ صورت اسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمیں رہتی ہو اور اسکا اسباب اسمیں ہو اور زوج بھی اسکے ساتھ اسی گھر میں رہتا ہو تو یہ ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ زوجہ گھر اور اسباب کے ساتھ زوج کے ہاتھ میں ہے اور بالمقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہیں کذا في الطحطاوي وقد غيرت بيت الوهبانية فقلت ومن وهبت للزوج دارا لها بها متاع وهم فيها تصح المحرر ۔ اور متغیر یعنی بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو میں یوں کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمیں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمیں رہتے ہیں تو ہبہ صحیح ہے یہی قول محرر ہے ۔ مصنف علیہ الرحمہ ھ وہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی ومن

عه [illegible]

وسپيّت للزوج وان الهاپها + متاع تبهم فيها نفذ لان تبرؤ * يعني جب زوجہ نے زوجكو اپنا وہ گہر ہبہ كيا جسمين زوجہ كا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمين رہتے ہين
تو دو قول اسمين مرقوم ہين يعنے جواز ہبہ اور عدم جواز ليكن چونكہ عدم جواز قول ضعيف تہا لہذا شارح نے بيت مين تصرف كرديا وفي الجوهرة وحيلة هبة
المشغول ان يودع الشاغل اولا عند الموهوب له ثم يسلمه الدار مثلا فتصح لشغلها بالمتاع في يده اه اور جوہرہ مين ہے كہ ہبہ مشغول كا حيلہ
يہ ہے كہ شاغل كو موہوب لہ كے پاس وديعت ركہے پہر موہوب لہ كو مثلا مشغول گہر تسليم كرے تو ہبہ صحيح ہوگا بسبب مشغول ہونے گہر كے متاع كے ساتہہ جو موہوب لہ كے
ہاتہہ مين ہے جب شاغل بطريق وديعت موہوب لہ كے قبض مين آيا پہر مشغول بتسليم واہب اوسكے پاس آيا تو دونون پر قبض كامل متحقق ہوگيا لہذا ہبہ صحيح ہوگيا
ن متعلق ببتسم مشغولہ متقدّم ہبہ تمام ہوتا ہے قبض كامل سے موہوب مفرغ مين هم يعني جو موہوب كہ فارغ ہو مالك واہب اور حق مالك سے تو جائز ہوگيا پہلے سے
اور درختون پر اور صوف كا ہبہ جو غنم پر اور كہيتي كا ہبہ جو زمين مين ہو مقسوم ہو وہ موہوب مفرغ جسكي قسمت ہوگئي اور مشاع باقي رہا جو مشاع كا ہے متعلق
به بعد ان يقسم ثبيت دكان صغيرين اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض كامل سے اس مشاع يعني غير مقسوم مين جو نفع لينے كے لائق نہين رہتا قسمت كرنے كے بعد
چنانچہ چہوٹي كوٹہري اور حمام صغير هم مشاع لا يقسم يعني جو قسمت كي صلاحيت نہين ركہتا ہے كہ بعد قسمت كے پہلا نفع بہ نہين رہتا چنانچہ عبد واحد
اور دابہ واحدہ يا بعد قسمت كے منتفع بہ نہين رہتا مثلا اوسكا انتفاع جو قبل قسمت كے تہا چنانچہ بيت صغير اور حمام صغير اور ثوب صغير كذا في الدرر لانها لا تنتفع بالقبض في القسم
مشاع غير قسمت پذير كي قيد اسواسطے لگائي كہ ہبہ تمام نہين ہوتا قبض كرنے سے اس مشاع مين جو قسمت پذير ہو هم قسمت پذير چنانچہ زمين اور ثوب بقدر ذرع اور پارچہ
اسكو كذا في الدرر قہستاني نے كہا جسكي قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذير ہے اور محتمل القسمة نہين اور جو نہين كہ قسمت پذير ہے انتہي بحر الرائق مين ہے كہ حد
فاصل محتمل القسمة اور غير محتمل القسمة مين يہ ہے كہ جو چيز دو شخصون مين مشترك ہو سو ايك شخص قسمت طلب كرے اور دوسرا شريك قسمت نہ چاہے تو اگر قاضي
اوسكے قسمت پر جبر كرسكتا ہو شريك كي راہ سے تو وہ چيز محتمل القسمة ہے چنانچہ گہر اور بڑي كوٹہري اور اگر قاضي جبر نہ كرسكے تو وہ محتمل القسمة نہين چنانچہ عبد اور
حمام اور بيت صغير اور ديوار ولو وهبه لشريكه او لاجنبي لعدم تصور القبض الكامل كما في عامة الكتب فكان هو المذهب مشاع قابل
قسمت كا ہبہ قبض سے پورا نہين ہوتا اگرچہ واہب نے اوسكو اپنے شريك كو ہبہ كيا ہو يا اجنبي كو بجہت عدم تصور قبض كامل چنانچہ اكثر كتب فقہ مين ہے تو يہي مذہب شريك كو
بہي ہبہ مشاع كا باطل ہے واہب اسكا قائل ہے جو ہم نے ذكر كيا كہ قابل قسمت مين قبض كامل بدون قسمت كے نہين ہوتا وفي المصباح فيه عن العتابي قال
قيل يجوز لشريكه وهو المختار اور مصباح مين عتابي سے منقول ہے اور بعضون نے كہا كہ ہبہ مشاع شريك كو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے هم فقہا كي ظاہر
عبارت سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے يہان تك كہ شيخ الاسلام نے جواز كو ابن ابي ليلي كي طرف منسوب كيا ہے بعد حكايت اطلاق كے اہل مذہب كذا في البحر وان قسمه
وسلمه صح لزوال المانع پہر اگر مشاع كو قسمت كركے الا اور موہوب لہ كو تسليم كرديا تو صحيح ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع يعني مانع قبض كامل اشاعت تہي سو قسمت
اور تسليم سے زائل ہوگئي ولو سلمه شائعا لا يملكه فلا ينفذ تصرفه فيه فيضمنه وينفذ تصرف الواهب درر اور اگر مشاع كو بلا قسمت
تسليم كرديا اسطرح پر كہ كل كو تسليم كرديا تو موہوب لہ اسكا مالك نہوگا يعني بوجہ عدم قبض كامل كے تو اوسكا تصرف اسمين نافذ نہوگا تو موہوب لہ اسكا تاوان دے گا
يعني درصورت تصرف اور واہب كا تصرف اسمين نافذ ہوگا كذا في الدرر لكن فيها عن الفصولين الهبة الفاسدة تفيد الملك بالقبض وبه يفتى
ومثله في البزازية على خلاف ما صححه في العمادية لكن لفظ الفتوى آكد من لفظ الصحيح كما بسطه المصنف مع بقية احكام
المشاع لكن درر مين فصولين سے منقول ہے كہ ہبہ فاسد ملك كا مفيد ہوجاتا ہے قبض كرنے سے اور اسي قول كا فتوي ہے اور اسي كے بزازيہ مين ہے برخلاف اس قول كے جسكو
صحيح كہا ہے عماديہ مين ليكن فتوي كا لفظ موكد تر ہے صحيح كے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسكو مشرح بيان كيا ہے اپني شرح مين مشاع كے بقيہ احكام كے ساتہہ هم ظاہر يہ بات
شارح والي ہے كہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانكہ وہ صحيح غير تام ہے چنانچہ شلبي مين اتقاني سے مذكور ہے اور كلام صاحب بحر بہي صحت پر دلالت كرتا ہے ہبہ مشاع
كي جائز ہے قسمت پذير اور عدم قسمت پذير مين اور اجارہ اسكا جائز ہے شريك سے نہ اجنبي سے وعليه الفتوى اور اجارہ مذكورہ فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگي اور علاوہ
اسكا شريك سے جائز ہے اور اگر اجنبي كو عاريت دے تو اگر سب تسليم كرے تو اعارہ ہے مشاع نفع ہے والا جائز نہين اور رہن مشاع كا فاسد ہے مقسوم اور غير مقسوم مين اور شريك
جو اكانہ مد

اندر غیر شریک سے برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے نہ محمد کے نزدیک اور بخلاف محتمل القسمۃ ہیں اور غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز ہے
اور اجارہ مشاع شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وهل للقريب الرجوع في الهبة الفاسدة قال في الدرر
نعم وتعقبه في الشرنبلالية بانه غير ظاهر على المفتى به من افادتها الملك بالقبض فليحفظ اور کیا جائز ہے قریب رشتہ دار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ میں
درر میں کہا کہ ہاں جائز ہے اور شرنبلالیہ میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس واسطے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہو جاتا ہے قبض کر دینے
سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شيوع مقارن للعقد لا طارئ كان يرجع في بعضها شائعا فانه لا يفسدها اتفاقا ومانع
قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنے وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہوا چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے
کیونکہ شیوع طاری مفسد ہبہ نہیں بالاتفاق ہے شیوع متصل کی یہ صورت ہے کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر
نصف یا ثلث شائع میں ہبہ کو باطل کرے والاستحقاق شيوع مقارن لا طارئ فيفسد الكل حتى لو وهب ارضا وزرعا وسلمهما فاستحق
الزرع بطلت في الارض لاستحقاق البعض الشائع فيما يحتمل القسمة اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہو کل
موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق ثابت ہو گئی تو ہبہ زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ میں ہم زعم
کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب [illegible] یوں وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شیء واحد کے مانند ہے پھر جب احد مستحق ہوا تو یوں ہو گیا کہ گویا
بعض شائع مستحق ہوا محتمل القسمۃ میں تو ہبہ باطل ہو گا اھ [illegible] اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنی لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی والاستحقاق
اذا ظهر بالبينة كان مستندا الى ما قبل الهبة فيكون مقارنا لها لا طارئا كما زعمه صدر الشريعة وان تبعه ابن الكمال قهستاني اور استحقاق
جب کہ گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ما قبل ہبہ کی طرف مستند ہو گا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہو گا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعہ نے گمان کیا ہے اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعہ کا
اتباع کیا ہے اس قول میں [illegible] استحقاق زرع کو ظہیریہ میں شیوع مقارن کہا ہے اور نہایہ اور کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہے قہستانی [illegible]
میں دو روایتیں ہیں پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ اور ابن کمال اس قول میں منفرد نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح هبة لبن في ضرع وصوف على غنم ونخل
في ارض وتمر في نخل لانه كمشاع اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور اون کا بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت میں
کہ یہ ہبہ مشاع کا سا ہے ولو فصله وسلمه جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کر کے یعنی مثلا دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہبہ اور تسلیم کرے تو جائز
ہے بسبب دور ہو جانے مانع قبض کا وهل يكفي فصل الموهوب له باذن الواهب ظاهر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے
اذن سے درر کا ظاہر ہے کہ ہاں کفایت کرتا ہے بخلاف دقيق في بر ودهن في سمسم وسمن في لبن حيث لا يصح اصلا لانه معدوم فلا يملك الا
بعقد جديد بخلاف آٹے کے جو گیہوں میں بالقوہ ہے اور اس تیل کے جو تلوں میں ہے اور اس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ یہ ہبہ بالکل صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ بالفعل
معدوم ہے تو مملوک نہ ہو گا مگر عقد جدید سے [illegible] عدم جواز کا سبب یہ ہے کہ گیہوں تحلیل ہو کر آٹا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیا [illegible] دوسری چیز ہو جاتی ہیں
في الدرر وملكه بالقبول بلا قبض جديد لو الموهوب في يد الموهوب له ولو بغصب او امانة لانه حينئذ عامل لنفسه اور [illegible]
ہو جاتا ہے قبول کر لینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب شیء موہوب لہ کے ہاتھ میں ہو جس وقت اگرچہ اسکا قبض بطریق غصب یا امانت ہو اس واسطے کہ اس وقت میں
موہوب لہ قابض ہے [illegible] قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنے والا ہے [illegible] اپنی [illegible] والاصل ان القبضين اذا تجانسا
ناب احدهما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جبکہ دو قبض ہم جنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہے چنانچہ ایک شخص [illegible]
مال [illegible] بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کا ہو گا اسواسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہو گا بلا قبض جدید [illegible] واذا
تغايرا ناب الاعلى عن الادنى لا عكسه اور جب کہ دونوں قبض ہم جنس نہ ہوں متغایر ہوں تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنی کے اور ادنی اعلی کا نائب
نہیں ہوتا ہم نیابت اعلی کی مثال یہ ہے کہ غاصب نے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور قبض [illegible] کی مثال یہ کہ ایک

چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر باپ نے اسکے ہاتھ ہبہ کر دی وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة وهو كل من يعوله فدخل الاخ والعم
عند عدم الاب لو في عيالهم اور ہبہ اس شخص کا جسکو بچہ پر فی الجملہ ولایت حاصل ہو صغیر پر ثابت ہوا اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا
ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہ ہونیکے وقت بشرطیکہ صغیر انکی عیال میں ہو اور ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نہ کر سکے اور باپ سے
مراد یہ ہے جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہ ہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وتتم بالعقد لو الموهوب معلوما وكان في يده
او يد مودعه لان قبض الولي ينوب عنه ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہوجاتا ہے عقد ہی سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور بلا قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب
ولی کے ہاتھ میں ہو یا اسکے مودع کے ہاتھ میں ہو اسواسطے ہبہ کو پورا ہے کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان كل عقد يتولاه
الواحد يكتفى فيه بالايجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اسمیں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وهب
له اجنبي يتم بقبض وليه وهو احد اربعة الاب ثم وصيه ثم الجد ثم وصيه وان لم يكن في حجرهم وعند عدمهم تتم بقبض من يعوله
كعمه وامه اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اسکا وصی
پھر دادا پھر اسکا وصی اگرچہ صغیر انکی گود یعنی انکی پرورش اور حمایت میں نہو اور انکے نہونیکے وقت ہبہ تمام ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جسکی عیال اور پرورش میں
صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامه واجنبي ولو ملتقطا لو في حجرهما والا لا لفوات الولاية اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہوجاتا ہے اسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے
اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا
قرابتدار محرم ہو کذا في المنح وبقبضه لو مميزا يعقل التحصيل اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ سیانا تمیزدار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو
ولو مع وجود ابيه مجتبى لانه في المنافع المحضة كالبالغ حتى لو وهب له اعمى لا نفع له وتلحقه مؤنته لا يصح قبوله اشباه ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر کے
قبض سے اگرچہ باپ اسکا موجود ہو کذا في المجتبى اسواسطے کہ نابالغ نافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام
مذکور کا خرچ اس پر لازم ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لكن في البرجندي اختلف فيما لو قبض من يعوله والاب حاضر فقيل لا يجوز
والصحيح هو الجواز انتهى میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کی پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو بعضوں نے
کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ہم کہتے ہیں یہ استدراک ہی عند عدمهم کے قول پر وظاهر القهستاني ترجيحه وعزاه لفخر
الاسلام وغيره على خلاف ما اعتمده المصنف في شرحه وعزاه للخلاصة اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہی اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام وغیرہ کی طرف
منسوب کیا ہی برخلاف اس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہی اور مصنف نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہی ہم کہتے ہیں قہستانی نے جواز قبض
عن الطفل باوجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہی بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہی اور فتاوی صغری
سے نقل کیا ہی کہ یہی قول مفتے بہ ہو کذا فی الطحطاوی لكن فيه تحمله بوصلي ولو بامه والاجنبي ايضا فتامل لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہی جواز کا بسبب وصل کرنے
ولو مع وجود ابيه کو امه والاجنبي کے ساتھ بھی سو اسمیں تامل کرو ہم یعنی جسطرح مصنف کا قول ولو مع وجود ابيه متصل ہے اس قول سے وبقبضه ولو مميزا اسیطرح
اگر ہم اسکو امه والاجنبي سے بھی متصل سمجھیں تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہوجاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح
رده لها كقبوله سراجیه اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اسکا صحیح ہے کذا فی السراجیه وفيها حسنات الصبي له ولابويه اجر التعليم ونحوه اور سراجیه
میں ہے صغیر کی نیکیاں اسی کی ہیں یعنی اوسیکو ثواب ہے اور اسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ہم کہتے ہیں بعضوں کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب
اوسکے والدین کو ہی اور قول معتمد یہ ہی کہ صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اوسکا کفارہ ہوں لہذا اوسکی حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی
الطحطاوی ويباح لوالديه ان ياكلا من ماكول وهب له وقيل لا انتهى فافاد ان غير الماكول لا يباح لهما الا لحاجة اور صغیر کے والدین کو اسکو
کھانا مباح ہے جو اسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہی کہ کھانا مباح نہیں انتہی ما فی السراجیه تو سراجیه سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت

جیسا کہ ختانہ والدین وضعوا ھدایا الختان بین یدی الصبی فما یصلح له کثیاب الصبیان فالھدیة له والا فان المھدی من اقرباء الاب ومعارفه فللاب ومن معارف الام فللام قال ھذا للصبی او لا اگر ولد کے ختنے کے وقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہو جیسا کہ لڑکوں کے کپڑے تو یہ تحفہ صغیر کا مملوک ہوگا اور اگر ایسا نہیں جیسا کہ دراہم اور دنانیر کذا فی الظہیریہ تو اگر تحفہ لانیوالا باپ کے قرابتداروں یا اوسکے دوستوں سے ہو تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب اور دوستوں سے ہو تو تحفہ اوسکی ماں کے واسطے ہے تحفہ لانیوالے نے یہہ کہا ہو کہ یہہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نکہا ہو ولو قال اھدیت للاب او للام فالقول له اور اگر تحفہ لانیوالا کہے کہ یہی باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اوسیکا قول مقبول ہوگا وکذا اذا اتخذ البنت خلاصہ اور یہی حکم ہے لڑکی کی شادی میں تحفون کا کذا فی الخلاصہ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعھا لغیرہ لیس له ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انھا عاریة اور خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کیلئے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دیدے تو یہہ اوسکو جائز نہیں جب تک کپڑے بنانیکے وقت یون بیان نکرے کہ کپڑے عاریت ہیں ہم ولد صغیر کے حق میں اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم ہبہ ہونا معلوم نہیں ہوتا مگر یہہ کہ اسکے حق میں اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجئے بزازیہ میں ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہہ ہے کہ بنانیکے وقت بیان کردے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو اور اگر تو لفظ عاریت مفید نہیں ہو اسواسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الظہیریہ وفی الملتقی ثیاب البدن یملکھا بلبسھا بخلاف نحو ملحفة ووسادة اور ملتقی میں ہے کہ بدن کے کپڑون کا لڑکا مالک ہوتا ہے اونکو پہننے سے برخلاف لحاف اور تو شک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف و توشک وغیرہ بلا لفظ تملیک میراث نہونگے اور یہہ مسئلہ مشہور میں مفروض ہے جب قبل تولد صغیر کے کپڑے بنائے گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ ثیاب تو لد کے بعد مفروض ہے تو دونون میں فرق ظاہر ہوگیا کذا فی الظہیریہ وفی الخانیة لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانھا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد به الاضرار وان قصد به یسوی بینھم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی اور خانیہ میں ہے کہ کچھہ مضائقہ نہیں بعض اولاد کو زیادہ چاہنے میں اسواسطے کہ یہہ دل کا فعل ہے یعنی اوسمین اختیار نہیں اور اسیطرح بعض اولاد کو زیادہ دینے میں کچھہ مضائقہ نہیں جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو سب میں برابر دے کہ بیٹی کو دے جیسے بیٹے کو برابر ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ہم عطایا میں کمی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجے میں برابر ہون اور اگر برابر نہون جیسا کہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہو بہ نسبت کسب میں ہو تو اگر اسکو زیادہ دے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اوسکو قوت سے زیادہ ندے تا کہ معصیت کا مددگار نہ ٹھیرے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال امور خیر میں صرف کرون تو یہہ بہتر ہے اسکے واسطے چھوڑ جانے سے اسلئے کہ اور محمد کا قول مختار یہہ ہے کہ عطایا میں بیٹی کا دونا بیٹے کو دے جیسے میراث ہے کذا فی الظہیریہ ولو وھب فی صحته کل المال للولد جاز واثم اور اگر باپ اپنی صحت حالی میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کردے تو جائز ہے اور وہ گنہگار رہیگا ہم یعنی اپنے ایک لڑکے کو دے اور باقیکو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہبہ سبب موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ کا کام ہے جو نکرنا چاہئے اور بعضے فقہا نے کہا کہ ہبہ بعد کو منقوض ہوگا اوسکی موت کے بعد اور سب وارث آپس میں میراث پاوینگے کذا فی الظہیریہ اور یہہ قول جو مشہور ہے کہ جبر وصیت یا ہبہ قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفیھا لا یجوز ان یھب شیئا من مال طفله ولو بعوض لانھا تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہوا سواسطے کہ ہبہ ابتدا میں احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وفیھا یبیع القاضی ما وھب للصغیر حتی لا یرجع الواھب فی ھبته اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ کیا گیا تا کہ واہب اپنا ہبہ پھیرے ولو قبض زوج الصغیرة اما البالغة فالقبض لھا بعد الزفاف ما وھب لھا صح قبضه ولو بحضرة الاب فی الصحیح لنیابته عنه فصح قبض الاب کقبضھا ممیزة اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ ہوا تو قبض اوسکا صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں بسبب نائب ہونے زوج کے اوسکے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کا نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولے صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بلا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اوسیکا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا ہم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد وقبله ای الزفاف لا یصح لعدم الولایة اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوبہ پر صحیح نہیں بسبب ولایت وھبا لرجلین دارا وارا الواھب التسلیم فقسمھا ہم دو شخص کو ایک مکان ہبہ کیا تو صحیح ہوا اسواسطے کہ دو ایک

شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب لہما نے اوس پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا کذا فی الدر والمنح وبعکسہ لکبیرین لا عنده للشیوع فیما یحتمل القسمۃ
اور بالعکس اسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ مین ہم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا
ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ مین اور وہ ہبہ کا مانع ہی اما ما لا یحتملھا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل
القسمۃ نہو جیسا کہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصون کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہی قیدنا بالکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال
الکبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا ہمنے دو بالغون کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال مین داخل ہے
یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہین بالاتفاق ہم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہے لو وہب لکبیر وصغیر والصغیر فی عیالہ اور دونون کتابون
مین جملہ سے تعلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب ہبہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ٹہر گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہی کہ عیالہ کی ضمیر واہب کی
طرف راجع ہی برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ مین کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالھبۃ لجواز الرھن والاجارۃ من اثنین اتفاقا اور عدم جواز
مین ہمنے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارہ کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصون کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہی واذا تصدق
بعشرۃ دراھم او وھبھا لفقیرین صح لان الھبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالی وھو واحد فلا شیوع اور جب دس درم دو فقیرون کو
خیرات دے یا ہبہ کرے تو صحیح ہی اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہی اور صدقہ سے مقصود رضامندی ذات اقدس الہی ہوتی ہی اور وہ ایک ہی تو شیوع
ثابت نہوا ہم زیلعی مین ہی اور فقیر نائب ہی خدا تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمھا وسلمھا
صح صحیح نہین صدقہ دینا دو مالدار شخصون کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرے
اور دونونکو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی ہم سنے صحت سے نفی ملک مراد ہی فروع مسائل متفرقہ شارح کے وھب لرجلین درھما صحیحا صح ایک شخص نے
دو مرد دونکو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کہرا ہے تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے متاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وان مغشوشا لا لانہ مما
یقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنے کہرا نہین کہوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہین اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہی اسواسطے کہ وہ حکم اسباب کے
ہی ولہ درھمان فقال لرجل وھبت لک احدھما او نصفھما ان استویا ہم یعنی ایک شخص کے پاس دو درم ہین سو اوس نے دوسرے مرد سے کہا کہ مین نے اون دونون
سے ایک درم تجھکو ہبہ کیا یا اونکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونون درم برابر ہین یعنی وزن اور جودت مین تو ہبہ جائز نہین ہم اسواسطے کہ جب وزن اور جودت مین برابر ہوئے تو
ہبہ مشاع کا ٹہرا محتمل القسمۃ مین کیونکہ اسمین جبر علے القسمۃ جائز ہی کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وھبت لھما جاز مطلقا
اور اگر دونون درم مختلف ہون اسطرح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریہ تو ہبہ جائز ہی اسواسطے کہ وہ متاع غیر قسمت پذیر ہی اور اسیواسطے
اگر دونون درم مجھے دونون بخشے ہبہ کرے تو جائز ہی مطلقا خواہ دونون مستوی ہون یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز ھبۃ حائط بین رجلین والاجارۃ لجار ۃ وھبۃ البیت
من الدار فھذا یدل علی کون سقف الواھب علی الحائط واختلاط البیت ببطلان الدار لا یمنع صحۃ الھبۃ یعنی جائز ہی ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اوس
دیوار کا جو واہب کے گہر اور اوسکے پڑوسی کے گہر کے درمیان ہی اور جائز ہی ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گہر مین سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہی واہب کی چہت کے ہونے پر
دیوار پر اور اختلاط بیت گہر کی دیوار سے صحت ہبہ کا مانع نہین کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا دیوار پر چہت کے ہونیکی دلالت طلاق کی جہت سے البتہ ہی ورنہ اسکی صراحت
نہین کلام مین فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام مین اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کر دے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہی اسیطرح ہبہ
بیت کا مع جمیع حدود و حقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا ممر مشترک ہی اسمین اور دوسرے مین جائز ہی انتہے

باب الرجوع فی الہبۃ

یہ باب ہے رجوع فی الہبہ مین یعنے دیکر پہیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنی پہیر لینا اعیان مین ہوتا ہی اقوال مین کذا فی الطحطاوی
صح الرجوع فیھا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الھبۃ ہبہ کرکے پہیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض سے پہلے تو خود ہبہ تمام نہین ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض
موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو ندیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہین کہتے مع انتفاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریما فی

قبل التخلیة کذا فی الکفایة موہوب کا پھیر لینا صحیح ہے مما ہم نہ ہوسکے مانع رجوع کی جو آگے مذکور ہوں گے اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی
النہایہ ہم حدیث میں وارد ہوا ہے اوسکی مثل جو دیتا ہے پھر پھیر لیتا ہے اس کتے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہے پھر جب آسودہ ہوتا ہے تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہے اور
ذہبی میں حدیث سے ہے کہ جو ہبہ کرے تو وہ اوسکا زیادہ تر حقدار ہے جبتک اوسکا عوض نہ ملے انتہی تو رجوع فی الہبہ کے صحیح اور مکروہ تحریمی ہونے میں جمع بین الحدیثین ہو گیا [illegible]
تعالی اعلم کذا فی المحیط ولو وهب واسقط حقه من الرجوع فلا یسقط باسقاطه خانیه واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کی اسقاط کر ساتھ ہو تو رجوع
ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیہ وفی الجواهر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحه من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضا
عن الهبة لکن ینبغی اشتراطه فی العقد اور جواہر میں ہے کہ صحیح نہیں ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہوا اور یہ
عوض ہبہ ہو گا لیکن آگے آتا ہے کہ اسکا مشروط ہونا عوض کا عقد میں لینے مجتبی سے منقول ہے ہو گا ویمنع الرجوع فیها حروف دمع خزقه یعنی الموانع السبعة الآتیة
اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کے منع کرتے ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبعہ آئندہ مراد ہیں ہم موانع سبعہ کو تسہیل ضبط کیواسطے امام نسفی نے حرف مذکورہ
میں جمع کیا ہے اور معنی ترکیب یہ ہے کہ اسنے اسکو رجوع کرنے الاخرق سے ممنوع کہ گویا اسنے کو پرچی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادة فی
نفس العین الموجبة لزیادة القیمة المتصلة تو حرف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہے نفس عین موہوب میں یعنی زیادت متصل جو قیمت زیادہ
ہو جانیکی موجب ہے ہم زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع تو بالاتفاق رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے
زیادتی نرخ کی خارج ہو گئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہو چنانچہ غلام اور لونڈی میں طول
فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شبت [illegible] لکن فی الخانیة ما یخالفه واعتمده القهستانی فلیتنبه له لان الساقط لا یعود اگر
زیادت متصلہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کی چنانچہ غلام جوان ہوا پھر بڈھا ہو گیا لیکن خانیہ میں اسکے مخالف ہوا اور اعتماد کیا ہے اسپر قہستانی نے تو اوس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی
زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور رفتہ ہے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ عود نہیں کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ اگر ایک نے
غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہو گیا اور قیمت اوسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا ان زیادہ ہو گیا اور قد دراز ہوا پھر اور وہ جسم
گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑھی ہو گئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اسیطرح جمیع حیوانات اور اسی
طرح فتاوی عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے سوا قط مذکور کیا سو مسلم نہیں بلکہ یہ از قبیل زوال مانع کے ہے کذا فی الطحطاوی کبناء وغرس ان عد زیادة فی کل الارض
والا تجعل زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا بنانا زمین موہوبہ میں بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادتی شمار میں ہو اور اگر
کل زمین کی زیادت میں شمار نہ ہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عد الی قطعة منها امتنع فیها فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں
شمار ہو تو ممتنع ہو گا رجوع فقط اوسی قطعہ میں کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارہ پر کھجور جما کی
یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو یہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت کسی میں مذکورہ انقصان زمین
میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر وہ مکان نہایت صغیر بنا دیا تو یہ صلاح زیادت نہ ٹھہریگی تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم ہے بہت طویل اور عریض ہے تو عمارت
مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہو گی بلکہ اوسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو اس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہو گا انتہی وسمن وجمال وخیاطة وصبغ
وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم وابصار اعمی واسلام عبد ومداواته وعفو جنایة وتعلیم قرآن وکتابة وقراءة ونقط مصحف
باعرابه وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا ونحوها اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درزی اور رنگت اور کپڑے کے دھونے کے اور جوان ہو جانے صغیر اور سماعت
بہری اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہو جانے غلام کے اور اسکے معالجہ کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت یا قراءت کے اور نقطے قرآن مجید
اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لا دلیجانے کھجور کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلا اور مانند امثلہ مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اوسوقت زیادت متصلہ [illegible] ہو گا جبکہ
وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر چنگا بھلا ہو گیا تو رجوع [illegible]

و رعایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اوس غلام نے کسیکا عمدا خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اسکو معاف کردیا ہو جب کہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے
دوسرے شہر کو کرنیکو کہ زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اوسکو زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا وفی البزازیۃ والحبل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ
میں ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری کا باعث ہو یعنی زیادت ہو تو مانع رجوع ہوگا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں ہم عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعضی عورت حاملہ
ہو کے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور بعض دبلی اور بدصورت تو صورت اولی میں زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ
ففی المتولدۃ یحکم بالقول للواهب فی نحو بناء وخیاط وصبغ القول للموهوب له خانیہ وحاوی ومثلہ فی المحیط لکنہ استثنی ما لو کان لا یبنی
فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کی بابت جھگڑا کیا اور انہوں نے اختلاف کیا تو زیادت متولدہ میں جیسے جوان ہو جانے میں واہب کا قول معتبر ہوا اور زیادت
عمارت اور خیاطت اور رنگت کی موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور تنویر اور اوسکے مثل محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اوس عمارت کو مستثنی کیا ہے جو بن
نہیں سکتی اوس مدت میں ہم اختلاف یہ ہے کہ مثلا موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے
کہا کہ نہیں بلکہ اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمرۃ
فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوبہ کا اور دیت اور مہر لونڈی کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع
کر سکتا ہے نہ زیادت میں ہم مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اوسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اوسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت
موہوب سے جدا ہے اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنها کذا نقله القهستانی لکن نقل البرجندی وغیره
انه قول ابی یوسف فلیتنبه لیکن ماں کو واہب پھیر نہیں سکتا جب تک کہ اسکا بچہ اس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ابو یوسف کا
قول ہے امام کا تو اس سے خبردار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد هل للواهب الرجوع قال فی السراجیۃ لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہوگئی
اور ہنوز موہوب لہ کے پاس نہیں جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراجیہ میں کہا کہ رجوع جائز نہیں اور زیلعی نے کہا کہ ہاں رجوع جائز ہے وفی الجوهرۃ مریض علیه دین
مستغرق وهب امة فسلمت وقد وطئها ثم مات لزمه عقرها هو المختار اور جوہرہ میں ہے مریض لیکن ہو جسپر اسقدر قرض ہو کہ مستغرق بدن ہے اوس نے لونڈی ہبہ کی
سپرد کر کے مرگیا اور حالانکہ موطوءہ ہوگئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اوسکے غیر سے تو موہوب لہ سے اسکو مہر دینا پڑیگا اوسکی وطی کے ساتھ یہی قول مختار ہے ہم
در ہبہ لہا فرق غیر واہب والمیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبله بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبضہ کے تو اگر قبضہ سے پہلے
کوئی مرگیا تو عقد باطل ہے ولو اختلفا والعین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دونوں خصموں میں اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ میں ہے تو وارث
ہی کا قول مقبول ہے ہم اختلاف کی یہ صورت ہے کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ سے کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی میں نہیں کیا بلکہ اوسکی وفات کے بعد
قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اوسکی حیات میں میں نے قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے
وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال ؎ کفارۃ دیۃ خراج ورابع ؎ ضمان لعتق هکذا النفقات ؎ کذا هبة منظومة لجیم سقوطها ؎ بموت
فما ان تعلیم جیم صلات اور البتہ مصنف نے نظم کیا ہے ان حقوق کو جو ساقط ہو جاتے ہیں تو یوں کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعد عتق اسی
طرح نفقات اور اسیطرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے موت سے اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہیں ہم سقوط کفارہ در صورت عدم وصیت ہے ضمان
عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کر دیا اور شریک پر تاوان لازم آیا بسبب المال ہونیکے پھر آزاد کرنیوالا مرگیا والعین العوض بشرط ان یذکر
لفظا یعلم الواهب انه عوض کل هبته اور عین سے مراد عوض ہے بشرطیکہ موہوب لہ عوض دیتے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب جانے کہ وہ اوسکے تمام
ہبہ کا عوض ہے ہم طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی دلالت کافی ہے یعنی بلا ذکر موہوب لہ ذلک مثال خذه عوض هبتك او بدلها او فی مقابلتها
ونحو ذلک فقبضه الواهب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اوسکا بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابلہ اور مانند
اسکے کلام کے کہی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہوگیا ہے اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت بیع ہے ولو لم یذکر انه عوض لکل

کل ہبتہ اور اگر موہوب لہ یون ذکر کرے کہ وہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ ہبہ کرے ولہذا یشترط فیہ شرائط الہبۃ کالقبض والافراز وعدم الشیوع ولو العوض مجانساً او یسیراً وفی بعض نسخ المتن بدل الہبۃ العقد وہو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونیکے ہبہ ہے اسواسطے عوض مین ہبہ کی شرطین مشروط ہین چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہمجنس ہبہ کے ہو یا کمتر ہو ہبہ سے اور متن کے بعضے نسخون مین بجای بدل الہبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ تحریف ہے کاتبون کی ہم مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہین ہے اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت مین جائز نہین ہوتا بسبب لازم آنے بیاج کے دلیل اسکی یہ ہے کہ موہوب لہ مالک ہے ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہین دیتا اور عوض تو اوسنے اسواسطے دیا تا کہ واہب کا حق رجوع ساقط ہوجاوے کذا فی العطایا ولا یجوز للاب ان یعوض عما وہب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہین کہ عوض دیوے اسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے ہم تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دے تو جائز ہے ولو وہب العبد الماذون ثم عوض فلکل منہما الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اسکا عوض دیا تو دونون مین ہر شخص کو ہبہ پھیر لینا درست ہے کذا فی البحر ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہین ہے پھر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسیطرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بنای تعویض ہبہ پر تہا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم ہم اور جائز نہین مسلمان کو شراب یا سور عوض مین دینا نصرانی کی ہبہ کے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہین کذا فی البحر یعنی اگر نصرانی نے کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے شراب یا سور نصرانیکو دیا تو جائز نہین تو نصرانیکو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا ویشترط ان لا یکون العوض بعض الموہوب فلو عوضہ البعض عن الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب لہ نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض مین دے تو صحیح نہین تو واہب کو باقی موہوب مین رجوع درست ہے ولو وہب شیئین فعوضہ احدہما عن الآخر کانا فی عقد ین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر موہوب دو چیزین ہون سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری ہبہ کے عوض مین دے اگر دونون چیزین دو عقد مین موہوب ہوئی ہون تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد مین موہوب ہون تو درست نہین اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی ہبۃ ورجوع مجتبی اور درہم متعین ہوجاتے ہین ہبہ اور رجوع مین کذا فی المجتبی ہم تو جب دراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلا بجنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز نہوگا اور رجوع اسوقت تک جائز ہوگا جبتک دراہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہون اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا ہلاک یا منع رجوع ہے کذا فی العطایا ودقیق الحنطۃ یصلح عوضاً عنہا لحدوثہ بالطحن اور گیہون کا آٹا گیہون کے عوض ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ہم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہین ہے کہ تعویض اوسکی صحیح نہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب اولت بعض السویق ثم عوضہ ہم خانیہ اور اسیطرح اگر موہوب لہ کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو باقی پر گھی ڈالکر پھر اسکو عوض مین دیا تو صحیح ہے کیونکہ [illegible] ہم ایک شخص نے دو تین چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسیطرح موہوب ہبہ ستو مین سے موہوب لہ نے [illegible] پھر اسکو عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگنے اور پانی ملنے سے موہوب مین زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نرہا گویا دوسری چیز ہوگئی ولو عوضہ ولد احدی جاریتین موہوبتین وجد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیون مین سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہبکو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کیطرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہوجاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کی مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے تو جائز ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہین یعنی اجنبی موہوب لہ سے جو عوض دیا ہے نہین لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض میری طرف سے دیدے باین شرط کہ مین ضامن ہون تو رجوع کرے [illegible] تعویض نہ واجب ہونیکے سبب سے بخلاف ادای دین کے ہم وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہین بخلاف ادای دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے بدون اسکے امر کے دین ادا کیا تو رجوع [illegible]

ہو جائیگا کہ ادا ہی پر راضی ہون پھر واضح ہے تو تعجب اُس نے دین ادا کر دیا تو کہا تو گویا اجنبی سے قبضہ دین سے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الا نسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان ومالا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریہ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاتا ہے حبس اور ملازمت سے تو اسکی ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں ہے یعنی اُسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اوسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اُس وقت جب کہ امر کرنیوالا اپنے اوپر ضمان اُسکا شرط کرے کذا فی الظہیریۃ ہم حبس اور ملازمت کی قید سے ادائے نذر اور کفارہ وغیرہ کا امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی سے انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہیں کذا فی الحاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اس وقت میں یعنی جب قاعدہ مذکور معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنیکے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھر لیگا اگرچہ وہ دین کا ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یخرج عن الاصل بالوکیل اتفق علی بناء دار ہو او قال الاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا اشتراط رجوع کفالۃ خانیۃ مع انہ لا یطالب بہما الا بحبس ولا بملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہو جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید کر لے یعنی مال دیکر ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں ہے بناء دار اور استخلاص کا نہ حبس سے نہ ملازمت سے اسمیں تامل کرے ہم شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اسکا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح نے بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ وجہ استثنا میں نظر ہے کذا فی الطحطاوی وان استحق نصف الہبۃ رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض ہبہ پھیر لے ہم جوہرہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض اُس وقت ہے جبکہ موہوب محتمل القسمۃ نہو اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی الطحطاوی وعکسہ لا مالم یرد ما بقی لانہ یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنہ یتخیر لسلم العوض اور بالعکس او سکے یعنی جبکہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جبتک کہ ما بقی عوض کو نہ پھیرے اسواسطے کہ ما بقی عوض ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے ابتداء تو تعویض میں اسیطرح اسکی صلاحیت بقا میں ہے کہتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض مسلم رہے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی دو صورت استحقاق بعض عوض واہب کو خیار رہیگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب سالم رہنے عوض کے ومرادہ العوض الغیر المشروط فان المشروط فسبادلۃ کما سیجیء فیوزع البدل علی المبدل نہایہ اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہے عقد ہبہ میں سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی درحقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایہ قالوا ستحق کل العوض حیث یرجع فی کلہا اذا کانت قائمۃ لا ان کانت ہالکۃ چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جب کہ ہبہ قائم ہوا اور اگر ہبہ ہلاک ہو تو رجوع نہیں یعنی اسواسطے کہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہبۃ لم یرجع خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہوا اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہو گئی ہو تو رجوع نکرے کذا فی الخلاصہ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے وان استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثلہ ان العوض ہالکا وہو مثلی وبقیمتہ ان قیمیا غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہے تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہوا اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہلاک ہو گیا بشرطیکہ عوض مثلی یعنی وزنی ہو یا کیلی ہوا اور عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی النہایۃ ولو عوضہ فی نصفہ رجع بما لم یعوض ولا یضر الشیوع لانہ طارئ ہم اگر نصف ہبہ کا عوض دیدے تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مفسد نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے تنبیہ کا ہبہ الا کرتا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر نقل فی المجتبی انہ تشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا ولم اد من صرح بہ غیرہ وفروع المذہب مطلقۃ کما مرفتدبر مجتبی میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہوتا ہے اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا سو غور کر لے ہم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گیہوں کا آٹا گیہوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہیں ہوتا تاکہ لیکر گیہوں کے اور

واضح ہو کہ بالجملہ وہ موہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی الفتح والخامس خروج الھبۃ عن ملک الموہوب لہ
اور خلاصہ مترجم یہ ہے کہ ہبہ کا خروج ہی موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا ولو بھبۃ الا اذا رجع الثانی فللاول الرجوع سواء کان
بقضاء او رضی لما سیجیٔ ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بہا الثالث علی الثانی او باعہا منہ لم یرجع الاول
خروج عن الملک مانع ہی رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہی خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی
سے ہو اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت فسخ ہبہ سے ہے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح پر کہ واہب ثالث واہب ثانی
پر تصدق کرے یا اسکو بیچ ڈالے تو واہب اول رجوع نکریگا ولو باع نصفہ رجع فی الباقی لعدم المانع اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب
نصف باقیمیں رجوع کرے اسواسطے کہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں وقیدنا الخروج بقولہ بالکلیۃ بان یکون خروجہا
عن ملکہ من کل وجہ لتفرع علیہ بقولہ اور مصنف نے خروج میں بالکلیۃ کی قید لگائی یعنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریع
کی بقول آیندہ فلو ضحی الموہوب لہ بالشاۃ الموہوبۃ او نذر ان یتصدق بہا وصارت لحما لا یملک الرجوع تو اگر موہوب لہ نے دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا
اسکے خیرات کرنیکی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنیسے گوشت ہوگیا تو بھی مانع رجوع کا نہیں ہے اسواسطے کہ قربانی کا گوشت مالک میں داخل رہتا ہی تو خروج عن الملک
ثابت نہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکور اور متعہ ادا ہو جاتا ہی محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک رجوع جائز
نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام کا قول محمد کے قول کے مانند ہے ومثلہ المتعۃ والقران والنذر مجتبی اور قربانی کی مانند متعہ اور قران اور نذر ہی کذا فی المجتبی
ہم علما دین نے کہا تھا کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنہاج ولو ذبحہ لہ ثوبا فجعلہ صدقۃ للہ تعالی فلہ
الرجوع خلافا للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف مذہب ابو یوسف
ہم [illegible] کذا فی الخلاصۃ کما لو ذبحہا من غیر تضحیۃ فلہ الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون
قربانی کرنیکے تو واہب کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطا فوہبہ مولاہ
لغریمہ او لولی الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام تعود الجنایۃ
لو ہبۃ الکذا فی الخانیہ مترجم خانیہ ایک غلام ہو جسپر دین یا جنایت خطا ہو پھر اوسکے مالک نے اوسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کردیا تو دین اور جنایت ساقط
ہوگی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد کے نزدیک عود نکریگی اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں
کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کردی اسکے شوہر کو پھر اوس نے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیہ والسابع الزوجیۃ وقت الھبۃ اور ساتواں مانع زوجیت وقت ہبہ کی
ہے فلو وہب لامرأۃ ثم نکحہا رجع [illegible] تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نہ تھی ولو وہب لامرأتہ لا
کعکسہ انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے اسکے عکس میں یعنی اگر واہب عورت ہو اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے
اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لا تصح ہبۃ المولی لام ولدہ ولو فی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ لانہا
[illegible] ولو اوصی لہا بعد موتہ تصح لانہا تعتق بموتہ [illegible] کما فی الکافی صحیح نہیں ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ ہبہ اوسکے مرض الموت میں ہو
اور ہبہ بدل کر وصیت نہوجائیگا اسواسطے کہ مجبور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کیواسطے وصیت کرجاے اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہے کہ میری موت کے بعد
ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہوجانیکے اوسکی موت سے اور ام ولد کا قبض کرا [illegible] کذا فی الکافی مترجم ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے
صحیح نہوا کہ شرط ہبہ کے قبض موہوب ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب مجبور التصرف ہونیکے والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ
نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر واہب ہبہ کرے اپنی قرابتدار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع
نکریگا کذا فی الشمنی مترجم محرم وہ ہے جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہوگیا اب مانع رجوع قرابت مع المحرمیت ہے نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت

ملہ یعنی ذبح کر ڈالا [illegible]

ولو وهب لمحرم بلا رحم کاخیه رضاعا ولو ابن عمه والمحرم بالمصاهرة کامهات النساء والربائب واخیه وهو عبد لاجنبي او لعبد اخیه رجع

اور اگر واہب نے ہبہ کیا اُس محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بہائی کو اگرچہ اوسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور ربائب اور ہبہ کیا اپنے نسبی بہائی کو درحالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا ہبہ کیا اپنے بہائی کے غلام کو تو رجوع کریگا ھم ابن عمه کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں ہوا اسواسطے کہ ابن عم قرابتدار ہی تو اوسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تہا اور صاحبین کا یہہ مذہب ہے کہ غلام بہائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بہائی کے غلام کے ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد ومولاہ ذا رحم محرم من الواهب فلا رجوع فیها اتفاقا علی الاصح لان الهبة لایهما وقعت تمنع الرجوع جبرا اور اگر دونوں یعنی غلام اور اوسکا مالک واہب کے محرم قرابتدار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے بنابر قول صحیح اسواسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہبۃ کا کذا فی البحر ھم غلام اور مولے کی قرابت مع المحرمیت کی یہہ صورت ہی کہ واہب کا سوتیلا بہائی اوسکے مادری بہائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وهب لاخیه واجنبي ما لا یقسم فقبضاه له الرجوع فی حظ الاجنبي لعدم المانع دیدے اپنے بہائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونوں نے اوسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والهاء هلاک العین الموهوبة اور ہا رہوز سے عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہی ھم ہلاک سے تلف ہونا عین کا یا اوسکے عامہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقای ملک تو یہہ گمان کرنا چاہئے کہ خروج عن الملک سے ہی ہلاکت ہی تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑکر اوسکی چہری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاۃ مذبوحہ کذا فی الطحطاوی عن المکی ولو ادعاه ای الهلاک صدق بلا حلف لانه ینکر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانیکا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہی ہبہ پہیر دینے کا فان قال الواهب هي هذه العین حلف المنکر انها لیست هذه خلاصه پہر اگر واہب کہے کہ وہ یہی ہبہ یہی چیز ہی تو منکر یوں قسم کہائے کہ ہبہ یہہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف الواهب ان الموهوب له لیس باخیه اذا ادعی الاخ ذلک لانه یدعی مسببا للنسب لا النسب خانیه جیسے واہب یوں قسم کہائے کہ موہوب لہ اوسکا بہائی نہیں جب بہائی دعوی کرے بہائی ہونیکا اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہی مسبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ ھم یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بہائی ہوں تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہہ قسم درحقیقت نسب کے سبب سے مال پر ہی نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اوسمیں قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف ولا یصح الرجوع الا بتراضیهما او بحکم الحاکم للاختلاف فیه اور صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پہیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونیکے رجوع میں ھم بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہیں پہر جب اسمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضای طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کر کے پہیر لیگا بلا رضای موہوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اوسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعه بعد القضاء لا قبله تو موہوب لہ بعد حکم حاکم موہوبہ کو نہ دینے سے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ھم جبتک حاکم حکم کرے سپرداد کا یا فسخ ہبہ بتراضی نہو تو موہوبہ موہوب لہ کی ملک ثابت ہی تو اوسکا تصرف اسمیں بیع اور عتق میں نافذ ہی اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوبہ اوسکے پاس تلف ہوجائے تو اوسپر تاوان نہیں کیونکہ اوسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اوسکی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع اعادها بقضاء او رضی کان فسخا لعقد الهبة من الاصل واعادة لملکه القدیم لا هبة للواهب اور جبکہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ واہب کیواسطے ھم اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا بدون قبض کے اور جبتک قبض کر کے نہ چکے پہر نہ رجوع سکے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمیں رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلهذا لا یشترط

فیہ نتنقض الواہب فی الرجوع فی الشائع ولو کان ہبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا برضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ موہوب کا اسواسطے شرط نہیں ہو [illegible]
قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع میں اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہ ہوتا یعنی اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کما تقدم وللواہب ان [illegible] علی
مطلقاً بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھر بیچ ڈالنا سو ہبہ کا ... اسکو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہو یعنی واہب نے ایک چیز خرید کی پھر دوسرے
دوسرے شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہے بخلاف رد المشتری
بالعیب بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہم یعنی اگر ایک چیز خرید کی پھر اسکو بیچا پھر مشتری ثانی نے اسکو بوجہ عیب قدیم
مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو بیع فسخ ہو عقد ہوگا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی
سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فاذا
رد بالعیب فقد رضا بلا قضا سو اسواسطے جائز نہوا کہ مشتری کا حق سلامتی مبیع کے وصف میں ہے نہ فسخ میں تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا ہم چونکہ حق مشتری
سلامتی مبیع میں ہے لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہو جاوے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور در صورت عدم سلامتی مبیع مشتری پھیر لیگا اور اسی سے فسخ بیع [illegible]
لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کہ اسمیں فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو در صورت رجوع عین ملک واہب اسکی طرف عائد ہوگی نہ ہبہ جداگانہ تو فرق
بیع اور ہبہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی المنح ملخصاً ثم مرادہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثرہ اصلاً والا لعاد
المنفصل الی ملک الواہب برجوعہ نصوا ان ... معلوم کرنا چاہئے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں مترتب نہ ہو
باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصلہ بھی ملک واہب کے طرف عود کرتی واہب کے رجوع کرنے سے
کذا فی الفصولین ہم زوائد منفصلہ جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس ہو وہ موہوب لہ کی ہوگی اور حالانکہ واہب کو [illegible]
زوائد مذکورہ کا لینا نہیں پہونچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ بالکل بطلان اثر مراد نہیں اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح الرجوع فیہ من الموانع
السبعۃ السابقۃ کالہبۃ لقرابۃ جاز ہذا الاتفاق منہما جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا ایسے موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں من جملہ
موانع سبعہ سابقہ کے جیسے ہبہ ذی رحم محرم کی قرابت میں تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرۃ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم
الا بالقبض لانہا ہبۃ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ ہبہ اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہاں ہبہ ہے ثم قال وکل شئ یفسخہ الحاکم
اذا اختصما الیہ فہو اقالتہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جب کہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاویں تو وہ اسکا اقالہ ہے ہم یعنی
در صورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہو تو اسمیں اقالہ کرنا جائز نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی وتصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض
اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کیا تو جائز نہیں کیونکہ دین غیر مقبوض ہے وفی الدرر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر میں ہے کہ حاکم
حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع کے پھر وہ مانع زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو [illegible]
مگر خروج عن الملک میں ... یہ ہے کہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق
الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہوگئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور [illegible]
سے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ ہبہ چونکہ عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمیں سلامتی موہوب کا مستحق نہیں ہم ہبہ کی قید اسواسطے
لگائی کہ سوا دوسرے عقدوں میں تاوان ... غرور ... فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسی طرح ودیعت اور اجارہ
جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہوجاوے پھر اسکا کوئی مستحق ثابت ہو اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص ... تاوان پھیر لینگے کذا فی الطحطاوی
والعاریۃ کالہبۃ ہنا لان قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت یہاں ہبہ کے مانند ہے اسواسطے
کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہے اور یہاں غرور نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ہم عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں [illegible] الاجارۃ

اور ہبہ میں عقد تمام ہو رہا ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہو جائے اور ہلاک کرے اور مالک نے سوائے ہبہ کے اور مالک نے مستعیر سے تاوان لیا تو مستعیر اس
تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا **واذا وقعت الهبة بشرط العوض المعين فهي هبة ابتداء فيشترط التقابض في العوضين ويبطل**
بالشيوع بيع انتهاء فترد بالعيب وخيار الرؤية ويؤخذ بالشفعة هذا اذا قال وهبتك على ان تعوضني كذا اما لو قال
وهبتك بكذا فهو بيع ابتداء وانتهاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابض
شرط ہوگا اور محل القسمة میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور یہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو یہ عیب اور خیار الرؤیۃ سے پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے
لیا جائیگا یہ ہبہ مذکور تب ہی ہے جب کہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہیگا کہ میں نے تجکو ہبہ کیا بدلے اسکے تو وہ
بیع ہی باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہے تو بسبب عیب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا اور اسیطرح خیار الرؤیۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہے
اور جب کہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہو گی اور امتناع تسلیم جائز ہوگا اور قبض شرط نہ ہوگا اور شیوع مفسد ہوگا
کذا فی الجلالیۃ **وقيد العوض بكونه معينا لانه لو كان مجهولا بطل اشتراطه فيكون هبة ابتداء وانتهاء** اور عوض میں مصنف نے معین
ہونے کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہو گا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو اور صورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونوں اعتبار سے ہبہ ہوگا
ہوگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا **وهب لوقف ارضها بشرط استبداله بلا شرط عوض لم يجز ولو شرط كان كبيع ذكره الناصحي** وقف
اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جبکہ استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال کا مشروط تھا العوض ہبہ کیا تو بمنزلہ بیع کے ہو گی ناصحی نے اسکو ذکر
کیا ہے **وفي الجمع واجاز محمد هبة مال طفله بشرط عوض مساو ومنعاه قلت فيحتاج على قولهما الى الفرق بين الوقف ومال الصغار**
اور مجمع میں ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط ایسے عوض کے جو قیمت میں برابر ہے اور منع کیا ہے شیخین نے اسکو منع کیا ہے میں کہتا ہوں
تو شیخین کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنیکی حاجت ہوگی ہم یہ کہتے ہیں وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین کے نزدیک
جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہئے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جواز وقف
استبدال کی شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے اور ایک عقد ہوا جو ہبہ بشرط العوض داخل ہے واقف کی شرطوں میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اسواسطے کہ ہبہ تو
باعتبار ابتدا کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع ہے طفل کے مال میں احسان کرنیسے مطلقا **فصل في مسائل متفرقة** یہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقہ میں
وهب امة الا حملها او على ان يردها عليه او يعتقها او يستولدها او وهب دارا على ان يرد عليه شيئا منها او يعوضه
كذلك الدار او ديعتها او على ان يعوض في الهبة والصدقة شيئا عنها صحت الهبة وبطل الاستثناء في الصورة الاولى
وبطل الشرط في الصور الباقية لانه بعض او مجهول والهبة لا تبطل بالشروط لونڈی ہبہ کی سوائے اسکے حمل کے یا ہبہ کی اس شرط پر
کہ لونڈی واہب کو پھیر دینی ہو گی یا اسکو آزاد کر دے یا اسکو اپنی حرم بنا دے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو
جیسا کچھ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقہ میں کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثنای حمل باطل ہے اور باقی صورتوں
میں شرط باطل ہے سو اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شرطوں سے ہم مجہول ہونا پچھلی دو صورتوں میں ظاہر ہے صورت ثانیہ
اور ثالثہ اور رابعہ میں تو ہدایہ کی یہ تعلیل بہتر ہے کہ یہ شروط مقتضای عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے
ولا تنس ما مر من اشتراط معلومية العوض اور نہ بہول تو اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا ہے یعنی جہالت عوض کی مفسد ہی سراج
میں ہے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض سے ہو تو شرط اسکی مفسد نہیں ہوتی جیسا کہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی **اعتق حمل امة**
وهبها صح ولو دبره ثم وهبها لم يصح لبقاء الحمل على ملكه فكان مشغولا بخلاف الاول لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی
تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا یعنی اور شرط ہبہ یہ ہے کہ

موہوب لہ مشغول ہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی در صورتیکہ متاع مشغول واہب کی ملک پر ہو باقی سب تو موہوب مشغول بملک واہب نہ ہوا لہذا
تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غد او ان مت بفتح التاء فانت بری من الدین او ان مت من مرضک ھذا
او ان مت من مرضی ھذا فانت فی حل من مہری فہو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیقہ صحیح یعنی تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب
دین کا مدیون کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مر جاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یوں کہنا اپنے زوج سے اگر تو مر جاوے اپنے اس مرض سے یا میں
مر جاؤں اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے بالحوز نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے ہم کہتے ہیں غد میں مخاطرہ نہیں مگر جب بھی غد کو
بقا ہی میں … لا بشرط کائن لیکون تنجیزا کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابرأتک عنہ صح تعلیق
ابراکی شرط محض صحیح نہیں مگر … صحیح ہے تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاوے چنانچہ اپنے مدیون سے یوں کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو میں نے تجھکو بری الذمہ
کر دیا صحیح ہے وکذا ان مت بفتح التاء فانت بری منہ او فی حل جاز وکان وصیۃ خانیہ اور اسیطرح یہ تعلیق کہ اگر میں مر جاؤں تو تو
بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قبول وصیت ہوگا کذا فی الخانیہ ہم … مرض مخصوص … نہیں لہذا شارح اسکو
مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہے لہذا اسکو یہاں وصیت کہا جاز العمری للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لا بطلان الشرط یعنی
بطریق عمری جائز ہے اور … موہوب لہ کا مملوک ہے جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اوسکے اوسکے وارث کا مملوک کر دیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے
… ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دیدے کہ وہ عمر بھر اوس میں رہے پھر جب موہوب لہ مر جاوے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے
… اور اوسکے ورثہ کا … پھیر لینے کی شرط باطل ہے لا الرقبی لانہا تعلیق بالخطر … کیونکہ یہ تعلیق ہے خطر پر … کہ پھیر اگر
… یعنی اگر میں مر جاؤں … تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مر جاوے مجھ سے پہلے تو وہ میرا ہے امام اور محمد کا یہ قول ہے کہ یہ ہبہ جائز نہیں …
… اور ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن المضمرات
واذا لم تصح تکون عاریۃ … وغیرہ عن … فہی لمعمرہ فی حیاتہ وموتہ لا ترقبوا من ارقب شیئا فہو سبیل المیراث
اور جب کہ رقبی صحیح نہ ہوا تو اسطرح کا دینا عاریت ہوگا کذا فی المجتبی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص کسی کو
بطریق عمری کے … زندگی اور موت میں … جسکو عمر … اور اسطریق رقبی … جو شخص بطریق رقبی … کا طریقہ میراث کا
طریقہ ہے یعنی رقبی … کی میراث ہے بعثت الی امرأتہ متاعا ھدایا الیہا وبعثت لہ ایضا ھدایا عوضا للہبۃ صرحت بالعوض او لا ثم
افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج انہ عاریۃ لا ہبۃ وحلف واراد الاسترداد وارادت ہی الاسترداد ایضا یسترد کل منہما
ما اعطی اذ لا ہبۃ فلا عوض یعنی زوج نے زوجہ کیطرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اسنے عوض کی تصریح کی یا نکی
پھر دونوں میں جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر اسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت
نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونوں میں سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہیں تو بدلہ بھی نہیں یعنی اگر ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا
تو عوض بھی باطل ہو گیا ولو استہلک احدھما ما بعثہ الآخر ضمنہ لانہ من استہلاک العاریۃ تنویر خانیہ اور اگر زوج یا زوجہ نے دوسرے کا
تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اسکا تاوان دیگا اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اسکا ضامن ہے کذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر متاع خود تلف ہو جاویگی تو تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراۂ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ
عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اوس شخص کو جسپر دین ہو اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہو جاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے
فسخ ہو جانیکا موجب نہو ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہیں کہ ہبہ دین اور ابراء معنے اسقاط ہے اور اسقاط میں قبول شرط نہیں اور اگر ابراء عقد … کے
فسخ کا موجب ہو چنانچہ رأس المال کا ابرا کیا یا مبیع … متعاقدین میں سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فسخ …

[illegible] بالرد في المجلس [illegible] الاستقالة [illegible]

[illegible]

كذا في العناية [illegible] اسقاط [illegible] يعني رد [illegible] مجلس [illegible] صحیح [illegible] اسقاط [illegible] تملیک [illegible] مقید بمجلس لكن

الصحيح انه لو لم يقبل ولم يرد حتى افترقا ثم رده لا يرتد في الصحيح لیکن [illegible] کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نہ کرے یا رد کرے

یہان تک کہ دونوں جدا ہوں پھر بعد جدا ہونے کے مدیون رد کرے تو قول صحیح میں رد نہ ہوگا ہم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تصحیح کی ہو

اوس پر یہہ استدراک ہے [illegible] جو ابرا [illegible] اگرچہ یہہ قول صحیح ہو لیکن دوسرا قول اصح ہے تو وہ قول صحیح ٹہیرے کذا فی الطحطاوی نقلا عن المجتبى

الاصح ان الهبة تمليك والابراء اسقاط لیکن مجتبی میں ہے صحیح [illegible] یہہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے ہم یہہ استدراک ہے فقہا کے قول پر کہ

ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی الحلبی تمليك الدين ممن ليس عليه الدين باطل

الا اذا سلطه او حواله او وصية واذا سلطه اي سلط المملك غير المديون على قبضه اي الدين فيصح حينئذ دین کا مالک کرنا اوس شخص کو

جس پر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جب کہ مالک کرے غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو تمام

تملیک صحیح ہو گی ہم جب اوس نے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹہیرا موکل کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہہ صورت ہے کہ جب محال علیہ

محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہہ صورت ہے کہ ثلث مال

کی وصیت کی اور ترکہ میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنے مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ومنه ما لو وهبت

من ابنها ما على ابيه فالمعتمد الصحة للتسليط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اوسکے باپ پر ہے

تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنے کے ہم یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہہ ہے کہ تسلیط فرزند کا بفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضیخان میں ہے

کہ صحیح قول یہہ ہے کہ یہہ ہبہ صحیح نہیں مگر جب عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو ہبہ جائز ہوا اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی

اور اسیطرح اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی ويتفرع على هذا الاصل لو قضى دين غيره على ان يكون له لم يجز ولو كان وكيلا بالبيع فضمن الثمن

اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اوسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا

کرنے والا اوسکا وکیل ہو کذا فی الفصولین ہم یعنے وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں

وليس منه ما اذا اقر الدائن ان الدين لفلان وان اسمه في كتاب الدين عارية حيث صح اقراره لكونه اخبارا لا تمليكا فللمقر له

قبضه باذنه وتمامه في الاشباه من احكام الدين اور تملیک غیر مدیون سے یہہ صورت نہیں جب دائن یہہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اوسکا نام

یعنی میرا نام [illegible] اقرار صحیح ہے [illegible] قبض کرنا جائز ہے کذا فی

البزازیہ اور [illegible] اشباہ میں [illegible] تو اگر مدیون [illegible] بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اسیطرح [illegible] کذا فی المنح وكذا لو قال الدين

الذي لي على فلان لفلان [illegible] قلت وهو مشكل لانه مع الاضافة الى نفسه يكون تمليكا وتمليك الدين ممن ليس عليه

باطل فتامله [illegible] اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیہ وغیرہا میں کہتا ہوں اور یہہ تو مشکل ہے

کہ اپنی ذات کیطرف نسبت کرنے [illegible] تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کرے ہم جواب اشکال کا یون ہے

کہ [illegible] جو میرا دین [illegible] ظاہر [illegible] تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی وفي الاشباه [illegible]

[illegible] البزازية [illegible] اشباہ میں [illegible]

کتاب الصلح سے منقول [illegible] اتفاق [illegible]

ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ یہ مضمون عبارت بزازیہ کا ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے اور وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا اور ان دونوں نے اسپر اتفاق کیا
کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جاوے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح
اور عطا اوسیکو دیا جاوے جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی ہو اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہو اور رضامندی غیر کو اسمین دخل نہیں کذا فی
الطحطاوی والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطا بے عوض ہے اسیطرح صدقہ بھی ہے تو دونوں
احکام میں یکسان ہیں وحینئذ لا تصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت یعنی جب کہ مثل ہبہ کے ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح
یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ میں صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ
مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ کے لہذا اسمین رجوع جائز نہیں ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ والآخر
صدقۃ فالقول للواہب خانیہ اور اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا ہبہ ہے یعنی جو میں نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھکو پھیر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے
کہا صدقہ ہے یعنی پھیر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیہ **فائدہ جلیلہ** سید حموی نے کہا کہ جانو کہ تملیک بے عوض
ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہوجاتی ہے اور جب تک کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اوسمیں علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ
جائز نہیں بقیاس علے الہبہ اور اکثر علما اسپر ہیں کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہے اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دو شئے ہیں باعتبار نام
ہے اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغایرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغایرت اسواسطے ہے کہ اگر درختوں پر لگے پھلوں کو ہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار
کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی نوع ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور صغر کی موت
تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ محتاج بیان نہیں کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسألہ تملیک ارض محدودۃ فامر
السلطان بالتوقیع فکتب کاتبہ جعلتہا ملکا لہ ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول اقیم السؤال
مقام حضورہ یعنی ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اسنے تملیک ارض محدودہ کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اوسکے منشی نے لکھدیا
کہ اوس زمین کا میں نے اسکو مالک کردیا اس تملیک میں قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ از روے قیاس یہ ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن چونکہ
پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بادشاہ سے حاضر ہونیکے قائم مقام کردیا گیا اھ اور یہ قیاس ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی بہرحال سوال قائم
مقام حضورہ کے متعلم پر مقام قبولہ کیسا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسؤالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان کانت وہبتہ
او اقرضتہ فلیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لانہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اوسکے سوال
پر تا کہ زوج وسعت کرے معاش میں پھر اس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اوسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اوسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے
پھیر لینا جائز نہیں اور اگر اوسنے دیا ہو تا کہ زوج اوسمیں تصرف کرے زوجہ کی ملک پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہے زوج کو دفع
لابنہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے
اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اسمیں تصرف کرے سو اوس بیٹے نے بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہوگیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اوسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال
فرزند کا ہے اور نہیں تو میراث ہے یعنی وہ مال سب وارثوں میں تقسیم ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی میں ہے بعث الیہ ہدیۃ فی اناء ہل یباح
اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت لذتہ یباح ولا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا لا ایک شخص
دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن میں کیا اسکا کھالینا برتن میں مباح ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنی روٹی شوربے میں بھیگی ہوئی یا مثل اسکے کہ اگر
کھانا اگر اسکو دوسرے برتن میں پھیر لو تو لذت اوسکی جاتی رہے تو اوسمیں کھالینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن میں کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونوں میں
بے تکلفی ہو تو بھی اسمیں کھانا مباح ہے اور نہیں تو مباح نہیں ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب تحفہ بھیجا برتن میں ...

تملیک اور ہبہ دو چیزیں ہیں

بیانی الرحیلی وغیرہ اور اگر عادت ظرف پہیر دینی کی ہے جیسے قلیان میوون کی تو ظرف بہی تحفہ ہو گا جسکا پہیرنا اونپر نہین ہے

پہیرنا مشہور ہو ورنہ امانت ہو

دھرہ تغیر ربہ لمنزل وکہ منبہ عوائب النبیب اہ ان ینادلہ بعض بعض لا دین عادہ دفعا نہ فی الجوہرہ ایک شخص نے ایک قوم

سے کہانے کی دعوت کی اور لوگونکو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والیکو کچہہ اپنے پاس سے کہانا دینا جائز نہین اور نہ سائل اور خادم

اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہہ کہ اسکو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہے

اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہے ہم کہتے ہین کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان مین یہہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اسکا دینا جائز ہے اور یہی قول کو ہم لیتے

ہین چنانچہ عالمگیری مین ہے خادم سے مراد وہ خادم ہو جو دسترخوان پر کہڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پہر جب اسکو دینا اور طلب

نہوا تو اور خادم کو بطریق اولیٰ دینا جائز نہو گا جوہرہ مین ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکہا اور اسمین یہہ لکہا کہ اسکی پشت پر جواب لکہے تو مکتوب الیہ کو اس

خط کا پہیر دینا لازم ہو گا اور اسکو اسمین تصرف کرنا درست نہو گا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہو گا کذا فی الخطا وہی فی

الاشباہ لا اجبار علی الصلات اور اشباہ مین ہے کہ جبر نہین صلون پر ہم صلات جمع ہے صلہ کی اور صلہ عبارت ہے ادا ہی مال سے بلا مقابلہ عوض مالکے جیسے

زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحاوی عن الخراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجۃ وعین موصی بہا ومال وقف صلون پر زبردستی نہین مگر

چار صلون پر زبردستی ہے شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اوس چیز مین جسکی وصیت کیگئی اور وقف کے مال مین ہم تو مشتری پر تسلیم عقار واجب ہے

شفیع کو باوجود یکہ شفعہ صلہ شرعی ہے اسلیئے اگر شفیع مرجاوے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے عوض ہے

کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہوا اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہے اور

چہٹی صورت اداء دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ بیجا ب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحاوی وقد حررت ابیات الوھبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا

للشرنبلالی فقلت ودع ھبۃ الدین الیس ترجمہ مطلقا وابراہ ذی نصف یقبل المقرر اور البتہ مین ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہے شرنبلالی کی شرح کے

موافق تو میں یون کہا اور دین کا ہبہ کرنیوالا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والیکا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول محرر

اور محقق ہے ہم ابراء نصف دین کی یہہ صورت ہے کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پہر ایک شخص دین معاف کر دے تو اگر دائن نے کہا کہ مینے اپنا حصہ

معاف کیا تو یہہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مینے نصف دین معاف کر دیا تو ظاہر الروایہ یہہ ہے کہ پہلی صورت کیطرح اسکا تمام حصہ معاف ہو گا

اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف یعنی چوتہائی ...

بائع سے ہبہ لیگا اسیطرح اگر دائن بعد قبض دین مدیونکو دین معاف کرے تو مدیون اوسکو دین ہبہ لیگا دینؔ دُونَ آرْضٍ فی البناء صحیحا + وعندی فیہ
وقفۃ فیہ نظر + اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہو اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہی تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے بالت وجہ توقف
نص جیسے ہو فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشایع فتامل مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ
مین تصریح کرنا فقہا کا ہو کتاب الرہن مین اس مسئلہ کا کہ رہن کہنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن کہنا بدون عمارت کے صحیح نہین ہو الخ کہ یہ مشاع کے
مانند ہی تو اسمین تامل کرو مترجم کہتا ہی کہ علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ سے بھی شارح نے مذکور ہونیکا کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور
دلیل مسئلہ کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہو اور بائع نے مجکو عمارت اوسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت
دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ بیان کی صحت تقدیم ملک ارض سے
حاصل ہوتی ہی اور لائق یہی ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہو اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور ہبہ بمنزلہ مشاع کے ہی مترجم مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن
عمارت بلا ارض وبالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہے نہو اسکا بیان ہی کہ [illegible] مین اور پہل درخت پر اور زراعت بدون ارض اور عمارت کھیتی
اور من پھر ناج ڈہیر سے اور موہوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پہل توڑنے اور زیور اور گہر سے اور عمارت ڈھانے اور ناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے
امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کی وجہ سے گویا اونسے علیحدہ کرنیکے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن دے اور موہوب لہ قبض کیا کرے تو
اوسپر لازم ہوگا انتہے تو مترجم تحقیق اس تفصیل پر ٹھیرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنی صحت ہبہ عمارت بلا ارض مشہور ہی یعنی اگر ہبہ کر
واہب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اوسپر عمل کیا کذا فی الطحطاوی وَاَشَرْتُ بِاَنْ لِجَوابِ ان لماد یا یعنی خواہر زادہ
انہ لا یرجع واختارہ بعض المشایخ اور اشارہ کیا یعنی بلفظ اظہر جو یہی ہے مین اوس قول ضعیف کے طرف جو عراقیین سے خواہر زادہ سے کہ ہبہ تو ٹوٹ گیا
سو ٹن نہ پہیرے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وینظر ای ینکلم ہوتھا لانہ یرد للابناء ابطالہ ولا [illegible] اور بعض لفظ نہ کام
کیا تیسری بیت مین یعنی زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفر یاب ہوا اسواسطے کہ اگر کوئی [illegible] طلاق کو تعلیق کر دیا تو
ٹوٹ سو اسکو یاد رکہنا چاہیے **خاتمہ** تاتارخانیہ مین ہی طحاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ مشترکہ کا محتمل نہو [illegible] سی ہو کہ
الحال اکول ہو جیسا پختہ گوشت اور مانند اسکے تو اپنی ہمنشینون اور ساتھیون کو اسمین سے کچھ دے [illegible]
اسمین سے کچھ دیدے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھے سراج وہاج مین ہے ایک مرد مرگیا سو دوسرے شخص نے [illegible]
واسطے تو اوس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن تیار کرے اور وہ کپڑا اپنے واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب کہ اگر میت جو کہ
شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند کو مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا [illegible]
اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے کذا فی الحاوی واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العلی [illegible]
محمد وآلہ وصحابہ اجمعین + **خاتمۃ الطبع** الحمد للہ والمنہ کہ جلد تیسری کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ [illegible]
الخیرین تصحیح اور تحشیہ اور تکمیل بندہ ضعیف محمد احسن صدیقی نانوتوی مطبع صدیقی بریلی مین [illegible]
سے امید ہی کہ دونون جلدین باقی بھی اپنے فضل وکرم سے کمال کو پہنچا کر مطبوع خلائق کرے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ربنا تقبل منا
انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ علی نبیہ الرسالۃ افضل البشر سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اشتہار

[illegible]

الراقم

[illegible]

[illegible]

۲۹۶۴۳
۲۹۶ خ
۲ن۳ ح

This book was taken from the Library on the date last stamped. A fine of 1 anna will be charged for each day the book is kept over time.

۸۲۴

URDU STACKS

غ ٢٤ ٣٩٤٤٣
No.